اشعۃ اللمعات

شرح مشکوٰۃ

تصنیف منیف:-

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولٰینا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ

محمد عبدالحکیم شرف قادری — مولانا مفتی محمد خان قادری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور - جامعہ اسلامیہ فصیح روڈ رحمن آباد، لاہور

ناشر
فرید بک سٹال ۳۸۰ اردو بازار - لاہور ۲ پاکستان

مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا صدق الله العظيم

جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں دیں
اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو (القرآن الحکیم)

جلد ششم

اشعۃ اللمعات

شرح مشکوٰۃ

تصنیف منیف:-
عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولینا شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ

محمد عبد الحکیم شرف قادری
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مولانا مفتی محمد خان قادری
جامعہ اسلامیہ فصیح روڈ سمن آباد، لاہور

ناشر
فرید بک سٹال ۳۸- اردو بازار ◎ لاہور (پاکستان)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب : ______ اشعۃ اللمعات اردو، ترجمہ و شرح مشکوٰۃ شریف
شارح : ______ شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ
ترجمہ ______ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی، مفتی محمد خان قادری
ناشر : ______ فرید بک سٹال ۳۸/ اردو بازار لاہور
کتابت : ______ محمد نعیم خوشنویس، حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ
پروف ریڈنگ : ______ مولانا حافظ محمد شاہد اقبال
مطبع : ______ رومی پرنٹرز، ۱۰/۲۲ ریٹی گن روڈ، ہجویری پارک لاہور
سال اشاعت : ______ یکم نومبر ۱۹۹۶ء
تعداد : ______ ایک ہزار
ہدیہ : ______ ۱۷۵ روپے

ملنے کا پتہ

فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور

فہرست اشعۃ اللمعات

(جلد ششم)

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	باب	۳۹
	خطاب اور شعر کا بیان	〃
	پہلی فصل	〃
۴۵۷۲/۱	بعض بیان جادو ہیں	〃
	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو فصیح اللسان آدمیوں کی گفتگو	〃
۴۵۷۳/۲	بعض اشعار حکمت پر مشتمل ہوتے ہیں۔	۴۰
۴۵۷۴/۳	بے فائدہ گفتگو کرنے والے ہلاک ہو گئے۔	۴۱
۴۵۷۵/۴	اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی ہے	〃
۴۵۷۶/۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سماعت فرمائے۔	۴۲
	امیہ بن ابی الصلت دور جاہلیت کا شاعر	〃
۴۵۷۷/۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک سے خون نکلا۔	۴۳
	اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو تکلیف آئے اس کا اجر ملتا ہے۔	〃
۴۵۷۸/۷	حضرت حسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قریش کے اشعار کا جواب دیتے تھے۔	۴۴
۴۵۷۹/۸	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کی ہجو کا حکم دیا۔	〃
۴۵۸۰/۹	حضرت حسان کی مدد جبریل امین کرتے ہیں۔	۴۵
	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے دفاع کرنے پر دشمنان دین کی ہجو اعلیٰ عبادت ہے	
۴۵۸۱/۱۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ مبارک غبار آلود اور آپ کی دعا۔	〃
۴۵۸۲/۱۱	خندق کے صحابۂ کرام کی جہاد پر بیعت کا اظہار	۴۶
۴۵۸۳/۱۲	برا شعر پیپ بھرے پیٹ سے بھی برا ہے	〃
	دوسری فصل	۴۷
۴۵۸۴/۱۳	مومن تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے۔	〃
۴۵۸۵/۱۴	حیا اور خاموشی، ایمان کی اور فحش گوئی اور زیادہ بولنا نفاق کی شاخیں ہیں۔	۴۸

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۵۸۶ ۱۵	اچھے اخلاق والا قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اور بُرے اخلاق والا دور ہوگا۔	۴۸
۴۵۸۷ ۱۶	زبانوں سے کھانے والی قوم کے آنے تک قیامت قائم نہ ہوگی۔	۴۹
۴۵۸۸ ۱۷	زبان پھیر کر گفتگو کرنے والا رب تعالیٰ کو ناپسند ہے۔	۵۰
۴۵۸۹ ۱۸	شب معراج کا مشاہدہ، کہ آگ کی قینچیوں سے ہونٹ کاٹے جا رہے ہیں۔	″
۴۵۹۰ ۱۹	باتوں میں ہیر پھیر کرنے والے کے فرائض و واجبات قبول نہیں ہوتے۔	″
۴۵۹۱ ۲۰	مختصر اور بہتر گفتگو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند تھی۔	۵۱
۴۵۹۲ ۲۱	حکمت بھری باتیں۔	″
	تیسری فصل	۵۲
۴۵۹۳ ۲۲	حضرت حسان کے لیے مسجد نبوی شریف میں منبر رکھا جاتا اور وہ شعر کہتے۔	″
۴۵۹۴ ۲۳	عورتوں کے سامنے خوش آواز میں شعر کہنا ممنوع ہے۔	۵۳
	حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ گانا گانا زنا کا داعی ہے۔	″
۴۵۹۵ ۲۴	اچھا شعر اچھا ہے اور بُرا شعر بُرا ہے۔	۵۴
۴۵۹۶ ۲۵	بُرے شعر کہنے والا شیطان ہے۔	″
۴۵۹۷ ۲۶	غناء (گانا) سے دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے۔	۵۵
۴۵۹۸ ۲۷	مزامیر (باجے) کو سن کر حضرت ابن عمر نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں۔	″

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	باب	۵۶
	جھوٹ، غیبت اور بدکلامی سے زبان کو محفوظ رکھنے کا بیان۔	″
	پہلی فصل	
۴۵۹۹ ۱	زبان اور شرمگاہ کی ضمانت سے جنت کی ضمانت۔	″
۴۶۰۰ ۲	اچھا بول بولنے کی وجہ سے درجات میں بلندی اور بُرا بول بولنے کی وجہ سے آدمی جہنم کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔	″
۴۶۰۱ ۳	مسلمان کو گالی دینا گناہ اور قتل کرنا کفر ہے۔	۵۷
۴۶۰۲ ۴	کسی مسلمان کو بلا وجہ کافر کہنے کی وجہ سے آدمی خود کافر ہو جاتا ہے۔	″
۴۶۰۳ ۵ تا	ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کو گالی گلوچ نہ دے اور نہ تہمت لگائے۔	۵۸ ″
۴۶۰۵ ۷	اپنے دوست کو لعن طعن کرنا مناسب نہیں اہلسنت وجماعت لعن طعن نہیں کرتے۔	″
۴۶۰۷ ۹	لعنت کرنے والے قیامت کے دن شفاعت کرنے والے نہ ہوں گے۔	۵۹
۴۶۰۸ ۱۰	لوگوں کو ہلاک کہنے والا خود ہلاک ہوتا ہے۔	۶۰
۴۶۰۹ ۱۱	دو قسم کی باتیں کرنے والے کا انجام	″
۴۶۱۰ ۱۲	چغل خور جنت میں نہ جائے گا۔	۶۱
۴۶۱۱ ۱۳	سچ نیکی کی طرف اور جھوٹ بُرائی کی طرف لے جاتا ہے۔	″
۴۶۱۲ ۱۴	لوگوں میں صلح کرانے اور نیکی پھیلانے والا جھوٹا نہیں ہوتا	۶۲
۴۶۱۳ ۱۵	کسی کے منہ پر تعریف کرنے والے کے منہ میں مٹی ڈال دو۔	″

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۶۱۴/۱۶	کسی کے منہ پر تعریف کرنے کا طریقہ	۶۳
۴۶۱۵/۱۷	ناپسندیدہ بات سے کسی مسلمان بھائی کو یاد کرنا غیبت کہلاتا ہے۔	〃
	غیبت کسے کہتے ہیں ؟	
۴۶۱۶/۱۸	بڑے آدمی کو خندہ پیشانی سے ملا جائے۔	۶۵
۴۶۱۷/۱۹	اعلانیہ گناہ کرنے والوں کی معافی نہ ہوگی۔	۶۶
	دوسری فصل	۶۷
۴۶۱۸/۲۰	جھوٹ چھوڑ دینے والا جنت میں جائے گا۔	〃
۴۶۱۹/۲۱	اللہ کا ڈر اور اچھا خلق لوگوں کو جنت میں لے جائے گا۔	〃
۴۶۲۰/۲۲	اچھی بات کہنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور بری بات کہنے والے لئے اس کی ناراضی لکھ دی جاتی ہے۔	۶۸
۴۶۲۱/۲۳	لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا تباہی ہے	۶۹
۴۶۲۲/۲۴	جھوٹ بول کر ہنسانے والا زیادہ پھسل جاتا ہے۔	〃
۴۶۲۳/۲۵	جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا	۷۰
۴۶۲۴/۲۶	زبان قابو میں رکھنے میں نجات ہے	〃
۴۶۲۵/۲۷	اعضائے بدنیہ کی زبان کے سامنے فریاد	۷۱
۴۶۲۶/۲۸	اسلام کا حسن فضول باتوں کو چھوڑنے میں ہے۔	〃
۴۶۲۷/۲۹	بے فائدہ بات جنت سے دور لے جاتی ہے۔	۷۲

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۶۲۸/۳۰	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابی کو زبان کی حفاظت کا حکم دیا۔	۷۲
۴۶۲۹/۳۱	جھوٹے آدمی سے فرشتے دور بھاگ جاتے ہیں۔	۷۳
۴۶۳۰/۳۲	مسلمان بھائی سے خیانت نہ کرنا	〃
۴۶۳۱/۳۳	دو منہ والے کی قیامت کے دن دو آگ کی زبانیں ہوں گی۔	〃
۴۶۳۲/۳۴	مومن میں یہ خصلتیں نہیں ہوتیں۔	〃
۴۶۳۳/۳۵	مومن لعنت نہیں کرتا۔	۷۴
۴۶۳۴/۳۶	اللہ تعالیٰ کی لعنت سے لعنت نہ کرو۔	〃
۴۶۳۵/۳۷	لعن طعن کرنے کا وبال	〃
۴۶۳۶/۳۸	ہوا پر لعنت کرنے کی ممانعت	۷۵
۴۶۳۷/۳۹	کسی کی غلط بات دوسرے تک نہ پہنچائی جائے۔	〃
۴۶۳۸/۴۰	حضرت عائشہ نے حضرت صفیہ کی عیب گوئی کی	۷۶
۴۶۳۹/۴۱	بے حیائی عیب دار اور حیا زینت بخشتی ہے۔	〃
۴۶۴۰/۴۲	مسلمان بھائی کو گناہ پر عار دلانا اور باز رکھنا۔	〃
۴۶۴۱/۴۳	مسلمان بھائی کو مصیبت میں دیکھ کر خوش نہیں ہونا چاہیے۔	۷۷ 〃
۴۶۴۲/۴۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی اور کے طریقہ پر چلنا پسند نہیں تھا۔	〃
۴۶۴۳/۴۵	اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کو محدود نہیں سمجھنا چاہیے	〃
	تیسری فصل	۷۸
۴۶۴۴/۴۶	فاسق کی تعریف کرنے پر رب تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔	〃

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۶۴۵/۴۷	خیانت اور جھوٹ کے علاوہ مومن تمام خصلتوں پر پیدا کیا گیا ہے۔	۷۸
۴۶۴۶/۴۸	مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا۔	۷۹
	حضرت صفوان نے چالیس سال تک آرام نہیں کیا۔	〃
۴۶۴۷/۴۹	شیطان انسانی صورت میں لوگوں کے پاس آتا ہے۔	〃
۴۶۴۸/۵۰	بُرے ساتھی سے تنہائی بہتر ہے۔	۸۰
۴۶۴۹/۵۱	کسی بندے کا خاموش رہنا ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔	〃
۴۶۵۰/۵۲	حضرت ابوذر کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصیتیں۔	۸۱
	افضل ذکر کلمہ طیبہ ہے۔	
۴۶۵۱/۵۳	لمبی خاموشی اور اچھا اخلاق پشت پر ہلکے اور میزان پر بھاری ہیں۔	۸۲
۴۶۵۲/۵۴	صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لعن طعن کرنے کی وجہ سے اپنے غلام کو آزاد کر دیا۔	۸۳
۴۶۵۳/۵۵	زبان انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہے	〃
۴۶۵۴/۵۶	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دوں گا۔	۸۴
۴۶۵۵/۵۷	بہترین بندے وہ ہیں جنہیں دیکھ کر خدا تعالیٰ یاد آجائے۔	〃
	حضرت علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔	
	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ کی طرف دیکھ کر لوگ یاد الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔	

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۶۵۶/۵۸	غیبت عبادت کی نامقبولیت کا سبب بنتی ہے	۸۶
	کیا غیبت ناقض وضو و روزہ ہے؟	
۴۶۵۷/۵۹	غیبت زنا سے زیادہ بُری ہے۔	〃
۴۶۵۸/۶۰	غیبت کا کفارہ، جس کی غیبت کی ہے اس کے لیے بخشش کی دعا کی جائے۔	۸۷
	باب	۸۸
	وعدے کا بیان	
	وعدہ کا لغوی و اصطلاحی معنی	
	پہلی فصل	〃
۴۶۵۹/۱	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ پورا فرمایا۔	۸۹
	دوسری فصل	
۴۶۶۰/۲	حضرت ابوبکر صدیق نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وعدہ کے مطابق اونٹنیاں تقسیم کیں۔	〃
۴۶۶۱/۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعدہ وفائی کے لیے تین دن تک ٹھہرے رہے۔	۹۰
۴۶۶۲/۴	وعدہ وفائی کی نیت کے باوجود اگر کوئی شخص وعدہ پورا نہ کر سکے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔	〃
۴۶۶۳/۵	لالچ دے کر بلانے کے بعد کچھ نہ دینا، جھوٹ میں داخل ہے۔	۹۱
	تیسری فصل	۹۲
۴۶۶۴/۶	دو آدمی کسی جگہ ملنے کا وعدہ کریں، ایک ان میں سے نہ آئے اور دوسرا انتظار کر کے نماز کے لیے چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔	〃

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	باب	۹۲
	خوش طبعی کا بیان	
	مزاح کا معنی	
	پہلی فصل	
۴۶۶۵/۱	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اباعمیر تمہاری چڑیا کا کیا بنا؟	″
	دوسری فصل	
۴۶۶۶/۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے خوش طبعی فرماتے تھے۔	۹۳
۴۶۶۷/۳	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوش طبعی کہ اونٹنی اونٹ ہی جنتی ہے۔	″
۴۶۶۸/۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو دو کانوں والا فرمایا۔	۹۴
۴۶۶۹/۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑھیا سے خوش طبعی فرمائی، کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔	″
۴۶۷۰/۶	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زاہر بن حرام کی آنکھوں پر ان کے پیچھے سے ہاتھ رکھے۔	۹۵
۴۶۷۱/۷	عوف بن مالک اشجعی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آنے کے لیے اجازت چاہی۔	۹۶
	ایک صحابی رسول کی محبت کا انوکھا انداز	
۴۶۷۲/۸	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضہ کو ڈانٹا	۹۷
۴۶۷۳/۹	اپنے مسلمان بھائی سے نہ جھگڑو، نہ اس کا مزاح اڑاؤ اور نہ ہی وعدہ خلافی کرو	۹۸

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	باب	۹۹
	فخر اور تعصب کا بیان	
	فخر اور عصبیت کا لغوی معنی	
	پہلی فصل	
۴۶۷۴/۱	اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا متقی و پرہیزگار ہے۔	″
	جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں۔	
۴۶۷۵/۲	یوسف علیہ السلام شریف بن شریف بن شریف بن شریف ہیں۔	۱۰۱
۴۶۷۶/۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بہادر نہیں۔	″
	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں۔	
۴۶۷۷/۴	مخلوق میں بہترین ابراہیم علیہ السلام ہیں۔	۱۰۲
۴۶۷۸/۵	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔	۱۰۳
	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا نہیں، اس کے علاوہ جیسے بھی آپ کی تعظیم و توقیر کرنا چاہو کر سکتے ہیں۔	
۴۶۷۹/۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تواضع اختیار کرنے کا حکم	۱۰۴
	دوسری فصل	
۴۶۸۰/۷	اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنے کی ممانعت	″
	ہر آدمی دو حال سے خالی نہیں یا مومن متقی ہوگا یا کافر بدنصیب۔	

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۶۸۱/۸	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بارے میں کچھ کہنے کے لیے نہایت احتیاط برتنی چاہیئے۔	۱۰۵
	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اعلیٰ القاب سے عرض کرنی چاہیے۔	
۴۶۸۲/۹	حسب مال ہے اور کرم تقویٰ ہے	۱۰۷
۴۶۸۳/۱۰	جاہلیت کی طرف نسبت کرنے والے کے منہ میں اس کے باپ کے عیوب ٹھونس دو۔	″
۴۶۸۴/۱۱	عبدالرحمٰن بن ابی عقبہ اہل فارس کا مولی تھا۔	۱۰۸
۴۶۸۵/۱۲	اپنی قوم کی ناحق بات پر مدد کرنا کنویں میں گرنے والے اونٹ کی طرح ہے۔	″
۴۶۸۶/۱۳	اپنی قوم کی ظلم پر مدد کرنا عصبیت ہے۔	۱۰۹
۴۶۸۷/۱۴	بہترین شخص وہ ہے جو گناہ کے علاوہ اپنے خاندان والوں کا دفاع کرے۔	″
۴۶۸۸/۱۵	جو تعصب کی دعوت دے اور تعصب میں ہی فوت ہو وہ ہم میں سے نہیں۔	۱۱۰
۴۶۸۹/۱۶	کسی شئی کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔	″
	محب کو محبوب کی بُرائی بھی اچھی لگتی ہے	
	تیسری فصل	
۴۶۹۰/۱۷	عصبیت کسے کہتے ہیں؛	″
۴۶۹۱/۱۸	ایک شخص کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں سوائے دین اور تقویٰ کے۔	۱۱۱
	باب	۱۱۲
	نیکی اور صلہ رحمی کا بیان	
	پہلی فصل	

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۶۱۲/۱	اچھے برتاؤ کی سب سے زیادہ مستحق ماں ہے باپ کی نسبت ماں بچے کے لیے زیادہ مشققتیں برداشت کرتی ہے۔	۱۱۲
۴۶۹۳/۲	بوڑھے ماں باپ کی خدمت نہ کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔	۱۱۳
۴۶۹۴/۳	مشرکہ ماں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرنی چاہیئے۔	″
۴۶۹۵/۴	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا دوست اللہ تعالیٰ اور نیک مؤمنین ہیں۔	۱۱۴
۴۶۹۶/۵	ماؤں کی نافرمانی حرام ہے۔	″
۴۶۹۷/۶	والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے۔	۱۱۶
۴۶۹۸/۷	بہترین نیکی باپ کی عدم موجودگی میں اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔	″
۴۶۹۹/۸	صلہ رحمی سے رزق میں کشادگی ہوتی ہے	۱۱۷
۴۷۰۰/۹	رحم نے رحمان کا دامن کرم پکڑ کر عرض کیا۔	″
۴۷۰۱/۱۰	جو شخص رحم کو جوڑے گا اللہ تعالےٰ اسے جوڑے گا۔	۱۱۹
۴۷۰۲/۱۱	رحم اللہ تعالیٰ کے عرش کے ساتھ معلق ہے۔	″
۴۷۰۳/۱۲	قاطع رحم جنت میں داخل نہ ہوگا۔	″
۴۷۰۴/۱۳	واصِل اسے کہتے ہیں جس کے ساتھ رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑے۔	″
۴۷۰۵/۱۴	رشتہ داروں کے ساتھ احسان، بھلائی اور صلۂ رحمی کرنا اگرچہ وہ قطع رحمی کرتے ہوں	۱۲۰
	دوسری فصل	
۴۷۰۶/۱۵	تقدیر کو دعا ٹال دیتی ہے	″
	قدر اور تقدیر کا معنی	
	ایک سوال اور اس کا جواب۔	

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۲۷۰۷/۱۶	والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا اجر جنت ہے	۱۲۲
۲۷۰۸/۱۷	والد کی رضا میں رب تعالیٰ کی رضا ہے	″
۲۷۰۹/۱۸	والد جنت کا وسطی دروازہ ہے۔	۱۲۳
۲۷۱۰/۱۹	حسن سلوک کی سب سے زیادہ مستحق والدہ ہے۔	″
۲۷۱۱/۲۰	رحم کو رحمن نے اپنے نام "رحمن" سے بنایا ہے۔	۱۲۴
۲۷۱۲/۲۱	جس قوم میں قاطع رحم ہو، اس پر اللہ تعالیٰ کبھی رحم نہیں فرمایا۔	″
۲۷۱۳/۲۲	بغاوت اور قطع رحم کرنے والے کو دنیا کے علاوہ آخرت میں بھی سزا ہوگی۔	″
۲۷۱۴/۲۳	احسان جتلانے والا، نافرمان اور شراب کا عادی جنت میں داخل نہ ہوگا۔	۱۲۵
۲۷۱۵/۲۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے نسب یاد کرو۔	″
۲۷۱۶/۲۵	بڑے گناہ کی توبہ والدہ کی عدم موجودگی میں خالہ کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنا ہے۔	۱۲۶
۲۷۱۷/۲۶	والدین کے فوت ہو جانے کے بعد ان کے لیے دعا و استغفار کرنا۔	″
۲۷۱۸/۲۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رضاعی ماں سے حسن سلوک۔	۱۲۷
	تیسری فصل	
۲۷۱۹/۲۸	تین آدمیوں کا بوقت مصیبت اپنی اپنی نیکیوں سے وسیلہ پکڑنا۔	″
	مصیبت و پریشانی کے وقت اعمال صالحہ کا وسیلہ پکڑنا مستحب و مسنون ہے۔	

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۲۷۲۰/۲۹	جہاد میں شریک ہونے سے بہتر ہے کہ ماں کی خدمت کی جائے۔	۱۳۱
۲۷۲۱/۳۰	ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ کی خواہش پر بیوی کو طلاق دے دی	″
۲۷۲۲/۳۱	والدین ہی اولاد کے لیے جنت و دوزخ کا سبب ہیں۔	۱۳۲
۲۷۲۳/۳۲	والدین کے نافرمان کو چاہیئے کہ ہمیشہ ان کے لیے دعا و استغفار کرتا رہے۔	″
۲۷۲۴/۳۳	اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے والدین کی فرمانبرداری کرنے والے کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔	″
۲۷۲۵/۳۴	بھلائی کرنے والا بیٹا اپنے والدین کو نظر محبت سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے مقبول حج لکھ دیتا ہے۔	۱۳۳
۲۷۲۶/۳۵	اللہ تعالیٰ ہر قسم کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے سوائے والدین کی نافرمانی کے۔	″
۲۷۲۷/۳۶	بڑے بھائی کا حق چھوٹے پر باپ کی مانند ہے	″
	باب	۱۳۴
	مخلوق پر رحمت و شفقت کا بیان	
	رحمت و شفقت کا لغوی معنی	
	پہلی فصل	
۲۷۲۸/۱	لوگوں پر رحم نہ کرنے والے پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں فرماتا۔	۱۳۵
۲۷۲۹/۲	بچوں کو پیار سے چومنا	″
۲۷۳۰/۳	بیٹیوں کے ساتھ حسن سلوک کی وجہ سے بندہ آگ سے بچ جائے گا۔	″

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۷۳۱/۴	اپنی دو بیٹیوں کی تربیت کرنے والا قیامت کے دن حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔	۱۳۶
۴۷۳۲/۵	بیوہ عورتوں کو دینے والے کی مثال	〃
۴۷۳۳/۶	یتیم بچے کی کفالت کرنے والا جنت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔	۱۳۷
۴۷۳۴/۷	تمام مسلمان رحمت ومحبت میں ایک عضو کی طرح ہیں۔	۱۳۸
۴۷۳۵/۸	تمام مسلمان شخص واحد کی طرح ہیں	〃
۴۷۳۶/۹	مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے مضبوط دیوار کی طرح ہے۔	۱۳۹
۴۷۳۷/۱۰	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابۂ کرام کو کسی حاجتمند کی سفارش کی ترغیب دیتے تھے۔	〃
۴۷۳۸/۱۱	اپنے ظالم یا مظلوم بھائی کی مدد کرو۔	〃
۴۷۳۹/۱۲	مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے تکالیف دور کرتا ہے۔	۱۴۰
۴۷۴۰/۱۳	ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان بھائی کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔	۱۴۱
۴۷۴۱/۱۴	جنتی لوگ تین ہیں	۱۴۲
۴۷۴۲/۱۵	مؤمن اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔	۱۴۳
۴۷۴۳/۱۶	وہ بندہ ہرگز مؤمن نہیں جس کے پڑوسی اس سے محفوظ نہیں۔	۱۴۴
۴۷۴۴/۱۷	پڑوسی کو ستانے والا جنت میں نہ جائے گا	〃

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۷۴۵/۱۸	پڑوسی کے حق کی اہمیت	۱۴۴
۴۷۴۶/۱۹	تین ساتھیوں کی موجودگی میں دو آپس میں سرگوشی نہ کریں۔	۱۴۵
	حُزن وغم کا سبب دو چیزیں ہیں۔	
	جب شک اور تہمت کا احتمال نہ ہو تو سرگوشی کرنا جائز ہے۔	
۴۷۴۷/۲۰	دین نصیحت ہے۔	۱۴۶
۴۷۴۸/۲۱	حضرت جریر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر نماز، زکوٰۃ اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے کی بیعت کی۔	〃
	دوسری فصل۔	
۴۷۴۹/۲۲	بدبخت سے رحمت نکال لی جاتی ہے۔	۱۴۷
۴۷۵۰/۲۳	تم زمین والوں پر رحم کرو، اللہ تعالیٰ آسمان والوں میں تم پر رحم فرمائے۔	〃
۴۷۵۱/۲۴	جو چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔	۱۴۸
۴۷۵۲/۲۵	بڑھاپے کی حالت میں بوڑھے شخص کا احترام	〃
۴۷۵۳/۲۶	بوڑھے مسلمان، حافظ قرآن اور حاکم عادل کے احترام کی ترغیب۔	〃
۴۷۵۴/۲۷	جس گھر میں یتیم کی کفالت ہو، وہ بہترین گھر ہے	۱۴۹
۴۷۵۵/۲۸	یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرنے کا اجر	〃
۴۷۵۶/۲۹	جو شخص یتیم کو کھانا وغیرہ کھلائے، اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔	۱۵۰
۴۷۵۷/۳۰	اولاد کی صحیح تربیت صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔	۱۵۱

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۷۵۸/۳۱	کوئی باپ اپنی اولاد کو اچھی تربیت سے بہتر کوئی تحفہ نہیں دے سکتا۔	۱۵۱
۴۷۵۹/۳۲	جو عورت خاوند سے علیحدگی کے بعد اولاد کی صحیح تربیت کے لیے اپنے کو روک کر رکھے۔ وہ قیامت کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگی۔	〃 〃
۴۷۶۰/۳۳	جو شخص اپنی بیٹی کو نہ زندہ در گور کرے، اور نہ بیٹے پر ترجیح دے وہ جنتی ہے۔	۱۵۲
۴۷۶۱/۳۴	مسلمان بھائی کی غیبت سن کر اس کی طرف سے دفاع نہ کیا جائے تو ایسے شخص کی قیامت کے دن گرفت ہوگی۔	〃
۴۷۶۲/۳۵	اپنے مسلمان بھائی کی عدم موجودگی میں اس کا دفاع کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے آزاد فرمادے گا۔	۱۵۳
۴۷۶۳/۳۶	مسلمان بھائی کی عزت وآبرو کی حفاظت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ آتش دوزخ سے محفوظ فرما دیتا ہے۔	〃
۴۷۶۴/۳۷	مسلمان بھائی کو رسوا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ رسوا فرمائے گا۔	〃
۴۷۶۵/۳۸	کسی کے مخفی عیبوں کو چھپانا گویا کہ اس نے زندہ درگور شدہ بچی کو زندہ کیا۔	۱۵۴
۴۷۶۶/۳۹	ہر مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کا آئینہ ہے	〃
۴۷۶۷/۴۰	جو شخص مؤمن کو منافق سے بچائے کل قیامت کے دن فرشتے اسے آگ سے بچائیں گے۔	۱۵۵ 〃
۴۷۶۸/۴۱	جو شخص اپنے بھائی کے لیے بہتر ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بہتر ہے۔	۱۵۶

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۷۶۹/۴۲	جس شخص کا پڑوسی اس کی تعریف کرے وہ شخص بہتر ہے۔	۱۵۶
۴۷۷۰/۴۳	حسب مراتب لوگوں کے ساتھ سلوک کیا جائے۔	〃
	تیسری فصل	
۴۷۷۱/۴۴	اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی علامت۔	۱۵۷
۴۷۷۲/۴۵	وہ شخص مؤمن نہیں جس کا پڑوسی بھوکا ہو اور وہ خود سیرہ ہو کر کھائے۔	۱۵۸
۴۷۷۳/۴۶	کثرت نماز، روزہ اور صدقہ کرنے والا اگر پڑوسی کے ساتھ بہتر سلوک نہیں کرتا تو وہ دوزخی ہے۔	〃
۴۷۷۴/۴۷	بہتر آدمی وہ ہے جس سے بھلائی کی اُمید ہو	〃
۴۷۷۵/۴۸	اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرتا ہے اسے دین عطا فرماتا ہے۔	۱۵۹
۴۷۷۶/۴۹	مومن محبت کرنے والا ہوتا ہے۔	۱۶۰
۴۷۷۷/۵۰	جو کسی بندے کو خوش کرنے کے لئے اس کی حاجت پوری کرے اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوش کیا۔	〃
۴۷۷۸/۵۱	کسی پریشان حال مسلمان کی مدد کرنے کا اجر	۱۶۱
۴۷۷۹/۵۲	خلق خدا اللہ تعالیٰ کا خاندان ہے۔	〃
۴۷۸۰/۵۳	قیامت کے دن سب سے پہلا مقدمہ دو پڑوسیوں کا پیش ہوگا۔	〃
۴۷۸۱/۵۴	یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے اور مسکین کو کھانا کھلانے سے دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے۔	〃
۴۷۸۲/۵۵	جو بیٹی والدین کی طرف لوٹا دی جائے اسے دینا بہترین صدقہ ہے۔	۱۶۲
	باب	〃

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت اور محبت الٰہی کا بیان	
	جب فی اللہ اور حب من اللہ کا معنی اور مفہوم	
	پہلی فصل	
۴۷۸۳ / ۱	روحیں مخلوط لشکر ہیں، آپس میں جان پہچان والی اور ایک دوسری سے محبت کرتی ہیں۔	۱۶۳
۴۷۸۴ / ۲	جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اس کے ساتھ جبرئیل آسمانی فرشتے اور زمینی مخلوق بھی محبت کرتی ہے۔	״
۴۷۸۵ / ۳	عظمت خداوندی کی خاطر محبت کرنے والے کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے زیر سایہ ہوں گے۔	۱۶۴
۴۷۸۶ / ۴	جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی دوسرے سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔	۱۶۵
۴۷۸۷ / ۵	آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔	״
۴۷۸۸ / ۶	اللہ اور رسول کے ساتھ محبت کرنے والا قیامت کے دن انہی کے زیر سایہ ہوگا۔	۱۶۶
۴۷۸۹ / ۷	اچھے اور برے ساتھی کی مثال کستوری اور بھٹی والے کی طرح ہے۔	״
	دوسری فصل	
۴۷۹۰ / ۸	جو لوگ آپس میں اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ محبت کرتا ہے۔	۱۶۷
۴۷۹۱ / ۹	اللہ کے قرآن کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنیوالے قرب خداوندی میں ہوں گے جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔	۱۶۸
۴۷۹۲ / ۱۰	اللہ تعالیٰ کے لیے دوستی اور دشمنی کرنا مستحکم گرہ ہے۔	۱۶۹
۴۷۹۳ / ۱۱	جو اپنے مسلمان بھائی کی عیادت اور زیارت کرتا ہے تو اس نے اپنا گھر جنت میں بنا لیا۔	״
۴۷۹۴ / ۱۲	جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے محبت کرتا ہے تو اسے بتا دے کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں	۱۷۰
۴۷۹۵ / ۱۳	جس سے محبت کرو اسے بتا دو کہ میں تیرے ساتھ محبت کرتا ہوں۔	״
۴۷۹۶ / ۱۴	مؤمن کے علاوہ کسی کے ساتھ دوستی نہ لگاؤ۔	۱۷۱
۴۷۹۷ / ۱۵	آدمی اپنے دوست کے دین اور طریقے پر ہوتا ہے۔	״
۴۷۹۸ / ۱۶	جب کوئی کسی کو اپنا دوست بنائے تو اس کا نام اور اس کے باپ کا نام پوچھے۔	۱۷۲
	تیسری فصل	
۴۷۹۹ / ۱۷	اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت اور عداوت رکھنا سب سے افضل عمل ہے۔	״
۴۸۰۰ / ۱۸	جو شخص اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی سے محبت کرتا ہے تو اپنے رب کا احترام کرتا ہے۔	۱۷۳
۴۸۰۱ / ۱۹	بہترین لوگ وہ ہیں جنہیں دیکھتے ہی خدا تعالیٰ یاد آجائے۔	״
۴۸۰۲ / ۲۰	مشرق و مغرب میں رہنے والے اگر اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں تو وہ قیامت کے دن ایک ساتھ ہوں گے۔	״

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۸۰۱/۲۱	اہل ذکر کی مجالس اختیار کرو، اور تنہائی میں بھی ذکر اللہ کیا کرو۔	۱۷۳
۴۸۰۲/۲۲	اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت رکھنے والے جنت میں یاقوت کے ستونوں اور زبرجد کے بالاخانوں میں ہوں گے۔	۱۷۴
	باب	
	قطع تعلق اور عیب تلاش کرنے کی ممانعت	۱۷۵
	تہاجر اور تقاطع کا معنی	
	پہلی فصل	
۴۸۰۵/۱	اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق جائز نہیں۔	〃
	قطع تعلق کی بعض جائز صورتیں	
۴۸۰۶/۲	بدگمانی سے بچو کیوں کہ یہ بدترین جھوٹ ہے	۱۷۶
	تحسس اور تجسس کا معنی و مفہوم	
	حسد، تدابر اور تنافس کا معنی	
۴۸۰۷/۳	پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔	۱۷۷
۴۸۰۸/۴	ہر جمعہ میں دو مرتبہ پیر اور جمعرات کو لوگوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں	۱۷۸
۴۸۰۹/۵	جو شخص دو آدمیوں کے درمیان صلح کرادے وہ جھوٹا نہیں۔	〃
	دوسری فصل	
۴۸۱۰/۶	جھوٹ تین مقامات کے علاوہ جائز نہیں۔	۱۷۹
۴۸۱۱/۷	مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراضگی جائز نہیں۔	〃

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۸۱۲/۸	جو شخص اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے وہ جہنم میں جائے گا۔	۱۷۹
۴۸۱۳/۹	جو شخص ایک سال تک ناراض رہے وہ اپنے بھائی کا خون بہانے کی طرح ہے	۱۸۰
۴۸۱۴/۱۰	ناراضگی تین دن سے زیادہ ہو جائے تو ایک دوسرے بھائی کو پہلے سلام کر دے۔	〃
۴۸۱۵/۱۱	دو بھائیوں کی آپس میں صلح کرانا نماز، روزہ اور صدقہ سے افضل عمل ہے۔	۱۸۱
۴۸۱۶/۱۲	دین کو مونڈ دینے والی اخلاقی بیماریاں حسد و بغض ہیں۔	〃
۴۸۱۷/۱۳	حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔	〃
۴۸۱۸/۱۴	فساد سے بچو	۱۸۲
	معتزلہ کا غلط استدلال	
۴۸۱۹/۱۵	جو کسی مسلمان بھائی کو نقصان پہنچائے اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچائے گا۔	〃
۴۸۲۰/۱۶	مؤمن کو نقصان پہنچانے والا ملعون ہے	۱۸۳
۴۸۲۱/۱۷	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان کہ مسلمانوں کے خفیہ عیوب تلاش نہ کرو۔	〃
۴۸۲۲/۱۸	مسلمان بھائی کی عزت وآبرو میں ظلماً دست درازی کرنا بدترین سود ہے۔	〃
۴۸۲۳/۱۹	مسلمان بھائی کی آبرو ریزی کرنے والے کی سزا۔	۱۸۴
۴۸۲۴/۲۰	مسلمان بھائی کی غیبت کرنے والا دوزخ کے کپڑے پہنے گا۔	〃
۴۸۲۵/۲۱	اچھا گمان بہتر عبادت ہے۔	۱۸۵
۴۸۲۶/۲۲	حضرت عائشہ نے حضرت زینب کو ڈانٹ دینے	۱۸۶

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	سے انکار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناراضگی فرمائی ۔	
	تیسری فصل	
۴۸۲۷/۲۳	اگر کوئی جھوٹا آدمی اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائے تو اسے جھٹلایا نہ جائے ۔	۱۸۶
۴۸۲۸/۲۴	فقر کفر تک پہنچا دیتا ہے	۱۸۷
۴۸۲۹/۲۵	مسلمان بھائی سے معذرت قبول نہ کرنے والا ٹیکس لینے والے کے گناہ کی طرح ہے	〃
	باب	۱۸۸
	امور میں احتیاط اور اطمینان کا بیان	
	حَذَرْ اور تَاَنّی کا معنی ومفہوم	
	پہلی فصل	
۴۸۳۰/۱	مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں کاٹا جاتا۔	〃
۴۸۳۱/۲	بردباری اور وقار ایسی خصلتیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں ۔	〃
	دوسری فصل	
۴۸۳۲/۳	تسلی کے ساتھ کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے ۔	۱۸۹
۴۸۳۳/۴	حکمت والا تجربہ کار ہوتا ہے ۔	〃
۴۸۳۴/۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کام کو خوب تدبیر سے کیا کرو۔	۱۹۰
۴۸۳۵/۶	تسلی کے ساتھ کام کرنا ہر چیز سے بہتر ہے	〃
۴۸۳۶/۷	میانہ روی نبوت کا چوبیسواں حصہ ہے ۔	۱۹۱
۴۸۳۷/۸	اچھا طریقہ، خوش خلقی اور میانہ روی نبوت کا پچیسواں حصہ ہے ۔	۱۹۱
۴۸۳۸/۹	پوشیدہ بات کو راز میں رکھنا امانت ہے.	〃
۴۸۳۹/۱۰	جس سے مشورہ لیا جائے، وہ امین ہوتا ہے	۱۹۲
۴۸۴۰/۱۱	مجالس کی باتیں امانت ہوتی ہیں، سوائے تین مجلسوں کے ۔	〃
	تیسری فصل	
۴۸۴۱/۱۲	عقل سے بہتر، افضل اور خوبصورت کوئی چیز نہیں ۔	۱۹۳
۴۸۴۲/۱۳	قیامت کے دن بندہ اپنی عقل کے مطابق ہی بدلہ دیا جائے گا ۔	۱۹۴
۴۸۴۳/۱۴	تدبیر کے بغیر عقل نہیں ہوتی ۔	〃
	تقوی اور ورع کسے کہتے ہیں؟	
۴۸۴۴/۱۵	اخراجات میں میانہ روی نصف معیشت ہے	۱۹۵
	باب	۱۹۶
	نرمی، شرم، غیرت اور خوش خلقی کا بیان	
	رفق اور حسن خلق کا معنی	
	پہلی فصل	
۴۸۴۵/۱	اللہ تعالیٰ نرمی فرمانے والا اور نرمی کو پسند کرتا ہے ۔	۱۹۷
۴۸۴۶/۲	جو شخص نرمی سے محروم کردیا گیا وہ خیر سے محروم کردیا گیا ۔	〃
۴۸۴۷/۳	حیاء ایمان کا حصہ ہے ۔	〃
۴۸۴۸/۴	حیاء بھلائی کا ہی ذریعہ ہے ۔	۱۹۸
۴۸۴۹/۵	بے حیاء جو چاہے کرتا پھرے حیاء برائی کو روکتی ہے ۔	〃

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۸۵۰ / ۶	نیکی حسن خلق ہے اور جو سینے میں کھٹکے وہ گناہ ہے۔	۱۹۹
۴۸۵۱ / ۷	جو شخص اخلاق میں بہتر ہیں، وہ پسندیدہ ہے	″
۴۸۵۲ / ۸	بہتر وہ ہے جو اخلاق میں اچھا ہے	″
۴۸۵۳ / ۹	جسے نرمی میں سے حصہ دیا گیا اسے دنیا و آخرت کی بھلائی دی گئی۔	″
۴۸۵۴ / ۱۰	حیاء ایمان سے ہے اور جنت میں ہے	۲۰۰
۴۸۵۵ / ۱۱	انسان کو بہترین چیز اچھا خلق دیا گیا ہے	″
	دوسری فصل	
۴۸۵۶ / ۱۲	بری عادت والا اور سخت زبان جنت میں نہ جائے گا۔	″
۴۸۵۷ / ۱۳	سب سے وزنی چیز مؤمن کے ترازو میں اچھا اخلاق ہوگا۔	۲۰۱
۴۸۵۸ / ۱۴	مؤمن اچھے خلق کی وجہ سے قائم اللیل اور صائم النہار کا درجہ پالیتا ہے۔	″
۴۸۵۹ / ۱۵	جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو، برائی کے بعد نیکی کرو۔	۲۰۲
۴۸۶۰ / ۱۶	ہر نرم خو اور نرم زبان پر آگ حرام ہے	″
۴۸۶۱ / ۱۷	مؤمن بھولا بھالا باعزت ہوتا ہے اور فاسق عیار اور بدخلق ہوتا ہے۔	″
۴۸۶۲ / ۱۸	مؤمن نیک طبیعت اور نرم دل ہوتے ہیں۔	۲۰۳
۴۸۶۳ / ۱۹	مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ دوسرے مؤمنوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے	″
۴۸۶۴ / ۲۰	غصہ کو پی جانے والے کا اجر	۲۰۴
۴۸۶۵ / ۲۱	اسلام کا خلق حیاء ہے۔	″

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۸۶۶ / ۲۲	شرم و حیاء آپس میں ساتھی ہیں۔	۲۰۵
۴۸۶۷ / ۲۳	اپنے اخلاق لوگوں سے اچھے رکھو!	″
۴۸۶۸ / ۲۴	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے	۲۰۶
۴۸۶۹ / ۲۵	آئینہ دیکھنے کی دعا	″
۴۸۷۰ / ۲۶	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا	۲۰۷
۴۸۷۱ / ۲۷	جن کی عمریں لمبی اور اخلاق اچھے ہوں وہ بہتر ہیں۔	″
۴۸۷۲ / ۲۸	کامل مؤمن وہی ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔	″
۴۸۷۳ / ۲۹	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دفاع فرشتے کرتے ہیں۔	″
۴۸۷۴ / ۳۰	اللہ تعالیٰ جس خاندان پر مہربانی کرتا ہے انہیں نفع دیتا ہے۔	۲۰۸
	باب	۲۰۹
	غصے اور تکبر کا بیان	
	غضب اور تکبر کا معنی و مفہوم	
	پہلی فصل	
۴۸۷۵ / ۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کہ غصہ نہ کر	۲۱۰
۴۸۷۶ / ۲	پہلوان غصہ کو قابو میں رکھنے والے کو کہتے ہیں۔	″
۴۸۷۷ / ۳	ہر کمزور شخص جسے کمزور سمجھا جائے وہ جنتی ہے۔	″
۴۸۷۸ / ۴	رائی کے دانے کے برابر بھی جس کے دل میں ایمان ہوگا وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا۔	۲۱۱

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
٤٨٧٩/٥	اللہ تعالیٰ حسین ہے اور حسن کو پسند کرتا ہے۔	٢١١
٤٨٨٠/٦	تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا۔	٢١٢
٤٨٨١/٧	اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ بڑائی میری چادر اور عظمت میرا تہبند ہے۔	٢١٣
	دوسری فصل	
٤٨٨٢/٨	آدمی اپنے کو اونچا سمجھنے کی وجہ سے جبارین میں سے ہو جاتا ہے۔	٢١٤
٤٨٨٣/٩	متکبر لوگ قیامت کے دن چیونٹیوں کی طرح جمع ہوں گے۔	〃
٤٨٨٤/١٠	غضب شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے۔	٢١٥
٤٨٨٥/١١	کھڑے شخص کو اگر غصہ آجائے تو وہ بیٹھ جائے۔	〃
٤٨٨٦/١٢	برا بندہ وہ ہے جو غرور اور تکبر کی وجہ سے اکڑ کر چلے۔	〃
	تیسری فصل	
٤٨٨٧/١٣	جو غصہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر پی لیا گیا اس سے بہتر کوئی گھونٹ نہیں۔	٢١٦
٤٨٨٨/١٤	غصہ کے وقت بھلائی اور برائی کے وقت معافی کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا ہے۔	〃
٤٨٨٩/١٥	غصہ ایمان کو تباہ کر دیتا ہے۔	٢١٨
٤٨٩٠/١٦	جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بلند فرما دیتا ہے	〃
٤٨٩١/١٧	اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہیں جو قادر ہونے کے باوجود معاف کریں۔	٢١٨
٤٨٩٢/١٨	جو شخص اپنی زبان کو محفوظ کرے، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب پر پردہ ڈال دے گا۔	٢١٩
٤٨٩٣/١٩	تین چیزیں نجات دینے اور تین چیزیں ہلاک کر دینے والی ہیں۔	〃
	باب ظلم کا بیان	٢٢٠
	پہلی فصل	
٤٨٩٤/١	ظلم کرنا قیامت کی تاریکیوں کا سبب ہے۔	〃
٤٨٩٥/٢	اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے۔	٢٢١
٤٨٩٦/٣	جائے ظلم سے جلدی گزر جانے کی ہدایت	〃
٤٨٩٧/٤	قیامت کے دن ظالم کے اعمال حسنہ مظلوم کو دیئے جائیں گے۔	٢٢٢
٤٨٩٨/٥	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ حق ترجمان سے مفلس کی تعریف۔	〃
٤٨٩٩/٦	قیامت کے دن اہل حقوق کو حق دلوائیں جائیں گے۔	٢٢٣
	دوسری فصل	
٤٩٠٠/٧	برائی کا بدلہ برائی سے اور ظلم کا بدلہ ظلم سے نہیں دینا چاہیے۔	〃
٤٩٠١/٨	اسے اللہ تعالیٰ کافی ہے جو اس کی رضا لوگوں کی ناراضگی میں تلاش کرتا ہے۔	٢٢٤
	حضرت عقیل بن ابی طالب کی حضرت علی کی خدمت میں فقر و فاقہ کی شکایت۔	

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	تیسری فصل	
۴۹۰۲/۹	حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو وصیت	۲۲۵
۴۹۰۳/۱۰	بدترین شخص وہ ہے جو دوسرے کی خاطر اپنی آخرت برباد کردے۔	۲۲۶
۴۹۰۴/۱۱	تین رجسٹر ہیں جس میں بندوں کے اعمال لکھے جاتے ہیں۔	〃
۴۹۰۵/۱۲	مظلوم کی بد دعا سے بچو	۲۲۷
۴۹۰۶/۱۳	جو ظالم کی حمایت میں چلے وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔	〃
۴۹۰۷/۱۴	ظالم اپنے آپ کو ہی نقصان دیتا ہے۔	〃
	باب	۲۲۸
	نیکی کا حکم	
	امر بالمعروف کا لغوی و شرعی معنی	
	پہلی فصل	
۴۹۰۸/۱	بُرائی کو دیکھ کر ہاتھ یا زبان سے روکے وگرنہ دل سے اسے ضرور بُرا جانے۔	۲۲۹
۴۹۰۹/۲	حدود الہیہ میں سستی کرنے والے کی مثال	〃
۴۹۱۰/۳	لوگوں کو بھلائی کا حکم دینا اور خود عمل نہ کرنے کی سزا	۲۳۰
	دوسری فصل	
۴۹۱۱/۴	نیکی کا حکم دیتے رہنا اور بُرائی سے منع کرتے رہنے سے عذاب دور ہوتا ہے۔	۲۳۱
۴۹۱۲/۵	گناہ کو ناپسند کرنے والا گویا کہ وہ اس گناہ کی جگہ میں موجود نہیں ہے۔	〃

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۹۱۳/۶	جو لوگ بُرائی دیکھ کر منع نہیں کرتے قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب میں مبتلا فرمادے۔	۲۳۲
۴۹۱۴/۷	جو لوگ بُرائی روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔	۲۳۳
۴۹۱۵/۸	قرآن کی آیت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت۔	〃
	کیا آخری زمانہ کے لوگ صحابہ سے افضل ہیں؟	
۴۹۱۶/۹	واقعاتِ قیامت کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب باتیں بیان فرمادیں۔	۲۳۴
۴۹۱۷/۱۰	لوگ گناہوں اور برائیوں کی وجہ سے ہلاک کئے جائیں گے۔	۲۳۸
۴۹۱۸/۱۱	خاص لوگوں کے اچھے اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں فرماتا۔	〃
۴۹۱۹/۱۲	علماء بنی اسرائیل اپنی قوم کو گناہوں سے نہ روکنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کئے گئے۔	۲۳۹
۴۹۲۰/۱۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بعض خطیبوں کی سزا کہ جو وہ کہتے تھے خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔	۲۴۰
۴۹۲۱/۱۴	بنو اسرائیل بندروں اور سوروں کی شکلوں میں مبتلاء عذاب کئے گئے۔	۲۴۱
	تیسری فصل	
۴۹۲۲/۱۵	جو شخص حکمرانوں کی سخت تکالیف پر اپنی زبان ہاتھ اور دل سے جہاد کرے گا، وہی نجات پائے گا	〃
۴۹۲۳/۱۶	جس نیک بندے کا چہرہ بُرائی دیکھ کر متغیر نہ ہو وہ بھی مبتلاء عذاب ہوتا ہے۔	۲۴۲

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۹۲۴/۱۷	جو شخص بندوں سے ڈرتے ہوئے برائی سے نہیں روکتا تھا، وہ بھی عذاب میں مبتلا ہوگا۔	۲۴۲
۴۹۲۵/۱۸	نیکی اور بدی قیامت کے دن کھڑی کی جائیں گی۔	۲۴۳
	کتاب دل کو نرم کر دینے والی باتوں کا بیان رقاق کا معنی پہلی فصل	〃
۴۹۲۶/۱	دو نعمتوں کے بارے میں لوگ گھاٹے میں ہیں۔	〃
۴۹۲۷/۲	آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال	۲۴۴
۴۹۲۸/۳	اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا مردار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔	〃
۴۹۲۹/۴	دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔	۲۴۵
۴۹۳۰/۵	مؤمن کو نیکی کا عوض دنیا اور آخرت میں دیا جاتا ہے اور کافر کو صرف دنیا میں	〃
۴۹۳۱/۶	آگ خواہشات سے ڈھانپ دی گئی ہے	〃
۴۹۳۲/۷	دنیا کا غلام، روپے پیسے کا غلام اور اعلیٰ کپڑوں کا غلام ہلاک ہوجائے گا۔	۲۴۶
۴۹۳۳/۸	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے بعد تم پر دنیا کی تازگی اور زیب و زینت کا خوف کرتا ہوں۔	۲۴۷

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۹۳۴/۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں، بلکہ دنیا کی وسعت کا خوف ہے۔	۲۴۹
۴۹۳۵/۱۰	روزی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا	〃
۴۹۳۶/۱۱	جو شخص مسلمان ہوا، وہ فلاح پا گیا	۲۵۰
۴۹۳۷/۱۲	بندے کے صرف تین مال ہیں۔ جو کھایا، پہنا اور راہ خدا میں خرچ کیا۔	〃
۴۹۳۸/۱۳	میت کے ساتھ تین چیزیں جاتیں ہیں۔	۲۵۱
۴۹۳۹/۱۴	بندے کا اپنا مال وہی ہے جو اس نے خرچ کیا اور جو مال پیچھے چھوڑ گیا وہ وارث کا مال ہے۔	〃
۴۹۴۰/۱۵	آدمی کے اپنے مال صرف تین ہیں۔	〃
۴۹۴۱/۱۶	امیری دل کے غنا کا نام ہے۔	۲۵۲
	دوسری فصل	
۴۹۴۲/۱۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کو پانچ باتیں سکھائیں۔	۲۵۳
۴۹۴۳/۱۸	اللہ تعالیٰ بندے سے فرماتا ہے، تو میری عبادت میں مصروف ہوجا، میں تیری غربت دور کردوں گا۔	۲۵۴
۴۹۴۴/۱۹	عبادت تقویٰ کے برابر نہیں ہوسکتی۔	〃
۴۹۴۵/۲۰	پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے غنیمت جانو	〃
۴۹۴۶/۲۱	راہ ہدایت سے دور لے جانے والی چیزیں	۲۵۵
۴۹۴۷/۲۲	دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ملعون ہے۔	۲۵۶
۴۹۴۸/۲۳	اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی کوئی قدر و منزلت ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ بھی نہ ملتا۔	〃

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۹۴۹/۲۴	صنعت و تجارت میں مشغول نہ ہو جاؤ۔	۲۵۶
۴۹۵۰/۲۵	جس نے دنیا کے ساتھ محبت کی، اسے آخرت میں نقصان ہوگا۔	۲۵۷
۴۹۵۱/۲۶	دنیا اور دولت دار لعنتی ہیں۔	〃
۴۹۵۲/۲۷	حریص انسان اپنے دین میں مال و عزت کی خاطر بربادی کرتا ہے۔	۲۵۸
۴۹۵۳/۲۷	مسلمان کو اس کے ہر خرچ کا ثواب ملتا ہے۔	〃
۴۹۵۴/۲۸	بلند و بالا عمارات کی تعمیر میں خرچ ہونے والے مال میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔	〃
۴۹۵۵/۲۹	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلند و بالا عمارت دیکھ کر اظہار ناراضگی فرمایا۔	〃
۴۹۵۶/۳۰	ایک صحابی سے عہد کہ تیرے لیے ایک خادم اور راہ خدا کے لیے ایک سواری کافی ہے۔	〃
۴۹۵۷/۳۱	تین چیزوں کے علاوہ انسان کا کسی میں حق نہیں	۲۵۹
۴۹۵۸/۳۲	دنیا سے بے رغبتی کرنے والے سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔	۲۶۰
۴۹۵۹/۳۴	جسم اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر چٹائی کے نشانات	۲۶۱
۴۹۶۰/۳۵	سب سے زیادہ قابل رشک مومن صحابی	〃
۴۹۶۱/۳۶	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فقر اختیاری	۲۶۲
۴۹۶۲/۳۷	جس بندے کے پاس سکون، صحت اور ایک دن کا کھانا ہو، گویا اس کے پاس پوری دنیا جمع ہوگئی۔	〃
۴۹۶۳/۳۸	کمر سیدھی رکھنے کے لیے انسان کو کھانے کے چند لقمے کافی ہوتے ہیں۔	۲۶۳
۴۹۶۴/۳۹	دنیا میں شکم سیری کرنے والا، آخرت میں بھوکا ہوگا۔	〃
۴۹۶۵/۴۰	ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہے، میری امت کا فتنہ مال ہے۔	۲۶۴
۴۹۶۶/۴۱	قیامت کے دن انسان بھیڑ کے بچے کی طرح بارگاہ خداوندی میں کھڑا کیا جائے گا۔	〃
۴۹۶۷/۴۲	جسمانی صحت اور ٹھنڈے پانی کے بارے میں بندے سے سب سے پہلا سوال ہوگا۔	۲۶۵
۴۹۶۸/۴۳	انسان سے پانچ چیزوں کا سوال	〃
	تیسری فصل	
۴۹۶۹/۴۴	تم کسی عربی یا عجمی سے بہتر نہیں ہو سوائے تقویٰ کے۔	۲۶۶
۴۹۷۰/۴۵	جو بندہ دنیا سے بے رغبتی برتتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں حکمت بھر دیتا ہے۔	〃
۴۹۷۱/۴۶	جس شخص نے اپنے دل کو اللہ تعالیٰ پر ایمان کے لیے خالص کر لیا وہ کامیاب ہوگیا۔	۲۶۷
۴۹۷۲/۴۷	جس شخص کو گناہوں کے باوجود دنیا مل رہی ہو تو یہ استدراج ہے۔	〃
۴۹۷۳/۴۸	جس نے مالِ دنیا میں سے ایک دینار چھوڑا تو وہ ایک داغ ہے، جس نے دو چھوڑے تو وہ دو داغ ہیں	۲۶۸
	اہل صفہ صحابہ کی تعداد ستر یا اسی (۷۰ یا ۸۰) تھی۔	
۴۹۷۴/۴۹	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصیت دنیا کا مال جمع کرنے کے بارے میں	۲۶۹

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۴۹۷۵/۵۰	صحابی رسول کا طلب دنیا سے اعراض	۲۷۰
۴۹۷۶/۵۱	دنیا دار گناہوں سے نہیں بچ سکتا۔	۲۷۰
۴۹۷۷/۵۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان، مجھے مال جمع کرنے اور تاجر بننے کی وحی نہیں آئی۔	۲۷۱
۴۹۷۸/۵۳	گداگری سے بچنے کے لیے حلال روزی تلاش کرنے والا، اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔	″
۴۹۷۹/۵۴	جسے اللہ تعالیٰ نے خیر کی چابی اور شر کا قفل بنایا اس کے لیے بشارت ہے۔	۲۷۲
۴۹۸۰/۵۵	جس بندے کے مال میں برکت نہ دی جائے تو وہ اسے پانی اور مٹی کی طرح بہا دیتا ہے	″
۴۹۸۱/۵۶	عمارت پر حرام مال خرچ نہ کرو	″
۴۹۸۲/۵۷	بے عقل آدمی ہی دنیا کا مال جمع کرتا ہے	۲۷۳
۴۹۸۳/۵۸	دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے	۲۷۳
۴۹۸۴/۵۹	دنیا عمل کی جگہ ہے اور آخرت حساب کی	۲۷۴
۴۹۸۵/۶۰	دنیا پیٹھ پھیر رہی ہے اور آخرت سامنے آرہی ہے۔	″
۴۹۸۶/۶۱	دنیا بے ثبات سامان ہے، اور آخرت ہی میعاد ہے۔	۲۷۵
۴۹۸۷/۶۲	دنیا سے نیک و بد دونوں کھاتے ہیں۔	۲۷۶
۴۹۸۸/۶۳	سورج دو فرشتوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے جو لوگوں کو آواز دیتے ہیں کہ اے لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ۔	″
۴۹۸۹/۶۴	جب کوئی مرجاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اس نے آگے کیا بھیجا، لوگ کہتے ہیں پیچھے کیا چھوڑا	۲۷۶
۴۹۹۰/۶۵	پیدا ہونے کے بعد انسان تیزی سے آخرت کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے۔	۲۷۷
۴۹۹۱/۶۶	ہر سالم دل والا اور سچی زبان والا افضل ہے	″
۴۹۹۲/۶۷	اگر بندے میں چار چیزیں ہوں تو دنیا سے فوت ہوجانے میں کوئی حرج نہیں۔	۲۷۸
۴۹۹۳/۶۸	حضرت لقمان حکیم سے سوال	″
	حضرت لقمان حکیم نبی تھے یا غیر نبی	
۴۹۹۴/۶۹	بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آئیں گے۔	۲۷۹
۴۹۹۵/۷۰	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصاویر والا پردہ ہٹوا دیا۔	۲۸۰
۴۹۹۶/۷۱	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو مختصر نصیحتیں فرمائیں۔	۲۸۱
۴۹۹۷/۷۲	حضرت معاذ بن جبل کو یمن روانہ کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصیت۔	″
	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت و امامت کی طرف اشارہ فرمایا	
۴۹۹۸/۷۳	اللہ تعالیٰ جس شخص کی ہدایت کا ارادہ فرماتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔	۲۸۲
۴۹۹۹/۷۴	دنیا سے بے رغبتی اور کم بولنے والے کی صحبت اختیار کرو۔	۲۸۳
	باب	۲۸۴
	فقراء کی فضیلت اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زندگی کیسے گذاری؟	
	پیرانِ پیر غوث اعظم سے پوچھا گیا، فقیر صاحب	

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	افضل ہے غنی شاکر ؟	
	پہلی فصل	
۵۰۰۰/۱	اللہ کے بندے اگر قسم کھائیں تو اللہ یقیناً ان کی قسم پوری فرماتا ہے۔	۲۸۴
۵۰۰۱/۲	امیر کمزوروں کی مدد سے ہی رزق دیئے جاتے ہیں۔	۲۸۵
۵۰۰۲/۳	جنت کے دروازے پر مالدار لوگوں کو روکا جائے گا اور دوزخ میں زیادہ عورتیں جائیں گی۔	〃
۵۰۰۳/۴	جنت میں اکثر فقراء ہوں گے اور دوزخ میں اکثر عورتیں ہوں گی۔	۲۸۶
۵۰۰۴/۵	مہاجرین فقراء غنی لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔	〃
۵۰۰۵/۶	فقیر دنیا بھر کے غنی آدمیوں سے بہتر ہے۔	〃
۵۰۰۶/۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے کبھی بھی دو دن مسلسل پیٹ بھر کر جو کی روٹی نہیں کھائی۔	۲۸۷
۵۰۰۷/۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی جو کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے۔	۲۸۸
۵۰۰۸/۹	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات کے لیے غلہ ذخیرہ نہیں فرماتے تھے۔	〃
۵۰۰۹/۱۰	دنیا کافروں کے لیے اور آخرت مسلمانوں کے لیے ہے۔	۲۸۹
۵۰۱۰/۱۱	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا، ستر اصحاب صفہ کے پاس پہننے کے لیے مکمل طور پر لباس نہ تھا۔	۲۹۰

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۵۰۱۱/۱۲	اپنے سے مالداری میں نیچے والے کو دیکھو، اوپر والے کو نہ دیکھو۔	۲۹۰
	دوسری فصل	
۵۰۱۲/۱۳	فقیر امیروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔	۲۹۱
۵۰۱۳/۱۴	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقراء اور مسکینی کی دعا کیا کرتے تھے۔	〃
۵۰۱۴/۱۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کمزوروں میں تلاش کیا کرو۔	۲۹۲
۵۰۱۵/۱۶	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقراء اور مہاجرین کے توسل سے فتح مانگتے تھے۔	۲۹۲
۵۰۱۶/۱۷	دنیا میں فاسق کی نعمتوں پر رشک نہ کرو	۲۹۳
۵۰۱۷/۱۸	دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ اور قحط سالی ہے	〃
۵۰۱۸/۱۹	اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے دنیا سے محفوظ کر لیتا ہے۔	۲۹۴
۵۰۱۹/۲۰	انسان موت اور قلت مال کو ناپسند کرتا ہے	〃
۵۰۲۰/۲۱	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے والے کی طرف فقر تیزی سے دوڑتا ہے۔	۲۹۵
۵۰۲۱/۲۲	غلبہ دین اور مخلوق کو دین کی دعوت دینے کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام مخلوق سے زیادہ ستایا گیا۔	۲۹۶
	حضرت بلال کس موقع پر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب انہیں سب سے زیادہ تکلیف دی گئی۔	
۵۰۲۲/۲۳	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیٹ پر دو	۲۹۵

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	پتھر باندھے تھے۔	۲۹۸
۵۰۲۳/۲۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو ایک کھجور دی۔	〃
۵۰۲۴/۲۵	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان جس میں دو عادتیں ہوں اللہ تعالیٰ اسے صابر وشاکر لوگوں میں لکھتا ہے۔	〃
	تیسری فصل	
۵۰۲۵/۲۶	فقیر کسے کہتے ہیں؟	۲۹۹
۵۰۲۶/۲۷	فقراء مہاجرین امراء سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔	۳۰۰
۵۰۲۷/۲۸	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر کو سات چیزوں کا حکم دیا۔	۳۰۱
۵۰۲۸/۲۹	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں۔	۳۰۲
۵۰۲۹/۳۰	خوشبو بیویاں اور نماز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند تھی۔	〃
	إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا الفاظ حدیث کی تحقیق	
۵۰۳۰/۳۱	اسے ابوذر عیش پسندی سے بچنا۔	۳۰۳
۵۰۳۱/۳۲	جو شخص تھوڑے رزق پر راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہوگیا۔	〃
۵۰۳۲/۳۳	حاجت مند اگر لوگوں سے اپنی حاجت ذکر نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک سال کی حاجت پوری فرماتا ہے۔	〃
۵۰۳۳/۳۴	اللہ تعالیٰ غریب اور سوال سے بچنے والے مسلمان کو پسند کرتا ہے۔	۳۰۴
۵۰۳۴/۳۵	حضرت عمر نے شہد ملا ہوا میٹھا پانی نوش	〃

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	نہ فرمایا۔	
۵۰۳۵/۳۶	خیبر کے فتح ہونے تک اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کھجوروں سے کبھی سیر نہیں ہوئے تھے	۳۰۵
	باب	〃
	لمبی امید اور حرص کا بیان	
	امل اور حرص کا معنی	
	پہلی فصل	
۵۰۳۶/۱	انسان اور اس کی موت کی مثال	۳۰۶
۵۰۳۷/۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند خطوط کھینچے	〃
۵۰۳۸/۳	انسان میں مال اور عمر کی حرص کبھی بوڑھی نہیں ہوتی۔	〃
۵۰۳۹/۴	بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں میں جوان رہتا ہے	۳۰۷
۵۰۴۰/۵	ساٹھ سال کی عمر والے شخص کا عذر اللہ تعالیٰ نہیں سنتا۔	〃
۵۰۴۱/۶	انسان کے پاس اگر مال کے دو جنگل ہوں تو وہ تیسرے کی تلاش کرے گا۔	〃
۵۰۴۲/۷	دنیا میں اپنے آپ کو مسافر، اجنبی یا اہل قبور سے شمار کرلو۔	۳۰۸
	موت کی کیا حقیقت ہے!	
	دوسری فصل	
۵۰۴۳/۸	آخرت تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔	۳۰۹
۵۰۴۴/۹	موت انسان کے بہت قریب ہے۔	〃
۵۰۴۵/۱۰	انسان اور اس کی موت قریب قریب ہیں۔	۳۱۰
۵۰۴۶/۱۱	انسان امیدوں میں مشغول رہتا ہے اور موت اس کے قریب ہوتی ہے۔	〃
۵۰۴۷/۱۲	میری امت کی عمریں ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوں گی	۳۱۱

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	تیسری فصل	
۵۰۴۹/۱۴	اس امت کی پہلی درستگی یقین اور زہد ہے	۳۱۱
	یقین کسے کہتے ہیں؟ سالک کے لیے چار اصول پر چلنا ضروری ہے	
۵۰۵۰/۱۵	امیدوں کے مختصر ہونے کو زہد کہتے ہیں	۳۱۲
۵۰۵۱/۱۶	دنیا میں زہد حلال کمائی اور چھوٹی امیدیں ہیں۔	〃
	باب	۳۱۳
	اطاعت کے لیے مال اور عمر کا بہتر ہونا	
	پہلی فصل	
۵۰۵۲/۱	اللہ تعالیٰ پرہیزگار، مستغنی اور مخفی بندے کو پسند کرتا ہے۔	〃
	دوسری فصل	
۵۰۵۳/۲	جس شخص کی عمر لمبی اور اعمال اچھے ہوں، وہ سب سے بہتر ہے۔	۳۱۴
۵۰۵۴/۳	بعض اوقات کوئی عمل صالح کرنے کی وجہ سے بھی آدمی شہید کے مرتبہ و مقام سے بڑھ جاتا ہے۔	〃
۵۰۵۵/۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی خبر دی۔	۳۱۵
	نیت سے مراد عزم صمیم ہے۔	
۵۰۵۶/۵	موت سے پہلے نیک اعمال کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائی ہے۔	۳۱۶
۵۰۵۷/۶	عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کو فرمانبردار کر لے۔	〃
	تیسری فصل	
۵۰۵۸/۷	متقی کے لیے مالداری سے تندرستی بہتر ہے	۳۱۸
۵۰۵۹/۸	حلال مال میں فضول خرچی کی گنجائش نہیں۔	۳۱۹
۵۰۶۰/۹	قیامت کے دن ساٹھ سالہ لوگوں کو پکارا جائے گا۔	〃
۵۰۶۱/۱۰	اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مؤمن سب سے افضل ہے جسے اسلام میں لمبی عمر دی جائے اور وہ اعمال صالحہ کرتا ہو۔	۳۲۰
۵۰۶۲/۱۰	قیامت کے دن لمبی عمر والا بھی اپنی عبادت کو حقیر سمجھے گا۔	۳۲۱
	باب	۳۲۲
	توکل اور صبر کا بیان	
	توکل اور صبر کا معنی اور مفہوم	
۵۰۶۳/۱	ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے	۳۲۳
۵۰۶۴/۲	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت بہت بڑی ہے۔	۳۲۴
۵۰۶۵/۳	مسلمان کے تمام کام خیر ہیں۔	۳۲۵
۵۰۶۶/۴	قوی مؤمن کمزور مؤمن سے زیادہ پسندیدہ ہے	۳۲۶
	دوسری فصل	
۵۰۶۷/۵	اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے سے پرندوں کی طرح رزق ملتا ہے۔	〃
۵۰۶۸/۶	کوئی بھی نفس دنیا کا رزق پورا کیے بغیر نہیں مرے گا۔	۳۲۷
۵۰۶۹/۷	ترک لذات و شہوات میں حلال کو حرام جاننا شرعاً ممنوع ہے۔	۳۲۸
۵۰۷۰/۸	حقوق الٰہی کی حفاظت کرنے والے کی اللہ تعالیٰ	۳۲۹

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	حفاظت فرماتا ہے	
۵۰۷۱ / ۹	اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہنا انسان کی خوش بختی ہے۔	۳۳۰
	تیسری فصل	
۵۰۷۲ / ۱۰	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایک دیہاتی نے سوتے میں تلوار سونت لی۔	〃
۵۰۷۳ / ۱۱	اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے کو روزی اس کے گمان کے بغیر ملتی ہے۔	۳۳۱
۵۰۷۴ / ۱۲	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں ہی رزاق ہوں۔	۳۳۲
۵۰۷۵ / ۱۳	فقراء خصوصاً ذوی الارحام کی کفالت کی برکت سے اللہ تعالیٰ روزی عطا فرماتا ہے۔	〃
۵۰۷۶ / ۱۴	اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے کی حاجات کو اللہ تعالیٰ خود پوری فرماتا ہے۔	〃
۵۰۷۷ / ۱۵	اللہ تعالیٰ کے مطیع بندوں پر بارش برستی اور دھوپ نکلتی ہے۔	۳۳۳
۵۰۷۸ / ۱۶	صبر اور توکل کی برکت سے خزانۂ غیب سے روزی۔	〃
۵۰۷۹ / ۱۷	روزی بندے کو موت کی طرح تلاش کرتی ہے۔	۳۳۴
۵۰۸۰ / ۱۸	امت کے ظلم کے باوجود نبی ان کے لیے رحم کی دعا مانگتا ہے۔	〃
	باب	۳۳۵
	دکھاوے اور خود نمائی کا بیان	
	ریاء اور سمعہ کا معنی اور ریاء کی اقسام	
	پہلی فصل	

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۵۰۸۱ / ۱	اللہ تعالیٰ بندے کے دل اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔	۳۳۶
۵۰۸۲ / ۲	اللہ تعالیٰ شرکاء سے پاک و منزہ ہے۔	〃
۵۰۸۳ / ۳	شہرت والے کو شہرت اور دکھلاوا کرنے والے کا دکھلاوا ہو جائے گا۔	۳۳۷
۵۰۸۴ / ۴	جس بندے کے اچھے عمل کی لوگ تعریف کریں تو یہ اسے فوری خوشخبری ہے۔	۳۳۸
	دوسری فصل	
۵۰۸۵ / ۵	اللہ تعالیٰ شریکوں کے شرک سے بے نیاز ہے	〃
۵۰۸۶ / ۶	جو شخص اپنے عمل لوگوں کو دکھائے اللہ تعالیٰ اسے حقیر و ذلیل کرے گا۔	〃
۵۰۸۷ / ۷	جس کی نیت طلب آخرت ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں استغناء پیدا فرما دیتا ہے۔	۳۳۹
۵۰۸۸ / ۸	خفیہ عمل کرنے والے کو دو اجر ملتے ہیں۔	〃
۵۰۸۹ / ۹	آخری زمانہ میں کچھ لوگ دین کے بہانہ میں دنیا کمائیں گے۔	۳۴۰
۵۰۹۰ / ۱۰	کچھ لوگوں کی زبانیں میٹھی اور کچھ کی زبانیں کڑوی ہیں	۳۴۱
۵۰۹۱ / ۱۱	اچھا عمل کر کے خوشی ہو تو کامیابی کی امید ہے	〃
۵۰۹۲ / ۱۲	انسان کے شر کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کے دین یا دنیا کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے۔	۳۴۲
۵۰۹۳ / ۱۳	جو شخص دنیا میں اپنی شہرت چاہے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے رسوا فرمائے گا۔	۳۴۲
۵۰۹۴ / ۱۴	تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے۔	۳۴۴
۵۰۹۵ / ۱۵	جو بندہ خفیہ اور علانیہ اللہ تعالیٰ کیلئے نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرا سچا بندہ ہے۔	۳۴۵

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
٥٠٩٦/١٦	آخری زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے جو ظاہریت کو پسند اور پوشیدگی کو ناپسند کریں گے۔	٣٤٥
٥٠٩٧/١٧	دکھاوے کے لیے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور صدقہ دینا شرک ہے۔	″
٥٠٩٨/١٨	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت پر شرک اور خفیہ شہوت کا خوف کرتا ہوں۔	٣٤٦
٥٠٩٩/١٩	مسیح دجال سے زیادہ خطرناک عمل دکھاوے کی نماز ہے۔	″
٥١٠٠/٢٠	ریاکاری شرک اصغر ہے۔	٣٤٧
٥١٠١/٢١	بندے کا خفیہ عمل بھی لوگوں کے سامنے آجاتا ہے۔	٣٤٨
٥١٠٢/٢٢	اچھی یا بری سیرت کی علامت اللہ تعالیٰ ظاہر فرما دیتا ہے۔	″
٥١٠٣/٢٣	منافق باتیں تو حکمت کی اور عمل ظلم کے کرتا ہے۔	″
٥١٠٤/٢٤	مخلص بندے کی خموشی بھی عبادت ہے	٣٤٩
	باب	
	رونے اور خوف کا بیان	
	پہلی فصل	
٥١٠٥/١	اگر تم وہ جانتے جو کچھ میں جانتا ہوں تو تم زیادہ روتے اور کم ہنستے۔	٣٥٠
٥١٠٦/٢	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ کی تفصیل حدیث وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ کی وضاحت	″
٥١٠٧/٣	بنی اسرائیل کی عورت بلی کی وجہ سے	٣٥١

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	عذاب میں مبتلا کی گئی۔	
٥١٠٨/٤	جب خیانت بڑھ جائے تو صالح لوگوں کی موجودگی کے باوجود عذاب آکر رہے گا۔	٣٥٢
٥١٠٩/٥	باریک ریشمی کپڑوں، شراب اور آلات موسیقی کو حلال سمجھنے والوں کو بندروں اور سوروں میں مسخ کر دیا جائے گا۔	″
٥١١٠/٦	جب کسی قوم پر عذاب آتا ہے تو کوئی بھی ان میں سے نہیں بچتا۔	٣٥٤
٥١١١/٧	ہر بندہ اسی حال اور وصف پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ فوت ہوا۔	″
	دوسری فصل	
٥١١٢/٨	دوزخ سے بھاگنے والا بھی سو رہا ہے اور جنت کا طلب گار بھی سو رہا ہے۔	٣٥٥
٥١١٣/٩	آثار قیامت کی ہیبت وجلالت سننے کے بعد حضرت ابوذر کہتے ہیں "کاش! میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔	٣٥٦
٥١١٤/١٠	جو شخص منزل پانی چاہتا ہے وہ اندھیرے میں اٹھ کر عبادت کرے۔	٣٥٧
٥١١٥/١١	جس نے اللہ تعالیٰ کو ایک دن بھی یاد کیا، وہ آگ سے نکال لیا جائے گا۔	″
٥١١٦/١٢	اعمال صالحہ کرنے والے بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے عمل رد نہ کر دیئے جائیں۔	″
٥١١٧/١٣	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو تہائی رات گذر جانے کے بعد اٹھ کر فرماتے "اے لوگو! بیدار ہو جاؤ! اللہ کا ذکر کرو، اللہ کا ذکر کرو۔	٣٥٨

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۵۱۱۸ / ۱۴	لذتوں کو ختم کر دینے والی چیز موت کا کثرت سے ذکر کیا کرو۔	۳۵۹
۵۱۱۹ / ۱۵	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا ہے۔	۳۶۰
۵۱۲۰ / ۱۶	سورۂ ہود، واقعہ، مرسلات، عم یتساءلون اور سورۃ اذا الشمس کورت نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔	۳۶۱
	تیسری فصل	
۵۱۲۱ / ۱۷	کسی بھی عمل کو معمولی جان کر نہیں کرنا چاہیئے	″
۵۱۲۲ / ۱۸	اسے عائشہ! تم حقیر اور معمولی گناہوں سے بچو۔	۳۶۲
۵۱۲۳ / ۱۹	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں کئے گئے اعمال صالحہ کی قبولیت کی امید ہے۔	″
۵۱۲۴ / ۲۰	مجھے میرے رب نے نو باتوں کا حکم دیا	۳۶۳
۵۱۲۵ / ۲۱	مکھی کے برابر بھی اللہ کے خوف سے آنسو نکل کر چہرے پر پڑیں تو اللہ تعالیٰ اس چہرے کو آگ پر حرام فرما دیتا ہے۔	۳۶۴
	باب	۳۶۵
	لوگوں میں تبدیلی کا بیان	
	پہلی فصل	
۵۱۲۶ / ۱	لوگوں کی مثال بیکار اونٹوں سے	″
۵۱۲۷ / ۲	تم اپنے اگلوں کی راہ چلو گے یعنی یہود و نصاریٰ کی۔	″
۵۱۲۸ / ۳	نیک لوگ لگاتار دنیا سے تشریف لے جائیں گے، باقی بھوسا رہ جائے گا۔	۳۶۶
	دوسری فصل	
۵۱۲۹ / ۴	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشگوئی	۳۶۶
۵۱۳۰ / ۵	قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک بدترین لوگ تمہاری دنیا کے وارث نہ ہو جائیں۔	۳۶۷
۵۱۳۱ / ۶	قرب قیامت دنیا کا کامیاب ترین شخص خبیث ابن خبیث ہوگا۔	″
۵۱۳۲ / ۷	دنیاوی نعمتوں اور فراوانی کے مقابلہ میں مومن کے لئے تنگی کے دن بہتر ہیں۔	″
	حضرت مصعب بن عمیر دور جاہلیت میں امیر ترین تھے۔	
۵۱۳۳ / ۸	اپنے دین پر صبر کرنے والے چنگاری پکڑنے والے کی طرح ہوں گے۔	۳۶۹
۵۱۳۴ / ۹	بدترین حاکموں کی موجودگی میں زمین کے نیچے دفن ہو جانا بہتر ہے۔	″
۵۱۳۵ / ۱۰	مسلمانوں کی کثرت کے باوجود دشمن کے دل سے ان کی ہیبت نکل جائے گی۔	۳۷۰
	تیسری فصل	
۵۱۳۶ / ۱۱	مختلف اخلاقی برائیاں اور اللہ تعالیٰ کے خفیہ عذاب کی صورتیں۔	۳۷۱
	باب	″
	سابقہ باب کے لواحقات اور تتمہ کا بیان	
	پہلی فصل	
۵۱۳۷ / ۱	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خطبہ، انسانوں کے پاس جس وقت شیاطین آئے تو وہ برائیوں میں مبتلا ہو گئے۔	″
۵۱۳۸ / ۲	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوہ صفا	۳۷۲

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	پر کھڑے ہو کر اپنی قوم کو ڈرایا۔	
۵۱۳۹/۳	کوہ صفا پر کھڑے ہو کر مختلف خاندان کے سربراہوں کا نام لے کر اللہ تعالیٰ سے ڈرایا۔	۳۷۵
	دوسری فصل	
۵۱۴۰/۴	میری امت صاحب رحمت ہے اور اس پر آخرت میں عذاب نہیں۔	۳۷۶
۵۱۴۱/۵	دین کے ظہور کا دور نزولِ وحی و رحمت کا دور ہے۔	۳۷۷
۵۱۴۲/۶	آخری زمانہ میں لوگ سب سے پہلے شراب کے حکم کو تبدیل کریں گے۔	۳۷۸
	تیسری فصل	
۵۱۴۳/۷	نبوت کے بعد خلافت، پھر اس کے بعد ظلم کی بادشاہی ہوگی۔	۳۷۹
	کتاب	۳۸۰
	فتنے کا بیان	
	فتن کا معنی اور مفہوم	
	پہلی فصل	
۵۱۴۴/۱	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبر دی۔	〃
۵۱۴۵/۲	دلوں پر فتنے پیش آئیں گے۔	۳۸۱
۵۱۴۶/۳	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو خبریں دیں۔	۳۸۲
۵۱۴۷/۴	خیر اور شر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال اور	۳۸۳

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	تفصیلی جواب	
۵۱۴۸/۵	فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے اعمال کرنے کا حکم	۳۸۷
۵۱۴۹/۶	عنقریب ایسے فتنے ہوں گے جو ان کی طرف جھانکے گا وہ اسے اچک لیں گے۔	〃
۵۱۵۰/۷	آگاہ رہو، قرب قیامت فتنے ہی فتنے ہو۔	۳۸۸
۵۱۵۱/۸	قریب ہے کہ آدمی اپنا دین فتنوں سے بچا کرلے جائے۔	۳۸۹
۵۱۵۲/۹	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایسے فتنے دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھروں میں بارش کی طرح نمودار ہوں گے۔	〃
۵۱۵۳/۱۰	میری امت کی ہلاکت، قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی۔	۳۹۰
۵۱۵۴/۱۱	زمانہ چھوٹا ہوگا اور علم اٹھا لیا جائے گا۔	〃
۵۱۵۵/۱۲	قاتل و مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے	۳۹۱
۵۱۵۶/۱۳	قتل عام کے زمانہ میں عبادت کرنا ہجرت کرنے کی طرح ہے۔	۳۹۱
۵۱۵۷/۱۴	حضرت انس نے حجاج کے ظلم پر صبر کرنے کی تلقین کی۔	۳۹۲
	دوسری فصل	
۵۱۵۸/۱۵	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر فتنے باز گروہ کے قائد، باپ اور گروہ کا نام پہلے ہی بتا دیا۔	〃
۵۱۵۹/۱۶	میری امت میں اگر تلوار چل نکلی تو قیامت تک اٹھا کر نہ رکھی جائے گی۔	۳۹۳
۵۱۶۰/۱۷	خلافت تیس سال تک ہے۔	〃

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۵۱۶۱/۱۸	قرب قیامت علامات قیامت کا ظہور	۳۹۴
۵۱۶۲/۱۹	حضرت ابوذر کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین نصیحتیں۔	۳۹۶
	حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ طیبہ میں یزید نے قتل عام کروایا۔	
۵۱۶۳/۲۰	جسے بھلا جانو اسے لازم پکڑلو، جسے برا جانو اسے چھوڑ دو۔	۳۹۸
	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر ایک صحابی کو اس کی طبیعت اور حالت کے مطابق اصلاح وتربیت فرمائی۔	
۵۱۶۴/۲۱	قیامت سے پہلے فتنے اتنے کثیر ہونگے کہ کوئی بندہ صبح کے وقت مومن اور شام کے وقت کافر ہوگا۔	۴۰۰
۵۱۶۵/۲۲	بوقت فتنہ بہترین بندہ وہ ہے جو اپنے جانوروں میں رہے اور ان کا حق ادا کرے	۴۰۱
۵۱۶۶/۲۳	عنقریب ایسا فتنہ نمودار ہوگا جو سارے عرب کو گھیر لے گیا۔	//
۵۱۶۷/۲۴	فتنۂ احلاس، بھاگنا، پریشان ہونا اور لڑائی کرنا ہے۔	۴۰۲
۵۱۶۸/۲۵	کالا فتنہ اس امت میں کسی کو نہیں چھوڑے گا۔	//
۵۱۶۹/۲۶	عرب کی خرابی قریب کے شر میں ہے	۴۰۳
۵۱۷۰/۲۷	جو فتنوں سے ایک جانب رکھا گیا، وہ خوش قسمت ہے۔	//
۵۱۷۱/۲۸	میری امت میں تلوار چل پڑی تو رکھی نہ	//

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	نہ جائے گی۔	
۵۱۷۲/۲۹	اسلام چکی ۳۳ یا ۳۶ یا ۳۷ سال تک صحیح طور پر چلتی رہے گی۔	۴۰۵
	یعنی اسلام کے کامل انتظام کے یہی سال ہیں	
	تیسری فصل	
۵۱۷۳/۳۰	تم لوگ گمراہی میں اپنے سے پہلے والوں کی راہ پر چلوگے۔	۴۰۶
۵۱۷۴/۳۱	قتل عثمان غنی پر اسلام میں پہلا فتنہ واقع ہوا	۴۰۷
	باب	۴۰۸
	لڑائیوں کا بیان	—
	ملاحم کا معنی	
	پہلی فصل	
۵۱۷۵/۱	قیامت کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ ۳۰ جھوٹے دجال نبوت کا دعویٰ کرنے والے ہوں گے!	//
	مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں قتل وغارت گری۔	
۵۱۷۶/۲	قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم چھوٹی آنکھوں سرخ چہروں اور پچکی ہوئی ناکوں والوں سے لڑائی نہ کرلو۔	۴۱۱
۵۱۷۷/۳	جب تک تم خوزا ور کرمان کے عجمیوں سے جنگ نہ کرلو قیامت قائم نہ ہوگی۔	۴۱۱
۵۱۷۸/۴	درخت بھی یہود کی نشاندہی کریں گے اور ان کو مسلمان قتل کریں گے۔	۴۱۲
۵۱۷۹/۵	قحطان سے ایک آدمی نکلے گا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا۔	//

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۵۱۸۰/۶	رات و دن ختم ہونے سے پہلے جہجاہ نامی شخص بادشاہ بنے گا۔	۴۱۲
۵۱۸۱/۷	مسلمانوں کی ایک جماعت کسریٰ کا خزانہ کھولے گی۔	۴۱۳
۵۱۸۲/۸	قیصر و کسریٰ کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ ہوں گے۔	؍؍
۵۱۸۳/۹	جہاد کی برکت سے اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔	۴۱۴
۵۱۸۴/۱۰	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت سے پہلے چھ چیزیں شمار کر لو۔	؍؍
۵۱۸۵/۱۱	علامات قیامت سے ہے کہ رومیوں کے ساتھ زمین کے بہترین افراد جہاد کریں گے۔	۴۱۵
۵۱۸۶/۱۲	قرب قیامت مسلمان بغیر فتح کے نہ لوٹیں گے۔	۴۱۷
۵۱۸۷/۱۳	مسلمان ایک ایسا شہر فتح کریں گے جس کا ایک کنارہ خشکی میں اور دوسرا دریا میں ہوگا۔	۴۱۹
	دوسری فصل	
۵۱۸۸/۱۴	بیت یثرب کی خرابی جنگ عظیم ہے۔	۴۲۰
۵۱۸۹/۱۵	جنگ عظیم، فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال سات مہینوں میں ہے۔	؍؍
۵۱۹۰/۱۶	فتح مدینہ اور جنگ عظیم چھ مہینوں میں ہے	؍؍
۵۱۹۱/۱۷	مسلمان مدینہ منورہ کی طرف محصور کر دیئے جائیں گے۔	۴۲۱
۵۱۹۲/۱۸	مسلمان صلیب کو توڑ دیں گے۔	؍؍
۵۱۹۳/۱۹	کعبہ کا خزانہ حبشہ کا ایک شخص چھوٹی پنڈلیوں والا چرا کر لے جائے گا۔	؍؍

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۵۱۹۴/۲۰	تم حبشیوں اور ترکوں کو چھوڑے رہو۔	۴۲۲
۵۱۹۵/۲۱	تمہارے ساتھ ایک چھوٹی آنکھوں والی قوم یعنی ترک جنگ کریں گی۔	؍؍
۵۱۹۶/۲۲	شہر بصرہ میں دریائے دجلہ کے پاس پست زمین پر میری امت کے لوگ اتریں گے۔	۴۲۳
	حدیث میں، بغداد میں تار تاریوں کے فتنے کے رونما ہونے کی خبر۔	
۵۱۹۷/۲۳	صحابی کو شہر بصرہ سے گذرتے ہوئے احتیاط کا حکم۔	۴۲۴
۵۱۹۸/۲۴	قیامت کے دن مسجد عشار سے اللہ تعالیٰ شہیدوں کو اٹھائے گا۔	۴۲۵
	تیسری فصل	
۵۱۹۹/۲۵	سمندر کی موج کی طرح اٹھنے والا فتنہ کون سا ہوگا؟	۴۲۶
۵۲۰۰/۲۶	قسطنطنیہ کی فتح قیامت کے قائم ہونے کے ساتھ ہے۔	۴۲۷
	باب	۴۲۸
	علامات قیامت کا بیان	
	پہلی فصل	
۵۲۰۱/۱	علامات قیامت میں سے یہ ہے کہ علم کم اور جہالت زیادہ ہوگی۔	؍؍
۵۲۰۲/۲	قیامت سے پہلے جھوٹ بولنے والے زیادہ ہوں گے۔	۴۲۹
۵۲۰۳/۳	جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔	؍؍
۵۲۰۴/۴	جب زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ہوگا، اس وقت قیامت قائم ہوگی	؍؍

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۵۲۰۵/۵	قیامت کے قریب زیادہ مال تقسیم کرنے والا ایک خلیفہ ہوگا۔	۴۳۰
۵۲۰۶/۶	دریائے فرات آخری زمانہ میں سونے میں بدل جائے گا۔	〃
۵۲۰۷/۷	دریائے فرات سونے کے پہاڑ بن جائے گا اور اس پر قتل وغارت گری بہت زیادہ ہوگی۔	۴۳۱
۵۲۰۸/۸	زمین اپنے جگر کے ٹکڑے سونے چاندی کی صورت میں قے کردے گی۔	〃
۵۲۰۹/۹	آدمی کسی قبر کو دیکھ کر کہے گا کاش! اس کی جگہ میں ہوتا۔	〃
۵۲۱۰/۱۰	قیامت آنے سے پہلے سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی اس آگ کا ظہور مدینہ طیبہ کے قرب وجوار میں ہوچکا ہے۔	۴۳۲
۵۲۱۱/۱۱	قیامت کی پہلی نشانی مشرق ومغرب کے لوگوں کو آگ جمع کردے گی۔	۴۳۳
	دوسری فصل	
۵۲۱۲/۱۲	قرب قیامت سال مہینے کی طرح، مہینہ ہفتہ کی طرح ہفتہ دن کی اور دن آگ کے شعلے کی مانند ہوگا۔	〃
۵۲۱۳/۱۳	ایک صحابی کے لیے دعا اور علامت قیامت کی نشاندھی۔	〃
۵۲۱۴/۱۴	ماں کی نافرمانی اور بیوی کی اطاعت اور دوسری اخلاقی برائیاں علامات قیامت ہیں۔	۴۳۵
۵۲۱۵/۱۵	جب میری امت پندرہ عادات اختیار	۴۳۶

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	کرلے گی تو ان پر بلاء نازل ہوگی۔	
۵۲۱۶/۱۶	عرب کا بادشاہ میرے اہلبیت سے ہوگا۔	۴۳۶
۵۲۱۷/۱۷	مہدی حضرت فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔	۴۳۷
۵۲۱۸/۱۸	مہدی مجھ سے ہیں اور عدل وانصاف سے زمین کو بھردیں گے۔	〃
۵۲۱۹/۱۹	امام مہدی لوگوں کو خیرات تقسیم کریں گے	۴۳۸
۵۲۲۰/۲۰	امام مہدی کے خلاف کچھ لوگ مقام بیداء میں لشکر کشی کریں گے۔	〃
	ابدال ان افراد کو کہتے ہیں جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ زمین کو قائم رکھتا ہے۔	
۵۲۲۱/۲۱	امام مہدی کے دور میں بارشیں خوب ہوں گی	۴۴۰
۵۲۲۲/۲۲	ماوراء النہر کا ایک شخص لشکر لے کر نکلے گا۔	۴۴۱
۵۲۲۳/۲۳	درندے انسانوں سے باتیں کریں گے۔	〃
	تیسری فصل	
۵۲۲۴/۲۴	بڑی نشانیاں دو سو سال کے بعد ظاہر ہوں گی	۴۴۲
۵۲۲۵/۲۵	جب تم خراسان کی طرف سے آتے ہوئے کالے جھنڈے دیکھو تو ان کے ساتھ مل جانا	〃
۵۲۲۶/۲۶	امام مہدی، حضرت امام حسن کی نسل سے ہوگا۔	〃
۵۲۲۷/۲۷	اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار امتیں پیدا کیں ہیں چھ سو پانی میں چار سو خشکی ہیں	۴۴۳
	باب	۴۴۴
	قرب قیامت کی نشانیاں اور دجال	
	پہلی فصل	
۵۲۲۸/۱	قیامت سے پہلے دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب کی طرف سے نکلنا، نزول حضرت عیسیٰ وغیرہ نشانیاں ظاہر ہوں گی۔	۴۴۵

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۵۲۲۹ ۲	چھ چیزوں کے ظاہر ہونے سے پہلے اعمال میں جلد کرو۔	۴۴۷
۵۲۳۰ ۳	قیامت کی پہلی علامت سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔	″
۵۲۳۱ ۴	تین علامتیں ظاہر ہونے کے بعد کسی کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا۔	۴۴۸
۵۲۳۲ ۵	سورج عرش کے نیچے جا کر غروب ہوتا ہے طلوع ہونے کے لیے دوبارہ اجازت مانگتا ہے۔	″
۵۲۳۳ ۶	سب سے بڑی آزمائش دجال کی ہے۔	۴۴۹
۵۲۳۴ ۷	ہر نبی نے اپنی امت کو کانے کذاب سے ڈرایا ہے۔	″
۵۲۳۵ ۸	مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا ہے۔	″
۵۲۳۶ ۹	دجال اپنے ساتھ جنت و دوزخ رکھے گا۔	۴۵۰
۵۲۳۷ ۱۰	دجال کے ساتھ آگ اور پانی ہوگی۔	″
۵۲۳۸ ۱۱	دجال کانا، گھنے اور پراگندہ بالوں والا ہوگا۔	۴۵۱
۵۲۳۹ ۱۲	دجال کے نکلنے کے وقت اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم تشریف فرما ہوئے تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کا محافظ ہوگا۔	″
	دجال زمین میں چالیس دن ٹھہرے گا۔	
	دجال زمین کو حکم دے گا وہ اُگائے گی آسمان کو حکم دے گا وہ برسائے گا۔	
	حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کا مقابلہ کریں گے۔	
	یاجوج ماجوج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں نکلیں گے۔	
	زمین والوں کو قتل کرنے کے بعد یاجوج ماجوج کہیں گے آؤ آسمان والوں کو قتل کریں۔	
	عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتر کر یاجوج ماجوج کو ختم کریں گے۔	
۵۲۴۰ ۱۳	مومن دجال کو دیکھ کر کہے گا کہ یہی دجال ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا۔	۴۵۸
۵۲۴۱ ۱۴	لوگ دجال سے بھاگ کر پہاڑوں میں جا پہنچیں گے۔	۴۶۰
۵۲۴۲ ۱۵	اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجال کے ساتھ ہوں گے۔	۴۶۱
۵۲۴۳ ۱۶	دجال پر مدینہ منورہ کے راستوں میں داخل ہونا حرام ہوگا۔	۴۶۲
۵۲۴۴ ۱۷	مسیح دجال مشرق سے آئے گا اور شام میں ہلاک ہوگا۔	۴۶۳
۵۲۴۵ ۱۸	مدینہ طیبہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہ ہوگا۔	″
۵۲۴۶ ۱۹	ایک عیسائی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایمان لانے کے بعد بندھے ہوئے دجال سے ملنے کی تفصیل بیان کی	″
۵۲۴۷ ۲۰	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسیح ابن مریم اور مسیح دجال کو خواب میں دیکھا کعبہ کا طواف کرتے ہوئے۔	۴۶۸
	دوسری فصل	
۵۲۴۸ ۲۱	دجال قبروں میں جکڑا ہوا ہے۔	۴۶۹

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	دجال کے دو جاسوس ہوں گے ایک دابہ اور دوسری عورت۔	
۵۲۴۹/۲۲	دجال کی شکل وصورت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نشاندہی فرمائی۔	۴۷۰
۵۲۵۰/۲۳	دجال کے نکلنے کے دن مسلمانوں کے دن اچھے ہوں گے۔	۴۷۱
۵۲۵۱/۲۴	دجال خراسان کی مشرقی زمین سے نکلے گا۔	〃
۵۲۵۲/۲۵	جو شخص دجال کے بارے میں سنے، وہ اس سے دور رہے۔	۴۷۲
۵۲۵۳/۲۶	دجال زمین میں چالیس سال تک ٹھہرے گا	〃
۵۲۵۴/۲۷	میری امت کے ستر ہزار افراد دجال کی پیروی کریں گے۔	〃
۵۲۵۵/۲۸	دجال کے نکلنے کے بعد مسلمانوں کو کھانے پینے کے لیے تسبیح وتہلیل ہی کافی ہوگی۔	〃
	اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس وتہلیل کی وجہ آسمانی فرشتوں کی طرح شکم سیر ہو جائیں گے	
	تیسری فصل	
۵۲۵۶/۲۹	دجال تمہیں نقصان نہیں دے گا۔	۴۷۵
۵۲۵۷/۳۰	دجال ایک سفید گدھے پر نکلے گا۔	〃
	باب	۴۷۶
	ابن صیاد کا بیان	
	پہلی فصل	
۵۲۵۸/۱	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابۂ کرام کی ایک جماعت کے ہمراہ ابن صیاد کے پاس گئے۔	〃
	ابن صیاد کی والدہ اگر اسے چھوڑے	

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	رکھتی تو وہ اپنی حقیقت ظاہر کر دیتا	
۵۲۵۹/۲	ابن صیاد ابلیس کے تخت کو پانی پر دیکھتا ہے	۴۸۰
۵۲۶۰/۳	جنت کی مٹی سفید اور خوشبودار ہے۔	۴۸۱
۵۲۶۱/۴	ابن صیاد غصے سے اتنا پھولا کر پورا راستہ بھر دیا۔	〃
۵۲۶۲/۵	حضرت ابو سعید خدری ابن صیاد کے ساتھ ایک سفر میں۔	۴۸۲
۵۲۶۳/۶	ابن صیاد کی آنکھ سوجی ہوئی تھی اور اس نے گدھے جیسی آواز نکالی	۴۸۳
۵۲۶۴/۷	حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔	۴۸۳
	دوسری فصل	
۵۲۶۵/۸	حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ مسیح دجال ابن صیاد ہی ہے۔	۴۸۴
۵۲۶۶/۹	واقعہ حرہ کے روز ابن صیاد گم ہوگیا۔	〃
۵۲۶۷/۱۰	دجال کے والدین کی تیس سال تک اولاد نہ ہوگی۔	〃
۵۲۶۸/۱۱	ابن صیاد کے قتل سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روک دیا۔	۴۸۵
	باب	۴۸۷
	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول	
	پہلی فصل	
۵۲۶۹/۱	عنقریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام حاکم عادل کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔	〃
۵۲۷۰/۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام دشمنی، حسد اور ظلم ختم کر کے عدل وانصاف قائم کریں گے۔	۴۸۸

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کی اقتداء کریں گے۔	
۵۲۷۱/۳	میری امت کی ایک جماعت حق پر قیامت تک لڑتی رہے گی۔	۴۸۹
	تیسری فصل	
۵۲۷۲/۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتر کر شادی کریں گے اور یہاں پنتالیس سال قیام کریں گے	۴۹۰
	باب	
	قیامت کا قریب ہونا اور جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔	″
	پہلی فصل	
۵۲۷۳/۱	میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح بھیجے گئے ہیں۔	۴۹۱
۵۲۷۴/۲	سو سال سے زیادہ عمر والے لوگ کم ہوں گے۔	۴۹۲
۵۲۷۵/۳	سو برس پہلے کی جنی ہوئی کوئی ذات آج نہ رہے گی۔	۴۹۳
۵۲۷۶/۴	سب سے چھوٹا اگر زندہ رہا اور اسے بڑھاپا آنے تک قیامت قائم نہ ہوگی۔	″
	دوسری فصل	
۵۲۷۷/۵	میں قیامت کے اندر بھیجا گیا ہوں اور اپنی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔	″
۵۲۷۸/۶	مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو آدھے دن کی مہلت دے گا۔	۴۹۴
	تیسری فصل	
۵۲۷۹/۷	دنیا کی مثال کاٹے ہوئے کپڑے کی مانند ہے	″

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	باب	۴۹۵
	قیامت صرف شریر لوگوں پر قائم ہوں	
۵۲۸۰/۱	زمین میں جب تک کوئی اللہ اللہ کہنے والا موجود نہ ہوگا، قیامت قائم نہ ہوگی۔	″
۵۲۸۱/۲	قیامت شریر ترین مخلوق پر قائم ہوگی۔	″
۵۲۸۲/۳	قیامت اس وقت تک نہ آئے جب تک کہ قبیلہ اوس کی عورتوں کے سرین ذوالخلصہ بت کے گرد نہ گھوم لیں۔	۴۹۶
۵۲۸۳/۴	قرب قیامت لات و منات کی پھر پوجا ہونے لگے گی۔	″
۵۲۸۴/۵	حضرت عیسیٰ علیہ السلام سات سال ٹھہریں گے	۴۹۷
	حضرت عروہ بن مسعود شکل و صورت میں حضرت عیسیٰ السلام کے مشابہ ہیں۔	
	باب	۵۰۰
	صور پھونکے جانے کا بیان	
	پہلی فصل	
۵۲۸۵/۱	دو پھونکوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہوگا پھر آسمان سے پانی برسے گا تو لوگ ساگ کی طرح اگیں گے۔	″
۵۲۸۶/۲	اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو سمیٹ لے گا	۵۰۱
۵۲۸۷/۳	اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ لے گا۔	۵۰۲
۵۲۸۸/۴	اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں اور دریاؤں کو ایک انگلی پر رکھے گا۔	″
۵۲۸۹/۵	ایک زمین دوسری زمین سے، اور آسمان دوسرے آسمان سے بدل دیئے جائیں گے۔	۵۰۳

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۵۲۹۰/۶	سورج اور چاند کو قیامت کے دن لپیٹ دیا جائے گا۔	۵۰۴
	دوسری فصل	
۵۲۹۱/۷	صور پھونکنے والا انتظار کر رہا ہے اور تم یہ کہا کرو کہ اللہ ہی کافی ہے۔	〃
۵۲۹۲/۸	صور ایک سینگ ہیں پھونکا جائے گا۔	〃
	تیسری فصل	
۵۲۹۳/۹	راجفہ پہلی بار پھونکنا اور رادفہ دوسری بار پھونکنا ہے۔	۵۰۵
۵۲۹۴/۱۰	صور پھونکنے والے کے دائیں جبرئیل اور میکائیل ہوں گے۔	〃
۵۲۹۵/۱۱	جس طرح خشک سالی کے بعد سبزہ اگتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا۔	〃
	باب	۵۰۶
	قیامت کا بیان	
	پہلی فصل	
۵۲۹۶/۱	قیامت کے دن لوگ سفید زمین میں جمع کئے جائیں گے۔	〃
۵۲۹۷/۲	قیامت کے دن زمین روٹی کی مانند ہو جائے گی۔	۵۰۷
۵۲۹۸/۳	لوگ تین طریقوں پر جمع کئے جائیں گے	۵۰۸
۵۲۹۹/۴	قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں ننگے جسم اور ختنہ کے بغیر اٹھائے جائیں گے۔	۵۰۹
۵۳۰۰/۵	تمام مرد اور عورتیں قیامت کے دن ایک ہی حالت پر اکٹھے کئے جائیں گے۔	۵۱۰

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۵۳۰۱/۶	قیامت کے دن کافر چہرے کے بل محشر میں لایا جائے گا۔	۵۱۱
۵۳۰۲/۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ (چچا) آزر کو قیامت کے دن آگ میں ڈالا جائے گا۔	〃
۵۳۰۳/۸	قیامت کے دن لوگ اپنے پسینے میں کانوں تک ڈوب جائیں گے۔	۵۱۲
۵۳۰۴/۹	قیامت کے دن سورج مخلوق سے قریب کر دیا جائے گا۔	〃
۵۳۰۵/۱۰	ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے افراد آگ کا حصہ ہوں گے۔ یعنی ہزار میں سے ایک آدمی جنتی ہوگا۔	۵۱۲
۵۳۰۶/۱۱	دنیا میں دکھلاوے کے لیے عبادت کرنے والوں کی پیٹھ تختہ بن جائے گی۔	۵۱۴
۵۳۰۷/۱۲	قیامت کے دن موٹے تازے آدمی کا وزن مچھر کے برابر نہ ہوگا۔	۵۱۵
	دوسری فصل	
۵۳۰۸/۱۳	زمین بندے کے عملوں کے بارے مں کل قیامت کے دن گواہی دے گی۔	〃
۵۳۰۹/۱۴	نیکوکار اور بدکار آدمی کل قیامت کے دن شرمندہ ہوں گے۔	۵۱۶
۵۳۱۰/۱۵	قیامت کے دن لوگ تین طرح سے جمع کئے جائیں گے۔	〃
۵۳۱۱/۱۶	جو شخص چاہتا ہے کہ قیامت کے دن اپنی آنکھوں سے سارا منظر دیکھے تو وہ تین سورتیں تلاوت کیا کریں۔	〃
	تیسری فصل۔	

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۵۳۱۲/۱۶	لوگ قیامت کے دن تین گروہوں میں جمع ہوں گے۔	۵۱۷
	باب حساب، بدلہ اور میزان کا بیان	۵۱۸
	پہلی فصل	
۵۳۱۳/۱	قیامت کے دن جس آدمی سے حساب کی پوچھ گچھ ہوئی تو وہ ہلاک ہوگیا۔	″
۵۳۱۴/۲	بندے اور رب کے درمیان نہ کوئی حجاب ہوگا اور نہ کوئی ترجمان	۵۱۹
۵۳۱۵/۳	جن کے گناہ دنیا میں چھپائے گئے، آخرت میں انہیں بخشا جائے گا۔	″
۵۳۱۶/۴	قیامت کے دن ہر مسلمان کو ایک یہودی یا عیسائی فدیہ طور پر دیا جائے گا۔	۵۲۰
۵۳۱۷/۵	حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے انبیاء علیہم السلام کے گواہ ہوں گے۔	″
۵۳۱۸/۶	قیامت کے دن بندے کے اعضاء اس کے اعمال کی گواہی دیں گے۔	۵۲۱
۵۳۱۹/۷	قیامت کے دن بندہ رب تعالیٰ کو بغیر کسی تردد کے دیکھے گا جس طرح سورج چاند کو دیکھتا ہے۔	۵۲۲
	دوسری فصل	
۵۳۲۰/۸	ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔	۵۲۴
۵۳۲۱/۹	قیامت کے دن لوگوں کی تین پیشانیاں ہوں گی۔	″
۵۳۲۲/۱۰	کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز بھاری نہ ہوگی۔	۵۲۵
۵۳۲۳/۱۱	قیامت کے دن تین مواقع پہ کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔	۵۲۶
	تیسری فصل	
۵۳۲۴/۱۲	قیامت کے دن ہر نیکی یا بدی کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا۔	۵۲۷
۵۳۲۵/۱۳	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز میں دعا	″
۵۳۲۶/۱۴	قیامت کا دن مومن کے ہلکا کر دیا جائے گا	۵۲۸
۵۳۲۷/۱۵	قیامت میں پچاس ہزار سال جتنا بڑا دن مومن کے لیے نماز پڑھنے کے وقت جتنا آسان ہوجائے گا۔	″ ″
۵۳۲۸/۱۶	تہجد کے وقت اٹھنے والے بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔	″
	باب حوض کوثر اور شفاعت کا بیان	۵۲۹
	قیامت کے دن شفاعت تین طرح کی ہوگی	
	پہلی فصل	
۵۳۲۹/۱	حوض کوثر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرما دی ہے	۵۳۰
۵۳۳۰/۲	حوض کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔	″
۵۳۳۱/۳	حوض کوثر کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہیں	۵۳۱
۵۳۳۲/۴	میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں۔	۵۳۲
۵۳۳۳/۵	قیامت کے دن ہر نبی مخلوق کو شفاعت کے لیے اگلے نبی کے پاس بھیجے گا۔	۵۳۳

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
۵۳۱۲/۱۶	لوگ قیامت کے دن تین گروہوں میں جمع ہوں گے۔	۵۱۷
	باب	۵۱۸
	حساب، بدلہ اور میزان کا بیان	
	پہلی فصل	
۵۳۱۳/۱	قیامت کے دن جس آدمی سے حساب کی پوچھ گچھ ہوئی تو وہ ہلاک ہوگیا۔	״
۵۳۱۴/۲	بندے اور رب کے درمیان نہ کوئی حجاب ہوگا اور نہ کوئی ترجمان	۵۱۹
۵۳۱۵/۳	جن کے گناہ دنیا میں چھپائے گئے، آخرت میں انہیں بخشا جائے گا۔	״
۵۳۱۶/۴	قیامت کے دن ہر مسلمان کو ایک یہودی یا عیسائی فدیہ طور پر دیا جائے گا۔	۵۲۰
۵۳۱۷/۵	حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پہلے انبیاء علیہم السلام کے گواہ ہوں گے۔	״
۵۳۱۸/۶	قیامت کے دن بندے کے اعضاء اس کے اعمال کی گواہی دیں گے۔	۵۲۱
۵۳۱۹/۷	قیامت کے دن بندہ رب تعالی کو بغیر کسی تردد کے دیکھے گا جس طرح سورج چاند کو دیکھتا ہے۔	۵۲۲
	دوسری فصل	
۵۳۲۰/۸	ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔	۵۲۴
۵۳۲۱/۹	قیامت کے دن لوگوں کی تین پیشانیاں ہوں گی۔	״
۵۳۲۲/۱۰	کل قیامت کے دن اللہ تعالی کے	۵۲۵

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	نام کے مقابلہ میں کوئی چیز بھاری نہ ہوگی۔	
۵۳۲۳/۱۱	قیامت کے دن تین مواقع پہ کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔	۵۲۶
	تیسری فصل	
۵۳۲۴/۱۲	قیامت کے دن ہر نیکی یا بدی کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا۔	۵۲۷
۵۳۲۵/۱۳	رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نماز میں دعا	״
۵۳۲۶/۱۴	قیامت کا دن مومن کے ہلکا کر دیا جائے گا	۵۲۸
۵۳۲۷/۱۵	قیامت میں پچاس ہزار سال جتنا بڑا دن مومن کے لیے نماز پڑھنے کے وقت جتنا آسان ہوجائے گا۔	״ ״
۵۳۲۸/۱۶	تہجد کے وقت اٹھنے والے بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔	״
	باب	۵۲۹
	حوض کوثر اور شفاعت کا بیان	
	قیامت کے دن شفاعت تین طرح کی ہوگی	
	پہلی فصل	
۵۳۲۹/۱	حوض کوثر اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو عطا فرما دی ہے	۵۳۰
۵۳۳۰/۲	حوض کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔	״
۵۳۳۱/۳	حوض کوثر کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہیں	۵۳۱
۵۳۳۲/۴	میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں۔	۵۳۲
۵۳۳۳/۵	قیامت کے دن ہر نبی مخلوق کو شفاعت کے لیے اگلے نبی کے پاس بھیجے گا۔	۵۳۳

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت کا دروازہ کھولیں گے۔	
	انبیاء علیہم السلام معصوم عن الخطاء ہیں	
۵۳۳۴/۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کے لیے بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہوں گے۔ اللہ فرمائے گا، اے محمد اپنا سر اٹھائیے، مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے، قبول کی جائے گی۔	۵۳۷
۵۳۳۵/۷	سب سے کامیاب شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں جائیگا	۵۳۹
۵۳۳۶/۸	جنت کے دروازوں کی دو چوکھٹوں کے درمیان فاصلہ	〃
۵۳۳۷/۹	امانت اور صلہ رحمی پل صراط کے دائیں بائیں کھڑے ہوں گے۔	۵۴۱
۵۳۳۸/۱۱	اللہ تعالیٰ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راضی کرے گا، غمگین نہ کرے گا	〃
۵۳۳۹/۱۱	قیامت کے دن رب تبارک وتعالیٰ کا دیدار ہوگا۔	۵۴۲
۵۳۴۰/۱۲	جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا اسے دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔	۵۴۷
۵۳۴۱/۱۳	دوزخ کے دونوں کناروں کے درمیان پل صراط قائم ہوگا۔	〃
۵۳۴۲/۱۴	جنت میں داخل ہونے والے آخری شخص کی کیفیت۔	۵۵۱
۵۳۴۳/۱۵	کچھ قوموں کو ان کے گناہوں کی وجہ	۵۵۴

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	سے آگ لپیٹ لے گی۔	
۵۳۴۴/۱۶	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے ایک قوم جہنم سے نجات پائے گی۔	۵۵۴
۵۳۴۵/۱۷	جو شخص سب سے آخر جنت میں جائے گا اس کی ملکیت دنیا کے برابر دس گنا زیادہ ہوگی۔	〃
۵۳۴۶/۱۸	ایک دوزخی کو اس کے چھوٹے گناہ دکھائے جائیں گے اور وہ بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا۔	۵۵۵
۵۳۴۷/۱۹	چار آدمی آگ سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کئے جائیں گے۔	۵۵۶
۵۳۴۸/۲۰	مسلمان آگ سے نجات پاکر جنت میں داخل کئے جائیں گے۔	〃
۵۳۴۹/۲۱	ہر جنتی کا اسے پہلے دوزخی ٹھکانہ دکھایا جائے گا کہ [illegible] جرم کرتا تو اس میں داخل ہوتا۔	۵۵۷
۵۳۵۰/۲۲	جنتیوں اور دوزخیوں کو موت نہیں آئے گی	〃
	دوسری فصل	
۵۳۵۱/۲۳	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حوض کی لمبائی اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا۔	〃
۵۳۵۲/۲۴	حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حوض کوثر پر کروڑوں لوگ پہنچیں گے۔	۵۵۸
۵۳۵۳/۲۵	حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہلے پل صراط پر، پھر میزان پر، اس کے بعد حوض کوثر پر تلاش کرنا۔	〃
۵۳۵۴/۲۶	اس حدیث اور حدیث عائشہ صدیقہ میں تطبیق۔	۵۵۹
۵۳۵۵/۲۷	مقام محمود کیا ہے؟	

حدیث نمبر	مضمون	صفحہ
	یہ حدیث از قبیل متشابہات ہے	
۵۳۵۶ ۲۸	مؤمنوں کی پل صراط پر علامت	۵۶۱
۵۳۵۷ ۲۹	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کبیرہ گناہ والوں کے لیے ہے۔	〃
۵۳۵۸ ۳۰	حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کی شفاعت کرنے کو پسند کیا	〃
۵۳۵۹ ۳۱	حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی کی شفاعت کی بدولت قبیلہ بنو تمیم کی تعداد سے زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے۔	۵۶۲
۵۳۶۰ ۳۲	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتیوں کی شفاعت کے درجات، کم از کم ایک امتی ایک شخص کی شفاعت کرے گا۔	〃
۵۳۶۱ ۳۳	حضرت ابوبکر وعمر کا مکالمہ اور [illegible] لپ میں ساری امت کی بخشش [illegible] گا	〃
۵۳۶۲ ۳۴	دنیا میں ایک گھونٹ پانی پلانے کی وجہ	۵۶۳
	سے ایک شخص کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔	
۵۳۶۳ ۳۵	دوزخیوں میں سے دو آدمیوں کا شور و غوغا بہت زیادہ ہوگا۔	۵۶۴
۵۳۶۴ ۳۶	پل صراط سے گذرنے والوں کی مختلف رفتاریں	۵۶۵
	تیسری فصل	
۵۳۶۵ ۳۷	حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوض سے جو شخص پیئے گا اسے کبھی پیاس نہ لگے گی	〃
۵۳۶۶ ۳۸	پل صراط پر پہلی جماعت بجلی کی تیزی کی طرح گذر جائے گی۔	۵۶۶
۵۳۶۷ ۳۹	ایک قوم دوزخ سے اس طرح نکلے گی جیسے متوسط جسم والے اونٹ	۵۶۸
۵۳۶۸ ۴۰	قیامت کے دن تین جماعتیں شفاعت کریں گی، انبیاء علماء اور شہداء۔	۵۶۸

بَابُ الْبَیَانِ وَالشِّعْرِ

۳۱۵۔ خطاب اور شعر کا بیان

بیان کا معنی کشف، ظہور اور واضح کرنا ہے، صراح میں ہے بیان، خوب گفتگو کرنا اور فصاحت کے معنی میں مستعمل ہے۔ کہا جاتا ہے فُلَانٌ اَبْيَنُ مِنْ فُلَانٍ کہ فلاں، فلاں سے زیادہ فصیح اور زیادہ واضح گفتگو کرتا ہے۔ علامہ بیضاوی کہتے ہیں کہ اظہار مافی الضمیر بیان ہے۔ طیبی کے نزدیک اعلیٰ بلیغ کلام سے اظہار کو بیان کہا جاتا ہے۔ بعض علما ایسی فصیح گفتگو کو بیان کہتے ہیں جس کے ذریعے دل کی بات ظاہر ہو جائے۔ یہ تمام معانی آپس میں مختلف نہیں بلکہ ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ شعر کا لغوی معنی دانائی وزیرک ہونا اور شاعر دانا اور زیرک شخص ہے۔ اصطلاح میں ہر وہ کلام ہے جو موزوں اور مسجع ہو اور اس کی موزونیت کا قائل نے قصد بھی کیا ہو۔ قرآن وحدیث شعر نہیں کیونکہ ان میں موزونیت ہونے کے باوجود وہاں یہ چیز مقصود نہیں ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۴۵۷۲/۱ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَدِمَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَعَجِبَ النَّاسُ لِبَيَانِهِمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

پہلی فصل

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرق سے دو شخص آئے انہوں نے وعظ[1] کیا لوگوں نے ان[2] کے بیان کو بہت پسند کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بعض بیان جادو[3] ہیں۔

(بخاری)

---

[1] ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کی، صراح میں ہے۔ دوسرے کے سامنے کی گئی گفتگو کو خطاب کہا جاتا ہے۔

[2] ان دو میں ایک کا نام حصین بن بدر ہے۔ اور ان کا لقب زبرقان ہے۔ زا کے نیچے زیر با ساکن را کے نیچے زیر، زبرقہ۔ کپڑے کو سرخ یا زرد رنگ کرنے کو کہا جاتا ہے۔ زبرقان کا معنی چاند اور ہلکی داڑھی کے بھی آتے ہیں۔

ان کا یہ لقب ان کے حسن وجمال کی وجہ سے یا ان کی ہلکی داڑھی کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے کہ عمامہ زرد رنگ کا پہنتے تھے یا جب وہ مجلس میں آئے تھے اس وقت زرد لباس پہنا ہوا تھا۔

دوسرے کا نام عمرو بن اہتم، ہمزہ پر زبر۔ ہا ساکن۔ تا پر زبر، اہتم اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے سامنے کے دانت ٹوٹے ہوئے ہوں۔

ان دونوں اشخاص نے ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو میں تفاخر اور فوقیت کا اظہار کیا پہلے زبرقان نے اپنے فضائل بیان کیے خوب فصیح وبلیغ گفتگو کی۔ اس کے بعد عمرو بن اہتم نے نہایت ہی بلیغ انداز میں اس کی تردید کی اور اس کی برائیاں اور رذائل بیان کیے۔ زبرقان نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ میرے فضائل سے آگاہ ہے مگر حسد کی وجہ سے مخالفت کر رہا ہے۔ عمرو نے پھر زبرقان کی برائی میں پہلے سے زیادہ مذمت کی۔ احیاء العلوم میں ہے کہ عمرو نے ایک دن زبرقان کی خوب مدح کی اور دوسرے دن مذمت سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اس کی کیا وجہ کہ تو نے ایک دن اس کی مدح کی اور دوسرے دن مذمت۔ عرض کیا پہلے دن میں نے سچ کہا تھا اور دوسرے دن بھی جھوٹ نہیں کہا تھا۔ وہ ایسے کہ اس نے پہلے دن مجھے خوش کیا تھا تو میں نے اس کی وہ اچھائیاں گنوا دیں جو میں نے دیکھی تھیں۔ دوسرے دن اس نے مجھے ناراض کر دیا۔ لہٰذا میں نے اس کی وہ برائیاں بیان کر دیں جو میں نے دیکھی تھیں۔

[3] بعض بیانات دل اور حال کی تبدیلی اور باطل کی طرف مائل کرنے میں جادو کی طرح ہیں۔ لغت میں سحر تبدیلی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ انسان کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ اسی طرح بیان اور گفتگو میں مبالغہ کلام میں تصنع، اس کے حسن میں تعلف سے کام لینا۔ کلام میں رنگینی، حق کو باطل کی طرف اسی طرح پھیر دینا کہ لوگوں کے دلوں میں بات راسخ ہو جائے۔ اگرچہ نفس الامر میں وہ باطل، جھوٹ ہو، ظاہر حدیث سے پتا چلتا ہے کہ یہ جملہ آپ نے بیان اور مبالغہ کی مذمت میں فرمایا ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ بیان میں حسن اور اس کو آراستہ کر کے بیان کرنے کی تعریف ہے کہ اس سے مقصود کامل طور پر حاصل ہو جاتا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ متن حدیث میں دونوں احتمال ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ بیان جادو کی طرح ہے اگر اسے حق کے لیے استعمال کیا جائے تو جائز اور قابلِ مدح اور اگر باطل کے لیے ہو تو باطل ہوگا جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے۔ اَلشِّعْرُ كَلَامٌ حَسَنُهٗ حَسَنٌ وَّقَبِيْحُهٗ قَبِيْحٌ "شعر کلام ہے اچھا کلام حسین ہے اور برا کلام برا ہے۔

۴۵۷۳ ۲ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض اشعار حکمت[1] پر مشتمل ہوتے ہیں۔ (بخاری)

[1] مراح میں حکمت کے متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں۔ دانش۔ ہر چیز کی حقیقت، حکیم دانا، اسی سے لفظِ احکام ہمزہ کے نیچے زیر ہے۔ کسی کام کو مضبوط و مستحکم کرنے کے معنی میں ہے۔ اور بے وقوف کو اس کی بے وقوفی سے باز رکھنا

"حکمۃ" حا اور کاف پر زبر، لگام اور برائی سے کسی کو منع کرنا ہے۔ یہ حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے کہ آپ کا فرمان اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا بیان کی مدح پر دال ہے جس طرح یہاں حکمت و نصیحت پر مشتمل اشعار کی مدح کی گئی ہے اور یہ دونوں باتیں ایک حدیث میں اکٹھی بھی آئی ہیں جو فصل ثانی کے آخر میں ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ان ارشادات کے ذریعے ان لوگوں کا رد کیا گیا ہے جو اس بات کے قائل تھے کہ بیان ہر حال میں محمود ہے۔ اور شعر ہر حال میں مذموم۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں۔ بعض بیان جو جادو کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں وہ مذموم ہیں اور حکمت پر مبنی اشعار محمود ہوتے ہیں۔

۴۵۷۴ ۳ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَهَا ثَلَاثًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہلاک ہوگئے[۱] گہری باتیں[۲] کرنے والے۔ یہ آپ نے تین بار فرمایا۔ (مسلم)

[۱] غلو، ملمع سازی، تصنع اور مبالغہ کرنے والے۔

[۲] نِطَع۔ نون کے نیچے زیر طا پر زبر یا ساکن، تالو کا وہ حصہ جس میں بلندی اور پستی ہے۔ تاء، طاء اور دال کو حروف نطعیہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا مخرج تالو کا یہی مقام ہے اور تنطع۔ تالو میں بات کرنا کہلاتا ہے۔ یہاں گفتگو میں تکلف اور عمدًا فصیح بننا مراد ہے یعنی عبارت و الفاظ میں تصنع، ریا لوگوں کی خوشامد اور ان کو جال میں لانا مقصود ہو اور یہ خیال نہ رہے کہ معنی حق ہے یا نہیں اور نفس الامر میں بات درست بھی ہے یا نہیں۔ علامہ طیبی کہتے ہیں یہاں غلو بے فائدہ اور بیہودہ گوئی کرنے والے مراد ہیں۔

۴۵۷۵ ۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے سچی[۱] بات جو شاعر نے کہی لبید[۲] کی بات ہے کہ اللہ کے سوا ہر چیز فانی[۳] ہے۔ (صحیحین[۴])

[۱] شعراء جاہلیت کے کلام میں اکثر باتیں غلط ہوتی تھیں، شعراء کے جس فرد نے بہت ہی سچی بات کہی وہ لبید ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[۲] یہ صحابی ہیں۔ دور جاہلیت اور اسلام میں صاحبِ عزت و شرافت تھے۔ ایک سو ستاون سال کی عمر میں ان کا وصال ہوا۔

[۳] ہلاک اور معدوم ہونے والی ہے۔

[۴] ان کا یہ کلام، کلامِ مجید کے موافق ہے۔ ارشاد فرمایا كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (ہر شی فنا ہونے والی ہے) كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (اللہ کی ذات کے سوا ہر شے ہلاک ہونے والی ہے)

ترمذی کی بعض روایات میں یہ اشعار ہیں۔

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہُ بَاطِلٌ وَکُلُّ نَعِیْمٍ لَا مُحَالَۃَ زَائِلٌ
سِوٰی جَنَّۃِ الْفِرْدَوْسِ اِنَّ نَعِیْمَھَا سَیَبْقٰی وَاِنَّ الْمَوْتَ لَابُدَّ نَازِلٌ

اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی ہے، ہر دنیاوی نعمت زائل ہونے والی ہے سوائے جنت کے بے شک اس کی نعمتیں باقی رہیں گی، اور تحقیق موت انسان پر ضرور نازل ہونے والی ہے۔ یقیناً انہوں نے سچ کہا بے شک موت ضرور آکر رہے گی۔

۴۵۷۶ / ۵ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِیْدِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فَقَالَ ھَلْ مَعَکَ مِنْ شِعْرِ اُمَیَّۃَ بْنِ اَبِی الصَّلْتِ شَیْءٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ ھِیْہِ فَاَنْشَدْتُہٗ بَیْتًا۔ فَقَالَ ھِیْہِ ثُمَّ اَنْشَدْتُہٗ بَیْتًا فَقَالَ ھِیْہِ حَتّٰی اَنْشَدْتُہٗ مِائَۃَ بَیْتٍ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت عمرو بن شرید[1] اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور علیہ السلام کے ساتھ سوار ہوا آپ نے فرمایا: کیا تمہیں امیہ ابن ابی الصلت کے اشعار یاد ہیں؟ عرض کیا ہاں۔ فرمایا: پڑھو[2] میں نے ایک شعر پڑھا فرمایا اور پڑھو حتی کہ میں[3] نے آپ کو سو اشعار سنائے۔ (مسلم)

۱؎ عمرو بن شرید، تابعی۔ ثقہ اور اہل طائف میں سے ہیں۔ ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ ان کے والد کا نام شرید، شین پر زبر ہے اور وہ صحابی ہیں۔

۲؎ ھِیْہِ اس کا اصل اِیْہِ ہے۔ ہمزہ کو ہا سے بدل دیا، آخری ہا کو حذف کر کے ھِیْ بھی پڑھتے ہیں۔ معنی ہر صورت میں کسی کام یا بات میں اضافے کا حکم دینا ہے۔ صراح میں ہے کہ اِیْہِ کا معنی ہے مزید کہو۔

۳؎ ظاہر یہی ہے کہ ہر بار آپ نے مزید پڑھنے کے لیے فرمایا اور وہ پڑھتے رہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اشعار جو پر از حکمت ہوں۔ ان کا سننا سنت ہے۔ خواہ شاعر کافر ہو یا فاسق۔

۴؎ امیہ بن ابی الصلت کا تعلق قبیلۂ ثقیف سے ہے، دور جاہلیت میں اہل کتاب سے دین سیکھا، عبادت کرتے تھے اور احکام دین پر عمل کرتے تھے، قیامت پر ایمان رکھتے تھے اس کے اشعار حکمت و نصیحت پر مشتمل ہوتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا آمَنَ شِعْرُہٗ وَکَفَرَ قَلْبُہٗ۔ اس کے اشعار ایمان لائے اور اس کے دل نے کفر کیا، دوسری روایت میں ہے؟ آمَنَ لِسَانُہٗ وَکَفَرَ قَلْبُہٗ اس کی زبان ایمان لائی اور اس کے دل نے کفر کیا۔

یہ آدمی ہمیشہ اہل کتاب سے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھتا رہتا تھا۔ یہ گمان کرتا کہ شاید ہمارے قبیلے سے ہو، جب اس نے سنا کہ آپ قریش سے ہیں اور آپ کی صفات سے آگاہ بھی ہو گیا مگر حسد و عناد کی وجہ سے منکر ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ مناسب نہیں کہ میں ایسے شخص پر ایمان لاؤں جو ثقیف سے نہ ہو۔ ابن جوزی نے الوفا باخبار المصطفےٰ میں ذکر کیا ہے کہ جب اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اوصاف سنے تو اس نے آرزو کی کاش میں ان کو پا لوں۔ ان کی خدمت اور مدد کروں، لیکن جب آپ کی نبوت کا اظہار ہو گیا تو اس نے شقاوت کی وجہ سے انکار کر دیا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّقَاوَۃِ یہ پہلا شخص تھا جس نے خط کی ابتدا میں بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ لکھا تھا

قریش نے اسی سے یہ کلمہ سیکھا تھا اور دورِ جاہلیت میں یہی لکھا کرتے اس کا تفصیلی واقعہ ہے جسے ہم نے شرح میں بیان کیا ہے۔

۴۵۷۷ وَعَنْ جُنْدُبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ بَعْضِ الْمَشَاهِدِ وَقَدْ دَمِیَتْ اِصْبَعُهٗ فَقَالَ هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَا لَقِیْتِ . (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی جہاد میں شریک تھے آپ کی مبارک انگلی خون آلود[3] ہوگئی[2] تو آپ نے فرمایا[4] اے انگلی تو خون آلود ہوئی ہے تو نے اللہ کی راہ[5] میں یہ تکلیف اٹھائی ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱ مشاہد، حاضر ہونے کی جگہیں، شہادت کے مقامات، علامہ طیبی کہتے ہیں کہ غزوۂ اُحد مراد ہے۔

۲ دَمِیَتْ بروزن سَمِعَتْ ہے۔

۳ صاحب سفر السعادۃ کہتے ہیں کہ آپ کی انگلی پر پتھر لگنے کی وجہ سے خون جاری ہو گیا تھا۔

۴ آپ نے انگلی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

۵ اس تکلیف پر تجھے اجر ملے گا، یہ ضائع نہیں جائے گا۔ یہ امت کے لیے تعلیم ہے کہ اللہ کی راہ میں جو بھی تکلیف آتی ہے اس کا اجر ملتا ہے۔

بعض شارحین کے نزدیک یہ کا نافیہ ہے کہ تو نے کوئی بڑی تکلیف نہیں اٹھائی یہ خون آلودہ ہونا تو آسان ہے

٦ یہاں ایک اشکال ہے کہ یہ شعر ہے حالانکہ آپ کی ذاتِ اقدس اشعار سے منزہ ہے آپ سے اس کا صدور متصور نہیں ہو سکتا۔ شارحین نے اس کے مختلف جوابات دیے ہیں۔

(۱) شعر میں یہ شرط ہے کہ اس کا قائل اس کی موزونیت کا قصد و ارادہ کرے، اور آپ سے یہ قول موزونیت کے ارادے کے بغیر صادر ہوا تھا۔

(۲) یہ شعر عبداللہ بن رواحہ کا ہے جو انہوں نے غزوۂ موتہ کے موقع پر پڑھا تھا۔ آپ نے بطور تمثیل پڑھا نہ کہ بطور انشاء امام جلال الدین سیوطی نے یہی بیان کیا ہے۔

لیکن یہ جوابات اس صورت میں ہیں جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ آپ نے شعر پڑھا خواہ وہ کسی کا تھا۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ آپ کی مبارک زبان پر شعر آ ہی نہیں سکتا خواہ وہ غیر کا ہی ہو، یہ قول محلِ نظر ہے جیسا کہ لبید وغیرہ کے اشعار پڑھنے سے واضح ہے۔

(۳) بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ یہ از قبیل رجز ہے اس کو شعر نہیں کہا جاتا۔

(۴) علامہ طیبی کہتے ہیں کہ کبھی اچانک زبان پر شعر کا آجانے سے قائل کو شاعر نہیں کہا جا سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ (ہم نے آپ کو شعر کی تعلیم نہیں دی) سے یہی مراد ہے۔ لیکن ان کی یہ گفتگو محلِ نظر ہے کیونکہ اس کے ساتھ الفاظ ہیں وَمَا يَنْۢبَغِیْ لَهٗ (یہ آپ کے شایانِ شان نہیں) جن کا

تقاضا ہے کہ شعر آپ کی زبان پر آ ہی نہیں سکتا اور نہ ہی کوئی صورت بن سکتی ہے۔

۴۵۷۸ ۷ وَعَنِ الْبَرَآءِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ قُرَیْظَۃَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ اُھْجُ الْمُشْرِکِیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ مَعَکَ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِحَسَّانَ اَجِبْ عَنِّیْ اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت براء[۱] رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریظہ[۲] کے دن حسان[۳] بن ثابت سے فرمایا مشرکین کی ہجو[۴] کرو بے شک جبریل تمہارے[۵] ساتھ ہیں اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان سے فرماتے ہیں کہ میری طرف سے جواب[۶] دو اے اللہ! ان کی روح[۷] القدس کے ذریعے مدد فرما۔

(بخاری و مسلم)

[۱] حضرت براء مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔

[۲] بنو قریظہ کا واقعہ غزوۂ خندق کے بعد پیش آیا تھا۔ جیسا کہ باب القیام میں گزرا۔

[۳] حضرت حسان بن ثابت بن منذر بن حرام انصاری مدنی ہیں۔ اسلام اور جاہلیت کے شعراء میں سے عظیم شاعر ہیں۔ ان چار میں سے ہر ایک نے ایک سو بیس سال عمر پائی۔ حضرت حسان نے ساٹھ سال جاہلیت میں گزارے اور ساٹھ اسلام میں۔

[۴] ہجو کا شمار کرنا ہے جیسا کہ حروفِ ہجا اور تہجی کہا جاتا ہے۔ اب اس سے مراد کسی کے عیب شمار کرنا ہے۔ قاموس میں ہے کہ ہجو شعر کی صورت میں کسی کو برا بھلا کہنا ہے۔ صراح میں ہے کہ ہجو خلافِ مدح ہے۔

[۵] مضامین کے القاء کرنے میں جبریل امین تمہاری مدد و اعانت کریں گے۔

[۶] انہوں نے میرے بارے میں جو ناروا کہا ہے اس کا جواب دو۔

[۷] حضرت حسان کو جبریل امین کے ساتھ تقویت عطا فرما۔ حضرت جبریل کو روح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہی تمام پیغمبروں پر وہ علم اور شریعت لے کر آئے جس کے ذریعے دلوں کو ہمیشہ کی زندگی نصیب ہوئی، قدس۔ مقدس کے معنی میں ہے۔ اس سے مراد ذاتِ باری تعالےٰ ہے۔ تشریف و اکرام کی وجہ سے اضافت کی گئی ہے جیسا کہ رُوحِی اور رُوحُ اللہ میں ہے۔ یا قُدس روح ہی کی صفت ہو۔ اب اضافت بقدرت لزوم و اختصاص کی وجہ سے ہو گی جیسا کہ حاتمُ جُودٍ میں ہے۔

۴۵۷۹ ۸ وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اُھْجُوْا قُرَیْشًا فَاِنَّہٗ اَشَدُّ عَلَیْھِمْ مِّنْ رَشْقِ النَّبْلِ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قریش کی ہجو[۱] کرو کیونکہ یہ ان کے لیے تیر مارنے[۲] سے زیادہ سخت ہے[۳]

(مسلم)

[۱] اپنے شعراء کو فرمایا۔

[2] رَشق، راء پر زبر شین ساکن۔ تیر پھینکنے کو کہا جاتا ہے۔ نبل۔ نون پر زبر با ساکن بمعنی تیر ہے۔

[3] معلوم ہوا کہ کافروں اور دین کے دشمنوں کی مذمت کرنا پسندیدہ عمل ہے۔ لیکن علماء نے بیان کیا ہے کہ ان کی ہجو کے جواب میں، ہجو کہنی چاہیے۔ مسلمانوں کی طرف سے ابتدا نہیں ہونی چاہیے تاکہ یہ مسلمانوں کی ہجو کا باعث نہ بنیں۔

۴۵۸۰/۹ وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِحَسَّانَ اَنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفٰى وَاسْتَشْفٰى۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)۔

آپ ہی سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو حسان سے فرماتے ہوئے سنا جب تک تم اللہ[1] اور اس کے رسول کی طرف سے دفاع کرتے ہو۔ روح القدس تمہاری مدد کرتے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا کہ حسان نے ان کافروں کی ہجو کر کے شفا دی[2] اور شفا پائی۔ (مسلم)

[1] اللہ تعالےٰ کا ذکر بطور تبرک ہے یا یہ وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہانت اللہ کی اہانت کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ذکر اس لیے بھی ہو سکتا ہے کہ کافروں نے اللہ رب العزت کے بارے میں ناشائستہ کلمات کہے تھے۔ مثلاً وہ فقیر ہے اور صاحب اولاد ہے اور بتوں کو اس کا شریک مانتے تھے۔

[2] مسلمانوں کو شفا دی اور خود شفا پائی۔ کیونکہ ان کی اور مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ کافروں کی ہجو سن کر ان کے دل میں سخت جلن تھی۔ جب انہوں نے بھرپور جوابی کارروائی کی تو اب وہ جلن (بیماری) زائل ہو گئی[1]۔

۴۵۸۱/۱۰ وَعَنِ الْبَرَآءِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ التُّرَابَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى اغْبَرَّ بَطْنُهٗ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا اِنَّ الْاُوْلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا يَرْفَعُ بِهَا

حضرت براء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے دن[1] مٹی اٹھاتے تھے حتیٰ کہ آپ کا مبارک پیٹ غبار آلود ہو گیا اور کہتے[2] اگر اللہ تعالےٰ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ صدقہ دیتے، نہ نماز پڑھتے، پس ہم پر تو سکون نازل فرما۔ اور لڑائی کے وقت ہمیں ثابت قدم رکھ، یقیناً کفار نے

---

[1] حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ تعالےٰ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

حضور علیہ السلام حضرت حسان کو بشارت دے رہے ہیں کہ جب تم ہجو کے اشعار لکھنے لگتے ہو تو جناب جبریل تمہارے دل میں اچھے مضمون ڈالتے ہیں۔ تمہاری زبان پر اچھے الفاظ جمع فرماتے ہیں اور تم کو دعائیں دیتے، تمہارا احترام کرتے ہیں، یہ ہے حضرت جبریل کی مدد، معلوم ہوا کہ دشمنانِ دین کی ہجو اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔

(مرات، جلد۶ صہ۴۳۱)

صَوْتَهُ اَبَيْنَا اَبَيْنَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ہم پر بغاوت کی ہے۔ جب انہوں نے ہمیں فتنے میں ڈالنا چاہا تو ہم نے انکار کر دیا۔ بات۳ے نہ مانی۔ اَبَیْنَا بلند آواز سے اور بتکرار کہتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

۱ے آپ خود خندق کھودنے میں شریک ہوئے۔ مٹی اٹھا اٹھا کر لے جاتے تھے۔

۲ے آپ عبداللہ بن رواحہ کے اشعار رجز کی صورت میں پڑھ رہے تھے۔

۳ے ہمیں اسلام سے کفر کی طرف لانے کی کوشش کر رہے ہیں۱ے اور ہم نے ان کی بات کو رد کر دیا۔ ہے فِتْنَۃً کا معنیٰ آزمائش اور سونے کو پگھلانا ہے۔

۴ے ان الفاظ پر آپ بلند آواز کرتے یا اور فرماتے اَبَیْنَا اَبَیْنَا یا ضمیر مذکورہ اشعار کی طرف راجع ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ آپ بآواز بلند یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ اور اَبَیْنَا اَبَیْنَا کا اشارہ اس کلمہ کی تکرار کی طرف ہے۔

۴۵۸۲/۱۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَعَلَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ وَيَنْقُلُوْنَ التُّرَابَ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا يَقُوْلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُجِيْبُهُمْ اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین وانصار خندق کھود کر مٹی اٹھا رہے تھے اور یہ۱ے پڑھ رہے تھے کہ ہم لوگوں نے محمد عربی کی جہاد پر بیعت کی ہے جب تک ہم باقی ہیں ہمیشہ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے اے اللہ نہیں ہے زندگی مگر آخرت کی، پس انصار۲ے اور مہاجرین کو بخش دے۔

(بخاری و مسلم)

۴۵۸۳/۱۲ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا يَرِيْهِ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے پیٹ کا ایسی پیپ سے بھر جانا جس سے وہ گندا ہو جائے اس سے بہتر ہے کہ وہ شعر۱ے سے بھرا ہوا ہو۔

(بخاری و مسلم)

۱ے شعر اس شخص کا اس طرح مشغلہ بن جائے کہ قرآن، ذکر الٰہی اور علوم شرعیہ سے غافل ہو جائے یا اس سے معین شخص مراد ہے جیسا کہ تیسری فصل میں آ رہا ہے۔ الغرض یہاں وہ گندے اشعار مراد ہیں جو کفر، فحاشی اور ناروا مضامین پر مشتمل ہوں۔

۱ے ان مشرکین نے ہمارے خلاف بغاوت و سرکشی کر کے ہمیں جنگ پر مجبور کیا ہے۔

۲ے شعر کہنا چونکہ آپ کی عادت کریمہ نہ تھی اس لیے بعض روایات میں ہے کہ یوں کہہ دیتے فاعفر المہاجرینَ والانصار

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

٤٥٨٤ ١٣ عَنْ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّہٗ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ اَنْزَلَ فِی الشِّعْرِ مَآ اَنْزَلَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ یُجَاھِدُ بِسَیْفِہٖ وَلِسَانِہٖ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَکَاَنَّمَا تَرْمُوْنَھُمْ بِہٖ نَضْحَ النَّبْلِ۔

(رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

وَفِی الْاِسْتِیْعَابِ لِابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ اَنَّہٗ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاذَا تَرٰی فِی الشِّعْرِ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ یُحَارِبُ بِسَیْفِہٖ وَلِسَانِہٖ۔

دوسری فصل

حضرت کعب[1] بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے شعر کے بارے میں جو آیات[2] نازل کیں وہ کیں، تو آپ نے فرمایا[3]: مومن اپنی تلوار اور زبان دونوں[4] سے جہاد کرتا ہے، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم یہ اشعار کفار کو تیروں[5] کی طرح مارتے[6] ہو۔

(شرح السنۃ)

استیعاب ابن عبدالبر میں ہے کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ شعر کے بارے[8] میں فرمایئے آپ نے فرمایا مومن تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے۔

---

[1] یہ شعراء اسلام میں سے ہیں، مشاہیر شعراء اسلام تین ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم، حضرت کعب کافروں کے دلوں میں جہاد کا رعب و دبدبہ پیدا کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے حضرت حسان ان کے نسب پر طعن کرتے اور عبداللہ بن رواحہ ان کے کفر پر ان کی سرزنش کرتے تھے۔ حضرت کعب نے اپنے حال پر افسوس کرتے ہوئے اور شعر کو قبیح جانتے ہوئے عرض کیا تھا۔

[2] اللہ تعالےٰ نے جن آیات میں شعراء کی مذمت فرمائی ہے اس سے یہ مراد ہے وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُھُمُ الْغَاوٗنَ (شعراء کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں)

[3] آپ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔

[4] وہ شعراء جو اسلام اور دین کی اشاعت و تقریب کا سبب اور کفار کی ہجو کرتے ہیں وہ آیت مذکور کی مذمت کے تحت نہیں آتے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے خود استثناء فرمادیا ہے کہ اچھے شعراء اس میں شامل نہیں۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا (مگر وہ لوگ جو ایمان لائے، نیک عمل کیے اور اللہ کا کثرت سے ذکر کیا)

[5] تلوار کے زخم اس طرح جسم پر نہیں لگتے جس طرح زبان کے کلمات اور اشعار انہیں لگتے ہیں۔

[6] نَضْح۔ نون پر زبر، ضاد ساکن۔ اس کا معنی پھینکنا ہے۔

[7] یہ اسماء رجال کی مشہور کتاب ہے۔ مصنف کا مکمل نام عمر بن عبدالبر ہے۔

[8] اچھے شعر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

۴۵۸۵/۱۴ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْحَیَآءُ وَالْعِیُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْاِیْمَانِ وَ الْبَذَآءُ وَالْبَیَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا حیا اور خاموشی[۱] ایمان کی دو شاخیں ہیں۔ فحش گوئی[۲] اور زیادہ بولنا نفاق کی دو شاخیں ہیں[۳]۔

(ترمذی)

۱؎ عِیّ عین کے نیچے زیر، یا مشدد، گفتگو میں کمی۔ یہ بیان کی ضد ہے۔ اور اس کا معنی عجز، ناتجربہ کاری، عدم استحکام بھی ہے لیکن اس جگہ پہلا معنیٰ مناسب ہے۔

۲؎ گفتگو میں بیہودگی، تکلّف، تفنّع اور مبالغہ مراد ہے۔

۳؎ حیا کے ایمان کی شاخ ہونے کی وجہ کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔ رہا خاموشی کا ایمان کی شاخ ہونا اور کثرتِ کلام کا نفاق کی شاخ ہونا اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن حیا، انکساری، مسکنت اور خوفِ خدا کی وجہ سے اثبات مدعا میں کامل طور پر کامیاب نہیں ہوتا کیونکہ اس میں مبالغہ اور چرب لسانی نہیں ہوتی۔ بخلاف منافق کے کہ بیہودگی میں دلیر اور جراءت مند ہوتا ہے۔ اس حدیث کا خلاصہ دوسری حدیث میں یوں بیان ہوا ہے اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ کَرِیْمٌ وَالْمُنَافِقُ خَبٌّ لَئِیْمٌ مومن فریب کھانے والا اور سادہ دل ہوتا ہے اور منافق فریب دینے والا اور کمینہ ہوتا ہے اگر لفظ عِیٌّ کا ترجمہ ناتجربہ کار کیا جائے تو اس حدیث کے زیادہ مناسب ہے۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں ایمان، حیا، احتیاط اور کلام میں تحفظات کا تقاضا کرتا ہے۔ برخلاف نفاق کے کہ وہاں ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اس توجیہ کے پیش نظر عِیٌّ سے مراد یہ ہوگا کہ مومن اگر خاموشی اختیار کرتا ہے تو اس کی وجہ تحمل و بردباری، گفتگو میں احتیاط، گرفت، و غضبِ الٰہی کا خوف ہوتا ہے۔ یہ وجہ نہیں کہ اس کی زبان عاجز ہوتی ہے اور بذاء سے مراد وہ بیان ہے جس میں بیہودگی پر جراءت و دلیری کی جائے اور گفتگو میں کسی قسم کی کوئی احتیاط پیش نظر نہ ہو اگرچہ وہ سراسر جھوٹ، کذب اور افترا ہو۔

۴۵۸۶/۱۵ وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَبَّکُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبَکُمْ مِنِّیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَحَاسِنُکُمْ اَخْلَاقًا وَاِنَّ اَبْغَضَکُمْ اِلَیَّ وَاَبْعَدَکُمْ مِنِّیْ مَسَاوِیْکُمْ اَخْلَاقًا الثَّرْثَارُوْنَ الْمُتَشَدِّقُوْنَ الْمُتَفَیْہِقُوْنَ ۔

(رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ نَحْوَہٗ عَنْ جَابِرٍ وَّ فِیْ رِوَایَتِہٖ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ فَمَا الْمُتَفَیْہِقُوْنَ

حضرت ابو ثعلبہ خشنی[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے سب سے محبوب اور قیامت کے دن میرے بہت قریب اچھے اخلاق والا ہوگا اور تم میں سے مجھے بہت ناپسند اور مجھ سے بہت دور برے[۲] اخلاق والا ہوگا۔ جو منہ پھٹ[۳] فراخ گو[۴]، متکبر[۵] (ہو) اسے امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔ ترمذی[۶] نے اسی طرح حضرت جابر سے روایت کیا اور ایک روایت میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم ثارون اور متشدقون کو جانتے

قَالَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ۔

ہیں مُتَفَیْہِقُوْنَ سے کون مراد ہیں؟ فرمایا تکبر کرنے والے)

۱ہ الخُشَنی خا پر پیش، شین پر زبر۔ خشین بن نمر کی طرف نسبت ہے۔ صحابی ہیں۔ ان کا نام جرہم بن ناشب ہے جیم اور ہا دونوں پر پیش ہے۔ ان کے اور ان کے والد کے نام میں کافی اختلاف ہے۔ مشہور یہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے، ان کی کنیت نام سے زیادہ مشہور ہے۔ انہوں نے بیعت رضوان کے موقع پر حضور کی بیعت کی تھی۔ آپ نے خیبر کی غنیمت سے حصہ دیا۔ اور انہیں ان کی قوم کی طرف روانہ فرمایا پھر وہ تمام قوم اسلام لے آئی۔ پچھتر ہجری میں ان کا وصال ہوا۔ بعض نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور تھا۔ اکثر نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

۲ہ بعض روایات میں اَسَاوِیْکُمْ ہے یہ اَسْوَأُ کی جمع ہے۔ جس طرح اَحَاسِنُکُمْ، اَحْسَنُ کی جمع ہے۔ مَسَاوِیْ میم پر زبر سُوْءٌ کی جمع ہے جس طرح مَحَاسِنُ، حُسْنٌ کی جمع ہے خلافِ قیاس، مصدر کو بطور وصف لا کر جمع بنا دیا۔

۳ہ اَلثَّرْثَارُوْنَ: ثا پر زبر، را ساکن، بہت زیادہ گفتگو کرنے والے اور دورانِ گفتگو تکلف کا اظہار کرنے والے مراد ہیں۔ ثَرْثَرَۃٌ کثرتِ کلام کو کہا جاتا ہے۔

۴ہ اَلْمُتَشَدِّقُوْنَ یہ شِدْق سے بنا ہے شین کے نیچے زیر یا اس پر زبر، دال ساکن۔ منہ کے ایک گوشے کو کہا جاتا ہے۔ یہاں وہ مقرر مراد ہے جو گفتگو میں تصنع کا اظہار کرے۔

۵ہ اَلْمُتَفَیْہِقُوْنَ میم پر پیش، فا اور تا پر زبر یا ساکن۔ فراخ جگہ، منہ اور تالو بھر کر کلام کرنا۔ فہق۔ کسی شی کا پُر ہونا۔ فیہق ہر چیز کی فراخی۔ تفہق۔ لمبی گفتگو کرنا اور منہ بھر کر گفتگو کرنا۔

۶ہ ترمذی نے حضرت جابر سے اسی طرح روایت کی ہے مگر الفاظ مختلف ہیں۔

۷ہ کیونکہ کلام میں تصنع اور تکلف تکبر کی وجہ سے آتا ہے لہٰذا اس کی تفسیر متکبر کے ساتھ فرما دی گویا یہ لازم کے ساتھ تفسیر ہے۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کلام میں جھوٹ ثابت کرنے کے لیے تکلف تصنع اور بناوٹ مذموم و منع ہے۔ باقی خطبات و مواعظ میں حسن نیت کے ساتھ جو کلام کے سجع وغیرہ کا خیال رکھا جاتا ہے اور اس سے لوگوں کے دلوں میں نرمی اور باطن میں اثر پیدا ہوتا ہے۔ وہ عمل ناپسندیدہ نہیں۔

۴۵۸۷/۱۶ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَخْرُجَ قَوْمٌ یَّاْکُلُوْنَ بِاَلْسِنَتِہِمْ کَمَا تَاْکُلُ الْبَقَرَۃُ بِاَلْسِنَتِہَا۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ایسی[1] قوم نکلے گی جو اپنی زبانوں سے ایسے[2] کھائے گی جیسے گائیں اپنی زبانوں سے کھاتی ہیں۔ (احمد)

۱ہ پیدا اور ظاہر ہو گی۔

۲ہ وہ لوگوں کی مدح و ذم کرتے ہیں باطل، جھوٹ اور کذب بیانی میں فصاحت و بلاغت کے ساتھ خوب مبالغہ

کر کے لوگوں سے عطیات وصول کرے گی۔

ے۳ جس طرح یہ فرق نہیں کرتیں کہ یہ گھاس کڑوا ہے یا شیریں، تر ہے یا خشک۔ اسی طرح یہ لوگ بھی دنیا کے حصول اور کھانے پینے کے لیے حق و باطل میں کوئی امتیاز نہیں کریں گے۔

۴۵۸۸/۱۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْبَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِیْ يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهٖ كَمَا يَتَخَلَّلُ الْبَاقِرَةُ بِلِسَانِهَا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ)

وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بلیغ[۱] آدمی کو ناپسند کرتا ہے جو زبان کو اس طرح پھیرتا[۲] ہے جس طرح گائے زبان[۳] پھیرتی ہے۔

(ترمذی، ابوداؤد)

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

ے۱ کلام میں تکلف و مبالغہ کرنے والا۔

ے۲ منہ بھر کر گفتگو کرتا ہے اور زبان کو تیز چلاتا ہے

ے۳ تخلل کا معنی کسی چیز کا درمیان میں آنا ہے۔ اسی وجہ سے دانتوں کے درمیان کو خلال کہا جاتا ہے۔ تکلفانہ گفتگو میں منہ کے اندر زبان کو گردش دینے کو گائے کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی ہے کہ وہ گھاس چرتے وقت زبان کو حرکت دیتی رہتی ہے۔ باقرۃٌ، بقرۃٌ کی جمع ہے۔ اس کا استعمال اکثر تاء کے بغیر ہوتا ہے۔ اور تا کے ساتھ استعمال قلیل ہے۔

۴۵۸۹/۱۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ لَيْلَةَ اُسْرِیَ بِقَوْمٍ تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنَ النَّارِ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيْلُ مَنْ هٰؤُلَآءِ قَالَ هٰؤُلَآءِ خُطَبَآءُ اُمَّتِكَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات ہمیں معراج کرائی گئی ہم ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ ہم نے پوچھا جبریل یہ کون ہیں؟ عرض کیا کہ یہ آپ کی امت کے واعظین ہیں جو کہتے ہیں وہ[۱] کرتے نہیں۔

(ترمذی نے اسے روایت کر کے کہا یہ حدیث غریب ہے)

ے۱ لوگوں کو نیک باتیں کہتے ہیں مگر خود عمل نہیں کرتے، یہاں گرفت عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے کسی کو کہنے کی وجہ سے نہیں، کیونکہ نہ کرنا برائی ہے۔ کسی کو اچھی بات بتانا برائی نہیں۔ اگرچہ خود عمل نہ کرے۔ لہٰذا کہنے سے پہلے اس پر عمل کرنا شرط نہیں ہے ہاں کر لینا بہتر ہے کیونکہ اس کے بغیر اثر نہیں ہوگا۔

۴۵۹۰/۱۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ صَرْفَ الْكَلَامِ[1] لِيَسْبِيَ بِهٖ قُلُوْبَ الرِّجَالِ اَوِ[2] النَّاسِ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَرْفًا[3] وَّلَا عَدْلًا۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو باتوں میں ہیر پھیر سیکھے تاکہ اس سے لوگوں[2] یا مردوں کے دل قابو کرے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کے نہ فرائض[3] قبول فرمائے گا اور نہ نفل۔ (ابوداؤد)

[1] صرف کلام سے مراد یہ ہے کہ تحسین کلام میں جھوٹ، کذب بیانی بطور ریاکاری کی جائے اور التباس وابہام پیدا کرنے کے لیے اس میں رد و بدل کر لیا جائے۔ اسی وجہ سے بیان کو جادو کہا گیا ہے کہ سحر لغت میں صرف کے معنی میں آیا ہے۔ قاموس میں ہے کہ صرف کلام یہ صرف دراہم سے لیا گیا ہے۔ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب دراہم کی مقرر مقدار سے زائد لیے جائیں۔ بعض حواشی میں ہے کہ صرف کلام کا معنی کلام کو مختلف طریقوں سے لانا ہے۔

[2] راوی کو شک ہے کہ لفظ رجال ہے یا الناس۔

[3] صرف سے توبہ اور عدل سے فدیہ مراد ہے یا صرف سے نفل اور عدل سے فرض یا اس کا عکس مراد ہے۔

۲۵۹۱ ۲ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّهٗ قَالَ يَوْمًا وَّقَامَ رَجُلٌ فَاَكْثَرَ الْقَوْلَ فَقَالَ عَمْرٌو وَّلَوْ قَصَدَ[2] فِيْ قَوْلِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَقَدْ رَاَيْتُ اَوْ اُمِرْتُ اَنْ تَجَوَّزَ[3] فِي الْقَوْلِ فَاِنَّ الْجَوَازَ هُوَ خَيْرٌ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے بہت باتیں کیں۔ حضرت عمرو نے فرمایا: اگر یہ میانہ[2] روی اختیار کرتا تو اچھا[1] تھا۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ میں مناسب سمجھتا ہوں یا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ گفتگو مختصر کیا کروں کیونکہ مختصر[3] کلام ہی بہتر ہے۔

(ابوداؤد)

[1] یہ گفتگو لمبی نہ کرتا۔

[2] قصد، استقامتِ طریق اور افراط کی ضد یعنی اعتدال کی راہ۔

[3] صراح میں جواز کے یہ معانی بیان ہوئے ہیں، جاری ہونا، کسی جگہ یا راستہ سے گزرنا، پانی دینا۔ نماز آرام سے ادا کرنا۔ مجازاً گفتگو کرنا۔

۲۵۹۲ ۲۱ وَعَنْ صَخْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا وَّاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا وَّاِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا وَّاِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالًا۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت صخر بن عبداللہ بن بریدہ[1] اپنے والد اور وہ اپنے جدِ امجد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بعض بیان جادو[2] ہیں، بعض علم جہالت[3] ہیں بعض شعر حکمت اور بعض کلام وبال ہیں۔ (ابوداؤد)

۱؎ حضرت بریدہ اسلمی مشہور صحابی ہیں، عبد اللہ بن بریدہ، مشہور تابعین میں سے اور ثقہ ہیں۔ مرو کے قاضی تھے ان کے بھائی سلیمان بن بریدہ تھے۔ منقول ہے کہ سلیمان، عبد اللہ سے افضل ہیں۔ صخر بن عبد اللہ مروزی نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی۔ امام ابو داؤد نے یہی ایک حدیث ان سے روایت کی ہے۔

۲؎ اس پر تفصیلی گفتگو گزر چکی ہے۔

۳؎ علامہ طیبی نے اس کے دو معانی نہایہ سے نقل کیے ہیں۔

(۱) ایسے علوم سیکھنا جن کی ضرورت نہیں ہے۔ مثلاً علم نجوم، علم فلسفہ وغیرہ اور ان علوم کو ترک کر دینا جن کی ضرورت ہے۔ مثلاً قرآن و سنت کا علم تو اب بعض علوم دوسرے علوم سے جہالت کا سبب بن گئے، لہٰذا ان کو جہالت قرار دیا گیا۔

(۲) علم رکھنے کے باوجود عمل نہ کیا تو گویا یہ جہالت کا مظاہرہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں یہ مراد ہو ایک آدمی علم کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ نفس الامر میں وہ جاہل ہے تو یہ علم نہیں جہالت ہے۔ باری تعالےٰ کی ذات و صفات کے ادراک میں غلو بظاہر علم ہے مگر درحقیقت جہالت ہے کیونکہ اس بارے میں علم کی توقع محال ہے۔ اسی طرح بعض مقاماتِ علم ایسے ہیں جن کو جانا ہی نہیں جا سکتا تو وہاں اس بات کا اقرار کہ میں نہیں جانتا۔ یہی جہالت کا اقرار علم قرار پاتا ہے۔ حالانکہ نفس الامر میں جہالت ہے۔ پس یہ کہنا کہ بعض علوم جہالت میں درست ہے۔

۴؎ بعض روایات میں لَحُکْمًا ہے۔ بعض شعر ایسے نافع ہوتے ہیں جو جہالت اور بے وقوفی سے مانع ہوتے ہیں۔ حُکم، علم، فقہ اور عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے کا معنی میں آتا ہے۔ دیگر روایات میں لَحِکْمَۃً ہے۔ وہ بھی بمعنی حکم ہے۔ نہایۃ میں اسی طرح ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حکم و حکمت دونوں کا ایک معنی ہے۔ جس روایت میں حکمت آیا ہے اسے معنیٔ حُکم پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح روایت حکم کو معنی حکمت پر محمول کر سکتے ہیں۔

۵؎ عیال۔ وبال قائل پر ہوگا یا اگر سامع جاہل ہوا تو گفتگو نہ سمجھنے کی وجہ سے اسے ملال ہوگا۔ اور اگر عالم ہوا تو پہلے ہی جانتا تھا یا اس سے مراد وہ بوجھ ہے جو ایسے شخص پر ہو جو گفتگو سننا ہی نہ چاہتا تھا۔ اس عبارت کی یہی تفسیر بیان کی گئی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۴۵۹۳/۲۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْمُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ يُنَافِحُ وَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ

تیسری فصل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان کے لیے مسجد میں منبر رکھتے جس پر وہ کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے فخر کرتے یا دفاع کرتے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے اللہ تعالیٰ بذریعہ

الْقُدُسِ مَا نَافَحَ اَوْ فَاخَرَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

جبریل حسان کی مدد فرماتا ہے جب تک اس کے رسول کی طرف سے[1] فخر کرتے یا دفاع کرتے ہیں۔

(بخاری)

[1] یہ راوی کا شک ہے۔

[2] جس روایت کی ابتدا میں لفظ یُفَاخِرُ پہلے آیا ہے اس کے آخری حصہ میں بھی فَاخَرَ پہلے ہونا چاہیے اسی طرح یُنَافِحُ اور نَافَحَ کا معاملہ ہے۔

۴۵۹۴/۲۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَادٍ یُقَالُ لَہٗ اَنْجَشَۃُ وَکَانَ حَسَنَ الصَّوْتِ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُوَیْدَکَ یَا اَنْجَشَۃُ لَا تَکْسِرِ الْقَوَارِیْرَ قَالَ قَتَادَۃُ یَعْنِیْ ضَعَفَۃَ النِّسَآءِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حدی خواں تھا جسے انجشہ کہا جاتا تھا اور وہ خوش آواز تھا۔ آپ نے اسے فرمایا؛ اے انجشہ آہستہ شیشے کی بوتلیں نہ توڑ دینا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے کمزور باطن عورتیں مراد ہیں۔

(بخاری ومسلم)

[1] صراح میں ہے کہ حدا گانا گا کر اونٹوں کو خوب تیز چلانا ہے۔ یہ غنا کی ایک قسم ہے۔ جو بالاتفاق مباح ہے اس میں کسی بھی عالم کو اختلاف نہیں۔ اہلِ عرب کی عادت تھی کہ جب اونٹ تھک جاتے تو حدی کی صورت میں خوبصورت آواز میں کلام پڑھتے تاکہ اونٹ گرم، مست اور تیز ہو جائیں۔

[2] انجشہ۔ ہمزہ پر زبر، نون ساکن، جیم وشین پر زبر۔

[3] قواریر۔ یہ قارورۃ بمعنی شیشہ کی جمع ہے۔

[4] اس جملے کے دو معانی بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ خواتین کے اجسام نہایت نرم اور ضعیف ہوتے ہیں۔ اونٹوں کے تیز چلنے کی وجہ سے انہیں تھکاوٹ ہو جائے گی۔ دوسرا یہ کہ ان کے دل کی نرمی وضعف اور تاثیر کی سرعت کی وجہ سے ایسا فرمایا کہ کہیں اس آواز کی وجہ سے ان کے باطن میں وساوس برائی پیدا نہ ہو جائیں۔ کیونکہ سرود وغنا کی خاصیت ہے کہ وہ طبیعت میں حرکت و مستی پیدا کرتے ہیں اسی لیے حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا غنا (گانا) زنا کا داعی ہے۔ اگرچہ ازواج مطہرات میں ایسے تصورات بعید ہیں مگر وساوس کا آنا اختیار میں نہیں ہوتا، للذا ایسے معاملہ میں احتیاط ہی بہتر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کے افعال واقوال امت کی تعلیم وتربیت کے لیے ہوتے ہیں۔ اکثر شارحین نے اس آخری معنی کو ترجیح دی ہے۔ اگرچہ الفاظ حدیث واضح طور پر پہلے معنیٰ پر دال ہیں[1]۔

---

[1] معنی اول لینے میں شیشے کا ٹوٹنا لازم نہیں ہاں اس میں فساد آتا ہے، یہاں محدثین نے تیسرا معنی بھی بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ اونٹ خوبصورت آواز پر خوب مست ہوتے ہیں اور انجشہ کی آواز نہایت خوبصورت تھی۔ آپ نے (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

۴۵۹۵/۲۴ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَّقَبِيْحُهُ قَبِيْحٌ۔

رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ وَرَوَى الشَّافِعِيُّ عَنْ عُرْوَةَ مُرْسَلًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس شعر کا ذکر کیا گیا[1] تو آپ نے فرمایا یہ ایک کلام[2] ہے۔ اچھا شعر اچھا اور بُرا شعر بُرا ہوتا ہے۔

(دار قطنی[3]، امام شافعی نے اسے حضرت عروہ[4] سے مرسلاً روایت کیا ہے۔)

[1] آپ سے عرض کیا گیا کہ شعر اچھا ہوتا ہے یا بُرا۔

[2] یہ بھی ایک کلام ہے۔ شعر میں وزن، قافیہ کی جو زیادتی ہوتی ہے اس کا حرمت و کراہت میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس کا مدار اس کے معنی و مضمون پر ہے۔ اگر مضمون اچھا ہے تو شعر اچھا ورنہ بُرا ہوگا۔ شعر کے بارے میں اس حدیث نے خوب فیصلہ کر دیا ہے جس سے اختلاف ختم ہو گیا۔

[3] دارقطنی نے یہ حدیث مرفوعاً بیان کی ہے۔

[4] عروہ بن زبیر یہ تابعی ہیں۔

۴۵۹۶/۲۵ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ نَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ اِذْ عَرَضَ شَاعِرٌ يُّنْشِدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوا الشَّيْطَانَ اَوْ اَمْسِكُوا الشَّيْطٰنَ لَاَنْ يَّمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمْتَلِئَ شِعْرًا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مقام عرج[1] میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ ایک شاعر شعر کہتا ہوا سامنے آیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شیطان کو پکڑ لو یا روکو اس شیطان کو، کسی شخص کے پیٹ کا پیپ سے بھرا ہوا ہونا اس سے بہتر ہے اشعار سے بھرا ہوا ہو[2]۔ (مسلم)

[1] عرج۔ عین پر زبر، را ساکن۔ مکہ مکرمہ کے راستے میں ایک جگہ کا نام ہے۔

[2] جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ملاحظہ فرمایا کہ شعر کہہ رہا ہے اور بے باکی کے عالم میں جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کی جانب متوجہ ہی نہیں ہوا تو آپ نے محسوس فرمایا کہ یہ اشعار سے پُر ہے اور اس کی وجہ سے اس میں بے حیائی اور بے ادبی در آئی ہے، اس لئے آپ نے اسے شیطان سے تعبیر فرمایا کہ بارگاہ رحمت سے دور ہو چکا ہے اور ان اشعار کی مذمت کی جن کی وجہ سے اس میں غرور اور تکبر پیدا ہوا۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) محسوس فرمایا کہ کہیں اونٹوں میں اسی طرح مستی نہ آجائے کہ خواتین کا ان کے اوپر سوار رہنا دشوار ہو جائے اور گر کر ان کے اعضا نہ ٹوٹ جائیں۔

۴۵۹۷/۲۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی اگاتا ہے۔

(بیہقی، شعب الایمان[1])

[1] یہ حدیث دیلمی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے۔

اِنَّ الْغِنَاءَ وَاللَّهْوَ يُنْبِتَانِ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْعُشْبَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنَّ الْقُرْاٰنَ وَالذِّكْرَ يُنْبِتَانِ الْاِيْمَانَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْعُشْبَ۔

گانا اور لہو دل میں نفاق پیدا کرتے ہیں جیسے پانی تر و تازہ گھاس اگاتا[1] ہے اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے قرآن اور ذکر دل میں ایمان پیدا کرتے ہیں جیسے پانی تر گھاس اگاتا ہے۔

[1] عُشب عین پر پیش، شین ساکن، تر و تازہ گھاس کو کہتے ہیں۔

۴۵۹۸/۲۷ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِيْ طَرِيْقٍ فَسَمِعَ مِزْمَارًا فَوَضَعَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ وَنَاٰى عَنِ الطَّرِيْقِ اِلَى الْجَانِبِ الْاٰخَرِ ثُمَّ قَالَ لِيْ بَعْدَ اَنْ بَعُدَ يَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا قُلْتُ لَا فَرَفَعَ اِصْبَعَيْهِ مِنْ اُذُنَيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ يَرَاعٍ فَصَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ قَالَ نَافِعٌ وَكُنْتُ اِذْ ذَاكَ صَغِيْرًا۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوُدَ)

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر میں تھا۔ آپ نے باجے کی آواز سنی تو انگلیاں کانوں میں ڈال لیں اور راستہ سے دور دوسری طرف ہٹ[1] گئے۔ پھر دور جانے کے بعد مجھے فرمایا: اے نافع تم کچھ سن رہے ہو؟ میں نے کہا نہیں تب آپ نے انگلیاں اپنے کانوں سے نکالیں اور فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ نے بانسری کی آواز سنی تو اسی طرح کیا جس طرح میں نے کیا ہے نافع کہتے ہیں کہ میں اس وقت چھوٹا[2] تھا۔

(احمد، ابو داؤد)

[1] اجتناب اور احتراز کی خاطر۔

[2] انہوں نے یہ بتلایا ہے کہ میں اس وقت مکلف نہ تھا اس لیے مجھے منع نہ فرمایا۔ یہ اس لیے کیا تاکہ کوئی شخص یہ نہ کہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔ ابن عمر نے کمال تقویٰ و ورع کی وجہ سے ایسے کیا۔ اگر مکروہ تحریمی ہوتا تو نافع کو بھی منع فرماتے۔ دوسرے مقام پر اس مسئلہ پر بڑی تفصیلی گفتگو ہے۔ ہم نے فقہا، محدثین اور مشائخ طریقت کے حوالے سے گفتگو کی ہے۔ محدثین [illegible] میں غنا کی حرکت پر کوئی حدیث [illegible] ہے۔ مشائخ کہتے ہیں کہ جس مقام پر غنا سے منع کیا ہے اس سے مراد وہ گانا ہے جو لہو و لعب کے طور پر [illegible] نہ منع نہیں۔ فقہا کرام نے اس معاملہ میں بہت سختی سے کام لیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ حِفْظِ اللِّسَانِ وَالْغِيْبَةِ وَالشَّتْمِ

۳۱۶۔ جھوٹ، غیبت اور بدکلامی سے زبان کو محفوظ رکھنے کا بیان

زبان کو نامناسب گفتگو سے محفوظ رکھنا خصوصاً کسی کی غیبت اور برا بھلا کہنے سے ضروری ہے، غیبت، غین کے نیچے زیر ہے۔ اس سے مراد کسی کو اس کی پشت کے پیچھے برا کہنا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۴۵۹۹ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّضْمَنْ لِّيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ[1] وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھے اس چیز کی ضمانت دے دے جو اس کے دونوں جبڑوں[1] اور دونوں ٹانگوں[2] کے درمیان ہے تو میں اُسے[3] جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (بخاری)

[1] لَحْیَیْنِ لام پر زبر، حا ساکن۔ اس ہڈی کو کہتے ہیں جس پر دانت اور داڑھی اگتی ہے۔ یہاں اس سے منہ اور زبان مراد ہے۔ یعنی زبان کو بیہودگی سے جو کفر و نافرمانی کا موجب ہو اور منہ کو حرام کھانے پینے سے بچنے کی ضمانت دے۔

[2] اس سے مراد شرمگاہ ہے کہ اسے معصیت سے محفوظ رکھے۔

[3] درحقیقت یہ باری تعالےٰ کی ضمانت ہے کیونکہ اس نے اپنے فضل و کرم سے بندوں کا رزق اپنے ذمہ لیا ہے۔ اور اعمال کی جزا و ثواب کا مؤکد وعدہ فرمایا ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں۔

۴۶۰۰ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِّضْوَانِ اللهِ لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَّرْفَعُ اللهُ بِهَا دَرَجٰتٍ وَّاِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللهِ لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَّهْوِيْ بِهَا فِيْ جَهَنَّمَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ رضائے[1] الٰہی کا کوئی کلمہ بول دیتا ہے جس کا اسے احساس نہیں ہوتا[2]۔ اللہ تعالےٰ اس کی وجہ سے اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور بندہ اللہ تعالےٰ کی ناراضگی[3] کا کوئی کلمہ بول دیتا ہے جس کی وہ پرواہ نہیں کرتا۔ اس کلمہ کی وجہ سے وہ

يَهْوِىْ بِهَا فِى النَّارِ اَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ۔

آدمی دوزخ۴؎ میں گر جاتا ہے (بخاری) اور دوسری۵؎ روایت میں کہ اس آگ میں گر جاتا ہے جس کا فاصلہ مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ کے برابر ہے۔

۱؎ وہ کلمہ رضائے الٰہی کی جگہ یا رضائے کی طلب کے لیے صادر ہوتا ہے وہ ایسا کلمہ ہوتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے۔

۲؎ اس کلمے کے بارے میں دل میں یہ احساس نہ تھا کہ اس کا درجہ کیا ہے۔ اس کے کہنے میں کوئی حرج محسوس نہ کیا اور اسے نہایت ہی آسان جانا۔

۳؎ بعض اوقات بندہ ایسی گفتگو کرتا ہے کہ اس میں رضائے الٰہی نہیں ہوتی اور بندہ اس کے کہنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا بلکہ اسے بہت آسان تصور کرتا ہے۔

۴؎ زبان کی ہر وقت حفاظت کرنی چاہیے۔ اس کے عمل کو معمولی تصور نہ کیا جائے۔ بعض اوقات انسان نہایت ہی معمولی بات سمجھ کر گفتگو کر دیتا ہے لیکن اگر وہ کلمات حق ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے جنت میں درجات بلند فرما دیتا ہے۔ اور اگر وہ کلمات باطل ہوں تو اور دوزخ میں گرنے کا سبب بن جاتے ہیں۔

۵؎ یہ دوسری روایت مسلم و بخاری میں ہے۔

۴۶۰۱ ۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُهٗ كُفْرٌ ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی۱؎ دینا فسق اور اسے۳؎ قتل کرنا کفر۴؎ ہے۔
(بخاری و مسلم)

۱؎ سِبَاب۔ صراح میں ہے کہ سین کے نیچے زیر۔ گالی دینا۔

۲؎ فسق، فسوق، چمڑے سے نرمی کو دور کرنا۔ شریعت میں نافرمانی پر بولا جاتا ہے۔

۳؎ قتال، ایک دوسرے کو قتل کرنا۔

۴؎ یہ قتل مسلم پر سخت وعید ہے اور اس سے مقصود اسلام کامل کی نفی ہے۔ اس پر دوسری حدیث اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ (مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔) اس معنی پر دال ہے۔ اگر کسی نے دوسرے مسلمان کو اس کے اسلام کی وجہ سے یا اس کے خون کو مباح جانتے ہوئے قتل کیا تو ایسی صورت میں قاتل یقیناً کافر ہو جائے گا۔

۴۶۰۲ ۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخِيْهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی۱؎ کو کافر کہے تو وہ کفر ان دونوں میں سے ایک۲؎ پر

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

پر لوٹے گا۔

(بخاری و مسلم)

[1] دوسرے مسلمان بھائی کو بغیر کسی تاویل کے کافر کہے۔

[2] کہنے والا یا جس کے لیے کہا گیا اگر یہ سچ ہوا تو وہ دوسرا شخص کافر ہے مسلمان نہیں اور اگر یہ جھوٹ ہے تو یہ کہنے والا کافر ہو جائے گا اس لیے کہ کسی بھی مومن کو کافر کہتا ایمان کو کفر قرار دینے اور دین اسلام کو باطل جاننے کا اعتقاد کیا۔

۴۶۰۳/۵ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَا یَرْمِیْہِ بِالْکُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَیْہِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ صَاحِبُہٗ کَذٰلِکَ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص کسی دوسرے کو فسق وکفر کی تہمت نہیں لگاتا مگر وہ اس پر[1] لوٹتا ہے اگر وہ دوسرا ایسا[2] نہ ہو۔

(بخاری)

[1] فسق وکفر کی تہمت لگانے والے پر۔

[2] اگر وہ فاسق نہ تھا تو یہ فاسق ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر وہ کافر نہ تھا تو یہ خود کافر ہو جائے گا۔

۴۶۰۴/۶ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْکُفْرِ اَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰہِ وَلَیْسَ کَذٰلِکَ اِلَّا حَارَ عَلَیْہِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ان ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کو کافر کہا یا اسے اللہ کا دشمن کہے[1] حالانکہ وہ ایسا[2] نہ تھا تو یہ خود اس پر لوٹ[3] آئے گا۔

(بخاری و مسلم[4])

[1] یہ بھی کافر کہنے کے حکم میں ہے۔

[2] وہ شخص دشمن خدا اور کافر نہ تھا۔

[3] یہ خود کافر و دشمن خدا ہے۔ حَارَ، حَوْرٌ سے ہے اس کا معنی واپس ہونا ہے۔

[4] اس سے واضح ہو رہا ہے کہ جو کسی مسلمان کو بغیر کسی دلیل و تاویل کے کافر کہے اس سے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ وجہ واضح ہے کہ اس نے اسلام کو کفر قرار دیا ہے۔ اس مقام پر علامہ طیبی نے خصوصی گفتگو کی ہے اور ہم نے بھی شرح (لمعات) میں اسے ذکر کیا ہے۔

۴۶۰۵/۷ وَعَنْ اَنَسٍ وَّاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَی الْبَادِیْ مَا لَمْ یَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں دو گالی دینے والے جو کچھ کہتے ہیں اس کا وبال ابتدا کرنے والے پر ہے جب تک مظلوم زیادتی نہ کرتے

(مسلم)

[1] چونکہ ابتدا کرنے والا گالی دینے کا سبب بنا اور وہ ظالم ہے اور دوسرا مظلوم اس لیے دوسرے کی گالی کا گناہ

بھی پہلے پر ہوگا۔

[2] اگر دوسرے نے حد سے تجاوز کر دیا تو وہ مظلوم نہ رہے گا اور اس صورت میں جس نے گالی دینے میں زیادتی کی اسے ہی گناہ ہوگا۔

۴۶۰۶ ۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِیْ لِصِدِّيْقٍ اَنْ يَكُوْنَ لَعَّانًا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدیق[1] کے لیے مناسب نہیں کہ لعن وطعن کرنے والا ہو۔

(مسلم)

[1] صِدِّیق، صاد کے نیچے زیر، دال پر شد، مبالغہ کا صیغہ بمعنی کثیر الصدق جیسے زیادہ مسکرانے والے کو ضِحِّیکٌ، زیادہ خاموش کو سِکِّیتٌ کہا جاتا ہے، صوفیا کی اصطلاح میں صدیقیت وہ مقام ہے کہ مقام نبوت اور اس کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ یہ ارشاد باری تعالیٰ ہی پر دال ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ، (پس یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالےٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین) خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ لقب ہے۔ جب صدق اور راستی مردوں کا شیوہ اور مقام نبوت کے بعد اس کا درجہ ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام لوگوں کو رحمت کے قریب لانے کے لیے ہی مبعوث ہوئے ہیں تو اب لعنت کر کے کسی کو رحمت خداوندی سے دور کرنا مقام صدیق کے شایان شان نہیں اس لیے اہل سنت وجماعت نے لعن وطعن کا شیوہ نہیں اپنایا۔ اگرچہ کوئی شخص لعنت کا مستحق ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے لیے بھی لعنت کرنے میں وقت ضائع نہیں کرتے۔ نہ اسے زبان پر لاتے ہیں اور نہ ہی اس کی عادت بناتے ہیں۔ جو شخص اللہ تعالےٰ کے ہاں لعنت کا مستحق ہو گیا ہو۔ اب دوسرے کی لعنت کی اسے کیا ضرورت؟ شعر

ہر کہ اورا خدائے لعنت کرد ! نیست لعنت من و تواش درخور

جس پر خدا تعالےٰ لعنت فرمائے۔ وہاں میری اور تمہاری لعنت کا کیا اعتبار؟ لعنت صرف اس کافر پر کی جا سکتی ہے جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرما دیا ہو کہ یہ کفر پر مرا، اس کے علاوہ کسی مخصوص کافر پر لعنت جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ نزع کے وقت اسے ایمان نصیب ہو گیا ہو۔ باقی لعنت بھی اجمالاً ہونی چاہیے۔ مثلاً لعنۃ اللہ علی الکافرین۔ لعنت کی دو اقسام ہیں۔ ایک یہ کہ رحمت خدا سے دوری اور اس کے غیر متناہی فضل سے مایوسی یہ کافروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسری یہ کہ مقام قرب ورضا الٰہی سے محرومی جو کہ ترک اولیٰ پر ہے۔ اور وہ جو بعض اعمال کے ترک پر صحابہ اور غیر صحابہ سے منقول ہے۔ اس کا تعلق دوسری قسم سے ہے نہ کہ اول سے۔

۴۶۰۷ ۹ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللَّعَّانِيْنَ لَا يَكُوْنُوْنَ شُهَدَآءَ وَلَا شُفَعَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بہت زیادہ لعن وطعن کرنے والے روز قیامت نہ گواہ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہوں گے اور نہ شفیع۔

(مسلم)

۱؎ نہ مخلوق پر گواہی دے سکیں گے اور نہ ہی ان کی شفاعت کریں گے۔ قرآن کریم میں ہے کہ روزِ قیامت حضور علیہ السلام کی امت کے وہ لوگ گواہ ہوں گے جو سچے اور امن والے ہوں گے۔ لہٰذا جن لوگوں کی عادت لعنت کرنا تھا وہ اس درجہ شہادت و شفاعت سے محروم رہیں گے۔ مقصود یہ ہے کہ یہ عادت نہایت ہی ناپسندیدہ ہے۔

۴۶۰۸
۱۰
وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ اَهْلَكُهُمْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے یہ کہا کہ لوگ[1] ہلاک ہوگئے[2] تو وہ ان سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔

(مسلم)

۱؎ لوگوں کی عیب جوئی، حقارت اور ان کو رحمت خدا سے ناامید کرتے ہوئے یہ کلمات کہے لیکن اگر بطور تاسف، اور غم کہے تو اس میں حرج نہیں۔

۲؎ مستحق دوزخ بن گئے۔ کیونکہ اس نے تکبر کرتے ہوئے لوگوں کو حقیر جانا اور انہیں رحمتِ خداوندی سے مایوس کیا اس معنی کی صورت میں یہ اسم تفضیل کے صیغہ کے کاف پر پیش ہے۔ کاف پر زبر بھی پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں یہ ماضی ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ اس کے کلمات نے لوگوں کو ہلاک کر دیا کیونکہ لوگ جب ایسے کلمات سن لیتے ہیں تو ان سے یہ اثر لیتے کہ اب معافی نہیں مل سکتی، لہٰذا عبادات میں کمی اور معصیت میں اضافہ کر لیتے ہیں، حالانکہ معصیت میں مبتلا لوگوں کو اللہ رب العزت کی قہاریت کے ساتھ ساتھ باری تعالٰی کی بخشش و رحمت سے بھی آگاہ کرنا چاہیے تاکہ وہ رحمت خدا سے مایوس نہ ہوں۔ یہاں سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ لوگوں کو رحمت باری سے آگاہ رکھا جائے تاکہ کسی صورت میں بھی گنہ گار اس سے مایوس نہ ہوں۔

۴۶۰۹
۱۱
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ذَا الْوَجْهَیْنِ الَّذِیْ یَاْتِیْ هٰٓؤُلَآءِ بِوَجْهٍ وَّهٰٓؤُلَآءِ بِوَجْهٍ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم روزِ قیامت بدترین[1] لوگوں میں سے دو منہ والے[2] کو پاؤ گے جو ایک[3] منہ پر کچھ کہتا ہے اور[4] دوسرے منہ کچھ اور۔

(بخاری ومسلم)

۱؎ رسوائی اور بدحالی میں۔

۲؎ یہ منافق کی صفت ہے۔

۳؎ ایک جماعت کے لیے الگ طریقہ اور دوسری کے لیے دوسرا۔ یعنی ہر ایک کے موافق بات کرے جو اس کو

اچھی لگے۔

[4] اس سے مراد منافق حقیقی ہے۔ اندر کفر باہر مسلمانی جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں منافقین کا حال تھا، قرآن حکیم نے ان کے احوال بیان کیے ہیں۔ ایسے لوگوں کو یقیناً روزِ قیامت سخت ترین عذاب ہوگا۔

۴۶۱۰/۱۲ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ نَمَّامٌ.

حضرت حذیفہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ چغل خور[2] جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

امام مسلم کی روایت میں نمّام[3] ہے۔

[1] یہ حضور علیہ السلام کے راز دان صحابی ہیں۔ انہیں منافقین کا علم بھی تھا۔

[2] مراح میں ہے کہ قَتٌّ کا معنی چغل خوری ہے۔ یعنی لوگوں کی باتوں کو خفیہ طور پر سن کر دوسروں تک پہنچانا، قاموس میں ہے قَتَّاتٌ اسے کہتے ہیں جو لوگوں کی خفیہ باتیں سنے، خواہ آگے پہنچائے یا نہ۔ علامہ طیبی نے جو کہا ہے کہ قتات وہ شخص ہے جو بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور اسے درست ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ قَتَّات بہتان تراش کو کہا جاتا ہے حالانکہ چغل خوری میں جھوٹ شرط نہیں کیونکہ قتات ایک بات کا فساد اور لڑائی کے ارادے سے دوسری جگہ پہنچاتا ہے۔ اگرچہ وہ سچی ہو۔

[3] یہ اس بات پر دلیل ہے کہ قتات سے مراد چغل خور ہی ہے۔

۴۶۱۱/۱۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ اِلَى الْبِرِّ يَهْدِيْ اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا وَاِيَّاكُمْ وَالْكِذْبَ فَاِنَّ الْكِذْبَ يَهْدِيْ اِلَى الْفُجُوْرِ يَهْدِيْ اِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكِذْبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ اِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْكِذْبَ فُجُوْرٌ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ اِلَى النَّارِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سچ کو لازم کر لو کیونکہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے، جب آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچائی کا متلاشی رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالے کے ہاں اسے صدیق لکھ دیا جاتا[1] ہے اور جھوٹ سے بچو۔ کیونکہ جھوٹ بدی کی طرف[2] لے جاتا ہے اور بدی دوزخ میں لے جاتی ہے۔ انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا متلاشی رہتا ہے۔ یہاں تک اللہ تعالے کے ہاں اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ سچائی نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور جھوٹ بدی ہے اور بدی دوزخ میں لے جاتی ہے[3]۔

[1] سچائی کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے نیکی کی توفیق نصیب ہوتی ہے یا مراد یہ ہے کہ صدق خود نیکی ہے جیسا کہ دوسری روایت میں آ رہا ہے۔ اب صدق اور ہدایت میں اعتباری فرق ہوگا نہ کہ حقیقی۔

[2] اس کے لیے صدیقیت کا حکم دے دیا جاتا ہے اور اس کے لیے اس مقام کا ثواب ملتا ہے یا اس کا نام ملاء اعلیٰ کے خصوصی دیوان میں لکھ دیا جاتا ہے یا یہ مراد ہے لوگوں کے دلوں میں اس کا وقار پیدا کر دیا جاتا ہے کہ اسے اس صفت کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور اپنے ہاں اسے صدیق تصور کرتے ہیں۔ اور اس کی زبان پر اعتماد کرتے ہیں۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے رحمٰن محبت پیدا کر دیتا ہے۔)

[3] یہ جھوٹ کی خاصیت ہے۔

[4] باقی روایت کے الفاظ وہی ہیں۔

۴۶۱۲/۱۴ وَعَنْ اُمِّ کُلْثُوْمٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ وَیَقُوْلُ خَیْرًا وَّیَنْمِیْ خَیْرًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے اور خیر کی بات کرے[1]۔ اور خیر کی بات دوسروں تک پہنچائے[2]۔

(بخاری ومسلم)

[1] وہ ایسی بات کرتا ہے جس سے صلح ہوتی ہے اور جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ اگرچہ بات جھوٹی ہی کیوں نہ ہو وہ مقامات جہاں جھوٹ بولنا جائز ہے ان میں سے ایک مقام یہ ہے کہ دو مسلمانوں کے درمیان عداوت، لڑائی و دشمنی ختم کرنے کے لیے ایسا کیا جائے۔ دوسرا مقام یہ ہے کہ کسی مسلمان کی جان ومال کی حفاظت کے لیے ہو تیسرا مقام یہ ہے کہ بیوی کو خوش اور راضی کرنے کے لیے مثلاً محبت نہیں رکھتا مگر کہہ دیتا ہے کہ مجھے تیرے ساتھ محبت ہے۔

[2] ایک شخص کی اچھی باتیں دوسرے تک پہنچائے۔ یہ اس چغل خوری میں نہیں آتا جو منع ہے بلکہ نیت خیر سے کرنا قابل ستائش عمل ہے۔ اہلِ لغت کے ہاں یَنْمِیْ یا پر زبر۔ نون ساکن اور یُنَمِّیْ یا پر پیش، نون پر زبر اور میم پر شد ان دونوں میں فرق ہے۔ اول کا معنی ہے خیر وصلاح کے ارادے سے بات نقل کرنا اور دوسرے کا معنی ہے شر وفساد برپا کرنے کے لیے ایسا عمل کرنا ہے۔ صراح میں ہے نَمًا اور نُمُوٌّ کا مطلب خیر اور بھلائی کے لیے بات نقل کرنا ہوتا ہے اور تَنْمِیَہ سے مراد چغل خوری اور برائی کے لیے بات نقل کرنا ہے۔

۴۶۱۳/۱۵ وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الْمَدَّاحِیْنَ فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم منہ پر تعریف[1] کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ پر مٹی ڈال دو[2]

(مسلم)

؎١ اس سے مراد وہ تعریف کرنے والے ہیں جو اس عمل کو عادت، کاروبار اور روزی کا ذریعہ بناتے ہیں اور حق وباطل مستحق وغیر مستحق کا فرق نہیں کرتے یہ عمل نہایت ہی مذموم ہے کیونکہ ایسی صورت میں وہ مدح میں ضرور کذب کو شامل کریں گے اور ممدوح بھی عُجُب (خود بینی) میں مبتلا ہو جائے گا۔

؎٢ حَثَا ثری کی طرح ہے۔ اس کا معنی مٹی ہے۔ "حَثْیٌ" بروزن رَمْیٌ کا معنی اتنی مٹی ہے جو ہاتھ بھر کر اٹھائی جائے اس کے ماسوا ایں بھی مستعمل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص کو کوئی چیز دینے سے محروم رکھا جائے یا تھوڑی چیز دی جائے جو قلت وحقارت میں خاک کی مثل ہو۔ بعض علماء نے اسے ظاہر پر محمول کیا ہے۔ کیونکہ روایت ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دربار میں منہ پر تعریف کرنے والے کے منہ پر مٹھی بھر کر مٹی پھینکی۔

٤٦١٤/١٦ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ اَثْنٰى رَجُلٌ عَلٰى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَيْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِيْكَ ثَلٰثًا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا لَّا مُحَالَةَ فَلْيَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَّاللّٰهُ حَسِيْبُهٗ اِنْ كَانَ يُرٰى اَنَّهٗ كَذٰلِكَ وَلَا يُزَكِّيْ عَلَى اللّٰهِ اَحَدًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں کسی کی تعریف کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افسوس تو نے اپنے بھائی کی گردن؎١ کاٹ دی۔ تین دفعہ فرمایا تم میں سے جو کسی کی تعریف ضرور کرنا چاہے تو یہ کہے کہ میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کے حال کی حقیقت کو جانتا ہے؎٢۔ بشرطیکہ وہ اسے ایسا ہی؎٣ جانتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی شخص کی پاکیزگی جزم کے ساتھ بیان نہ کرے؎٤۔ (بخاری ومسلم)

؎١ آپ نے یہ کلمات تین دفعہ دہرائے، گردن کاٹنے سے مراد کسی کو جسمانی طور پر ذبح اور ہلاک کرنا ہوتا ہے یہاں روحانی ہلاکت کے لیے استعمال ہے کیونکہ کثرتِ مدح کی وجہ سے ممدوح میں غرور وتکبر کا اندیشہ ہوتا ہے وہ دنیاوی ہلاکت تھی تو یہ دینی ہلاکت ہے۔ بعض اوقات دنیوی ہلاکت بھی لازم آجاتی ہے مثلاً مدح سن کر غرور اور تکبر میں مست ہو کر کسی کو قتل کر دیا۔ تو پھر اسے بطور قصاص قتل کر دیا جائے گا، اس کے بعد مدح وتعریف میں اعتدال کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

؎٢ اللہ تعالیٰ حقیقتِ حال سے آگاہ ہے اور وہ اس کے کردار پر جزا وسزا دینے والا ہے۔

؎٣ اسی طرح ہے جس طرح اس نے مدح کی ہے۔ یَرٰی یا پر زبر ہے یا پیش یُظَنُّ کے معنی میں ہے۔

؎٤ مدح میں احتیاط کی جائے اور یہ کہے میرا گمان یوں ہے یہ نہ کہے کہ یہ بات یقینی ہے تاکہ علم الٰہی پر حکم کرنا لازم نہ آئے۔

٤٦١٥/١٧ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟

اَلْغِیْبَۃُ قَالُوْا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَہُ قِیْلَ اَفَرَءَیْتَ اِنْ کَانَ فِیْ اَخِیْ مَآ اَقُوْلُ قَالَ اِنْ کَانَ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَہٗ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَہَتَّہٗ ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِذَا قُلْتَ لِاَخِیْکَ مَا فِیْہِ فَقَدِ اغْتَبْتَہٗ وَاِذَا قُلْتَ مَا لَیْسَ فِیْہِ فَقَدْ بَہَتَّہٗ ۔

صحابہ نے عرض کیا اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: تمہارا اپنے بھائی[۲] کو ایسے انداز میں ذکر کرنا جسے وہ ناپسند رکھے، عرض کیا گیا کہ آپ ارشاد فرمائیں کہ اگر میرے[۳] بھائی میں وہ عیب موجود ہو جو میں نے بیان کیا ہے فرمایا: تو جو کہتا ہے اگر وہ اس میں ہے تو تو نے اس کی غیبت[۴] کی ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہیں جو تو کہتا ہے تو یہ تیری طرف سے اس پر بہتان ہے (مسلم) اور ایک روایت[۵] میں ہے کہ اگر تو نے اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کیا جو اس میں ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر تو نے وہ عیب بیان کیا جو اس میں نہ ہو تو اس پر تو نے بہتان تراشی کی[۶]

---

[۱] صراح میں ہے کہ دِرَایَۃٌ دال کے نیچے زیر جاننے کے معنی میں ہے دَرَیْتُ بِہٖ (میں نے اسے جان لیا) لَا اَدْرِیْ (میں نہیں جانتا)

[۲] اس کا ایسا وصف و عمل ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہو۔

[۳] یعنی وہ شخص جس کی میں نے برائی بیان کی ہے۔

[۴] کسی کے عیب کو بیان کرنا ہی غیبت ہے۔ اگر وہ عیب اس میں نہیں ہے تو یہ بہتان ہے اس کا گناہ اس کے علاوہ ہے۔

[۵] امام مسلم کی دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں۔

[۶] غیبت بہت بڑے گناہوں میں سے ہے اور یہ ایسا گناہ ہے جو اکثر لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ بہت کم لوگ ہیں۔ جو اس بڑے عمل سے محفوظ ہیں۔ غیبت کسی کے ایسے عمل کا بیان ہوتا ہے جسے وہ ناپسند کرے خواہ اس کے بدن میں ہو یا عقل میں، دین میں ہو یا اس کے دنیاوی معاملات میں۔ خُلق میں ہو یا مال میں، اولاد میں ہو یا والدین میں، بیوی میں ہو یا خادم میں، کپڑے میں ہو یا رفتار و گفتار میں، شکل میں ہو یا نشست و برخاست میں، حرکت میں ہو یا سکون میں، خندہ روئی میں ہو یا ترش روئی میں یا سخت و تند طبیعت میں، خاموشی میں ہو یا عدم خاموشی میں۔ الغرض جو بھی اس سے متعلق ہے خواہ لفظاً ذکر ہو یا کنایۃً و اشارۃً کی صورت میں، آنکھ و ابرو سے ہو یا سر سے ہو۔ یعنی جس سے کسی کا عیب سمجھا جائے اور غائبانہ ہو، یہ غیبت کہلائے گی اور اگر یہ اس کے سامنے کہہ دیا اور اسے ناپسند ہوا تو یہ بے حیائی اور بے شرمی ہے۔ اور یہ بھی نہایت ناپسندیدہ عمل ہے اور غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ اگر اس شخص کے علم میں ہے تو اس سے معافی مانگی جائے اور اگر اس کے علم میں نہیں وہ فوت ہو گیا ہے یا کہیں دور رہتا ہے تو ندامت و استغفار کافی ہے۔ باقی معافی مانگنے میں

تفصیل ضروری نہیں بلکہ اجمالاً معافی اس طرح کافی ہے کہ میں نے تیری غیبت کی ہے تو معاف کر دے اور اس کے لیے دعا مغفرت کرنا بھی اس کا کفارہ ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

۴۶۱۶/۱۸ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَجُلًا اِسْتَاْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْذَنُوْا لَهٗ فَبِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطَ اِلَيْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتَ لَهٗ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطْتَ اِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتٰى عَاهَدْتِّنِيْ فَحَّاشًا اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اِتِّقَآءَ شَرِّهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِتِّقَآءَ فُحْشِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص[1] نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت چاہی فرمایا اسے اجازت دے دو یہ مرد قبیلے کا برا آدمی[2] ہے جب وہ بیٹھا تو آپ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے پیش آئے جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس کے متعلق یہ یہ فرمایا پھر اس کے ساتھ خندہ روئی اور کشادہ پیشانی سے پیش آئے[3] تو آپ نے فرمایا تم نے مجھے فحش گو کب پایا؟ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین درجہ پانے والا قیامت کے دن وہ ہوگا جس کے شر سے بچنے کے لیے لوگ اس سے بھاگ جائیں اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی فحش گوئی سے بچنے کے لیے۔[4]

(بخاری و مسلم)

[1] اس کا نام عیینہ بن حصن ہے۔ یہ مولفۃ القلوب اور جفا پیشہ عربوں میں سے ہے۔ اور اپنی قوم میں رئیس اور مقتدا تھا اخلاق سے دور اور اس کے دین و ایمان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں اور بعد از وصال آثار نقصان ظاہر ہو چکے تھے۔ منقول ہے کہ آپ کے وصال کے بعد اس نے ارتداد کا راستہ اختیار کر لیا۔ سیدنا صدیق اکبر کے دور میں گرفتار ہوا۔ تجدید اسلام کی اور حالتِ اسلام میں اس دنیا سے رخصت ہوا، کچھ احادیث بھی اس سے مروی ہیں۔ اس وقت جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اسلام کا اظہار کیا حالانکہ وہ حقیقت اسلام کے ساتھ متصف نہ تھا۔ اور صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں ہے کہ عیینہ بن حصن کے بھائی کا ایک بیٹا تھا جس کا نام حر بن قیس بن حصن تھا اور یہ صاحب علم اور فہم قرآن کے حامل تھے اور انہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں بڑا قرب اور مقام حاصل تھا ایک دن ابن عیینہ بن حصن اپنے بھتیجے کے پاس آیا اور کہا مجھے اپنے امیر کے پاس لے چل وہ اسے حضرت عمر کے پاس لے گئے تو ابن عیینہ نے حضرت عمر سے کہا آپ نے ہمیں گراں قدر عطیات نہیں دیئے۔ اور نہ ہمارے ساتھ انصاف کیا حضرت عمر کو غصہ آیا، قریب تھا کہ اسے سزا دیتے، حر بن قیس نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (معافی دو اچھی بات کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو) اور عرض کیا اے امیر المومنین! اس سے درگزر کرو کیونکہ یہ جاہل ہے الغرض یہ اس طرح کا بے ادب اور ناہنجار شخص تھا۔

[2] شارحین نے بیان کیا ہے کہ یہ گفتگو حضور علیہ السلام کے الہامات، نبوت اور معجزات میں سے ہے کیونکہ یہ

غیبی خبر ہے جو اس کے حال کے بارے میں تھی اور آخر اس کے آثار کا اظہار اس پر ارتداد کی صورت میں ہوا۔ اس کی مذمت اور اس کے حال کا منکشف کرنا اس لیے تھا تاکہ لوگ اس کو پہچان لیں، فریب اور دھوکہ نہ کھائیں لہٰذا یہ غیبت نہ ہوئی۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ اعلانیہ برائی کا ارتکاب کرتا تھا لہٰذا ایسے شخص کے بارے میں مطلع کرنا غیبت نہیں ہوتی

[3] یہ معاملہ کیا ہے کہ اس کے سامنے آپ نے اس کی برائی بیان نہیں فرمائی۔

[4] اس حدیث کے دو معانی بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ میں نے اس کے سامنے یہ طریقہ اس لیے نہ اپنایا کہ میں ان لوگوں میں شامل نہیں ہوں جن کی فحش گوئی سے لوگ بھاگ جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ شخص نہایت شریر تھا تو اس کے شر کے پیش نظر ایسا طریقہ نہ اپنایا۔ دوسری روایت پہلے معنی اور پہلی روایت کے الفاظ دوسرے معنی پر دال ہیں۔

٤٦١٧/١٩ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافًى اِلَّا الْمُجَاهِرُوْنَ وَاِنَّ مِنَ الْمَجَانَةِ اَنْ یَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّیْلِ عَمَلًا ثُمَّ یُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَیَقُوْلُ یَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ یَسْتُرُهٗ رَبُّهٗ وَیُصْبِحُ یَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَذُكِرَ حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ فِیْ بَابِ الضِّیَافَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میری تمام امت کو عافیت[1] دی جائے گی ماسوائے اعلانیہ[2] گناہ کرنے والوں کے اور بے باکی[3] میں سے یہ بھی ہے کہ رات کو کسی نے کوئی عمل کیا اور صبح کی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ[4] ڈال دیا تھا۔ وہ کہتا پھرتا ہے کہ اے فلاں! میں نے گزشتہ رات یہ یہ کیا۔ صبح وہ اللہ کا پردہ خود پھاڑ دیتا[5] ہے۔ (بخاری و مسلم) اور حدیث ابوہریرہ کہ جو شخص اللہ پر ایمان لایا باب الضیافۃ میں گزر چکی ہے۔

[1] معافی۔ اکثر نسخوں میں معافات ہے یعنی ان کی غیبت نہیں کی جائے گی۔

[2] بعض روایات میں مجاہرین ہے۔

[3] مجانۃ۔ جیم پر زبر ہے شد نہیں، اس کے معنی بے پرواہی اور بے خوف ہونا ہے۔

[4] اللہ تعالیٰ نے اپنے حلم و کرم کی وجہ سے اس کے عمل بد پر پردہ ڈال دیا۔

[5] اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس شخص کی غیبت حرام ہے جو برائی کرے اور اس کو مخفی رکھے لیکن جو بے حیا ہو کر اعلانیہ برائی کا ارتکاب کرے۔ اس کی برائی بیان کرنا، غیبت نہیں کہلاتی۔ کسی شاعر نے اسی سلسلہ میں یوں کہا ہے

سوم پردہ بر بے حیائی متن کہ آدمی در در پردہ خویشتن

کسی کی بے حیائی پر پردہ نہ ڈال کیونکہ اس نے اپنا پردہ خود پھاڑ دیا ہے۔

علماء امت نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ فاسق معلن، ظالم حاکم، بدعت کی طرف داعی کی برائی کا بیان کرنا جائز ہے۔ ظلم و زیادتی کے خلاف فریاد رسی، گواہوں کے تزکیہ اور احادیث کے راویوں کے بارے میں بھی یہ عمل جائز ہے۔ ظلم کی صورت میں صبر افضل ہوتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

٤٦١٨/٢ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَکَ الْکَذِبَ وَھُوَ بَاطِلٌ بُنِیَ لَہٗ فِیْ رَبَضِ الْجَنَّۃِ وَمَنْ تَرَکَ الْمِرَآءَ وَھُوَ مُحِقٌّ بُنِیَ لَہٗ فِیْ وَسْطِ الْجَنَّۃِ وَمَنْ حَسَّنَ خُلُقَہٗ بُنِیَ لَہٗ فِیْ اَعْلَاھَا۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَّکَذَا فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ وَفِی الْمَصَابِیْحِ قَالَ غَرِیْبٌ)

دوسری فصل

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جھوٹ[1] ترک کر دے جو کہ باطل[2] چیز ہے تو اس کے لیے جنت کے کنارے[3] گھر بنایا جائے گا اور جو[4] حق پر ہونے کے باوجود لڑائی ترک کر دے اس کے لیے جنت کے درمیان گھر ہو گا اور جس نے اپنے اخلاق[5] اچھے کر لیے اس کے لیے جنت کے اوپر والے حصہ میں گھر بنایا جائے گا۔ (ترمذی نے اسے روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور شرح السنۃ میں بھی اسی طرح ہے اور مصابیح میں اسے غریب[6] کہا)

[1] کَذِب۔ کاف پر زبر، ذال کے نیچے زیر یا کاف کے نیچے زیر اور ذال ساکن۔

[2] یہ قید اس لیے بڑھائی کہ بعض مقامات پر جھوٹ جائز بلکہ مستحب ہے جیسا کہ تعریض کی صورت میں ہوتا ہے اگرچہ ظاہراً جھوٹ ہوتا ہے مگر درحقیقت وہ سچ ہی ہوتا ہے مثلاً سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بَلْ فَعَلَہٗ کَبِیْرُھُمْ (ان میں سے بڑے بت نے یہ کیا ہے) اسی طرح حالت جنگ میں بشرطیکہ اس میں معاہدے کی خلاف ورزی نہ ہو۔ دو مسلمانوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے، کسی مسلمان کی جان اور مال کی حفاظت کے لیے جھوٹ مباح ہے۔

[3] رَبض، را پر زبر، شہر کے اردگرد دیوار کو کہا جاتا ہے۔

[4] اپنے فضل و شرف اور تواضع و انکساری کے پیش نظر لڑائی سے رک جاتا ہے۔ لیکن یہ اس وقت ہے جب معاملہ غیر دینی ہو اور اس کی خاموشی سے دین کا نقصان نہ ہو۔ حضرت امام شافعی سے منقول ہے کہ میں نے بحث اور مناظرہ کبھی نہیں کیا۔ مگر میں نے اس امر کو محبوب رکھا کہ میرے مدمقابل پر حق واضح ہو جائے۔

[5] یہ تمام فضائل اور کمالات کو شامل ہے، اکثر طور پر اس کا اطلاق نرمی، خندہ پیشانی اور حسن معاشرت پر ہوتا ہے۔

[6] غرابت اور حسن کا معنی مشہور ہے اور ان میں منافات ہے۔ امام ترمذی نے بھی متعدد مقامات پر ان دونوں اصطلاحوں کو جمع کیا ہے اور اس کی توجیہ مقدمہ میں گزر چکی ہے۔

٤٦١٩/٢١ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَکْثَرُ مَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو کہ

يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ اَتَدْرُوْنَ مَا اَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ الْاَجْوَفَانِ الْفَمُ وَالْفَرْجُ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

کونسی چیز زیادہ لوگوں کو جنت[۱] میں لے جائے گی؟ اللہ کا ڈر[۲] اور اچھا خلق اور کیا تم جانتے ہو کہ کونسی چیز اکثر لوگوں کو دوزخ میں لے جائے گی؟ دو خالی چیزیں[۳] منہ اور شرمگاہ[۴]

(ترمذی)

[۱] وہ جنت میں درجات کی بلندی اور مقامات عالیہ کا سبب بنے گی یا اس سے مراد یہ ہے کہ جس کے اندر یہ دو صفات ہوں اس کے لیے حکم الٰہی سے جنت میں داخلے کا سبب بن جائیں گی اور ان کا عکس دخول نار کا سبب ہوگا، یا اس سے مراد نبیوں اور صدیقوں کے ساتھ داخلہ ہے کیونکہ دخول جنت کے لیے ایمان شرط ہے، دوسرے اعمال واخلاق شرط نہیں۔

[۲] تقویٰ، تقویٰ تمام مامورات کے بجالانے اور تمام ممنوعات سے بچنے کا نام ہے۔ اس حوالے سے حسن اخلاق بھی اس میں شامل ہے پھر دوبارہ ذکر، تعمیم کے بعد تخصیص ہے۔ یا تقویٰ سے مراد ظاہری اعمال اور حسن اخلاق سے مراد باطنی اعمال ہیں۔ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ تقویٰ سے خالق کے ساتھ حسن معاملہ اور حسن خلق سے مخلوق کے ساتھ حسن معاملہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اکثریت کی قید کی حکمت یہ ہے کہ بعض ایسے لوگ جن میں دونوں صفات نہ ہوں گی وہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے یہ مقام حاصل کرلیں گے اور درجات بھی حاصل کرلیں گے۔

[۳] اس میں زبان بھی شامل ہے۔ یعنی حرام کھانا اور پینا اور بیہودہ گفتگو کرنا۔

[۴] کیونکہ اکثر طور پر مرد و زن کی عقلیں، شہوتوں کی وجہ سے مغلوب ہو جاتی ہیں۔ یہاں ظاہر تقویٰ اللہ وحسن خلق کے مقابلے میں معصیت اللہ اور سوء الخلق کہنا چاہیے تھا مگر مقصد دوزخ میں جانے کے اقویٰ اسباب کا بیان ہے کہ یہ دخول دوزخ کے لیے کافی ہیں۔ اس وقت اکثریت کا معنی زیادہ ظاہر ہے۔

۴۶۲۰/۲۲ وَعَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَعْلَمُ مَبْلَغَهَا يَكْتُبُ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا رِضْوَانَهٗ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنَ الشَّرِّ مَا يَعْلَمُ مَبْلَغَهَا يَكْتُبُ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْهِ سَخَطَهٗ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ۔

رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوٰى مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهٗ

حضرت بلال[۱] بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اچھا کلمہ کہہ دیتا ہے حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کہاں تک پہنچے گا[۲] اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنی رضا اس دن[۳] تک لکھ دیتا ہے جو ملاقات کا دن ہے اور ایک آدمی بری بات کہہ دیتا ہے اور وہ اس کے پہنچنے کی جگہ کو نہیں جانتا تو[۴] اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ناراضگی لکھ دیتا ہے۔ ملاقات کے دن تک۔

(شرح السنۃ) امام مالک، ترمذی اور ابن ماجہ نے

اس کے ہم معنی روایت کی ہے۔

۱؎ یہ صحابی ہیں، ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ مُزَنی اور مدنی ہیں ہجرت کے پانچویں سال مُزینہ کے وفد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کی ظاہری حیات میں مقام فرع کے گورنر بنے۔ یہ مقام مدینہ طیبہ سے پانچ دن کی مسافت پر ہے۔ فتح مکہ کے روز مُزینہ کا پرچم ان کے ہاتھ میں تھا۔ اسی سال کی عمر میں ساٹھ ہجری میں ان کا وصال ہوا۔

۲؎ متکلم نہیں جانتا تھا کہ اس بات کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا قدر و منزلت ہے، وہ اسے معمولی سمجھتا رہا مگر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم تھی۔

۳؎ یعنی اس کے آثار و آخرت میں ظہور پذیر ہوں گے، یہ معنی نہیں کہ ملاقات کے روز اس کے آثار ہوں گے اور بعد میں ان کا انقطاع ہو جائے گا کیونکہ اس کا مقابل عذاب الٰہی ہمیشہ کے لیے ہے۔ سفیان بن عیینہ کے نزدیک اس کلمہ سے مراد ظالم و جابر حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ مجھے علم نہیں کہ کسی شخص نے اس تفسیر کے ساتھ اختلاف کیا ہو، اس پر قیاس کرتے ہوئے کلمۂ شر سے مراد وہ باطل کلمہ ہے جو حاکم کے ہاں دین کو نقصان پہنچانے والا ہو۔ ظاہر حدیث سے عموم معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی کلمہ ہو۔

۴۶۲۱/۲۳ وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِّمَنْ يُّحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَّهٗ وَيْلٌ لَّهٗ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت بہز۱؎ بن حکیم اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بات کرتے وقت لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولے اس کے لیے۲؎ تباہی ہے اس کے لیے تباہی ہے اس کے لیے تباہی۳؎ ہے۔ (امام احمد، ترمذی ابوداؤد، دارمی)

۱؎ بہز، با پر زبر، ہا ساکن، ثقہ تابعی ہے۔ یہ اپنے والد حکیم بن معاویہ سے روایت کرتے ہیں جو حسن الحدیث ہیں اور وہ اپنے جد معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جو صحابی ہیں۔ حیدہ، حا پر زبر، یا ساکن ہے۔ بہز کے بارے میں بعض محدثین اختلافی رائے رکھتے ہیں۔ بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں ان سے روایت نہیں لی۔

۲؎ ویل، ہلاکت، سختی کے معنی میں ہے (کذا فی الصراح)

۳؎ فَیَکْذِبُ (جھوٹ کہے)، یہ قید بتا رہی ہے کہ اگر بعض اوقات دوست و احباب کی تفریح اور انہیں خوش کرنے کے لیے سچی بات کہی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں! اسے عادت نہیں بنا لینا چاہیے۔ ایسا مزاح جس میں جھوٹ نہ ہو اگرچہ مشروع و مسنون ہے مگر کبھی کبھی ہونا چاہیے، نہ کہ ہمیشہ اور مطمح نظر اور مقصود کسی کو ہنسانا ہی نہ ہو جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔

۴۶۲۲/۲۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَقُوْلُ الْكَلِمَةَ لَا يَقُوْلُهَا اِلَّا لِيُضْحِكَ بِهِ النَّاسَ يَهْوِيْ بِهَا اَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَ اِنَّهٗ لَيَزِلُّ عَنْ لِسَانِهٖ اَشَدَّ مِمَّا يَزِلُّ عَنْ قَدَمِهٖ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ).

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اس لیے بات کرتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے تو اس کی وجہ سے وہ آسمان و زمین کے فاصلہ سے زیادہ نیچے گر[۱] جاتا ہے[۲] اور قدم کے[۳] پھسلنے سے زیادہ زبان سے پھسل جاتا ہے۔

(بیہقی شعب الایمان)

[۱] دوزخ کی طرف گر جاتا ہے۔

[۲] بعض شارحین کے نزدیک معنی یہ ہے کہ وہ شخص خیر و رحمت کے مقام سے اتنی دور ہو جاتا ہے دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔

[۳] کیونکہ اگر کسی مقام پر قدم پھسل جاتا ہے تو اس سے جسم کے کسی حصہ کو نقصان ہوگا اور زبان کے پھسلنے سے ایمان کی جگہ کفر آجاتا ہے جس کی وجہ سے انسان دوزخ کا مستحق ہو جاتا ہے، منقول ہے کہ ایک شخص کو اطلاع دی گئی کہ تیرا بیٹا گر گیا ہے انہوں نے پوچھا وہ کہاں سے گرا ہے؟ کہا گیا دیوار سے۔ فرمایا! الحمد للہ! دیوار سے گرا ہے دل سے تو نہیں گرا۔

۲۶۲۳ ۲۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَمَتَ نَجَا (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو خاموش رہا[۱] نجات پا گیا۔ (احمد، ترمذی، دارمی۔ بیہقی، شعب الایمان)[۲]

[۱] جو شخص بری باتوں سے خاموش رہا اس نے دنیا و آخرت کی آفات سے نجات پالی کیونکہ اکثر مصیبتیں جو انسان کو لاحق ہوتی ہیں وہ زبان ہی کی وجہ سے ہوتی ہیں جیسا کہ کتاب الایمان میں بیان ہو چکا ہے۔

[۲] امام غزالی فرماتے ہیں کہ گفتگو کی چار قسمیں ہیں۔ مضر[۱]، مفید[۲]، مضر بھی مفید بھی[۳]، نہ مضر نہ مفید[۴]۔ جس میں محض نقصان ہے اس سے ہمیشہ پرہیز لازم ہے اور وہ کلام جو مفید بھی ہے اور نقصان دہ بھی اس سے بھی پرہیز کیا جائے کیونکہ نقصان کو دور کرنا فائدہ حاصل کرنے سے بہتر ہے اور جس میں نہ نفع ہو اور نہ نقصان ایسی گفتگو کرنا وقت کا ضیاع ہے جو سراسر گھاٹا ہے، اب وہی قسم جس میں نفع ہی نفع ہے۔ اس میں بھی خوف و خطر ہے کہ کہیں اس میں ریا، طمع کاری، اپنے نفس کی بڑائی اور پاکیزگی کا اظہار اور لغو کلام شامل نہ ہو جائے اور اس میں امتیاز مشکل ترین معاملہ ہے لہٰذا خاموشی ہر حال میں بہتر ہوتی ہے ہاں حسب ضرورت کلام کرنا چاہیے۔

۲۶۲۴ ۲۶ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ فَقَالَ اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ نجات کیسے[۱] ہوگی؟ فرمایا زبان کو قابو[۲] رکھو۔ تمہارے لیے تمہارا[۳] گھر کافی ہے اور اپنے گناہوں پر آنسو

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

بہایا کرد۔ (احمد، ترمذی)

[۱] دنیا و آخرت میں نجات کا سبب کیا ہے۔

[۲] زبان وہاں کھولو جس میں فائدہ ہی ہو نقصان نہ ہو۔ بعض شارحین نے کہا ہے کہ زبان کا وبال تم پر آتا ہے لہٰذا اس پر نگاہ رکھو کہ تم نقصان سے بچ جاؤ اور جہاں تمہارا نفع ہو وہاں زبان کھولو، گویا اسے اپنا غلام و مملوک بنا لو۔ اس تقریر کی صورت میں لفظ اِمْلِکْ ہمزہ پر کسرہ ہوگی اور یہ ثلاثی مجرد کا صیغہ ہوگا اور اس کی غایت یہ ہے کہ لفظ "علیک" جو ضرر کے لیے آتا ہے اس کی بہتر توجیہ ہو جائے۔ مجمع البحار میں تصریح ہے کہ یہ ثلاثی مجرد سے امر کا صیغہ ہے۔ اور بعض نسخوں میں اس لفظ کے ہمزہ پر زبر کو صحیح قرار دیا گیا۔ اس صورت میں یہ اِمْلاکٌ سے ہوگا اور اس کا معنی واضح نہیں کیونکہ املاک بمعنی تملیک کرنا ہے جیسا کہ قاموس میں ہے۔ بعض حواشی میں ہے کہ یہ ثلاثی مجرد سے ہے اور ہمزہ کے نیچے زیر ہے اور زبر اس پر بعید ظاہر ہے۔

[۳] اپنے گھر بیٹھ کر اپنے مولیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہو۔

۴۶۲۵ ۲۷ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَفَعَهٗ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ فَاِنَّ الْاَعْضَآءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُوْلُ اتَّقِ اللّٰهَ فِیْنَا فَاِنَّا نَحْنُ بِكَ فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو سعید سے مرفوعاً روایت ہے کہ انسان صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضا زبان کے سامنے[۱] عاجزی کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف[۲] کر۔ ہم تیرے ساتھ ہیں۔ اگر سیدھی رہی تو ہم سیدھے، اگر تم ٹیڑھی ہوگی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

(ترمذی)[۳]

[۱] تکفیر: خضوع اور عاجزی کے ساتھ اس شخص کی تعظیم کرنا جو اس کا خواہش مند ہو۔ (کذا فی القاموس)

[۲] ہمارا خیال رکھ اور ہمارے لیے خاموش رہ۔

[۳] اگر یہ کہا جائے کہ مدار و مرکز تو دل ہے۔ اگر وہ صالح ہے تو تمام اعضاء صالح اور وہ فاسد ہو گیا تو تمام اعضا فاسد جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ (جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ صحیح ہو تو تمام جسم صحیح اور اگر وہ فاسد ہو گیا تو تمام جسم بیمار) اس کا جواب یہ ہے کہ زبان دل کی ترجمان اور اس کی خلیفہ ہے لہٰذا زبان کا حکم دل والا ہی ہے۔ دل جو سوچتا ہے زبان وہی کہتی ہے اور اعضاء وہی کرتے ہیں۔

۴۶۲۶ ۲۸ وَعَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا یَعْنِیْهِ۔ (رَوَاہُ مَالِكٌ وَ اَحْمَدُ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَ

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بندے کے اسلام[۱] کا حسن یہ ہے کہ وہ کام چھوڑ دے جو بے فائدہ ہو۔ (مالک، احمد[۲]، ابن ماجہ نے ابوہریرہ

التِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنْهُمَا)

سے اور ترمذی، بیہقی نے شعب الایمان میں دونوں سے روایت کی ہے۔)

[1] ایمان کا کمال یہ ہے کہ انسان اس کام اور عمل سے تعلق نہ رکھے جس سے اس کی کوئی غرض متعلق نہیں اور اس میں اس کا کوئی فائدہ اور نفع نہیں، آدمی کو وہ کام کرنا چاہیے جس کا اس کی زندگی کے ساتھ تعلق ہو خواہ وہ معاشی و دنیوی معاملہ ہو یا اخروی نجات کا ذریعہ ہو۔ معاشی معاملات سے جو متعلق ہیں مثلاً اتنا طعام جس سے پیٹ سیر ہو جائے، اتنا پانی کہ پیاس بجھ سکے، اتنا کپڑا جس سے ستر چھپایا جا سکے اور بیوی جس کی وجہ سے شرمگاہ کی حفاظت ہو اور اس کی مثل جس سے حاجت و محتاجی ختم ہو۔ اس سے مراد محض لذت حاصل کرنا، عیاشی، کثرت کا حصول اور فضول اقوال و افعال نہیں اور وہ معاملات جو اخروی ہیں وہ ایمان و احسان ہیں جن کا بیان کتاب الایمان میں ہو چکا ہے۔

[2] یہ روایت امام مالک اور امام احمد نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے کی ہے۔

۴۶۲۷/۲۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ تُوُفِّیَ رَجُلٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ فَقَالَ رَجُلٌ اَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوَلَا تَدْرِیْ فَلَعَلَّهٗ تَكَلَّمَ فِیْمَا لَا یَعْنِیْهِ اَوْ بَخِلَ بِمَا لَا یَنْقُصُهٗ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی فوت ہوگئے تو ایک شخص نے کہا تجھے[1] جنت مبارک ہو۔ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا خبر[2] اس نے کوئی بے فائدہ بات کہی ہو یا کم نہ ہونے[3] والی چیز میں بخل کیا ہو۔ (ترمذی)

[1] کیونکہ تو نے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے۔

[2] تم بشارت تو دے رہے ہو مگر حقیقت حال سے آگاہ نہیں ہو۔

[3] مثلاً علم کی تعلیم نہ دی، مال سے زکوٰۃ نہ دی حالانکہ ان دونوں سے علم و مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ یعنی تم نے کیسے یقین کر لیا کہ یہ جنتی ہی ہے! ممکن ہے لایعنی بات اور بخل وغیرہ کی وجہ سے اسے سوال و جواب اور گرفت سے گزرنا پڑے اور اتنا جلدی جنت میں داخلہ نہ ہو۔

۴۶۲۸/۳۰ وَعَنْ سُفْیَانَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَیَّ قَالَ فَاَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهٖ وَقَالَ هٰذَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهٗ)

حضرت سفیان[1] ابن عبد اللہ ثقفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ سب سے خوفناک کونسی چیز ہے۔ جو آپ مجھ[2] میں محسوس کرتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی زبان[3] مقدس کو پکڑ کر فرمایا یہ۔ (ترمذی نے روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا۔)

[1] یہ صحابی اہل طائف میں سے ہیں، بعض کی رائے یہ ہے کہ اہل بصرہ میں سے ہیں اور طائف پر سیدنا عمر نے ان کو گورنر مقرر فرمایا۔

۲؎ وہ کونسی چیز ہے جس کا شر آپ مجھ میں محسوس فرماتے ہیں۔

۳؎ یہ وہ چیز ہے جس کے شر کا میں تجھ پر خوف رکھتا ہوں۔

۴؎ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ زبان ہے بلکہ اپنی مقدس زبان پکڑی اور اس کی طرف اشارہ فرمایا کیونکہ محسوس کے ساتھ اشارہ مقصود میں معاون ہوتا ہے۔ سائل کی زبان نہ پکڑی کیونکہ اس میں تکلف تھا اور اس میں اشارہ تھا کہ ہر زبان کا یہی معاملہ ہے مگر وہ زبان جس کی حفاظت و عصمت کی ذمہ داری اللہ تعالےٰ نے لی ہو۔ اگر آپ سائل کی زبان پکڑتے تو وہم ہو سکتا تھا کہ شاید یہ اس کے ساتھ مخصوص ہے۔

۲۶۲۹/۳۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيْلًا مِّنْ نَّتْنِ مَا جَاءَ بِهٖ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو اس جھوٹ کی بدبو۱؎ کی وجہ سے فرشتہ ایک میل دور ہو جاتا ہے۔ (ترمذی)

۱؎ صراح میں ہے کہ نَتْن بدبو کو کہتے ہیں۔ قاموس میں ہے کہ نَتْن، فَوْح کی ضد ہے۔ اور فوح اور نفح خوشبو کو کہا جاتا ہے۔ اور نتن سے مراد بدبو کا پراگندہ ہونا ہے۔

۲۶۳۰/۳۲ وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَسِيْدٍ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَبُرَتْ خِيَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَ لَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وَّاَنْتَ بِهٖ كَاذِبٌ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت سفیان بن اَسید۱؎ حضرمی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا یہ بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایک بات کہو جس میں وہ تمہیں۲؎ سچا جانے لیکن تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۳؎ (ابو داؤد)

۱؎ اسید اکثر کی رائے کے مطابق ہمزہ پر زبر اور سین کے نیچے زیر ہے اور ہمزہ پر پیش اور سین پر زبر بھی آیا ہے اسید کے بجائے اسد بھی پڑھا گیا ہے، یہ صحابی اہلِ شام میں سے ہیں۔

۲؎ وہ تیری بات پر اعتماد و وثوق کر رہا ہے۔

۳؎ جھوٹ بولنا ہمیشہ اور ہر جگہ بُرا ہے مگر ایسے مقام پر تو نہایت ہی بدتر ہے۔

۲۶۳۱/۳۳ وَعَنْ عَمَّارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ ذَا وَجْهَيْنِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَّارٍ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں دو منہ۱؎ رکھتا ہے آخرت میں اس کی دو زبانیں آگ سے ہوں گی۔ (دارمی)

۱؎ ہر گروہ سے تعلق کرتے ہوئے یوں محسوس کرواتا ہے کہ ان میں سے ہوں۔

۲۶۳۲/۳۴ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَفِيْ اُخْرٰى لَهٗ وَلَا الْفَاحِشِ الْبَذِيِّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مومن طعنہ[۱] دینے والا، لعنت کرنے[۲] والا، فحش گو[۳] اور بے حیا[۴] نہیں ہوتا (ترمذی بیہقی اور ان کی دوسری روایت میں ہے کہ نہ فحش گو، بے حیا، امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

۱؎ لوگوں کی آبرو پر طعن نہیں کرتا۔

۲؎ مومن کے لیے ایسی دعائیں کرتا جو اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نیکی سے دور لے جائے۔

۳؎ اور نہ برائی میں حد سے تجاوز کرتا ہے۔ قاموس میں فاحش کا معنی بخیل ہے اور صراح میں بیہودہ کہنا مراد لیا ہے۔

۴؎ بَذِیٌّ، با پر زبر اور ذال کے نیچے زیر اور یا پر شد ہے اور ہمزہ بھی آتا ہے۔ (بَذِیئٌ)

۴۶۳۳/۳۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ لَعَّانًا وَّفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يَّكُوْنَ لَعَّانًا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن لعنت کرنے[۱] والا نہیں ہوتا اور دوسری روایت میں ہے کہ مومن کے لیے مناسب نہیں کہ لعنت کرنے والا ہو۔

(ترمذی)

۱؎ مومن کی عادت اور طریقہ یہ نہیں ہے۔

۴۶۳۴/۳۶ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا بِغَضَبِ اللّٰهِ وَلَا بِجَهَنَّمَ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَلَا بِالنَّارِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی لعنت سے لعنت[۱] نہ کرو اور نہ اللہ کے غضب[۲] اور نہ دوزخ[۳] سے اور ایک روایت میں ہے نہ آگ سے۔

(ترمذی و ابوداؤد)

۱؎ یہ نہ کہو کہ تجھ پر خدا کی لعنت۔

۲؎ یہ نہ کہو کہ تجھ پر اللہ کا غضب ہو۔

۳؎ کسی شخص کے لیے دوزخ کی دعا نہ کرو۔

۴۶۳۵/۳۷ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ اِلَى السَّمَآءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ دُوْنَهَا ثُمَّ تَهْبِطُ اِلَى الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی بندہ کسی[۱] شے پر لعنت کرتا ہے تو وہ آسمان کی طرف چلی جاتی ہے۔ آسمان کے دروازے اس کے لیے

اَبْوَابُهَا دُوْنَهَا ثُمَّ تَاْخُذُ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ اِلَى الَّذِیْ لُعِنَ فَاِنْ كَانَ لِذٰلِكَ اَهْلًا وَّاِلَّا رَجَعَتْ اِلٰى قَآئِلِهَا۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

بند کر دیے جاتے ہیں پھر وہ زمین کی طرف لوٹتی ہے۔ زمین کے دروازے[2] بھی بند کر دیے جاتے ہیں پھر وہ دائیں اور بائیں گردش کرتی ہے۔ جب کوئی گنجائش[3] نہیں پاتی تو وہ اس کی طرف لوٹتی ہے جس پر وہ کی گئی۔ اگر وہ مستحق تھا تو فبھا ورنہ لوٹ کر کہنے والے کی طرف[4] آجاتی ہے۔

(ابوداؤد)

[1] خواہ وہ بندہ ہو یا کوئی اور چیز۔

[2] یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں کی طرح زمین کے بھی دروازے ہیں۔

[3] مَسَاغًا جانے کی جگہ۔

[4] یعنی لعنت ابتداءً ہی اس کی طرف نہیں لوٹ آتی بلکہ وہ پہلے باہر اوپر نیچے جاتی ہے جب اس کو دشواری پیش آتی ہے تو پھر وہ اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے جس پر یہ کہی گئی تھی اگر وہ اس کا اہل یا مستحق نہیں تھا تو پھر وہ لوٹ کر اپنے قائل کی طرف آجاتی ہے گویا جب تک اس بات کا یقین نہ ہو کہ وہ لعنت کا مستحق ہے اس وقت تک کسی پر لعنت نہ کی جائے اور اس بات کا یقین سوائے شارع علیہ السلام کے کسی کو نہیں ہو سکتا۔

٤٦٣٦ / ٣٨ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا نَازَعَتْهُ الرِّيْحُ رِدَآءَهٗ فَلَعَنَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنْهَا فَاِنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ وَّاِنَّهٗ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهٗ بِاَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کی چادر ہوا نے اڑا دی اس نے ہوا پر لعنت کی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا پر لعنت نہ کرو کیونکہ وہ تو حکم کے تابع[1] ہے اور جو ایسی چیز پر لعنت کرے جو اس کے مستحق نہ ہو تو وہ لوٹ کر اسی پر آجاتی ہے۔

(ترمذی)

[1] اس کے بھیجنے کی متعدد حکمتیں ہوتی ہیں۔ کیا بندہ اس سے تنگ آتا ہے۔ یا اسے ناپسند کرتا ہے؟ کیونکہ یہ چیزیں عبودیت و استقامت کے منافی ہیں۔ بلکہ ہر مصیبت و حادثہ میں اس کا ادب و خیال رکھنا ضروری ہے کہ ایسے احوال میں انسان دل و جان سے راضی رہے اور زبان کو خاموش رکھے اور اگر دل میں بشریت کی کمزوری کی وجہ سے کوئی تبدیلی آئے تب بھی زبان کی حفاظت کرے۔

٤٦٣٧ / ٣٩ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَلِّغُنِیْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِیْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا فَاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَاَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کسی کی طرف سے کوئی صحابی کوئی بات[1] نہ پہنچائے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس صاف[2] سینہ لے کر آؤں[3]۔ (ابوداؤد)

۱ لا یبلغنی فعل مضارع پر پیش اور جزم دونوں پڑھے جا سکتے ہیں۔

۲ کسی کی کوتاہی، فعل بد، عادت بد، اس نے یہ کیا، یا اس نے یہ کہا، فلاں اس طرح کہہ رہا تھا۔

۳ میرے سینے میں کسی کے بارے میں کوئی رنج، ملال اور ناراضگی نہ ہو۔

۴ اس میں یہ تعلیم ہے کہ امراء کے پاس بلکہ کسی بھی شخص کے پاس کسی کی بات اس لیے نہیں پہنچانی چاہیے کہ وہ اس سے ناراض ہو جائے اور ان دونوں میں عداوت و کینہ پیدا ہو جائے۔

۴۶۳۸/۴۰ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا تَعْنِيْ قَصِيْرَةً فَقَالَ لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ صفیہ سے آپ کے لیے یہ کافی ہے وہ ایسی[1] ہے وہ ایسی ہے یعنی پست[2] قد، آپ نے فرمایا تو نے ایسا کلمہ کہا کہ اگر سمندر میں ملا دیا جائے تو اسے متغیر کر دے گا۔

(احمد، ترمذی، ابوداؤد)

۱ یعنی ان کے عیب شمار کیے۔

۲ حضرت عائشہ کا مقصد آپ کی خدمت اقدس میں حضرت صفیہ کی عیب گوئی تھا وہ چونکہ پست قد تھیں اس لیے سیدہ عائشہ نے چاہا کہ آپ کے سامنے اس کا ذکر کروں، حضور علیہ السلام کو یہ عیب جوئی ناپسند آئی۔

۳ یعنی تیری بات اتنی بڑی ہے کہ سمندر اس سے متغیر ہو جائے، اب تیرے اعمال کا کیا حال ہوگا؟ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بقصد تحقیر کسی کا یہ عیب بیان کرنا کہ وہ چھوٹے قد کا ہے یہ بھی غیبت ہے۔

۴۶۳۹/۴۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَهٗ وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهٗ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شے میں بے حیائی[1] ہو اسے وہ عیب دار کر دیتی ہے اور جس شے میں حیا ہو وہ اسے زینت دیتی ہے۔ (ترمذی)

۱ فحش کا استعمال عام طور پر گفتگو کے لیے ہوتا ہے۔

۴۶۴۰/۴۲ وَعَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهٗ يَعْنِيْ مِنْ ذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ

حضرت خالد بن معدان حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی گناہ پر اپنے بھائی کو عار دلائی تو وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک وہ گناہ نہ کرے یعنی وہ گناہ جس سے[1] وہ توبہ کر چکا ہے (ترمذی) امام ترمذی نے روایت کر کے کہا یہ حدیث غریب ہے

خَالِدًا لَمْ يُدْرِكْ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ

اور اس کی سند متصل نہیں کیونکہ خالد نے حضرت معاذ بن جبل کو نہیں پایا۔

۱؎ یہ تابعی اور بہت بڑے مجتہد ہیں، انہوں نے ستر صحابہ کی زیارت کی۔ اہل شام میں سے نہایت ثقہ ہیں، اتنے مخلص کہ سوتے وقت چار ہزار مرتبہ تسبیح پڑھتے تھے۔

۲؎ اس کے کئے ہوئے گناہ پر سرزنش کرتا ہے۔

۳؎ اگر اس نے توبہ نہیں کی ابھی تک اس گناہ میں گرفتار ہے تو اسے گناہ سے باز کرنے کے لیے نصیحت و سختی کرے مگر بطور تکبر و تحقیر نہ ہو بلکہ اس سے مقصود نصیحت ہو، یہ تفسیر امام احمد بن حنبل سے منقول ہے۔

۴۶۴۱/۴۳ وَعَنْ وَاثِلَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيكَ فَيَرْحَمَهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيكَ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ)

حضرت واثلہ۱؎ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کو مصیبت میں دیکھ کر خوش۲؎ نہ ہوا کرو ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم کر دے اور تمہیں مبتلا فرما دے۔ (ترمذی نے اسے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔)

۱؎ حضرت واثلہ بن الاسقع صحابی ہیں اور اصحاب صفہ میں سے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲؎ اسی دشمنی کی بنا پر جو تجھے اس کے ساتھ ہے۔

۴۶۴۲/۴۴ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُحِبُّ أَنِّي حَكَيْتُ أَحَدًا وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں کسی کے طریقے پر چلنا۱؎ پسند نہیں کرتا اگرچہ مجھے۲؎ اتنا کچھ ملے۔

(ترمذی نے روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا۔)

۱؎ میں کسی کی حرکات و سکنات، افعال و طریقوں میں تقلید پسند نہیں کرتا۔

۲؎ اس سے مراد دنیا کی دولت ہے، کسی کی بطریق تمسخر و اہانت حکایت کرنا یہ بھی غیبت میں شامل ہے۔

۴۶۴۳/۴۵ وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَأَنَاخَ رَاحِلَتَهُ ثُمَّ عَقَلَهَا ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ أَتٰى رَاحِلَتَهُ فَأَطْلَقَهَا ثُمَّ رَكِبَ ثُمَّ نَادَى اللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا وَلَا تُشْرِكْ فِي رَحْمَتِنَا أَحَدًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَقُولُونَ

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی۱؎ آیا اس نے اونٹ بٹھایا پھر اسے باندھا پھر مسجد میں آ کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کی اس نے سلام پھیرا۔ اپنی سواری کو کھولا اور اس پر سوار ہو گیا پھر اس نے یہ دعا کی اے اللہ مجھ پر اور محمد مصطفیٰ پر رحم فرما اور ہماری رحمت میں کسی اور کو شریک نہ فرما، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری کیا

هُوَ اَضَلُّ اَمْ بَعِيْرُهٗ اَلَمْ تَسْمَعُوْا اِلٰى مَا قَالَ قَالُوْا بَلٰى (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ) وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا فِيْ بَابِ الْاِعْتِصَامِ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ۔

رائے ہے کہ یہ زیادہ بے خبر ہے یا اس کا اونٹ؟ کیا تم نے نہیں سنا جو اس[2] نے کہا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں (ابوداؤد) اور حدیث ابوہریرہ، کَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا ہم نے باب الاعتصام کی فصل اول میں ذکر کر دی ہے۔)

[1] ایک دیہاتی آیا۔

[2] اس کا یہ قول مراد ہے کہ ہمارے ساتھ کسی کو رحمت میں شامل نہ کر۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کو محدود کر دیا تھا اور یہ مناسب نہیں کیونکہ دعا میں تمام مومنین کو شامل کرنا چاہیے اور اس کا یہ عمل بھی قابل اعتراض تھا کہ اس نے خاص رحمت میں اپنے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شامل کیا حالانکہ یہ بات ادب کے خلاف ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۴۶۴۴/۴۶ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالٰى وَاهْتَزَّ لَهُ الْعَرْشُ۔
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور اس سے عرش کانپ[1] اٹھتا ہے
(بیہقی، شعب الایمان)

[1] یا تو ظاہر پر ہی محمول ہے کہ عرش ہل جاتا ہے یا یہ امر عظیم کے واقع ہونے سے کنایہ ہے کیونکہ فاسق کی مدح پر راضی ہونا ایسی چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے بلکہ قریب ہے کہ موجب کفر ہو اور حرام کو حلال جاننے کی طرف پہنچانے والی ہے۔ جب یہ مدح فاسق کا حال ہے تو مدحِ ظالم کا کیا حال ہوگا۔

۴۶۴۵/۴۷ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى الْخِلَالِ كُلِّهَا اِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكَذِبَ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن تمام خصلتوں[1] پر پیدا کیا گیا ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے[2]

(یہ حدیث امام احمد، اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے)

[1] خِلال۔ خاء کے نیچے زیر ہے یہ خُلّت کی جمع ہے اور خاء پر فتحہ بھی پڑھا گیا ہے۔

[2] غالباً یہاں کامل مومن مراد ہے کیونکہ بہت سے مسلمان بد دیانتی اور دروغ گوئی کے مرتکب ہوتے ہیں یا ان دونوں صفات کا اجتماع مراد ہے لیکن اشکال باقی ہے کیونکہ ان کا اجتماع بھی بعض مسلمانوں میں ہوتا ہے۔

یا یہاں ان دونوں صفات کی نفی میں مبالغہ مراد ہے کہ مومن عمل تصدیق اور امانت ایمان کا حامل ہوتا ہے اور مختار یہ ہے کہ یہاں ان دونوں اعمال سے ہی مراد ہے کہ مومن کو چاہیے کہ ان دونوں سے پرہیز کرے۔

۴۶۴۶/۴۸ وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ اَنَّهٗ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَهٗ اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ بَخِيْلًا قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَهٗ اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا قَالَ لَا۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مُرْسَلًا)

حضرت صفوان[1] بن سلیم بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے فرمایا[2] ہاں! پھر عرض کیا گیا مومن کنجوس ہو سکتا ہے؟ فرمایا ہاں! پھر عرض کیا گیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے۔ فرمایا نہیں[3]۔

(امام مالک، بیہقی نے شعب الایمان میں مرسلاً روایت کیا ہے)

[1] صفوان یہ جلیل القدر تابعی اور ثقہ ہیں، مدنی ہیں۔ یہ صالحین لوگوں کے پیشوا اور امام تھے۔ ان کے ذکر سے بارش کے لیے دعا کی جاتی تھی۔ عرصہ چالیس سال تک آرام نہیں کیا وصال کے وقت بھی بیٹھ کر جان دی۔ کثرت سجود کی وجہ سے ان کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا تھا۔ نہایت قناعت کرنے والے تھے اسی لیے بادشاہ کے عطیات وصول نہ کرتے اور کہتے کہ جب میں تقدیر الٰہی پر ایمان رکھتا ہوں تو مجھے اس کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے ابن عمر، عبداللہ بن جعفر، انس بن مالک اور تابعین کی ایک جماعت سے روایت کی ہے اور ان سے امام مالک اور ابن عیینہ نے روایت کی ہے۔ ایک سو دو ہجری کو سفاح کے عہد میں ان کا وصال ہوا۔

[2] بعض مسلمان بزدل ہوتے ہیں۔ بزدلی اور ایمان میں منافات نہیں ہے۔

[3] کیونکہ ایمانی صدق وحقانیت، جھوٹ کے منافی ہے وہ نفس الامر میں ناحق اور باطل ہوتا ہے اس میں سابقہ تاویلات جاری ہو سکتی ہیں۔ لفظ کذاب مبالغہ کا صیغہ لانے کی حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ بعض اوقات بعض حالات میں اس کا وقوع ہو سکتا ہے جبکہ اس کے ساتھ دنیوی غرض متعلق نہیں ہوتی۔

۴۶۴۷/۴۹ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَيَتَمَثَّلُ فِيْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ فَيَأْتِي الْقَوْمَ فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيْثِ مِنَ الْكَذِبِ فَيَتَفَرَّقُوْنَ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا اَعْرِفُ وَجْهَهٗ وَلَا اَدْرِيْ مَا اسْمُهٗ يُحَدِّثُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان انسانی صورت میں کسی قوم کے پاس آتا ہے اور انہیں کسی جھوٹی بات کی اطلاع دیتا ہے۔ لوگ متفرق ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی کہتا ہے میں نے ایک شخص سے سنا جس کی شکل[1] پہچانتا ہوں مگر میں اس کا نام نہیں جانتا[2]۔ (مسلم)

[1] اگر میں اسے دیکھ لوں تو پہچان لوں گا۔

[2] الفاظ حدیث ظاہراً اس پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہاں شیطان سے مراد جن ہے۔ یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ شیطان

کو اس بات کی قدرت دی گئی ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کی طرف جھوٹ منسوب کرے اور حدیث سے مراد حدیث نبوی ہوگی لیکن یاد رہے کہ شیطان، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ اختیار نہیں کر سکتا۔ اور ان دونوں میں فرق نہایت نمایاں ہے۔ واللہ اعلم۔ اور یہ ممکن ہے کہ یہاں شیطان سے مراد انسان ہو جو کسی صالح شخص کی صورت میں آجائے، الغرض مقصود حدیث یہ ہے کہ سماع حدیث میں نہایت احتیاط اور غور و فکر سے کام لیتے ہوئے قائل کے احوال اور اس کے صدق کی تحقیق کر لی جائے یہ نہ ہو جو سنا جس سے سنا نقل کر دیا۔ ماتن نے اگرچہ اس حدیث کو مرفوعاً بیان نہیں کیا مگر چونکہ اس پر اطلاع نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر نہیں ہو سکتی لہٰذا یہ حکم مرفوع میں ہے جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت ہے۔

۴۶۴۸ / ۵۰ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ قَالَ اَتَيْتُ اَبَا ذَرٍّ فَوَجَدْتُّهٗ فِي الْمَسْجِدِ مُحْتَبِيًا بِكِسَاءٍ اَسْوَدَ وَحْدَهٗ فَقُلْتُ يَا اَبَا ذَرٍّ مَا هٰذِهِ الْوَحْدَةُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْوَحْدَةُ خَيْرٌ مِّنْ جَلِيْسِ السُّوْءِ وَالْجَلِيْسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِّنَ الْوَحْدَةِ وَاِمْلَاءُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِّنَ السُّكُوْتِ وَالسُّكُوْتُ خَيْرٌ مِّنْ اِمْلَاءِ الشَّرِّ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت عمران بن حطان[1] بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، میں نے انہیں مسجد میں کالی چادر میں اکیلے ٹیک لگائے ہوئے پایا، میں نے عرض کیا اے ابوذر! یہ تنہائی کیوں؟ فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تنہائی بُرے[3] دوست سے بہتر ہے اور اچھا ساتھی تنہائی سے بہتر ہوتا ہے اور اچھی بات کرنا خاموشی سے بہتر[4] اور خاموشی بری بات سے بہتر۔ (بیہقی)

[1] حِطّان۔ حا کے نیچے زیر، طا پر شد۔ ان کی کنیت ابو شہاب ہے تابعی، ثقہ اور بصری ہیں، خارجین نے کہا کہ یہ خارجی تھے کیونکہ ابن ملجم کی تعریف کرتے تھے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ اہل ہوا میں خوارج سے بڑھ کر احادیث صحیحہ کوئی بیان نہیں کرتا۔ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث میں مُتّہم نہیں۔ ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عمر، ابوموسیٰ اور ابوذر سے روایت کی ہے اور ان سے قتادہ اور محارب بن دثار نے روایت بیان کی ہے۔ محدثین کی ایک جماعت نے خصوصاً امام بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے ان سے روایات بیان کی ہیں۔

[2] اپنے دوستوں میں کیوں نہیں بیٹھتے تاکہ ان سے استفادہ ہوتا یا انہیں فائدہ پہنچایا جاتا۔

[3] چونکہ اس وقت کوئی با اعتماد صالح دوست موجود نہیں اس لیے تنہا بیٹھا ہوں اور جب موجود ہوں تو ان کے ساتھ بھی بیٹھتا ہوں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو بنی امیہ کی طرف سے نفرت و وحشت تھی، امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کی بیعت کی ہوئی تھی اور مدینہ منورہ سے باہر گھر بنا کر زندگی بسر کر رہے تھے اور روایات میں آیا ہے کہ ان کا وہیں وصال ہوا۔

[4] مثلاً طلبہ کو علم دین کی تعلیم دینا خاموشی سے بہتر ہے۔

۴۶۴۹ / ۵۱ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَقَامُ الرَّجُلِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا مقام

بِالصَّمْتِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً۔
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

و مرتبہ خاموشی کے ساتھ ساٹھ برس کی عبادت[1] سے افضل ہوتا ہے۔ (بیہقی)

[1] کیونکہ وہ خاموشی کی حالت میں حقائق الٰہیہ اور تکوینیہ کے معارف پر غور و فکر کرتا ہے، یا ذکر خفی کے سمندر میں لطائف قلبیہ کو اس طرح متفرق کر دیتا ہے کہ ذات و صفات الٰہیہ کا نور اسے ڈھانپ لیتا ہے۔ یہ عمل اگرچہ تھوڑی دیر کے لیے ہو تاہم اس عبادت سے افضل ہے جو ظاہر اعضاء کے ساتھ ہو اور اس میں حضوری قلب نہ ہو اور دل یاد الٰہی میں مشغول و متوجہ نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ کئی سال ہو۔

۴۶۵۰/۵۲ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ اِلٰى اَنْ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْصِنِيْ قَالَ اُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَاِنَّهٗ اَزْيَنُ لِاَمْرِكَ كُلِّهٖ قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاِنَّهٗ ذِكْرٌ لَّكَ فِي السَّمَاءِ وَنُوْرٌ لَّكَ فِي الْاَرْضِ قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ عَلَيْكَ بِطُوْلِ الصَّمْتِ فَاِنَّهٗ مَطْرَدَةٌ لِّلشَّيْطٰنِ وَعَوْنٌ لَّكَ عَلٰى اَمْرِ دِيْنِكَ قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ اِيَّاكَ وَكَثْرَةَ الضِّحْكِ فَاِنَّهٗ يُمِيْتُ الْقَلْبَ وَيَذْهَبُ بِنُوْرِ الْوَجْهِ قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ لَا تَخَفْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ قُلْتُ زِدْنِيْ قَالَ لِيَحْجُزْكَ عَنِ النَّاسِ مَا تَعْلَمُ مِنْ نَّفْسِكَ۔
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے طویل[1] حدیث بیان کی یہاں تک کہ فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت کیجیے، فرمایا میں تجھے اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تیرے تمام امور کے لیے بہترین زینت ہے، عرض کیا کچھ اس پر اضافہ[2] فرمائیے۔ فرمایا: تلاوت قرآن اور[3] ذکر الٰہی کرو، کیونکہ وہ تیرا ذکر ہوگا آسمان[4] میں اور نور ہوگا۔ تیرے لیے زمین[5] میں، میں نے عرض کیا اس میں اضافہ فرمائیے۔ فرمایا لمبی[6] خاموشی اختیار کرو۔ کیونکہ یہ شیطان[7] کو بھگانے والی اور امور دین[8] پر تیری معاون ہوگی۔ عرض کیا کہ میرے لیے اضافہ فرمائیے، فرمایا زیادہ ہنسنے سے بچو۔ کیونکہ وہ دل کو مردہ[9] بنا دیتا ہے۔ اور چہرے کے نور کو دور[10] کر دیتا ہے میں نے عرض کیا: اضافہ فرمائیے، فرمایا: حق بات کہو اگرچہ کڑوی ہو میں نے عرض کیا اضافہ فرمائیے۔ فرمایا راہ خدا میں کسی ملامت[11] کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو۔ میں نے عرض کیا میرے لیے اور اضافہ فرمائیے۔ فرمایا تمہارے اپنے عیوب کا علم لوگوں کے عیوب[12] دیکھنے سے منع کر دے۔
(بیہقی)

---

[1] وہ تمام حدیث یہاں ذکر نہیں بلکہ اس کا ایک حصہ ہے۔

[2] یہاں زیادتی سے مراد وضاحت و تفصیل ہے کیونکہ تقویٰ میں اجمالاً تمام امور کا ذکر آ چکا ہے۔

۳ے تمام وہ امور خیر جو تقرب الٰہی کا ذریعہ ہیں ذکر میں داخل ہیں، اگر لفظ ذکر کو اس معنیٰ پر محمول کریں تو تلاوت کے بعد اس کا تذکرہ تخصیص کے بعد تعمیم کے طور پر ہے۔ حدیث میں ہے کہ سب سے افضل ذکر کلمہ طیبہ ہے۔ اگر حدیث مذکورہ میں مراد کلمہ طیبہ ہے تو اب کل کے بعد جز کا ذکر ہوگا کیونکہ اس میں شرف و فضیلت دیگر اذکار سے زائد ہے۔

۴ے تیرا تذکرہ آسمان پر ملائکہ خیر و رحمت اور دعا کے ساتھ کریں گے صرف ملائکہ ہی نہیں بلکہ خود پروردگار عالم ذکر فرمائے گا۔ ارشاد ہے فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) حدیث میں مَنْ ذَكَرَنِیْ الخ آیا ہے، ہر تقدیر پر اس بات پر تنبیہ ہے کہ تلاوتِ قرآن تدبر، غور و فکر اور حضورِ قلب کی ساتھ کی جائے۔

۵ے یعنی اس عالم سفلی میں معرفت و یقین اور ہدایت کے نور کے ظہور کا سبب ہے۔

۶ے یعنی ایسی خاموشی جو تفکر اور انعامات الٰہیہ کے ذکر کے ساتھ ہو۔

۷ے اس شیطان کو جو زبان کے راستے حملہ آور ہو کر انسان کو مصیبت کے کنوئیں میں پھینک دیتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب بندہ ذکر الٰہی کرتا ہے تو شیطان گر پڑتا ہے اور بھاگ جاتا ہے۔

۸ے کیونکہ خاموشی کی وجہ سے انسان زبان کی آفات سے محفوظ ہو کر حصولِ علم و معرفت اور ذکر خفی کے نور سے منور ہو جاتا ہے۔

۹ے اس کی وجہ یہ ہے کہ دل کو تاریکی اور سختی لاحق ہو جاتی ہے جو اس نورِ علم و معرفت کو ختم کر دیتی ہے جس میں دل کی حیات کا راز مضمر تھا۔

۱۰ے اس سے مراد نورِ باطن کا روشن ہونا اور عبادت کے آثار کا ظہور ہے جب دل ہی مردہ ہوگیا تو اب چہرے کا بے نور ہونا لازمی امر ہے کیونکہ تمام جسم کی زندگی حسًّا و معنیً دل ہی کی زندگی کی وجہ سے ہے۔

۱۱ے جو کوئی کچھ کہتا ہے کہتا پھرے تو اس کی بارگاہ میں حاضر رہ اور غلبہ دین کے لیے کوشاں رہ۔

کار جامی عشق خوباں است ہر سو عالمے
میکند انکار او، او ہم چناں در کار خویش

جامی کا کام محبوبوں کے ساتھ محبت کرنا ہے۔ تمام جہان اسے ملامت کر رہا ہے وہ پھر بھی اپنے کام میں معروف ہے۔

۱۲ے لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر مگر ان کے عیب نہ ڈھونڈ اور نہ ہی ان کی غیبت کر۔ اور خود کو ہمیشہ ناقص جان۔ شعر

غافل اند ایں خلق از خود اے پسر
لاجرم گویند عیب یکدگر

اے بیٹے لوگ آج اپنے آپ سے غافل ہیں اور دوسروں کے عیب بیان کرتے ہیں۔

۴۶۵۱/۵۳ وَعَنْ اَنَسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى خَصْلَتَيْنِ هُمَا اَخَفُّ عَلَى الظَّهْرِ وَ اَثْقَلُ فِى الْمِيْزَانِ قَالَ قُلْتُ بَلٰى قَالَ طُوْلُ الصَّمْتِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ ۲ مَا عَمِلَ الْخَلَائِقُ بِمِثْلِهِمَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! کیا تمہیں دو ایسی عادتیں نہ بتاؤں جو پیٹھ ۱ے پر ہلکی اور ترازو ۲ے پر بھاری ہیں، بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا ضرور، فرمایا: دراز خاموشی اور اچھے اخلاق ۳ے قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے!

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

مخلوق نے ان جیسے عمل نہ کیے ہوں گے۔ (بیہقی)

۱؎ یہ تشبیہ و تمثیل ہے کہ یہ ایسا حکم شرعی ہے جس کا اٹھانا انسان کے لیے مشکل نہیں بلکہ آسان ہے جیسا تھوڑا بوجھ اٹھانا دشوار نہیں ہوتا۔

۲؎ جس کے ساتھ نامۂ اعمال کو تولا جائے گا۔

۳؎ ان میں آسانی اس حوالے سے ہے کہ خاموشی میں کوئی مشقت نہیں اٹھانا پڑتی بلکہ گفتگو کرنے میں ظاہری و باطنی مشقت ہے۔ اسی طرح اچھے اخلاق و عادات کا معاملہ ہے کہ ان میں بھی نرمی ہوتی ہے۔ بخلاف سختی، درشتی اور جدال وغیرہ میں بڑی جد وجہد اٹھانا پڑتی ہے۔ اس کے بعد ان دونوں صفات کا ثواب اور درجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

۴؎ کوئی کام اور عمل ان کے برابر نہیں ہو سکتا۔

۲۶۵۲ / ۵۴ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَبِيْ بَكْرٍ وَهُوَ يَلْعَنُ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ فَقَالَ لَعَّانِيْنَ وَصِدِّيْقِيْنَ كَلَّا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَأَعْتَقَ أَبُوْ بَكْرٍ يَوْمَئِذٍ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا أَعُوْدُ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْأَحَادِيْثَ الْخَمْسَةَ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے پاس سے گزرے کہ وہ اپنے ایک غلام پر لعنت بھیج رہے تھے، تو آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو لعنت بھیجنے والے بھی اور صدیق بھی ہوں۱؎۔ رب کعبہ۲؎ کی قسم! ہرگز ایسا نہیں۔ حضرت ابوبکر نے اس۳؎ دن کچھ غلام آزاد کر دیے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آئندہ ایسا نہیں کروں گا (یہ پانچوں احادیث امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں)

۱؎ یعنی ایسے لوگ جن میں یہ دونوں صفات جمع ہوں، مقصود اس سے یہ تھا کہ صدیقیت اور لعنت کرنا دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں گزرا ہے۔ لَا يَنْبَغِيْ لِلصِّدِّيْقِ أَنْ يَكُوْنَ لَعَّانًا (صدیق کے لیے مناسب نہیں کہ وہ کسی پر لعنت کرے) اور اس میں تاکید فرماتے ہوئے کہا۔

۲؎ اس بارے میں تاکید کہ (صدیق ہونا اور لعنت کرنا) دونوں چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔

۳؎ سیدنا ابوبکر کو اس پر شرمندگی ہوئی تو آپ نے کچھ غلام آزاد کیے۔

۲۶۵۳ / ۵۵ وَعَنْ أَسْلَمَ قَالَ إِنَّ عُمَرَ دَخَلَ يَوْمًا عَلٰى أَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ وَهُوَ يَجْبِذُ لِسَانَهٗ فَقَالَ عُمَرُ مَهْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ فَقَالَ لَهٗ أَبُوْ بَكْرٍ إِنَّ هٰذَا أَوْرَدَنِي الْمَوَارِدَ۔

حضرت اسلم۱؎ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے تو وہ اپنی۲؎ زبان کھینچ رہے تھے تو حضرت عمر نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بخشے۔ ٹھہریے! اس پر

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت ابوبکر نے فرمایا: اس نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں ڈالا ہے۔

(مالک)

[1] اسلم۔ یہ سیدنا عمر کے آزاد کردہ غلام، تابعی ہیں۔ مخضرمی ۱۱۴ سال کی عمر میں سنہ ۸۰ھ اور ایک قول کے مطابق سنہ ۶۰ھ کے بعد ان کا وصال ہوا۔

[2] اپنے منہ سے زبان کو باہر کھینچ رہے تھے۔ مقصود زجر و توبیخ ہے۔

۴۶۵۴/۵۶ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِضْمَنُوْا لِيْ سِتًّا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ اُصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُمْ وَاَوْفُوْا اِذَا وَعَدْتُّمْ وَاَدُّوْا اِذَا اؤْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ وَكُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے نفس کی طرف چھ چیزوں کی مجھے ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جب بات کرو سچ کہو، جب وعدہ کرو پورا کرو، جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے اسے ادا کرو، اپنی شرمگاہوں[1] کی حفاظت کرو، اپنی نگاہوں[2] کو نیچا رکھو اور اپنے ہاتھوں کو[3] روکو۔

(احمد، بیہقی)

[1] فرج۔ مرد و عورت کے ان مقامات کو کہتے ہیں جن کا چھپانا لازم ہے۔ یہاں مراد عورت غلیظہ ہے۔

[2] غیر محرم کو دیکھنے سے۔

[3] قتل کرنے، گرفت کرنے اور حرام پکڑنے سے[1]۔

۴۶۵۵/۵۷ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ غَنْمٍ وَاَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ وَشِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّآءُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ الْبُرَآءَ الْعَنَتَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

عبدالرحمٰن بن غنم[1] اور اسما بنت یزید[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے وہ ہیں جنہیں[3] دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آئے اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو[4] چغلی کرنے والے دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنے والے اور پاک لوگوں میں عیب[5] تلاش کرنے والے۔

(احمد، بیہقی، شعب الایمان)

[1] ابن غنم۔ عین پر زبر نون ساکن۔ تابعی۔ ثقہ کبار تابعین میں سے ہیں۔ اشعری، شامی ہیں۔ زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں کو پایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات میں ہی اسلام لائے مگر زیارت نہ کر پائے۔ انہوں نے

---

[1] شارح نے اختصار و اجمال سے کام لیا ہے ورنہ تمام وہ ممنوعات جن کا ارتکاب ہاتھ کرتے ہیں وہ اس میں شامل ہیں۔ فافہم۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت اختیار کی اور یہ صحبت اس وقت شروع ہوئی جب حضرت معاذ یمن میں بحیثیت قاضی تشریف لائے اور ان کے وصال تک قائم رہی۔ امام بخاری کی رائے میں یہ صحابی ہیں لیکن قول اول صحیح ہے۔ ملک شام میں سب سے بڑے فقیہ یہی تھے۔ وہاں اکثر فقہا انہی کے شاگرد ہیں۔ متقدمین صحابہ سے روایت کرتے ہیں اور نہایت جلالت شان و قدر کے مالک ہیں۔

ؔ۲ اسماء بنت یزید، یہ انصاریہ صحابیہ ہیں۔ بڑی دانشور اور دین کو سمجھنے والی خاتون ہیں۔

ؔ۳ ان بندوں کو بارگاہ خداوندی میں ایسا خصوصی تعلق ہوتا ہے کہ جب ان کے چہرے، افعال و اقوال اور حسن و جمال پر نظر پڑتی ہے تو خدا یاد آتا ہے۔ کیونکہ ان پر عبادت اور اصلاح نفس کے آثار کا کامل ظہور ہوتا ہے بعض لوگوں نے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ ان کی زیارت سے ذکر خدا کا ثواب ملتا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا کہ عالم کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی صالح کے چہرے پر نظر پڑتی ہے تو زیارت کرنے والے کے سینے میں اس طرح نور ایمان سرایت کرتا ہے کہ اس کا دل روشن ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے۔ اُنْظُرُوْا اِلٰى وَجْهِ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ (حضرت علی کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے)، یہ حدیث معنی اول کی تصدیق کرنے والی ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ جب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ گھر سے باہر تشریف لاتے تو جن لوگوں کی نظر آپ کے چہرہ اقدس پر پڑتی تو وہ پکار اٹھتے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَا اَشْرَفَ هٰذَا الْفَتٰى

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس نوجوان کو کتنی بزرگی عطا ہوئی ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَا اَكْرَمَ هٰذَا الْفَتٰى

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں یہ نوجوان کتنا فرشتہ صفت ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَا اَعْلَمَ هٰذَا الْفَتٰى

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے کتنا علم حاصل ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَا اَشْجَعَ هٰذَا الْفَتٰى

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں یہ نوجوان کتنا جرأت مند ہے۔

یعنی آپ کی زیارت کلمۂ توحید کے ذکر کا باعث بن جاتی تھی۔

ایک دن راقم (عبد الحق) مکہ معظمہ کے بازار سے غافل نفس سر نیچے کیے گزر رہا تھا۔ اچانک نظر ایک مرد کے چہرے پر پڑی۔ بے اختیار زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ کے سوا کوئی مالک حقیقی نہیں وہ یکتا لا شریک ہے۔ ملک اسی کا ہے حمد اسی کے لیے اور وہ ہر شی پر قادر ہے) غالب گمان یہ ہے کہ یہ واقعہ اس حدیث کی سچائی کی تصدیق کے لیے تھا۔

[4] ایک کی بات دوسرے کے سامنے اس لیے کرتے ہیں کہ ان کے درمیان شر و فساد پیدا ہو۔

[5] عفت، فساد، ہلاک، زنا کے معانی میں ہے۔ یہاں ان کا مجموعہ مراد ہے یعنی ایسی جماعت جو ان گناہوں سے پاک اور منزہ ہو۔ ان پر مختلف عیوب، فساد کے الزامات عائد کر کے انہیں پریشان کرنا۔

۴۶۵۶/۵۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلَيْنِ صَلَّيَا صَلٰوةَ الظُّهْرِ اَوِ الْعَصْرِ وَكَانَا صَائِمَتَيْنِ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ اَعِيْدُوْا وُضُوْءَكُمَا وَصَلٰوتَكُمَا وَامْضِيَا فِيْ صَوْمِكُمَا وَاقْضِيَاهُ يَوْمًا اٰخَرَ قَالَا لِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِغْتَبْتُمْ فُلَانًا۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دو آدمیوں نے نماز ظہر یا عصر[1] ادا کی۔ دونوں حالت روزہ میں تھے جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمائی تو فرمایا اپنا وضو اور نماز لوٹاؤ اور روزہ جاری[2] رکھو اور دوسرے دن اس کی قضا کرو[3]۔ عرض کیا یا رسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے[4] آپ نے فرمایا: تم نے فلاں کی غیبت کی[5] ہے۔ (بیہقی)

[1] راوی کا شک ہے۔

[2] روزہ افطار نہ کرو بلکہ اسے پورا کر لو۔

[3] تمہارا یہ روزہ فاسد ہو گیا ہے۔ اس کی قضا کرنا تم پر لازم ہے لیکن اس کے باوجود اس روزہ کو جاری رکھو افطار نہ کرو اور احتیاطاً بطور قضا روزہ رکھو۔

[4] وضو اور نماز لوٹائیے اور روزے کی قضا دے۔

[5] اور غیبت ناقض وضو اور ناقض روزہ ہے۔ شارحین نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث میں غیبت کی مذمت نہایت سخت انداز میں بیان کی گئی ہے ورنہ غیبت ناقض وضو و روزہ نہیں۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا حضرت سفیان ثوری ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے غیبت کو ناقض روزہ قرار دیتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ تو ہم میں کون ہے جس کا روزہ درست ہو گا؟ اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ غیبت ناقض وضو نہیں کیونکہ آپ نے انہیں روزہ جاری رکھنے کا حکم فرمایا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر روزہ حقیقتہً فاسد ہو جاتا تو انہیں یہ حکم نہ دیا جاتا اگرچہ حائضہ کی صورت میں ایسا ہے کہ رمضان کے روزہ کے دوران اگر حیض آ گیا تو اب روزہ یقیناً فاسد ہو گیا مگر حرمت رمضان کے پیش نظر روزہ افطار نہ کرے۔ بہر صورت یہ واضح ہوا کہ اس حدیث میں غیبت کی قباحت و شناخت بیان ہوئی ہے۔ احتیاط و تقوی اسی میں ہے کہ غیبت کے بعد تجدید وضو کر لی جائے بلکہ علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر کسی آدمی نے لایعنی گفتگو کی، بہت زیادہ باتیں کیں یا اونچی ہنستا رہا تو اس کے لیے تجدید وضو مستحب ہے تاکہ اس کی وجہ سے لاحق ہونے والی تاریکی کا ازالہ کیا جا سکے اور روزے دار کو ہر حال میں غیبت سے پرہیز اور احتیاط کرنا ضروری ہے۔

۴۶۵۷/۵۹ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّجَابِرٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابو سعید اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ الْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَزْنِيْ فَيَتُوْبُ فَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَيَتُوْبُ فَيَغْفِرُ اللّٰهُ لَهٗ وَاِنَّ صَاحِبَ الْغِيْبَةِ لَا يُغْفَرُ لَهٗ حَتّٰى يَغْفِرَهَا لَهٗ صَاحِبُهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ اَنَسٍ قَالَ صَاحِبُ الزِّنَا يَتُوْبُ وَصَاحِبُ الْغِيْبَةِ لَيْسَ لَهٗ تَوْبَةٌ۔

(رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت زنا سے[1] بدتر ہے۔ صحابہ نے[2] عرض کیا یا رسول اللہ غیبت زنا سے بدتر کیوں ہے؟ فرمایا: زانی مرد کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے[3] معاف فرما دیتا ہے اور غیبت کرنے والے کو اس وقت تک معاف نہیں کیا جاتا یہاں تک کہ وہ معاف کرے جس کی غیبت[4] کی۔ اور حضرت انس سے روایت ہے فرمایا: صاحب زنا توبہ کر سکتا ہے اور صاحب غیبت کے لیے[5] توبہ نہیں (بیہقی نے ان تینوں احادیث کو شعب الایمان میں روایت کیا)

---

[1] بعض وجوہ کی بنا پر۔

[2] صحابہ پر یہ بات دشوار گزری۔

[3] کیونکہ زنا حقوق اللہ میں سے ہے۔

[4] کیونکہ یہ بندے کا حق ہے۔

[5] اس کی وجہ پہلی روایت میں ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحب زنا خوفِ الٰہی میں کانپ اٹھتا ہے اور اللہ کے حضور معافی مانگ لیتا ہے اور صاحب غیبت اس معاملہ کو آسان سمجھتے ہوئے خوف نہیں رکھتا حتیٰ کہ وہ اسے حلال تصور کر لیتا ہے جو اسے کفر کے گڑھے میں گرا دیتی ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

۴۶۵۸/۶۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ كَفَّارَةِ الْغِيْبَةِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَهٗ تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ وَقَالَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ ضُعْفٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی اس کے لیے بخشش کی دعا یوں کی جائے۔ اے اللہ ہمیں[1] اور اسے بخش دے۔ (بیہقی نے دعوات کبیر میں روایت کر کے کہا کہ اس کی سند میں ضعف ہے۔

---

[1] معروف و مسلم طریقہ یہی ہے کہ پہلے اپنے لیے معافی مانگی جائے تاکہ انسان خود پاک ہو اور پھر دوسرے کے لیے دعا کرے تو قبول ہوگی۔ اور غیبت کا کفارہ حقیقتہً یہ ہے کہ اس دوسرے سے معافی مانگی جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ندامت اور استغفار کی جائے اور اس دوسرے کے لیے دعا کرنا بھی کفارے میں شامل ہے جس پر یہ حدیث دال ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حدیث میں کلمۂ مِنْ تبعیضیہ ہے۔

بَابُ الْوَعْدِ

۳۱۷۔ وعدے کا بیان

صراح میں ہے وعد، عدۃ، موعد خوش خبری دینا ہے اور یہ خیر و شر دونوں میں مستعمل ہیں بشرطیکہ ان میں سے کسی کا ذکر ہو، ورنہ خیر کے لیے وعدہ اور شر کے لیے وعید و ایعاد ہیں، میعاد جائے وعد اور وعدہ گاہ کو کہتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۲۶۵۹ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَآءَ اَبَا بَكْرٍ مَّالٌ مِّنْ قِبَلِ الْعَلَآءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَّنْ كَانَ لَهٗ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ اَوْ كَانَتْ لَهٗ قِبَلَهٗ عِدَةٌ فَلْيَاْتِنَا قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ وَعَدَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعْطِيَنِيْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وهكذا فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ جَابِرٌ فَحَثَا لِيْ حَثْيَةً فَعَدَدْتُّهَا فَاِذَا هِيَ خَمْسُ مِائَةٍ قَالَ خُذْ مِثْلَيْهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پہلی فصل

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور حضرت ابوبکر کے پاس علاء بن حضرمی[1] کی طرف سے مال آیا۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ جس شخص کا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرض ہو یا آپ نے کسی سے وعدہ[2] فرمایا ہو تو ہمارے پاس آ جائے[3]۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے اتنا[4] اتنا اتنا دیں گے اور انہوں نے دونوں ہاتھ[5] پھیلائے ہوئے تھے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ مجھے صدیق اکبر نے دونوں ہاتھ بھر کر دیا[6]، میں نے انہیں گنا تو وہ پانچ سو تھے۔ فرمایا اس سے دو گنا اور رکھ[7] لے لو۔

(بخاری و مسلم)

---

[1] ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بحرین میں گورنر مقرر فرمایا تھا۔

[2] یعنی کسی کے ساتھ انعام وغیرہ کا وعدہ فرمایا ہو۔

[3] یہ سیدنا ابوبکر کا ارشاد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی کوئی وراثت نہیں۔ میں آپ کا خلیفہ ہوں۔ وہ جگہ یا وہ شخص جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے میں بھی خرچ کروں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام پر اگر کسی کا قرض ہے یا آپ نے کسی کے ساتھ عطا کا وعدہ فرمایا تھا تو میں اسے پورا کروں گا اور رہا معاملہ فدک کا تو اس سے آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم اپنے عیال اور فقراء المومنین پر خرچ فرماتے تھے وہ بھی اس باب سے ہے، فرمایا میں بھی اسے اسی طریقہ پر خرچ کروں گا۔ اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جابر سے وعدہ فرمایا ہوا تھا کہ جب ہمارے پاس آئے گا تو ہم تجھے تین چلو بھر کر دیں گے۔

[4] یعنی تین بار دونوں ہاتھ بھر کر دوں گا۔

[5] ہاتھ پھیلا کر اس وعدہ کی تفصیل بیان کی کہ آپ نے اس طرح ہاتھ کھول کر فرمایا تھا۔

[6] میری جھولی میں ڈالا۔

[7] تاکہ تین لپ پورے ہو جائیں۔ بعض روایات میں تین چلو کی تصریح ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۴۶۶۰ عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ[2] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبْیَضَ قَدْ شَابَ وَکَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا یُشْبِھُہٗ وَاَمَرَلَنَا بِثَلٰثَۃَ عَشَرَ قَلُوْصًا فَذَھَبْنَا نَقْبِضُھَا فَاَتَانَا مَوْتُہٗ فَلَمْ یُعْطُوْنَا شَیْئًا فَلَمَّا قَامَ اَبُوْبَکْرٍ قَالَ مَنْ کَانَتْ لَہٗ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِدَۃٌ فَلْیَجِیْءُ فَقُمْتُ اِلَیْہِ فَاَخْبَرْتُہٗ فَاَمَرَلَنَا بِھَا۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

دوسری فصل

حضرت ابوجحیفہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سفید رنگ[2] دیکھا کہ بڑھاپا[3] آچکا تھا اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے ہم شکل تھے۔ آپ نے ہمارے لیے تیرہ اونٹنیوں[5] کا حکم جاری فرمایا ہم لینے گئے تو آپ کے وصال کی خبر ملی لوگوں نے ہم کو کچھ نہ دیا۔ جب حضرت ابوبکر خلیفہ بنے اور اعلان کیا کہ جس کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے کوئی وعدہ فرمایا[4] وہ آجائے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اطلاع[6] دی تو آپ نے وہ اونٹنیاں دینے کا حکم جاری فرمایا۔ (ترمذی)

---

[1] ابوجحیفہ۔ جیم پر پیش، حا پر زبر یا ساکن، ان کا نام وہب بن عبداللہ ہے۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کم عمر صحابہ میں سے ہیں۔ کوفہ میں قیام پذیر رہے اور وہاں ایک سرائے تعمیر کروائی، سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بیت المال کا امیر بنایا، سیدنا علی کے ساتھ ہر معرکہ میں شریک ہوئے اور کوفہ میں ہی ان کا چوہتر ہجری کو وصال ہوا۔

[2] سفید رنگ جو مائل سرخی تھا۔

[3] آپ کے مبارک بالوں سے ظاہر ہو رہا تھا، یاد رہے کہ آپ کے سر اقدس اور داڑھی مبارک کے بیس سے زائد بال سفید نہ تھے جیسا کہ اپنے مقام پر آ رہا ہے۔

[4] یہ بات انہوں نے اپنی محبت کے ثبوت کے لیے کہی ہے کیونکہ یہ آپ کے وصال کے وقت چھوٹے تھے اور ابھی بلوغ کی عمر کو نہ پہنچے تھے۔

[5] قلوص۔ قاف پر زبر اور لام پر پیش اس کا معنی جوان اونٹنی ہے۔

[6] یا تمام کے معنیٰ خطبہ دینے کے بھی ہو سکتے ہیں۔

[7] کہ مجھے آپ نے تیرہ اونٹنیاں دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔

۴۶۶۱ / ۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی الْحَسْمَاءِ قَالَ بَایَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ یُّبْعَثَ وَبَقِیَتْ لَهٗ بَقِیَّةٌ فَوَعَدْتُّهٗ اَنْ اٰتِیَهٗ بِهَا فِیْ مَکَانِهٖ فَنَسِیْتُ فَذَکَرْتُ بَعْدَ ثَلٰثٍ فَاِذَا هُوَ فِیْ مَکَانِهٖ فَقَالَ لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَیَّ اَنَا هٰهُنَا مُنْذُ ثَلٰثٍ اَنْتَظِرُکَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عبداللہ بن ابی حسماء[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ظہورِ نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خرید[2] و فروخت کی آپ کا کچھ بقایا[3] تھا۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں اسی[4] جگہ وہ لاتا ہوں پھر میں بھول گیا۔ تین دن کے بعد مجھے[5] یاد آیا پس آپ اسی جگہ تشریف فرما تھے۔ فرمایا تم نے مجھ کو مشقت میں ڈال دیا۔ میں یہاں تین[6] روز سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابوداؤد)

[1] حسماء مشکوٰۃ کے نسخوں میں حاسین سے پہلے ہے اور اسی طرح مصابیح کے نسخوں میں ہے شارحین نے نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ یہ صاحبِ مصابیح سے سہو ہوا ہے اور مصنف نے ان کی تقلید کرلی ہے حالانکہ بات یہ ہے کہ یہاں میم سین پر مقدم ہے۔ کتب اسماء رجال میں ایسے ہی ہے۔ عبداللہ بن ابی الحسماء عامری صحابی ہیں ان کا شمار اہلِ بصرہ میں ہوتا ہے، مکہ میں قیام[1] پذیر رہے۔

[2] مبایعت۔ خرید و فروخت کرنا یہاں اس کا معنی خریدنا ہے۔

[3] مبیع کے کچھ ثمن میرے ذمے بقایا تھے۔

[4] جس جگہ آپ تشریف فرما تھے یا یہاں سودا ہوا تھا۔

[5] تو میں ثمن لے کر وہاں پہنچا۔

[6] تاکہ وعدہ خلافی نہ ہو کہ تو آئے اور رب مجھے نہ پائے۔

۴۶۶۲ / ۴ وَعَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ اَخَاهُ وَمِنْ نِّیَّتِهٖ اَنْ یَّفِیَ لَهٗ فَلَمْ یَفِ وَلَمْ یَجِئْ لِلْمِیْعَادِ فَلَا اِثْمَ عَلَیْهِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت زید بن ارقم[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور وعدہ پورا کرنے کی نیت و ارادہ بھی ہو مگر پورا نہ کر سکے اور وعدہ پر[2] نہ آسکے تو ایسی صورت میں اس پر کوئی گناہ نہیں[3]۔ (ابوداؤد، ترمذی)

---

[1] تقریب میں ہے کہ بصرہ میں، بعض کے نزدیک مصر میں قیام پذیر رہے۔

۱؎ وعدہ کے وقت یا وعدہ کی جگہ۔

۲؎ بیان سے معلوم ہوا کہ وعدہ کے وفا کی نیت تھی مگر پورا نہ کیا تو اب گناہ نہیں۔ شارحین نے کہا ہے کہ بغیر کسی رکاوٹ کے خلاف وعدہ کرنا حرام ہے اور اس حدیث میں مراد بھی یہی ہے۔ علامہ طیبی لکھتے ہیں کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نے ایسا وعدہ کیا جو اسلام میں منع نہ تھا۔ اسے پورا کرنا چاہیے۔ رہا یہ معاملہ کہ ایفائے عہد واجب ہے یا مستحب، اس بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء امام ابو حنیفہ، امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ مستحب ہے اور عدم وفا مکروہ ہے لیکن گناہ نہیں۔ ایک جماعت کا موقف ہے کہ واجب ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اسی جماعت میں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود وعدہ کرتے وقت انشاء اللہ کے کلمات کہتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں بھی منقول ہے کہ آپ کلمۂ عسیٰ کہتے تھے۔ باقی زبان سے وعدہ اور دل میں پورے نہ کرنے کی نیت بالاتفاق نفاق کی علامات میں سے ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ نفاق کی علامت اس وقت ہے جب وعدہ اس نیت سے کیا جائے کہ اسے پورا نہیں کروں گا۔

۴۶۶۳/۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ دَعَتْنِيْ أُمِّيْ يَوْمًا وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِيْ بَيْتِنَا فَقَالَتْ هَا تَعَالَ أُعْطِيْكَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَرَدْتِ أَنْ تُعْطِيْهِ، فَقَالَتْ أَرَدْتُّ أَنْ أُعْطِيَهُ تَمْرًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ۲؎ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

حضرت عبداللہ بن عامر۱؎ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک دن میری والدہ نے بلایا اس وقت آقا دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف فرما تھے والدہ نے آواز دی کہ آؤ میں تمہیں کچھ دوں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا تم انہیں کیا دینا چاہتی ہو۲؎؟ عرض کیا میں نے اسے کھجوریں دینے کا ارادہ کیا ہے۔ اس موقعہ پر آپ نے فرمایا آگاہ رہو اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو تم پر جھوٹ۳؎ لکھا جاتا۔ (ابو داؤد، بیہقی، شعب الایمان)

۱؎ یہ عبد شمس بن عبد مناف کی اولاد میں سے ہے، نسب یوں ہے عبداللہ بن عامر بن کریز بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف۔

۲؎ تعطیہ۔ یا ساکن صیغہ واحدہ مخاطبہ اس کا اصل تعطین ہے یعنی تو اسے کیا دینا چاہتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محسوس فرمایا کہ شاید یہ اس طرح کر رہی ہے جس طرح خواتین بچے کو بہلانے کے لیے بہانہ بناتے ہوئے جھوٹ سے کام لیتی ہیں۔ یا آپ نے بطور اعتراض وسوال پوچھا کہ تو کیا دے گی۔ بتکلف یا بے تکلف۔ اس خاتون نے عرض کیا۔

۳؎ کذبۃ۔ کاف پر زبر، ذال کے نیچے زیر یا کاف کے نیچے زیر اور ذال ساکن، یا کاف پر زبر، ذال ساکن تینوں طریقے درست ہیں۔ یعنی اگر تو اسے مجبور نہ دیتی جس کا تو نے وعدہ کیا تھا۔ اور اس خاتون کا ابتدائی قول مطلق تھا

محسوس ہوتا ہے کہ اس نے بھی حسبِ عادت بچے کو تسلی دینے کے لیے دیگر عورتوں کی طرح ہی کیا تھا چونکہ آپ نے اس سے پوچھ لیا اس لیے اس نے تکلفاً کھجور کا ذکر کر دیا۔ یہ محض عذر تھا جو اس نے آپ کے سوال کے بعد عرض کیا تھا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۴۶۶۴ ۶ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وَّعَدَ رَجُلًا فَلَمْ يَأْتِ اَحَدُهُمَا اِلٰى وَقْتِ الصَّلٰوةِ وَذَهَبَ الَّذِيْ جَآءَ لِيُصَلِّيَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

تیسری فصل

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی سے وعدہ کرے پھر ان دونوں سے ایک، نماز کے وقت تک نہ آئے اور آنے والا[1] نماز کے لیے چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں[2]۔

(رزین)

---

[1] جو پہلے آیا تھا وہ نماز ادا کرنے کے لیے چلا گیا۔

[2] صورت یوں ہے کہ دو آدمیوں نے آپس میں عہد کیا کہ فلاں جگہ اکٹھے ہوں گے ان میں سے ایک پہلے آگیا اس نے انتظار کیا دوسرا نہیں آیا۔ حتیٰ کہ نماز کا وقت آگیا۔ پہلا شخص اگر نماز کے لیے چلا جاتا ہے تو یہ نہ خلاف وعدہ اور نہ ہی اس پر کوئی گناہ ہے۔ کیونکہ نماز کے لیے عذر صحیح ہے، ہاں! اگر نماز کے وقت سے پہلے چلا گیا تو یہ خلاف وعدہ ہوگا۔ اگر کوئی اور ضروری معاملہ پیش آگیا تو عذر دیگر ہوگا اور کوئی مانع نہیں، صرف نماز ہے تو نماز بھی عذر ہے۔

بَابُ الْمِزَاحِ

۳۱۸۔ خوش طبعی کا بیان

مزاح۔ میم کے نیچے زیر۔ دل خوش کرنا۔ یا میم پر پیش کے ساتھ۔ خوش دلی کے معنی میں ہے صراح میں اس کا معنی مذاق کیا ہے اور قاموس میں ہے المزاح الدعابہ دال پر پیش بمعنی کھیل ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۴۶۶۵ ۱ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا حَتّٰى يَقُوْلُ لِاَخٍ لِّيْ

پہلی فصل

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم[1] سے گھل مل کر رہتے۔

صَغِيْرٍ يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ يَلْعَبُ بِهٖ فَمَاتَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حتیٰ کہ میرے چھوٹے[1] بھائی سے فرمایا اے[3] ابو عمیر چڑیا کا کیا بنا؟ ان کی ایک چڑیا تھی جس سے وہ کھیلا کرتے تھے وہ مر گئی تھی[4]

(بخاری و مسلم)

[1] یعنی ہمارے گھر والوں سے آپ نہایت زیادہ شفقت فرماتے یا ضمیر کا مرجع صحابہ ہیں کہ آپ تمام صحابہ سے گھل مل کر رہتے۔

[2] بطور مزاح فرمایا۔

[3] حضرت انس کے چھوٹے بھائی کے پاس ایک چڑیا ہوا کرتی تھی جس سے وہ کھیلتے تھے۔ اس کے مرنے کے بعد جب بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ بطور مزاح ان پر شفقت فرماتے ہوئے پوچھتے اے ابو عمیر تیری چڑیا کا کیا بنا؟ رعایت سجع کرتے ہوئے آپ نے ان کی کنیت رکھی۔

[4] یہ حدیث دلالت کر رہی ہے کہ بچوں کا چڑیوں کے ساتھ کھیلنا جائز ہے، بشرطیکہ انہیں اذیت نہ دیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۴۶۶۶ ۲ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ تُدَاعِبُنَا قَالَ اِنِّيْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ ہم سے خوش طبعی بھی فرماتے ہیں۔ فرمایا ہم سچی بات[2] ہی کہتے ہیں۔

(ترمذی)

[1] دعابہ۔ دال پر پیش۔ مزاح کے معنی میں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کی تالیف قلب اور طبائع میں تروتازگی پیدا کرنے کے لیے ان سے مزاح فرماتے، صحابہ نے آپ کے مقامِ رفیع اور عظمت شان کے پیش نظر اس بات کو بعید محسوس کیا۔

[2] میرے مزاح میں کوئی بات خلافِ واقع نہیں ہوتی، اگرچہ بظاہر وہ خلاف واقع محسوس ہوتی ہے اور فہم کلام اور اس کی حقیقت تک رسائی نہ پانے والا شخص اسے خلاف واقع ہی تصور کرے گا مگر بات ہرگز ایسے نہیں میں جو بات بھی کہتا ہوں حق اور واقع کے مطابق ہوتی ہے۔

اسی سے مزاح کے جواز اور عدمِ جواز کا ضابطہ سامنے آتا ہے کہ مزاح وہی جائز ہے جس میں جھوٹ نہ ہو اور اس پر مداومت و ہمیشگی بھی نہ ہو کیونکہ یہ عمل آدمی کے جلال ہیبت اور اس کے وقار کو ختم کر دیتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا مزاح مبارک بھی مذکورہ شرائط کے تحت تھا جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔

۴۶۶۷ ۳ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا اِسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ حَامِلُكَ عَلٰى وَلَدِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

نَاقَۃٍ فَقَالَ مَا اَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھَلْ تَلِدُ الْاِبِلَ اِلَّا النُّوْقُ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ)

سواری کا سوال کیا، فرمایا: ہم تمہیں اونٹنی کے ۱؎ بچے پر سوار کریں گے، اس نے عرض کیا، میں اونٹنی کا بچہ کیا کروں گا؟ فرمایا اونٹنی ۲؎ اونٹ ہی جنتی ہے

(ترمذی، ابوداؤد)

۱؎ ہم تمہیں اونٹنی کا بچہ دیں گے تاکہ تو اس پر سوار ہو چونکہ عرف میں اونٹنی کے بچے کو اونٹ نہیں کہتے۔ اس لیے اس نے محسوس کیا کہ شاید مجھے چھوٹا بچہ ملے گا اور ان کے عرف میں اونٹ کو ابل کہا جاتا تھا اور ولدِ ناقہ جو قابل سواری نہ ہو۔

۲؎ یعنی ہر اونٹ، اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ اس میں تعجب اور بعد کیا ہے۔

۴۶۶۸
۴ وَعَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ یَا ذَا الْاُذُنَیْنِ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے دو کانوں والے ۱؎

(ابوداؤد، ترمذی)

۱؎ ہر آدمی کے دو کان ہوتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس انداز میں یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ انہیں یوں محسوس ہوا کہ شاید دوسرے لوگ کان نہیں رکھتے۔ اس میں مزاح، حسن معاشرت، خوشی کا اظہار ہے۔ بعض شارحین نے کہا کہ اس سے آپ کی مراد حضرت انس کے سماع، حفظ، توجہ کی تعریف و مدح کرنا ہے یا ان کو اس پر تنبیہ ہے یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ دو کان عطا فرمائے اسے اسی طرح کرنا چاہیے۔

۴۶۶۹
۵ وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاِمْرَاَۃٍ عَجُوْزٍ اِنَّہٗ لَا تَدْخُلُ الْجَنَّۃَ عَجُوْزٌ فَقَالَتْ وَمَا لَھُنَّ وَکَانَتْ تَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ فَقَالَ لَھَا اَمَا تَقْرَئِیْنَ الْقُرْاٰنَ اِنَّا اَنْشَاْنٰھُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْکَارًا۔

(رَوَاہُ رَزِیْنٌ وَّفِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ بِلَفْظِ الْمَصَابِیْحِ)

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ۱؎ بوڑھی خاتون سے فرمایا: کوئی بڑھیا جنت میں داخل نہیں ہوگی۔ اس ۲؎ نے عرض کیا یہ کیوں؟ حالانکہ وہ قرآن پڑھتی ہیں۔ فرمایا کیا تم قرآن میں یہ نہیں پڑھتیں ہم ان عورتوں کو پیدا کریں گے دوبارہ تو انہیں کنواریاں ۳؎ بنا دیں گے۔

(رزین، شرح السنۃ میں مصابیح کے الفاظ ۴؎ میں ہے)

۱؎ اس خاتون نے آپ سے جنت کی دعا کا عرض کیا تھا آپ نے اسے بطور مزاح فرمایا۔

۲؎ اس نے بطور حسرت و حیرت عرض کیا۔

۳؎ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے تمام بوڑھی خواتین کو جوانی عطا فرما دے اور وہ اب جنت میں داخلہ کے وقت جواں ہوں گی۔ لہٰذا آپ کا ارشاد کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی درست ہوا۔

۴؎ وہ الفاظ یہ ہیں جب آپ نے فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی تو وہ خاتون روتے ہوئے واپس لوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا اس عورت کو بلا کر اطلاع و خوش خبری دو کہ اس حالت میں تم جنت میں نہیں جاؤ گی کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ انہیں دوبارہ زندہ کریں گے اور انہیں کنواریاں بنا دیں گے۔

۴۶۷۰ ۶ وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهٗ زَاهِرَ بْنَ حَرَامٍ وَّكَانَ يُهْدِيْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَادِيَةِ فَيُجَهِّزُهٗ ؕ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوْهُ ؕ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّهٗ وَكَانَ دَمِيْمًا فَاَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَّهُوَ يَبِيْعُ مَتَاعَهٗ فَاحْتَضَنَهٗ مِنْ خَلْفِهٖ وَهُوَ لَا يُبْصِرُهٗ ؕ فَقَالَ اَرْسِلْنِيْ مَنْ هٰذَا فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ لَا يَاْلُوْا مَا اَلْزَقَ ظَهْرَهٗ ؕ بِصَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عَرَفَهٗ وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَّشْتَرِي الْعَبْدَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا وَّاللّٰهِ تَجِدُنِيْ كَاسِدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

انہی سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص جس کا نام زاہر بن حرام[۱] تھا وہ گاؤں سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے[۲] تحائف لاتے جب وہ واپس جانے لگتے تو انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سامان تحائف[۳] عطا فرماتے اور فرمایا کہ زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری[۵] ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے محبت کرتے تھے اور وہ خوبصورت نہ[۶] تھے، ایک دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے[۷] تو زاہر اپنا سامان بیچ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں پیچھے سے گود میں لے لیا حالانکہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا بولے کون ہو؟ مجھے چھوڑ[۸] دو، انہوں نے مڑ کر دیکھا تو نبی اکرم کو پہچان لیا تو انہوں نے موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا پہچاننے کے بعد اپنی پشت آپ کے سینہ اقدس سے بار بار مس کرنے لگے، آپ نے فرمایا[۹] اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم مجھے آپ کھوٹا پائیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کے ہاں تو کھوٹے نہیں ہو۔ (شرح السنۃ)

[۱] حا اور رائے کے ساتھ۔

[۲] ککڑیاں، کھیرے اور سبزیاں وغیرہ۔

[۳] مثلاً کپڑے اور نقدی وغیرہ۔ جہاز۔ فتحہ اور کسرہ کے ساتھ ہے۔ اس سے مراد وہ سامان ہوتا ہے جو سفر میت اور عروس کے وقت تیار کیا جاتا ہے۔

[۴] ہمارے لیے دیہات کی اشیاء لاتا ہے۔ بعض نسخوں میں "بادینا" تا کے بغیر ہے یعنی وہ دیہات میں مقیم ہے یہی نسخہ مختار ہے جیسا کہ شرح شمائل میں ہے۔

[۵] اس کی وہ ضروریات جو شہر سے دی جا سکتی ہیں ہم ان کو فراہم کرتے ہیں۔

[۶] ظاہری حسن کے لحاظ سے وہ خوبصورت نہ تھے۔ دمیم کا معنی بدصورت ہے۔

[۷] بازار تشریف لائے۔

[۸] حسبِ دستور یہ بات کہی۔ ورنہ آپ کی مبارک خوشبو کی وجہ سے پہچان چکے تھے (شاہ ابوالمعالی نے اسی

مقام پر فرمایا ہے ؎ آمدی از پس بازی چشم پوشیدی مرا اے نگاہ دست رنگیں دست بکشا کیستی

میرے پیچھے آکر میری آنکھوں کو ڈھانپ دینے والے اپنے مقدس وخوبصورت اور خوشبودار ہاتھوں کو کھولو تم کون ہو،

[9] بطور مزاح فرمایا۔

۴۶۷۱/۷ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ[1] قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِّنْ اَدَمٍ فَسَلَّمْتُ فَرَدَّ عَلَيَّ[2] فَقَالَ اُدْخُلْ فَقُلْتُ اَكُلِّيْ[3] يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كُلُّكَ[4] فَدَخَلْتُ قَالَ عُثْمَانُ بْنُ اَبِي الْعَاتِكَةِ اِنَّمَا قَالَ اُدْخُلُ كُلِّيْ[5] مِنْ صِغَرِ الْقُبَّةِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں غزوہ تبوک کے موقعہ پر حاضر ہوا۔ آپ چمڑے کے خیمے میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کیا آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا اندر آجاؤ[2] میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں سارا آجاؤں[3]؟ فرمایا سارے کا سارا آجاؤ[4] میں حاضر ہو گیا۔ عثمان[5] بن عاتکہ کہتے ہیں کہ انہوں نے خیمہ کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے کہا تھا کہ میں سارا آجاؤں[6]۔ (ابوداؤد)

[1] یہ صحابی ہیں۔ غزوۂ خیبر میں اولاً شریک ہوئے۔ فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجع کا جھنڈا انہی کے ہاتھ میں تھا۔ شام میں قیام پذیر ہوئے وہیں تہتر ہجری کو وصال ہوا۔

[2] آپ نے خیمے کے اندر آنے کو کہا اور خیمہ نہایت چھوٹا تھا۔

[3] بطور مزاح عرض کیا کہ تمام بدن سمیت داخل ہو جاؤں۔

[4] لفظ اکلی۔ کلک۔ ان کو مرفوع ومنصوب دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔

[5] یہ اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں ان کا مقصد یہ بیان کرنا ہے اکلی یا رسول اللہ؟ کے الفاظ حضرت

---

[1] حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں۔

جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہو جائے وہ بے قیمت کیسے ہو سکتا ہے۔ ان کی قیمت سارا جہاں نہیں ہو سکتی۔ مدینہ منورہ میں ایک صاحب تھے بازار میں جو نئی چیز دیکھتے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ھدیۃً لے آتے تھے۔ جب چیز کا مالک قیمت مانگتا تو اسے بھی حضور کے پاس لے آتے عرض کرتے فلاں دن جو حضور کے پاس فلاں چیز میں نے حاضر کی تھی۔ اس کی قیمت حضور اسے دے دیں۔ یہ تقاضا کر رہا ہے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبسم فرما کر فرماتے کہ تم نے وہ چیز ہم کو ہدیۃً دی تھی عرض کرتے حضور میرے پاس اس کی قیمت کہاں سے آئی؟ حضور قیمت ادا فرماتے مگر ان سے کچھ نہ کہتے۔ (مرقات)

عوف نے بطور مزاح اور خوش طبعی سے کہے تھے۔

[6] ادخل کا لفظ حضرت عوف کے کلام میں نہیں ہے۔ لیکن مراد ہے۔ یہ واضح کرتا ہے کہ لفظ کلی و کلک دونوں مرفوع ہیں۔

۴۶۷۲/۸ وَعَنِ النُّعْمَانَ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اسْتَأْذَنَ اَبُوْ بَكْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيًا فَلَمَّا دَخَلَ تَنَاوَلَهَا لِيَلْطِمَهَا وَقَالَ لَا اَرَاكِ تَرْفَعِيْنَ صَوْتَكِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْجُزُهٗ وَخَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ مُغْضَبًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ كَيْفَ رَاَيْتِنِيْ اَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ قَالَتْ فَمَكَثَ اَبُوْ بَكْرٍ اَيَّامًا ثُمَّ اسْتَاْذَنَ فَوَجَدَهُمَا قَدِ اصْطَلَحَا فَقَالَ لَهُمَا اَدْخِلَانِيْ فِيْ سِلْمِكُمَا كَمَا اَدْخَلْتُمَانِيْ فِيْ حَرْبِكُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلْنَا قَدْ فَعَلْنَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت نعمان بن بشیر[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے سیدہ عائشہ کی بلند آواز سنی۔ اندر آکر انہیں پکڑا تا کہ طمانچہ ماریں۔ اور کہا کہ تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں آواز[2] بلند کرتی ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوبکر کو[3] منع فرمایا ابوبکر غصے کی حالت[4] میں واپس لوٹ گئے۔ جب ابوبکر واپس ہو گئے تو حضور نے فرمایا: بتاؤ مجھے کیسا پایا؟ میں نے تجھے اس شخص[5] سے بچا لیا ہے۔ سیدہ[6] عائشہ کہتی ہیں کہ چند دنوں[7] تک حضرت ابوبکر نہ آئے پھر آئے اور اجازت چاہی تو ان دونوں کو آپس میں حالتِ صلح و محبت میں دیکھا تو کہنے لگے کہ مجھے اپنی صلح میں[8] شامل کرو جیسے کہ جھگڑے میں مجھے شامل کیا[9] تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا[9] ہم نے آپ کو شامل کر لیا۔ ہم نے آپ کو شامل کر لیا۔

(ابوداؤد)

[1] ہجرت کے بعد انصار کے ہاں جو بچہ پیدا ہوا وہ یہی صحابی تھے۔

[2] یعنی تجھے ایسے کام کرنے چاہیے جس کی وجہ سے تجھے آپ کے سامنے آواز بلند کرنی نہ پڑے۔ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ لفظ لا اراک، مثبت ہے منفی نہیں اور الف اشباع کی وجہ سے آیا ہے تو اب معنی ہو گا کہ کیا وجہ ہے میں تجھے حضور انور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بلند آواز پا رہا ہوں۔ یعنی کیوں تو ایسا کام کرتی ہے جو تجھے نہیں کرنا چاہیے۔

[3] یحجز، حا، جیم اور زا ہے اس کا معنی باز رکھتا ہے۔

[4] مغضبًا، ضاد پر زبر، غصہ میں آنا یعنی سیدنا ابوبکر۔ ان کی بلند آوازی کی وجہ سے ناراض ہوئے۔

[5] اس سے مراد ابوبکر ہیں۔

[6] اس سے پتہ چلتا ہے کہ نعمان بن بشیر نے یہ روایت حضرت عائشہ سے بیان کی ہے۔

۵۷ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں اتفاقاً یا حضرت عائشہ سے ناراضگی کی وجہ سے یا انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں جو شرمندگی لاحق ہوئی تھی۔

۵۸ تاکہ میں تمہارے ساتھ شریک ہو کر صلح کے مناظر دیکھ سکوں۔

۵۹ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عائشہ پر شفقت فرمائی۔ اس پر ابوبکر صدیق نے بطور اظہار تشکر اور خوشی و سرور یہ بات کہی۔

۶۰ اے ابوبکر جو کچھ تو نے کہا ہم نے کر لیا اور ہم تجھے اپنی صلح میں کیوں شریک نہ کریں۔ آپ تو ہماری ہر جگہ ہر معاملہ میں شریک بلکہ محرم ہیں۔ اور غالباً مزاح اس جملہ میں ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے مجھے کیسا دیکھا کہ میں نے تجھے ابوبکر سے بچایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا "تیرے والد سے"، گویا آپ نے بطور مزاح اور ان کی خوش دلی کے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابوبکر کے درمیان بعد محسوس کروایا۔ یا یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ والد کا لفظ بظاہر مارنے کے منافی ہے۔ بعض شارحین نے لفظ "رجل" کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ، سیدنا ابوبکر کو نہایت ہی پیاری تھیں۔ مگر اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے انہیں بھی مارنے پر تیار ہو گئے گویا یہ آپ کا عمل نہایت ہی مردانگی اور زیرکی پر دلالت کر رہا تھا اس لیے لفظ رجل ذکر کیا گیا۔

۴۷۶۳ ۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُمَارِ اَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی سے نہ جھگڑو، نہ اس کا مزاح اڑاؤ[۱] اور نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ[۲] کرو جس کا تم خلاف کرو۔

(ترمذی نے روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے)

[۱] ایسا مزاح نہ کرو جس سے اسے تکلیف ہو۔

[۲] وعدہ پورا کرو یا اس سے وعدہ ہی نہ کرو۔ یعنی وعدہ کی راہ اس طرح بند کر دے کہ کبھی وعدہ خلافی نہ ہو۔

بَابُ الْمُفَاخَرَةِ وَالْعَصَبِيَّةِ

۳۱۹۔ فخر اور تعصب کا بیان

صراح میں ہے فخر و فخور کا معنی بڑھائی کے ہیں باب نصر ینصر ہے۔ تفاخر دو گروہوں کا آپس میں بڑائی کا اظہار کرنا، فخر کرنے والے کو فخیر کہتے ہیں، تفخر، بزرگی ظاہر کرنا، متفخر، متکبر، مفاخرت۔ فخر میں برابری کرنا۔ تفخیر ایک دوسرے کو فخر میں بڑھانا، اگر فخر و مفاخرت حق میں ہو، حق کے لیے ہو اور اس میں کوئی دینی مصلحت ہو، یا اس میں دین کے دشمنوں پر غلبہ کا اظہار مقصود ہو تو جائز ہے اور یہ عمل صحابۂ کرام اور اسلاف سے منقول ہے۔ اگر یہ فخر و غرور ناحق ہو اور بطور تکبر و لغویت ہو تو یہ مذموم ہے۔ عرف میں اس کا استعمال اسی معنی میں ہے۔ عصبیت، عصبی ہونا ہے اور عصبی سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کی حمایت میں تعصب سے کام لے عصبۂ قوم اس آدمی کو کہا جاتا ہے جس کے لیے قوم تعصب برتے (کذا فی القاموس) صراح میں ہے باپ کی جانب سے نرینہ اولاد اور بیٹوں کو عصبہ کہا جاتا ہے۔ تعصب کا معنی تشدید اور سختی کرنا ہے اس سے عصب بمعنی پٹھے ہے۔ کیونکہ ان سے جوڑوں میں سختی اور شدت پیدا ہوتی ہے۔ آدمی بھی اپنی قوم کی وجہ سے قوت و شدت حاصل کرتا ہے۔ متعصب اس آدمی کو کہا جاتا ہے جو اپنی قوم کے لیے تعصب سے کام لے اور اپنے مذہب کے غلبہ کے لیے قوت کے ساتھ جدال و لڑائی کرے۔ اس وجہ سے اس کی گردن کے پٹھے پھول جاتے ہیں۔ اگر تعصب برائے حق ہو اور اس میں ظلم نہ ہو تو مستحسن ہے اور اگر بطریق باطل ہو اور ظلم ہو تو یہ مذموم ہے۔ اکثر طور پر اس کا اطلاق ناحق پر ہی ہوتا ہے جیسا کہ آئندہ احادیث سے واضح ہو جائے گا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۴۶۷۴ [۱] عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ اَکْرَمُ فَقَالَ اَکْرَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَاَکْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْاَلُوْنِیْ قَالُوْا

پہلی فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں [۱] میں سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ فرمایا: اللہ کے ہاں زیادہ عزت والا سب سے زیادہ [۲] تقویٰ رکھنے والا ہے، عرض کیا ہم نے اس کے متعلق سوال نہیں کیا؟ فرمایا [۳]: لوگوں میں بڑے شرف والے اللہ کے نبی یوسف ہیں وہ اللہ کے نبی کے بیٹے اور ان کے والد اللہ کے نبی خلیل [۴] اللہ علیہ السلام

نَعَمْ قَالَ فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوْا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کے بیٹے، عرض کیا ہم اس کے متعلق نہیں پوچھتے۔ فرمایا: کیا تم مجھ[۵] سے عرب قبائل کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ عرض کیا ہاں فرمایا تم میں سے جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی[۶] بہتر ہیں۔ جبکہ وہ احکام[۷] دین سے آگاہ ہوں۔ (بخاری و مسلم)

۱؎ صراح میں ہے کہ کرم جواں مردی اور عزیز ہونے کا معنی دیتا ہے۔ کرم کی ضد لوم ہے۔ شارحین نے بیان کیا ہے کہ جب کوئی شخص صفتِ کرم کے ساتھ متصف ہوتا ہے تو گویا وہ تمام صفات حمیدیہ کے ساتھ متصف ہے۔

۲؎ اگر ذات کے اعتبار سے کرم کا سوال ہے تو اس کی بنیاد تقویٰ ہے۔ نام و نسب اور دیگر ذاتی خصائل اس کے لیے نہیں۔

۳؎ اگر تم نے کرم باعتبار حسب و نسب پوچھا ہے تو اس معنی کے اعتبار سے حضرت یوسف علیہ السلام افضل ہیں۔

۴؎ یہ اللہ کے پیغمبر ہیں اور ان کے آباء میں تین پیغمبر (حضرت یعقوب، حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم علیہم السلام) ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کے جدامجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا لقب خلیل اللہ ہے۔ (یعنی انہیں اللہ تعالےٰ نے اپنا خصوصی دوست قرار دیا ہے اور یہ نبی سے بھی اخص درجہ ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام میں بزرگی و عزت، حسب و نسب، علم و جمال، عفو و کرم، اخلاق و عدل، دنیا و آخرت کی بادشاہی، نبوت و کرامت گویا کرم کی تمام انواع جمع ہیں لہٰذا اسی وجہ سے ان کا کرم کے ساتھ متصف ہونا زیادہ لائق[۱] ہے۔

۵؎ تاکہ اپنی خاندانی فضائل و خصائل اور اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرتے ہوئے اپنی عظمت کا اظہار کریں اور اپنی صفات کی بنا پر دوسروں پر فوقیت رکھنا چاہتے ہو۔

۶؎ جو تم میں سے دور جاہلیت میں بزرگ تھے وہ اسلام میں بھی بزرگ ہوں گے مگر اس کی شرط ہے۔

۷؎ فقھوا۔ قاف پر پیش یا اس کے نیچے زیر ہے۔ یعنی ان کی ذات میں ایسی صفات و جواہر ہیں جن کی وجہ سے وہ دور جاہلیت میں ممتاز تھے۔ دور اسلام میں تو ان کے جوہر میں نکھار پیدا ہوا۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ دور جاہلیت میں

---

[۱] ملا علی قاری اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام حسب و نسب دونوں میں اعلیٰ ہیں۔ اسی طرح صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق حسبی اشرف بھی ہیں کہ صدیق ہیں نسبی اشرف بھی ہیں کہ آپ کی چار پشتوں میں صحابیت ہے۔ خود صحابی ماں باپ صحابی اولاد صحابی پوتے صحابی نواسے صحابی اور یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ (مراۃ، جلد ۶ صـ ۵۰۲)

کفر، گناہ و نافرمانی کی تاریکی، جہالت کے اندھیرے میں ڈوبے ہوتے تھے اور دور اسلام میں طہارتِ ایمانی، اطاعت کا نور اور پاکیزہ علم و عمل سے مطہر و منور اور طاعت شعار ہو جاتے ہیں۔ اس گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "معادن" سے مراد اشخاص و ان کی ذوات ہیں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ اَلنَّاسُ مَعَادِنٌ کَمَعَادِنِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ (لوگ سونے اور چاندی کی معدنیات کی طرح ہیں جو جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں) یعنی ہر شخص کی ذات میں ایک جوہر ہوتا ہے جو اس کی ذات کو دوسروں سے ممتاز کر دیتا ہے جیسا کہ سونا و چاندی جب وہ کان سے نکالے جاتے ہیں تو خاک آلود اور کثیف ہوتے ہیں اور پگھلنے کے بعد صاف و شفاف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح لوگوں کی ذات کا جوہر کثیف اور آلودہ ہوتا ہے۔ اور وہ ایمانی ریاضت کی کٹھالی میں پڑنے کے بعد پاک اور خالص ہو جاتا ہے۔

٤٦٧٥ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْکَرِیْمُ ابْنُ الْکَرِیْمِ ابْنِ الْکَرِیْمِ ابْنِ الْکَرِیْمِ یُوْسُفُ بْنُ یَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا شریف بن شریف بن شریف بن شریف حضرت یوسف ہیں جو یعقوب کے بیٹے وہ اسحٰق کے بیٹے اور وہ ابراہیم کے[1] بیٹے ہیں۔ (بخاری)

[1] اس حدیث کا ترجمہ سابقہ حدیث سے معلوم ہو گیا ہے۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ لفظ ابن کے بارے میں یہ ضابطہ ہے کہ جب یہ دو ناموں کے درمیان آجائے تو اس کا الف نہیں لکھا جاتا۔ یہاں دوسرے ضابطہ کے مطابق ہے مگر پہلا جملہ قابل توجہ ہے کیونکہ کریم کسی کا نام نہیں۔ اور یہی معاملہ سابقہ حدیث میں تھا۔ اس کے باوجود ہر جگہ الف نہیں لکھا گیا۔ مصابیح کے شارحین میں سے ابن فرشتہ نے کہا ہے کہ درست یہ ہے کہ الف لکھا جائے۔ فتدبر۔

٤٦٧٦ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ فِیْ یَوْمِ حُنَیْنٍ کَانَ اَبُوْ سُفْیَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذًا بِعِنَانِ بَغْلَتِہٖ یَعْنِیْ بَغْلَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا غَشِیَہُ الْمُشْرِکُوْنَ نَزَلَ فَجَعَلَ یَقُوْلُ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ قَالَ فَمَا رُئِیَ مِنَ النَّاسِ یَوْمَئِذٍ اَشَدُّ مِنْہُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ حنین[1] کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ابوسفیان بن حارث آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے جب مشرکین نے آپ کو گھیرے میں لے لیا تو آپ نیچے تشریف لائے اور یہ کہہ رہے تھے۔ میں کوئی جھوٹا نبی نہیں ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ بیان کرتے ہیں کہ اس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کوئی بہادر نہیں دیکھا گیا۔ (بخاری و مسلم)

---

[1] حُنَین، حا پر پیش، نون پر زبر۔ یہ غزوہ فتح مکہ کے بعد پیش آیا۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ یہ عرب کے جرأت مند اور دلیر لوگوں میں سے ہیں۔

[52] نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خچر پر سوار ہو کر کافروں پر حملہ آور ہوئے۔

[53] یہ بات آپ کی بے مثال شجاعت اور بہادری پر شاھد ہے کیونکہ اس موقعہ پر تمام عرب ہوازن غطفان اور دیگر تمام قبائل جمع ہو کر حملہ آور تھے اور مسلمانوں کے لشکر پر شکست کے آثار تھے تو آپ نے تنہا حملہ فرمایا جب وہ پیچھے نہ ہٹے تو آپ پیادہ ہو گئے اور دشمنوں پر وار کر کے ان کو شکست دے دی۔

[54] یعنی آپ بطور رجز پڑھ رہے تھے۔

[55] جو بہادری، شجاعت اور عظمت میں ممتاز اور شہسوار ہیں۔

[56] مصنف نے بعض محدثین کی اتباع کرتے ہوئے یہ حدیث باب مفاخرت میں ذکر کر دی ہے۔

امام توربشتی فرماتے ہیں کہ محدثین کا اس حدیث کو باب مفاخرت میں ذکر کرنا درست نہیں اور آپ کے مذکورہ ارشاد گرامی کو مفاخرت پر محمول کرنا خطا ہے کیونکہ آپ کی ذاتِ اقدس فخر کرنے سے مبرا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ (میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں مگر فخر نہیں) اور آپ نے لوگوں کو اپنے آباؤ اجداد پر فخر سے منع فرمایا ہے لہذا آپ یہ خود کیسے کر سکتے ہیں۔ درست یہ ہے کہ یہ بات آپ نے اپنے تعارف کے طور پر فرمائی اور اس بات کی تفصیل یہ ہے کہ بعض اہل کتاب اور کاہنوں نے لوگوں کو آپ کی تشریف آوری سے قبل اطلاع دی تھی اور علامات بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ ذات اولاد عبد المطلب میں سے ہو گی پس آپ نے انہیں مطلع فرمایا کہ میں عبد المطلب کی اولاد میں سے ہوں اور میرا ظہور ہو چکا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مفاخرت وہ منع ہے جو بطور ریا، رسم جاہلیت اور بطور تعصب ہو لیکن جو مفاخرت اللہ تعالےٰ کی نعمت و فضل کے اظہار اور شکرانے کے طور پر ہو تو اس کا حکم ہے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اے حبیب آپ اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کریں) اور یہاں تو مفاخرت اس لیے بھی جائز ہے کہ یہ مقام دشمنوں پر دہشت و رعب کا ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے تکبر و برائی دیگر مقامات پر منع ہے مگر جنگ میں دشمن کے مقابلے میں جائز ہے۔

۴۶۷۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَالِكَ اِبْرَاهِيْمُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے مخلوق سے بہتر۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ[1] ابراہیم ہیں[2]۔

(مسلم)

[1] یہ صفت ان کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں دنیا و آخرت میں تمام پر برگزیدہ بنایا اور تمام امتوں کی زبانوں پر ان کی مدح جاری فرمائی۔

[2] یہاں ایک اہم اشکال ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل اور تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار ہیں لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام سے افضل کیسے ہوئے؟ اس کا جواب تین طرح

دیا گیا ہے۔

ایک یہ کہ آپ نے بطور تواضع ان کی خلت وابوت کو مقدم کیا جیسا کہ ہر آدمی تعظیماً دوسرے کو مقدم کرتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اس وقت کا معاملہ ہے جب آپ کو آپ کی تمام مخلوق سے افضل ہونے کی اطلاع نہیں دی گئی تھی۔

تیسرا یہ کہ سیدنا ابراہیم اپنے دور کے تمام لوگوں سے بہتر تھے۔ باقی مبالغہ کے لیے عبارت مطلقاً ذکر کر دی ہے۔

۴۶۷۸/۵ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم مجھے اس[1] طرح نہ بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کو بڑھایا۔ میں اس کا بندہ ہی ہوں لہٰذا تم اللہ کا[2] بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔

(بخاری ومسلم)

[1] اطراء تعریف کرتے ہوئے حد سے تجاوز کرنا اور جھوٹ بولنا ہے۔ آپ نے فرمایا جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تجاوز کرتے ہوئے انہیں خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا تم میرے بارے میں اس طرح کا مبالغہ نہ کرنا۔

[2] مقام عبدیت، مقام خاص ہے۔ اور یہ آپ کی صفت مخصوصہ ہے کیونکہ تمام سے کامل اور اتم حقیقی عبد آپ ہی ہیں، اسی وصف کے لحاظ سے آپ کا مقام نہایت ہی بلند ہے اور اس میں اطراء و مبالغہ راہ ہی نہیں پا سکتا۔ یعنی اثبات الوہیت (خدا ہونا) منع ہے۔ اس کے علاوہ جو کمالات و تعریفات آپ کے لیے کی جائیں گی وہ آپ کے مرتبہ کے شایانِ شان بھی نہیں ہوں گی۔ ؎

مخواں اورا خدا از بہر امر شرع وحفظ دیں
دگر ہر وصف کش میخواہی اندر مدحش انشا کن

شریعت کے حکم کے مطابق انہیں خدا نہ کہہ۔ اس کے علاوہ ان کی مدح و تعریف میں جو کہنا چاہتا ہے کہہ دے اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا ان کی حقیقت سے کوئی آگاہ نہیں[1] تو تعریف کیسے کر سکے گا۔ اور حضور انور

---

[1] اور جب جانتا ہی نہیں ہے تو آپ کے شایانِ شان تعریف کیسے کرے گا۔

چہ وصفت کند سعدی ناتمام عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ، عَلَیْکَ السَّلَام

ناکمل سعدی آپ کی نعت کیا بیان کرے؟ آپ پر اللہ تعالےٰ کی رحمت ہو اور سلامتی

غالب نے یہی بات اپنے انداز میں کہی ہے۔

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کی جو معرفت نصیب ہے وہ کسی اور کے لیے کہاں ؟ (یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ الوہیت میں بے مثال ہے اسی طرح آپ کی ذات عبدیت میں بے مثال ہے)

۴۶۷۹/٦ وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارِ الْمُجَاشِعِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَّلَا يَبْغِيْ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی[1] رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ تواضع کرو حتیٰ کہ کوئی کسی پر[2] فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم وستم کرے[3]۔ (مسلم)

[1] مجاشعی۔ میم پر پیش مجاشع بن دارم کی نسبت ہے۔ یہ اہل بصرہ میں سے ہیں اور صحابی ہیں۔ ان سے امام حسن بصری اور دیگر محدثین نے روایت کی ہے اور یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدیم صحابی ہیں۔

[2] کوئی کسی پر تکبر نہ کرے۔

[3] اس حدیث نے واضح کر دیا کہ وہ فخر و مباہات منع و حرام ہے جو بطور تکبر و ظلم ہو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۴۶۸۰/۷ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ يَّفْتَخِرُوْنَ بِاٰبَائِهِمُ الَّذِيْنَ مَاتُوْا اِنَّمَا هُمْ فَحْمٌ مِّنْ جَهَنَّمَ اَوْ لَيَكُوْنُنَّ اَهْوَنَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْجُعَلِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے فوت شدہ ان آباؤ و اجداد پر فخر کرنے سے باز آجائیں جو دوزخ کا کوئلہ[1] ہیں ورنہ[2] وہ اللہ تعالےٰ کے ہاں اس

(بقیہ صفحہ سابقہ)

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

غالب! حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و ثنا ہم نے اللہ تعالےٰ کے سپرد کی، کہ وہی ذات پاک حضرت محمد مصطفےٰ کا مرتبہ جاننے والی ہے۔

امام بوصیری فرماتے ہیں۔

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰى فِيْ نَبِيِّهِمْ وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيْهِ وَاحْتَكِمْ
فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهٗ حَدٌّ فَيُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٖ

وہ بات نہ کہو جو عیسائیوں نے اپنے نبی کے بارے میں کہی اور حضور کی تعریف میں جو چاہو حکم لگاؤ اور مانو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت کی کوئی ایسی حد نہیں ہے جسے کوئی انسان زبان سے بیان کر سکے۔

الَّذِیْ یُدَهْدِهُ الْخَرْءَ بِاَنْفِهٖ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْاٰبَاءِ اِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ اَوْ فَاجِرٌ شَقِیٌّ اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُوْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ)

گندے کیڑے[۳] سے بدتر ہو جائیں گے جو اپنی ناک میں گندگی لگاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یقیناً تم سے جاہلیت[۴] کا تکبر اور آباؤ اجداد پر فخر دور فرمایا، انسان مومن متقی ہے یا کافر بدبخت تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے ہیں[۶]۔

(ترمذی، ابوداؤد)

۱؎ دوزخ کی آگ میں جل کر سیاہی میں کوئلہ کی طرح ہیں اور یہ ان مشرکین کے بارے میں ہے جو یقیناً دوزخی ہیں اگر ان کے غیر مراد لیے جائیں تو بھی ممکن ہے کیونکہ ایمان پر موت معلوم نہیں۔ پس ایسی صورت میں ان پر فخر درست تھا۔

۲؎ اگر وہ آباء پر فخر کرنے سے باز نہ آئے۔

۳؎ جعل۔ جیم پر پیش اور عین پر زبر ہے وہ سیاہ کیڑا مراد ہے جو گندگی میں رہتا ہے۔

۴؎ خراء۔ خا پر پیش یا زبر، را ساکن اور آخر میں ہمزہ ہے۔ اس کا معنیٰ پلیدی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جاہلیت میں فوت ہونے والوں پر فخر کرنے والوں کو گندا کیڑا اور ان کے آباء کو پلیدی قرار دیا اور ان پر فخر کرنے کو، گندے کیڑے کا اپنے آپ کو گندگی لگانے سے تشبیہ دی ہے۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

دوش دیدم کہ ابلہے میگفت   پدر من وزیر خاں بودست
باوجودے کہ نیست معلوم   خود گرفتم کہ آنچناں بودست
ہیچکس دیدۂ کہ گہ خورداست   کیں بعہد قدیم نان بودست

میں نے کل رات ایک بے وقوف کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ میرا باپ وزیر خان تھا، باوجودیکہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ میں نے فرض کیا ہے کہ وہ اسی طرح تھا، تم نے کسی شخص کو دیکھا ہے جو اس بنا پر پاخانہ کھاتا ہو کہ یہ پرانے زمانے میں روٹی تھا۔

۴؎ عبیۃ۔ عین پر پیش یا زیر، با کے نیچے زیر، یا پر شد اور زبر ہے اس کا معنیٰ نخوت ہے۔

۵؎ ہر آدمی دو حال سے خالی نہیں یا وہ مومن متقی ہوگا یا کافر بدنصیب۔ کسی بھی صورت میں آباء پر تکبر و فخر درست نہیں کیونکہ اگر خود آدمی متقی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب اور پسند ہوگا اسے آباء پر فخر کی کیا حاجت؟ اور اس کے حال یہ مناسب نہیں اور اگر وہ کافر ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلیل ہے چہ جائیکہ وہ فخر و تکبر کرے

۶؎ اور مٹی پست اور عوام ہے۔ فخر و بلندی اس کے سزاوار نہیں۔ شعر

زخاک آفریدت خداوند پاک   پس اے بندہ افتادگی کن چو خاک

اے بندے تجھے اللہ تعالیٰ نے خاک سے پیدا کیا ہے پس تو مٹی کی طرح گرا پڑا رہ۔

۴۶۸۱/۸ وَعَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّیْرِ قَالَ انْطَلَقْتُ فِیْ وَفْدِ بَنِیْ عَامِرٍ اِلٰی

حضرت مطرف[۱] بن عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں[۲] بنی عامر کے وفد کے ساتھ نبی اکرم

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا اَنْتَ سَيِّدُنَا فَقَالَ السَّيِّدُ اللّٰهُ فَقُلْنَا وَاَفْضَلُنَا فَضْلًا وَّاَعْظَمُنَا طَوْلًا فَقَالَ قُوْلُوْا قَوْلَكُمْ اَوْ بَعْضَ قَوْلِكُمْ وَلَا يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاؤدَ)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ ہمارے سید ہیں فرمایا سید[3] اللہ کی ذات ہے ہم نے عرض کیا آپ ہم سب میں بڑے بزرگ[4] اور سب سے زیادہ عطا فرمانے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم ساری بات یا بعض[6] کہو اور تمہیں شیطان کہیں[7] اپنا وکیل نہ بنا لے۔
(احمد و ابو داؤد[1])

[1] مُطَرِّف، میم پر پیش۔ طا پر زبر، را پر کسرہ اور شد ہے۔ عبد اللہ بن شخیر، شین کے نیچے زیر۔ خا پر شد اور اس کے نیچے زیر ہے، عامری بصری ہیں۔ ابن سعد نے ان کا شمار اہلِ بصرہ کے طبقہ ثانیہ میں کیا ہے۔ اور کہا کہ یہ ثقہ ہیں اور فضل ورع وتقویٰ اور عقل وادب میں بڑا مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے والدِ گرامی حضرت ابو ذر، حضرت علی اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے بھائی یزید، قتادہ، ثابت، حسن بصری ودیگر لوگوں نے روایت لی ہے۔ ستاسی ہجری کو ان کا وصال ہوا۔

[2] اس سے[1] مراد مطرف کے والد عبد اللہ بن شخیر ہیں اور یہ صحابی ہیں۔

[3] مخلوق کے تمام معاملات کا مالک اور تمام کا قبضہ جس کے دست قدرت میں ہے وہ اللہ ہی کی ذات ہے اس کے سوا کوئی مالک نہیں۔ شارحین نے بیان کیا ہے کہ آپ کے انکار کی حکمت یہ تھی کہ وہ آپ کو اس طرح مخاطب کر رہے تھے جس طرح اپنے امراء اور قوم کے سرداروں کو خطاب کرتے تھے۔ انہیں چاہیے تھا کہ وہ آپ کو نبی اللہ رسول اللہ کے القاب سے عرض کرتے جو کہ مراتب بشریہ میں اعلیٰ ہیں۔ اس منع کرنے سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ آپ نے سید ہونے کا بالکل انکار فرمایا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ آپ تمام اولاد آدم کے سردار ہیں۔

[4] یعنی کرم، علم اور نبوت جیسے فضائل وکمالات میں۔

[5] طول۔ طا پر زبر ہے۔ اس کا معنی فضل، احسان، قدرت، عبادت اور غنا وکشادگی میں آگے ہونا اور غالب آنا ہے۔

[6] یہ کہو یا اس سے کم اس میں احتیاط کرو کہ میرے بارے میں وہی کہو جو میرے لائق ہے اور وہ نہ کہو جو خالق کی شان کے لائق ہے تاکہ مبالغہ اور جھوٹ اس میں نہ ہو۔

[7] شیطان جو چاہے بطریق وکالت تم سے کہلوائے۔ جَرِیّ۔ جیم پر زبر۔ را کے نیچے زیر۔ یا مشدد۔ موکل کے قائم مقام وکیل کو کہتے ہیں۔ لَا یَسْتَجْرِیَنَّکُمْ یا کی جگہ ہمزہ بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ جرات سے بنا ہے اب معنی یہ ہوگا کہ کہیں شیطان تمہیں بے خوف کر کے جو بات کہلوانا چاہے کہلوا لے۔

---

[1] ابو داؤد میں الفاظ روایت قال ابی انطلقت میں شاید یہاں کاتب سے لفظ ابی رہ گیا ہے۔

[8] بعض نسخوں میں ابوداؤد کے ساتھ مسند احمد کا حوالہ بھی ہے۔ اس حدیث میں لفظ "بعض قولکم" سے مراد ان کا قول افضلنا بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عظمت اللہ تعالٰے عَزَّ اِسْمُہٗ وَعَظُمَ سُلْطَانُہٗ کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ حدیث میں ہے اَلْکِبْرُ یَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظْمَۃُ اِزَارِیْ (کبریائی اور عظمت دونوں میری چادریں ہیں) علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ "قولوا قولکم" کا معنٰی یہ ہے کہ تم اپنے طریقے کے مطابق مجھے مخاطب نہ کرو بلکہ اس طرح مخاطب ہوا کرو جو اللہ تعالٰے نے عطا فرمایا یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ۔ واضح رہے کہ یہ معنٰی "بعض قولکم" کے مناسب نہیں اور لَا یَسْتَجْرِیَنَّکُمْ کی بھی پہلے معنٰی ہی تائید کرتا ہے۔

۴۶۸۲ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْحَسَبُ الْمَالُ وَالْکَرَمُ التَّقْوٰی۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت حسن[1] حضرت سمرہ[2] رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا۔ حسب[3] مال ہے اور کرم[4] تقوٰی ہے۔

(ترمذی۔ ابن ماجہ)

[1] امام حسن بصری رضی اللہ تعالٰے عنہ۔

[2] حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰے عنہ صحابی ہیں۔ بصرہ میں قیام پذیر رہے۔

[3] حسب، ان فضائل اور خصائل حمیدہ کو کہتے ہیں جو انسان اپنے لیے یا اپنے آباء و اجداد کے لیے شمار کرتا ہے پس نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگوں کے نزدیک حسب اور فضیلت یہی مال ہے، کیونکہ عوام کے نزدیک وہ شخص بے وقار اور خوار ہے جس کے پاس مال نہ ہو۔

[4] کرم، تمام صفاتِ خیر کا نام ہے اور تمام فضائل کو شامل ہے لیکن اللہ تعالٰے کے ہاں بہترین کرم، تقوٰی ہے۔ تقوٰی کے بغیر کسی فضیلت کا کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالٰے ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (تم میں سے زیادہ مکرم اللہ تعالٰے کے ہاں وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔)

۴۶۸۳ وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَعَزّٰی بِعَزَآءِ الْجَاھِلِیَّۃِ فَاَعِضُّوْہُ بِھَنِ اَبِیْہِ وَلَا تَکْنُوْا۔

(رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰے عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص جاہلی نسب کی طرف اپنی نسبت کرتا[1] ہے تو اس کے منہ میں اس کے باپ کے عیوب[2] ٹھونس دو اور کنایہ اختیار نہ کرو[3]۔

(شرح السنۃ)

[1] یعنی اپنے غیر مسلم آباء پر فخر کرتا ہے، یا ان کے جاہلانہ طریقے پر چلتے ہوئے لوگوں سے گالی گلوچ کرتا ہے۔

[2] ھَنٌ پر اس قبیح چیز کو کہتے ہیں جس کا نام نہ لیا جا سکے، مرد اور عورت کے اگلے پچھلے راستوں کو بھی

ھَنْ کہا جاتا ہے۔

۳؎ بلکہ صراحتہً ان کے عیوب اور قبائح بیان کرے یا کھلے لفظوں میں شرمگاہ کا نام لے اور یہ انتہائی درجے کی تشدید اور تغلیظ ہے تاکہ فخر نہ کرے اور گالی گلوچ اور لوگوں کے عیوب و نقائص کا ذکر نہ کرا اور ان کی بے عزتی نہ کرے

۴۶۸۴/۱۱ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عُقْبَةَ عَنْ اَبِیْ عُقْبَةَ وَکَانَ مَوْلًی مِنْ اَهْلِ فَارِسَ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُحُدًا فَضَرَبْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَقُلْتُ خُذْهَا مِنِّیْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْفَارِسِیُّ فَالْتَفَتَ اِلَیَّ فَقَالَ هَلَّا قُلْتَ خُذْهَا مِنِّیْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْاَنْصَارِیُّ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوعقبہ[1] جو غلام اور فارس کے تھے، سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ احد میں حاضر ہوا تو میں نے ایک مشرک کو مارا[2] اور کہا یہ مجھ[3] سے لے لے، میں فارسی[4] غلام ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری طرف دیکھا اور فرمایا تم نے یوں کیوں نہیں کہا کہ یہ لے لیں، مجھ میں انصاری[5] غلام ہوں۔

(ابوداؤد)

۱؎ ابوعقبہ یہ کسی انصاری کے غلام تھے۔ اصلاً فارس کے رہنے والے تھے۔ طریقہ یہ تھا کہ عجمی لوگوں میں سے جب بھی کوئی شخص ہجرت کر کے آتا تو وہ انصار یا مہاجرین میں سے کسی کے زیر سایہ پناہ حاصل کرتا اور اپنے معاملات و خدمات ان کے سپرد کر دیتا۔ ان کو مولی موالات کہا جاتا تھا اور ایک قسم مولی عتاقہ کی ہے اور یہ آزاد شدہ غلام کو کہا جاتا ہے ابوعقبہ صحابی اور عبدالرحمٰن تابعی ثقہ ہیں اور اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔

۲؎ نیزہ، تیر یا تلوار۔

۳؎ یعنی یہ ضرب میرہ وہ جملہ ہے جو وار کرتے وقت بہادر لوگ کہتے ہیں۔

۴؎ یعنی دلیر و جرأت مند ہوں۔

۵؎ مناسب یہ تھا کہ تم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاونین اور ساتھیوں کی طرف اپنی نسبت کرتے کیونکہ قوم کا غلام انہی میں سے ہوتا ہے، اور ان کافر، مجوسی اور آگ پرست لوگوں کی طرف نسبت مناسب نہیں۔

۴۶۸۵/۱۲ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَصَرَ قَوْمَهٗ عَلٰی غَیْرِ الْحَقِّ فَهُوَ کَالْبَعِیْرِ الَّذِیْ تَرَدّٰی فَهُوَ یُنْزَعُ بِذَنَبِهٖ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی قوم کی مدد کسی ناحق کام پر کرے وہ اس اونٹ کی طرح ہے جو کنویں[1] میں گر کر ہلاک ہو جائے اور اسے اس کی دم[2] کے ذریعے باہر کھینچا جائے۔ (ابوداؤد)

۱؎ تردی۔ صراح میں ہے کہ ردی کا معنی کنویں میں گرنا ہے۔ پہاڑ سے گرنے کو تردی کہا جاتا ہے۔ بالفتح ہلاکت کے معنی میں ہے۔

[2] واضح بات ہے کہ دُم کے ذریعے سے کنویں سے باہر نہیں کھینچا جا سکتا۔

[3] ظاہر حدیث یہ ہے کہ اس بری قوم کے مددگار کو اس اونٹ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو کنویں میں ہلاک ہو گیا اور اسے دم کے ذریعے باہر نکالنے کی کوشش کی جائے۔ علامہ طیبی اس کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اپنی قوم کی ناحق مدد کر کے اپنے آپ کو بلند کرے گا۔ وہ اس مذکورہ اونٹ کی طرح گناہ اور اثم کے کنویں میں اس طرح گر جاتا ہے کہ باہر آنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ بعض حواشی میں ہے کہ اونٹ کے ساتھ قوم اور اس کی دُم کے ساتھ مددگار کو تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح دم کے ساتھ وہ اونٹ کنویں سے باہر نہیں لایا جا سکتا اسی طرح وہ مددگار اس قوم کو ہلاکت کے گڑھے سے باہر نہیں نکال سکتا۔

۴۶۸۶ / ۱۳ وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْعَصَبِيَّةُ قَالَ اَنْ تُعِيْنَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلْمِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت واثلہ بن اسقع[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! تعصب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا اپنی قوم کا ظلم پر مددگار بننا تعصب[2] ہے۔ (ابو داؤد)

[1] اسقع سین اور قاف ہے۔ یہ اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ غزوہ تبوک کے موقعہ پر اسلام قبول کیا۔

[2] اس حدیث نے واضح کر دیا کہ اپنی قوم کی اچھی بات میں حمایت و اعانت کرنا تعصب نہیں جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔

۴۶۸۷ / ۱۴ وَعَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ ابْنِ جُعْشُمٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَقَالَ خَيْرُكُمُ الْمُدَافِعُ عَنْ عَشِيْرَتِهٖ مَالَمْ يَأْثَمْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے خاندان کا دفاع[2] کرے جب تک وہ کسی گناہ[3] کا ارتکاب نہ کرے۔ (ابو داؤد)

[1] جعشم جیم پر پیش، عین ساکن اور شین پر پیش ہے۔ سراقہ وہ شخص ہیں جن کو ہجرت کے موقعہ پر کفار قریش نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعاقب میں اس لیے روانہ کیا کہ وہ آپ کو پکڑ کر لائے جب وہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب پہنچے تو ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو زمین نے انہیں چھوڑ دیا، پھر وہ وہاں سے واپس لوٹے۔

[2] ان پر ظلم و زیادتی نہ ہووے۔ مدافعت کا معنی صراح میں کسی کا حق دلانا اور اس سے زیادتی کو دور کرنا ہے۔

[3] بشرطیکہ ان سے ظلم سرزد نہ ہو۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ قوم اپنے اوپر ہونے والے ظلم کی مدافعت میں ظلم کر لیتی ہے تو اب کیا ہوگا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس کے لیے ضابطہ ہے کہ اگر اس ظلم کا دفاع زبان سے

ہو سکتا ہے تو ہاتھ کو بروئے کار نہ لایا جائے اور مارنے سے کام ہو جاتا ہے تو قتل جائز نہیں۔

۴۶۸۸/۱۵ **وَعَنْ** جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰى عَصَبِيَّةٍ وَّلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِيَّةً وَّلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَّاتَ عَلٰى عَصَبِيَّةٍ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت جبیر[1] بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی دعوت[2] دے اور وہ ہم میں سے نہیں جو تعصب میں لڑے اور وہ بھی ہم میں سے نہیں جو تعصب[3] میں فوت ہو۔ (ابوداؤد)

[1] یہ صحابی ہیں قریشی، نوفلی ہیں۔ نوفل بن عبد مناف کی اولاد سے ہیں۔ نہایت حلیم۔ سعادت مند اور باوقار شخصیت تھے۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے۔

[2] جو لوگوں کے درمیان عصبیت پیدا کرے۔

[3] جو عصبیت بطریق ظلم اور باطل پر ہو وہ حرام و منع ہے۔

۴۶۸۹/۱۶ **وَعَنْ** اَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شی سے تیری محبت تجھے اندھا اور بہرا[1] کر دیتی ہے۔

(ابوداؤد)

[1] محب کو محبوب کی برائی بھی اچھائی نظر آتی ہے۔ جیسے کہ محاورہ ہے وَعَيْنُ الرِّضَا مِنْ كُلِّ عَيْبٍ كَلِيْلَةٌ" رضا اور محبت کی آنکھ کسی بھی عیب کو دیکھنے سے قاصر ہوتی ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ محب کو جمالِ محبوب کے علاوہ کوئی شے بھاتی ہی نہیں، اسی طرح محبوب کی بات کے علاوہ وہ کسی کی بات کی طرف کان ہی نہیں لگاتا۔ اس مبارک حدیث کو عصبیت کی مذمت کے باب میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ تعصب کرنے والا شخص اپنی قوم کی حمایت اور اعانت میں اس قدر آگے بڑھ جاتا ہے کہ وہ حق سننے کے لیے تیار نہیں ہوتا اور اس پر غور و فکر نہیں کرتا کہ حق کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۴۶۹۰/۱۷ **عَنْ** عُبَادَةَ بْنِ كَثِيْرٍ الشَّامِيِّ مِنْ اَهْلِ فِلَسْطِيْنَ عَنِ امْرَاَةٍ مِّنْهُمْ يُقَالُ لَهَا فُسَيْلَةُ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمِنَ الْعَصَبِيَّةِ اَنْ يُّحِبَّ الرَّجُلُ

حضرت[1] عبادہ بن کثیر شامی جو اہل فلسطین[2] میں سے ہیں اپنے علاقہ کی ایک خاتون سے روایت کرتے ہیں جس کو فسیلہ[3] کہا جاتا تھا وہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتی ہیں کہ میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں

قَوْمَهٗ قَالَ لَا وَلٰكِنْ مِّنَ الْعَصَبِيَّةِ اَنْ يَّنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَهٗ عَلَى الظُّلْمِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ)

سائل بن کر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ عصبیت ہے کہ آدمی اپنی قوم سے محبت کرے؟ فرمایا نہیں البتہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی اپنی قوم کی ظلم پر مدد کرے۔ (احمد، ابن ماجہ)

؎۱ عُبادہ۔ عین پر پیش۔

؎۲ فِلَسْطِین۔ فا کے نیچے زیر لام پر زبر ملک کا نام ہے اس کے شہروں میں سے بیت المقدس ایک شہر ہے

؎۳ فُسَیْلَہ، فا پر پیش، سین پر زبر صیغہ تصغیر ہے۔ لغت میں کھجور کے چھوٹے تنے کو کہتے ہیں ممکن ہے وہ خاتون کوتاہ قد ہو اور اس کے ساتھ تشبیہ دے دی گئی ہے۔

۴۶۹۱/۱۸ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْسَابُكُمْ هٰذِهٖ لَيْسَتْ بِمَسَبَّةٍ عَلٰى اَحَدٍ كُلُّكُمْ بَنُوْا اٰدَمَ طَفُّ الصَّاعِ بِالصَّاعِ لَمْ تَمْلَئُوْهُ لَيْسَ لِاَحَدٍ عَلٰى اَحَدٍ فَضْلٌ اِلَّا بِدِيْنٍ وَّتَقْوٰى كَفٰى بِالرَّجُلِ اَنْ يَّكُوْنَ بَذِيًّا فَاحِشًا بَخِيْلًا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے یہ نسب کسی کو گالی دینے[1] کے لیے نہیں ہیں، تم سب حضرت آدم کی اولاد[2] ہو جیسے صاع کی چیز صاع سے ہے جسے اس نے بھرا نہ ہو تم میں کسی کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں مگر بسبب دین وتقویٰ کے اور آدمی[3] کے ذلیل ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ زبان دراز، بے ہودہ[4] گو اور بخیل ہو۔ (احمد، بیہقی، شعب الایمان)

؎۱ یہ گالی وعار کا محل نہیں اور نہ دوسرے لوگوں پر عار وعیب کا سبب۔

؎۲ یعنی تمام لوگ ناقص ونا تمام ہونے میں برابر کے شریک ہیں اور درجۂ کمال وتمام نہ پانے کی وجہ بیان کی کہ تم آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور انہیں مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ ذاتی نقصان اور ناتمامی بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ فضل وبزرگی نسب وغیرہ میں نہیں بلکہ تقویٰ میں ہے۔

؎۳ تقویٰ ودین کے ضمن میں اچھی صفات کا تذکرہ ہوا تو سب اس کے بعد اب بعض برائیوں کا ذکر بھی فرمایا۔

؎۴ گفتگو میں بے ہودہ پن اور مال میں بخل۔

بَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ

۳۲۰۔ نیکی اور صلۂ رحمی کا بیان

بِر، با کے نیچے زیر بمعنی احسان و نیکی ہے۔ یہاں والدین سے نیکی مراد ہے، اس کی ضد عُقُوق (نافرمانی) ہے۔ صلہ کا لغوی معنی جوڑنا اور ملانا ہے۔ یہاں قریبیوں کے ساتھ وہ انعام و احسان ہے جو رحم کے سبب قائم ہوا ہو۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۴۶۹۲ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ[1] قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوْكَ

وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ اُمَّكَ ثُمَّ اُمَّكَ ثُمَّ اُمَّكَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ اَدْنَاكَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پہلی فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے اچھے[1] برتاؤ کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: تمہاری والدہ، عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تمہاری والدہ، عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: تمہاری والدہ۔ عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: تمہاری والدہ۔ عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تمہارا باپ[2]۔ ایک اور روایت[3] میں ہے کہ فرمایا تمہاری والدہ، پھر تمہاری والدہ، پھر تمہارا باپ پھر تمہارا قریبی[4] پھر قریبی۔ (بخاری[5] و مسلم)

---

[1] صحابت، مصدر ہے، صراح میں ہے کہ صحابہ کا معنی دوست اور مدد کرنا ہے۔ یہ باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے ہے۔

[2] چوتھی دفعہ فرمایا۔

[3] اس روایت میں سوال و جواب نہیں بلکہ آپ نے پہلی ہی دفعہ تین مرتبہ فرما دیا۔ اس روایت میں لفظ "اُمَّکَ" منصوب ہے۔

[4] ماں باپ کے بعد ہر وہ شخص حسب ترتیب مستحق ہے جو قریب تر ہے۔

[5] بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ ماں کے لیے باپ کی نسبت تین احسان حاصل ہیں اور اس کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ ماں تین مشقتیں برداشت کرتی ہے حمل کا بوجھ، جننے کی تکلیف اور دودھ پلانے میں مشقت۔ اور کتب فقہ میں مذکور ہے کہ والدہ کا حق نیکی و احسان میں والد کی نسبت زیادہ واجب اور مؤکد ہے، اگر کسی جگہ دونوں کے حق میں تعارض آ جائے مثلاً ایک کے حق کی ادائیگی دوسرے کی تکلیف کا سبب ہے تو ایسی صورت میں تعظیم و احترام میں والد کا حق ہے۔ اور خدمت و انعام میں والدہ کا حق راجح ہوگا۔ والدین کے حقوق یہ ہیں کہ ان کے ساتھ تواضع و

انکساری سے پیش آیا جائے تاکہ وہ راضی ہوں۔ ہر جائز کام میں ان کی اطاعت کی جائے۔ بے ادبی نہ کی جائے۔ ان کے ساتھ تکبر سے پیش نہ آئے۔ اگرچہ وہ مشرک ہوں۔ نیکی کے حکم اور برائی سے روکنے میں نرمی کرے۔ ایک دفعہ کہے اگر قبول نہ کریں تو خاموشی اختیار کی جائے۔ ان کے حق میں دعا و استغفار کی جائے۔ والدین کے یہ آداب و احترام قرآن مجید کے اس مقام سے حاصل ہوتے ہیں جو سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے باپ کے ساتھ بطور نصیحت کیا تھا۔

۴۶۹۳/۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا اس کی ناک[1] خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو اس کی ناک خاک آلود ہو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کس کی؟ فرمایا جو شخص والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کو بڑھاپے میں پائے، پھر جنت میں داخل نہ ہو سکے[2]۔ (مسلم)

[1] رغم انف یہ ذلت و خواری سے کنایہ ہے رغام زبر کے ساتھ مٹی۔

[2] یعنی خدمت نہ کی، ان کو راضی نہ کیا۔ بعض احادیث میں رمضان شریف کے بارے میں بھی یہی ہے کہ جس نے اس میں عبادت و طاعت نہ کی وہ بھی خاک آلودہ ہو۔

۴۶۹۴/۴ وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَيَّ اُمِّيْ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِيْ عَهْدِ قُرَيْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّيْ قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ اَفَاَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِيْهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ میرے پاس آئیں حالانکہ وہ عہد[1] قریش میں مشرکہ تھیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری والدہ میرے پاس آئیں ہیں، وہ اسلام سے[2] دور ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ فرمایا ہاں! صلہ رحمی کرو۔ (بخاری و مسلم[3])

[1] ان دنوں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے کافروں کے ساتھ معاہدہ کیا ہوا تھا یہ صلح حدیبیہ کے بعد کا واقعہ ہے۔

[2] راغبۃ۔ رغبت کا صلہ فی آئے تو اس کا معنی محبت و شوق ہے۔ اور اگر عن آئے تو اس کا معنی اعراض و اجتناب ہے۔ اس مقام پر دونوں معانی کا احتمال ہے بلکہ اعراض زیادہ مناسب ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے "وَهِيَ رَاغِمَةٌ" اس کا معنی ناپسند کرنے والی اور ناراض ہے۔ بعض لوگوں نے دونوں روایات کا ایک ہی معنی کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ راغبہ یعنی میرے مال میں طمع و حرص رکھتی ہیں۔ اور راغمہ یعنی فقر کی وجہ سے مجبور و محتاج ہو کر آئی ہے۔ حضرت اسماء نے پوچھا کہ میری ماں اس حال میں آئی ہے، کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں۔

[3] اس حدیث نے واضح کر دیا کہ والدین اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہوں ان کے ساتھ صلہ رحمی و احسان کیا جائے گا۔

اس پر دیگر رشتہ داروں کو قیاس کر لو، دینی مخالفت کے باوجود قرابت داری کی رعایت کرنی ضروری ہے۔

۴۶۹۵ ۴ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اٰلَ اَبِیْ فُلَانٍ لَيْسُوْا لِیْ بِاَوْلِيَآءَ اِنَّمَا وَلِيِّیَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ اَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا فلاں[۱] قبیلہ میرا دوست نہیں۔ میرا دوست اللہ تعالیٰ اور نیک[۲] مومنین ہیں لیکن ان کے لیے رشتۂ قرابت ہے اس کی تری[۳] سے اس کو تر کروں گا۔

(بخاری ومسلم)

[۱] شارحین نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کا نام لیا تھا لیکن راوی نے کنایہ سے کام لیا ہے اس کی وجہ بظاہر یہی ہے کہ روایت میں نام کی تصریح سے اس وقت خوف تھا کہ فتنہ برپا نہ ہو جائے اور اصل میں ابی کے بعد جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے۔ اور علتِ مذکورہ کی وجہ سے نام ذکر نہیں کیا، شارحین کہتے ہیں کہ ابی فلاں سے مراد ابولہب ہے۔ بعض کے نزدیک ابوسفیان یا حکم بن عاص ہے۔ یہ آخری زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس حدیث کے راوی عمرو بن عاص ہیں جنہوں نے محسوس کیا کہ اپنے قبیلے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوستی اور قرابت کی نفی اور ان کے عیب کا اظہار صریحاً مناسب نہیں۔ واللہ اعلم۔

[۲] صالح سے مراد کوئی ایک نہیں بلکہ جنس صلحاء مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے ابوبکر و عمر مراد ہیں۔ اور بعض کے نزدیک حضرت علی مراد ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

[۳] یعنی اتنی اشیاء ان کو دوں گا جو انہیں ضروری اور کافی ہوں، چونکہ تری و نرمی اشیاء میں اتصال اور خشکی و سختی افتراق کا سبب ہے اسی لیے بَلّ بمعنیٰ تری کو صلۂ رحمی سے اور یُبس بمعنی خشکی کو قطع رحمی سے کنایہ کرتے ہیں۔ بعض شارحین نے قطع رحمی کو گرمی کے ساتھ اور صلۂ رحمی کو پانی کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ قطع رحمی کی گرمی صلہ رحمی کے ذریعے سرد ہو جاتی ہے۔

بُلاَل با پر زبر، زیر اور پیش (تینوں پڑھ سکتے ہیں) بمعنی تری ہے اور ہر وہ چیز جو حلق کو تر کرنے کا ذریعہ ہو مثلاً پانی، دودھ، اور اس کی جمع "بَلَل" بھی آتی ہے۔

۴۶۹۶ ۵ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَوَاْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعَ وَهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَةَ الْمَالِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ تعالےٰ نے تم پر[۱] ماؤں کی نافرمانی، بچیوں[۲] کا زندہ درگور کرنا، بخل[۳]، گداگری[۴] کو حرام فرمایا اور کثرت[۵] سوال[۶] اور بربادی مال کو ناپسند فرمایا۔

(بخاری ومسلم)

۱ہ ماں کی تخصیص کی مختلف حکمتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے حقوق قوی اور غالب ہیں۔ جیسا کہ پیچھے گزرا ہے۔ دوسرا یہ کہ ان کے دل کمزور ہوتے ہیں وہ تھوڑے سے معاملے سے ناراض ہو جاتی ہے۔ تیسری وجہ یہ کہ اکثر اولاد ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی ہے۔ یا وجہ یہ ہے کہ ظاہراً گفتگو انہیں میں ہو رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں ایسی اشیاء کا ذکر ہے جو آپس میں بیگانہ ہیں، اس جہت سے کہ ان کے ذکر کے ساتھ ان میں قرابت واقع ہو گی۔

۲ہ یہ جاہلیت میں فقر و عار کے خوف کی وجہ سے کرتے تھے۔

۳ہ مَنَعَ ماضی، بصورت مصدر بھی مروی ہے اس سے بخل و امساک مراد ہے۔

۴ہ ہات بمعنی آتِ ہے جو اِیْتَاءٌ سے امر کا صیغہ ہے۔ ایتاء کا معنی دینا ہے۔ آت سے مراد طلب اور سوال ہے بعض نے کہا ہے کہ منع سے مراد اُن حقوق کو ادا نہ کرنا ہے جو مال میں واجب تھے اور ایسے اموال کا حاصل کرنا جو حلال نہیں ہیں بعض کے نزدیک اس سے مراد تمام حقوق واجبہ سے منع کرنا ہے۔ خواہ وہ اموال ہوں یا افعال و اقوال اور اخلاق ہوں اور ایسے حقوق لوگوں سے طلب کرنا جن میں انصاف و اعتدال کی رعایت ان پر لازم نہ تھی۔

۵ہ کرہ۔ مبالغہ کی وجہ سے مشدد ہے اور مخفف بھی مروی ہے، قِیل و قَال دونوں کی لام پر زبر ہے اور فعل ماضی مجہول و معروف ہیں اور بطور حکایت ان کا اعراب ہو گا، اس سے مقصود لوگوں کو ان باتوں اور واقعات کے بیان کرنے سے روکنا ہے جو بے مقصد کی جاتی ہیں۔ مثلاً اس طرح کہا گیا، فلاں نے اس طرح کہا۔ وہ بحث و تحیص جو کسی بات کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے کی جاتی ہے، وہ منع نہیں، ورنہ کوئی شے حقیقت کے ساتھ معلوم ہی نہ ہو گی اور تحقیق کے لیے دوسرے لوگوں کے اقوال نقل کرنا بھی حرام نہیں۔ بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ یہاں قیل و قال سے کثرتِ کلام اور بسیار گوئی مراد ہے اور اس سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ دل مردہ ہو جاتا ہے۔ اس میں سختی پیدا ہوتی ہے اور وقت کا ضیاع ہے۔

۶ہ اس کے چند معانی بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ لوگوں کے احوال کے بارے تجسس اور تفتیش کے لیے باز پرس کرنا ہے دوسرا یہ کہ امتحان و اظہار فضیلت اور بڑائی کے لیے کثرت سے سوالات کرنا۔ تیسرا یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتنی کثرت کے ساتھ سوالات کرنا کہ آپ کی تکلیف و اذیت کا باعث ہوں اور اس سے احکام میں تنگی و شدت پیدا ہو جائے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ الآیۃ بعض نے اس سے گدائی مراد لیا ہے لیکن یہ معنی بعید ہے کیونکہ پھر لفظ کثرت کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا بلکہ بے ضرورت سوال کرنا حرام ہے۔ خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اور اس کے علاوہ لفظ ہاتِ اپنے اطلاق کے سبب اس معنی کو شامل ہے، لہٰذا تکرار لازم آئے گا

۷ہ اس سے اسراف اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مال خرچ کرنا مراد ہے مثلاً ایک آدمی تمام یا بعض مال کسی ایک کو دے دیتا ہے اور اہل حقوق محتاج رہتے ہیں یا مال پانی میں ڈال دیتا ہے یا آگ میں جلا دیتا ہے۔ یا فاسق و فاجر شخص کو دیتا ہے جو شریعت کے خلاف مال خرچ کر دے گا۔ اس مقام پر تفصیل ہے کہ مال کا خرچ کرنا واجب و مندوب ہو تو اس میں اسراف و ضیاع کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور اگر وہاں خرچ کرنا حرام ہے تو اب یقیناً ضیاع اور اسراف حرام ہو گا، اشتباہ

اس صورت میں ہے جب وہ کام بظاہر مباح ہوتا ہے، لیکن اس سے ظاہر و باطن میں قبائح و مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً ایسے مکانات و محلات تعمیر کرنا جو ضرورت سے زائد ہوں اور ان کی زیب و زینت کے لیے بے بہا رقم خرچ کرنا، لباس فاخرہ اور لذیذ کھانوں میں حد اعتدال سے زیادہ خرچ کرنا[۱] جس طرح کہ اہل اسراف و تکبر کی عادت ہے اور فقراء اور محتاجوں کی پرواہ نہ کرنا اگرچہ یہ بظاہر حکم شرع میں حرام نہیں، لیکن اس سے دل کی سختی اور طبیعت میں درشتی پیدا ہوتی ہے اس طرح برتنوں، تلواروں اور ہتھیاروں کو سجانا، ان پر سونا و جواہر لگوانا، بیع و خرید میں بے قید ہو جانا اور اس میں غبن فاحش کا ارتکاب کرنا اور لمبی لمبی امیدیں قائم کر لینا تمام ضیاع اور اسراف میں داخل ہیں۔

۴۶۹۷/۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ نَعَمْ يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهٗ فَيَسُبُّ اُمَّهٗ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کا اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے۔ فرمایا: یہ کسی[۱] کے باپ کو گالی دے اور وہ اس کے باپ کو گالی دے گا، یہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ اور وہ اسکی ماں کو گالی دے گا۔[۲]

(بخاری و مسلم)

[۱] کسی کے والدین کو گالی دے کر اپنے والدین کو گالی دلوانے کا سبب بنا ہے، اس لیے اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا، کیونکہ یہ ان کی نافرمانی میں داخل ہے۔ شعر

گر مادر خویش دوست داری
دشنام مکن بمادر من

اگر تو اپنی ماں سے محبت رکھتا ہے، تو میری ماں کو گالی نہ دے۔

[۲] اس سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص فسق و فساد کا سبب و ذریعہ بنے، وہ بھی فاسق ہے۔

۴۶۹۸/۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ بَعْدَ اَنْ يُّوَلِّيَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا بہترین نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے[۱] غائب ہونے کے بعد اس کے دوستوں سے حسن سلوک کرے۔

(مسلم)

---

[۱] موجودہ دور اس خطرناک حالت سے گزر رہا ہے۔ آج بعض لوگوں کے پاس سر چھپانے کی جگہ نہیں اور بعض کے پاس ناجائز دولت سے تیار کردہ کروڑوں اربوں روپے کے محلات ہیں جس کی اسلام میں ہرگز اجازت نہیں ہے۔

[1] یعنی مرنے کے بعد یا عدم موجودگی میں۔ یُوَلِّیَ یا پر پیش، واؤ پر زبر اور لام پر زیر اور مشدد ہے۔ تولیت بمعنی پست کرنا اور چلے جانا۔ یعنی باپ کی محبت اسے کہیں گے کہ گویا وہ اس کی قیمت اپنی سمجھے اور اس صورت میں صلہ و مروت لازم ہوگی۔ اور یہ صلہ اپنے باپ کے ساتھ نیکی ہوگی، جب عدم موجودگی میں اس کا یہ حال ہے تو موجودگی میں کتنی محبت کرتا ہوگا۔

۴۶۹۹ ۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَاَ لَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی موت میں تاخیر[1] ہو وہ صلہ رحمی کرے[2]۔ (بخاری و مسلم)

[1] "اَثر" کا معنی زمین پر چلنے سے پاؤں کا نشان ہے۔ یہاں موت مراد ہے جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے نشان زمین پر نہ رہے، اسے اَثر کہتے ہیں اور اس سے مدت عمر مراد لی جاتی ہے۔

[2] فراخی رزق اور درازی عمر سے مراد برکت، بہتر زندگی، نیکی کی توفیق، صفاء حال اور نورانیت قلب ہے یا درازی عمر سے جہاں میں نیک نامی کی بقاء ہے۔ لفظ اثر اس کی طرف اشارہ کرتا ہے یا نیک ذریت مراد ہے جو اس کے لیے دعا کرنے والی اور اس کی نیک نامی کو زندہ رکھنے والی ہے۔ کیونکہ اولاد مرنے والے کی دوسری ولادت ہوتی ہے، در حقیقت اللہ تعالیٰ نے فراخی رزق اور درازی عمر کے لیے صلہ رحمی کو سبب قرار دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی سبب پیدا فرمایا ہے۔ ہر وہ شخص جس کے بارے میں اس کا ارادہ ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی، عمر میں اضافہ ہو اسے خیر اور حقوق کی ادائیگی کی توفیق عنایت کر دیتا ہے۔ شارحین نے کہا ہے کہ یہ محو و اثبات (مٹانا یا قائم کرنا) مخلوق کی نسبت سے ہے نہ کہ خالق کی نسبت سے کیونکہ اس کے علم میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ ہوتا یوں ہے کہ لوح محفوظ میں لکھ دیا جاتا ہے کہ اس کی عمر ساٹھ سال ہوگی اور اگر اس نے صلہ رحمی کی تو اس پر چالیس سال کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ باقی جب شارع علیہ السلام نے ہمیں اس بات کی خبر دی ہے۔ اب چون و چرا نہیں بلکہ اس پر پختگی کے ساتھ عقیدہ رکھ لیا جائے اور سعادت مندی یہی ہے کہ ایسے معاملات سن کر ان پر عمل کر لیا جائے اور حقیقت حال اللہ سبحانہ و تعالےٰ کے سپرد کر دی جائے۔ اس بحث میں نہ پڑا جائے کہ یہ کیوں اور کیسے ہے۔

۴۷۰۰ ۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَاَخَذَتْ بِحَقْوَيِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَآئِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ قَالَ اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَّصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو پیدا[1] فرمایا اور تخلیق سے[2] فارغ ہوا تو رحم رحمان[3] کا دامن کرم[4] پکڑ کر کھڑا ہو گیا، رب تعالیٰ نے فرمایا کیا[5] ہے؟ عرض کیا یہ اس کی جگہ[6] ہے جو تیرے ساتھ توڑے جانے سے پناہ لے، فرمایا[7] کہ تو اس سے

قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰى يَا رَبِّ قَالَ فَذَالِكِ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

راضی نہیں کہ میں اسے جوڑوں جو تجھے جوڑے اور توڑ دوں جو تجھے توڑے عرض کیا اے میرے رب! ہاں! فرمایا تو ایسا ہی ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

ے۱ یعنی ازل میں اپنے علم ازلی میں یہ تقدیر فرمائی کہ جب میں مخلوق کو وجود بخشوں گا تو وہ اس طرح ہوگا۔

ے۲ یعنی جب اسے پورا اور مکمل کر لیا کیونکہ فراغت کا حقیقی معنی کسی کام میں مشغول ہونے کے بعد ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالٰے کے حق میں ممتنع ہے کیونکہ اسے ایک کام دوسرے کام کے لیے مانع نہیں ہو سکتا جیسا کہ دعا منقولہ میں ہے سُبْحَانَ مَنْ لَا يَشْغَلُهُ شَأْنٌ عَنْ شَأْنٍ (پاک ہے وہ ذات جسے ایک حال دوسرے حال سے مانع نہیں ہوتا)۔

ے۳ صفات باری تعالٰے میں سے رحمٰن کا ذکر کیوں ہوا؟ اس کی حکمت آئندہ احادیث سے واضح ہو جائے گی۔

ے۴ حَقْو، حا پر زبر، قاف ساکن، تہہ بند باندھنے کی جگہ۔ چونکہ تہہ بند کے دونوں اطراف اس سے وابستہ ہوتے ہیں اس لیے اسے حَقْوَیْہ کہا جاتا ہے یعنی کمر کی دونوں اطراف، اور تہہ بند پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے حالانکہ اللہ تعالٰے اس سے منزہ ہے اور یہ گفتگو عربوں کے محاورہ کے طور پر ہے۔ اور لوگوں کا طریقہ ہے جب ایک شخص دوسرے کی پناہ لیتا ہے تو اس کا دامن پکڑتا ہے یا اس کے تہہ بند کا کنارہ، بعض اوقات جب کام دشوار ہو اور کام میں مجبوری پیدا ہو جائے اور مبالغہ و تاکید مقصود ہو تو تہہ بند کے دونوں کنارے پکڑے جاتے ہیں تاکہ وہ شخص دشواری میں گھر کر پوچھے کہ کیا مقصد ہے اور کیا چاہتے ہو؟ یہ استعارہ ہے اس بات سے کہ رحم نے قطع کے خوف سے رحمان کی پناہ لی۔ اس کے بعد یہ محاورہ بن چکا ہے اس میں اب تہہ بند کا اعتبار نہیں رہا۔ مقصود صرف پکڑنا ہوتا ہے۔ جیسے کہ کہتے ہیں يَدَاهُ مَبْسُوْطَتَانِ۔ اس کے دونوں ہاتھ فراخ ہیں، یعنی اس سے مراد وہ ذات ہے جو سخی و جواد ہے، خواہ خلقتاً اس کے ہاتھ نہ ہوں یا کاٹ دیے گئے ہوں یا وہاں ہاتھوں کا موجود ہونا ہی محال ہو جیسا کہ باری تعالٰے کی ذات ہے۔ اس طرح کے محاورات کلام عرب میں کثرت کے ساتھ ہیں اور قرآن و حدیث میں عربوں کے محاورات کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ قرآن و حدیث کے متشابہات کی تاویل کے لیے یہ ایک اہم ضابطہ ہے جس میں دیگر تکلفات کا ارتکاب نہیں کرنا پڑتا، رحم از قبیل معانی ہے ذات نہیں کہ کھڑا ہو، لہٰذا اس کا پناہ لینا، کھڑا ہونا، بطور تمثیل و تشبیہ ہے گویا رحم نے بمنزل ایک شخص کے کھڑے ہو کر اللہ رب العزت سبحانہ و تعالٰے کا دامن رحمت پکڑ لیا۔

ے۵ تو کیا کہتا ہے؟ کیا چاہتا ہے؟ تیرے پناہ لینے کا کیا مقصد ہے؟ مَہْ کا معنی باز رہ اور نہ کر ہوتا ہے ما استفہامیہ اور الف کو ہا کے ساتھ بدل دیا گیا۔

ے۶ یعنی میں تیری بارگاہ میں تیرے دامن عزت و عظمت کے ساتھ وابستہ ہو کر اپنے عجز کا اظہار کرتا ہوں کہ

میں تیری پناہ لیتا ہوں ہر اس شخص سے جس نے میری رعایت نہ کی اور رحم کو قطع کیا۔

[57] اللہ تعالیٰ نے اس کی عرض قبول کرتے ہوئے فرمایا۔

[58] یعنی اس پر احسان و انعام کروں گا۔

[59] یعنی اس سے انعام و احسان واپس کر لوں گا۔

[60] پس یہ تیرے لیے میرا وعدہ ثابت ہو گیا اور تیرا میرے ہاں یہی مقام ہے۔

۴۷۰۱ ۱۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ شُجْنَةٌ[1] مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَّصَلَكِ وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهٗ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لفظ رحم[1] رحمٰن سے بنا ہوا ہے پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جس نے رحم کو جوڑا میں اسے جوڑوں گا اور جس نے اسے توڑا میں اسے توڑ دوں گا۔

(بخاری)

[1] دوسری روایت میں یہ تصریح ہے کہ میں نے رحم کو اپنے نام رحمٰن سے بنایا ہے (کذا قال الطیبی) یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں سے مراد معنی ہو یعنی قرابت رحم کی رعایت واجب و لازم ہے۔ کیونکہ حضرت رحمٰن کی شعبۂ رحمت سے اس کا تعلق ہے۔

شُجنۃ، شین، جیم ساکن، درخت کے پتے اور اس کی جڑوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور مراد یہ ہے کہ رحم، رحمان کی رحمتوں میں سے ہے اور اس کے ساتھ متصل ہے۔

۴۷۰۲ ۱۱ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ[1] بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَّصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم[1] عرش کے ساتھ معلق ہے اور یہ کہہ رہا ہے جو شخص[2] مجھے جوڑے گا اللہ تعالیٰ اسے جوڑے گا اور جو مجھے توڑ دے گا اسے اللہ تعالیٰ توڑ دے گا۔

(بخاری و مسلم)

[1] جو سب سے بلند مقام ہے۔

[2] بطور دعا و خیر۔

۴۷۰۳ ۱۲ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ[1]۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا[1] قطع کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(بخاری و مسلم)

[1] یعنی رحم قطع کرنے والا اولیوں اور مقربین کے ہمراہ جنت میں نہیں جائے گا۔

۴۷۰۴ ۱۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ إِذَا قُطِّعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رشتہ جوڑنے والا وہ نہیں جو بدلہ لے چکا ہو بلکہ جوڑنے والا وہ [2] ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑ دے۔ (بخاری)

---

[1] یعنی کامل طور پر داخل نہیں جو رشتہ داروں کے ساتھ اس لیے احسان کرے کہ وہ بھی احسان کرتے ہیں۔

[2] جواں مردی یہ ہے کہ اپنا حق طلب نہ کیا جائے اور دوسروں کا حق ادا کر دیا جائے۔ مبالغہ و تکثیر کے پیش نظر لفظ قطعت کو مشدد پڑھا جائے گا۔

۴۷۰۵/۱۴ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لِيْ قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُوْنِيْ وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسِيْئُوْنَ إِلَيَّ وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُوْنَ عَلَيَّ فَقَالَ لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے رشتہ دار ہیں میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں وہ میرے ساتھ تعلق توڑتے ہیں میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں اور وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ بردباری سے کام لیتا ہوں وہ مجھ سے جہالت سے کام لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر واقعہ اسی طرح ہے جس طرح تو نے بیان کیا ہے تو ان کے منہ میں گرم [1] راکھ ڈال رہا ہے تیرے ساتھ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مددگار [2] رہے گا جب تک تو اس حال پر رہے گا (مسلم)

---

[1] جب وہ تیری نیکی کا شکریہ ادا نہیں کرتے تو تیری عطا ان کے لیے حرام ہے اور ان کے پیٹ آگ کے حکم میں ہیں۔ اور ان کے کھانے کو گرم راکھ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ مَلّ۔ میم پر زبر۔ گرم راکھ کو کہا جاتا ہے بعض شارحین نے کہا مطلب یہ ہے کہ تو نے ان پر احسان کر کے ان کو ان کے سامنے رسوا کر دیا ہے۔ اور یہ ان لوگوں کی طرح ہیں جن کے منہ میں گرم راکھ ڈالی جائے تو وہ اسے کھا جائیں۔ بعض کہتے ہیں کہ تیرا احسان ان پر گرم راکھ کی طرح ہے جو ان کو ہلاکت میں ڈال دے گا۔ بعض کے نزدیک معنی یہ ہے کہ ان کے چہرے گرم راکھ کی طرح سیاہ ہو جائیں گے۔

[2] جو ان کے شر سے تجھے محفوظ رکھے گا اور تیری مدد و نصرت کرے گا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ [3]

دوسری فصل

۴۷۰۶/۱۵ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُهٗ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت دو جہاں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا تقدیر [1] کو دعا ہی رد کر سکتی ہے اور عمر میں اچھا سلوک ہی اضافہ کرتا ہے اور یقیناً آدمی اس گناہ کی بنا پر رزق سے محروم

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ) ہو جاتا ہے جو اسے لاحق ہو۔ (ابن ماجہ)

۱؎ قدر، دال پر زبر یا سکون ہے۔ اللہ کا بندے کے لیے کسی چیز کے بارے میں حکم مقرر کرنا، لیلۃ القدر اس رات کو کہا جاتا ہے جس میں سال کے احکام لکھے جاتے ہیں۔ بعض کے نزدیک قدر و عزت والی رات مراد ہے کیونکہ اس رات کی دعا اللہ کے حکم سے تقدیر کو بدل دیتی ہے اور دعا کو تقدیر بدلنے کا سبب بھی اللہ تعالےٰ نے ہی بنایا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے کہ بندہ دعا کرے گا تو ہم اس پر نازل ہونے والی فلاں مصیبت کو ٹال دیں گے۔ دنیا بھر کے تمام اسباب کا تقدیر الٰہی کے ساتھ یہی تعلق ہے۔ مثلاً طبی ادویہ شفا کے لیے، بندوں کے اعمال، دخول جنت و دوزخ کے لیے۔ بعض شارحین کہتے ہیں کہ بندے کا ہمیشہ دعا کرتے رہنا نزول قضا کو آسان اور اس کو دل کے لیے پسندیدہ بنادیتا ہے یعنی جب وہ دعا کرے گا اور تقدیر نہیں بدلے گی تو اس پر راضی ہو کر جان دے گا تو اس پر اس کا بوجھ تھوڑا ہوگا بخلاف اس شخص کے جس پر اچانک تقدیر نازل ہوئی تو گویا دعا نے اسے موخر و رد کیا (کذا النقل الطیبی) اور اس مسکین (عبد الحق) کے ذہن میں یہ آرہا ہے کہ یہاں مقصود دعا کی تاثیر اور مدح میں مبالغہ ہے۔ یعنی کوئی چیز بھی تقدیر الٰہی کو رد نہیں کرسکتی۔ اگر کوئی چیز رد کرسکتی تو وہ دعا تھی۔ بالکل اسی طرح کی گفتگو نظر بد کے بارے میں حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شی تقدیر سے سبقت کرسکتی تو نظر بد ہوتی۔

۲؎ والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرنا عمر میں اضافہ کرنا ہے۔ مطلب وہی ہے جو دعا کے تقدیر کو رد کرنے کے سلسلے میں بیان کیا گیا۔ دوسری توجیہات فصل اول میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث ۱ کے تحت، گزر چکی ہیں۔

۳؎ یہاں ایک سوال ہے کہ بہت سے نافرمان اور کافر ایسے ہیں جن پر رزق کے دروازے بڑی فراوانی کے ساتھ کھلے ہوئے ہیں اور بعض مومن و فرمانبردار تنگی میں ہیں اس لیے بعض لوگوں نے حدیث میں مذکور رزق سے مراد آخرت کا رزق لیا ہے کہ گناہ کی وجہ سے انسان آخرت میں محروم ہوگا اور اگر مراد دنیا کا مال و صحت اور کامیابی ہے تو جواب یہ ہوگا کہ محرومی سے مراد یہ ہے کہ اسے رضائے الٰہی، اچھی و نیک زندگی، دلی فراغت، حضوری کی دولت، کدورت سے صفائی حاصل نہ ہوگی جیسا کہ متقین کو حاصل ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً۔ "وہ جس نے حالت ایمان میں نیک عمل کیا خواہ وہ مرد تھا یا خاتون تو اسے ہم مبارک زندگی عطا فرمائیں گے"۔ بخلاف فاسق لوگوں کے کہ ان کے اوقات میں تاریکی و ظلمت، دنیا کا حرص و لالچ، نقصان اور اس کے ختم ہونے کا خوف اور دل کی پریشانی لاحق رہتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہے وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا "وہ شخص جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا پس اس کے لیے معیشت تنگ ہو جائے گی"۔ اور اگر مومن ہے تو اسے بری آخرت اور گناہ کے خیال سے وحشت اور خوش حالی و راحت میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث ان بعض گناہ گار مومنوں کے لیے ہے جن کے لیے اللہ تعالےٰ کا ارادہ ہے کہ ان کو گناہوں کی کدورت سے پاک کر کے جنت میں داخل فرمائے تو ان گناہوں کے عوض دنیا میں ان کو تکلیف میں مبتلا فرما کر پاک صاف کر دیتا ہے

تاکہ آخرت میں نجات ہو جائے اور بعض کو مصیبت کے ذریعے توبہ کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ کی پوشیدہ مہربانی اس کے شامل حال ہو تو اس کو فقر و مرض میں مبتلا کر کے اس کے گناہ دور کر دیتا ہے اور جس پر اس کا کرم نہ ہو اس کو گناہ کے حال ہی میں چھوڑ دیتا ہے اور مکر واستدراج کو اس پر مسلط کر دیتا ہے اللہ تعالے ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔

۴۷۰۷/۱۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ فِيْهَا قِرَاءَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ وَكَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِاُمِّهٖ۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ نِمْتُ فَرَاَيْتُنِيْ فِي الْجَنَّةِ بَدَلَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں گیا تو میں نے اس میں تلاوت سنی۔ میں نے پوچھا[1] یہ کون ہیں؟ جواب دیا کہ یہ حارثہ بن[2] نعمان ہیں۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کی یہی فضیلت ہے دو دفعہ[3] یہی فرمایا۔ اور وہ اپنی والدہ کے ساتھ سب سے زیادہ نیکی کرنے والے تھے (شرح السنۃ بیہقی شعب الایمان اور اس کی روایت میں ہے کہ میں سویا تو میں نے خود کو جنت میں دیکھا بجائے[4] دخلت الجنۃ کے۔

[1] قرآن کون پڑھ رہا ہے؟

[2] حارثہ بن نعمان، یہ فضلائے صحابہ میں سے ہیں، بدر، احد اور غزوۂ خندق میں شریک ہوئے یہ وہی صحابی ہیں جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا تھا تو نے صبح کیسے کی؟ تو انہوں نے عرض کی میں نے حالت ایمان میں صبح کی۔ الحدیث۔

[3] تو گویا صحابہ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ مقام انہوں نے کس عمل کی بنا پر حاصل کر لیا؟ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت میں ان کی تلاوت سنی۔

[4] بیہقی کی روایت رَاَیْتُنِیْ فِی الْجَنَّةِ اور شرح السنۃ میں دَخَلْتُ الْجَنَّةَ کے الفاظ ہیں۔

۴۷۰۸/۱۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِضَى الرَّبِّ فِيْ رِضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا والد[1] کی رضا میں اللہ تعالے کی رضا اور والد کی ناراضگی[2] میں اللہ کی ناراضگی ہے۔ (ترمذی)

[1] یہاں باپ کا ذکر اس لیے ہے کہ اس کا تذکرہ تھا، ورنہ ماں بھی اس حکم میں بطریق اولیٰ داخل ہے کیونکہ اس کا حق اولاد پر زیادہ ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ بعض شارحین کہتے ہیں یہاں والد سے مراد ہر جننے والی ذات ہے جس کی طرف ولادت کی نسبت ہو کیونکہ اسم فائل کا صیغہ بعض اوقات نسبت کے لیے آتا ہے مثلاً تمر فروش کو تامر اور دودھ فروش کو لابن کہا جاتا ہے۔ لہٰذا ماں بھی اس میں شامل ہو گی۔ یہ بات آپ نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے اس لیے

کی کہ ان کے والد گرامی نے آپ کی خدمت اقدس میں ان کی یہ شکایت کی تھی کہ یہ تمام رات عبادت و ریاضت کرتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن عمرو اپنے والد کے ساتھ تھے۔ عمرو بن عاص جو کہ حضرت امیر معاویہ کے وزیر تھے اور باطناً ان میں سے نہ تھے۔

[2] سُخط سین پر پیش، خا ساکن یا پیش یا دونوں پر زبر ہے اس کا معنی کراہت اور رضا کی ضد ہے (کذا فی القاموس)

۴۷۰۹/۱۸ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ اَنَّ رَجُلًا اَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ لِيْ اِمْرَاَةً وَّاِنَّ اُمِّيْ تَاْمُرُنِيْ بِطَلَاقِهَا فَقَالَ لَهٗ اَبُو الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاِنْ شِئْتَ فَحَافِظْ عَلَى الْبَابِ اَوْ ضَيِّعْ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہا کہ میری بیوی ہے اور مجھے میری ماں اسے طلاق دینے[1] کا کہتی ہے۔ ابو درداء نے ان سے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ والد جنت کا وسطی دروازہ[2] ہے۔ تم چاہو تو اسے محفوظ کر لو[3] یا چاہو تو اسے گرا دو۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

[1] میں اسے طلاق دوں یا نہ دوں کیونکہ طلاق حلال اشیا میں سے مبغوض ہے۔

[2] یعنی والد کی رضا و خدمت جنت کے دخول کا سبب ہے جو شخص چاہتا ہے کہ وہ جنت کے بہترین دروازوں میں سے داخل ہو وہ والد کی رضا حاصل کرے اور ماں اس حکم میں داخل ہے۔

[3] اگر تو اسے طلاق دے دے تو تو نے حفاظت کر لی اور اگر نہ دی تو ضائع کر دیا، اس حدیث میں والد سے مراد صاحب اولاد ہی مناسب ہے۔

۴۷۱۰/۱۹ وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَبَرُّ قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبَاكَ ثُمَّ الْاَقْرَبَ فَالْاَقْرَبَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا[1] سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کس سے حسن سلوک کروں؟ فرمایا: اپنی والدہ سے میں نے عرض کیا، پھر کس سے؟ فرمایا: اپنی والدہ[2] سے میں نے عرض کیا پھر کس سے؟ فرمایا[3]: اپنے والد سے پھر درجہ[4] بدرجہ۔ (ترمذی، ابوداؤد)

[1] دادا کا نام معاویہ بن حیدہ حا پر زبر، یا ساکن۔

[2] تین دفعہ فرمایا۔

[3] چوتھی دفعہ فرمایا۔

[4] پھر ماں باپ کی طرف سے جو رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ درجہ بدرجہ حسن سلوک کیا جائے مثلاً بھائی، بہن

کے بعد چچے، ماموں اسی طرح ان کی اولاد، اس حدیث کا مضمون وہی ہے جو فصل اول میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی تھی۔

۴۷۱۱/۲۰ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَا اللّٰهُ وَاَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ اِسْمِىْ فَمَنْ وَّصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَ بَتَتُّهٗ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں اللہ ہوں اور رحمٰن ہوں۔ میں نے رحم کو پیدا کیا اور اسے اپنے نام[1] سے مشتق کیا پس جو شخص اسے جوڑے گا میں اسے جوڑ دوں گا اور جو شخص اسے قطع کرے گا میں اس کو توڑ[2] دوں گا۔ (ابوداؤد)

[1] بعض نسخوں میں "شَقَقْتُهَا" ہے

[2] بَتَّ اس کا معنی قطع کرنا ہے۔ بات میں تاکید و مبالغہ کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ میں یہ کام یقیناً کروں گا اور اس کے سوا ختم کردوں گا اور اس سے تعلق توڑ لوں گا۔

۴۷۱۲/۲۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ اَوْفٰى قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلٰى قَوْمٍ فِيْهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس قوم[2] پر رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں قاطع رحم ہو۔ (بیہقی شعب الایمان)

[1] یہ مشہور صحابی ہیں، ان کے والد گرامی بھی صحابی ہیں۔ حدیبیہ، خیبر اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال تک مدینہ طیبہ میں ہی رہے، اس کے بعد کوفہ چلے گئے اور کوفہ میں وصال پانے والے صحابہ میں یہ آخری صحابی ہیں۔ ان کا وصال ستاسی یا اٹھاسی ہجری میں ہوا۔

[2] وہ قوم مراد ہے جو اس شخص کی معاون و مددگار بنے اور اس سے قطع تعلق نہ کرے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اس گناہ کی وجہ سے اس قوم پر بارانِ رحمت کا نزول نہیں ہوتا۔

۴۷۱۳/۲۲ وَعَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ذَنْبٍ اَحْرٰى اَنْ يُّعَجِّلَ اللّٰهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوْبَةَ فِى الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْبَغْىِ وَقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْدَاوُدَ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی گناہ اس لائق نہیں کہ اس کے مرتکب پر اللہ تعالیٰ آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی سزا دے (اور وہ گناہ یہ ہیں جن پر یہ سزا ہے۔) بغاوت[1] اور قطع رحم[2]۔

(ترمذی، ابوداؤد)

۱؎ عادل بادشاہ کے خلاف بغاوت۔

۲؎ ان دو گناہوں پر دنیا میں سزا اور آخرت میں عذاب ہوگا کیونکہ دونوں کا اثر دنیا پر ظہور پذیر یوں ہوتا ہے کہ جہاں میں فساد، کینہ، عداوت پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا اس کی سزا بھی فی الفور دنیا میں دی جاتی ہے۔ اگرچہ ان کے علاوہ اور گناہ بھی ہیں جن میں یہ پہلو ہے مگر یہ دونوں میں بدترین ہیں۔

۴۷۱۴/۲۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنَّانٌ وَّلَا عَاقٌّ وَّلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ۔ (رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں احسان جتانے والا۱؎، نافرمان۲؎ اور عادی شرابی داخل نہیں ہوگا۔ (نسائی، دارمی)

۱؎ کسی کو صدقہ وغیرہ دینے کے بعد احسان جتلانے پر یہ عذاب ہے تو اس کو اذیت دینے کی کیا سزا ہوگی؟ قرآن مجید نے احسان جتلانے اور ایذا سے منع کیا ہے۔ لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (اپنے صدقات احسان اور ایذا سے باطل نہ کرو) معنی یہ ہوگا کہ صدقہ وخیرات کی وجہ سے دخول جنت ہوتا ہے لیکن جب وہ ضائع کر دیا تو وہ سب ختم ہو گیا یا اس بدبختی کی وجہ سے اس مقام سے محروم ہو گیا جو اسے سابقین و مقربین کے ساتھ جنت میں حاصل ہونا تھا باقی دخولِ جنت کی امید ہر مسلمان کے لیے ہے۔

۲؎ والدین اور اقربا کا نافرمان تھا اور اس کا سبب شرعی نہ تھا (کذا قیل) یہ بھی احتمال ہے کہ عاق کو والدین کے نافرمان کے ساتھ مخصوص کر لیا جائے جیسا کہ متعارف ہے اور قاطع رحم کو منان میں شامل کیا جائے اب منان سے مراد ہر وہ شخص ہوگا جو اپنے رشتہ داروں اور دوستوں پر احسان جتلائے گے۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ منان مَنٌّ سے مشتق ہے جس کا معنی قطع ہے اب مَنّان کا معنی رحم قطع کرنے والا ہوگا۔

۴۷۱۵/۲۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَكُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ مَنْسَاَةٌ فِي الْاَثَرِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے نسب یاد کرو۱؎ جس سے تمہارے رشتے جڑتے ہیں کیونکہ صلہ رحمی گھر والوں سے محبت۲؎، مال میں۳؎ برکت اور عمر میں اضافہ کا سبب ہے۔ (ترمذی نے روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔)

۱؎ یعنی اپنے آباء و اجداد، امہات اور ان کی اولاد کے نام وغیرہ یاد کر دتا کہ ذوی الارحام کے ساتھ صلہ رحمی کی جا سکے لہٰذا ان کا علم نافع اور ضروری ہے۔

۲؎ کیونکہ صلہ رحمی سے محبت و دوستی میں اضافہ ہوتا ہے۔ مَحِبَّۃٌ حا کے نیچے زیر بروزن مَظِنَّۃٌ ہے۔ ظا کے نیچے زیر ہے۔

[3] مَثْرَاۃٌ۔ میم پر زبر ثا ساکن۔ ثروت سے بنا ہے۔ اس کا معنی کثرتِ مال ہے یعنی صلہ رحمی کثرت اور مال میں برکت کا ذریعہ ہے جیسا کہ پیچھے گذرا کہ یہ رزق میں فراخی کا ذریعہ ہے۔

[4] مَنْسَاۃٌ، میم پر زبر، نون ساکن، ہمزہ پر زبر اس کا معنی تاخیر ہے۔

۴۷۱۶/۲۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيْمًا فَهَلْ لِّيْ مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ هَلْ لَّكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ لَا قَالَ وَهَلْ لَّكَ مِنْ خَالَةٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبَرَّهَا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے، کیا میرے لیے توبہ[1] ہے؟ فرمایا کیا تیری والدہ[2] موجود ہے؟ عرض کیا نہیں، فرمایا کیا تیری خالہ ہے؟ عرض کیا، ہاں! فرمایا اس کے ساتھ نیکی کرو[3]۔

(ترمذی)

[1] کوئی ایسا عمل ہے جو میں کروں تاکہ رحمت الٰہی کا میں مستحق بن جاؤں اور توبہ قبول ہو جائے۔

[2] ماں یا نانی وغیرہ۔

[3] تاکہ تیرا گناہ معاف ہو جائے۔

[4] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلہ رحمی گناہوں کا کفارہ ہے خواہ وہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہو یا ممکن ہے کہ آپ نے بذریعہ وحی یہ حکم اسی مرد کے لیے ہی فرمایا ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خالہ ماں کے حکم میں ہوتی ہے۔

۴۷۱۷/۲۶ وَعَنْ اَبِيْ اُسَيْدِ السَّاعِدِيِّ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَاءَهٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ اَبَوَيَّ شَيْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ اَلصَّلٰوةُ عَلَيْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِيْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا وَاِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو اسید ساعدی[1] رضی اللہ تعالٰے عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھے تھے کہ آپ کے پاس بنی سلمہ[2] سے ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے والدین کی بھلائیوں میں[3] سے کوئی بھلائی باقی ہے جو میں ان کی موت کے بعد ان سے کروں؟ فرمایا ہاں[4] ان کے لیے دعا رحمت، ان کیلیے بخشش کی دعا۔ ان کے بعد ان کے وعدے[5] پورے کرنا اور ان رشتوں کو جوڑنا جو ان ہی[6] کی وجہ سے جوڑے جائیں اور ان کے دوستوں کا احترام[7] کرنا۔

(ابو داؤد، ابن ماجہ)

[1] اُسَید۔ ہمزہ پر پیش اور سین پر زبر ہے۔

[2] سلمہ، لام کے نیچے زیر، قبائل انصار میں سے ایک خاندان ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ لام کے کسرہ کیساتھ

عرب میں انصار کی اس شاخ کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ اور سلمہ لام پر زبر کے ساتھ بہت زیادہ ہے۔

۳ ان کی زندگی میں مجھ سے جو کچھ ہو سکتا تھا کیا، کیا مرنے کے بعد بھی ان کا حق ہے؟

۴ موت کے بعد بھی ان کا حق باقی ہوتا ہے۔

۵ ان کی وصیت وغیرہ پر عمل کرنا۔

۶ ان کی محبت و رضا کے لیے جائے اس میں کوئی دنیاوی غرض و مقصد نہ ہو۔ یہ مقصد نہ ہو کہ منصب و مال حاصل ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالےٰ کی اطاعت خالصۃً اس کی رضاجوئی کے لیے ہی ہونی چاہیئے نہ کہ کسی دنیوی غرض کے لیے۔

۷ والدین کے دوستوں کے ساتھ احسان و نیکی کی جائے جیسے کہ فصل اول میں حدیث ابن عمر کے تحت گزرا ہے۔

۴۷۱۸/۲۷ وَعَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَۃِ اِذْ اَقْبَلَتِ امْرَاَۃٌ حَتّٰی دَنَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَسَطَ لَہَا رِدَآءَہٗ فَجَلَسَتْ عَلَیْہِ فَقُلْتُ مَنْ ہِیَ فَقَالُوْا ہِیَ اُمُّہُ الَّتِیْ اَرْضَعَتْہُ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابوطفیل رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جعرانہ[2] کے مقام پر نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو گوشت تقسیم کرتے وقت دیکھا کہ ایک خاتون آئیں حتی کہ وہ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے قریب ہوئیں تو آپ نے ان کے لیے اپنی چادر بچھا دی وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ میں[3] نے پوچھا یہ خاتون کون ہے؟ تو صحابہ نے بتایا کہ یہ آپ کی وہ والدہ ہیں جنہوں نے آپ کو دودھ پلایا ہے[4] (ابوداؤد)

۱ ان کا نام عامر بن واثلہ ہے، یہ سب سے آخر میں وصال فرمانے والے صحابی ہیں اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔

۲ جعرانہ جیم اور عین کے نیچے زیر اور راء پر شد ہے۔ یہ مشہور مقام مکہ مکرمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فتح حنین کے بعد سولہ دن وہاں ٹھہرے اور مال غنیمت تقسیم فرمایا۔

۳ جب آپ نے اس خاتون کی بہت زیادہ تعظیم فرمائی تو میں نے حاضرین مجلس سے پوچھا۔

۴ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حق رضاعت بھی اکرام و احترام کا موجب ہے اور سابقہ حقوق اور قدیم بزرگوں کا اکرام لازم ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۴۷۱۹/۲۸ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

تیسری فصل

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے

قَالَ بَيْنَمَا ثَلٰثَةُ نَفَرٍ يَتَمَاشَوْنَ اَخَذَهُمُ الْمَطَرُ فَمَالُوْا اِلٰى غَارٍ فِى الْجَبَلِ فَانْحَطَّتْ عَلٰى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَاَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اُنْظُرُوْا اَعْمَالًا عَمِلْتُمُوْهَا لِلّٰهِ صَالِحَةً فَادْعُوا اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهٗ يُفَرِّجُهَا فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَ لِىْ وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَلِىْ صِبْيَةٌ صِغَارٌ كُنْتُ اَرْعٰى عَلَيْهِمْ فَاِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ فَحَلَبْتُ بَدَاْتُ بِوَالِدَىَّ اَسْقِيْهِمَا قَبْلَ وَلَدِىْ وَاِنَّهٗ قَدْ نَاٰى بِىَ الشَّجَرُ فَمَا اَتَيْتُ حَتّٰى اَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُّهُمَا قَدْ نَامَا فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ اَحْلُبُ فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوْسِهِمَا اَكْرَهُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا وَاَكْرَهُ اَنْ اَبْدَاَ بِالصِّبْيَةِ قَبْلَهُمَا وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَىَّ فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ دَاْبِىْ وَدَاْبُهُمْ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّىْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَّرٰى مِنْهَا السَّمَآءَ فَفَرَّجَ اللّٰهُ لَهُمْ حَتّٰى يَرَوْنَ السَّمَآءَ قَالَ الثَّانِىْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَتْ لِىْ بِنْتُ عَمٍّ اُحِبُّهَا كَاَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَآءَ فَطَلَبْتُ اِلَيْهَا نَفْسَهَا فَاَبَتْ حَتّٰى اٰتِيَهَا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ فَسَعَيْتُ حَتّٰى جَمَعْتُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَلَقِيْتُهَا بِهَا فَلَمَّا قَعَدْتُّ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ فَقُمْتُ عَنْهَا اَللّٰهُمَّ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنِّىْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فَفَرَّجَ لَهُمْ فُرْجَةً وَّقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ كُنْتُ اسْتَاْجَرْتُ اَجِيْرًا بِفَرَقِ اَرُزٍّ فَلَمَّا

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ تین آدمی سفر کر رہے تھے انہیں بارش نے آ لیا تو وہ غار کی طرف[1] چلے گئے تو ان کی غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان آ گری جس نے اُن کا راستہ بند کر دیا۔ انہوں نے ایک[2] دوسرے سے کہا کہ اپنے اپنے کسی نیک[3] عمل کے بارے میں سوچو جو اللہ کی رضا کے لیے کیا ہو اس کے وسیلہ[4] سے اللہ کے حضور دعا کرو تاکہ اللہ تعالےٰ اسے کھول دے' ان میں سے ایک نے کہا' یا اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میرے[5] بچے چھوٹے تھے' میں ان کے لیے جانور چراتا[6] جب میں شام کو ان کے پاس آتا دودھ دوہتا تو اپنے بچوں سے پہلے والدین کو پلاتا۔ ایک مرتبہ میں چراگاہ میں دور[7] چلا گیا۔ حتیٰ کہ شام کو لیٹ واپس آیا۔ اس وقت میرے والدین سو چکے تھے میں نے سابقہ طریقہ کے مطابق دودھ[8] دوہا پھر دودھ[9] لے کر ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا میں ان کو جگانے کی ہمت بھی نہ پا رہا تھا اور نہ ہی[10] میں یہ پسند کرتا تھا کہ پہلے بچوں کو پلاؤں' بچے میرے قدموں[11] کے پاس بھوک سے رو رہے تھے میری اور ان کی حالت یہی رہی۔ حتیٰ کہ صبح[12] ہو گئی۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ عمل میں نے تیری رضا کے لیے کیا تھا تو تو اتنی کشادگی کر دے[13] کہ ہم آسمان دیکھ سکیں' چنانچہ اللہ تعالےٰ نے غار کا اتنا حصہ کھول[14] دیا کہ وہ آسمان دیکھنے لگے[15] پھر دوسرے نے عرض کیا' اے اللہ! میری چچا زاد بہن تھی جس سے میں اس طرح شدید محبت کرتا تھا جیسے مرد عورتوں سے کرتے ہیں میں نے اسی سے اس کے نفس کا مطالبہ کیا[16]۔ تو اس نے انکار کرتے ہوئے سو دینار کا مطالبہ کیا' میں نے کوشش[17] کر کے سو دینار جمع کیے اور اس کے پاس لے کر گیا جب میں اس کی دونوں ٹانگوں[18] کے درمیان

قَضٰی عَمَلَهٗ، قَالَ اَعْطِنِیْ حَقِّیْ فَعَرَضْتُ عَلَیْهِ حَقَّهٗ، فَتَرَكَهٗ، وَرَغِبَ عَنْهُ فَلَمْ اَزَلْ اَزْرَعُهٗ، حَتّٰی جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَّرَاعِیَهَا فَجَآءَنِیْ فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَظْلِمْنِیْ وَاَعْطِنِیْ حَقِّیْ فَقُلْتُ اِذْهَبْ اِلٰی ذٰلِكَ الْبَقَرِ وَرَاعِیْهَا فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَهْزَأْ بِیْ فَقُلْتُ اِنِّیْ لَا اَهْزَأُ بِكَ فَخُذْ ذٰلِكَ الْبَقَرَ وَرَاعِیَهَا فَاَخَذَهٗ فَانْطَلَقَ بِهَا فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مَا بَقِیَ فَفَرَجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

بیٹھا تو اس نے کہا، اے اللہ کے بندے اللہ سے ڈر، مُہر[19] کو نہ کھول تو میں اٹھ کھڑا ہوا، اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ عمل میں نے تیری رضا کے لیے کیا تھا تو اس میں اور کشادگی فرما تو اللہ نے اور کشادگی فرما دی تیسرے نے عرض کیا، اے اللہ میں نے ایک مزدور کو چاول کے ایک[20] دانے کے عوض[21] رکھا تھا تو جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا تو کہا میرا حق دے دو میں نے اس کا حق اس پر پیش کیا تو وہ اسے چھوڑ گیا اور اس سے بے رغبتی کی میں اس چاول کو بوتا رہا حتیٰ کہ میں نے اس سے[22] بیل اور چرواہے جمع کر لیے پھر وہ میرے پاس آیا اور کہا کہ اللہ سے ڈر اور مجھ پر ظلم نہ کر مجھے میرا حق دے میں نے کہا وہ بیل اور چرواہے لے جا اس نے کہا اللہ سے ڈر، مجھ سے مذاق نہ کر میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا تو وہ تمام لے لے اس نے ان کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور چلا گیا، اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے وہ عمل تیری رضا کے حصول کے لیے کیا تھا تو باقی ماندہ[23] راستہ بھی کھول دے، اللہ تعالیٰ نے غار کا تمام راستہ ان پر کھول دیا۔[24]

(بخاری و مسلم)

[1] اس غار میں پناہ حاصل کی۔

[2] اب کیا کیا جائے۔

[3] ایسا عمل جو خالصتہً رضائے الٰہی کے لیے ہو اس میں ریا یا کوئی غرض نہ ہو۔

[4] ان اعمال کو اللہ کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کرو۔

[5] صِبْیَۃ، صاد کے نیچے زیر، با ساکن، یا پر زبر، صبی کی جمع ہے، صغار، صغیر کی جمع ہے۔

[6] اور ان کا دودھ اپنے بچوں کو پلاتا تھا۔

[7] یعنی میں چراگاہ میں دور چلا گیا کیونکہ وہ درخت جن سے بکریوں کے لیے پتے کھلاتے تھے وہ دور تھے۔ بعض روایات میں ناء، الف سے ہمزہ مؤخر ہے یہ لفظ دونوں طرح نائی و ناء مشہور ہے۔

[8] اَحْلُبُ، لام پر پیش ہے از باب نصر ینصر

[۹] حِلاب، حا کے نیچے زیر۔ دودھ یا دودھ کا برتن مراد ہے۔

[۱۰] یتضاغون۔ ضاد اور غین ہے۔

[۱۱] گویا ان کی شریعت میں ماں باپ کا نفقہ اولاد سے مقدم تھا یا دونوں کا برابر تھا اور اس آدمی نے ماں باپ کو ترجیح دے رکھی تھی، بعض شارحین نے کہا ہے کہ اس نے بچوں کو اتنا دیا تھا جس سے ان کی زندگی بچ جائے لیکن وہ بچے اس سے زائد کا مطالبہ کرتے رہے۔

[۱۲] یعنی میرے والدین سوتے رہے، بچے فریاد کرتے رہے اور میں کھڑا رہا۔

[۱۳] فافرج، باب نَصَرَ یَنصُرُ سے ہے یا باب افعال ہے، فُرجۃ فا پر پیش یا زبر ہے۔

[۱۴] فرّج، را پر شد ہے اسے مخفف بھی پڑھا گیا ہے۔

[۱۵] یردن۔ بعض روایات میں نون کے بغیر بھی ہے۔ جب پہلے مرد نے اپنا واقعہ بیان کیا تو تنگی دور ہوئی۔

[۱۶] میں نے اس کی طرف کسی آدمی کو بھیجا۔

[۱۷] صراح میں ہے کہ سعی کا معنی دوڑ دھوپ کرنا، کاروبار کرنا۔

[۱۸] برائے ہمبستری

[۱۹] امانت کو نہ کھول اس سے مراد ازالہ بکارت ہے۔

[۲۰] فَرق، فا پر زبر، را ساکن یا زبر۔ تیرہ (۱۳) رطل کے پیمانے کا نام ہے۔ بعض کے نزدیک اس میں پندرہ رطل آجاتے ہیں۔ اہل لغت کے ہاں زبر زیادہ بہتر ہے اور محدثین کے ہاں اس پر سکون ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ہمارے اساتذہ اسے سکون اور زبر دونوں کے ساتھ پڑھتے تھے اور زبر اکثر ہے۔ صراح میں ہے فرق، سکون اور حرکت دونوں طرح ہے اہل مدینہ کے ایک پیمانے کا نام ہے اور وہ سولہ رطل کا ہے۔

[۲۱] اَرُزّ، ہمزہ پر زبر، را پر پیش، زا مشدد یا مخفف، یا دونوں پر پیش ہے اور مشدد یا مخفف ہیں یا پہلے پر پیش اور دوسرے پر سکون، رُزّ ہمزہ کے بغیر یا زا کی جگہ نون انز بھی آیا ہے اس کا معنی صراح میں دانہ مشہور کے ہیں۔

[۲۲] اس روایت میں باعتبار اکثر، گائے اور چرواہے کا ذکر ہے ورنہ دوسری روایت میں ہے کہ اس سے بہت زیادہ اونٹ، گائے، بکریاں اور غلام حاصل ہوئے۔

[۲۳] باقی ماندہ چٹان کو بھی دور کر دے۔

[۲۴] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصیبت و پریشانی کے وقت اعمال صالحہ کا وسیلہ بارگاہ خداوندی میں پیش کرنا مستحب ہے۔ اور اللہ تعالٰے اسے قبولیت عطا فرماتا ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو بطور مدح ذکر فرمایا ہے، اگر یہ عمل مستحب نہ بھی ہو تو جواز اس کا یقینی ہے، یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ یہ معاملہ ظاہر شریعت اور اس بات پر ایمان کا تقاضا کرتا ہے کہ اللہ تعالٰے نے ہر عمل پر اجر کا وعدہ فرمایا ہے، اسی کے پیش نظر انہوں نے اپنے عمل پر اجر کا سوال کیا لیکن جو شخص بحر حقیقت میں مستغرق ہے، اور اللہ تعالٰے کی قدرت، اس کے فضل

اور اسکی توفیق کے عموم اور شمول کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اپنے وجود اور اپنے عمل کے دیکھنے سے فانی ہے، اسے اپنی ذات کی طرف فعل کے منسوب کرنے اور اس کی جزا کے مستحق ہونے کی مجال کہاں ہو سکتی ہے؟ وہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جانتا ہے اور اپنے آپ کو درمیان میں نہیں دیکھتا، عمل اس کی توفیق سے ہے اور جزا اس کے فضل وکرم سے ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ والدین پر خرچ کرنا، ان کو بقیہ اہل واولاد پر ترجیح دینا، ان کو تکلیف وشفقت اور ان کی خدمت کے لیے ہمیشہ کمربستہ رہنا چاہیے۔ یہ بھی واضح ہوا کہ حالت نیند سے کسی کو جگانا ناپسند ہے خصوصاً وہ اشخاص جو محلِ ادب وتعلیم ہوں البتہ نماز اور دیگر فرائض کی ادائیگی کے لیے بیدار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ نیند کی لذت کھانے سے بہتر ہے۔ یہ بھی واضح ہوا کہ عفت وپارسائی اور نفس کو محرمات سے ایسے مواقع پر روکنا نہایت ہی فضیلت ہے جبکہ انسان اس حرام پر قادر ہو اور رکاوٹ کوئی نہ ہو، خواہش نفس بھی ہو خصوصاً شہوت فرج کی حالت میں کیونکہ یہ عقل پر دشوار مرحلہ ہوتا ہے۔ اور یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ اجازت کے بغیر خرچ کرنا جائز ہے بشرطیکہ بعد میں اجازت لی جائے۔ چنانچہ احناف کا قول ہے کہ فضولی کا تصرف جائز مگر موقوف ہوتا ہے۔ مالک کی اجازت پر جب وہ اجازت دے دے تو وہ نافذ ہو جاتا ہے۔ اس حدیث نے اس پر آگاہ کر دیا کہ دعا، پریشانی، مصیبت اور تنگی کے ازالے کا نہایت اعلیٰ ذریعہ ہے۔ یہ بھی آشکار ہو گیا کہ اولیاء کی کرامت حق ہیں جیسا کہ اہل سنت وجماعت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا موقف ہے۔

۴۷۲۰/۲۹ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ جَاهِمَةَ اَنَّ جَاهِمَةَ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَدْتُّ اَنْ اَغْزُوَ وَقَدْ جِئْتُ اَسْتَشِيْرُكَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَالْزَمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَآئِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت معاویہ بن جاہمہ سے روایت ہے کہ حضرت جاہمہ[۱] رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، یا رسول اللہ! میں جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں آپ کی خدمت میں مشورہ کے لیے حاضر ہوا ہوں آپ نے فرمایا: کیا تمہاری والدہ ہے؟ عرض کیا، ہاں! فرمایا اس کے پاس رہو کیونکہ جنت اس کے[۲] پاؤں کے پاس ہے۔

(احمد، نسائی، بیہقی، شعب الایمان)

[۱] جاہمہ بن عباس بن مرداس سلمی صحابی ہیں ان کے بیٹے معاویہ بھی صحابی ہیں۔

[۲] یعنی اپنی والدہ کی خدمت میں رہو کیونکہ یہ عمل جنت کا سبب ہے اس سے مراد اولاد کا والدین کے ساتھ تواضع و انکساری سے پیش آنا ہے۔ پاؤں میں ہونا اولاد کی صفت ہے نہ کہ جنت کی۔

۴۷۲۱/۳۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ تَحْتِيْ امْرَاَةٌ اُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ لِيْ طَلِّقْهَا فَاَبَيْتُ فَاَتٰى عُمَرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلِّقْهَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میری ایک بیوی تھی جس سے مجھے محبت تھی حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسے ناپسند کرتے تھے، اس لیے مجھے فرمایا: اسے طلاق دے دے، میں نے طلاق دینے سے انکار کیا حضرت عمر نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ)

حاضر ہوئے اور اس بارے میں عرض کیا آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اسے طلاق دے دو۔

(ترمذی، ابوداؤد)

۴۷۲۲/۳۱ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلٰى وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوامامہ[1] رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا: وہ دونوں تیری[2] جنت و دوزخ ہیں۔

(ابن ماجہ)

[1] ابوامامہ باہلی صحابی ہیں۔

[2] ان کے ساتھ حسن سلوک و نیکی تجھے جنت میں اور ان کو ناراض و پریشان کرنا تجھے دوزخ میں لے جائے گا۔

۴۷۲۳/۳۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَمُوْتُ وَالِدَاهُ اَوْ اَحَدُهُمَا وَاِنَّهٗ لَهُمَا لَعَاقٌّ فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْ لَهُمَا وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمَا حَتّٰى يَكْتُبَهُ اللّٰهُ بَارًّا۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی آدمی کے والدین فوت ہو جائیں یا ان میں سے ایک اور وہ ان کا نافرمان[1] ہے تو وہ ان کے لیے ہمیشہ دعا و استغفار کرتا رہے تو آخر کار اللہ تعالےٰ اسے نیکوں میں لکھ دیتا ہے۔

(بیہقی)

[1] والدین اس سے ناراض فوت ہوئے۔

[2] دعا و استغفار کرنے والی اولاد پر اللہ تعالےٰ ان کے والدین کو راضی کر دیتا ہے اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والوں میں ان کا نام شامل فرما دیتا ہے۔

۴۷۲۴/۳۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مُطِيْعًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا وَمَنْ اَصْبَحَ عَاصِيًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ النَّارِ وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا قَالَ رَجُلٌ وَاِنْ ظَلَمَاهُ قَالَ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ رحمت دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالےٰ کی رضا کی خاطر والدین کی اطاعت کرے اللہ تعالےٰ اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیتا ہے۔ اگر ایک ہو تو ایک دروازہ اور جو والدین کے بارے میں اللہ تعالےٰ کا عاصی و نافرمان ہو اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر ایک ہو تو ایک دروازہ[1]۔ اس شخص نے عرض کیا اگرچہ وہ اس پر ظلم کریں فرمایا: اگرچہ وہ اس پر ظلم کریں وہ اس پر ظلم کریں

وہ اس پر ظلم کریں۔

(بیہقی)

۱؎ اس سے واضح ہو رہا ہے کہ والدین کی فرمانبرداری و نافرمانی درحقیقت اللہ تعالےٰ کی اطاعت و نافرمانی ہے۔

۲؎ یہ تاکید و مبالغہ ہے۔ باقی اس سے مراد دنیوی امور ہیں۔ دینی امور میں اگر والدین شریعت[1] کی خلاف ورزی کریں تو اطاعت لازم نہیں۔

۴۷۲۵ ۳۴ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ وَّلَدٍ بَارٍّ يَّنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَّبْرُوْرَةً قَالُوْا وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِّائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَطْيَبُ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

اور انہی سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بھلائی کرنے والا بیٹا جب اپنے والدین کے چہرے کو نظر محبت سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ اس نظر کے عوض مقبول[1] حج لکھتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا[2] اگرچہ وہ دن میں سو دفعہ دیکھے؟ فرمایا: ہاں![3] اللہ تعالےٰ بہت بڑا اور پاک ہے۔

(بیہقی)

۱؎ پیچھے کتاب الحج میں گزرا کہ حج مبرور کی جزا جنت ہے اور حج مبرور کا معنی بھی وہاں بیان ہوا تھا جس کا مال مقبول ہے۔

۲؎ بطور تعجب اور اسے عظیم تصور کرتے ہوئے۔

۳؎ اللہ تعالےٰ اس گمان سے پاک ہے جو تم نے کہا کہ ہر نظر کے عوض جنت نہیں لکھے گا۔

۴۷۲۶ ۳۵ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ الذُّنُوْبِ يَغْفِرُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْهَا مَا شَآءَ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ فَاِنَّهٗ يُعَجَّلُ لِصَاحِبِهٖ فِي الْحَيٰوةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تمام گناہوں میں جس کو چاہے معاف فرما دے، ما سوائے والدین کی نافرمانی کے کیونکہ ایسے شخص کو موت[1] سے پہلے زندگی میں سزا[2] دی جاتی ہے۔

(بیہقی)

۱؎ یا آخرت میں عقوبت و عذاب سے پہلے۔

۲؎ یہ نافرمانی پر تشدید و مبالغہ ہے۔

۴۷۲۷ ۳۶ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت سعید بن عاص[1] رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے

---

[1] یعنی خلافِ شرع کوئی حکم دیں تو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معصیت میں مخلوق کی طاعت جائز نہیں۔

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ كَبِيْرِ الْإِخْوَةِ عَلٰى صَغِيْرِهِمْ حَقُّ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ الْأَحَادِيْثَ الْخَمْسَةَ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے بھائی کا حق چھوٹے پر ایسے ہی ہے جیسے والد کا حق اولاد پر ہوتا ہے۔

(ان پانچوں احادیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا)

لہ سعید بن عاص، یہ دو اشخاص کا نام ہے، واضح رہے کہ ان کو سعید بن العاص جد کی نسبت سے کہتے ہیں، ایک بڑے ہیں اور وہ سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قدیم الاسلام ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بعد اسلام لائے۔ دوسرے چھوٹے ہیں، ان کا نام سعید بن ابی اخیحہ (ہمزہ پر پیش، یا ساکن) بن سعید بن العاص بن امیہ، یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے وقت آٹھ سال کے تھے۔ انہوں نے آپ کی زیارت کا شرف پایا اور آپ سے حدیث روایت کی، یہ حدیث انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے۔

بَابُ الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ عَلَى الْخَلْقِ

۳۲۱۔ مخلوق پر رحمت و شفقت کا بیان

صراح میں ہے شفقت، مہربانی، شفق، اشفاق۔ اس کا معنیٰ ہے کسی چیز پر مہربانی کرنا۔ اگر اس کا صلہ علیٰ آئے مثلاً شفق علیہ و شفیق علیہ تو۔ اس کا معنی ڈرنا ہوتا ہے جب اس کا صلہ مِنْ آئے شلاً اشفق منہ یعنی وہ اس سے ڈر گیا، علامہ طیبی لکھتے ہیں کہ اشفاق کا معنی خوف ہے اور اس سے اسم مصدر شفقت ہے اور یہ عنایت کے معنی میں بھی آتا ہے جس میں خوف ہو کیونکہ مہربانی کرنے والا اس بات سے ڈرتا ہے مشفق علیہ کو وہ تکلیف لاحق نہ ہو، رحمت بخشش اور مہربانی کے معنی میں ہے مرحمت اسی طرح رُحم را پر پیش حا ساکن یا اس پر پیش بھی رحمت کے معنی میں آتا ہے اور ترحم کا بھی یہی معنیٰ ہے۔ کہا جاتا ہے رحمتہ و ترحمت علیہ، رحموت بھی بطور مبالغہ رحمت سے بنا ہے جیسے رہب سے رہبوت، جبر سے جبروت، رحمان سے رحیم اللہ تعالےٰ کے اسماء میں سے ہیں۔ دونوں رحمت سے مشتق ہیں اور مبالغہ کے لیے آتے ہیں اور ان کا تکرار بھی مبالغہ کے لیے ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے جاد مجد اور رحمٰن میں رحمت کا مبالغہ اتنا قوی ہے کہ اس سے بڑھ کر رحمت کا تصور نہیں

لہ اس جگہ وہم ہے، درست یہ ہے کہ سعید بن العاص بن امیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے وقت آٹھ یا نو سال کے تھے ان کے والد غزوۂ بدر میں قتل ہوئے۔ اور سعید بن ابی اخیحہ یہ سعید بن سعید اموی تابعین کے تیسرے طبقہ سے ہیں۔

ہوسکتا لہٰذا یہ اللہ تعالے کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ اس کا اطلاق غیر اللہ پر نہیں کیا جا سکتا لیکن رحیم کا اطلاق اللہ تعالے کے علاوہ پر بھی جائز ہے[1]۔ یہ ارشاد گرامی قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ۔ (اسے اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر تخصیص کی دلیل ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۴۷۲۸/۱ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالے عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے اس پر (خاص اور کامل) رحمت نہیں فرماتا[1] جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

(بخاری و مسلم)

[1] رحمت خاص کامل۔

۴۷۲۹/۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتُقَبِّلُوْنَ الصِّبْيَانَ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَ اَمْلِكُ لَكَ اِنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک اعرابی[1] آپ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور[2] عرض کیا کہ لوگ بچوں کو چومتے ہیں لیکن ہم نہیں چومتے آپ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اس کا مالک[3] ہوں کہ میں تیرے دل میں رحم رکھ دوں جبکہ اللہ نے تیرے دل سے رحمت چھین لی ہے۔

(بخاری و مسلم)

[1] دیہاتی جو اکثر طور پر سخت اور جفاکار ہوتے ہیں۔

[2] حاضرین کو اس نے دیکھا کہ وہ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں۔

[3] جب اللہ تعالے نے تیرے دل میں رحمت و شفقت نہیں رکھی میں اسے کیسے پیدا کر سکتا ہوں۔ مقصد بے رحمی پر زجر ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ جس دل میں اللہ تعالے رحم پیدا نہ فرمائے تو کوئی دوسرا یہ چیز وہاں پیدا نہیں کر سکتا۔ یہ معنی اس صورت میں ہے جب لفظ "اِنْ" کی ہمزہ پر کسرہ پڑھا جائے لیکن اکثر روایات میں زبر ہے، اب معنی یہ ہوگا کہ جب اللہ تعالے نے تیرے دل سے رحمت چھین لی ہے تو میں اس کا ازالہ کیسے کر سکتا ہوں؟ دو معانی کا مآل ایک ہی ہے صرف اعراب کی توجیہ میں اختلاف ہے

۴۷۳۰/۳ وَعَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْنِيْ اِمْرَأَةٌ وَمَعَهَا اِبْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُنِيْ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ غَيْرَ

اور انہی سے روایت ہے کہ ایک خاتون میرے پاس آئی اور اس کے ساتھ دو بیٹیاں تھیں اس نے مجھ سے

تَمْرٍ وَّاحِدَةٍ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَاْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهٗ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

سوال کیا اس وقت میرے پاس سوائے ایک کھجور کے کچھ نہ تھا میں نے وہ کھجور اسے دے دی اس خاتون نے وہ کھجور ان دونوں کے درمیان تقسیم کر دی اور خود نہ کھائی، پھر اٹھ کر چلی گئی اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے میں نے آپ سے وہ واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا جو کوئی بیٹیوں میں مبتلا[1] کر دیا جائے اور[2] وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو وہ اس کے لیے آگ سے آڑ بن جائیں گی۔

(بخاری و مسلم)

[1] خواہ ایک یا دو یا اس سے زیادہ۔ ابتلاء عرف و عادت کی بنا پر کہا۔

[2] علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ابتلا سے مراد صرف بچیوں کا وجود ہی ہے یا ان سے صادر ہونے والی ایذا و محنت، ظاہر اول ہی ہے۔ اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ احسان سے مراد نفقہ واجبی ہے یا اس سے زائد ظاہر دوسرا ہے۔ شرط احسان یہ ہے کہ وہ شریعت کے مطابق ہو اور اس وقت تک ہو کہ یا تو ان کی شادی ہو جائے یا انہیں موت آجائے۔

۴۷۳۱/۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دو بیٹیوں کی تربیت[1] کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں وہ قیامت کو میرے ساتھ اس طرح ہوگا اور اپنی انگلیاں اکٹھی[2] فرمائیں۔

(مسلم)

[1] ان کا نفقہ، روزی اور کپڑے وغیرہ دیے۔

[2] حضور علیہ السلام نے اپنی دونوں انگلیاں سبابہ اور وسطی کو ملایا (اشارہ کر کے بتلایا) کہ اس طرح وہ شخص میرے ساتھ ہوگا جس نے دو بچیوں کی خدمت کی، یہ اتصال اور مصاحبت جنت میں مراد ہے یا میدان حشر میں یا دیگر مواقع پر واللہ اعلم۔ واضح رہے کہ دوسری حدیث میں ہے کہ وہ شخص روز قیامت میرے ساتھ اٹھایا جائے گا اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اتصال و مقارنت مراد ہو۔ دوسرا یہ ہے کہ اس سے تقارب و تعاقب دخول جنت میں مراد ہو تب بھی درست ہے، ہر صورت میں عیال پر خرچ کرنے کی فضیلت کا ذکر ہے۔

۴۷۳۲/۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّاعِيْ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالسَّاعِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ كَالْقَائِمِ لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ لَا يُفْطِرُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیوگان[1] اور مساکین پر خرچ کرنے والا ایسا ہے جو اللہ کی راہ میں کوشش کرنے[2] والا ہے میرے خیال میں ہے کہ آپ نے فرمایا وہ اس کی طرح ہے[3] جو نہ تھکے اور وہ اس روزے دار کی طرح ہے جو افطار نہ کرے[4]۔

(بخاری ومسلم)

[1] اَرْمَلہ۔ ہمزہ اور میم پر زبر ہے بے شوہر خاتون خواہ اس نے پہلے کسی شوہر سے شادی کی تھی یا نہ کی تھی۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ وہ خاتون مراد ہے جس سے شوہر کی مفارقت ہو جائے خواہ بذریعہ طلاق یا موت کی وجہ سے (کذا قال الطیبی)، قاموس میں ہے کہ مرد اَرْمَلُ اور زن اَرْمَلہ محتاج اور مسکین ہے۔ اس کی جمع اَرامل اور اَراملہ ہے۔ صراح میں ہے اَرْمَلُ وہ مرد جس کی بیوی نہ ہو اور ارملہ وہ عورت جو بے شوہر ہو۔ ارامل کا لفظ محتاجوں اور درویشوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کا اشتقاق رمل سے ہے جس کا معنی فقر، ہاتھ سے توشہ کا چلا جانا، سال کا بے بارش ہونا ہے اس حدیث میں بے شوہر خاتون مراد ہے نہ کہ مسکین کیونکہ مسکین کا الگ ذکر ہے۔

[2] جیسے جہاد وحج کرنے والا ہے۔

[3] مصابیح اور مشکوٰۃ کے الفاظ سے ظاہر ہی ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے الفاظ ہیں۔

[4] جو تمام رات بیدار رہ کر عبادت کرنے والا ہو اور اس میں کوئی کوتاہی و سستی نہ کرے۔

[5] بعض حواشی میں ہے کہ اَحْسِبُهٗ کے الفاظ بخاری ومسلم کے استاد عبداللہ بن مسلمہ قعنبی کے ہیں اور وہی امام مالک سے اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ امام مالک نے یہ کلمات کہے ہیں۔

۴۷۳۳ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ وَلِغَيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور جو یتیم کو پالنے والا ہو، خواہ اپنا ہو[2] یا غیر کا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے سبابہ اور وسطیٰ سے اشارہ فرمایا اور ان کے درمیان تھوڑی کشادگی فرمائی۔

(بخاری)[3]

[1] سہل بن سعد یہ مشہور صحابی ہیں اور مدینہ طیبہ میں وصال فرمانے والے آخری صحابی ہیں۔

[2] اگر اپنے اقربا میں سے ہے تو بطور صلہ رحمی اس کی غم خواری واجب ہے جیسے یتیم پوتا، بھائی کا بیٹا یا اس کے علاوہ کسی غیر کا یتیم بیٹا ہو، ہر صورت میں اس کا ثواب یہ ہو گا۔

[3] اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے جنت میں قربت مراد ہے۔ انگلیوں کا متصل کرنا جو حدیث انس میں

آیا ہے اس میں انگلیوں کے درمیان فاصلہ نہیں ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ لڑکیوں کی دیکھ بھال کرنے کا ثواب، یتیم کی کفالت سے زیادہ ہے۔ پہلی صورت میں دوسری صورت کی نسبت قرب زیادہ ہے، نیز پہلی صورت میں قرب ہر جگہ کے اعتبار سے ہے اور دوسری صورت میں قرب جنت کے ساتھ مخصوص ہے جو آخری مقام ہے اور اسی کی طرف رجوع ہوگا۔ ہاں بچیوں کی سرپرستی کفالتِ یتیم سے افضل ہے۔ پہلے میں اتصال دوسرے سے قوی ہے رپہلے میں قربت تمام مواقع میں اور دوسرے میں جنت میں جو کہ آخری مقام اور لوٹنے کی جگہ ہے۔

۴۷۳۴/۷ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِىْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت نعمان[۱] بن بشیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم مسلمانوں کو آپس میں رحمت[۲] و محبت[۳] میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے جب ایک عضو[۵] بیمار ہو جائے تو باقی جسم کے تمام اعضا بے خوابی اور بخار کی طرف ایک دوسرے[۴] کو بلاتے ہیں[۶]۔

(بخاری و مسلم)

۱ـ نعمان بن بشیر وہ انصاری صحابی ہیں جن کی ولادت ہجرت کے بعد انصار کے ہاں سب سے پہلے ہوئی۔

۲ـ ایک دوسرے سے صرف رشتہ ایمانی کی وجہ سے مہربانی کریں گے۔

۳ـ مثلاً آپس میں ملاقات، ہدیہ وغیرہ کا دینا۔

۴ـ ایک دوسرے کے ساتھ مجبوری و پریشانی کے موقعہ پر تعاون کرنا۔

۵ـ تشکی بمعنی گلہ کرنا ہے اس کا معنی بیماری بھی ہے، اکثر روایات میں لفظ عضو منصوب ہے۔ بعض میں مرفوع بھی پڑھا گیا ہے۔ عضو پر پیش یا زبر ہے۔ جسم کے جوڑ۔ جماعت کے ممبران کے تر آتا ہے۔ (کذا فی الصراح)

۶ـ باقی اعضاء تکلیف و مشقت میں اس بات پر متفق ہوتے ہیں۔

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند — کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار — دگر عضوہا را نماند قرار

اولادِ آدم ایک دوسرے کے اعضاء ہیں کیونکہ ان کی پیدائش ایک جوہر سے ہوئی جب ایک عضو درد محسوس کرے تو دوسرے اعضاء کو سکون نہیں رہتا۔

۴۷۳۵/۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُوْنَ كَرَجُلٍ وَّاحِدٍ إِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهٗ اشْتَكٰى كُلُّهٗ وَإِنِ اشْتَكٰى رَأْسُهٗ اشْتَكٰى كُلُّهٗ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمام مومن ایک شخص کی طرح ہیں[۱] اگر اس کی آنکھ دکھے تو سارا جسم بیمار ہو جاتا ہے اگر اس کا سر درد محسوس کرے تو سارا جسم درد محسوس کرتا ہے[۲]۔

(مسلم)

[1] لفظ بَیِّنَۃ، راء سہ اور کلمہ پر زبر اور پیش دونوں آسکتے ہیں۔

۴۷۳۶ / ۹ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مومن دوسرے کے لیے [1] دیوار کی طرح ہے کہ بعض حصہ دوسرے بعض [2] سے مضبوط ہوتا ہے پھر آپ نے اپنی مبارک انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالا۔ [3] (بخاری ومسلم)

[1] تمام مسلمان حکم دیوار میں ہے۔

[2] مسلمان بھی ایک دوسرے سے تقویت ومضبوطی پاتے ہیں۔

[3] تعاون ومدد میں مسلمان کا ایک دوسرے سے اس طرح کا تعلق ہے، باقی یہ مدد وتعاون حرام اور مکروہ اور ہر اس معاملہ میں نہیں ہوگا جو موجب گناہ ہو۔

۴۷۳۷ / ۱۰ وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ كَانَ اِذَا اَتَاہُ السَّائِلُ اَوْ صَاحِبُ الْحَاجَۃِ قَالَ اشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا وَیَقْضِیَ اللّٰہُ عَلٰی لِسَانِ رَسُوْلِہٖ مَا شَآءَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اور انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس جب کوئی سائل یا صاحب حاجت آتا تو آپ فرماتے، اے صحابہ! سفارش کرو ثواب پاؤ گے اور اللہ تعالٰی اپنے رسول کی زبان [2] پر جو چاہے فیصلہ فرما دے۔ (بخاری ومسلم)

[1] فَلْتُؤْجَرُوْا مجہول ہے لام کے نیچے زیر یا سکون ہے۔

[2] تمہیں سفارش کا ثواب ملے گا خواہ وہ قبول ہو یا نہ ہو کیونکہ یہ معاملہ حکم وتقدیر الٰہی سے متعلق ہے۔ اور یہ سمجھ کر ہماری شفاعت قبول نہیں کی گئی اسے ترک نہ کرو تاکہ ثواب ضائع نہ ہو۔ واضح رہنا چاہیے کہ حدود میں اس وقت سفارش کرنا جائز نہیں جب معاملہ عدالت میں ہو، ہاں اس سے پہلے جائز ہے اور تعزیر کی صورت میں مطلقاً سفارش جائز ہے لیکن یہ تمام اس وقت ہے جب وہ شخص جس کی سفارش کی جارہی ہے مخلوق خدا کو تنگ کرنے والا اور تکلیف دینے والا نہ ہو

۴۷۳۸ / ۱۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْصُرُہٗ مَظْلُوْمًا فَكَیْفَ اَنْصُرُہٗ ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُہٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِكَ نَصْرُكَ اِیَّاہُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ، اس کی حالت مظلومیت میں مدد کروں گا مگر اس کے ظلم پر کیسی مدد [1] کروں؟ فرمایا: اسے ظلم سے دے اس کے لیے تیری یہی مدد [2] ہے۔ (بخاری ومسلم)

۱؎ مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے مگر ظالم کی مدد سمجھ میں نہیں آ رہی۔

۲؎ یعنی یہ اس کی مدد شیطان ونفس کے خلاف ہو گی۔

٤٧٣٩/١٢ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یُسْلِمُہٗ وَمَنْ کَانَ فِیْ حَاجَۃِ اَخِیْہِ کَانَ اللّٰہُ فِیْ حَاجَتِہٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّسْلِمٍ کُرْبَۃً فَرَّجَ اللّٰہُ عَنْہُ کُرْبَۃً مِّنْ کُرُبَاتِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کا مسلمان بھائی ہے۱؎ وہ اس پر ظلم نہ کرے۲؎ نہ اسے رسوا۳؎ کرے اور جو اپنے بھائی کی حاجت۴؎ میں رہے گا اللہ تعالٰی اس کی حاجت میں رہے گا اور جس نے کسی مسلمان۵؎ سے تکلیف کو دور کیا، اللہ تعالٰی قیامت کے روز اس کی تکالیف دور فرمائے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ۶؎ پوشی کی اللہ تعالٰی روز قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(بخاری ومسلم)

۱؎ دین کے لحاظ سے حکماً شریعت ماں اور شارع علیہ الصلٰوۃ والسلام والد ہیں۔

۲؎ اسے دوسرے مسلمان پر ظلم نہیں کرنا چاہیے، ظلم، شی کو اپنی جگہ کے علاوہ دوسری جگہ میں رکھنے کو کہا جاتا ہے۔ یہ صغیرہ گناہ بلکہ ہر اس مباح کو شامل ہے جس پر عمل عرفاً لائق ومناسب نہ ہو۔ (کذا قالوا)

۳؎ لایسلمہ، یا پر پیش، سین ساکن، اسے ہلاکت کی جگہ یا دشمن کے ہاتھ میں نہیں رہنے دے گا بلکہ اس کی ہر حال میں مدد کرے گا۔

۴؎ جو اپنے بھائی کی ضرورت وحاجت کو پورا کرنے کے لیے کوشش کرے گا۔

۵؎ کربۃ، صراح میں ہے کُربت، کاف پر پیش، را ساکن ہے کَرب کاف پر زبر اس غم کو کہتے ہیں جس سے سانس گھٹنے لگے۔

۶؎ جو دوسرے مسلمان کے عیوب اور گناہوں پر پردہ ڈالے گا اللہ تعالٰی قیامت کو اس پر یوں پردہ ڈالے گا، اہلِ محشر سے اس کے عیوب مخفی رہیں گے اس کا محاسبہ نہیں ہو گا اور اس کے عیوب کا ذکر بھی لوگوں سے پوشیدہ رکھا جائیگا واضح رہے کہ یہ پردہ پوشی اس وقت مستحسن ومندوب ہے جب وہ مسلمان اہل حیا اور اہل شرافت میں سے ہو اور اس کا عیب بھی مخفی ہو اور اگر وہ ایسا شخص ہے جس نے پردۂ حیا کو اٹھا کر پھینک دیا اور علانیہ معاشرے کو فساد و پریشانی میں مبتلا کر رہا ہے تو اس کا انکار اور روکنا لازم ہے، بلکہ اسے روکنے کے لیے اور اسے کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے حکام وقت کو اطلاع دینا ضروری ہے تاکہ اس کے شر سے لوگ محفوظ ہوں۔ باقی محدثین جو راویوں پر طعن وجرح کرتے ہیں، عدالت گواہوں کے بارے میں اور ظالم حاکموں کے ظلم کا بیان، دین کی حفاظت اور لوگوں کے حقوق کی پاسداری کے لیے ہے، یہ لازم وواجب ہے۔ یہ ستر پھاڑنے اور کشف عیوب کے تحت نہیں آتا۔

٤٧٤٠ / ١٣ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهٗ وَلَا یَخْذُلُهٗ وَلَا یَحْقِرُهٗ اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِهٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا! ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس کو ذلیل ہونے دے[1] نہ اس کو حقیر سمجھے[2] تقوٰی یہاں ہے[3] اور یہ اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے تین بار فرمایا انسان کے لیے یہ شر[4] کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر جانے مسلمان کی مسلمان پر ہر چیز حرام ہے، اس کا خون، مال اور اس کی آبرو[5]۔

(مسلم)

[1] خذلان۔ ترک مدد لایخذلہ یا پر زبر ذال پر پیش اس کا معنی وہی ہے جو لایُسلمہ کا تھا۔

[2] مسلمان کو حقیر نہ جانے خواہ وہ فقیر ہو، کمزور و ناتواں ہو، مسکین و نامراد، خراب و خستہ حالت و لاشئ ہو، کیا علم کہ اللہ کے ہاں اس کا انجام اور مقام کیا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے سبھی صاحب عزت ہیں وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اور عزت اللہ، اس کے رسول اور تمام اہل ایمان کے لیے ہے لیکن منافق اس بات کا علم نہیں رکھتے"۔ ہر حال میں عزتِ ایمانی قائم رہتی ہے اور اس بات پر لاج رکھنی چاہیے کہ وہ اللہ کے ماننے والا ہے خصوصًا جب اس نے اپنے آپ کو نور علم و عبادت سے متصف کر لیا ہو کیونکہ یہ تو نُورٌ علٰی نور ہے۔ اکثر طور پر حال کی ویرانی اور سراسر گھاٹے میں پڑ جانا خصوصًا اہل جہاں میں سے وہ دنیا دار لوگ جو تکبر، دنیا کے جاہ و منصب نفسانیت اور غفلت کے کنویں میں گرے ہوئے ہیں، وہ اس نور سے محروم ہیں بلکہ ایسی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ اس میں تاریکی پر تاریکی ہے اور اصل کام جو باعث عزت و عظمت تھا اس سے دور چلے گئے اور وہ تھا فقرا و مساکین کے ساتھ محبت۔ یہ ایسی چیز ہے جس کے لیے اس کائنات کے سب سے اعلٰی سب سے اعظم، سب سے صاحب عزت شخصیت محبوب خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے دعا کی اور آپ کو ان کے ساتھ رہنے اور ان میں بیٹھنے کا حکم ملا، فقرا کا تعلق اس بڑے آستانے سے ہے جس نے انہیں وہ مقام بخشا ہے کہ دوسرا وہاں دم نہیں مار سکتا۔ اس بارے میں طویل گفتگو کی جا سکتی ہے۔ مگر عاقل کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا۔

لایحقر۔ اکثر روایات میں اسے یا پر زبر، حا ساکن قاف کے نیچے زیر سے پڑھا گیا ہے۔ یہ حَقَر و حَقَرہ سے مشتق ہے۔ از باب ضرب یضرب اس کا معنی چھوٹا ہونا اور ذلیل ہونا، بعض روایات میں لایُخْفِرُ یا پر پیش، فا ساکن، فا کے نیچے زیر اخفا سے ہے۔ اس کا معنی ازالۂ خفر ہے اور خَفَر امن و سلامتی کو کہتے ہیں۔ اب مطلب یہ ہو گا کہ مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ دھوکہ، خیانت نہیں کرنا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ پہلا تلفظ درست ہے اور بعض روایات میں یحتقر بھی آیا ہے۔

[3] یعنی تقوٰی کا مقام سینہ ہے اور یہ باطنی معاملہ ہے، اس سے مقصود سابقہ جملہ میں تاکید ہے کہ جب محل تقوٰی

دل ہے اور وہ مخفی ہے تو اب کسی مسلمان کو دوسرے کا حال معلوم ہی نہیں تو اب حقارت کیوں کی جائے؟ یا یہ مراد ہے کہ جس کے دل میں تقویٰ ہے وہ دوسرے مسلمان کو حقیر نہیں جانتے گا کیونکہ متقی کا یہ عمل نہیں ہو سکتا لیکن معنی اول یہاں زیادہ واضح اور مناسب ہے۔

[۴] عمل بدی کے لیے کافی ہے اور کسی عمل کی ضرورت نہیں۔

[۵] کوئی مسلمان ایسا کام نہ کرے کہ اس کا خون بہایا جائے یا اس کا مال تلف ہو جائے یا اس کی آبرو ختم ہو جائے اور یہ تمام برائیوں کو شامل ہے اور یہی کلیہ ہے یہ ارشادِ نبوی جوامع الکلم میں ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص سے ہے۔

۴۷۴۱/۱۴ وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلٰثَةٌ ذُوْ سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِىْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْ عِيَالٍ وَاَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ اَلضَّعِيْفُ الَّذِىْ لَا زَبْرَ لَهٗ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْكُمْ تَبَعٌ لَا يَبْغُوْنَ اَهْلًا وَّلَا مَالًا وَالْخَائِنُ الَّذِىْ لَا يَخْفٰى لَهٗ طَمَعٌ وَّاِنْ دَقَّ اِلَّا خَانَهٗ وَرَجُلٌ لَا يُصْبِحُ وَلَا يُمْسِىْ اِلَّا وَهُوَ يُخَادِعُكَ عَنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ وَذَكَرَ الْبُخْلَ اَوِ الْكَذِبَ وَالشِّنْظِيْرُ الْفَحَّاشُ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی لوگ تین ہیں[۱]۔ (۱) وہ حاکم جو عدل[۲] وصدقہ اور توفیق والا ہو۔ (۲) وہ شخص جو ہر قرابت[۳] والے پر رحم و نرم دل ہو (۳) وہ مسلمان جو پاک دامن، سوال[۴] کرنے سے بچنے والا اور عیال دار ہو اور دوزخی لوگ پانچ ہیں[۵] (۱) وہ کمزور آدمی جس کی اپنی رائے نہ ہو[۶] جو کہ تم میں[۷] تابع ہو کر رہے، نہ گھر بار چاہتے ہیں اور نہ مال[۸] (۲) وہ خائن شخص جس کی ہوس مخفی نہیں رہتی اگرچہ چیز معمولی ہو[۹] اس میں بھی خیانت کرتا ہو (۳) وہ شخص جو صبح و شام[۱۰] مال اور گھر بار کے بارے میں دھوکہ دیتا ہے (۴) اور آپ نے کنجوسی[۱۱] اور جھوٹ کا ذکر کیا (۵) اور وہ شخص[۱۲] جو بدخلق اور فحش گو ہو۔

(مسلم)

[۱] یہ وہ لوگ ہیں جو اس لائق ہیں کہ ان کو پہلے جنت میں جانے والوں اور مقربین میں شامل کیا جائے۔

[۲] لوگوں کے ساتھ عدل کرے، خیرات کرے، موفق، اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جس کے لیے اسبابِ خیر مہیا ہوں اور نیکی کے تمام دروازے اس پر کشادہ ہوں۔

[۳] ہر ایک پر مہربان خواہ کوئی اپنا ہو یا بیگانہ۔

[۴] وہ پارسا شخص جو تنگ اور عیال دار ہے مگر اس کے باوجود وہ حرام کا ارتکاب نہیں کرتا اور نہ ہی دست سوال کسی کے سامنے دراز کرتا ہے۔ قرآن نے ایسے ہی بندوں کے بارے میں فرمایا یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (سوال سے بچنے کی وجہ سے جاہل انہیں غنی سمجھتے ہیں)

۵۵ یہ اشخاص مستحق عذاب ہیں کیونکہ ایسے افعال کے مرتکب ہیں جن کی ذات ہی قبیح ہے گویا یہ ان افعال کی شدید مذمت ہے جیسا کہ سابقہ افعال پر مدح تھی۔

۵۶ اس کی ایسی عقل ورائے نہیں جو اسے بُرے کام سے بچنے پر ثبات واستقامت دے اور غلبۂ شہوت کے موقعہ پر معاصی اور برائیوں سے محفوظ رہنے کی تلقین کرے۔

۵۷ یہ "اَلَّذِیْ لَا ذَبْرَ لَہٗ" کا بیان ہے اور ان میں سے بطور تمثیل ایک نوع کا ذکر ہے وَالَّذِیْ کا لفظ اگرچہ مفرد ہے مگر معنیً جمع ہے کیونکہ جنس مراد ہے یعنی وہ لوگ جو امراء واغنیاء کے ارد گرد بطور تابع وخادم اس لیے چکر لگائیں اور ان کا مقصد صرف شکم سیری اور کپڑے ہوں، اگرچہ اس میں حرام ہو۔

۵۸ کیونکہ ان کا مقصود محض کھانا، پینا اور پہننا ہوتا ہے خواہ وہ حرام ہو۔ محنت اور کسب سے اور رزقِ حلال کے حصول میں انہیں کوئی رغبت نہیں ہوتی۔

۵۹ وہ تھوڑی سی تھوڑی شے کی ٹوہ میں رہتا ہے تاکہ اس میں خیانت کرے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ خفا کبھی ظہور کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ اس کے سامنے جب بھی کوئی شے آتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے خواہ وہ حقیر ہی کیوں نہ ہو۔

۶۰ صبح وشام مال کی حرص ولالچ میں تمہارے ساتھ دھوکہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو پاک اور امین ظاہر کرتے ہیں تاکہ وہ درپردہ خیانت کر سکیں۔

۶۱ یعنی بخیل وکاذب بھی ان میں سے ہیں۔ راوی نے بخل وکذب کے الفاظ ذکر کیے بخیل وکاذب نہیں کہا جیسا کہ ضعیف و خائن کہا، ممکن ہے راوی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ الفاظ بھول گئے ہوں، لیکن ان سے بخل وکذب مفہوم ہوتا تھا وہ ذکر کر دیا۔ اکثر روایات میں او الکذب ہے بعض روایات میں "والکذب" ہے۔ اَوْ کی صورت میں راوی کو شک ہے کہ آپ نے بخیل کو چوتھا قرار دیا یا کاذب کو اور اس صورت میں پانچواں الشنظیر ہے۔ شین کے نیچے زیر، نون ساکن، ظا مکسور اور اگر "و" ہو تو پانچ اشخاص کاذب پر مکمل ہو گئے اور شنظیر الفحاش بخیل یا کاذب کا وصف ہے یعنی بخیل بدخلق اور فحش گو یا کاذب بدخلق اور فحش گو دوزخی ہے۔ اس صورت میں الشنظیر الفحاش پر نصب پڑھیں گے یعنی آپ نے بخیل یا کاذب کا ذکر فرمایا اور ان کا یہ وصف بھی ذکر فرمایا اور "او" کی صورت میں ان پر پیش ہوگی کیونکہ ان کا عطف رجل پر ہوگا اور بخل یا کذب پر عطف کرتے ہوئے ان پر نصب بھی پڑھا جا سکتا ہے کہ آپ نے چوتھے مرتبہ میں بخیل یا کاذب کا ذکر کیا اور پانچویں مرتبہ پر بدخلق فحش گو کا، لیکن رفع پڑھنا ظاہر ہے۔

۴۷۴۲/۱۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی

کے لیے وہ ہی پسند[1] کرے جو اپنے لیے کرتا ہے (بخاری ومسلم)

---

[1] خواہ اس کا تعلق دنیوی خیر سے ہو یا اُخروی سے۔ بعض روایات میں "من الخیر" کی تصریح ہے اُخروی خیر یہ ہے کہ دوزخ کے عذاب سے نجات اور درجات جنت کا حصول ہے اور یہ ایمان اور عمل صالح کا تقاضا ہے اور دنیوی خیر سے مراد اسباب، متاع اور اہل واولاد میں جو خیر اُخروی کا ذریعہ ہیں، جب انسان اپنے لیے ان دونوں کی خواہش رکھتا ہے تو اسے دوسرے تمام مسلمانوں کے لیے بھی یہی خواہش کرنی چاہیے لیکن وہ شخص جو نفس وشیطان کے شر اور فتنہ اور اپنے فسادِ باطن کی وجہ سے ایسے مال وجاہ کی خواہش کرے جو ظلم وفساد اور عذاب کا ذریعہ بنے اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ایسی چیز کی خواہش دوسرے مسلمان کے لیے بھی کرے بلکہ اسے۔ ایسے بُرے عمل سے خود باز آنا ضروری ہے یا ایک شخص مال ودولت کے حصول کی خواہش تو رکھتا ہے مگر اس کا مقصود یہ ہو کہ میں اس سے حج کروں، فقراء ومساکین کی خدمت کروں، نیکی کے فروغ وغلبہ اور برائی کو ہٹانے پر خرچ کروں تو یہ اچھی چیز ہے، مگر دوسرے ایسے شخص کے لیے یہ خواہش نہ کرے جس کے بارے میں یہ سمجھتا ہو کہ اسے مال ودولت، فسق وفجور اور سرکشی کی طرف لے جائے گا کیونکہ یہ اس کے حق میں خیر نہیں۔ الغرض! جو جو تنگی ہر آدمی کو اس وجہ سے لاحق ہے کہ مجھے فلاں سے یہ تکلیف واذیت نہ ہو اس سے جان چھوٹ جائے گی کیونکہ جب تمام ایک دوسرے کی بھلائی، خیر، اصلاح، دین ودنیا اور انصاف واعتدال سے کام لیں گے تو یہ خوف از خود ختم ہو جائے گا۔ اب یہ چاہت پیدا ہو گی کہ تمام لوگ دنیا وآخرت کی خیر میں مساوی حصہ دار ہو جائیں اگر انسان اس حالت کے حصول کے لیے سچی لگن اور عزم مصمم کرے تو یہ چیز حاصل ہو سکتی ہے۔ انشاء اللہ تعالے ومنہ التوفیق۔

۴۷۴۳/۱۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِيْ لَا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ کی قسم! مومن وہ نہیں[1]، اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں، آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کون؟[2] فرمایا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو (بخاری ومسلم)

[1] وہ شخص کامل مسلمان نہیں۔

[2] آپ یہ بات کس کے بارے میں فرمارہے ہیں۔

۴۷۴۴/۱۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اسکی شرارتوں سے محفوظ

۴۷۴۵/۱۸ وَعَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا زَالَ جِبْرَئِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ۔

حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے جبریل امین اللہ تعالے کا حکم[1] پہنچاتے

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

رہے۔ حتیٰ کہ میں نے محسوس کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث[2] بنا دیں گے۔ (بخاری و مسلم)

[1] کہ ہمسائے کا یہ حق ہے، اسے تنگ نہ کیا جائے، اس سے احسان و حسن سلوک سے کام لیا جائے۔

[2] تو اس بارے میں اتنی دفعہ وحی آئی کہ جس سے میں نے محسوس کیا۔ اگر بالفرض بیان حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وراثت کا معاملہ ہو تو پھر تو اس وحی سے پہلے ہوگا جس میں اطلاع دی گئی کہ انبیاء کی وراثت نہیں ہوتی۔ جیسے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ ہم گروہ انبیاء نہ وارث بنتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث بنایا جاتا ہے۔

۴۷۲۶/۱۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةٌ فَلَا يَتَنَاجٰى اِثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ اَجْلِ اَنْ يَحْزُنَهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم تین ہو[1] تو تیسرے کو چھوڑ کر دو سرگوشی نہ کرو حتیٰ کہ تم لوگوں میں خلط ملط[2] ہو جاؤ اس لیے کہ یہ بات اسے پریشان کرے[3] گی۔ (بخاری و مسلم)

[1] جب کسی مجلس میں تین آدمی ہوں تو دو آدمی اس طرح آپس میں گفتگو نہ کریں کہ وہ بات تیسرا آدمی نہ سن سکے۔

[2] اگر اجتماع میں کثرتِ افراد ہے تو پھر کوئی حرج نہیں۔ اس طرح اگر چار آدمی ہیں اور دو ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں تو یہ بھی روا ہے۔

[3] یُحْزِنُہٗ، یا پر زبر، حا ساکن، زا پر پیش، یا پر پیش اور زا پر کسرہ دونوں طرح درست ہے حَزَنَہٗ، وَاَحْزَنَہٗ اسے غمناک کر دیا۔ حزن کا سبب دو اشیاء ہیں ایک یہ کہ اس کو وہم ہوگا کہ شاید میرے بارے کوئی ہلاکت کا منصوبہ بنا رہے ہیں اور دوسری یہ وجہ ہے کہ ایک کی تکریم اور دوسرے کی عدم تکریم ہوگی۔ پہلی صورت میں اگر مقام ایسے وہم کا نہیں وہاں یہ عمل درست ہوگا اس وجہ سے کہ بعض نے یہ کہا کہ یہ نہی سفر کے ساتھ اس حالت میں ہے جب تیسرے کو اپنے نفس پر خوف ہو اور گھر وغیرہ میں ایسے عمل میں کوئی حرج نہیں۔ اور دوسری صورت میں یہ عمل مطلقاً جائز نہیں لیکن یہ حکم مختلف اشخاص اور مختلف احوال میں مختلف ہوتا رہتا ہے۔ کیونکہ ایک دوسرے سے سرگوشی کرنا ہر حال میں تیسرے کی عدم تکریم کا سبب نہیں ہوتا بعض اوقات تین سے زائد افراد ہوں تب بھی سرگوشی سے وحشت و حزن ہو جاتا ہے۔ طیبی سے معلوم ہوتا ہے دو آدمیوں کا تیسرے کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سرگوشی کرنا امام مالک، شافعی اور جمہور علماء کے ہاں سفر و حضر میں حرام ہے، اور صحت کے ساتھ یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ثابت ہے کہ ایک دن تمام ازواجِ مطہرات حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت اقدس میں جمع تھیں اتنے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں آپ نے فاطمہ کو دیکھ کر خوش آمدید فرمایا اور ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جب محل تہمت و شک نہ ہو تو ایک دوسرے سے سرگوشی کر لینا جائز ہے۔ اسی طرح تین یا تین سے زائد لوگوں کا سرگوشی کرنا بھی جائز ہے۔

۴۷۴۷ وَعَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ ثَلٰثًا قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِہِمْ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رحمت دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دین نصیحت۱ ہے۔ یہ تین مرتبہ فرمایا۔ ہم۲ نے عرض کیا کس کے لیے؟ فرمایا اللہ۳ کتاب، اس کے رسول۴، مسلمانوں کے ائمہ۵ اور عام مسلمانوں۶ کے لیے (مسلم)۷

۱؎ نصیحت، خلوص، خالص شہد کو بلکہ ہر وہ شے جو خالص ہو اسے ناصح کہا جاتا ہے۔ عرف میں اس سے مراد خیر ہونا ہے کیونکہ وہ خلوص ومحبت کا اثر ہے۔

۲؎ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے دین کو خیر خواہی میں منحصر فرمایا یہ خیر خواہی کس کے لیے اور کس خاطر کی جائے؟

۳؎ کتاب۔ قرآن مجید

۴؎ ذات پاک مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یہ بھی ممکن ہے کہ کتاب اور رسول سے جنس مراد ہو اور اس میں تمام کتب سماوی اور تمام رسولان کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین شامل ہو جائیں۔

۵؎ اسلامی حکام وامراء

۶؎ ان حکام کے علاوہ عوام۔

۷؎ اللہ تعالیٰ کی نصیحت (خیر خواہی) سے مراد اس کو ایک ماننا اس کی صفات کا تسلیم کرنا اور اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرنا ہے کتاب کے لیے نصیحت سے مراد یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے۔ اس کے اوامر ونواہی پر عمل کرنا اور اس کی تلاوت وتعظیم کرنا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے نصیحت یہ ہے کہ آپ کی تصدیق کی جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ لائے ہیں برحق ہے۔ آپ کی اطاعت کی جائے آپ سے اور آپ کی نسبت رکھنے والوں سے محبت کی جائے۔ آپ کی سنت کو زندہ کیا جائے۔ ان تینوں نصیحتوں کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ذریعے انسان اپنی خیر خواہی کرتا ہے۔ آئمہ مسلمین کے لیے نصیحت یہ ہے کہ معروف میں ان کی اطاعت اور غفلت پر تنبیہ اور ان کے خلاف بغاوت نہ کرنا اگرچہ وہ ظالم ہوں اور علماء کی حق کے موافق اتباع کرنا ہے اور عام مسلمانوں کے لیے دین ودنیا کی بھلائی کے ساتھ ان کی رہنمائی کرنا ان کے نقصان کو دور کرنا اور ان کو نفع پہنچانا ان کے لیے نصیحت ہے۔ یہ حدیث جوامع الکلم سے ہے کہ اس پر تمام دین کا مدار ہے اور اولین وآخرین کے تمام علوم اس میں موجود ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل دشوار ہے۔ بطور نمونہ ایک الگ رسالے میں کچھ لکھا ہے۔

۴۷۴۸ وَعَنْ جَرِیْرٍ قَالَ بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ۔

حضرت جریر۱ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۲ نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

پر بیعت کی ہے۔ (بخاری و مسلم)

[۱] حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

[۲] عبادات یا تو اللہ کا حق ہے یا بندے کا، حقوق اللہ میں سے ان بدنی اور مالی عبادات کا تذکرہ کیا جن کا شہادتین کے بعد مرتبہ ہے، یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ روزہ اور حج اس وقت فرض نہ ہوئے تھے اور حق العباد یہ تمام کو شامل ہے کیونکہ ہر مسلمان سے خیر خواہی کا ذکر ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۴۷۴۹/۲۲ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مِنْ شَقِیٍّ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے اپنے آقا ابوالقاسم[۱] جو صادق[۲] و مصدوق[۳] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں سے سنا کہ رحمت صرف بدبخت[۴] سے ہی نکالی جاتی ہے

(احمد، ترمذی)

[۱] ابوالقاسم یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

[۲] صادق۔ سچ کہنے والے

[۳] مصدوق جسے سچ کہا گیا ہو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی تمام باتوں میں سچے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اور جبرئیل امین نے آپ کی تمام باتوں کی تصدیق کی ہے۔

[۴] کیونکہ مہربانی و رحمت ایمان کی علامت ہے جو شخص دل میں صفت رحمت نہیں رکھتا وہ ایماندار نہیں اور جو ایمان نہیں رکھتا وہ بدبخت ہے نعوذ باللہ من الشقاوۃ۔

۴۷۵۰/۲۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْكُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے اور تم اہل زمین[۱] پر رحم کرو، تم پر آسمان[۲] والا رحم فرمائے گا۔

(ابو داؤد، ترمذی)

[۱] خواہ وہ نیک ہوں یا بد، اور بدوں پر رحمت یہ ہے کہ ان کو بدی سے روکا جائے جیسا کہ گزرا کہ بھائی کی مدد کرے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، یا مراد یہ ہے کہ ہر اس شے پر رحم کرے جو قابلِ رحم ہے۔

[۲] آسمان جس کی ملک اور قدرت میں ہے اور آسمان کی تخصیص کمال وسعت اور کمال بلندی کی وجہ سے ہے یا اس سے مراد آسمانی ملائکہ ہیں، اب ان کا رحم یہ ہے کہ وہ مخلوق پر رحم کرنے والے کے لیے دشمن جن و انس کی تکالیف سے حفاظت اور اللہ تعالےٰ سے اس کے لیے بخشش و رحمت کی دعا ہے۔

۴۷۵۱ / ۲۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ہم میں سے[1] نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہیں کرتا۔ اچھی باتوں کا حکم اور برائی سے نہیں روکتا (ترمذی نے روایت کرکے کہا یہ حدیث غریب ہے)

[1] ہماری اتباع کرنے والے اور ان لوگوں میں سے نہیں جو ہمارے طریقے پر ہیں۔

[2] مسلمانوں کے چھوٹے اور بڑے کی تخصیص کمال اہتمام کی وجہ سے ہے کیونکہ کافروں میں سے چھوٹے بڑے پر رحم اور توقیر بھی لازم ہے اور ضمیر متکلم سے مراد مسلمانوں کے بجائے آدمی ہوں تو یہ بھی جائز ہے۔

[3] بعض نسخوں میں حسن غریب کے الفاظ ہیں اور بعض شارحین نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔

۴۷۵۲ / ۲۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا مِّنْ اَجْلِ سِنِّهٖ اِلَّا قَيَّضَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ مَنْ يُّكْرِمُهٗ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو نوجوان کسی بوڑھے شخص کا احترام بڑھاپے کی وجہ سے کرے گا اللہ تعالےٰ اس کے بڑھاپے میں ایسے آدمی کو مقرر فرمائے گا جو اس کا احترام کرے[1]۔ (ترمذی)

[1] شارحین فرماتے ہیں کہ اس میں بوڑھے شخص کی خدمت کرنے والے نوجوان کے لیے بڑھاپے کی عمر تک پہنچنے کی بشارت ہے۔

۴۷۵۳ / ۲۶ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰهِ اِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَيْرِ الْغَالِيْ فِيْهِ وَلَا الْجَافِيْ عَنْهُ وَاِكْرَامَ السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں[1] سے یہ ہے کہ بوڑھے مسلمان حافظ قرآن[2] جو نہ اس میں زیادتی کرے اور نہ اس سے دور[3] رہے اور عادل حاکم کا احترام کیا جائے۔

(ابوداؤد، بیہقی، شعب الایمان)

[1] اس کے حکم کی بجا آوری۔

[2] جو قرآن پڑھنا جانتا ہو خواہ حافظ ہو یا نہ ہو۔

[3] حامل قرآن کے ساتھ دو قیود کا اضافہ فرمایا کہ وہ عبادات اور معاملات میں متوسط اور اعتدال کے طریقہ پر ہو، طیبی کہتے ہیں کہ "غالی" سے مراد وہ شخص ہے جو بغیر تدبر و تفکر کے قرآن کے الفاظ اور حروف پر وقت خرچ کرے یا جو اس کی تلاوت میں جلد بازی سے کام لے جیسے کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جس نے تین دن سے کم میں قرآن ختم کیا

گویا اس نے اسے پڑھا ہی نہیں اور "جافی" وہ شخص ہوتا ہے جو قرأت قرآن سے تارک ہو جائے۔ ان کا یہ معنی بھی مناسب ہے کہ "غالی" کا معنی یہ ہوگا کہ جو ہمیشہ قرآن کی تلاوت میں ہی مصروف رہے۔ دین کو سمجھنے، غور وفکر اور دیگر عبادات میں مشغول نہ ہو اور "جافی" اور جو غیر قرآن کے ساتھ مشغول رہے اور تلاوت نہ کرے۔ بعض حواشی میں ہے کہ "غالی" سے مراد وہ آدمی ہے جو لفظ میں تحریف اور معانی میں غلط تاویل کا ارتکاب کرے اور "جافی" وہ شخص ہے جو اس کی تلاوت اور اس پر عمل سے دور ہو جائے۔

۴۷۵۴/۲۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ یُّحْسَنُ اِلَیْهِ وَشَرُّ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ یُّسَآءُ اِلَیْهِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کا سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ برا سلوک کیا جائے[1]۔

(ابن ماجہ)

[1] یعنی ناحق اگر تعلیم وتربیت کی خاطر اس کی پٹائی وغیرہ کی جائے تو یہ احسان ہوگا۔

۴۷۵۵/۲۸ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّسَحَ رَاْسَ یَتِیْمٍ لَمْ یَمْسَحْهُ اِلَّا لِلّٰهِ کَانَ لَهٗ بِکُلِّ شَعْرَةٍ تَمُرُّ عَلَیْهَا یَدُهٗ حَسَنَاتٌ وَّمَنْ اَحْسَنَ اِلٰی یَتِیْمَةٍ اَوْ یَتِیْمٍ عِنْدَهٗ کُنْتُ اَنَا وَهُوَ فِی الْجَنَّةِ کَهَاتَیْنِ وَقَرَنَ بَیْنَ اِصْبَعَیْهِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا[1] رضائے[2] الٰہی کی خاطر تو اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے[3] بال آئیں گے ہر ایک کے عوض اسے نیکی حاصل ہوگی اور جس نے اپنے[4] پاس یتیم بچے یا بچی کے ساتھ حسن سلوک کیا میں اور وہ جنت میں ان دو کی طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی دونوں مقدس انگلیاں[5] آپس میں ملائیں۔

(احمد، ترمذی نے روایت کرکے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے)

---

[1] بطور شفقت ومہربانی۔

[2] یہ شرط ہر عمل میں ہوتی ہے چونکہ یہ عمل بطور عادت بھی اکثر ہوتا ہے اس لیے یہاں اس قید کا اضافہ فرمایا۔

[3] تمر، تا پر زبر، میم پر پیش یا پیش اور کسرہ ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا۔ ہر اس بال کے عوض ثواب ملے گا جس پر اس شخص کے ہاتھ بال لگے۔

[4] اس کی زیر کفالت وتربیت تھا۔ اور اس نے اس کی تعلیم وتربیت تادیب، شادی ونکاح اور اس کے مال کی

حفاظت کی۔

[5] سبابہ اور وسطیٰ کو ملایا تاکہ بات واضح اور پختہ ہو جائے۔

۴۷۵۶/۲۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰوٰى يَتِيْمًا اِلٰى طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ اَلْبَتَّةَ اِلَّا اَنْ يَّعْمَلَ ذَنْبًا لَّا يُغْفَرُ وَمَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ اَوْ مِثْلَهُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَهُنَّ وَرَحِمَهُنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوِ اثْنَتَيْنِ قَالَ اَوِ اثْنَتَيْنِ حَتّٰى لَوْ قَالُوْا وَاحِدَةً لَقَالَ وَاحِدَةً وَمَنْ اَذْهَبَ اللّٰهُ بِكَرِيْمَتَيْهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا كَرِيْمَتَاهُ قَالَ عَيْنَاهُ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی یتیم کو کھانے پینے میں شریک کر لیا اللہ تعالے اس کے لیے جنت لازم فرما دیتا ہے[1] بشرطیکہ وہ ایسا گناہ نہ کرے جو ناقابل معافی[2] ہو اور جس نے تین بیٹیاں یا اس کی مثل تین بہنوں کی پرورش[3] کی ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالے انہیں غنی[4] کر دے تو اللہ تعالے اس کے لیے جنت لازم فرما دیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا اور دو[5] کی خدمت کرے تو فرمایا یا دو کو حتیٰ کہ اگر لوگ ایک کا ذکر کرتے تو فرما دیتے ایک[6] اور اللہ تعالے جس کی دو پیاری چیزیں دور کر دے اس کے لیے جنت واجب[7] ہو گی عرض کیا گیا یا رسول اللہ! وہ دو چیزیں کون سی ہیں؟ فرمایا اس کی دونوں آنکھیں[8]۔

(شرح السنۃ)

[1] اور اس کے گناہ معاف فرمادے گا۔

[2] یعنی کفر و شرک۔

[3] تین بیٹیوں کی کفالت اور تمام بوجھ برداشت کرے۔

[4] بالغ ہو جائیں یا ان کا عقد ہو جائے یا وہ صاحب مال ہو جائیں۔

[5] کیا دو کی خدمت سے یہ اجر ملے گا؟

[6] مذہب مختار یہی ہے کہ اللہ تعالے نے احکام نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے سپرد فرما دیے ہیں۔ آپ جو چاہیں حکم دیں، جس کے لیے چاہیں منع فرما دیں اور جس کے لیے چاہیں تخصیص فرما دیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ احکام تفویض نہیں ہوتے بلکہ ہر سوال کے بعد وحی کا نزول مقصود کے مطابق ہوتا تھا۔ اس کی مثالیں احادیث میں کثرت کے ساتھ ہیں۔ اس کے بعد جنت کے واجب ہونے کے ذکر کی مناسبت سے یا کسی دوسری مناسبت سے فرمایا جس کی دو پیاری چیزیں اللہ تعالے سلب کرے (الحدیث)

[7] بعض نسخوں میں اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ (اللہ تعالے اس کے لیے جنت لازم فرما دیتا ہے) کے الفاظ ہیں۔

۵۸ قاموس میں ہے کہ یہ ناک، کان اور ہاتھ کے معنی میں بھی آتا ہے۔

۴۷۵۷/۳۰ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّنَاصِحٌ الرَّاوِيْ لَيْسَ عِنْدَ أَصْحَابِ الْحَدِيْثِ بِالْقَوِيِّ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا؛ آدمی کے لیے ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے کہ وہ اپنے بچے کی بہتر تربیت کرے۔

(ترمذی نے روایت کرکے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور ناصح[۱] محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔

[۱] یہ راویان حدیث میں سے ہیں۔ محدثین کے نزدیک ان کا ضبط و حفظ قوی نہیں کہ ان پر اعتماد و وثوق کیا جائے لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے۔

۴۷۵۸/۳۱ وَعَنْ أَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهٗ مِنْ نُّحْلٍ أَفْضَلُ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا عِنْدِيْ حَدِيْثٌ مُّرْسَلٌ)۔

حضرت ایوب بن موسٰی[۱] اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کوئی باپ اپنے بچے کو اچھی تربیت سے بہتر کوئی عطیہ[۲] نہیں دے سکتا۔

(ترمذی، بیہقی، شعب الایمان، ترمذی نے روایت کرکے کہا کہ میرے نزدیک یہ حدیث مرسل ہے۔)

---

[۱] ایوب بن موسٰی بن اشدق بن عمر بن سعید بن العاص بن امیہ قریشی فقہا میں سے ہیں۔ حضرت عطاء، مکحول سے روایت کرتے ہیں اور ان سے شعبہ نے روایت کیا ہے۔

[۲] نحل، نون پر پیش ہے۔ عطیہ، دینا، نحل بمعنی اعطاء سے مصدر ہے۔

۴۷۵۹/۳۲ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَأَوْمَأَ يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ إِلَى الْوُسْطٰى وَالسَّبَّابَةِ امْرَأَةٌ آمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ وَّحَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلٰى يَتَامَاهَا حَتّٰى بَانُوْا أَوْ مَاتُوْا۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا میں اور سیاہ رخسار[۱] والی عورت روز قیامت ان دو کی طرح ہوں گے اور یزید بن زریع نے وسطی اور سبابہ کی طرف اشارہ کیا وہ عورت[۲] جو صاحب عزت و جمال[۳] تھی اور اپنے خاوند سے الگ ہو گئی لیکن اس نے اپنے آپ کو یتیموں کے لیے روک رکھا حتیٰ کہ وہ جدا ہو گئے یا وفات پا گئے۔

(ابو داؤد)

؎۱ وفات زوج کے بعد اولاد کی تربیت کے لیے مشقت، تکالیف اور ترک زینت کی وجہ سے اس کے رخسار سیاہ ہو گئے، سُفعہ، سین پر پیش، فاء ساکن، سرخی مائل سیاہی کو کہتے ہیں۔

؎۲ زریع زا پر پیش، راویانِ حدیث میں سے ہیں ہائین کا بیان کرتے ہوئے انگلیوں کی طرف اشارہ کیا۔

؎۳ یعنی وہ عورت وفات زوج کی وجہ سے بیوہ ہو گئی۔ اَیَّمَ، ہمزہ پر زبر یا مشدد مکسور بیوہ عورت۔

؎۴ اس سے واضح ہو گیا کہ اس کے رخساروں کی سیاہی خلقۃً سیاہ نہ تھی بلکہ تربیت اولاد میں جو اس نے مشقت و تکلیف برداشت کی اس کی بنا پر یہ سیاہی آئی۔

؎۵ ان یتیم بچوں کی خدمت و پرورش کی وجہ سے کسی دوسرے شوہر سے شادی نہ کی۔

؎۶ بالغ و عاقل ہو گئے کیونکہ اس عمر میں بچے والدین سے جدا ہو جاتے ہیں۔

؎۷ اس حدیث سے واضح ہو رہا ہے کہ اگر کوئی بیوہ، یتیم بچوں کی خدمت و تربیت کے لیے کسی شوہر سے شادی نہیں کرتی بلکہ صبر و ہمت کے ساتھ وقت گزارتی تو یہ بہت بڑا عمل ہے۔

$\frac{4760}{33}$ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اُنْثٰى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهٗ عَلَيْهَا يَعْنِى الذُّكُوْرَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی بیٹی ہو اس نے اسے زندہ دفن؎۱ نہ کیا، نہ اس کو ذلیل کیا اور نہ اس پر بیٹے؎۲ کو ترجیح دی؎۳ اللہ تعالےٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا؎۳

(ابوداؤد)

؎۱ جیسا کہ دور جاہلیت میں فقر اور عار و شرم کی وجہ سے لوگ کرتے تھے۔

؎۲ الذکور، ولد کی تشریح ہے کیونکہ اس کا اطلاق بیٹے اور بیٹی دونوں پر ہوتا ہے اور یہاں مراد بیٹا ہے لہٰذا اس کی تفسیر و تخصیص کر دی۔

؎۳ ظاہراً عبارت ولدہ کی جگہ ابنہ ہونی چاہیے تھی لیکن چونکہ لفظ انثیٰ میں تحقیر اور لفظ ولد میں تعظیم ہے۔ گویا فرزند میں شامل ان کے ہاں بیٹا ہی ہے بیٹی نہیں۔

$\frac{4761}{34}$ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتِيْبَ عِنْدَهٗ اَخُوْهُ الْمُسْلِمُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ فَنَصَرَهٗ نَصَرَهُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَاِنْ لَّمْ يَنْصُرْهُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ اَدْرَكَهُ اللّٰهُ بِهٖ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

(رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس کسی مسلمان کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد پر قادر تھا؎۱ اس نے اس کی مدد کی؎۲ تو اللہ تعالےٰ اس کی مدد دنیا و آخرت میں فرمائے گا اور اگر قادر ہوتے ہوئے مدد نہ کی تو اللہ تعالےٰ اس پر دنیا و آخرت میں گرفت؎۳ فرمائے گا۔ (شرح السنۃ)

۱؎ غیبت کرنے والے کو منع کرنے پر قادر تھا۔

۲؎ غیبت کرنے والے کو منع کر دیا۔

۳؎ اگر قادر نہیں تو پھر وہ معذور ہوگا البتہ نفرت کا اظہار کرے اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل سے بیزاری کا اظہار کرے۔

۴۷۶۲ / ۳۵ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَّ عَنْ لَحْمِ اَخِيْهِ بِالْمَغِيْبَةِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّعْتِقَهٗ مِنَ النَّارِ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت اسماء۱؎ بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے گوشت۲؎ سے دفاع کرے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ اسے آگ سے آزاد فرما دے۔

(بیہقی، شعب الایمان)

۱؎ یہ انصاریہ صحابیہ ہیں، نہایت ہی صاحب فہم و تقویٰ ہیں۔

۲؎ اس سے مراد غیبت ہے۔ قرآن مجید میں اس کی مذمت یوں بیان ہوئی ہے۔ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا (تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔

وجہ تشبیہ یہ ہے کہ غیبت کرنے والا شخص دوسرے شخص کی عزت و آبرو ختم کر دیتا ہے۔ گویا اس نے اسے ہلاک کر کے اس کا گوشت کھایا۔ اس صورت میں لفظ مغیبت (غیبت) بکسر غین ہے اور اس کا معنی غائب ہونا ہے اور یہ (لفظ بالمغیبۃ) لفظ "ذبّ" کے متعلق ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ لحم اخیہ کے متعلق ہو اور مقدر اکل لَحْمَ اَخِيْهِ ہو اور مغیبت کا باز رکھنا ہو۔ اب معنی ہوگا کہ اس نے اپنے بھائی کا گوشت کھانے سے باز رکھا۔ دونوں کا مآل ایک ہی ہے کہ اسے غیبت سے باز رکھے۔

۴۷۶۳ / ۳۶ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّرُدُّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَّرُدَّ عَنْهُ نَارَ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان اپنے بھائی کی آبرو کی حفاظت کرے اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ اس سے قیامت کے دن دوزخ کی آگ دور فرمائے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ کہ ہم پر ہے مومنوں کی مدد کرنا۔

(شرح السنۃ)

۴۷۶۴ / ۳۷ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّخْذُلُ امْرَاً مُّسْلِمًا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی

فِیْ مَوْضِعٍ یُنْتَهَكُ فِیْهِ حُرْمَتُهٗ وَیُنْتَقَصُ فِیْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اِلَّا خَذَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ مَوْطِنٍ یُّحِبُّ فِیْهِ نُصْرَتَهٗ وَمَا مِنِ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ یَّنْصُرُ مُسْلِمًا فِیْ مَوْضِعٍ یُّنْتَقَصُ فِیْهِ مِنْ عِرْضِهٖ وَیُنْتَهَكُ فِیْهِ مِنْ حُرْمَتِهٖ اِلَّا نَصَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ مَوْطِنٍ یُّحِبُّ فِیْهِ نُصْرَتَهٗ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

مسلمان کو ایسی جگہ رسوا[1] کرے جہاں اس کی آبروریزی[2] کی جا رہی ہو تو اللہ تعالےٰ اسے ایسی جگہ ذلیل کرے گا جہاں وہ مدد[3] چاہتا ہوگا اور جو مسلمان ایسی جگہ مسلمان کی مدد کرے جہاں اس کی حرمت و عزت ختم کی جا رہی ہو تو اللہ تعالےٰ اس کی ایسی جگہ مدد فرمائے گا جہاں وہ مدد محبوب جانتا ہو۔

(ابو داؤد)

[1] یعنی غیبت سے منع نہ کرے۔

[2] اس کی پردہ دری کی جا رہی ہو۔

[3] یعنی آخرت لیکن دنیا کو بھی شامل ہے۔

۴۷۶۵/۳۸ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰی عَوْرَةً فَسَتَرَهَا كَانَ كَمَنْ اَحْیٰی مَوْءُوْدَةً۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهٗ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی کا مخفی عیب[1] دیکھے اور اس پر پردہ ڈال دے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو زندہ در گور بچی[2] کو زندہ کر دے[3]۔

(احمد، ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے)

[1] عورت کا لفظ اس چیز کے لیے بولا جاتا ہے جس کے ظاہر ہونے کو انسان ناپسند کرے اور پسند کرے کہ وہ مخفی ہی رہیں اور مرد و عورت کے ان اعضاء کو بھی کہا جاتا ہے جن کا ستر فرض ہے یہاں پہلا معنیٰ مراد ہے، صراح میں ہے کہ لفظ عورت ان اعضاء اور ان اشیاء کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کا ظاہر کرنا ناپسند ہو۔

[2] جاہلیت میں بچیوں کو لوگ زندہ در گور کر دیتے تھے، اسے زندہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس نے اسے قبر سے باہر نکال لیا تاکہ وہ نہ مرے۔

[3] وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جب کسی کے عیب ظاہر ہو جائیں تو وہ شرم و عار کی وجہ سے اپنے آپ کو مردہ تصور کرتا ہے لیکن جس کے عیب مخفی ہوں تو وہ اپنے آپ کو زندہ شمار کرتا ہے تو گویا جس نے عیب مخفی کیے اس نے اسے بچی کی طرح زندگی دی۔ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ وجہ تشبیہ اس امر کا عظیم ہونا ہے کیونکہ بچی کو زندہ کرنا نہایت ہی عظیم معاملہ ہے۔ اس لیے اس کے ساتھ تشبیہ دی تاکہ لوگ اس کو عظیم عمل سمجھتے ہوئے دوسروں کے عیبوں پر پردہ ڈال دیں۔ لیکن یہ وجہ تشبیہ واضح نہیں اگر بچی کو زندہ کرنے کے ساتھ وجہ تشبیہ یہ ہے تو اس کی پھر کیا خصوصیت ہے؟ کائنات میں اس کے علاوہ بھی امور عظیم ہیں ان کے ساتھ تشبیہ دے دی جاتی۔ لہٰذا وجہ اول مناسب ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۷۶۶/۳۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَكُمْ مِرْاٰةُ اَخِيْهِ فَاِنْ رَاٰى بِهٖ اَذًى فَلْيُمِطْ عَنْهُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَضَعَّفَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ وَلِاَبِيْ دَاوٗدَ اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ، وَالْمُؤْمِنُ مِنْ يَكُفُّ عَنْهُ ضَيْعَتَهٗ، وَيَحُوْطُهٗ مِنْ وَّرَآئِهٖ)

رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر کوئی اپنے بھائی کا آئینہ ہے اگر اس میں کوئی برائی دیکھے تو اسے دور کر دے[1]۔ ترمذی نے اسے روایت[2] کر کے ضعیف کہا اور اس کی دوسری اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ہر مومن دوسرے مومن کے لیے[3] آئینہ ہے اور مومن مومن کا بھائی ہے۔ اس سے ہلاکت[4] دور کرتا ہے اور اس کے پیچھے اس کی حفاظت[5] کرتا ہے[6]۔

[1] اور اس کی اصلاح کر دے خواہ بذریعہ توجہ دلائے، اطلاع یا بطور زجر و توبیخ ہو۔

[2] یعنی ان الفاظ کے اعتبار سے ضعیف ہے۔

[3] جس طرح آئینہ میں انسان اپنے چہرے کے عیب دیکھ کر درست کرتا ہے اسی طرح دوسرے مسلمان کے سامنے جب کسی دوسرے مسلمان کے عیب آئیں تو بذریعہ توجہ، زجر اس کی اصلاح کر دے۔ صوفیاء کرام نے ہمیشہ یہی راہ اپناتے ہوئے ایک دوسرے کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور اگر کوئی اصلاح کرنے والا نہ ہو تو تمام ہلاک ہو جائیں گے۔ اس معنی کی تقویت کے لیے اگلے کلمات ارشاد فرمائے۔

[4] ضیعۃ، اس سے مراد ہر نقصان دہ چیز اور ہلاکت ہے۔

[5] اس کی غیبت نہ کرتا ہے نہ کرنے دیتا ہے بلکہ اس کے تمام حقوق کی حفاظت کرتا ہے خواہ ان کا تعلق اس کی ذات یا مال یا آبرو سے ہی ہو۔

[6] بعض شارحین نے اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ کی تشریح یہ کی ہے جس طرح انسان آئینہ میں اپنا عیب دیکھ کر اصلاح کر لیتا ہے اسی طرح ایک مومن دوسرے کو دیکھ کر اپنے عیوب و نقائص پر مطلع ہو کر اپنی اصلاح کی کوشش کرتا ہے یہ معنی صحیح اور دقیق ہے لیکن سیاقِ حدیث اس کے موافق نہیں

۴۷۶۷ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَمٰى مُؤْمِنًا مِّنْ مُّنَافِقٍ بَعَثَ اللّٰهُ مَلَكًا يَحْمِيْ لَحْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ نَّارِ جَهَنَّمَ وَمَنْ رَمٰى مُسْلِمًا بِشَيْءٍ يُرِيْدُ بِهٖ شَيْنَهٗ حَبَسَهُ اللّٰهُ عَلٰى جِسْرِ جَهَنَّمَ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مومن کو منافق سے محفوظ[1] رکھے روز قیامت اللہ تعالٰی ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کے گوشت[2] کی دوزخ کی آگ سے حفاظت کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کو عیب لگانے کی نیت سے گالی دے اللہ تعالٰے اسے دوزخ کے پل پر روکے گا یہاں تک کہ وہ اس بات سے باہر[3] آجائے۔

(ابوداؤد)

[1] منافق کے شر سے محفوظ رکھے یا اس کے ظلم سے، پہلا معنی واضح ہے، منافق کا لفظ واضح کر رہا ہے غیبت کا پیشہ اپنانا عمل منافق ہے جو سامنے اور پیچھے یکساں نہیں رہتا۔

[2] کیونکہ اس نے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے روکا تھا اس لیے اس کا ثواب یہی مناسب ہے۔

[3] اسے راضی کرے یا اس کی سزا بھگت لے۔

۴۷۶۸/۴۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الْاَصْحٰبِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر شخص اللہ تعالےٰ کے ہاں وہ ہے جو اپنے ساتھی کے ساتھ بہتر ہے اور اللہ تعالےٰ کے ہاں بہترین پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی کے لیے بہتر ہو۔

(دارمی، ترمذی نے روایت کرکے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے)

۴۷۶۹/۴۲ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ لِيْ اَنْ اَعْلَمَ اِذَا اَحْسَنْتُ اَوْ اِذَا اَسَأْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتَ جِيْرَانَكَ يَقُوْلُوْنَ قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَاِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُوْلُوْنَ قَدْ اَسَأْتَ فَقَدْ اَسَأْتَ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کیسے علم[1] ہو کہ میں نے یہ عمل اچھا کیا ہے یا برا؟ تو آپ نے فرمایا جب تم اپنے پڑوسی کو یہ کہتے ہوئے سنو کر تو[2] نے اچھا کیا تو تو نے اچھا کیا ہے[3] اور جب اسے سنو کہ وہ کہتے ہیں کہ تو نے برا کیا تو نے برا کیا۔

(ابن ماجہ)

[1] میں کسی چیز کو پیمانہ نہ بناؤں۔

[2] تیری نیکی وبدی کی پڑوسی گواہی دے گا اور یہی اس کا پیمانہ ہے۔

[3] واضح رہے کہ یہ ان ہمسایوں کا حق ہے جو نہایت ہی منصف اور حق گو ہوں، اور غلبۂ دوستی ودشمنی سے بالاتر ہو جیسا کہ حدیث میں ہے اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ (زمین میں تم اللہ کے گواہ ہو)

۴۷۷۰/۴۳ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے ساتھ ان کے درجہ[1] کے مطابق سلوک کرو۔

(ابوداؤد)[2]

[1] یعنی اہل شرافت وبزرگی کو اہل ذلت کے برابر نہ رکھا جائے ہاں دونوں کے ساتھ اس طرح کی تعظیم کا سلوک کیا جائے

کہ وہ کسی کے لیے ایذاء کا سبب نہ ہو اور نہ ہی کسی کے مرتبہ سے کم ہو۔

۲ احیا العلوم میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰے عنہا کھانا کھا رہی تھیں۔ ایک فقیر ادھر سے گزرا آپ نے روٹی کا کچھ حصہ اس کی طرف روانہ کیا اس کے بعد ایک سوار گزرا آپ نے اسے پیغام بھجوایا کہ اگر حاجت ہے تو کھانا موجود ہے۔ حاضرین میں سے ایک نے اس تفاوت حال کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسالتماب صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگوں کی حسب مرتبہ قدر کرو وہ مسکین ایک حصہ روٹی سے خوش ہو گیا اگر اس سوار کے ساتھ بھی ہم اس جیسا سلوک کرتے تو شاید یہ اہانت محسوس کرتا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۴۷۷۱/۴۴ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ قُرَادٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ يَوْمًا فَجَعَلَ اَصْحَابُهٗ يَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِهٖ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحْمِلُكُمْ عَلٰى هٰذَا قَالُوْا حُبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّحِبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَوْ يُحِبَّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلْيَصْدُقْ حَدِيْثَهٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْيُؤَدِّ اَمَانَتَهٗ اِذَا اؤْتُمِنَ وَلْيُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهٗ.

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

تیسری فصل

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد[1] رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے وضو فرمایا صحابہ نے آپ کے بچے[2] ہوئے پانی سے تبرک کرتے ہوئے اپنے جسم پر ملنا شروع کیا۔ آپ نے فرمایا تمہیں اس عمل پر کس نے برانگیختہ کیا۔ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے آپ نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے یا اس کے ساتھ اللہ اور اس کا رسول محبت[3] کرے اسے چاہیے کہ وہ جب بات کرے سچ بولے۔ اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس کو ادا کرے اور اپنے پڑوسی کے ساتھ بہتر سلوک کرے[4]۔ (بیہقی)

---

[1] ابو قراد قاف پر پیش، جوار مخفف، یہ اہلِ حجاز میں سے ہیں اور صحابی ہیں۔

[2] کونسا پانی مراد ہے۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ وہ پانی مراد ہے جو برتن میں وضو کے بعد بچ جاتا تھا اور بعض اس سے وہ پانی مراد لیتے ہیں جو آپ کے اعضاء مبارکہ سے الگ ہوا۔

[3] یہ مقام پہلے سے بڑھ کر ہے۔ درحقیقت یہ دونوں ایک دوسرے کو مستلزم ہیں۔ ارشاد باری تعالٰے ہے يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

[4] اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا دعویٰ صرف ایسے امور سے ثابت نہیں ہوتا جن میں نہ تو محنت ہے اور نہ ہی نفس کے لیے مشقت ہے، جیسے وضو کے پانی کو جسم پر ملنا بلکہ اس کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ ان کے احکام کی پیروی کی جائے خصوصاً یہ امور سچ بولنا، ادائیگی امانت، پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کیونکہ لوگ اکثر طور پر ان سے غفلت

برتتے ہیں اسی لیے ان کا تذکرہ کیا گیا ہے واللہ تعالے اعلم۔

مولانا احمد مجد شیبانی رحمۃ اللہ تعالے علیہ ناگور میں بہت ہی متدین شخص تھے، میوات کے امراء میں سے ایک شخص جس نے اپنے بھائی کے حقوق کی ادائیگی نہیں کی تھی، درویش بن گیا اور مولانا کی خدمت میں رہنا شروع کر دیا اور اس کا کام تھا کہ آستانے کے لیے پانی لانا ایک دن آپ نے اسے دیکھا کہ وہ آپ کے پانی کا کوزہ سر پر اٹھا کر لا رہا ہے تو آپ نے فرمایا اے ابو احمد! اللہ تعالے اس طریقے سے تجھ سے راضی نہ ہوگا جب تک تیرا بھائی راضی نہ ہو، لہٰذا اس کا حق پہلے ادا کر اور اسے اپنے آپ سے راضی کر تاکہ اللہ تعالے تجھ سے راضی ہو۔

۴۷۷۲/۴۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِيْ يَشْبَعُ وَجَارُهٗ جَائِعٌ اِلٰى جَنْبِهٖ۔

(رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص مومن نہیں جو سیر ہو کر کھائے اور اس کے پہلو میں اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

(بیہقی، شعب الایمان)

۴۷۷۳/۴۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلٰوتِهَا وَصِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَيْرَ اَنَّهَا تُؤْذِيْ جِيْرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِيَ فِي النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ قِلَّةُ صِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصَلٰوتِهَا وَاِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاَقِطِ وَلَا تُؤْذِيْ بِلِسَانِهَا جِيْرَانَهَا قَالَ هِيَ فِي الْجَنَّةِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں خاتون کے نماز، روزے اور صدقہ کی کثرت کا خوب چرچا ۱؎ ہے مگر وہ اپنے پڑوسی کو اپنی زبان سے تکلیف دیتی تھی، فرمایا وہ دوزخی ۲؎ ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں خاتون کے روزے، نماز اور صدقے میں کمی ہے اس نے پنیر کے کچھ ٹکڑے ہی صدقہ کیے لیکن اپنے پڑوسی کو زبان سے تکلیف نہ دیتی تھی۔ فرمایا وہ ۳؎ جنتی ہے۔

(احمد، بیہقی، شعب الایمان)

۱؎ لوگ بیان کرتے ہیں۔

۲؎ ہمسائے کو تنگ کرنے کی وجہ سے وہ دوزخ میں چلی گئی اور اس کے نماز، روزے اور صدقہ افضل ترین عمل ہونے کے باوجود اس گناہ کا کفارہ نہ بن سکے۔

۳؎ یعنی پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک نے وہ کمی دور کر دی جو اس سے نماز، روزے میں ہوئی تھی۔

۴۷۷۴/۴۷ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلٰى نَاسٍ جُلُوْسٍ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِكُمْ مِنْ شَرِّكُمْ قَالَ فَسَكَتُوْا

انہی سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے کچھ بیٹھے ہوئے لوگوں کے سامنے ٹھہر کر فرمایا میں تمہیں اچھے برے کی خبر نہ دوں؟ لوگ خاموش

فَقَالَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَجُلٌ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنَا بِخَيْرِنَا مِنْ شَرِّنَا فَقَالَ خَيْرُكُمْ مَّنْ يُّرْجٰى خَيْرُهٗ وَيُؤْمَنُ شَرُّهٗ وَشَرُّكُمْ مَّنْ لَّا يُرْجٰى خَيْرُهٗ وَلَا يُؤْمَنُ شَرُّهٗ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

ہو گئے آپ نے تین مرتبہ یہی فرمایا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں اچھے اور برے کی نشاندہی فرمایئے۔ فرمایا تم میں اچھے وہ ہیں جن سے بھلائی کی امید ہو اور برائی کا خطرہ نہ ہو اور تم میں برے وہ ہیں جن سے بھلائی کی امید نہ ہو اور برائی کا خطرہ ہو۳۔

(بیہقی، شعب الایمان، ترمذی نے روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)۔

---

۱ نیکوں کو بروں سے ممتاز کرتے ہوئے تمہیں آگاہ کر دوں کہ تم میں سے سب سے زیادہ نیک کون ہیں؟

۲ اس خوف کے پیش نظر خاموش ہو گئے کہ شاید ہم میں سے ہر ایک کا تعین فرمانے لگیں حالانکہ یہ عمومی گفتگو تھی۔

۳ یعنی وہ شخص جس سے نیکی کی امید ہو اور اس کی برائی سے خطرہ ہو یا اس کی برائی سے بے خوفی ہے مگر اس سے نیکی کی امید نہیں تو ایسا شخص درمیان میں ہوگا نہ سب سے نیک اور نہ سب سے برا۔

۴۷۷۵/۴۸ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَسَمَ بَيْنَكُمْ اَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ اَرْزَاقَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِى الدُّنْيَا مَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ وَلَا يُعْطِى الدِّيْنَ اِلَّا مَنْ اَحَبَّ فَمَنْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ الدِّيْنَ فَقَدْ اَحَبَّهٗ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُسْلِمُ عَبْدٌ حَتّٰى يَسْلَمَ قَلْبُهٗ وَلِسَانُهٗ وَلَا يُؤْمِنُ حَتّٰى يَاْمَنَ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰے تمہارے اندر۱ اخلاق تقسیم فرما دیتے ہیں جیسے کہ اس نے تمہاری روزی۲ تقسیم کر دی ہے، اللہ تعالٰی نے دنیا اپنے پسندیدہ۳ اور ناپسندیدہ شخص دونوں کو دی مگر دین اس کو دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے پس جسے اللہ تعالٰے نے دین عطا فرمایا تو اس سے وہ۴ محبت کرتا ہے، قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان۵ ہے! بندہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوتا جب تک اس کے دل و زبان سلامت۶ نہ ہوں اور نہیں مومن ہو سکتا یہاں تک اس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ ہو۔ (احمد، بیہقی)

---

۱ اور تمام اعمال جن کا تعلق دین سے ہے۔

۲ جس کا تعلق دنیا سے ہے اس کے بعد اخلاق کی تفصیل بیان کی۔

۳ مومن ہو یا کافر، فرمانبردار ہو یا نافرمان۔

؎۴ یہ بطور تاکید جملہ کا اضافہ ہے۔

؎۵ اس معنی میں تاکید ہے کہ دین نیک اخلاق کا نام ہے۔

؎۶ یعنی جب تک اس کے دل و زبان مطیع نہ ہوں، دل کا اسلام یہ ہے کہ وہ عقائد باطلہ سے پاک ہو اور زبان کا اسلام یہ ہے کہ لایعنی باتوں سے رک جائے (کذا قال الطیبی) لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد تصدیق قلبی اور اقرار لسانی ہے بلکہ یہ ظاہر و باطن کے موافق ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ دل و زبان کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اسلام اور ایمان کا مدار ان پر بھی ہے۔

؎۷ یہ بھی اخلاق میں سے ہے، وجہ تخصیص یہ ہے کہ اس کے ساتھ معاملہ نہایت اعلیٰ ہوتا ہے۔ اور ایمان کا ذکر بطور کمالِ مبالغہ ہے۔ گویا حقیقتِ ایمان، تصدیق قلبی ہونے کے باوجود اس عمل پر موقوف ہے اور جب ایمان کا معنی تکذیب سے بے خوف ہونا ہے اور اس کا ذکر ہمسائیگی کی بے خوفی کے ساتھ نہایت مناسب ہے۔

۴۷۷۶/۴۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ مَأْلَفٌ وَّلَا خَيْرَ فِيْمَنْ لَّا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مومن محبت کرنے والا ہوتا ہے؎۱ اس میں بھلائی نہیں جو الفت نہیں کرتا اور نہ الفت کیا جاتا ہے؎۲۔ (احمد، بیہقی، شعب الایمان)

؎۱ مومن الفت کا محل و مرکز ہوتا ہے کیونکہ اسلام اور دین کا مدار الفت پر ہے۔ اللہ تعالےٰ نے مومنوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا کی ہے۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ وَكُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ (تم آپس میں دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دی) اور اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس بات کا احسان بیان فرمایا هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ (اس ذات نے اپنی مدد سے آپ کو قوت دی اور مومنوں کے ذریعے اور ان کے دلوں میں محبت پیدا کر دی۔

؎۲ یعنی دیگر مسلمان اسے دوست نہ رکھیں، جب ایمان الفت و محبت کا مدار ہے تو اس لیے مومن ہی محبت کرنے والا اور محبوب ہوگا۔

۴۷۷۷/۵۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَضٰى لِاَحَدٍ مِّنْ اُمَّتِيْ حَاجَةً يُّرِيْدُ اَنْ يَّسُرَّهٗ بِهَا فَقَدْ سَرَّنِيْ وَمَنْ سَرَّنِيْ فَقَدْ سَرَّ اللّٰهَ وَمَنْ سَرَّ اللّٰهَ اَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے امتی کو خوش کرنے کے لیے اس کی حاجت پوری؎۱ کرتا ہے اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ تعالےٰ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا اسے وہ جنت میں داخل فرمائے گا۔

(بیہقی)

[1] صراح میں لفظ قضا کا معنی کسی کی حاجت پوری کرنے کے لیے مشغول ہونے کے ہیں۔

۴۷۷۸/۵۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَغَاثَ مَلْهُوْفًا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ ثَلٰثًا وَّسَبْعِيْنَ مَغْفِرَةً وَّاحِدَةٌ فِيْهَا صَلَاحُ اَمْرِهٖ كُلِّهٖ وَثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ لَهٗ دَرَجَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

انہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی پریشان حال کی مدد کرے اس کے لیے اللہ تعالےٰ تہتر بخششیں لکھ دیتا ہے ان میں سے ایک اس کے تمام معاملات[1] کی درستگی ہے اور باقی بہتر (۷۲) قیامت کے دن اس کے درجات[2] ہیں۔ (بیہقی)

[1] دنیا و آخرت کے تمام معاملات۔

[2] زیادتی درجات کا سبب ہوں گے۔

۴۷۷۹/۵۲ وَعَنْهُ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

اور انہی سے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا مخلوق اللہ کا خاندان[1] ہے، اللہ تعالےٰ کو سب سے زیادہ وہ محبوب ہے جو اس کے خاندان کے ساتھ خوب حُسنِ سلوک کرے۔

(بیہقی، شعب الایمان)

[1] تمام مخلوق اللہ تعالےٰ کے خاندان کے حکم میں ہے کیونکہ ان تمام کا نان و نفقہ اللہ تعالےٰ کے ذمے ہے۔

۴۷۸۰/۵۳ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ خَصْمَيْنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ جَارَانِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز سب سے پہلے مقدمہ دو پڑوسیوں کا پیش ہوگا[1]۔

(احمد)

[1] یہاں ایک اشکال ہے کہ دیگر احادیث میں ہے کہ سب سے پہلے نماز کے بارے سوال ہوگا۔ بعض میں ہے کہ سب سے پہلے قتل و خون کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اس کا جواب امام سیوطی ؒ نے الزجاجہ، علی ابن ماجہ میں یہ دیا ہے کہ ان میں سے پہلی حدیث حقوق اللہ کے بارے میں ہے اور دوسرے ارشادات حقوق العباد سے متعلق ہیں۔

۴۷۸۱/۵۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا شَكٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْوَةَ قَلْبِهٖ قَالَ اِمْسَحْ رَاْسَ الْيَتِيْمِ وَاَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص نے شکایت کی کہ میرا دل سخت[1] ہے۔ آپ نے فرمایا کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر اور کسی مسکین کو کھانا کھلا۔

(احمد)

۱ اس کا علاج کیا ہے؟

۲ مخلوق خدا پر نرمی کر اس سے دل کی سختی ختم ہو جائے گی چونکہ ہر بیماری کا علاج اس کی ضد سے ہوتا ہے مثلاً تکبر کا علاج تواضع، بخل کا علاج سخاوت ہے اسی طرح دل کی سختی کا علاج نرمی اور مہربانی کو قرار دیا۔ یتیم و مسکین کی تخصیص کی حکمت اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے۔ اِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ مَسْبَغَةٍ يَتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (اسلام میں قحط کے دنوں میں کھانا پیش کرنا ہے کسی یتیم کو خواہ قریبی ہو یا مسکین تھڑا ہوا ہو) اسی کو قرآن نے بلند گھاٹی عبور کرنا قرار دیا ہے کیونکہ اس میں مشقت و ریاضت ہے اور جو شخص واقعۃً اس ریاضت و مجاہدہ سے گزر کر اس کی گھاٹی کو پاتا ہے اس میں ضرور نرمی دل پیدا ہو گی جو وجہ سخاوت بنے گی۔

۴۷۸۲/۵۵ وَعَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ ابْنَتُكَ مَرْدُوْدَةٌ اِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کیا میں تمہیں بہترین صدقہ سے آگاہ نہ کروں؟ تمہارا اپنی اس بیٹی پر خرچ کرنا جو تمہاری طرف[۱] لوٹا دی گئی اور تمہارے سوا اس کا کوئی کمانے والا[۲] نہیں۔ (ابن ماجہ)

۱ اسے طلاق ہو گئی اور واپس تمہارے پاس آ گئی۔

۲ اس کا کوئی بیٹا کمانے والا یا کوئی اور اس کا بوجھ اٹھانے والا نہیں۔

بَابُ الْحُبِّ فِي اللّٰهِ وَمِنَ اللّٰهِ

۳۲۲- اللہ کی خاطر محبت اور محبت الٰہی کا بیان

بعض نسخوں میں عنوان یہی ہے لیکن بعض میں اَلْبُغْضُ لِلّٰہِ کے الفاظ ہیں۔ حب فی اللہ کا معنیٰ، اللہ کی خاطر اور اس کی رضا کے لیے محبت جو ریا اور غرض سے پاک ہو۔ فی کا لفظ بیان علت کے معنیٰ میں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا (وہ لوگ جنہوں نے ہماری ذات اور ہماری طلب کے لیے مجاہدہ کیا) اسی طرح کہا جاتا ہے۔ اَلتَّفَكُّرُ فِيْ مَعْرِفَةِ اللّٰهِ وَاجِبٌ (یعنی معرفت باری تعالیٰ کے لیے تفکر ضروری ہے) اور من اللہ کا معنیٰ بھی برائے رضائے الٰہی ہی ہے کیونکہ لفظ مِنْ بھی علت کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔ قرآن میں ہے۔ تَرٰى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ (آپ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری دیکھیں)

بعض شارحین نے کہا کہ فی اللہ میں مبالغہ ہے کیونکہ اس میں ذات باری تعالیٰ کو محبت کے لیے مظروف بنایا گیا

اس صورت میں دونوں عبارات کا معنیٰ ایک ہی ہے۔ لیکن بعض دیگر شارحین کی رائے یہ ہے کہ حب فی اللہ کا معنیٰ بندہ کا اللہ سے محبت اور حب من اللہ سے مراد خدا کا بندے سے محبت کرنا ہے اور یہ معنیٰ لفظ من اللہ سے واضح ہے لیکن اس معنی پر احادیثِ باب کم ہیں۔ البتہ فصل اول کی دوسری حدیث اس پر دال ہے۔ دوسرے نسخہ میں الحب فی اللہ کے بعد البغض للہ کے الفاظ یا تو اضافہ ہے کیونکہ دوسرے نسخوں میں موجود نہیں۔ حالانکہ اس موضوع پر احادیثِ باب کثرت کے ساتھ دال ہیں۔ ظاہر یہی ہے کہ اس کے ترک کی وجہ یہ ہے کہ الحب فی اللہ سے بطور مقابلہ از خود واضح ہو جاتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۴۷۸۳ [۱] عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ ارواح[۱] مخلوط لشکر ہیں جو آپس میں جان پہچان رکھتی ہیں وہ محبت[۲] کرتی ہیں اور جو اجنبی رہ چکی ہیں وہ الگ رہتی ہیں[۳]۔ (بخاری ومسلم نے اسے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا۔

۱ ابدان سے متعلق ہونے سے پہلے ایک جگہ جمع ہیں پھر ان کو جدا جدا کر کے ابدان میں بھیجا گیا ہے۔

۲ جن کی پہلے آپس میں شناسائی تھی۔ ابدان میں آنے کے بعد بھی وہ قائم رہی ——— جیسے کوئی شخص اپنے غمخوار اور محبوب کو گم کردے اور پھر پالے۔

۳ یہ الفت و اجنبیت الہام الٰہی کی وجہ سے ہوتی ہے انہیں آپس میں یاد نہیں ہوتا کہ وہاں آشنائی تھی یا نہ تھی یہی وجہ ہے کہ نیک، نیکوں کے ساتھ اور بد، بدوں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اگر کسی جگہ بعض اسباب وعوارض کی وجہ سے اس کے خلاف ہو تو وہ کبھی کبھار ہوگا۔ آخر کار وہ اپنے اصل کی طرف ہی لوٹ کر چلا جائے گا۔

۴ اگرچہ بخاری ومسلم دونوں نے اسے روایت کیا ہے مگر چونکہ ایک صحابی سے نہیں۔ امام بخاری نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کی ہے۔ لہٰذا اسے متفق علیہ نہیں کہا۔ متفق علیہ ہونے کے لیے دونوں کا ایک صحابی سے روایت کرنا ضروری ہے، جیسا کہ مقدمہ میں واضح ہو چکا ہے، اس حدیث نے واضح کر دیا کہ ارواح اعراض نہیں۔ وہ ایسی مخلوق ہیں جو اجسام سے پہلے پیدا ہوئی ہیں لیکن اس سے ان ارواح کا قدیم ہونا لازم نہیں آتا۔ حدیث میں تصریح ہے کہ ارواح کی تخلیق اجسام سے دو ہزار سال پہلے ہوئی تھی۔ البتہ یہ کہنا باطل ہے کہ روح کی تخلیق بدن کی تخلیق و اتمام کے بعد ہوئی ہے۔ باقی یہ کہنا کہ اجسام سے قبل ارواح کی تخلیق علم الٰہی میں تھی (عملاً نہ تھی)، تو یہ تاویل حدیثِ صریح کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۷۸۴ [۲] وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالٰے

دَعَا جِبْرَئِیْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ قَالَ فَیُحِبُّہٗ جِبْرَئِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَآءِ فَیَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْہُ فَیُحِبُّہٗ اَھْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِیْلَ فَیَقُوْلُ اِنِّیْ اُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضْہُ قَالَ فَیُبْغِضُہٗ جِبْرَئِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِیْ اَھْلِ السَّمَآءِ اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْہُ قَالَ فَیُبْغِضُوْنَہٗ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْبَغْضَآءُ فِی الْاَرْضِ

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

اپنے کسی بندے[1] سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں نے فلاں سے محبت کی تو بھی اس سے محبت کر پھر جبریل اس[2] سے محبت کرتا پھر وہ آسمان پر آواز[3] دیتا ہے کہ فلاں اللہ کا محبوب ہے تم بھی اس سے محبت کرو لہٰذا تمام اہل آسمان اس سے محبت کرتے ہیں، پھر اس کے لیے زمین میں قبولیت[4] رکھ دی جاتی ہے۔ جب اللہ کسی بندے کو ناپسند[5] فرماتا ہے تو جبریل کو فرماتا ہے کہ مجھے فلاں بندہ ناپسند ہے تو بھی اسے ناپسند رکھ جبریل[6] بھی اسے ناپسند سمجھتا ہے پھر تمام آسمان والوں کو آواز دیتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو فلاں بندہ ناپسند ہے تو تم بھی اسے ناپسند سمجھو پس وہ اسے ناپسند سمجھتے ہیں پھر زمین میں اس کے لیے بغض و نفرت[7] رکھ دی جاتی ہے۔ (مسلم[8])

---

[1] بندے سے راضی ہو جائے اور اسے ہدایت، خیر کی توفیق دیتے ہوئے اس پر رحمت خاصہ کے ساتھ متوجہ ہو۔

[2] اس کی تعریف کرتے ہیں، اس کے لیے دعا و استغفار اور اس کی ملاقات چاہتے ہیں۔

[3] تاکہ تمام فرشتے سن لیں۔

[4] پھر جن و انس کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دی جاتی ہے۔

[5] جب اللہ تعالےٰ ناراض ہو جاتا ہے اور اس کی ذلت و ویرانی کا ارادہ فرماتا ہے۔

[6] جبریل اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

[7] لوگوں کے دلوں میں اس کے خلاف نفرت پیدا کر دی جاتی ہے۔

[8] یہ روایت بخاری میں بھی ہے شاید ــــــ ماتن اس سے آگاہ نہ ہو سکے۔

۴۷۸۵/۳ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ اَلْیَوْمَ اُظِلُّھُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ قیامت کے دن فرمائے گا میری عظمت کی خاطر کون آپس میں محبت کرتے رہے آج میں انہیں اپنے سایہ[1] میں جگہ دیتا ہوں جبکہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔ (مسلم)

---

[1] باری تعالےٰ کے سایہ سے مراد یا تو عرش کا سایہ ہے جیسا کہ بعض احادیث میں اس کی تصریح ہے اور اللہ تعالےٰ کی طرف اس کی اضافت بطور عظمت و شرافت ہے یا اس سے مراد ستر پوشی اور رحمت ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے اَلسُّلْطَانُ

ظِلُّ اللہِ یا اس سے مراد آرام و نعمت ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے عیش ظلیل خوشگوار زندگی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

۴۷۸۶ ۳ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَّهٗ فِيْ قَرْيَةٍ اُخْرٰى فَاَرْصَدَ اللهُ لَهٗ عَلٰى مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا قَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ قَالَ اُرِيْدُ اَخًا لِّيْ فِيْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِّعْمَةٍ تَرُبُّهَا قَالَ لَا غَيْرَ اَنِّيْ اَحْبَبْتُهٗ فِي اللهِ قَالَ فَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْكَ بِاَنَّ اللهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انہی سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ایک شخص اپنے بھائی کے ساتھ ملاقات کے لیے دوسری بستی میں گیا اللہ تعالےٰ نے اس کی راہ[1] میں ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو پوچھتا ہے تیرا کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ بتاتا ہے کہ اس بستی میں اپنے ایک بھائی سے ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتہ کہتا ہے تیرا کوئی اس پر احسان[2] ہے جس کو تو حاصل کرنا چاہتا ہے؟ وہ آدمی کہتا ہے ہرگز نہیں میں تو صرف اللہ کی خاطر اس سے محبت کرتا ہوں فرشتہ کہتا ہے کہ میں تیری طرف پیغام لانے والا ہوں کہ اللہ تجھ سے محبت کرتا ہے جیسے تو نے اس کی خاطر محبت کی۔ (مسلم)

[1] مدرجہ۔ میم پر زبر۔ جیم اور اس کا معنیٰ راستہ ہے۔

[2] یعنی کچھ تو نے اسے دے رکھا ہے جس کے حصول کے لیے جا رہا ہے۔ بعض شارحین نے یہ معنیٰ کیا ہے جو نعمت تو نے دی ہے اس کی اصلاح وغیرہ کے لیے جا رہا ہے لیکن پہلا معنیٰ یہاں زیادہ مناسب ہے کیونکہ اکثر طور پر انسان دی ہوئی چیز کے حصول کے لیے جاتا ہے اور دوسرا معنیٰ تربیت کے پیش نظر مناسب ہے کیونکہ تربیت کا لفظ بمعنیٰ تملیک بھی آتا ہے۔

۴۷۸۷ ۵ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَّلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا فرمان ہے جو کسی سے محبت کرتا ہے مگر اس سے[1] ملا نہیں، فرمایا آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت[2] کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

[1] ان کی محبت نہیں پائی یا ان جیسے عمل نہیں کیے۔

[2] دوستی و محبت کا اعتبار ہوگا خواہ ملاقات ہوگی یا نہ اور اس طرح کے عمل بھی نہیں۔ البتہ محبت کاملہ کا تقاضا یہی ہے کہ محبوب کی کامل اتباع کی جائے لیکن اصل معیت کا سبب محبت ہی ہے۔ یہ ان لوگوں کے لیے خوشخبری ہے جو صالحین علماء متقین، اور اولیاء کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ امید ہے کہ یہ ان کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالےٰ۔

٤٧٨٨/٦ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَيْلَكَ وَمَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا إِلَّا أَنِّيْ أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَمَا رَأَيْتُ الْمُسْلِمِيْنَ فَرِحُوْا بِشَيْءٍ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحَهُمْ بِهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا افسوس تجھ پر[1]، تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے[2]؟ عرض کیا میں نے سوائے اس کے کوئی تیاری نہیں کی کہ میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت رکھتا ہوں فرمایا تو اس کے ساتھ ہوگا[3] جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں اسلام لانے کے بعد میں نے مسلمانوں کو کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا جتنا وہ اس خوشخبری پر ہوئے[4] (بخاری و مسلم)

[1] یہ کیوں پوچھتا ہے کہ قیامت کب آئیگی بلکہ اس کے لیے تیاری کر رکھ وہ کسی وقت بھی آ سکتی ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ آپ نے اس سوال کو پسند نہ فرمایا کیونکہ ممکن تھا اس نے قیامت کو بعید تصور کرتے ہوئے سوال کیا یا خوف و اعتقاد کی وجہ سے۔

[2] جب آپ نے اس کے یہ کلمات سنیں تو محسوس فرمایا کہ اس نے خوف و اعتقاد کے پیش نظر سوال کیا تھا۔

[3] جب اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے تو تجھے اللہ تعالےٰ کے جوار رحمت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب میں جگہ نصیب ہوگی۔ اگرچہ یہ مقام بلند ہے اور یہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا لیکن نور محبت و اتباع ہی اس کے حصول کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

[4] اسلام لاتے کی بہت بڑی خوشی تھی۔ اس کے بعد جب یہ سنا کہ ہمیں قیامت کو اللہ اور اس کے رسول کی معیت نصیب ہوگی تو اس پر نہایت ہی خوشی حاصل ہوئی اور یہ بھی دراصل اسلام ہی کی خوشی ہے کیونکہ یہ اسلام ہی کا صدقہ اور ثمرہ ہے۔

٤٧٨٩/٧ وَعَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُّحْذِيَكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيْرِ إِمَّا أَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اچھے اور برے ساتھی کی مثال کستوری والے اور بھٹی[1] والے کی طرح ہے خوشبو والا یا تو دے دے گا یا تم اس سے خرید[2] لوگے یا اس سے اچھی خوشبو کا جھونکا پاؤگے اور بھٹی جلانے والا یا تمہارے کپڑے جلا دے[3] گا یا اس سے تم بدبو پاؤگے۔ (بخاری و مسلم)

[1] کیر، کاف کے نیچے زیر، یا ساکن لوہار کی مشک جس کے ساتھ بھٹی کو ہوا دیتے ہیں۔ اس کی جمع اَکیار، یا کے ساتھ ہے اور کور واؤ کے ساتھ لوہار کے اس آلہ کو کہتے ہیں جو مٹی سے بنتا ہے اس کی جمع اَکوار، اور کیر ان دونوں

طرح آتی ہے۔ بنایہ میں ہے کیرای آلہ کا نام ہے جو مٹی سے بناتے ہیں ان دونوں میں فرق بعض کے نزدیک ہے۔

[2] اور اعطیہ جو غنیمت سے کسی کو ملے۔

[3] جیسے کہ صحبت میں خدمت کی جاتی ہے جس کی وجہ سے فیض نصیب ہوتا ہے۔

[4] اگر مشک نہ پائی تو اس کی خوشبو تو پالو گے یعنی اگر فیض نہ بھی ملا تو اتنا کافی ہے کہ چند لمحات ایک صالح کی صحبت میں میسر آگئے۔

[5] اسی طرح بُرا دوست نقصان پہنچائے گا یا وقت و صلاحیت ضائع کرے گا اور لباس تقویٰ کو جلا کر راکھ کر دے گا اور اگر یہ نہ ہوا تو بے ذوقی اور بدحالی ضرور مسلط ہو جائے گی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

٤٧٩٠ ٨ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَبَتْ مُحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُّوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَآءُ ۔

حضرت معاذ بن جبل[1] رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ... ان لوگوں سے یقیناً محبت کرتا ہوں جو میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے ہیں، میری وجہ سے آپس میں بیٹھتے[2] اور ملاقات[3] کرتے ہیں، میری وجہ سے خرچ[4] کرتے ہیں۔

موطا، ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ میری عظمت کی خاطر آپس میں محبت کریں گے ان کے لیے نور کے منبر[5] بچھائیں جائیں گے، ان پر انبیاء اور شہداء[6] رشک کریں گے۔

---

[1] یہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔

[2] میرے ذکر و ثنا کے لیے۔

[3] میری رضا کے لیے۔

[4] ان کا مقصود ریاکاری نہیں بلکہ میری رضا ہوتی ہے۔

[5] قیامت کے دن۔

[6] یہاں یہ اشکال ہے کہ انبیاء تمام لوگوں سے افضل ہوتے ہیں اور اسی طرح شہداء بھی اپنی جان و مال اللہ کی راہ میں خرچ کی ہوتی ہے۔ اس عظمت و فضیلت کے باوجود وہ اتنے آسان عمل کرنے والے پر کیسے رشک کریں گے؛ کیونکہ رشک مفضول، فاضل پر کرتا ہے اور یہاں معاملہ برعکس ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں رشک سے مراد اس کا حقیقی معنی

نہیں بلکہ ان کی تعریف و ثنا مراد ہے۔ یعنی انبیاء و شہداء ایسے لوگوں کی تعریف کریں گے نہ کہ ان کے مقام کے حصول کی تمنا و آرزو کریں گے۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ بطور فرض و تقدیر ہے کہ اگر انبیاء و شہداء کسی پر رشک کرتے تو ان پر کرتے اور اس کا مشہور جواب یہ ہے کہ بعض اوقات مفضول میں ایسی صفت ہوتی ہے جو فاضل میں نہیں ہوتی مگر صاحب فضیلت کے فضائل و کمالات کے مقابل مفضول کی فضیلت کالعدم ہوتی ہے، جیسا کہ ایک غلام بے شمار صفات اور ہنر رکھتا ہے اور ایک غلام بچہ عقل و خرد کا مالک ہے تو وہ غلام، فضائل و کمالات اور اللہ تعالٰی کے پسندیدہ افعال کے شوق کی بنا پر چاہتا ہے کہ جو خوبی اس بچے کو حاصل ہے مجھے بھی حاصل ہو۔ یا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام محبت الٰہی کی وجہ سے دوسروں سے محبت کرنے میں کامل و اتم ہیں بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ حالت میدان محشر میں، جنت میں داخل ہونے وہاں انعامات اور قرب الٰہی کے درجات پانے سے پہلے ہوگی اور آئندہ حدیث میں آرہا ہے کہ ان کی سنت یہ ہے کہ انہیں کوئی خوف، غم اور تشویش لاحق نہ ہوگی اور وہ بالکل فارغ البال ہوں گے اور دوسرے لوگ اپنے معاملات میں پریشان ہوں گے اور انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امت کے معاملات میں متردد ہوں گے۔ واضح رہے کہ یہ اشکال انبیاء کے بارے میں مشکل ہے لیکن شہداء کے بارے میں اس طرح نہیں، کیونکہ قتیل محبت الٰہی کا درجہ شہید سے کم بھی ہوسکتا ہے اور زیادہ بھی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

۴۷۹۱/۹ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَاُنَاسًا مَّا هُمْ بِاَنْبِيَآءَ وَلَا شُهَدَآءَ يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ وَالشُّهَدَآءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِمَكَانِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰهِ عَلٰى غَيْرِ اَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا اَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللّٰهِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ لَنُوْرٌ وَّاِنَّهُمْ لَعَلٰى نُوْرٍ لَا يَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَءَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ مَعَ زَوَائِدَ وَكَذَا فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی کے کچھ بندے ایسے ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید لیکن ان کے قرب الٰہی کی وجہ سے ان پر انبیاء و شہداء رشک کریں گے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں ان لوگوں کے بارے میں آگاہ فرمائیے۔ فرمایا وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے قرآن[1] کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں حالانکہ ان میں قرابت داری ہے اور نہ مالی لین دین۔ خدا کی قسم! ان کے چہرے سراپا[2] نور ہوں گے اور وہ نور پر[3] ہوں گے۔ جب لوگ ڈریں گے انہیں کوئی خوف نہ ہوگا جب لوگ غمگین ہوں گے انہیں کوئی غم نہ ہوگا اور پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت کی "اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ" سنو! یقیناً! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔

(ابوداؤد اور اسے شرح السنہ میں ابومالک سے

الفاظ مصابیح کے ساتھ مزید الفاظ ذکر کیے ہیں اور اسی طرح شعب الایمان میں ہے)

۱ روح، را پر پیش ہے، وہ چیز جس کے ساتھ جسم زندہ ہے یہاں اس سے مراد قرآن ہے۔ ارشاد ہے۔ "وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا" (اور اسی طرح ہم نے آپ پر وحی فرمائی اپنے امر کی) جس طرح بدن کی زندگی روح ہے اسی طرح دلوں کی زندگی قرآن سے ہے۔ قاموس میں ہے کہ روح کے معانی میں سے ایک قرآن ہے یعنی ان میں قرآن یا اس کے معنی یعنی دین اسلام کی وجہ سے محبت کرتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ آپس میں ایسی محبت کرتے ہیں جس کی تعلیم قرآن نے دی ہے۔ بعض نے روح سے مراد وحی لیا ہے کیونکہ وہ بھی روح کا ایک معنیٰ ہے۔ بعض نے روح اللہ سے مراد محبت لی ہے کیونکہ محبت بھی دلوں کی تازگی اور شادابی کا ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محبوب کو کہا جاتا ہے "أَنْتَ رُوحِي"۔ بعض نسخوں میں لفظ روح را پر زبر کے ساتھ ہے۔ اس کا معنی رحمت کے ہیں فروح و ریحان کا معنی رحمت و رزق ہے (کذا فی الصحاح) اور تمام معانی کا مآل ایک ہی ہے کہ وہ آپس میں اللہ کی خاطر محبت کرتے ہیں۔

۲ منور بلکہ عین نور ہوں گے یہ مبالغہ ہے۔

۳ وہ نور کے منبروں پر ہوں گے جیسا کہ سابقہ حدیث میں تھا یا یہ مراد ہے کہ وہ نور پر متمکن ہوں گے اس سے متصور ان کی عظمت، جلالت اور رفعتِ شان و مکان ہے۔

۴۷۹۲/۱۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِيْ ذَرٍّ يَا أَبَا ذَرٍّ أَيُّ عُرَى الْإِيْمَانِ أَوْثَقُ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ الْمُوَالَاةُ فِي اللّٰهِ وَالْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ.

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ابوذر سے فرمایا اے ابوذر! ایمان کی کونسی گرہ[1] زیادہ مستحکم[2] ہے عرض کیا اللہ اور[3] اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اللہ ہی کیلیے دوستی کرنا اللہ کے لیے محبت کرنا اور اللہ ہی کے لیے عداوت کرنا۔ (بیہقی، شعب الایمان)

۱ عروہ، عین پر پیش، را ساکن، جس کے ساتھ تمسک کیا جائے اور پنجہ مارا جائے، عروۂ احمال اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ساری پر سامان باندھا جائے۔ کوزے کے دستے کو بھی عُروہ کہا جاتا ہے۔ ارکانِ دین اور صفات کو بھی عروہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے ساتھ تمسک ہوتا ہے۔

۲ ایمان کی کونسی صفت زیادہ مستحکم و مضبوط ہے جس کے ساتھ نجات آخرت اور ثواب میں تمسک کیا جائے۔

۳ صحابہ کا یہ تکیہ کلام تھا کہ جب بھی آپ ان سے کوئی بات پوچھتے تو وہ ادبًا اور التجاءً یہ کہتے کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

۴۷۹۳/۱۱ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا عَادَ الْمُسْلِمُ أَخَاهُ أَوْزَارَهُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ ۰ وَ تَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی عیادت یا ملاقات کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں تو اچھا[1] ہے تیرا چلنا اچھا ہے اور تو نے جنت میں اپنا گھر بنا لیا[3]

(ترمذی نے اسے روایت کرکے کہا کہ یہ غریب حدیث ہے)

[1] دنیا و آخرت میں۔

[2] تو نے ہر قدم پر ثواب حاصل کیا۔

[3] ان تینوں میں احتمال دعا بھی ہے۔ یعنی تیری زندگی بہتر ہو۔ تیرا چلنا ہمیشہ بہتر ہو اور تجھے جنت میں مقام نصیب ہو۔

۴۷۹۴/۱۲ وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْ كَرِبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهٗ يُحِبُّهٗ۔

(رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی شخص اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے بتا دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی)

[1] یہ صحابی ہیں، حمص میں مقیم ہوئے، اہلِ شام میں سے شمار ہوتے ہیں۔

[2] یہ چیز زیادتی محبت کا سبب ہوگی کیونکہ جب اسے علم ہوگا تو حقوقِ محبت ادا کرتے ہوئے دعا و خلوص کا اظہار کرے گا۔

۴۷۹۵/۱۳ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ نَاسٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ عِنْدَهٗ إِنِّيْ لَأُحِبُّ هٰذَا لِلّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمْتَهٗ قَالَ لَا قَالَ قُمْ إِلَيْهِ فَأَعْلِمْهُ فَقَامَ إِلَيْهِ فَأَعْلَمَهٗ فَقَالَ أَحَبَّكَ الَّذِيْ أَحْبَبْتَنِيْ لَهٗ قَالَ ثُمَّ رَجَعَ فَسَأَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهٗ بِمَا قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكَ

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس سے گزرا آپ کے پاس جو لوگ کھڑے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اس سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں آپ نے پوچھا کہ تو نے اس کو بتا دیا ہے عرض کیا نہیں فرمایا اس کے پاس جاکر اسے بتاؤ چنانچہ وہ گیا اور اسے خبر دی وہ بولا کہ مجھ سے تو[1] وہ ذات محبت کرے جس کی خاطر تو نے مجھ سے محبت کی جب اس نے واپس لوٹ کر آپ سے وہ عرض کیا جو اس نے کہا تھا تو آپ نے فرمایا تجھے اس کی سنگت نصیب

مَا احْتَسَبْتَ ۔
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ)
وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ وَلَهٗ مَا اكْتَسَبَ ۔

ہو گی جس سے تجھے محبت ہے اور تیرے لیے وہ جو تم نے اجر طلب کیا۔ (بیہقی، شعب الایمان، ترمذی میں ہے کہ آدمی اس کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے اور اس کے لیے وہی ہے جو اس نے کمایا۔

[1] جب ایک آدمی دوسرے سے کہے کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں تو اس کا جواب یہ دیا جائے کہ اللہ تجھ سے محبت کرے۔

[2] تو نے اس کے ساتھ اللہ کی خاطر محبت کی اس کا اجر تجھے ملے گا اور ہر عمل میں یہی معاملہ ہوتا ہے، احتساب کا معنٰی اللہ تعالٰی سے ثواب و اجر کا ارادہ کرنا ہے، حِسْبہ حا کے نیچے زیر، سین ساکن یہ اسم ہے۔ اصل میں یہ لفظ حساب ہے جس کا معنٰی شمار کرنا ہے گویا انسان وہ عمل نیت ثواب سے شمار کرتا ہے۔

۴۷۹۶/۱۴ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا[1] وَلَا يَاْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ[2]۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا مومن کے سوا کسی سے دوستی نہ لگاؤ[1] اور تیرا کھانا پرہیزگار کے[2] علاوہ کوئی نہ کھائے۔

(ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

[1] یعنی مسلمان سے دوستی رکھو کافر سے نہیں یا مسلمان صالح سے دوستی رکھو۔ فاسق سے نہیں۔ بعد کا حصۂ حدیث اسی پر قرینہ ہے۔

[2] تیرا طعام حلال ہونا چاہیے تاکہ متقی لوگ اسے کھائیں اور تجھے چاہیے کہ اپنا کھانا متقین کو کھلائے۔

[3] کفار و فاسقین کے ساتھ کھانے اور مصاحبت سے اس لیے منع کیا تاکہ ان کی بری صفات انسان پیدا نہ ہوں اور شارحین نے بیان کیا ہے کہ اس طعام سے مراد طعام دعوت ہے۔ طعام حاجت نہیں، کیونکہ اللہ تعالٰی ہر یتیم، مسکین، اور اسیر کو کھانا کھلانے کو پسند فرماتا ہے اور مسلمانوں کے ہاں اسیر کافر ہوتے تھے لہٰذا کافر کو حاجت کے لیے دینے میں کوئی حرج نہیں۔

۴۷۹۷/۱۵ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَقَالَ النَّوَوِيُّ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا انسان اپنے دوست[1] کے دین و طریقے پر ہوتا ہے تو ہر ایک غور کرے کہ وہ کس سے محبت کرتا ہے۔ (مسند احمد، ابوداؤد، بیہقی شعب الایمان۔ ترمذی کے نزدیک یہ حدیث حسن غریب ہے اور امام نووی کہتے ہیں کہ اس کی سند صحیح[2] ہے۔

۱؎ جو کسی کو دوست رکھتا ہے وہ اس کے مذہب اور سیرت پر ہوتا ہے۔

۲؎ اس طویل گفتگو کا مقصد ان لوگوں پر رد ہے جنہوں نے اس حدیث کو موضوع کہا مثلاً حافظ سراج الدین قزوینی نے صاحب مصابیح پر گرفت کرتے ہوئے کہا کہ یہ روایت موضوع ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کا رد کرتے ہوئے کہا کہ ترمذی نے اسے حسن اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے (کذا قال السیوطی)

۴۷۹۸/۱۶ وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ نُعَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اٰخَى الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسْأَلْهُ عَنِ اسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِيْهِ وَمِمَّنْ هُوَ فَاِنَّهٗ اَوْصَلُ لِلْمَوَدَّةِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت یزید بن نعامہ۱؎ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص کسی سے بھائی چارہ کرے تو اس سے اس کا نام والد کا اور اس کے قبیلہ کا نام پوچھ لے کیونکہ یہ دوستی کو مضبوط کرنے والی چیزیں ہیں۔ (ترمذی)

۱؎ نعامہ۔ نون پر زبر۔ یہ صحابی ہیں۔ غزوۂ حنین کے موقعہ پر کفار کے ساتھ تھے، اس کے بعد اسلام لائے، امام ترمذی کہتے ہیں کہ ان کا سماع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معلوم نہیں۔ صاحب جامع الاصول نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ یہ صحابی نہیں تابعی ہیں۔ ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۴۷۹۹/۱۷ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ قَائِلٌ اَلصَّلٰوةُ وَالزَّكٰوةُ وَقَالَ قَائِلٌ اَلْجِهَادُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوٰى اَبُوْدَاؤدَ الْفَصْلَ الْاَخِيْرَ)

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم جانتے ہو اللہ تعالےٰ کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے۔ کسی نے نماز و زکوٰۃ کا ذکر کیا اور کسی نے جہاد کا آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ کو سب سے پیارا عمل اللہ کی خاطر محبت اور اس کی خاطر عداوت رکھنا ہے۱؎۔

(مسند احمد، ابوداؤد نے اس کا آخری حصہ روایت۲؎ کیا ہے۔)

۱؎ یہاں ایک اشکال ہے کہ یہ عمل نماز، زکوٰۃ اور جہاد سے افضل کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ وہ تمام اعمال سے مطلقاً افضل ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا کی خاطر انبیاء و اولیاء کے ساتھ محبت رکھتا ہوگا وہ یقیناً ان کی اتباع و اطاعت کرے گا اور جو اللہ کی رضا کی خاطر دشمنانِ دین کے ساتھ دشمنی رکھتا ہوگا وہ دین کی مخالف قوتوں کے خلاف ضرور جہاد کرے گا لہٰذا اس عمل میں نماز، زکوٰۃ وغیرہ تمام آجاتے ہیں، گویا آپ نے فرمایا کہ اعمال و طاعات کی اصل اللہ کی محبت یا اس کی ناراضگی ہے۔ بعض شارحین نے کہا احب ہونے سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ اگرچہ نماز و زکوٰۃ اور جہاد افضل اعمال ہیں

مگر حب اللہ اور بغض اللہ محبوب تر ہے۔

۲؎ آخری حصہ ان احب الاعمال الخ روایت کیا مگر ابتدائی سوال وجواب کا تذکرہ نہیں کیا۔

۴۸۰۰/۱۸ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحَبَّ عَبْدٌ عَبْدًا لِلّٰهِ اِلَّا اَكْرَمَ رَبَّهٗ عَزَّ وَجَلَّ ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰے عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی بندے سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہے، وہ اپنے رب کریم کا احترام واکرام کرتا ہے۱؎۔ (مسند احمد)

۱؎ کیونکہ جب وہ اللہ تعالٰے کی رضا کی خاطر اس کے بندے سے محبت کر رہا ہے تو اللہ تعالٰے سے محبت کا عالم تو نہایت کامل وافضل ہوگا۔ اور کمال دوستی کی یہ علامت ہے کہ اپنے محبوب کے متعلقین کے ساتھ محبت ہو۔

۴۸۰۱/۱۹ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخِیَارِكُمْ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ خِیَارُكُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ ۔
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت اسمار بنت یزید۱؎ رضی اللہ تعالٰے عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، کیا میں تمہیں بہترین مسلمان کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتائیں فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے کہ اسے دیکھتے ہی۲؎ خدا یاد آجائے۔

(ابن ماجہ)

۱؎ اسما بنت یزید بن سکن، مشہور صحابیہ ہیں۔

۲؎ اس وجہ سے کہ ان کے وجود پر طاعت کے انوار کا ظہور کامل طور پر ہوتا ہے، ان کے احوال واعمال پر قرب الٰہی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ان کے افعال میں استقامت ہوتی ہے، ان کی محبت انسان کو اللہ تعالٰے کی محبت کی طرف راغب کر دیتی ہے۔ پس ان کے ساتھ محبت فی اللہ اور لوجہ اللہ ہی ہو گی۔

۴۸۰۲/۲۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ عَبْدَیْنِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاحِدٌ فِی الْمَشْرِقِ وَاٰخَرُ فِی الْمَغْرِبِ لَجَمَعَ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَقُوْلُ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتَ تُحِبُّهٗ فِیَّ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا اگر دو اشخاص آپس میں اللہ کی رضا کے لیے محبت کرتے تھے، ان میں سے ایک مشرق اور دوسرا مغرب میں تو اللہ تعالٰے روز قیامت ان کو جمع فرما دے گا اور فرمائے گا کہ یہ وہ ہے جس کے ساتھ تو میری وجہ سے محبت کرتا تھا۔

۴۸۰۳/۲۱ وَعَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ اَنَّهٗ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى مِلَاكِ هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِیْ تُصِیْبُ بِهٖ خَیْرَ الدُّنْیَا وَ

حضرت ابورزین۱؎ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کی اصل۲؎ نہ بتاؤں جس سے تم دنیا وآخرت

الْاٰخِرَةِ عَلَيْكَ بِمَجَالِسِ اَهْلِ الذِّكْرِ وَاِذَا خَلَوْتَ فَحَرِّكْ لِسَانَكَ مَا اسْتَطَعْتَ بِذِكْرِ اللّٰهِ وَاَحِبَّ فِي اللّٰهِ وَاَبْغِضْ فِي اللّٰهِ يَا اَبَا رَزِيْنٍ[1] هَلْ شَعَرْتَ اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ زَائِرًا اَخَاهُ شَيَّعَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّهٗ وَصَلَ فِيْكَ فَصِلْهُ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُعْمِلَ جَسَدَكَ فِيْ ذَالِكَ فَافْعَلْ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

کی بھلائی پالو، تم ذکر والوں کی مجلس کو لازم پکڑو اور جب تم تنہائی میں ہو تو جہاں تک ہو سکے اپنی زبان کو ذکر الٰہی سے[3] تر رکھو اور اللہ کی خاطر محبت اور عداوت کرو اے ابورزین! کیا تمہیں خبر ہے جب کوئی شخص اپنے بھائی کی ملاقات کے لیے گھر سے نکلتا ہے تو اسے ستر ہزار فرشتے پہنچاتے[4] ہیں اور تمام اس کے لیے دعا[5] کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس نے تیری خاطر اس سے تعلق قائم کیا ہے لہٰذا اس کے ساتھ تعلق قائم فرما اور اگر تم اپنے جسم سے کام لے سکتے ہو تو ایسا ہی کرو۔

[1] رزین، را پر زبر، زا کے نیچے زیر ان کا نام لقیط ہے۔ مشہور صحابی اور اہل طائف میں سے ہیں۔

[2] مِلاک، میم کے نیچے زیر وہ چیز جس کی وجہ سے آدمی پاؤں پر کھڑا ہو جیسے کہ دل کو جسم کا ملاک کہتے ہیں۔

[3] مجلس اور تنہائی دونوں حال میں ذاکر بن جا۔

[4] مشایعت کسی کو منزل تک پہنچانا۔

[5] اس کے لیے دعا مغفرت بھی کرتے ہیں۔

۴۸۰۴/۲۲ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَعُمُدًا مِّنْ يَاقُوْتٍ عَلَيْهَا غُرَفٌ مِّنْ زَبَرْجَدٍ لَهَا اَبْوَابٌ مُفَتَّحَةٌ تُضِيْئُ كَمَا يُضِيْئُ الْكَوْكَبُ الدُّرِّيُّ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ يَّسْكُنُهَا قَالَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ وَالْمُتَجَالِسُوْنَ فِي اللّٰهِ وَالْمُتَلَاقُوْنَ فِي اللّٰهِ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلَاثَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو آپ نے فرمایا: جنت میں یاقوت کے کچھ ستون[1] ہیں جن پر زبرجد کے بالاخانے[2] ہیں ان کے دروازے کھلے ہوتے ہیں اور ایسے[3] چمکتے ہیں جیسے روشن ستارہ ہو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان میں کون رہے گا؟ فرمایا: اللہ کی خاطر آپس میں محبت کرنے والے، اللہ کی محبت کی خاطر آپس میں مل بیٹھنے والے اور ملاقات کرنے والے۔

یہ تینوں احادیث بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کی ہیں۔

[1] عُمُد، عین اور میم دونوں پر پیش ہے۔ عمود کی جمع ہے۔

[2] غرف، عین پر پیش، بلند منزل۔

[3] وہ بالاخانے یا دروازے۔

بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْهُ مِنَ التَّهَاجُرِ وَالتَّقَاطُعِ وَاتِّبَاعِ الْعَوْرَاتِ

۳۲۳۔ قطع تعلق اور عیب تلاش کرنے کی ممانعت

صراح میں تہاجر کا معنی کاٹنا آیا ہے۔ قاموس میں یَتَہَاجَرَان کا معنی یہ کہا گیا ہے کہ ان دونوں نے آپس میں قطع تعلق کر لیا۔ ہجر، زبر کے ساتھ اور ہجران زیر کے ساتھ، دونوں طرح ہے، تہاجر کا معنی تقاطع ہے اس لیے لفظ تقاطع برائے بیان وتفسیر ہوگا۔ یہاں ملاقات اور سلام کا دوسرے مسلمان سے ترک کرنا مراد ہے۔ اور اس سے رشتۂ اخوت تین دن سے زیادہ منقطع رکھنا ہے اور یہ مطلقاً ممنوع ہے۔ اسی وجہ سے "مانہی عنہ من التہاجر" کہا، عورات عورت کی جمع ہے پیچھے گزر چکا ہے کہ عورت سے مراد ہر وہ شے ہے جس کے ظاہر کرنے سے آدمی عار محسوس کرے اور اسے ناپسند کرے اور ایسے عیوب جن کے مخفی ہونے کو پسند کرے، اتباع عورات سے یہاں لوگوں کے عیوب تلاش کرنا مراد ہے چونکہ یہ دونوں اشیاء ترک وقطع تعلق کا باعث ہیں لہٰذا ان کو ایک باب میں ذکر کیا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۴۸۰۵ ۱ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَیَالٍ یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ ھٰذَا وَیُعْرِضُ ھٰذَا وَخَیْرُھُمَا الَّذِیْ یَبْدَاُ بِالسَّلَامِ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسی آدمی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے[1] تین دن سے زائد قطع تعلق کرے اور ملاقات[2] کے وقت دونوں ایک دوسرے کی طرف سے منہ پھیر لیں اور دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل[3] کرے۔ (بخاری ومسلم)

---

[1] اس سے واضح ہوتا ہے کہ تین روز سے کم قطع تعلق حرام نہیں ہے کیونکہ آدمی کی طبیعت میں غصہ اور بدخلقی وتعصب موجود ہے اس لیے یہ معاف ہے اور اکثر طور پر اس کے زوال یا کم ہو جانے کے لیے تین دن کی مدت ہوتی ہے۔

[2] یہ اس قطع تعلق کی تفصیل ہے۔

[3] یعنی کدورت ختم کر کے سلام کرتا ہے اور یہ مقدار کافی ہے کیونکہ اس سے کم میں حقِ مسلمانی ادا نہیں ہوتا۔

[۴] یہاں مراد ایسی ترک اخرت ومحبت ہے جو غیبت وغیرہ کی وجہ سے ہو اور اگر امور دینیہ اور ملیہ کی وجہ سے اہل بدعت اور نفس پرست لوگوں کے ساتھ توبہ اور رجوع تک قطع تعلقی میں کوئی حرج نہیں۔ امام سیوطی نے حاشیہ مؤطا میں شیخ ابن عبدالبر سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص تعلق جوڑنے سے اس لیے ڈرتا ہے کہ میرے دین و دنیا میں فساد و فتنہ نہ ہو تو اس میں بھی حرج نہیں لیکن یہ دوری احسن انداز میں ہو، نہ غیبت، عیب گوئی اور کینہ رکھا جائے، احیا العلوم میں بعض اسلاف نے صحابہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان میں سے بعض نے دوسروں کے ساتھ تا عمر انقطاع رکھا نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے تین اشخاص کے ساتھ غزوہ تبوک میں عدم شرکت کی وجہ سے پچاس دن تک خود تعلق منقطع کیا، صحابہ اور ان کی بیویوں کو بھی اس بات کا حکم دیا تاکہ وہ منافقین کی راہ نہ اپنائیں، اسی طرح ایک ماہ تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ تعلق منقطع فرمایا، سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا نے ابن زبیر کے ساتھ مدت تک انقطاع رکھا، امام احمد بن حنبل نے شیخ محاسبی کی صحبت ترک کر دی کیونکہ انہوں نے علم کلام میں کتاب لکھی تھی لیکن یہ تمام کے تمام انقطاع حسن نیت کی بنا پر تھے، اس میں کوئی نفسانی غرض نہ تھی۔

۴۸۰۶/۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِیَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا وَّفِیْ رِوَایَةٍ وَّلَا تَنَافَسُوْا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا بدگمانی سے بچو کیونکہ یہ بدترین جھوٹ[۱] ہے۔ غیبت جوئی[۲] نہ کرو، نہ کسی کی خفیہ باتیں سنو اور نہ برتری[۳] جتاؤ، حسد نہ کرو، عداوت نہ رکھو، ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ نفسانیت نہ کرو۔ (بخاری ومسلم)

[۱] کیونکہ اس میں ایک آدمی دوسرے کے بارے میں گمان کرتا ہے کہ وہ ایسے ہے حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہوتا اور یہ جھوٹ ہی ہے۔ حدیث سے حدیث نفس مراد ہے جو شیطانی وسوسہ ہوتا ہے اکذب کہنے کی وجہ یہی ہے یا مبالغہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (یقیناً بعض گمان گناہ ہیں) یہاں گمان سے مراد بدگمانی ہے بعض شارحین نے لکھا ہے کہ اس بدگمانی سے منع کیا گیا ہے۔ جس پر جزم ہو اور جو صرف دل میں کھٹکے وہ منع نہیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ بدگمانی اس وقت گناہ بنے گی جب اسے زبان پر لایا جائے الغرض مراد یہ ہے کہ اس گمان پر دلیل نہ ہو یا دلائل متعارض ہوں لیکن اگر کسی گمان پر دلیل اور قرینہ واضح ہو تو اس میں گرفت نہیں۔

[۲] لَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا پہلے میں حا اور دوسرے میں جیم ہے، تحسس اور تجسس میں کسی لحاظ سے فرق ہے۔ قاموس میں فصل جیم کے تحت ہے کہ تحسس، خبر میں تتبع کرنا ہوتا ہے جیسے تجسس اور جاسوس میں ہے جیس جس کا معنی بڑے راز والا ہے۔ اسی سے مشتق ہے اور فصل حا میں ہے کہ حاسوس نہ جاسوس کے معنی میں ہے، یا حاسوس خبر خیر اور جاسوس خبر شر کے ساتھ مخصوص ہے۔ بعض شارحین کہتے ہیں کہ جیم کے ساتھ ہو تو اس کا معنی کسی خبر کا نرمی

سے معلوم کرنا اور حاء کے ساتھ ہو تو خبر کا حواس کے ذریعے حاصل کرنا ہوتا ہے۔ مثلاً چوری اور خفیہ سننا اور دیکھنا، بعض کی رائے یہ ہے کہ بُری باتوں کی تلاش تجسس ہے یا ان کا سماع تحسس ہے اور ایک رائے یہ بھی ہے کہ تجسس (جیم کے ساتھ) سے مراد دوسرے کے لیے خبر کا طلب کرنا اور تحسس (حاء کے ساتھ) اپنے لیے خبر طلب کرنا ہے۔ طیبی کہتے ہیں کہ پہلے سے مراد لوگوں کے عیوب اور ان کے مخفی معاملات کی جستجو ہے خواہ ذاتی طور پر ہو یا کسی کی مدد و تعاون سے ہو اور دوسرے سے مراد ذاتی طور پر ایسا کرنا ہے اور دوسرے کی خیر کی خبر و اطلاع سے منع کی وجہ یہ ہے کہ شاید اس کی وجہ سے حسد یا لالچ پیدا نہ ہو۔

۵۳ نجش، جیم ساکن ہے، کسی چیز کا زیادہ بھاؤ لگانا۔ اصلاً اس کا ترجمہ کسی کو برانگیختہ کرنا ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اس حدیث میں نجش سے مراد ایک دوسرے کو شر اور لڑائی کے لیے ورغلانا ہے۔

۵۴ حسد، غیر ظالم سے زوالِ نعمت کی تمنا یا یہ آرزو کرنا ہے کہ یہ نعمت مجھے مل جائے (کذا فی القاموس)

۵۵ یعنی ان اسباب سے بچو جن کی بنا پر آپس میں بغض و عداوت پیدا ہوتا ہے ورنہ محبت و عداوت فطری چیزیں ہونے کی وجہ سے بندے کی قدرت میں نہیں۔ بعض شارحین کہتے ہیں کہ یہاں اس بغض سے منع کیا گیا ہے جو بطور بدعت و لالچ دعوؤں میں ہو کیونکہ دین میں برائی کی ایجاد اور سیدھے راستے سے ہٹ جانا بغض و عداوت کا سبب ہے۔

۵۶ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ تدابر کا معنی تقاطع ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کو پشت دیتے ہیں یعنی اداء حقوق سے اعراض کر لیتے ہیں۔

۵۷ جب تم ایک مالک کے بندے ہو اور عبودیت میں برابر ہو تو ایک دوسرے بھائی سے حسد و بغض سے بچو۔

۵۸ تنافس کا معنی حسد کرنا ہے یا اس کے قریب ہونا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد دنیا کی طرف رغبت ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مجھے ڈر ہے کہ تم پر دنیا فراخ ہو جائے گی اور تم اس میں رغبت کرو گے۔ تَنَافَسْتَ فِیْ شَیْءٍ کا معنی رَغِبْتَ فِیْہِ ہے۔

۴۸۰۷ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیَوْمَ الْخَمِیْسِ فَیُغْفَرُ لِکُلِّ عَبْدٍ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا اِلَّا رَجُلٌ کَانَتْ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَخِیْہِ شَحْنَاءُ فَیُقَالُ اَنْظِرُوْا ھٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا سوموار اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے[۱] جاتے ہیں اور ہر اس شخص کو بخش دیا جاتا ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک[۲] نہ ٹھہرائے مگر اس شخص کو جس کے اور اس کے دوسرے بھائی کے درمیان عداوت ہو اور کہا جاتا ہے کہ[۳] انہیں مہلت دو یہاں تک کہ یہ دونوں صلح کر لیں۔

(مسلم)

[۱] بعض محدثین نے کہا کہ اس سے کثرت بخشش، مخلوق کے جرائم سے درگزر، اعطاء ثواب اور رفعت درجات مراد ہے لیکن صواب یہی ہے کہ ان کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے کیونکہ جب تک کوئی امر مانع نہ ہو نصوص کو ان کے ظاہر پر

محمول کرنا واجب ہوتا ہے البتہ دروازوں کا کھلنا معافی و درگزر کی علامت ہے۔

۲ فرشتوں سے کہا جاتا ہے اَنْظِرُوْا ہمزہ پر زبر ظا کے نیچے زیر۔ باب افعال سے امر ہے اس کا معنی مہلت دینا ہے۔

۴۸۰۸/۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَضُ اَعْمَالُ النَّاسِ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ اِلَّا عَبْدًا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَآءُ فَيُقَالُ اُتْرُكُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَفِيْئَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

انہی سے مروی ہے رسول پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ہفتہ میں لوگوں کے اعمال دو مرتبہ سوموار اور جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں[۱] اور ہر بندہ مومن کو بخش دیا جاتا ہے ماسوائے اس کے جن دونوں کے درمیان کینہ ہو تو کہا جاتا ہے کہ ان کو چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ رجوع کریں (مسلم)۔

۱ بارگاہ خداوندی میں یا اس کے فرشتے کے پاس جو صحف اعمال کو جمع کرتا ہے۔ جمعہ چونکہ ہفتہ کا آخری دن ہوتا ہے اس لیے اس پر ہفتہ کا اطلاق کر دیا گیا۔

۴۸۰۹/۵ وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ يَقُوْلُ خَيْرًا وَّيَنْمِيْ خَيْرًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَزَادَ مُسْلِمٌ قَالَتْ وَلَمْ اَسْمَعْهُ تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَخِّصُ فِيْ شَيْءٍ مِّمَّا يَقُوْلُ النَّاسُ كَذِبٌ اِلَّا فِيْ ثَلٰثٍ اَلْحَرْبُ وَالْاِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيْثُ الرَّجُلِ امْرَاَتَهٗ وَحَدِيْثُ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا وَذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ اِنَّ الشَّيْطٰنَ قَدْ اَيِسَ فِيْ بَابِ الْوَسْوَسَةِ۔

حضرت ام کلثوم[۱] بنت عقبہ ابن ابی معیط رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا وہ جھوٹا نہیں جو دو آدمیوں کے درمیان صلح کرا دے اور بھلی بات کہے اور بھلی بات پہنچائے[۲] (بخاری و مسلم)، مسلم نے یہ اضافہ کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو تین مقامات کے علاوہ کسی مقام پر لوگوں کو جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دی۔ جنگ[۳]، لوگوں کے درمیان صلح[۴] اور خاوند کی بیوی کے ساتھ اور بیوی کا خاوند کے ساتھ[۵] اور وہ حدیث جابر باب الوسوسہ[۶] میں گزر چکی ہے کہ شیطان مایوس ہو چکا ہے۔

۱ مکہ میں اسلام لائیں اور ہجرت کی، روایات میں ہے کہ مکہ میں یہ شادی شدہ تھیں، مدینہ طیبہ میں ان کا نکاح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے ساتھ ہوا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ عقد ہوا۔ اس کے چند دن بعد فوت ہوگئیں۔ ان کے والد کا نام عقبہ (عین پر پیش، قاف ساکن) ابن ابی معیط (میم پر پیش، عین پر زبر، یا ساکن، بن عمرو بن امیہ بن عبد شمس ہے جو مشہور مشرک تھا اور بدر میں مارا گیا تھا۔

۲ اگرچہ اس نے جھوٹ بول کر صلح کروائی۔

۳ مراد یہی گفتگو ہے جو صلح پیدا کرے اگرچہ واقعہ میں وہ نہ ہو۔

۴ ایسی گفتگو کرنا جس سے لشکر اسلام میں طاقت و قوت پیدا ہو اور دشمن فریب کھا جائے اگرچہ خلاف

واقع ہو۔

۵ ان دونوں کی طرف سے ایسی گفتگو نقل کرنا جو صلح و اتفاق کا موجب ہو اگرچہ واقع میں انہوں نے نہ کی ہو۔

۶ ایک دوسرے کو خوش کرنے کے لیے کہا جائے تاکہ آپس میں اضافہ محبت ہو۔

۷ وہ حدیث جابر جس کا ابتدائی جملہ یہ ہے اِنَّ الشَّیْطَانَ قَدْ اَیِسَ اوائل کتاب میں گزر چکی ہے اور مصابیح میں اسی جگہ مذکور ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۴۸۱۰/۶ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ یَزِیْدَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ الْکِذْبُ اِلَّا فِیْ ثَلٰثٍ کِذْبُ الرَّجُلِ امْرَاَتَہٗ لِیُرْضِیَھَا وَالْکِذْبُ فِی الْحَرْبِ وَالْکِذْبُ لِیُصْلِحَ بَیْنَ النَّاسِ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالٰی عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ تین مقامات کے علاوہ جائز نہیں، آدمی کا اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لیے، حالت جنگ میں اور لوگوں کے درمیان صلح[۲] پیدا کرنے کے لیے جائز ہے۔ (احمد، ترمذی)

۱ بیوی کا خاوند کے لیے ایسا کرنا اس کا ذکر یہاں اس لیے نہیں آیا کہ اکثر طور پر مذکورہ صورت کی ضرورت ہی پڑتی ہے کیونکہ خواتین معاملات سے ناواقف ہوتی ہیں اور ان میں بدگمانی کا پہلو غالب ہوتا ہے لہٰذا ان کو اکثر طور پر راضی رکھنا پڑتا ہے۔ اور حدیث سابقہ میں دونوں کا ذکر آیا تھا۔

۲ تاکہ لوگوں کے درمیان تعلقات منقطع نہ ہوں۔

۴۸۱۱/۷ وَعَنْ عَآئِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَکُوْنُ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّھْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلٰثَۃٍ فَاِذَا لَقِیَہٗ سَلَّمَ عَلَیْہِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ کُلُّ ذٰلِکَ لَا یَرُدُّ عَلَیْہِ فَقَدْ بَآءَ بِاِثْمِہٖ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کے ساتھ تین دن سے زائد تعلق منقطع رکھے[۱] تو جب اسے ملے تو تین بار سلام کہے تو اگر دوسرے نے ہر بار جواب نہ دیا تو وہ اس کا گناہ[۲] لے کر لوٹے گا۔ (ابوداؤد)

۱ صحبت و سلام

۲ تعلق منقطع رکھنے کا یا اپنے گناہ یا سلام دینے والے مسلمان کے گناہ یعنی سلام دینے والا تعلق کو منقطع کرنے کے گناہ سے فارغ ہو گیا اور جواب نہ دینے والے نے اپنی گردن پر گناہ لے لیا بلکہ سلام دینے والے کا گناہ بھی اس کی گردن پر ہوگا کیونکہ اس نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

۴۸۱۲/۸ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ)

رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن سے زائد تعلق منقطع رکھے پس جو شخص تین دن سے زائد تعلق منقطع رکھے گا اور مر گیا تو وہ دوزخ[1] میں داخل ہو گیا۔

(مسند احمد، ابوداؤد)

[1] یعنی وہ دوزخ میں داخلے کا مستحق ہو گیا جب کوئی انسان گناہ میں مبتلا ہوتا ہے تو گویا وہ آگ میں ہے اگر مذکورہ شخص زندہ رہے تو آگ میں ہی رہا۔

۴۸۱۳/۹ وَعَنْ اَبِيْ خِرَاشٍ السُّلَمِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهٖ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابوخراش سلمی رضی[1] اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے اپنے بھائی سے ایک سال تک تعلق منقطع رکھا وہ اس کے خون بہانے کی طرح[2] ہے (ابوداؤد)

[1] خراش، خا کے نیچے زیر سلمی، سین پر پیش، لام پر زبر اور مخفف۔ بعض کے نزدیک سلمی کے بجائے اسلمی ہے ان کا اسم گرامی حیدر بروزن جعفر ہے صحابی ہیں، امام ابوداؤد نے ان سے یہی ایک حدیث روایت کی ہے۔

[2] گناہ شدید مرتب ہونے کی وجہ سے ورنہ یہ جمیع وجوہ کے اعتبار سے قتل کی طرح نہیں ہے کیونکہ قتل کا شرک کے بعد درجہ ہے۔ مقصود تعلق منقطع کرنے سے منع میں مبالغہ اور تاکید ہے۔ چونکہ ایک سال کا انقطاع عادۃً نہیں ہوتا یہ انقطاع رہا گویا اتنا تکلیف دہ ہے کہ غصہ اور غم کی وجہ سے قتل کرنا ہے۔

۴۸۱۴/۱۰ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلٰثٍ فَاِنْ مَّرَّتْ بِهٖ ثَلٰثٌ فَلْيَلْقَهٗ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ فَاِنْ رَّدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِي الْاَجْرِ وَاِنْ لَّمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْاِثْمِ وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے مومن سے تین دن سے زائد تعلق منقطع رکھے۔ اگر تین دن گزر جائیں تو یہ اس سے ملے اسے سلام کہے اگر وہ جواب دے دے تو دونوں ثواب[1] میں شریک ہو گئے اور اگر وہ جواب نہ دے تو وہ گناہ لے کر[2] لوٹا سلام کرنے والا اس گناہ سے محفوظ ہو گیا[3] (ابوداؤد)

[1] وصل اور ترک ہجر کی وجہ سے پہلے کو ابتدائے سلام اور ترک ہجر اور دوسرے کو جواب سلام اور قبول کرنے کی وجہ سے اجر ہو گا۔

[2] بعض نسخوں میں باثمہ ہے اور اس کی تشریح پیچھے گزر چکی ہے۔

[3] اور اس کا تمام بوجھ اور گناہ اس دوسرے پر ہو گا۔

۴۸۱۵ / ۱۱ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ دَرَجَۃِ الصِّیَامِ وَالصَّدَقَۃِ وَالصَّلٰوۃِ قَالَ قُلْنَا بَلٰی قَالَ اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَیْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَیْنِ ھِیَ الْحَالِقَۃُ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو روزے، صدقہ اور نماز سے افضل[1] ہے ہم نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ فرمایا دو بھائیوں کا آپس میں صلح[2] کروانا اور فساد برپا کرنا مونڈ[3] دینے والی چیز ہے۔

(ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کرکے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے)

[1] یعنی اس کا درجہ ان سے افضل ہے۔

[2] یعنی اگر مسلمانوں کے درمیان بغض وعداوت، لڑائی اور جھگڑا برپا ہو تو اسے محبت والفت سے بدل کر صلح کروا دینا افضل ترین عمل ہے۔ ذات البین سے وہ احوال مراد ہیں جو لوگوں کے درمیان واقع ہوتے ہیں اور ان کی اصلاح یہ ہے کہ ان کو فساد و لڑائی سے محفوظ کر دیا جائے۔

[3] حلق سر کا مونڈ دینا حالقہ استرے کو کہا جاتا ہے۔ یہاں مراد ہلاکت اور جڑ سے اکھاڑنا ہے یعنی جس طرح استرہ بالوں کو جڑ سے ختم کرتا ہے اسی طرح آپس کا جھگڑا و لڑائی دین و ثواب کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔ اس میں لڑائی جھگڑے سے بچ کر محبت والفت کی راہ اپنانے کی فضیلت کا بیان ہے۔

۴۸۱۶ / ۱۲ وَعَنِ الزُّبَیْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَبَّ اِلَیْکُمْ دَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَکُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَآءُ ھِیَ الْحَالِقَۃُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰکِنْ تَحْلِقُ الدِّیْنَ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت زبیر[1] رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امتوں میں حسد و بغض کی بیماری سرایت[2] کر گئی اور یہ مونڈ[3] دینے والی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ یہ بال مونڈنے والی ہے بلکہ یہ تو دین مونڈ دیتی ہے۔ (مسند احمد، ترمذی)

[1] زبیر بن عوام یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

[2] صراح میں ہے دبیب آہستہ چلنا، ہر زمین پر چلنے والی شے کو دابہ کہا جاتا ہے۔

[3] طیبی نے یہی معنی کیا اور کہا کہ یعنی ضمیر بغضاء کی طرف لوٹ رہی ہے اور بغض اگرچہ حسد ہی کا ثمرہ ہے مگر دین میں رخنہ اندازی کے لیے یہ اس سے شدید ہے، اور اگر حسد و بغض دونوں کی طرف بتاویل کل واحد ضمیر لوٹا دی جائے تو یہ ممکن ہے اس کے بعد حالقہ کی تفسیر بیان کی۔

۴۸۱۷ / ۱۳ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

جاتی ہے[1]۔ (ابوداؤد)

[1] اس روایت سے معتزلہ نے اس بات پر استدلال کیا ہے، گناہوں کا ارتکاب انسان کے نیک اعمال کو ختم کر دیتا ہے اور اس کی برائیاں اس کی نیکیوں کو ضائع کر دیتی ہیں، اہل سنت وجماعت اس طرح نہیں فرماتے بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نیکی برائی کو لے جاتی ہے جس طرح ارشاد باری ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (یقیناً نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں) اور ان کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہاں حسد کا نیکیوں کو کھا جانے سے مراد یہ ہے کہ حسد حاسد کو محسود کے جان ومال کی ہلاکت اور ہتکِ حرمت وعزت پر ابھارتا ہے اگرچہ عملاً نہ سہی اس کا عزم وارادہ ضرور ہوتا ہے اور ہتک حرمت میں غیبت خود موجود ہوتی ہے لہٰذا قیامت کے دن حاسد کی نیکیاں اس کے ظلم کے عوض محسود کو دے دی جائیں گی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت میں نماز، روزہ، عبادات والا تھا مگر کسی کو تکلیف پہنچانے، گالی دینے، مال غصب کر لینے اور خون بہانے کی وجہ سے اس کی تمام نیکیاں ان لوگوں کو مل جائیں گی جن پر اس نے ظلم کیا ہوگا حبط اعمال کا معنی یہی ہے یہ نہیں کہ اس کے اعمال نامے سے اعمال محو ونا بود ہو جاتے ہیں کیونکہ اگر آج ہی ان کو فنا وختم کر دیا گیا ہوتا تو وہ قیامت کے روز اعمال کیسے لے کر آئے گا حالانکہ حدیث میں اس کے اعمال لانے کا ذکر ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ صلح وغیرہ کی وجہ سے نیکیاں دوگنا ہو جاتی ہیں۔ پس جب اس نے ارتکاب معصیت کر لیا تو وہ اس اضافے سے محروم ہو گیا۔

۴۸۱۸/۱۴ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَسُوْءَ ذَاتِ الْبَيْنِ فَاِنَّهَا الْحَالِقَةُ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

انہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں فساد سے بچو کیونکہ یہ مونڈ ہی دینے[1] والی چیز ہے۔ (ترمذی)

[1] یہ حصر بطور مبالغہ ہے

۴۸۱۹/۱۵ وَعَنْ اَبِیْ صِرْمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابوصرمہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی کو نقصان پہنچائے گا[2] اسے اللہ نقصان دے گا اور جو کسی کی مخالفت[3] کرے گا اللہ اس سے مخالفت فرمائے گا (ابن ماجہ ترمذی، کے نزدیک یہ حدیث غریب ہے)

[1] ابوصرمہ، صاد کے نیچے زیر، را ساکن، یہ انصاری، بدری مازنی اور شاعر صحابی ہیں۔ جاہلیت میں دین ابراہیمی کے مطابق عبادت کیا کرتے تھے جب محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد مبارکہ مدینہ طیبہ میں ہوئی تو حاضر ہو کر اسلام لائے اس وقت یہ نہایت بوڑھے تھے۔

[2] کوئی شرعی وجہ نہ ہو۔ صراح میں ہے کہ ضر کا معنی کسی کو تکلیف پہنچانا یہ نفع کے خلاف ہے۔

[3] شاق، قاف مشدد ہے صراح میں اس کا معنی مخالفت اور دشمنی ہے لفظ مشاقہ، شق بکسر شین سے مشتق ہے

اس کا معنی جانب ہے مخالفت کرنے والے بھی ایک دوسرے کی جانب ہوتے ہیں۔ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ مشاقہ مشقت سے بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے ساتھی کو ایسی تکلیف دینا جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو، اور یہ معنی کلمہ علی کے زیادہ مناسب ہے ورنہ شاقہ بمعنی عداوت ہے بغیر علی کے آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "وَمَنْ يُّشَاقِّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ"، (اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی) وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى" (جس شخص نے ہدایت واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کی) اسی بنا پر لفظ مضارہ اور مشاقہ کے درمیان بعض حواشی میں یوں فرق کیا گیا کہ ضرر اور مشقت دونوں قریب المعنی ہیں لیکن ضرر کا استعمال مال کے ضائع کرنے اور مشقت کا بدن کو اذیت دینے کے لیے ہوتا ہے مثلاً طاقت سے بڑھ کر کام لینا۔

۴۸۲۰ ۱۶ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلْعُوْنٌ مَّنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا اَوْ مَكَرَ بِهٖ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ملعون[1] ہے وہ شخص جو کسی مومن کو نقصان پہنچاتا ہے یا اسے دھوکہ[2] دے (ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

[1] قرب و رحمت الٰہی سے وہ دھتکار دیا جاتا ہے۔

[2] صراح میں مکر کے معانی حیلہ بدسگالی اور فریب دینا ہیں۔

۴۸۲۱ ۱۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَنَادٰى بِصَوْتٍ رَّفِيْعٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يُفْضِ الْاِيْمَانُ اِلٰى قَلْبِهٖ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تُعَيِّرُوْهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّتَّبِعْ عَوْرَةَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ يَّتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ رَحْلِهٖ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور بلند آواز سے فرمایا اے ایسے لوگو جو زبان سے ایمان لائے ہو حالانکہ ان کے دل میں ایمان نہیں پہنچا مسلمانوں کو نہ ایذا دو، نہ انہیں عار دلاؤ اور ان کے خفیہ عیوب تلاش[1] نہ کرو کیونکہ جو اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیوب تلاش کرے گا اللہ اس کے عیب تلاش فرمائے گا اور جس کے عیب اللہ تعالٰی تلاش کرے گا اسے وہ رسوا و ذلیل کر دے گا اگرچہ وہ اپنی منزل و گھر[2] میں ہو۔ (ترمذی)

[1] تتبع کا معنی صراح میں چیز کی طلب کے لیے اس کے پیچھے جانا ہے۔

[2] یعنی اگرچہ وہ اپنے گھر اور رہائش میں مخفی ہو۔

۴۸۲۲ ۱۸ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَرْبَى الرِّبٰوا الْاِسْتِطَالَةَ فِيْ عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کی آبرو و عزت میں ظلماً دست درازی[1] کرنا بدترین سود[2] ہے

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(ابو داؤد، بیہقی، شعب الایمان)

[1] یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

[2] ربا لغۃً زیادتی اور شرعاً قرض و بیع میں زیادتی کا نام ہے۔

[3] اس سے غیبت کرنا، گالی دینا، اسے حقیر جانتے ہوئے تکبر کرنا ہے بشرطیکہ کوئی شرعی حکمت و مصلحت نہ ہو۔ قاموس میں استطاعت کا معنی لمبا ہونا، بلند اور بڑا بننا ہے اور صراح میں اس سے مراد تکبر کرنا لمبا ہونا ہے چونکہ اس میں استحقاق سے بڑھ کر لینے کا پہلو ہے اس لیے اسے ربا کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ اس میں بھی آدمی حق سے زائد وصول کرتا ہے اور اس کو بدترین سود اس لیے قرار دیا کہ مسلمان کی عزت و آبرو اس کے ہر مال سے بڑھ کر ہوتی ہے تو اس میں ضرر و فساد دوسرے مال سے بڑھ کر ہوگا۔ ناحق کی قید اس لیے لگائی ہے کہ بعض صورتوں میں مباح ہے جیسا کہ وہ کسی کا حق نہیں دیتا۔ ظالم ہے یا گواہ پر جرح کی جاتی ہے اسی طرح محدثین رواۃ پر حفاظت دین کی خاطر جرح کرتے ہیں اور سابقاً گزر چکا ہے کہ ایسی صورتوں میں غیبت مباح ہے۔

۴۸۲۳/۱۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا عَرَجَ بِيْ رَبِّيْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَّهُمْ اَظْفَارٌ مِّنْ نُحَاسٍ يَّخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَيَقَعُوْنَ فِيْ اَعْرَاضِهِمْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے میرے رب نے معراج عطا فرمایا تو میں ایسی قوم کے پاس سے گزرا جس کے تانبے کے ناخن تھے اور وہ اپنے چہرے اور سینے کھرچ[1] رہے تھے میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے[2] اور ان کی آبرو ریزی کرتے تھے (ابو داؤد)

[1] خموش، خا اور شین اس کا معنی کھرچنا ہے۔

[2] یہ غیبت کرتے، گالی دیتے اور ان کی آبرو ریزی کرتے، غیبت کو گوشت کھانے سے تعبیر کی وجہ پچھلے باب الغیبت میں گزر چکی ہے چونکہ وہ لوگوں کی آبرو ریزی کر کے خوش ہوتے تھے اس لیے اللہ تعالےٰ نے ان کے چہروں اور سینوں کو بھی بے آبرو فرما دیا۔

۴۸۲۴/۲۰ وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ بِرَجُلٍ مُّسْلِمٍ اُكْلَةً فَاِنَّ اللّٰهَ يُطْعِمُهٗ مِثْلَهَا مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ كَسٰى ثَوْبًا بِرَجُلٍ مُّسْلِمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَكْسُوْهُ مِثْلَهٗ مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ قَامَ بِرَجُلٍ مَّقَامَ سُمْعَةٍ وَّرِيَاءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَقُوْمُ لَهٗ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَّرِيَاءٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت مستورد[1] رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مسلمان آدمی کے کچھ[2] لقمے کھائے تو اللہ اسے اس کی مثل دوزخ سے کھلائے گا اور جس نے مسلمان (کی غیبت) کے عوض کپڑا پہنا اللہ اسے اس کی مثل دوزخ سے پہنائے گا اور وہ شخص نام و نمود اور دکھلانے کی

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ)

جگہ کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے دکھلاوے کی جگہ کھڑا فرمائے گا۔ (ابوداؤد)

[۱] مُسْتَوْرِد (میم پر پیش، سین ساکن، تا پر زبر، واو ساکن، را کے نیچے زیر) بن شداد دال مشدد ہے، صحابی، اہل کوفہ میں سے ہیں مصر میں مقیم رہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے موقعہ پر بچے تھے۔

[۲] اُکلہ، ہمزہ پر پیش، کاف ساکن، لقمہ اگر ہمزہ پر زیر ہو تو پھر اس کا معنی ایک بار کھانا ہے۔ چنانچہ ایک ایسا آدمی جو کسی مسلمان سے عداوت رکھتا ہے۔ اس کے پاس دوسرا شخص آکر اس مسلمان کی غیبت کر کے اُسے خوش کرتا ہے اور اسے اپنی روزی کا ذریعہ بناتا ہے۔

[۳] وہ غیبت وغیرہ کے عوض کپڑے حاصل کرتا ہے۔ یہ معنی اس وقت ہے جب کُسِیَ ماضی معروف کا صیغہ ہو اور قرائن اُکِلَ، اقام بھی اس پر دال ہیں لیکن اگر اسے مجہول پڑھا جائے جیسا کہ نسخہ مصححہ میں ہے تو پھر بھی معنی درست ہو گا کیونکہ کسوۃ کا معنی بھی اس کے موافق ہے کہ نفس کو بتکلف جامہ پہنانا، اب معنی یہ ہو گا کہ وہ آدمی جسے کسی مرد کی غیبت کی وجہ سے جامہ پہنایا گیا ہو۔

[۴] تاکہ اس کے محاسن و محامد سے آگاہ ہوں، سمعہ سے مراد وہ چیز ہے جس کا تعلق سمع سے ہو اور ریا سے وہ مراد ہے جس کا تعلق بصر سے ہو۔

[۵] اس عبادت کے دو معانی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جس شخص نے زہد و تقویٰ کا لبادہ اس لیے اوڑھا کہ فلاں صاحب میرے اس عمل سے متاثر ہو کر مجھ پر خرچ کرے اور میرا مرید ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس طرح رسوا فرمائے کہ ملائکہ کو حکم ہو گا کہ اسے مقام بلند پر کھڑا کر کے آواز دو کہ یہ وہ شخص ہے جو مخلوق کے لیے عمل کرتا تھا اور اس کے بعد اسے عذاب دیا جائے گا اور دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ جس نے کسی دوسرے کو دکھلاوے کے مقام پر کھڑا کر دیا یعنی کسی کے زہد و عبادت اور تقویٰ کی شہرت کی تاکہ نفسانی اغراض اور مال دنیا حاصل کی جائے جیسا کہ بزرگوں کے خدام کرتے ہیں یہ قیامت کے روز اپنے ہی کیے میں گرفتار ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں مقام رسوائی پر کھڑا فرمائے گا اور فرشتے آوازیں دیں گے کہ یہ وہ جھوٹا شخص ہے جو شہرت اور اپنی نفسانی اغراض کے حصول کے لیے جھوٹ بولا کرتا تھا اس کے جھوٹ بولنے کے مطابق سزا و عذاب ہو گا۔

۴۸۲۵ / ۲۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حسن ظن بہتر[۱] عبادت ہے۔ (مسند احمد، ابوداؤد)

[۱] مسلمانوں کے بارے میں خیر اور بھلائی کا اعتقاد رکھنا عبادات حسنہ میں سے ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ حسن ظن، حسن عبادت سے پیدا ہوتا ہے یعنی جو نیکوکار اور عبادت گزار ہو گا وہ لوگوں کے بارے میں حسن ظن سے کام لے گا اور بدکار بدگمانی کرے گا۔ شعر

بدگمان باشد ہمیشہ زشت کار نامۂ خود خواند اندر حق یار

"بدگمانی کرنے والا ہمیشہ بدکار ہوتا ہے وہ دوسروں کے حق میں اپنے نامۂ اعمال سیاہ دیکھتا ہے۔"

۴۸۲۶/۲۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اعْتَلَّ بَعِيْرٌ لِصَفِيَّةَ وَعِنْدَ زَيْنَبَ فَضْلُ ظَهْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْنَبَ اَعْطِيْهَا بَعِيْرًا فَقَالَتْ اَنَا اُعْطِيْ تِلْكَ الْيَهُوْدِيَّةَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَهَا ذَا الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمَ وَبَعْضَ صَفَرَ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَذُكِرَ حَدِيْثُ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ مَنْ حَمٰى مُؤْمِنًا فِيْ بَابِ الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت صفیہ کا اونٹ بیمار ہوگیا، حضرت زینب کے پاس[1] فالتو سواری تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت زینب سے فرمایا یہ اونٹ انہیں دے دو انہوں نے عرض کیا[2] میں یہودیہ[3] کو اونٹ دے دوں؟ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ناراض ہوکر انہیں ذوالحج، محرم اور صفر کا کچھ حصہ چھوڑے رکھا۔ (ابوداؤد، حدیث معاذ بن انس مَنْ رَحِمَ مُؤْمِنًا الخ باب الشفقت والرحمت میں بیان ہوچکی ہے)

---

[1] اپنی سواری کے علاوہ ان کے پاس سواری تھی، ظہر کا معنیٰ پشت ہے یہاں سواری کے لیے آیا ہے۔

[2] بطور استفہام انکاری۔

[3] یہ صحابیہ اخطب یہودی کی بیٹی تھیں لیکن حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، غزوہ خیبر کے موقعہ پر گرفتار ہوئیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں آزاد فرما کر اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ بعض ازواج ان کے ساتھ بہتر حسن سلوک سے کام نہ لیتی۔ ان میں حضرت عائشہ بھی ہیں تو آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ان کی حمایت و رعایت فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن سیدہ عائشہ صدیقہ نے ان کو یہودیہ اور سخت سست کہا اور انہوں نے آپ کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا تو جواب میں یہ کہہ کر میں ایک پیغمبر کی بیٹی ہوں تو ابوبکر کی بیٹی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۴۸۲۷/۲۳ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ رَجُلًا يَّسْرِقُ فَقَالَ لَهٗ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ سَرَقْتَ قَالَ كَلَّا وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَقَالَ عِيْسٰى اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَكَذَّبْتُ نَفْسِيْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا تو نے چوری کی ہے اس نے کہا ہرگز نہیں مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ پر ایمان لایا اور میں اپنے نفس کو جھٹلاتا ہوں[1]۔ (مسلم)

[1] میں تیری قسم کی وجہ سے تصدیق کرتا ہوں اور اپنے گمان کو واپس لیتے ہوئے اپنے نفس کی تکذیب کرتا ہوں۔

یہاں سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ جب کوئی اللہ کے نام پر قسم اٹھالے تو اگرچہ اس کے خلاف معلوم ہو پھر بھی اس مبارک و عظیم نام کی تعظیم کرتے ہوئے اپنے آپ کو جھوٹا مان لیا جائے اور اس کے حلف کے مطابق عمل کیا جائے۔

۴۸۲۸/۲۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا وَّ کَادَ الْحَسَدُ اَنْ یَّغْلِبَ الْقَدَرَ۔ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ فقر کفر تک پہنچا دے[1] اور قریب ہے کہ حسد، تقدیر پر غالب آجائے[2] (بیہقی)

[1] کیونکہ فقر کی حالت میں انسان اس کے ازالے کے لیے متعدد محارم اور معاصی کا ارتکاب کرے گا اور شاید حالت فقر اس حد تک پہنچ جائے کہ اس کی وجہ سے کفر کا ارتکاب کرے۔ اسی طرح بعض اوقات بقدر کافی موجود ہونے کے باوجود محبتِ دنیا کے غلبہ کی وجہ سے انسان کفر کا ارتکاب کرتا ہے جیسا کہ میں نے بعض قریبی زمانے میں گزرے بدبختوں کے بارے میں سنا ہے جب ایسی حالت میں کفر کی طرف انسان جاتا ہے تو حالتِ فقر میں بطریق اولیٰ جائے گا کیونکہ غلبہ فقر اللہ تعالٰی کے بارے میں ناراضگی اور اعتراض کا سبب بن جائے گا اور اس کی وجہ سے انسان رضائے الٰہی سے خارج ہو جائے گا۔ نعوذ باللہ من ذلک اور جس طرح غلبہ فقر کفر کی طرف لے جاتا ہے اسی طرح غلبۂ مال سرکشی اور نافرمانی کا ذریعہ بن جاتا ہے لہٰذا اغنا و فقر میں اعتدال بہتر ہے خیر الامور اوسطہا

[2] یعنی بالفرض اگر کوئی شے تقدیر پر غالب آسکتی تو وہ حسد ہے۔ جیسا کہ ایسی گفتگو کتاب الطب کے تحت لَوْ کَانَ شَیْءٌ سَابِقَ الْقَدَرِ کی شرح میں گزر چکا ہے۔

۴۸۲۹/۲۵ وَعَنْ جَابِرٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اعْتَذَرَ اِلٰی اَخِیْهِ فَلَمْ یَعْذِرْهُ اَوْ لَمْ یَقْبَلْ عُذْرَهٗ کَانَ عَلَیْهِ مِثْلُ خَطِیْئَةِ صَاحِبِ مَکْسٍ۔ (رَوَاهُمَا الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَقَالَ الْمَکَّاسُ الْعَشَّارُ)۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اپنے بھائی سے معذرت کرے اور وہ معذرت[1] نہ مانے یا اس کا عذر قبول نہ کرے[2] تو اس پر ٹیکس[3] والے کے گناہ کی طرح ہے (بیہقی نے ان روایات کو شعب الایمان میں روایت کیا اور مکاس کا معنیٰ ٹیکس[4] لینے والا کیا)

[1] یہ تیرا عذر نہیں بلکہ تو جھوٹ کہہ رہا ہے۔

[2] عذر تو تیرا معقول ہے مگر میں اسے قبول نہیں کرتا۔

[3] مَکس، میم پر زبر، کاف ساکن، خراج و عشر کو شرع کے مطابق وصول نہ کرنا۔

[4] ظلماً جگا ٹیکس وصول کرنا گناہ عظیم ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ ایسا ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا قاموس میں مکس کا معنیٰ نقص و ظلم بھی آیا ہے اور مجمع البحار میں ہے کہ مکس کا معنیٰ نقصان ہے اور ماکس اس شخص کو کہا جاتا ہے جو عامل اور حکومت کا ملازم مساکین کے حقوق ان تک بتمام و کمال نہ پہنچائے یا ان میں کمی کرے۔

بَابُ الْحَذَرِ وَالتَّأَنِّيْ فِي الْاُمُوْرِ

۳۲۴۔ امور میں احتیاط اور اطمینان کا بیان

حذَر، حاء ذال دونوں پر زبر یا ذال پر کسرہ یا سکون پرہیز کرنا، احتراز کرنا، حَذِر حا پر زبر اور ذال کے نیچے کسرہ ہو، ہشیار تَأَنِّیْ، کام میں جلدی نہ کرنا، توقف کرنا ہے۔ اَنَاۃٌ، تَنَاۃٌ کے وزن پر اسم ہے بمعنی تاخیر یعنی آدمی کو چاہیے کہ عوام اور لوگوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے اپنے دینی و دنیاوی معاملات میں ہوشیار و محتاط رہے، اپنے تمام اعمال کے انجام پر نظر رکھے کسی کام میں جلدبازی نہ کرے بلکہ حلم و وقار سے کام لے البتہ شریعت نے جن امور میں شتابی کا حکم دیا ہے ان کو جلدی بجالایا جائے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۴۸۳۰/۱ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَيْنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں کاٹا جاتا۔ (بخاری ومسلم)

لہ لَدَغَ سانپ اور بچھو کا کاٹنا، جُحر پہلے جیم پر پیش، حا ساکن سانپ وغیرہ کی جگہ، اگر حا پہلے ہو تو اس کا معنی کمرہ ہے ہر وہ مومن جو محتاط، حمایت دین وحق سے موصوف ہو وہ اللہ تعالےٰ کے کسی سرکش وباغی پر اعتماد نہیں کرتا اور اللہ تعالےٰ کی خاطر اس پر غضب اور اس سے انتقام ضرور لیتا ہے اور ہر بار حلم کے باوجود فریب نہیں کھاتا، اگر دنیا کے معاملات میں فریب و دغا کھالے تو یہ آسان ہے لیکن دینی معاملات میں یہ ممکن نہیں یہ ایک عظیم قاعدہ کی تعلیم ہے تاکہ دین وملت کی حفاظت کی جا سکے۔ اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ ابوعزہ (عین پر زبر) شعراء کفار میں سے تھا اس نے مسلمانوں کی ہجو کی اور اپنی قوم کے بدبخت لوگوں کو ان کی ایذا پر برانگیختہ کیا۔ غزوہ بدر کے موقعہ پر وہ گرفتار ہوگیا اس پر اس نے عہد کیا کہ میں یہ عمل بد آئندہ نہیں کروں گا، نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس عہد سے اسے رہا کر دیا جب وہ اپنی قوم میں گیا تو پھر اس نے وہی شر وفتنہ پردازی شروع کر دی۔ غزوہ احد کے موقعہ پر پھر گرفتار ہوگیا اس نے امان مانگی اور عہد کیا کہ میں آئندہ اب ایسا کام نہیں کروں گا۔ آپ نے اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا، کچھ لوگوں نے معافی کی درخواست کی تو اس موقعہ پر ارشاد فرمایا مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔

۴۸۳۱/۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ اِنَّ فِيْكَ لَخَصْلَتَيْنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے عبدالقیس کے سردار

يُحِبُّهُمَا اللهُ الْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اشج سے کہا تیرے اندر دو ایسی خصلتیں ہیں جو اللہ کو پسند ہیں۔ بردباری اور وقار ۲؎ (مسلم)

۱؎ عبد القیس قبیلہ کا نام ہے۔ روایات میں آیا ہے کہ جیسا اس وفد نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو اپنی سواریوں سے بڑی جلد بازی سے نیچے اتر آئے۔ آپ کی ملاقات میں نہایت عجلت سے کام لیا۔ ان میں شوق و محبت کے ساتھ ساتھ اضطراب اور چلبل کی کیفیت بھی تھی آپ نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی، اشج جن کا نام منذر بن عائذ تھا یہ ان کا سردار اور رئیس تھے۔ یہ اپنی منزل اور جائے سکونت میں گئے قوم کا تمام سازو سامان محفوظ کر کے رکھا پھر غسل کیا کپڑے پہنے اور آرام و وقار سے مسجد نبوی میں آئے، دو رکعت نماز ادا کی، دعا کی اور پھر آپ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کے اس عمل کو خوب سراہا۔

۲؎ روایات میں یہ بھی ہے کہ جب آپ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے ان کی ان دو خصلتوں سے آگاہ کیا تو انہوں نے پوچھا کہ میرے اندر ان کا وجود بطور کسب ہے یا میری فطرت میں اللہ تعالے نے ان کو پیدا فرمایا ہے آپ نے فرمایا یہ کسب نہیں بلکہ اللہ تعالے کی تخلیق و عطا ہے اس پر انہوں نے اللہ تعالے کا شکر ادا کیا کہ اس نے میرے اندر ایسی صفات پیدا فرمائیں جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہیں اور سوال سے غرض یہ تھی کہ اگر یہ صفات کسبی ہیں تو ان کے زائل ہونے کا خطرہ ہے اور جبلت میں ودیعت کی گئی ہیں تو پھر ان کے دائم و باقی رہنے کی امید کی جا سکتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۴۸۳۲ ۲ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْاَنَاةُ مِنَ اللهِ وَالْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطٰنِ ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فِيْ عَبْدِ الْمُهَيْمِنِ بْنِ عَبَّاسٍ الرَّاوِيْ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ ۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا تسلی کے ساتھ کام کرنا اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ۳؎ ہے (ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور بعض محدثین نے اس کے راوی عبد المہیمن بن عباس کے بارے میں ان کے حفظ کے حوالے ۴؎ سے کلام کیا ہے۔

۱؎ مشہور صحابی ہیں، مدینہ طیبہ میں وصال فرمانے والے آخری صحابی ہیں۔

۲؎ عجلہ، عین اور جیم پر زبر ہے۔

۳؎ مگر وہ کام جو سراپا خیر ہو قرآن مجید میں ہے وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ۔

۴؎ ان کا حافظہ بہتر نہ تھا۔

۴۸۳۳ ۴ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَلِيْمَ اِلَّا ذُوْ عَثْرَةٍ

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے بردبار

وَلَاحَكِيْمَ اِلَّا ذُوْ تَجْرِبَةٍ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

مگر لغزش[1] والا اور نہیں ہے حکمت[2] والا مگر تجربہ کار۔ (مسند احمد اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔)

---

[1] یعنی ہر وہ شخص جو گناہ و معصیت میں واقع ہو، اس کے معاملات میں خطاء و خلل ہو جس کی وجہ سے وہ شرمندہ ہو اور چاہتا ہو کہ لوگ اس کے عیوب و خطاؤں کو ظاہر نہ کریں، لغزشوں کو معاف کر دیں لہٰذا جب وہ اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں میں چاہتا ہے کہ لوگ درگزر کریں وہ لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرتے ہوئے ان پر پردہ ڈالنے کا خواہش مند ہوگا۔ بعض شارحین نے بیان کیا ہے کہ جب تک کوئی انسان بعض امور کو بجا نہ لائے اور ان میں کوتاہی و لغزش کا مرتکب نہ ہو اس میں حلم و بردباری پیدا نہیں ہو سکتی کیونکہ جب تک مقامات بے صبری سے آگاہ نہیں ہوگا ان سے اجتناب کیسے کرے گا؟ اور اس میں حلم کیسے آئے گا اور کیسے علم ہوگا کہ یہاں حلم سے کام لینا چاہیے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حلیم وہی شخص ہو سکتا ہے جو صاحب تجربہ ہو۔

[2] حکمت شئ کی حقیقت سے آگاہ ہونا، حکیم، دانا، راست کام والے کو کہا جاتا ہے اور اصل معنی حکمت کا کسی چیز کو خلل سے خالی اور محکم کرنا ہے۔ پس وہ شخص جس کو اشیاء کی معرفت حاصل ہو جائے، ان کے منافع و مصالح اور مفسدات سے آگاہ ہو جائے گا اسے حکمت حاصل ہو جائے گی۔

۴۸۳۴/۵ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِيْ فَقَالَ خُذِ الْاَمْرَ بِالتَّدْبِيْرِ فَاِنْ رَاَيْتَ فِيْ عَاقِبَتِهٖ خَيْرًا فَامْضِهٖ وَاِنْ خِفْتَ غَيًّا فَامْسِكْ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے کوئی نصیحت کیجیے آپ نے فرمایا۔ کام خوب تدبیر سے کر پھر اگر اس کا انجام بھلائی دیکھو تو کر گزرو اور اگر گمراہی کا ڈر ہو تو باز رہو۔ (شرح السنۃ)

۴۸۳۵/۶ وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ الْاَعْمَشُ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التُّؤَدَةُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ خَيْرٌ اِلَّا فِيْ عَمَلِ الْاٰخِرَةِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت مصعب بن سعد[1] اپنے والد گرامی سے اعمش کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا مگر یہ کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا ہے تسلی کے ساتھ کام کرنا ہی ہر شے میں بہتر ہے مگر آخرت کے معاملہ میں (ابوداؤد)

---

[1] مصعب بن سعد بن ابی وقاص زہری قریشی اور مدنی ہیں، ابن سعد نے ان کا تذکرہ اہل مدینہ کے دوسرے طبقہ میں کیا ہے۔ محدثین نے کہا کہ یہ ثقہ ہیں۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے، یہ اپنے والد گرامی، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کرتے ہیں، کوفہ میں مقیم رہے ایک سو تین ہجری میں ان کا وصال ہوا۔

[2] اعمش اس حدیث کے راوی ہیں۔

[3] ان کے والد گرامی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے۔ انہوں نے نہیں۔

۴ے التُّؤَدَۃُ۔ تا پر پیش، ہمزہ پر زبر یا ساکن، آہستہ اور آرام سے کام کرنا۔

۵ے کیونکہ وہ یقیناً خیر ہی ہوتا ہے بخلافِ امور دنیوی کے، اسلاف میں سے کسی کے بارے میں ہے کہ انہوں نے طہارت خانے سے شاگرد سے کہا کہ میری قمیص ابھی اتار کر فلاں کو دے دو۔ عرض کیا گیا کہ آپ باہر آئیں پھر ایسا ہو جائے گا تو انہوں نے فرمایا ابھی کر لو کیونکہ اب تو میرا دل نے یہ نیک نیت کی ہے مجھے خوف ہے کہ باہر آتے ہی بدل نہ جائے۔

۴۸۳۶/۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّمْتُ الْحَسَنُ وَ التُّؤَدَةُ وَالْاِقْتِصَادُ جُزْءٌ مِّنْ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عبداللہ بن سرجس[۱] رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی عادت تسلی واطمینان سے کام کرنا اور میانہ روی[۲] نبوت کا چوبیسواں[۳] حصہ ہے۔ (ترمذی)

۱ے سرجس، سین پر زبر، را ساکن، جیم کے نیچے زیر، بصری صحابی ہیں، ان سے مروی حدیث از بصریین ہے ان سے قتادہ، عاصم، احول نے روایت کیا ہے۔

۲ے معیشت اور ہر کام میں افراط وتفریط سے بچنا۔

۳ے یعنی یہ انبیاء کرام صلوات اللہ وسلامہ علیہم کا طریقہ ہے، عدد کے تعین کی حکمت صرف شارع علیہ السلام ہی جانتے ہیں۔ نور نبوت کے بغیر اس سے کما حقہ آگاہی ممکن نہیں ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کتاب الرؤیۃ میں ہے کہ نیک خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

۴۸۳۷/۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْهَدْيَ الصَّالِحَ وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ وَالْاِقْتِصَادَ جُزْءٌ مِّنْ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا طریقہ[۱] خوش[۲] خلقی اور میانہ روی نبوت کا پچیسواں[۳] حصہ ہے۔ (ابوداؤد)

۱ے ھدی ھا پر زبر، دال ساکن بصیرت۔

۲ے سمت سین پر زبر، میم ساکن، نیک چال وچلن، اگرچہ ھدی اور سمت میں خیر پائی جاتی ہے مگر صالح کی قید تاکید کے لیے ہے یا یہاں تجرید ہے یعنی ان کا معنی صرف سیرت اور چال چلن ہے۔

۳ے سابقہ حدیث میں چوبیس کا عدد تھا اس میں ایک عدد زائد ہے۔ یہ راوی کا وہم وخطا ہے یا کوئی حکمت دیگر ہو سکتی ہے۔

۴۸۳۸/۹ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِيْثَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ اَمَانَةٌ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی آدمی بات کرے اور پھر وہ غائب ہو جائے تو وہ بات امانت[۲] ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

[۱] بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد اس کا دائیں بائیں دیکھنا ہے۔ جب ایسی بات کی جائے جس کا اخفا مطلوب ہو تو انسان دائیں بائیں دیکھتا ہے۔ الغرض مجلس کی بات مراد ہے۔

[۲] اہلِ مجلس پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اس میں ضیافت کرتے ہوئے اس کی تشہیر نہ کریں۔

۴۸۳۹/۱۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِی الْهَیْثَمِ ابْنِ التَّیِّهَانِ هَلْ لَّکَ خَادِمٌ قَالَ لَا فَقَالَ فَاِذَا اَتَانَا سَبْیٌ فَاْتِنَا فَاُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِرَاْسَیْنِ فَاَتَاهُ اَبُو الْهَیْثَمِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اخْتَرْ مِنْهُمَا فَقَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اخْتَرْ لِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ خُذْ هٰذَا فَاِنِّیْ رَاَیْتُهٗ یُصَلِّیْ وَاسْتَوْصِ بِهٖ مَعْرُوْفًا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوالہیثم[۱] بن تیہان[۲] سے پوچھا کہ تمہارے پاس خادم ہے عرض کیا نہیں فرمایا جب ہمارے پاس قیدی آئیں پھر ہمارے پاس[۳] آنا چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں دو آدمی لائے گئے ادھر سے ابوہیثم آگئے آپ نے فرمایا ان دونوں میں ایک پسند کر لو عرض کیا یا نبی اللہ آپ ہی میرے لیے انتخاب فرما دیں۔ آپ نے فرمایا جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین[۴] ہوتا ہے، تم یہ لے جاؤ میں نے دیکھا یہ نماز پڑھتا ہے اور اس کے بارے میں بھلائی کی نصیحت[۵] یاد رکھو۔ (ترمذی)

[۱] الہَیثَم ہا پر زبر، یا ساکن، ثا پر زبر

[۲] ابن التیِّہان تا پر زبر، یا کے نیچے زیر اور مشدد، یہ صحابی کا نام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ ابوبکر و عمر فاروق کے ساتھ بھوک کی وجہ گھر سے نکل کر ان کے مہمان ہوئے۔ انہوں نے آپ کی رضا کی خاطر خوب خدمت کی اس پر آپ نے فرمایا، تیرے پاس خادم ہے۔

[۳] تاکہ میں تجھے خادم و معاون عنایت کروں۔

[۴] اس کو چاہیے کہ مشورہ لینے والے کے لیے جو بہتر ہو اس کا مشورہ دے اور خیانت سے کام نہ لے۔ غرض یہ تھی کہ جب تو نے مجھے اختیار دیا ہے تو ہم تمہیں وہی غلام دیں گے جو بہتر ہوگا، پس ان دو غلاموں میں سے ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اسے لے لو۔

[۵] بعض نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ میں تجھے اس کے ساتھ احسان کی وصیت کرتا ہوں اور تو اسے قبول کر۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ اس میں طلب نہیں ہے کیونکہ وہ مقصود نہیں، دوسری روایت میں ہے کہ جب ابوالہیثم اسے لے کر گھر آئے تو اپنی اہلیہ سے کہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے یہ خادم عطا کیا ہے اور اس کے حق میں نیکی و احسان کی وصیت فرمائی ہے۔ خاتون کہنے لگی اس وصیت پر شاید ہم عمل نہ کر سکیں لہٰذا نیکی و احسان یہ ہے کہ اسے تو آزاد کر دے۔

۴۸۴۰/۱۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ اِلَّا ثَلٰثَةٌ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مجلس کی باتیں امانت ہوتی ہیں

مَجَالِسَ سَفْكُ دَمٍ حَرَامٍ اَوْ فَرْجٌ حَرَامٌ اَوِ اقْتِطَاعُ مَالٍ بِغَيْرِ حَقٍّ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ سَعِيْدٍ اِنَّ اَعْظَمَ الْاَمَانَةِ فِيْ بَابِ الْمُبَاشَرَةِ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ)

سوا تین مجلسوں[2] کے، حرام خون بہانے کی حرام[3] شرمگاہ کی اور ناحق مال[4] حاصل کرنے کی (ابوداؤد) اور حدیث ابو سعید[5] اِنَّ اَعْظَمَ الْاَمَانَۃِ الخ باب المباشرت کی فصل اول میں گزر چکی ہے)

---

[1] سابقہ حدیث کے تحت گزر چکا ہے کہ مجلس میں جو کچھ سنا جائے اسے نقل نہ کیا جائے اور نہ اس کی تشہیر کی جائے۔

[2] ان مجالس کی باتیں آگے پہنچانا واجب ہے۔

[3] زنا مراد ہے۔

[4] ظلماً مال حاصل کرنا اگر کوئی شخص ان میں سے کوئی سنے کہ فلاں، فلاں کو قتل کرنا چاہتا ہے یا زنا کا ارادہ رکھتا ہے یا مال غصب کرنا چاہتا ہے تو فی الفور ان لوگوں کے علم میں لائے تاکہ وہ اپنے آپ کو محفوظ کر سکیں۔

[5] یہ حدیث مصابیح میں تکرار آئی ہے باب المباشرۃ میں اسے صحیح اور باب المحذر میں اسے حسن کہا ہے ہم نے صرف باب المباشرت میں اس کا ذکر کیا اور یہاں ذکر نہیں کی تاکہ تکرار نہ ہو اور صواب یہی ہے کہ اسے صحاح میں شمار کیا جائے، ممکن ہے کہ ماتن کے نسخہ میں ایسا ہو، ہمارے نسخہ میں ایسا نہیں ہے۔ صرف باب المباشرت میں ہی ہے باب المحذر والثانی میں نہیں۔ ممکن ہے کاتب نے تکرار کی وجہ سے چھوڑ دیا ہو۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

٤٨٤١/١٢ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ قَالَ لَهٗ قُمْ فَقَامَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَدْبِرْ فَاَدْبَرَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَقْبِلْ فَاَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اُقْعُدْ فَقَعَدَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا هُوَ خَيْرٌ مِّنْكَ وَلَا اَفْضَلُ مِنْكَ وَلَا اَحْسَنُ مِنْكَ بِكَ اٰخُذُ وَبِكَ اُعْطِيْ وَبِكَ اُعْرَفُ وَبِكَ اُعَاتِبُ وَبِكَ الثَّوَابُ وَعَلَيْكَ الْعِقَابُ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ بَعْضُ الْعُلَمَآءِ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

تیسری فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ نے عقل کو پیدا فرمایا اور کہا کھڑی ہو وہ کھڑی ہوئی پھر اسے فرمایا پھر جاؤ وہ پھر گئی، فرمایا آگے[1] بڑھ وہ آگے بڑھی، پھر اس سے فرمایا بیٹھ جا تو وہ بیٹھ گئی، پھر فرمایا میں نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی جو تجھ سے بہتر[2]، افضل اور خوبصورت[3] ہو، تیرے ذریعے[4] ہی پکڑا کروں گا اور تیرے ذریعے ہی عطا کروں اور تیرے ذریعے ہی میری پہچان ہو گی اور تیرے ذریعے ہی عتاب کروں گا، تیرے ساتھ ہی ثواب ہے اور تجھ پر ہی عذاب[5] ہے۔ بعض محدثین نے اس حدیث میں کلام کیا ہے[6]

(بیہقی)

[1] میری طرف رخ کر

[2] جو کمال میں تجھ سے افضل ہو۔

[3] جو خیر میں تجھ سے فی ذاتہٖ احسن ہو، فضیلت دوسرے کے اعتبار سے اور حسن اپنی صفات و افعال کے لحاظ سے ہوتا ہے۔

[4] ہر نعمت تیرے واسطہ سے دیتا ہوں کیونکہ وہ خدمت کر کے انعام کا مستحق ہو جاتا ہے اور نعمت عطا کرنے کے بعد جب بندہ کوتاہی و نافرمانی کرتا ہے تو اس سے نعمت واپس لے لیتا ہوں۔

[5] یعنی دنیا و آخرت میں عذاب و ثواب اور مکلف ہونے کا اعتبار عقل پر ہی ہے۔

[6] بعض محدثین نے اس کی صحت پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے اور اس کی تفصیل شرح میں کر دی گئی ہے۔

۴۸۴۲/۱۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَكُوْنُ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ حَتّٰی[1] ذَكَرَ سِهَامَ الْخَيْرِ كُلَّهَا وَمَا يُجْزٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا بِقَدْرِ[2] عَقْلِهٖ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی نماز، روزہ، زکاۃ اور حج وغیرہ والوں میں سے ہوتا ہے حتیٰ کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے نیکی کی تمام اقسام کا بیان فرمایا مگر قیامت میں اپنی عقل کے مطابق ہی بدلہ دیا جائے گا۔ (بیہقی)

[1] نیکی کے تمام کلمے اور بڑی بڑی نیکیاں بیان کیں، یا ان میں اکثر کا بیان کیا۔

[2] یہاں عقل سے مراد اشیاء کی معرفت دنیا و آخرت کے فساد و بطلان کا پالینا، خیر و شر کے درمیان فرق کرنا۔ نفس کی شرارتوں اور وساوس سے احتراز اور بچنا، اللہ تعالیٰ کے قرب اور آخرت کا شعور رکھنے والی عقل تک رسائی حاصل کرنا۔ بعض مقامات پر عقل معاد کا لفظ ہے۔ اس سے مراد بھی یہی ہے۔ یہاں علماء کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ عقل افضل ہے یا علم؟ اگر علم سے مراد یہ مذکورہ امتیاز ہی ہو جو کہ اثر عقل تھا تو اب ان دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہوگا اور اس معنی کے اعتبار سے علم اور عقل عمل و عبادت سے افضل ہیں۔ اسی وجہ سے علماء نے فرمایا عالم عاقل کی ایک رکعت دوسرے کی ہزار رکعت سے افضل ہوتی ہے۔

۴۸۴۳/۱۴ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ذر! تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں[1]، بچنے جیسا کوئی تقویٰ نہیں[2]۔ اچھے[3] اخلاق جیسی کوئی فضیلت نہیں۔ (بیہقی)

[1] امور کے انجام اور ان کے مفاسد و مصالح میں نظر کرنے کو تدبیر کہا جاتا ہے۔ صراح میں تدبیر کا معنی کام کے انجام

کو دیکھنا ہے اور عقل سے یہاں مطلقاً علم و ادراک مراد ہے۔

؎۲ تقویٰ اور ورع ایک ہی شے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک متورع متقی سے افضل ہوتا ہے کیونکہ تقویٰ صرف محرمات سے پرہیز ہے اور ورع میں مکروہات اور مشتبہات سے بھی بچا جاتا ہے، صواب یہی ہے کہ دونوں کا معنی ایک ہے اور قوم کے محاورات میں اس طرح مستعمل ہے۔ علامہ طیبی نے یہاں اشکال وارد کیا ہے کہ ورع کا معنی محارم سے رکنا ہے تو اب لا ورع مثل الکف کا کیا معنی ہوگا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہاں کف سے مراد ہاتھ کو مسلمانوں سے یا زبان کو لایعنی باتوں سے باز رکھنا ہے چونکہ اس کے مفاسد کثیر تھے اس لیے مبالغۃً ورع کو کف میں منحصر کر دیا، یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ ورع اور تقویٰ اگرچہ لغت میں کف اور اجتناب کے معنی میں ہیں لیکن عرف شرع میں بہتر امور کا بجا لانا اور برے امور سے بچنا دونوں کو شامل ہے، اگر اس کا معنیٰ اجتناب ہی ہو تو احکامِ الٰہیہ کی تعمیل کے ترک کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے لہٰذا اس لحاظ سے یہ لفظ دونوں کو شامل ہے۔ الغرض ورع و تقویٰ شریعت کے احکام پر عمل ہے۔ بعض کو بجا لانا اور بعض سے اجتناب کرنا، گویا ورع کے دو جز ہیں۔ اوامر کا بجا لانا اور نواہی سے بچنا۔ بعض شارحین نے کہا کہ امور کے بجا لانے سے بچنے نواہی سے پرہیز اہم اور مقدم ہے۔ اگر کوئی شخص اوامر کی بجا آوری میں فرائض اور سنن موکدہ پر اکتفا کر لیتا ہے تو جائز ہے مگر نواہی کے اجتناب میں کامل طور پر اہتمام لازم ہے تاکہ قرب الٰہی کا حصول ہو سکے اور اگر کوئی شخص اوامر کی بجا آوری میں نہایت اہتمام کرتا ہے مثلاً نوافل و مستحبات کی پابندی کرتا ہے لیکن محرمات کے ارتکاب سے باز نہیں رہتا تو قرب الٰہی نہیں پا سکتا۔ اس کی مثال یوں ہے کہ جو بیمار پرہیز کرتا ہے مگر دوا نہیں کھاتا تو اسے شفا ہو جائے گی اگرچہ اس میں تاخیر ہو جائے اور اگر دوا لیتا ہے مگر پرہیز نہیں کرتا تو شفا نہیں ہو سکتی بلکہ بیماری میں اضافہ ہوگا۔ اس میں تفصیل ہے۔ حضرت شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے تبیین الطرق میں اسے بیان فرمایا ہے اور اس بندۂ حقیر نے اپنے بعض رسائل میں اس کا ترجمہ کیا ہے اور اس معنی پر حدیث کو محمول کرنا صحیح اور عمدہ ہے۔

؎۳ حسب اپنی سیرت و فضائل اور اپنے آباء و اجداد کے فضائل مراد ہیں تو فرمایا اصل کمال و بزرگی حسن اخلاق ہے۔ اس کو اپنایا جائے اس کے بغیر سب کچھ ضائع ہے، اگر خلق سے تمام صفاتِ باطن مراد ہیں تو حسنِ اخلاق کا عمدہ ہونا واضح ہے اور اگر نرم خوئی، محبت و مہربانی مراد ہو جیسا کہ معروف ہے تو اس سے مبالغہ مقصود ہوگا۔ اس صفت کی حقیقت اہل تصوف کی تعلیمات میں سے حاصل کی جائے، امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ حسن خلق انسان کا وسیع الظرف ہونا، لوگوں سے خندہ پیشانی سے پیش آنا، مخلوق خدا کی خدمت کرنا اور اسے تکلیف و اذیت سے محفوظ کرنا ہے، شیخ واسطی کہتے ہیں کہ مخلوق سے ترک خصومت کا نام خلق ہے۔ بعض کے نزدیک حسن خلق سے مراد مخلوق کو راحت و تکلیف میں راضی رکھنا ہے، شیخ سہیل تستری کہتے ہیں کہ کم سے کم حسن خلق کا مرتبہ یہ ہے مخلوق کی جفا کو قبول کرنا ان سے بدلہ نہ لینا، ظالم پر رحمت و شفقت کرنا اور اس کی معافی قبول کرنا ہے۔

۴۸۴۴/۱۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ

الْمَعِيْشَةِ وَالتَّوَدُّدُ اِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الْاَرْبَعَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)۔

میں میانہ روی[1] آدمی معیشت ہے، لوگوں سے محبت کرنا آدھی عقل[2] اور حسن سوال نصف علم[3] ہے (بیہقی نے ان چار احادیث کو شعب الایمان میں ذکر کیا)

[1] افراط وتفریط سے دور ہونا سرمایۂ زندگی کا نصف ہے اور زندگی میں دو چیزیں ہیں، آمدن اور خرچ اور جس نے خرچ میں اعتدال کی راہ اپنائی اس نے نصف معیشت کو سنوار لیا۔

[2] گویا تمام عقل یہ ہے کہ آدمی کسب و کام کرے اور بنی نوع انسان کے ساتھ بھی بہتر زندگی بسر کرے لیکن اس صورت میں ہے جب ان کے ساتھ اظہار دوستی دین و دیانت کے خلاف نہ ہو۔

[3] کیونکہ سوال کرنے والا اسی کے بارے میں سوال کرے گا جو اہم اور کارآمد ہو اور اس کے ذریعے علم میں اضافہ ہو اور اسے تمام مسئولات میں بھی امتیاز کرنا پڑتا ہے کہ کس کے بارے میں پوچھا جائے اور کس انداز اور طریقے سے پوچھا جائے؟ اور اس کا جواب جب مکمل ہو جاتا ہے تو اس کا علم بھی کامل ہو جائے گا۔ حاصل یہ ہے کہ علم دو طرح کا ہے سوال اور جواب اور حسن سوال یہ ہے کہ مسئلہ کی تمام شقوں اور احتمالات کو سامنے رکھ کر سوال کیا جائے تاکہ اس کا جواب وافی و کافی ہو اور باقی کوئی احتمال یا شے نہ رہ جائے۔ پس اس لحاظ سے سوال از قبیل علم ہے اب یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ سوال کا سبب جہالت اور تردد ہوتا ہے نہ کہ علم تو اسے علم یا نصف علم کیوں کہا جائے؟ تنبیہ۔ یہ گفتگو اس صورت میں ہے جب اشیاء مذکورہ میں نصف کا حقیقی معنیٰ مراد لیا جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں ان امور کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے مقصود مبالغہ و تاکید ہو۔ یعنی اصلاح معیشت، تحصیل دانش اور تحصیل علم اشیا کے لیے بہت سے اسباب درکار ہیں لیکن یہ تمام اشیا ایک طرف اور میانہ روی، اظہار دوستی اور حسن سوال ایک طرف، تو وہ تمام مل کر نصف اور یہ دوسرا نصف ہیں۔ اس صورت میں معنیٰ روایت بغیر کسی تکلف کے واضح ہو جائے گا۔

بَابُ الرِّفْقِ وَالْحَيَاءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ

۳۲۵۔ نرمی، شرم وغیرت اور خوش خلقی کا بیان

رِفْقٌ، را پر کسرہ نرمی یہ عنف تکبر و سختی کی ضد ہے۔ صراح میں ہے ارفاق نرمی کرنا اور کسی کو نفع دینا۔ ہنایہ میں ہے رفق کا معنیٰ لطف اور جانب کا نرم ہونا ہے۔ علامہ طیبی نے نقل کیا ہے کہ رفق لطف د کام کو آسان طریقہ سے بجا لانا ہے حیاو شرم رکھنا یہ وہ حالت ہے جو انسان کو عیب اور برائی کے خوف سے ہو۔ اچھی حیا یہ ہے کہ انسان کا نفس ہر اس عمل کے ارتکاب سے رک جائے جو شریعت میں ناپسند ہے، حسن خلق پر گفتگو سابقہ احادیث کے تحت گزر چکی ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

٤٨٤٥ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ[1] يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِيْ عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِيْ عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِيْ عَلٰى مَا سِوَاهُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ لِعَائِشَةَ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَاِيَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ اِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهٗ وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَهٗ۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نرمی[1] فرمانے والا ہے اور نرمی[2] پسند کرتا ہے۔ نرمی پر وہ کچھ عطا کرتا ہے جو سختی پر[3] عطا نہیں کرتا اور وہ جو اس کے علاوہ پر نہیں دیتا (مسلم) اس کی روایت میں ہے کہ آپ نے عائشہ سے فرمایا، نرمی اختیار کرو، سختی اور فحش کلامی سے بچو، نرمی شے کو حسین بنا دیتی ہے اور نرمی کا نہ ہونا شے کو عیب دار کر دیتا ہے۔

[1] اپنے بندوں پر لطف فرمانے والا ہے، ان پر آسانی فرماتا ہے اور اس کام و عمل کا حکم نہیں دیتا جو ان کی طاقت میں نہ ہو۔

[2] کہ لوگ آپس میں نرمی و لطف سے کام لیں اور تمام کاموں مثلاً طلب رزق وغیرہ میں آسانی کریں، سختی نہ کریں اور اس کے بعد طلب رزق اور تحصیل مطالب میں نرمی اختیار کرنے کی ترغیب دی۔

[3] پہلے نرمی کو سختی پر ترجیح دی جو اس کی ضد ہے پھر بتایا کہ سختی کیا ہے؟ بلکہ نرمی تمام مقاصد کے حصول کے لیے مفید اور راجح ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اگر وہ اسباب بھی باب رفق سے ہیں تو ترجیح کی گنجائش نہیں رہے گی، اور اگر وہ از قبیل سختی ہوں تو کلام اول سے سختی پر نرمی کی ترجیح معلوم ہو رہی ہے تو پھر اس کلام کا کیا فائدہ؟ میں کہتا ہوں کہ یہ کلام سابق میں برائے تاکید ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ عزائم اور مقاصد کے حصول مثلاً رزق وغیرہ میں نرمی اور رفق کا اظہار کرے، کہ یہ دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور جب اس کی مرضی ہو گی تو وہ اس میں اضافہ کر دے گا جو اسباب پر سختی اور انہماک کی صورت میں ہو گا۔

٤٨٤٦ وَعَنْ جَرِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ خیر ہی سے محروم کر دیا گیا ہے۔ (مسلم)

٤٨٤٧ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک انصاری کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا[1]

وَسَلَّمَ دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ حیا ایمان[2] ہے۔ (بخاری و مسلم)

[1] کثرتِ حیا پر ناراض ہو رہے تھے بعض روایات میں یعظ کی جگہ یُعاتب ہے۔

[2] حیا جتنی ہو گی بہتر ہے کیونکہ اس کے ذریعے آدمی ارتکاب معاصی سے محفوظ رہتا ہے۔

۴۸۴۸ وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَيَاءُ لَا يَاْتِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا حیا بھلائی ہی کا ذریعہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حیا سراپا[1] خیر ہے (بخاری و مسلم)

[1] یہاں ایک اشکال ہے کہ بعض اوقات حیا بعض حقوق مثلاً امر بالمعروف، نہی عن المنکر وغیرہ کی ادائیگی میں مخل ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو حق کی راہ میں مخل ہو وہ شرعاً حیا نہیں بلکہ وہ تو بزدلی اور کمزوری ہے اور یہ نقائص میں سے ہے۔ اگر اسے حیا کہا جاتا ہے تو یہ مجازاً ہوگا، شرعاً حیا یہ ہے کہ وہ اعمالِ بد سے بچنا چاہے خواہ طبعاً بد ہوں یا شرعاً، شریعت میں جس حیاء کی تعریف کی گئی ہے وہ یہی ہے کہ انسان حرام، مکروہ اور ترک اولیٰ سے پرہیز کرے اب مختار جواب یہ ہوگا کہ یہ کلیہ اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهٗ، اس حیا کے ساتھ مخصوص ہے جو اللہ تعالٰے کی رضا کے لیے ہو اور اگر اسے مبالغہ پر محمول کر لیا جائے تو بھی معنی بن سکتا ہے کہ اگرچہ خیر حقیقی حیا کی ایک قسم میں ہے لیکن اس کی ماہیت مطلقہ میں خیر گویا وہ تمام خیر ہے ممکن ہے اس کا کم سے کم پایا جانا بھی انسان کو خیر کی طرف لائے گا۔

۴۸۴۹ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ[1] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابو مسعود[1] رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا سابقہ انبیاء[2] کے کلام میں سے ہے کہ جب تو حیا نہ کرے تو جو چاہے کر[3] لے (بخاری)

[1] بعض نسخوں میں ابن مسعود ہے لیکن صواب ابو مسعود انصاری ہی ہے۔

[2] ان کی وحی کے نتائج میں سے ہے اور جو باقی ہے اس پر نسخ و تبدیلی نہیں ہوئی وہ یہی کلام ہے۔

[3] اس حدیث پر چند وجوہ سے گفتگو کی گئی ہے ایک یہ کہ یہاں طلب مراد نہیں بلکہ یہ خبر ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ برائی سے حیا روکتی ہے جب تیرے اندر حیا نہیں تو تو مرضی کر۔ دوسرا یہ کہ امر کا صیغہ یہاں تہدید کے لیے ہے جیسے اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ (جو چاہو کرو) آخر اس کو سزا و جزا بھگتنا ہو گی۔ تیسرا یہ کہ یہ عمل کرنے کا قاعدہ اور ضابطہ بیان ہوا ہے کہ ہر وہ فعل جس میں شبہ ہو اور شریعت میں اس کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں تصریح نہ ہو تو فکر کرو گے اگر اس کے بجا لانے میں شرم محسوس نہیں ہوتی تو کر گزرو اور اگر حیا عارضی ہوتی ہے تو مت کرو کیونکہ اس میں کراہت و قباحت ہے اگر وہ فعل حق ہوتا تو حیا عارضی نہ ہوتی اور یہ گفتگو اس قلب سلیم کے حوالے سے ہے جو تقویٰ کے نور سے منور اور عوارض بشریت سے خالی ہو۔ چوتھے یہ کہ یہ اس عمل کے بارے میں کہا ہے جو از قبیل طاعات ہو مگر اس میں ریاکاری اور تصنع کا پہلو تھا تو شرم کی وجہ سے اسے ترک کر دیا تو یہاں واضح کر دیا

گیا ہے کہ شرم خدا اور رسول سے کرنی چاہیے جب وہ ایسا فعل ہے جس میں خدا اور رسول سے شرم رکھنا لازم نہیں تو مخلوق کی خاطر اسے کیوں ترک کیا جائے؟ اگر اس میں ریا کا پہلو ہے تو اس سے بچنے کی صورت کی جائے اور اس پر توبہ واستغفار کر لی جائے اسی طرح ہر وہ عمل جو مخلوق کے لحاظ سے مذموم ہو اس کا ترک بھی یہی حکم رکھتا ہے۔

۴۸۵۰ ۶ وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ فَقَالَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت نوّاس[1] بن سمعان رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا نیکی خوش خلقی ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اور تو یہ پسند نہ کرے کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔ (مسلم)

[1] نوّاس، نون پر زبر، واؤ مشدد سمعان، سین پر زبر یا زیر۔ یہ صحابی قبیلہ بنی حلب سے ہیں۔ بعض کے نزدیک انصاری ہیں۔ شام میں اقامت پذیر رہے۔ یہ اس کلابیہ خاتون کے بھائی ہیں جس کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عقد فرمایا اور پھر طلاق دے دی۔

[2] ایسا عمل جس پر تردد وخلش رہے اور دل کو اطمینان وآرام نہ آئے اور اس پر شرح صدر نہ ہو لیکن یہ اس شخص کے حوالے سے ہوگا جس کے سینے کو اللہ تعالٰی نے اسلام کے لیے کھول دیا اور اس کا دل نورِ تقویٰ سے منور ومزین ہو گیا جس کے مقام پر آپ کے ارشاد گرامی "وَاسْتَفْتِ قَلْبَكَ" (اپنے دل سے فیصلہ طلب کرے) کا بھی یہی مفہوم ہے اور جس کے بارے میں نص نہ ہو اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں اور آگے گناہ کی علامت بیان فرمائی۔

۴۸۵۱ ۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے وہ شخص زیادہ محبوب وپسندیدہ[1] ہے جو اخلاق میں سب سے بہتر ہے۔ (بخاری)

۴۸۵۲ ۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

انہی سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جو اخلاق میں اچھا[1] ہے (بخاری ومسلم)

[1] ان دونوں احادیث کا مضمون ایک ہے۔ فرق یہ ہے کہ یہاں بہتر ہونا ان کی ذات میں ہے جس کی وجہ سے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبوب بن رہے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۴۸۵۳ ۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اُعْطِیَ حَظَّہٗ مِنَ الرِّفْقِ اُعْطِیَ حَظَّہٗ مِنْ خَیْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ (رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جسے نرمی میں سے حصہ دیا گیا اسے دنیا وآخرت کی بھلائی سے حصہ دیا گیا اور جسے نرمی کی عطا سے محروم رکھا گیا وہ دنیا و آخرت کی خیر سے محروم رہا۔ (شرح السنۃ)

۴۸۵۴/۱۰ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْحَیَآءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ وَالْبَذَآءُ مِنَ الْجَفَآءِ وَالْجَفَآءُ فِی النَّارِ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا حیاء[۱] ایمان سے ہے اور ایمان[۲] جنت میں ہے، فحش گوئی[۳] برائی[۴] ہے اور سخت دل دوزخ میں ہے۔ (مسند احمد، ترمذی)

[۱] افعال بد سے شرم کرنا۔

[۲] اہل ایمان مراد ہیں۔

[۳] البذاء با پر زبر ہے۔ فحش اور بیہودہ گوئی۔

[۴] جفا، بر کی ضد ہے یعنی بڑائی۔

۴۸۵۵/۱۱ وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ مُّزَیْنَۃَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا خَیْرُ مَا اُعْطِیَ الْاِنْسَانُ قَالَ اَلْخُلُقُ الْحَسَنُ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ شَرِیْكٍ)

علاقہ مزینہ[۱] کے ایک شخص نے بیان کیا کہ صحابہ نے سرور عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ انسان کو بہترین چیز کونسی عطا کی گئی ہے۔ فرمایا اچھا خلق۔ (بیہقی شعب[۲] الایمان، شرح السنۃ میں اسامہ بن شریک سے روایت ہے)

[۱] مُزَیْنَۃ، میم پر پیش، زا پر زبر، یا ساکن۔

[۲] یہ روایت بیہقی کی ہے اس میں اس آدمی کا نام نہیں ہے لیکن امام محی السنۃ نے شرح السنۃ میں حضرت اسامہ بن شریک ثعلبی سے روایت کیا ہے کہ یہ صحابی کوفہ میں قیام پذیر رہے۔ انہی میں سے شمار ہوتے ہیں اور ان کی حدیث بھی انہی کے بارے میں ہے۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں بھی حضرت اسامہ سے ہی مروی ہے۔

۴۸۵۶/۱۲ عَنْ حَارِثَۃَ بْنِ وَھْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ الْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِیُّ قَالَ وَالْجَوَّاظُ الْغَلِیْظُ الْفَظُّ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ فِیْ سُنَنِہٖ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَصَاحِبُ جَامِعِ الْاُصُوْلِ فِیْہِ عَنْ حَارِثَۃَ وَکَذَا فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ عَنْہُ وَلَفْظُہٗ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ الْجَوَّاظُ الْجَعْظَرِیُّ یُقَالُ الْجَعْظَرِیُّ الْفَظُّ الْغَلِیْظُ وَفِیْ

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالٰے عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں جواظ[۱] داخل نہ ہوگا اور نہ جعظری[۲] فرمایا جواظ بری عادت[۳] والا اور سخت زبان ہے۔ امام ابو داؤد نے سنن میں، بیہقی شعب الایمان میں، صاحب جامع الاصول اور صاحب شرح السنۃ نے حضرت حارثہ سے ان الفاظ میں روایت کیا کہ جنت میں جواظ، جعظر[۴] کا داخلہ نہ ہوگا جو[۵] سخت دل سخت زبان ہے،

نُسَخِ الْمَصَابِیْحِ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ وَهْبٍ وَّلَفْظُهٗ قَالَ وَالْجَوَّاظُ الَّذِیْ جَمَعَ وَمَنَعَ وَالْجَعْظَرِیُّ الْغَلِیْظُ الْفَظُّ ۔

مصابیح کے بعض نسخوں[8] میں عکرمہ بن وہب سے روایت ہے اس کے الفاظ میں جواظ وہ ہے[9] جو مال جمع کرے اور سائل کو منع کرے اور جعظری بدعادت والا سخت زبان ہے۔

[1] یہ صحابی ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر کے ماں کی طرف سے بھائی ہیں۔ کوفیین میں ان کا شمار ہوتا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انہوں نے زیارت کی، آپ سے اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے روایت کیا ہے۔

[2] جوّاظ، جیم پر زبر، واد مشدد۔

[3] جعظری، جیم پر زبر، عین ساکن، طا پر زبر۔

[4] صراح میں جواظ کا معنی متکبر بیان کیا گیا ہے۔

[5] ان تین محدثین نے یہ حدیث حارثہ بن وہب سے روایت کی ہے اور وہ بالاتفاق صحابی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمر کے والدہ کی طرف سے بھائی ہیں۔

[6] جعظری، جواظ کا وصف ہے۔

[7] بیاں سے معلوم ہوتا ہے کہ جواظ اور جعظری کا مفہوم ایک ہی ہے۔

[8] اس کے بعض نسخوں میں حارثہ بن وہب سے مروی ہے۔ امام تورپشتی کہتے ہیں کہ عکرمہ بن وہب کا ذکر صحابہ میں کسی نے نہیں کیا، یہ تابعی ہیں، لہٰذا یہ حدیث مرسل ہوگی، بعض لوگوں نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے، صحیح یہی ہے کہ یہ تابعی ہیں۔

[9] جواظ، بخیل مالدار، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے اور بعض سے مغایرت کا پتہ چلتا ہے۔ بعض کتب سے پتہ چلتا ہے کہ جواظ کا معنی متکبر اور جعظری کا معنی بدخلق ہے۔ الغرض دونوں الفاظ معانی میں قریب تر ہیں۔

۴۸۵۷/۱۳ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَثْقَلَ شَیْءٍ یُّوْضَعُ فِیْ مِیْزَانِ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَرَوٰی اَبُوْدَاؤدَ الْفَصْلَ الْاَوَّلَ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا سب سے وزنی شئ قیامت کے روز جو مومن کے ترازو میں رکھی جائے گی وہ اچھا اخلاق ہے اور اللہ تعالٰے فحش گوئی اور بدخلق کو ناپسند رکھتا ہے۔ (اسے ترمذی نے روایت کر کے حسن صحیح کہا اور ابو داؤد نے فصل اول میں[1] روایت کیا ہے)

[1] اس سے حدیث کا اولین حصہ مراد ہے، دوسرا حصہ اِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ مراد نہیں۔

۴۸۵۸/۱۴ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَیُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ قَآئِمِ اللَّیْلِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مومن اچھے اخلاق کی وجہ سے رات کو

وَصَآئِمِ النَّهَارِ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

قیام کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔

(ابو داؤد)

۴۸۵۹ / ۱۵ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقِ اللهَ حَيْثُ مَا كُنْتَ وَ اَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ مجھے سرور کونین صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے ڈرو[1] جہاں بھی ہو، برائی کے بعد نیکی کرو[2] جو برائی کو مٹا دیتی ہے[3] اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔

(مسند احمد، ترمذی، دارمی)

[1] اس کے عذاب سے ڈرو خواہ جلوت میں ہو یا خلوت میں، سفر میں ہو یا گھر میں۔

[2] اگر برائی کا ارتکاب ہو جائے تو نیکی کرو تاکہ وہ بدی کا نقش واثر ختم کردے۔

[3] شارحین نے بیان کیا ہے کہ آدمی کے لیے ضروری ہے کہ برائیوں کو مٹانے کے لیے نیکیوں کو بجا لائے اور ہر بدی کا ازالہ اس کی ہم جنس نیکی سے کرے۔ مثلاً مزامیر کی مجلس کا ازالہ قرآن و ذکر کی مجلس کے ذریعے، شراب پینے کا کفارہ حلال شروبات کا صدقہ کر کے تکبر کا تواضع اور بخل کا سخاوت کے ذریعے ازالہ کیا جائے علی ہذا القیاس (کذا قال الطیبی)

۴۸۶۰ / ۱۶ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَی النَّارِ وَبِمَنْ تَحْرُمُ النَّارُ عَلَيْهِ عَلٰی كُلِّ هَيِّنٍ لَيِّنٍ قَرِيْبٍ سَهْلٍ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اس کے بارے میں نہ بتاؤں جو آگ پر اور آگ اس پر حرام ہے ہر نرم خو، نرم زبان[1] لوگوں کے ساتھ اور در گزر کرنے والا۔ (مسند احمد اور ترمذی نے روایت کر کے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔)

[1] یعنی لام کے نیچے زیر، یا مشدد یا ساکن جیسے مَیِّتٌ اور مَیْتٌ، سوال میں مبالغہ و تاکید کی خاطر دونوں جانبوں سے حرام ہونا بیان کیا تو چونکہ دونوں کا مدعا ایک ہی ہے تو آخری حصہ پر اکتفا کر لیا۔ کیونکہ وہ قریب ہے اور متعارف یہی ہے کہ دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے۔

۴۸۶۱ / ۱۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيْمٌ وَّالْفَاجِرُ خِبٌّ لَئِيْمٌ ۔

رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا مومن بھولا بھالا باعزت ہوتا ہے اور فاسق عیار اور بدخلق ہوتا ہے[1]

(مسند احمد، ترمذی، ابو داؤد)

[1] بعض روایات میں فاجر کی جگہ منافق ہے، غِرٌّ غین کے نیچے زیر۔ فریب کھانے والا۔ صراح میں اس کا معنی ناآزمودہ ہے۔ خَبٌّ خا پر زبر و زیر دونوں جائز ہیں فریب دینے والا۔ نہایہ میں اس حدیث کی تشریح یوں ہے کہ مومن تواضع اور نرمی

کی وجہ سے ہر فریب دینے والے سے فریب کھا جاتا ہے اور لوگوں کے شر و مکر پر کاوش و تحقیق نہیں کرتا تو اس کی وجہ مومن کی جہالت و نادانی نہیں بلکہ اس کا کرم، بزرگی اور حسن اخلاق ہوتا ہے۔ بعض علماء نے یوں گفتگو کی ہے چونکہ مومن خود سلیم القلب اور دل کی صاف تختی کا مالک ہونے کی وجہ سے لوگوں کے بارے میں نیک گمان کرے گا ان کے باطنی معاملات کا اسے تجربہ نہیں اور لوگوں کے دلی کھوٹ پر مطلع نہیں۔ لہٰذا وہ جو بھی اسے کہیں گے یہ قبول کرے گا اور فریب کھائے گا اور وہ اخروی معاملات میں متوجہ رہتا ہے۔ دنیاوی معاملات کو نہایت ہی کم تر تصور کرتا ہے لہٰذا اس پر ایسے لوگ فریب دیتے ہیں لیکن وہ آخرت کے معاملات میں نہایت ہی بیدار اور عقل کامل کا مالک ہوتا ہے۔ اس کے باوجود آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک ارشاد کے ذریعے اس طرف متوجہ کیا لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَيْنِ (ایک سوراخ سے مومن دو دفعہ ڈنگ نہیں کھاتا) یعنی ہر دفعہ اور ہمیشہ فریب کھاتے رہنا درست نہیں، احتیاط و تدبیر ضروری ہے۔ پیچھے گزر چکا ہے کہ اس سے مراد دنیا و آخرت دونوں کے معاملات ہیں۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ صرف آخرت کے معاملات کے ساتھ مخصوص ہے اور منافق ہمیشہ دھوکہ باز، مکار، فسادی، فتنہ پرور، مکر و فریب کرنے والا ہوتا ہے یہ تسلیم نہیں کرتا۔ فریب بھی نہیں کھاتا اور نہ ہی اس پر راضی ہوتا ہے اگر کسی صورت میں فریب کھا لے اگرچہ بغیر علم کے ہو تو اختیار حاصل ہونے پر اس سے راضی نہ ہوگا بلکہ انتقام لے گا۔

۴۸۶۲/۱۸ وَعَنْ مَكْحُوْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُوْنَ هَيِّنُوْنَ كَالْجَمَلِ الْاَنِفِ اِنْ قِيْدَ انْقَادَ وَاِنْ اُنِيْخَ عَلٰى صَخْرَةٍ اِسْتَنَاخَ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا)

حضرت مکحول[1] سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا مومن نرم طبیعت، نرم دل ہوتے ہیں جیسے نکیل والا[2] اونٹ اگر اسے چلایا جائے تو اطاعت کرے اور اگر پتھر پر بٹھایا جائے تو بیٹھ جائے[3] (ترمذی نے اسے مرسلًا روایت کیا ہے)

[1] یہ کبار تابعین میں سے ہیں۔

[2] "اَنِف" ہمزہ پر زبر، نون کے نیچے زیر بروزن "کَتِف"۔ یا ہمزہ پر مد ہے بروزن صاحب پہلا صحیح ہے (کذا فی القاموس) صراح میں اس کا معنی مہار کی لکڑی کی وجہ سے اونٹ کے ناک زخمی ہوتا ہے اور یہ چیز اونٹ کو نرم اور تابع کر دیتی ہے۔

[3] یعنی مومن اللہ تعالےٰ کے اوامر و نواہی میں غایت درجہ تابع اور نرم ہوتا ہے اور اس میں ہر قسم کی مشقت کو اٹھا لیتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ یہاں مومنوں کا ایک دوسرے کے ساتھ تواضع و انکساری سے پیش آنا ہو کیونکہ یہ بھی اللہ تعالےٰ کے حکم کی اطاعت ہی ہے۔

۴۸۶۳/۱۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ الَّذِيْ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ اَفْضَلُ مِنَ الَّذِيْ لَا يُخَالِطُهُمْ وَلَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مسلمان جو دوسرے لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہے اور ان کی طرف

يَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

سے آنے والی تکالیف پر صبر کرے ایسا مسلمان اس مسلمان سے بہتر ہے[1] جو مل جل کر نہ رہے اور نہ ہی ان کی تکالیف پر صبر کرے[2] (ترمذی، ابن ماجہ)

[1] اجر وثواب میں۔

[2] اس حدیث سے واضح ہو رہا ہے کہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا تنہائی سے مختلف وبہتر ہے۔ تنہائی کی فضیلت پر بھی احادیث ہیں۔ اس بارے میں تفصیل وتحقیق اور حیثیات کے اعتبار سے تذکرہ احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت میں مذکور ہے اور میں نے آداب الصالحین میں اس کا ذکر کیا ہے اور یہ کتاب احیاء العلوم کے اس حصہ کا ترجمہ ہے جس میں معاملات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۴۸۶۴/۲۰ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَّهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى اَنْ يُّنْفِذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ فِيْ اَيِّ الْحُوْرِ شَآءَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ) وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّفِيْ رِوَايَةٍ لِّاَبِيْ دَاوٗدَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ اَبْنَآءِ اَصْحٰبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَلَاَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ اَمْنًا وَّاِيْمَانًا وَّذَكَرَ حَدِيْثَ سُوَيْدٍ مَّنْ تَرَكَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ فِيْ كِتَابِ اللِّبَاسِ۔

حضرت سہل بن معاذ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص غصہ پی جائے حالانکہ وہ اس کے نفاذ پر قادر تھا اس کو اللہ تعالٰے روز قیامت اس تمام مخلوق کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا جو حور منتخب کرنا چاہے کرے۔ (ابوداؤد، امام ترمذی نے روایت کرکے کہا یہ حدیث غریب ہے اور ابوداؤد کی وہ روایت جو سوید بن وہب[1] سے ہے وہ ایک صحابی کے بیٹے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالٰے اس کے دل کو ایمان اور امن سے بھر دے گا، سوید کی وہ حدیث جس کے ابتدائی الفاظ مَنْ تَرَکَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ ہے کتاب اللباس میں مذکور[2] ہے۔

[1] سوید بن وہب، سین پر پیش، واؤ پر زبر۔

[2] جامع الاصول میں اس کا ذکر نہیں ہے اور کاشف میں ہے کہ یہ شخص مجہول ہے خصوصًا ابن عجلان۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۴۸۶۵/۲۱ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ دِيْنٍ خُلُقًا وَّخُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَيَآءُ (رَوَاهُ مَالِكٌ مُّرْسَلًا

حضرت زید[1] بن طلحہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا ہر دین کے اخلاق[2] ہوتے ہیں۔ اسلام کا اخلاق حیا[3] ہے (امام مالک

وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ عَنْ أَنَسٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ)

نے اسے مرسلاً روایت کیا، ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۵؎

۱؎ یہ تابعی ہیں۔ ان سے سلمہ بن صفوان الزرقی نے روایت کی ہے اور امام مالک نے اسے موطا میں ذکر کیا ہے ان کے والد طلحہ بن رُکانہ ہیں۔ را پر پیش اور کاف مخفف ہے۔

۲؎ عمدہ صفات۔

۳؎ کیونکہ حیا ایک ایسی صفت ہے جو بندے کو ممنوعات و محرمات کے ارتکاب سے محفوظ کر لیتی ہے اور اس کا اس معاملے میں کامل دخل ہے چونکہ دین محمدی تمام ادیان سے کامل اور اتم ہے اس لیے اس میں حیا بھی کامل و اتم ہوگی۔

۴؎ زید بن طلحہ سے۔

۵؎ لہٰذا یہ روایت مرسل نہ رہی بلکہ سنداً متصل ہوگی۔

۴۸۶۶/۲۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْحَيَاءَ وَالْإِيمَانَ قُرَنَاءُ۱؎ جَمِيعًا فَإِذَا رُفِعَ أَحَدُهُمَا رُفِعَ الْآخَرُ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَإِذَا سُلِبَ أَحَدُهُمَا تَبِعَهُ الْآخَرُ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا شرم اور ایمان آپس۱؎ میں ساتھی۲؎ ہیں۔ جب ایک ختم ہو جائے تو دوسرا بھی ختم ہو جاتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب ایک چھین لیا جائے تو دوسرا بھی چھن جاتا ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان)

۱؎ ایک دوسرے سے پیوستہ و لازم ہیں۔

۲؎ قُرَنَاءُ، قرین (ساتھی)، کی جمع ہے۔ لفظ جمع اس بات پر دلیل ہے کہ جمع کا اطلاق دو پر ہوتا ہے۔ بعض نسخوں میں لفظ تثنیہ ہے اور ماضی مجہول کے صیغے کے ساتھ ہے۔

۴۸۶۷/۲۳ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ كَانَ آخِرُ مَا وَصَّانِي بِهِ۱؎ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ وَضَعْتُ رِجْلِي فِي الْغَرْزِ أَنْ قَالَ يَا مُعَاذُ أَحْسِنْ خُلُقَكَ لِلنَّاسِ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت معاذ۱؎ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مجھے آخری جو وصیت فرمائی جب میں نے رکاب۲؎ میں پاؤں رکھا فرمایا: اے معاذ! اپنے اخلاق لوگوں۳؎ کے لیے اچھے رکھو (موطا)

۱؎ حضرت معاذ بن جبل؄ یہ اس موقعہ کی بات ہے جب آپ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا جا رہا تھا۔

۲؎ غرز، عین پر زبر، را ساکن۔ وہ لکڑی جو اونٹ کے پالان کے لیے استعمال ہوتی ہے، گھوڑے کے لیے رکاب کا لفظ بولا جاتا ہے اور اونٹ کے لیے غرز کا، حضرت معاذ کو جو آپ نے قاضی بنا کر بھیجا تو یہ بڑا عظیم معاملہ ہے ان کو مختلف وصیتیں فرمائیں، سوار کیا اور ان کے ساتھ الوداع کرنے کے لیے حضور علیہ الصلاۃ والسلام پیدل چلے اور فرمایا اے معاذ واپسی پر تو ہماری زیارت نہ کر سکے گا اور ان کو آخری وصیت یہ کی۔

۳؎ لوگوں کی تربیت کے لیے، امام سیوطی کے نزدیک یہاں ۱؎ ان کس ۲؎ سے مراد وہ لوگ ہیں جو نرمی کے مستحق ہیں باقی اہلِ کفر، باغی اور ظالم لوگ اس دائرہ سے خارج ہوں گے کیونکہ ان کے ساتھ سختی اور شدت کا حکم ہے۔ واضح رہے کہ اہلِ ظلم کے ساتھ سختی کرنا بھی حسنِ اخلاق ہے کیونکہ یہ ان کی تربیت ہے۔ جس طرح اچھے لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک تربیت کا ذریعہ ہے تو امام سیوطی نے حسنِ اخلاق کو نرمی اور صلح و آشتی کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔

$\frac{۴۸۶۸}{۲۴}$ **وَعَنْ** مَالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ۔ (رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّاءِ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ)

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا۱؎ مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔ (موطا، امام احمد نے اسے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے)

۱؎ انہیں کامل طور پر بیان کروں اور ان کو عملاً کمال تک پہنچاؤں، بعض روایات میں "مکارم" کا لفظ آیا ہے بعض روایات میں آیا ہے کہ ہمیں نقصان کے بعد زیادتی کے لیے اور بعض روایات میں ہے بکھرنے کے بعد جمع کرنے کے لیے بھیجا گیا چونکہ آپ آخری نبی ہیں جب آپ پر کمال نبوت اختتام پذیر ہوگیا تو دوسرے کمالات مکمل کیوں نہ ہوں گے؟ آپ کے بعد کسی نبی کی کوئی ضرورت نہ رہی۔ اب صرف اور صرف آپ کی شریعت کی حفاظت کی ضرورت ہے اور وہ کام آپ کی امت کے علماء کا ہے اور وہ بنی اسرائیل کے ان انبیاء کی طرح ہیں جنہوں نے تورات اور شریعت موسوی کی حفاظت کی تھی۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سابقہ انبیاء علیہم السلام کے جمیع کمالات و فضائل کے جامع ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر فضائل کے بھی حامل ہیں اور تتمیم کی تخصیص بکھرنے کے بعد حاصل ہونے والے جمع کے ساتھ کرنا زیادتی ہے کیونکہ دین محمدی میں بہت سے ایسے امور ہیں جو سابقہ شریعتوں میں نہیں تھے اور آپ کے تمام انبیاء پر افضل ہونے کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے۔ "اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ" اس میں آپ کو سابقہ انبیاء کے عقائد و اعمال کی اقتداء کا حکم ہے اور آپ نے ان کو یقیناً حاصل کر لیا تو آپ تمام کے جامع قرار پائے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ میری اور سابقہ انبیاء کی مثال اس محل کی طرح ہے جسے خوب بنایا گیا، ایک اینٹ کی جگہ کے علاوہ اس میں کوئی جگہ خالی نہ رہی، میرے آنے سے وہ خالی جگہ بھی پُر ہوگئی اور وہ مکان مکمل ہوگیا جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ آپ کی آمد سے پہلے کمالات کا اتمام نہیں ہوا تھا جو آپ کے وجود مسعود سے ہوا۔

$\frac{۴۸۶۹}{۲۵}$ **وَعَنْ** جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَظَرَ فِي الْمِرْاٰةِ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ حَسَّنَ خَلْقِيْ وَخُلُقِيْ وَزَانَ مِنِّيْ مَا شَانَ مِنْ غَيْرِيْ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مُرْسَلًا)

امام جعفر صادق بن محمد ۱؎ رضی اللہ تعالٰے عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم جب آئینہ دیکھتے تو یہ کلمات کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ حَسَّنَ خَلْقِيْ وَزَانَ مِنِّيْ مَا شَانَ مِنْ غَيْرِيْ تمام تعریف اللہ کے لیے جس نے میری صورت اور سیرت کو خوبصورت بنایا میری ہر وہ چیز اچھی فرمائی جو دوسروں کی بری ۲؎ ہے۔ (بیہقی نے شعب الایمان میں مرسلاً روایت کیا)

[1] امام محمد باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

[2] واضح رہے کہ یہ صفت بروجہ اتم علی الاطلاق آپ ہی کی ہے البتہ بعض کی بنسبت بھی جائز ہے۔ شاید حدیث میں لفظ احسن اسی لیے فرمایا۔

۴۸۷۰/۲۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَاَحْسِنْ خُلُقِيْ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دعا کیا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ (اے اللہ تو نے میری صورت حسین بنائی ہے پس میری سیرت کو بھی حسین کر دے[1] (مسند احمد)

[1] سیرت حسین ہونے کے باوجود دعا کیوں کی؟ اُمت کی تعلیم کے لیے یا اس کے دوام کی دعا ہے جیسے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ یا اتمام دین مراد ہے کیونکہ آپ کی سیرت کی تحسین وتہذیب کا ذریعہ قرآن ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے۔ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ (آپ کا خلق قرآن ہے) گویا یہ دعا نزول قرآن کی دعا تھی۔

۴۸۷۱/۲۷ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ خِيَارُكُمْ اَطْوَلُكُمْ اَعْمَارًا وَّاَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں بہتر لوگوں کے بارے میں آگاہ نہ کروں؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور کیجیے فرمایا تم میں بہترین وہ ہیں جن کی عمر لمبی اور اخلاق اچھے ہوں[1] (مسند احمد)

[1] کیونکہ وہ اس میں اللہ تعالٰی کی خوب عبادت اور اس کے لیے خوب خیرات کر کے بہت زیادہ فضائل وکمالات حاصل کریں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کی طویل عمر اس کے لیے مبارک ہے۔ کیونکہ طویل عمر حقیقتہً وہی ہے جس میں کار خیر ہو اور اس میں برکت ہو۔

۴۸۷۲/۲۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالدَّارِمِيُّ)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کامل مومن ازروئے ایمان وہی ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔ (ابوداؤد، دارمی)

۴۸۷۳/۲۹ وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلًا شَتَمَ اَبَا بَكْرٍ وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ يَّتَعَجَّبُ وَيَتَبَسَّمُ فَلَمَّا اَكْثَرَ رَدَّ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ غَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ فَلَحِقَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ وَّقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ يَشْتِمُنِيْ وَاَنْتَ جَالِسٌ فَلَمَّا رَدَدْتُّ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ غَضِبْتَ وَ

اور انہی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گالی دی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پاس بیٹھے ہوئے اس پر متعجب ہو کر تبسم فرما رہے تھے جب اس نے زیادہ گالیاں دیں تو حضرت ابوبکر نے ایک کا جواب دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ناراض ہو کر کھڑے ہو گئے۔ ابوبکر نے آپ سے مل کر عرض کی یا رسول اللہ! وہ مجھے گالی دیتا رہا اور آپ تشریف فرما رہے

قُمْتَ قَالَ كَانَ مَعَكَ مَلَكٌ يَرُدُّ عَلَيْهِ فَلَمَّا
رَدَدْتَّ عَلَيْهِ وَقَعَ الشَّيْطٰنُ ثُمَّ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ
ثَلٰثٌ كُلُّهُنَّ حَقٌّ مَّا مِنْ عَبْدٍ ظُلِمَ بِمَظْلِمَةٍ
فَيُغْضِىْ عَنْهَا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا اَعَزَّ اللّٰهُ بِهَا
نَصْرَهٗ وَمَا فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ عَطِيَّةٍ يُّرِيْدُ بِهَا
صِلَةً اِلَّا زَادَ اللّٰهُ بِهَا كَثْرَةً وَّمَا فَتَحَ رَجُلٌ
بَابَ مَسْئَلَةٍ يُّرِيْدُ بِهَا كَثْرَةً اِلَّا زَادَ اللّٰهُ بِهَا
قِلَّةً۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

میں نے اس کی ایک گالی کا جواب دیا تو آپ اُٹھ گئے فرمایا تیرے ساتھ ایک فرشتہ[4] تھا جو اس کا جواب دے رہا تھا جب تو نے خود جواب دینا شروع کیا تو شیطان درمیان میں آکودا اس کے بعد فرمایا اے ابوبکر! تین باتیں بالکل سچی ہیں جس شخص[5] پر ظلم ہوا اور وہ رضائے[6] الٰہی کی خاطر چشم پوشی کرے تو اللہ تعالٰے اسے معزز[7] و منصور فرمائے گا جس آدمی نے سخاوت[8] کا دروازہ کھولا مقصد صلہ رحمی تھا تو اس کے سبب اللہ تعالٰے اس کے مال میں اضافہ فرمائے گا اور جس نے مال بڑھانے کی خاطر مانگنا[9] شروع کیا اللہ تعالٰے اس کے مال میں کمی کردے گا۔

(مسند احمد)

٤٨٧٤ / ٣٠ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُرِيْدُ اللّٰهُ بِاَهْلِ بَيْتٍ
رِّفْقًا اِلَّا نَفَعَهُمْ وَلَا يُحْرِمُهُمْ اِيَّاهُ اِلَّا
ضَرَّهُمْ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰے جس خاندان میں مہربانی کرتا ہے انہیں نفع دیتا ہے اور جن کو اس سے محروم کرتا ہے ان کے نقصان کا ارادہ کرتا ہے۔

(بیہقی، شعب الایمان)

---

[1] آپ خوش ہو کر تبسم فرما رہے تھے۔

[2] لیکن ابوبکر نے بھی گالی دی۔

[3] آپ ناراض ہو کر اٹھ گئے۔

[4] وہ اس کی گالیاں اس طرف لوٹاتا رہا، نہ یہ کہ فرشتہ بھی گالیاں دے رہا تھا۔

[5] مظلِمۃ لام کے نیچے زیر ہے. ظلم کرنا، فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے بعض نے لام پر پیش بھی پڑھا ہے۔

[6] اللہ کی رضا کی خاطر اغضا کا معنی مرآۃ میں چشم پوشی کرنا ہے۔

[7] اسے اللہ تعالٰے قوی و محکم بنا دیتا ہے یا تو مظلوم ہونے کی وجہ سے یا اس کی چشم پوشی کی وجہ سے۔

[8] رشتہ داروں اور معاشرے کے بے سہارا لوگوں پر۔

[9] گدائی کرتا ہے تاکہ مال میں اضافہ ہو۔

بَابُ الْغَضَبِ وَالْكِبْرِ

۳۲۶۔ غصے اور تکبّر کا بیان

غضب، غین اور ضاد پر زبر، غصہ کرنا، غضب اس حالت و وصف کو کہا جاتا ہے جو ارادۃً انتقام اور ناپسند چیز کے دفع کرنے پر نفس کو جانب خارج کی طرف برانگیختہ کرے۔ روح حیوانی حالت غضب میں مغضوب علیہ کی طرف انتقام کے لیے میلان کرتی ہے اور مکروہ چیز کو دور کرتی ہے۔ اس وجہ سے اس کا چہرہ سُرخ ہو جاتا ہے اور رگیں پھول جاتی ہیں۔ اسی طرح حالت خوشی میں بھی جانب خارج کی طرف میلان ہوتا ہے تاکہ محبوب کے سامنے آئے۔ اسی وجہ سے بعض اوقات غصہ اور خوشی کا غلبہ ہلاکت کا موجب بن جاتا ہے اور روح کا مکمل طور پر خروج ہو جاتا ہے اور جسم ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ چہرہ زرد اور بدن کمزور ہو جاتا ہے۔ غضب کی ضد حلم ہے، حلم سے نفس کا آرام میں ہونا مراد ہے کیونکہ اس میں انسان کو جلدی غصہ کسی حالت میں نہیں آتا، تکلیف پہنچنے کے باوجود مضطرب نہیں ہوتا۔ (کذا قیل) میں کہتا ہوں کہ ایسا نفس وصال محبوب کے موقعہ پر بھی مضطرب نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث عبد القیس میں ہے کہ اس کے سربراہ حضرت اشج نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا مگر اس طرح نہ کیا جس طرح باقی لوگوں نے کیا تو آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو سراہتے ہوئے ان کو صاحب حلم و وقار قرار دیا۔ اگر ناحق غصہ ہو تو مذموم ہے، اسی طرح خلاف شرع بھی ممنوع ہے لیکن اگر حق کی خاطر ہو تو قابل ستائش ہے۔ ریاضت سے مقصود غضب کو بالکلیہ ختم کرنا نہیں بلکہ اسے موافق حق بنانا ہوتا ہے، غضب تو نظام بدن اور بقائے حیات کا ذریعہ ہے کیونکہ اس کے ذریعے موذی اور تکلیف دہ اشیاء سے بچا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نباتات میں قوت غضبیہ نہیں اسی لیے ہر کوئی ہلاک کر دیتا ہے۔ بخلاف حیوانات کے، ان میں اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے ایسے آلات عطا کیے جن کو موذی سے محفوظ کر لیتے ہیں مثلاً سینگ اور دانت وغیرہ، آدمی کے لیے اگرچہ اس طرح آلات نہیں مگر اسے عقل و تدبیر عطا کی تاکہ ایسے آلات و ذرائع تیار کرے جس سے وہ ہر قسم کے دشمن اور موذی سے اپنا دفاع کر سکے۔ تکبر کا سبب اپنے آپ کو اور اپنی صفات کو اعلیٰ اور بہتر جانتا ہے، جب کوئی ان چیزوں کا اظہار کرے گا اور ان کے ذریعہ دیگر لوگوں پر فوقیت اور بلندی چاہے گا اس وجہ سے وہ حق کے تسلیم کرنے اور اس کی فرمانبرداری کے لیے آمادہ نہ ہوگا جس سے سرکشی پیدا ہوگی اگر خلاف واقع ہو یعنی اس کی ذات میں وہ صفات نہیں جن کا اظہار تکلف و بناوٹ کی صورت میں کر رہا ہے تو یہ عمل نہایت ہی مذموم و قبیح ہے۔ اور اگر واقعتہً وہ فضائل اس میں موجود ہیں اور ان کی بنیاد پر تقدم چاہتا ہے تو یہ مذموم نہیں، تکبر کا مقابل تواضع ہے، تواضع تکبر اور کمزوری کے درمیانی درجہ کا نام ہے۔ کبر یہ ہوتا ہے کہ اپنے اندر موجود اعمال سے بڑھ کر خواہش مند ہونا ضعت یہ ہے کہ اپنے مقام سے بھی نیچے گر جانا اپنا استحقاق بھی نہ لینا، تواضع درمیانی طریقہ ہے، مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم جب تکبر نفس میں غالب دیکھتے ہیں تو اس طرح اپنے آپ کی نفی اور ازالہ کرتے ہیں کہ ضعتہ کو تواضع کا درجہ دے

دیتے تاکہ نفس مقام تواضع پر رہے۔ البتہ کمال توسط اور اعتدال ہر حال میں بہتر ہوتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۴۸۷۵/۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ ذٰلِكَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص[1] نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا مجھے نصیحت کیجیے! آپ نے فرمایا: غصہ نہ کر اس نے بار[2] بار عرض کیا آپ نے یہی فرمایا: غصہ نہ کیا کرو[3] (بخاری)

[1] یہ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰے عنہ تھے۔

[2] نصیحت کا مطالبہ کیا۔

[3] ممکن ہے کہ ان میں یہی عمل ہو، لہٰذا اس سے بار بار آپ نے منع فرمایا کیونکہ آپ کا یہ معمول تھا کہ سائل کے حال کے مطابق جواب عنایت فرماتے اور جو اس کے مناسب حال علاج ہوتا اسی کو تجویز فرماتے یا اس وجہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ ہر بلا اور فساد کا سبب شہوت اور غصہ کا غلبہ ہے اور شہوت بنسبت غصہ کے مغلوب ہے اور یہاں غضب سے منع کا خصوصی اہتمام فرمایا پہلی توجیہ بڑی واضح ہے۔

۴۸۷۶/۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

انہی سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص کشتی سے پہلوان نہیں ہوتا۔ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے۔

(بخاری و مسلم)

[1] صُرَعَہ۔ صاد پر پیش، را پر زبر، جو لوگوں کو زمین پر ڈال دے اور اسے نہ ڈالا جائے۔ صراح میں اس کا معنی ڈالنا ہے اور مصارعت کا ایک دوسرے سے کشتی کرنا ہوتا ہے۔

[2] کیونکہ غضب انسان کا سخت ترین اور قوی تر دشمن ہے جس نے اس پر کنٹرول کر لیا گویا اس نے قوی ترین مخالف کو گرا لیا۔

شعر:

مردی نہ زور بازو دانی نہ زور کتف
بانفس اگر برائی دائم کر شاطری

مردانگی زور بازو اور کاندھے کے زور سے نہیں بنتی بلکہ اگر نفس کو مغلوب کر لیا تو یہ مردانگی ہے۔

۴۸۷۷/۳ وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِیْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں اہل جنت کے بارے میں نہ بتاؤں[1]؟ ہر وہ کمزور جسے کمزور[2] سمجھا جائے اگر

لَا بَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُّسْتَكْبِرٍ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ كُلُّ جَوَّاظٍ زَنِيْمٍ مُّتَكَبِّرٍ۔

وہ اللہ کی قسم کھا جائے تو اللہ اس کی قسم پوری[3] کر دے گا کیا[4] میں تمہیں اہل نار نہ بتاؤں، ہر سخت[5] دل اور متکبر[6]۔

(بخاری و مسلم اور مسلم کی روایت میں ہے سخت دل، حرامی، متکبر)

[1] اہل جنت کون ہیں؟

[2] مُسْتَضْعَف، عین پر زبر، لوگ جسے بفقر و تواضع میں حقیر جان کر اس کے ساتھ جبر اور تکبر کرتے ہوں۔ بعض نے عین کے نیچے زیر پڑھی ہے اور اس کا معنی نرم اور ذلیل کیا ہے۔

[3] اسے سچا کر دے گا یا اس کی قسم کو۔ ان الفاظ کی متعدد توجیہات کی گئی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وہ بندہ باری تعالے کے کرم اور اس کے لطف پر کامل اعتماد کرتے ہوئے قسم اٹھاتا ہے تو اللہ تعالے اس کی امید کو بر لاتے ہوئے اس کی قسم کو پورا کر دیتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اگر وہ شخص اپنے لیے اللہ تعالے سے کوئی سوال کرتا ہے اور اللہ اس کی قسم کو پورا کر دیتے ہیں

تیسرا معنیٰ

یہ ہے کہ اگر وہ اللہ تعالے کی قسم کھا کر کہہ دیتا ہے کہ فلاں کام کرے گا یا نہیں کرے گا تو اللہ تعالے اس کی قسم کے مطابق توفیق عنایت فرما دیتا ہے۔

[4] جب آپ نے اہل جنت کی صفات بیان کر دیں تو اب اہل نار کے اعمال کا تذکرہ کیا۔

[5] عتل، عین پر پیش، لام مشدد، سخت گو، درشت ناحق لڑائی کرنے والا۔

[6] جواظ جیم پر زبر، واو مشدد، بخیل اور مال جمع کرنے والا، بعض نے اس کا ترجمہ رفتار میں تکبر کا اظہار کرنے والا کیا ہے۔ اس صورت میں متکبر اس کی تفسیر ہوگا۔

[7] زنیم، حرام زادہ، وہ شخص جو اپنی نسبت کسی قوم کی طرف کرتا ہے مگر نفس الامر میں ایسا نہ ہو۔ قرآن مجید میں دونوں صفات زنیم اور عتل ولید بن مغیرہ کی بیان کی ہیں۔

٤٨٧٨ ٤ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ وَّلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص دوزخ میں داخل نہیں ہو سکتا جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہو اور وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر[1] ہو۔ (مسلم)

[1] رائی کا دانہ کسی کے کم از کم ہونے پر بطور محاورہ لایا جاتا ہے۔

٤٨٧٩ ٥ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ

انہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہو سکتا جس کے دل

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَّنَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ إِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُّحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

میں ذرہ[1] کے برابر تکبر ہو۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا آدمی[2] چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، جوتا خوبصورت ہو تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل[3] ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے، تکبر حق[4] کا جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے (مسلم)

[1] ذرہ سے مراد یا تو چھوٹی چیونٹی ہے۔ یا وہ ہوا میں اڑنے والے ذرات ہیں جو روشندان سے سورج کی روشنی میں اندر آتے ہیں۔

[2] جب اس نے محسوس کیا کہ متکبر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بڑا قیمتی اور فاخرہ لباس پہنتے ہیں تو گمان گزرا شاید یہ تکبر ہو۔

[3] اللہ تعالیٰ پر جمیل کا اطلاق کامل الاوصاف اور حسن الفعال کے اعتبار سے ہے۔ بعض نے اس کا معنی جمال عطا کرنے والا کیا ہے۔ بعض نے جمیل بمعنی جلیل (بزرگ) کیا۔ بعض نے کہا کہ وہ نور و بہجت اور جمال کا مالک و خالق ہے۔ بعض نے اس کا معنیٰ اپنے بندوں پر حسن کرم کرنے والا کیا ہے۔

[4] توحید و عبادت سے سرکشی کرنا اور حق کو قبول نہ کرنا۔

۴۸۸۰ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَّلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ شَيْخٌ زَانٍ وَّمَلِكٌ كَذَّابٌ وَّعَائِلٌ مُّسْتَكْبِرٌ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تین اشخاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا۔ ایک روایت میں[1] ہے کہ نہ ہی ان کی طرف نظر کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب[2] ہے، بوڑھا[3] زانی، جھوٹا[4] بادشاہ اور فقیر[5] متکبر (مسلم)

[1] دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے۔

[2] اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی عدم رضا اور ناراضگی ہے کیونکہ جو کسی سے ناراض ہو جاتا ہے وہ اس سے گفتگو نہیں کرتا، اس کی طرف دیکھتا نہیں اور نہ ہی اس کی تعریف کرتا ہے اور وہ تین اشخاص یہ ہیں۔

[3] باوجودیکہ وہ ایسے وقت میں ہے جس میں اسے توبہ کرنی چاہیے حیا کا پہلو غالب ہونا چاہیے اور شہوت میں کمی لیکن اگر وہ اس کے خلاف کرتا ہے تو یہ عمل بہ نسبت اس کی بے حیائی کی انتہا اور باری تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینا ہے

[4] جھوٹ ہر ایک سے نازیبا ہوتا ہے لیکن بادشاہ کی کذب بیانی نہایت ہی مذموم ہے کیونکہ خلق خدا کے تمام معاملات اس کی زبان و زباں سے متعلق ہوتے ہیں اور اس کا جھوٹ دفع ضرر اور حصول نفع کے لیے ہی ہوگا، اور حاکم بغیر جھوٹ کے بھی اپنا معاملہ نبھا سکتا ہے لہٰذا اس کا جھوٹ بولنا بدتر اور بے فائدہ ہوگا۔

۵ تکبر ہر ایک سے بُرا ہے مگر اس فقیر سے بر مال و منصب سے عاری ہو نہایت ہی بُرا ہے کیونکہ یہ اس کے خبث باطن اور طبعی کمینگی پر دال ہے۔

شعر:۔
کبر زشت و از گدایان زشت تر
روز سرد و برف و آنگہ جامہ تر

تکبر بُرا ہے اور فقراسے نہایت ہی بُرا، جیسا کہ دن کا ٹھنڈا ہونا لیکن اگر کپڑے بھی تر ہوں تو زیادہ سردی ہو گی۔

بعض لوگوں نے عائل سے مراد خاندان کا وہ سربراہ مراد لیا ہے جو عیال کو اس طرح نقصان پہنچاتا ہے کہ ان کے حقوق پورے بھی نہیں کر سکتا اور اس پر مزید یہ کہ تکبر کرتے ہوئے صدقہ و زکاۃ وصول نہیں کرنے دیتا اور نہ ہی لوگوں کے ساتھ مناسب رویہ اپناتا ہے۔ اللہ کی ذات پر توکل کرتے ہوئے سوال کرنے سے حیا کرنا اور شئی ہے اور بوقت مجبوری تکبر کرتے ہوئے لوگوں کے احسان کو قبول نہ کرنا اور شئی ہے

۲۸۸۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْكِبْرِيَآءُ رِدَآئِیْ وَالْعَظْمَةُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا اَدْخَلْتُهُ النَّارَ وَفِیْ رِوَايَةٍ قَذَفْتُهٗ فِی النَّارِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ بڑائی میری چادر ہے اور عظمت[1] میرا تہہ بند، جو ان دونوں میں سے کسی ایک کے بارے میں مجھ[2] سے جھگڑا کرے گا میں آگ میں داخل کروں گا دوسری روایت ہے میں اسے آگ میں پھینک[3] دوں گا۔

(مسلم)

[1] اس سے یہ مثال دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالےٰ توحدّد و تفرّد میں صفت کبریائی و عظمت کے ساتھ متصف ہے یہ دونوں صفات اس کا خاصہ ہیں۔ کسی کو ان میں شرکت کی مجال کہاں؟ البتہ جود و کرم اور مہربانی اس کی صفات ہیں اور مخلوق کو بھی اس سے حصہ ملا ہے اور ان صفات کے ساتھ کسی انسان کو مجازاً متصف کرنا جائز ہے لیکن ان دو صفات کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے علاوہ کسی کو مجازاً متصف کرنا بھی جائز نہیں۔ دو کپڑوں کے ساتھ اس لیے مثال دی کہ جس نے یہ دونوں لیے ہوئے ہوں اسی کے ہوں گے۔ دوسرے کے لیے اس وقت کہنا ممکن نہیں ہوتا۔ کبریا اور عظمت لغت میں ہم معنی ہیں یعنی بڑا ہونا ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے ایک کو چادر اور دوسرے کو تہہ بند کہا گیا ہے اس لیے بعض علماء نے فرمایا کہ کبریا ذاتی صفت ہے اور عظمت اضافی یعنی حق تعالےٰ اپنی ذات کے لحاظ سے کبیر و متکبر ہے خواہ دوسرا جانے یا نہ جانے لیکن عظمت یہ ہے کہ مخلوق کا اس کو بڑا جاننا ضروری ہے لہٰذا جو ذاتی صفت ہے وہ اضافی سے اعلیٰ و ارفع ہو گی چونکہ چادر تہہ بند سے اعلیٰ ہوتی ہے۔ اس لیے ان کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔ اس کی شرح میں اور بھی گفتگو کی گئی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

[2] جو میرے ساتھ ان میں شرکت کا دعویٰ کرے گا۔

[3] ان الفاظ میں حقارت کا پہلو نمایاں ہے جس طرح مٹی کے ڈھیلے کو بے اعتنائی کے ساتھ پھینکا جاتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۴۸۸۲ ۸ عَنْ سَلْمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَذْھَبُ بِنَفْسِہٖ حَتّٰی یُکْتَبَ فِی الْجَبَّارِیْنَ فَیُصِیْبُہٗ مَا اَصَابَھُمْ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت سلمہ[1] بن اکوع رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا آدمی اپنے آپ کو اونچا سمجھ[2] بیٹھتا ہے حتی کہ وہ جابرین میں[3] لکھا جاتا ہے اور اسے جابرین جیسا عذاب ہو گا۔ (ترمذی)

[1] یہ بڑے مشہور جرات مند اور دلیر صحابی ہیں تنہا لشکر پر اور پیدل حالت میں سواروں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔

[2] نفس کی پیروی کرتے کرتے انسان تکبر کے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں سے واپسی دشوار ہو جاتی ہے۔

[3] ان کے ناموں کی فہرست میں آجاتا ہے۔

[4] دنیا و آخرت میں اس کا انجام جبارین و متکبرین والا ہوتا ہے۔

۴۸۸۳ ۹ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُحْشَرُ الْمُتَکَبِّرُوْنَ اَمْثَالَ الذَّرِّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْ صُوَرِ الرِّجَالِ یَغْشٰھُمُ الذُّلُّ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ یُسَاقُوْنَ اِلٰی سِجْنٍ فِیْ جَھَنَّمَ یُسَمّٰی بُوْلَسَ تَعْلُوْھُمْ نَارُ الْاَنْیَارِ یُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَۃِ اَھْلِ النَّارِ طِیْنَۃَ الْخَبَالِ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد گرامی اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: متکبر لوگ روز قیامت چیونٹیوں کی طرح جمع کیے جائیں گے، مردوں کی صورت میں اور ان پر ذلت ہی ذلت[1] چھائی ہو گی، انہیں دوزخ کے ایک قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا جس کا نام بولس[2] ہے ان پر آگوں کی آگ چھا[3] جائے گی اور انہیں دوزخیوں کی پیپ[4] پلائی جائے گی۔

(ترمذی)

[1] اس حدیث کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔ ایک یہ ہے کہ یہ خواری سے کنایہ ہے کہ وہ چیونٹیوں کی طرح میدان محشر میں لوگوں کے پاؤں کے نیچے پائمال ہو رہے ہوں گے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قیامت کے دن اجسام کو ان اجزائے اصلیہ کے ساتھ لوٹایا جائے گا جو دنیا میں تھے چیونٹی کی صورت اور اس کا جسم اس کی گنجائش نہیں رکھتا۔ اس لیے مردوں کی صورت کہا جس سے واضح ہوا کہ وہ چیونٹیوں کی شکل میں نہیں ہوں گے بلکہ اپنی شکل میں ہوں گے۔ اور ذلت کا چھا جانا بھی قرینہ ہے کہ مراد خواری و ذلت ہے۔ سیاق حدیث بھی اس پر دال ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ متکبرین کو چیونٹیاں بنا دیا جائے گا تاہم صورت انسانی ہو گی اور اللہ تعالٰے قادر ہے کہ اجزائے اصلیہ کو اس چھوٹے سے جسم میں لوٹا دے اور اس صورت میں ذلیل و خوار کرے۔

[2] بُوْلَسْ بار پر زبر، واؤ ساکن لام پر زبر ہے۔ قاموس میں بار پر پیش بیان کیا ہے۔ یہ ابلس سے مشتق ہے جس کا معنی ناامیدی

اور تحمیرٌ ہے ابلیس بھی اسی سے ہے۔

۳ہ جس طرح آگ دوسروں کی نسبت سے ہے وہ آگ آگ کی نسبت سے ہوگی کہ وہ آگ کو بھی جلا دے گی، اَنْیار نار کی جمع ہے اصلاً انوار ہونی چاہیے کیونکہ جوف واوی ہے لیکن واؤ کو یا سے اس لیے بدل دیتے ہیں تاکہ نور کی جمع کے ساتھ التباس نہ ہو جائے۔

۴ہ طینۃ الخبال۔ یہ عصارۂ اہل نار کی تفصیل ہے اس لفظ کی تحقیق ’باب الوعید علی شرب الخمر‘ میں گزر چکی ہے۔

۵ہ ان صفات کو یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ آدمیوں کی شکل وجسم میں ہوں گے نہ کہ چیونٹیوں کی صورت میں ان کو ہانکا جائے گا اور حقیقت یہ ہے کہ جو جو صفات آدمی کے جسم میں ہیں مثلاً ادراک، احوال اور صفات وہ تمام کی تمام چیونٹی میں ہیں اور اشاعرہ کے نزدیک مزاج انسانی کے حصول کے لیے اس طرح کا جسم ضروری نہیں اور جب جزلا یتجزی میں حصول مزاج اور تعلق روح انسانی ممکن ہے تو چیونٹی میں بطریق اولیٰ ہوسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے۔

۴۸۸۴/۱ وَعَنْ عَطِيَّةَ بْنِ عُرْوَةَ السَّعْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطٰنِ وَاِنَّ الشَّيْطٰنَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَاِنَّمَا يُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت عطیہ بن عروہ السعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ[ل] شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا اور آگ پانی سے ٹھنڈی کی جاتی ہے تو تم میں سے جب کسی کو غصہ آئے تو وضو کرو۔ (ابوداؤد)

لہ جو غصہ خدا کے لیے نہ ہو کیونکہ وہ شیطان کے اغوا کرنے پر ہی ہوگا اور وہ آدمی میں سرایت کیے ہوئے ہوگا۔ علامہ طیبی لکھتے ہیں کہ جب غضب شیطان کی طرف سے ہوا تو اس سے ذکر عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پناہ طلب کی جائے اور ٹھنڈا پانی غصے کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور تجربہ اس پر شاہد ہے کہ اس موقعہ پر ٹھنڈا پانی پی لینے سے بھی غصہ فرو ہو جاتا ہے۔

۴۸۸۵/۱۱ وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَاِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَاِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے حالانکہ وہ کھڑا ہو تو وہ بیٹھ جائے اگر غصہ ختم ہو جائے تو فبہا ورنہ لیٹ[ل] جائے۔ (مسند احمد، ترمذی)

لہ علامہ طیبی لکھتے ہیں کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ غصہ کی وجہ سے وجود میں جو حرکت لاحق ہوگی اس کا ازالہ ہو جائے گا کیونکہ لیٹنے والا، بیٹھنے والے کی حرکت سے دور ہو جاتا ہے۔ اور قاعد قائم سے دور، اور ظاہر یہ ہے کہ اس طرح حالت میں تبدیلی جس سے سکون وآرام ہو پہچان اور غضب کی دوری کا ذریعہ ہیں۔

۴۸۸۶/۱۲ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ

بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَخَيَّلَ وَاخْتَالَ وَنَسِيَ الْكَبِيْرَ الْمُتَعَالَ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَجَبَّرَ وَاعْتَدٰى وَنَسِيَ الْجَبَّارَ الْاَعْلٰى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ سَهٰى وَلَهٰى وَنَسِيَ الْمَقَابِرَ وَالْبِلٰى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ عَتَا وَطَغٰى وَنَسِيَ الْمُبْتَدَاَ وَالْمُنْتَهٰى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَّخْتِلُ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَّخْتِلُ الدِّيْنَ بِالشُّبُهَاتِ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ طَمَعٌ يَّقُوْدُهٗ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ هَوًى يُّضِلُّهٗ، بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ رُغَبٌ يُّذِلُّهٗ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَا لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ اَيْضًا هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

فرماتے ہوئے سنا برا بندہ وہ ہے جو غرور اور اکڑ کر چلے[1] اور بڑی شان والے کو بھول جائے[2]، برا بندہ وہ بندہ ہے جو ظلم و زیادتی[3] کرے اور قہار اعلیٰ[4] کو بھول جائے، برا بندہ وہ بندہ ہے جو بھول کر کھیل[5] میں لگ جائے۔ قبر اور گل سڑ جانے کو بھول جائے، برا بندہ وہ بندہ ہے جو تکبر کرے[6] اور حد سے تجاوز کرے اور اپنی ابتداء و انتہا کو بھول جائے، وہ بندہ برا ہے جو دنیا کو دین کے لیے دھوکہ[8] دے، وہ بندہ برا ہے جو شبہات سے دین کو بگاڑے[9]، وہ بندہ برا ہے جسے[10] ہوس اپنا بنا لے، وہ بندہ برا ہے جسے خواہش نفس گمراہ کردے، وہ بندہ برا ہے جسے خواہش[11] ذلیل کردے (ترمذی، بیہقی، شعب الایمان اور کہا کہ اس کی سند قوی نہیں اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے)

---

[1] اپنے آپ کو اچھا و بہتر خیال کرکے تکبر کا اظہار کرے اور ناز کرے، مختال متکبر کو کہا جاتا ہے۔ خیلاء خاپر پیش، یا پر زبر اپنے زعم میں بڑا بننا۔

[2] اس رب کو بھول جاتا ہے جو قدرت و طاقت میں سب سے غالب ہے۔

[3] لوگوں پر ظلم کی انتہا کردیتا ہے۔

[4] جو قدرت و عزت میں سب سے بلند ہے۔

[5] دین کا کام چھوڑ کر لہو و لعب میں لگ جاتا ہے۔

[6] سرکشی کرتا اور اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتا۔

[7] کہ اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا کس طرح وہ عاجز و ناتواں تھا اور اپنے انجام سے بے خبر ہے کہ اس کے ساتھ کیا ہوگا۔

[8] طاعت و عبادات اس لیے کرتا ہے تاکہ دنیا اور اہل دنیا سے مال و دولت حاصل ہو گویا مکر و فریب کے ذریعے دولت حاصل کرتا ہے ختل کا لفظ مکر و فریب دینے کے معنی میں آتا ہے۔

[9] حرام کا تاویل کے ذریعے ارتکاب کرتا ہے تاکہ تاویل کے ذریعہ اپنے آپ کو دین دار بھی رکھے اور اہل دنیا کو دھوکہ بھی دے دے تاکہ لوگ کہیں کہ وہ دین دار ہے اور حرام سے بچنے والا ہے۔ اور اس طرح واضح حرام کا بھی ارتکاب نہیں کرتا تاکہ لوگ اسے دین سے خارج نہ سمجھنے لگ جائیں لیکن مشتبہات کو ذریعہ بناتا ہے تاکہ لوگوں پر معاملہ مشتبہ رہے اور اسے دین دار ہی تصور کرتے رہیں گویا دین کو فریب دیتا ہے۔

[10] وہ مخلوق سے طمع رکھتا ہے اور حرص اسے ہر اہل دنیا کے دروازے پر لے جائے۔

[11] اسے راہ دین سے دور لے جائے۔

[12] جو دنیا کی حرص و لالچ میں پاگل ہو جائے، کثرت مال کی طلب اسے ذلیل کر دے اور عزت دین کو ذلت سے بدل دے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۴۸۸۷ / ۱۳ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا تَجَرَّعَ عَبْدٌ اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ جُرْعَۃِ غَیْظٍ یَکْظِمُھَا ابْتِغَآءَ وَجْہِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰی کے ہاں اس غصہ کے گھونٹ سے بہتر گھونٹ[1] نہیں پیتا جو اللہ کی رضا کی خاطر پی لیا گیا۔ (مسند احمد)

[1] جُرعۃ، جیم پر پیش پانی وغیرہ کا ایک گھونٹ، غیظ، غصہ تھوڑا کرنا، کظم غصے کو پی جانا اصلاً مشک کا پُر ہونا اور دہانے کو باندھنے کے معنی میں آتا ہے۔

۴۸۸۸ / ۱۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ قَالَ الصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَ الْعَفْوُ عِنْدَ الْاِسَآءَۃِ فَاِذَا فَعَلُوْا عَصَمَھُمُ اللّٰہُ وَخَضَعَ لَھُمْ عَدُوُّھُمْ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ قَرِیْبٌ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ تَعْلِیْقًا)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے۔ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد گرامی "ادفع بالتی ھی احسن"[1] کے بارے میں مروی ہے وہ[2] بھلائی جو غصہ کے وقت اور برائی کے وقت معافی کر دیں گے لوگ جب ایسا کریں گے تو اللہ تعالٰی ان کی حفاظت کرے گا اور ان کا دشمن ان کے سامنے پست ہو جائے گا گویا وہ قریبی دوست ہے۔ (بخاری نے تعلیقاً روایت کیا)

[1] پوری آیت کریمہ یہ ہے۔ "وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ"، (نیکی اور بدی جزا اور انجام میں برابر نہیں اور بدی کو نیکی کے ساتھ جو بہتر ہے دفع کرو) یعنی اگر کوئی تیرے ساتھ برائی کرتا ہے تو تو اس کے ساتھ نیکی کر۔ مصرعہ

اگر مردی احسن الی من اساء

اگر تو مرد ہے تو ہر اس شخص کے ساتھ نیکی کر جو تیرے ساتھ برائی کرتا ہے یا مراد یہ ہے کہ نیک اعمال میں سے بہتر کو منتخب کر اس صورت میں معنی میں مبالغہ ہے اور الفاظ حدیث اس کے مناسب ہیں۔

[2] یعنی بدی کو نیکی کے ساتھ دفع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب غصہ آئے تو صبر کرے اور اگر کسی سے زیادتی دیکھے تو درگزر کرے۔

[3] جب وہ اللہ تعالٰی کی رضا کے لیے ایسا کریں گے تو اللہ تعالٰی انہیں نفس اور دیگر مخلوق کے شر سے

محفوظ رکھے گا۔

[۴] یہ تفسیر آیت کے آخری حصہ کی ہے "فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ" (پس جب تیرے اور اس کے درمیان عداوت ہو تو گویا وہ قریبی دوست ہے)

۴۸۸۹/۱۵ وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ لَیُفْسِدُ الْاِیْمَانَ کَمَا یُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ۔ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ)

حضرت بہز[۱] بن حکیم اپنے والد سے وہ اپنے دادا[۲] سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا غصہ ایمان کو اس طرح تباہ کر دیتا ہے جیسے کڑوے[۳] درخت کا شیرہ شہد کو تباہ کر دیتا ہے۔ (بیہقی)

[۱] بہز، با پر زبر، ہا ساکن۔

[۲] ان کا نام معاویہ بن حیدہ ہے، حا پر زبر یا ساکن، اس سند میں اختلاف ہے مگر حق یہی ہے کہ صحیح ہے۔

[۳] الصبر، صاد پر زبر با مکسور، بعض اوقات ضرورت شعری کی وجہ سے با ساکن بھی پڑھی جاتی ہے۔ کڑوے درخت کے شیرے کو کہا جاتا ہے۔

۴۸۹۰/۱۶ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ یَا اَیُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْا فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِیْ نَفْسِهٖ صَغِیْرٌ وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ عَظِیْمٌ وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ صَغِیْرٌ وَّفِیْ نَفْسِهٖ کَبِیْرٌ حَتّٰی لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِمْ مِنْ کَلْبٍ اَوْ خِنْزِیْرٍ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! تواضع کیا کرو، میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص اللہ تعالٰے کے لیے[۱] تواضع کرتا ہے اسے اللہ تعالٰے بلند فرما دیتا ہے وہ اپنے آپ میں چھوٹا ہوتا[۲] ہے اور لوگوں کی نگاہوں[۳] میں بڑا اور جو غرور کرتا ہے اللہ تعالٰے اسے پست کر دیتا ہے وہ لوگوں کی نگاہ میں چھوٹا اور اپنے نزدیک بڑا حتی کہ وہ لوگوں کے ہاں کتے اور سور سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے[۴]

[۱] جو لوگوں کے ساتھ رضائے الٰہی کی خاطر تواضع سے پیش آتا ہے۔

[۲] یعنی جو اپنے آپ کو کم سمجھتا ہے۔

[۳] اللہ تعالٰے لوگوں کی نگاہوں میں اسے بڑا بنا دیتا ہے۔

[۴] یعنی جو شخص تکبر کے طور پر اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہو وہ اللہ تعالٰے کے ہاں حقیر ہوگا اور لوگوں کے ہاں ذلیل و رسوا اور تواضع کرنے والا اگرچہ اپنے آپ کو کم جانتا ہے مگر اللہ تعالٰے اور لوگوں کے ہاں وہ عظیم ہوتا ہے۔

۴۸۹۱/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوْسَی بْنُ عِمْرَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَا رَبِّ مَنْ اَعَزُّ عِبَادِکَ عِنْدَکَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! تیرے ہاں

قَالَ مَنْ إِذَا قَدَرَ غَفَرَ ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

بندوں میں سے کون زیادہ عزت والا ہے۔ فرمایا جو قادر ہونے کے باوجود معاف کر دے۔ (بیہقی)

[1] جس نے اس کے ساتھ زیادتی کی اس پر انتقام لینے میں قادر تھا مگر معاف کر دیتا ہے۔

۴۸۹۲ ۱۸ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ خَزَنَ لِسَانَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهٗ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنِ اعْتَذَرَ إِلَى اللّٰهِ قَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَهٗ ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی زبان کو محفوظ کرلے[1] اللہ تعالٰے اس کے عیوب پر پردہ ڈال دے گا اور وہ شخص جو اپنا غصہ روک لے اللہ تعالٰے قیامت کے روز اس سے عذاب روک لے[2] گا اور جس نے اللہ تعالٰے کی بارگاہ میں عذر پیش کیا[3] اللہ تعالٰے اس کا عذر قبول فرمائے گا۔ (بیہقی)

[1] جو آدمی اپنی زبان کو دوسرے لوگوں کے عیوب سے خاموش رکھے گا۔

[2] حالانکہ وہ اپنے دیگر گناہوں کی وجہ سے مستحق عذاب ہوگا تو اللہ تعالٰے عذاب سے محفوظ فرمائے گا۔

[3] جو بھی اللہ کی بارگاہ میں عذر و معافی چاہے وہ معاف فرما دیتا ہے۔

[4] اللہ تعالٰے بخشنے والا اور مددگار ہے، وہ کریم ہے گناہ معاف فرمانے والا اور عذر سننے والا ہے۔

۴۸۹۳ ۱۹ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ مُّنْجِيَاتٌ وَّثَلٰثٌ مُّهْلِكَاتٌ فَأَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَتَقْوَى اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضٰى وَالسَّخَطِ وَالْقَصْدُ فِي الْغِنٰى وَالْفَقْرِ وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهَوًى مُّتَّبَعٌ وَّشُحٌّ مُّطَاعٌ وَّإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِيَ أَشَدُّهُنَّ ۔

(رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْأَحَادِيْثَ الْخَمْسَةَ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں[1] نجات دینے اور تین ہلاک کر دینے والی ہیں۔ نجات دینے والی اللہ تعالٰے کا تقویٰ ہے خفیہ اور علانیہ[2] خوشی و ناخوشی[3] میں سچی بات کرنا، حالت امارت و فقر میں درمیانی[4] راہ پر رہنا ہلاک کرنے والی نفسانی خواہش[5] جس کی پیروی کی جائے بخل جس کی اطاعت[6] ہو اور انسان کا اپنے آپ[7] کو اچھا جاننا یہ ان سب[8] سے سخت ہے۔ (بیہقی نے یہ پانچوں احادیث شعب الایمان میں ذکر کیں ہیں۔)

[1] عذاب سے نجات دینے والی اور دوسری تین آخرت میں ہلاکت میں مبتلا کر دینے والی ہیں۔

[2] مخلوق کے سامنے اور پوشیدہ اور ظاہر و باطن میں۔

[3] کسی سے راضی ہے یا ناراض۔ مثلاً فاسق سے نفع نظر آ رہا ہے تو خلاف واقع اس کی مدح نہ کرے اور اگر کسی صالح سے تکلیف پہنچی ہے تو مذمت نہ کرے۔ دونوں احوال میں استقامت کا مظاہرہ کرے۔

۵۴ اسراف اور بخل میں سے بچتا ہے یا غنا و فقر کے اختیار کرنے میں معتدل ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے گزران کرنے کے لیے تھوڑے مال کا ہونا غنا و فقر دونوں سے افضل ہے۔

۵۵ اس طرح تابع نفس ہو جاتا ہے جس طرف وہ کہتا ہے چل پڑتا ہے۔ کامل ایمان یہ ہوتا ہے کہ نفس کی خواہشات اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی شریعت کے تابع ہوں۔

۵۶ آدمی کی طبیعت بخل و حرص سے خالی تو نہیں ہوتی لیکن وہ ایسا شخص ہے جو اس کی فرمانبرداری کرتا ہے اور اس سے کبھی منہ نہیں موڑتا اور اس میں ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے۔

۵۷ اپنے اوپر خوش ہے اور اپنی صفات کو اچھا جانتا ہے اور اس سے تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔

۵۸ کیونکہ یہ ایک صفت ہے جس کی وجہ سے انسان اللہ تعالےٰ کے ساتھ اس کی کبریائی میں شریک بننے کی کوشش کرتا ہے۔

بَابُ الظُّلْمِ

۲۳۷۔ ظلم کا بیان

لغت میں ظلم کا معنی شئ کو اس کے مخصوص محل کی بجائے دوسری جگہ رکھنا ہے، یہ نہایت ہی جامع لفظ ہے، یہ اس فعل اور چیز کو شامل ہے جو حد سے تجاوز کر جائے۔ مناسب وضع پر واقع نہ ہو بلکہ زیادہ یا کم، بے وقت یا بے جا واقع ہو، ظلم و زیادتی بھی اس میں شامل ہے، شرعًا اسی معنی میں ہے یعنی اس کی انتہا مراد ہو گی۔ مراح میں ظلم ستم کرنے میں معنی یہی ہے یہ بھی اس معنی مذکور کے مطابق ہی ہے۔ یہ ستم یا تو اللہ تعالےٰ کے حق میں ہو گا یا مخلوق و نفس کے حق میں، عام طور پر ستم کا لفظ مخلوق کے اس حق کے بارے میں بولا جاتا ہے جو دوسرے کے مال، عزت اور جان پر ناحق قبضہ اور جبر کیا جاتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۴۸۹۴ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ظلم و ستم کرنا قیامت میں تاریکیوں کا سبب[لہ] ہے۔ (بخاری و مسلم)

لہ اس دن ظالم کو ہر طرف سے تاریکی گھیرے گی اور وہ نور مومنوں کو نصیب ہو گا اس سے ظالم محروم رہے گا۔ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ (مومنوں کے دائیں اور آگے نور ہی نور ہو گا) یا تاریکیوں سے مراد وہ عقوبات اور سزائیں ہیں جو اسے میدان محشر اور دوزخ میں لاحق ہوں گی اور اس معنی میں یہ لفظ قرآن مجید سے مستعمل ہے

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ فرمایئے کون ہے جو تمہیں جنگلوں اور سمندروں کی مصیبتوں سے نجات دیتا ہے۔

۴۸۹۵ ۲ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَیُمْلِیْ الظَّالِمَ حَتّٰی اِذَا اَخَذَہٗ لَمْ یُفْلِتْہُ ثُمَّ قَرَءَ وَکَذٰلِکَ اَخْذُ رَبِّکَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰی وَھِیَ ظَالِمَۃٌ ۔ اَلْاٰیَۃَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ظالم کو مہلت[1] دیتا ہے اور جب اسے پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں[2] پھر یہ آیت پڑھی آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہی ہے جب اس نے ظالم بستی والوں کو پکڑا۔ (بخاری ومسلم)

---

[1] اور اس کی عمر لمبی کرتا ہے املاء مہلت دینا، رسی ڈھیلی کرنا۔

[2] نہ وہ عذابِ الٰہی سے بھاگ سکتا ہے۔

۴۸۹۶ ۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا مَرَّ بِالْحِجْرِ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاکِنَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ اِلَّا اَنْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مَّا اَصَابَھُمْ ثُمَّ قَنَّعَ رَاْسَہٗ وَاَسْرَعَ السَّیْرَ حَتّٰی اجْتَازَ الْوَادِیَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب مقام حجر[1] سے گزرے تو فرمایا ان ظالموں[2] کے گھروں میں نہ جانا مگر اس حال میں تم روتے ہوئے جاؤ[3] اس خوف سے کہ کہیں ان کی طرح ہمیں بھی عذاب[4] نہ پہنچ جائے پھر آپ نے سر ڈھانپ[5] لیا اور رفتار کو تیز فرمایا حتیٰ کہ اس وادی سے گزر[6] گئے۔

(بخاری ومسلم)

---

[1] حجر، حا کے نیچے زیر، جیم ساکن، یہ اس جگہ کا نام ہے یہاں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود آباد تھی، غزوۂ تبوک پر جاتے ہوئے اتفاقاً وہاں سے گزر ہو گیا۔

[2] جنہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی۔

[3] ان کے احوال سے عبرت حاصل کرو اور یہاں سے غفلت کے ساتھ نہ گزرو۔ بلکہ ان کے عذاب کو یاد کرکے گریہ کرو۔

[4] کیونکہ غافل ہونا اور عبرت حاصل نہ کرنا دل کی سختی اور عدم خشوع کی علامت ہے اور یہ عذاب کا محل بننے کا سبب ہوتا ہے یا مراد یہ ہے کہ ڈرو اور عبرت پکڑو کہیں ہمارے اندر بھی ان جیسے اعمال آ جائیں جس کی وجہ سے یہ عذاب آیا۔

[5] چادر کے ساتھ اور وہاں سے تیزی سے گزرے۔

[6] آپ نے یہ فرمایا تھا کہ یہاں سے پانی نہیں پینا، طعام نہیں کھانا حتیٰ کہ چارپایوں کے چارے کی اجازت نہ دی۔

۴۸۹۷/۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ مَظْلِمَةٌ لِاَخِیْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ شَیْءٍ فَلْیَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْیَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا یَكُوْنَ دِیْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ لَهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَیِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَیْهِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی نے دوسرے پر[1] ظلم کیا ہے اس کی آبرو[2] یا کسی اور بارے میں[3] تو اس سے[4] آج معافی مانگ لے اس سے پہلے کہ نہ اس کے پاس دینار ہوں گے نہ درہم، اگر ظالم کے پاس اعمال صالحہ ہوں گے تو اس کے ظلم کی مقدار اس سے چھین لیے جائیں گے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو اس پر مظلوم کے گناہ لاد دیے جائیں گے[5]

(بخاری)

۴۸۹۸/۵ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِیَامٍ وَّزَكٰوةٍ وَّیَاْتِیْ وَقَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَیُعْطٰی هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَا عَلَیْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا، صحابہ تم جانتے ہو مفلس کسے کہتے ہیں[1]؟ عرض کیا ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم اور سامان نہ ہو[2]۔ فرمایا میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ لے کر آیا[3] مگر اس نے کسی کو گالی دی، کسی پر تہمت لگائی، کسی کا مال کھایا، کسی کا خون بہایا کسی کو مارا پیٹا تو اس کی نیکیاں کچھ اس مظلوم کو دے دی جائیں گی، کچھ دوسرے کو، پھر اس کے ذمہ حقوق کی ادائیگی[4] سے پہلے اگر نیکیاں ختم ہو گئیں تو مظلوموں کی خطائیں اس ظالم پر ڈال دی جائیں گی، پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

(مسلم)

---

[1] مَظْلِمَہ لام کے نیچے زیر بمعنی ظلم، وہ چیز جو دوسرے کے حق سے حاصل کی گئی ہو۔

[2] اس کی غیبت کی یا گالی دی یا اس کے خون و مال سے کچھ لیا۔

[3] دنیا میں۔

[4] اگر اس سے معافی ممکن ہو تو اللہ تعالے کے حضور توبہ کرے اور اس دوسرے شخص کے لیے مغفرت کی دعا کرتا رہے۔

[5] یعنی قیامت کے روز ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیں گی۔ اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال کر ان کی سزا ظالم کو دی جائے گی اور مظلوم اس عذاب سے بچ جائے گا جو ان گناہوں پر اسے ہونا تھا۔

[1] مفلس کا معنی کیا ہوتا ہے۔ بعض نسخوں میں مَنِ المفلس ہے کہ مفلس کون؟

[2] نقدی اور جنس مال اس کے پاس نہ ہو۔

[3] اس کے پاس عبادات کا ذخیرہ ہوگا۔

[4] اگر اس کے مظالم بڑھ جائیں۔

۴۸۹۹/٦ وَعَنْهُ ـــــ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰی اَھْلِھَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حَتّٰی یُقَادَ لِلشَّاۃِ الْجَلْحَآءِ مِنَ الشَّاۃِ الْقَرْنَاءِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَّذُکِرَ حَدِیْثُ جَابِرٍ اِتَّقُوا الظُّلْمَ فِیْ بَابِ الْاِنْفَاقِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں حقوق اہل حق کو دلوائیں جائیں گے حتیٰ کہ بغیر سینگ بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا (مسلم) اور حدیث جابر اتقوا الظلم باب الانفاق میں ذکر کی گئی ہے۔

[1] الجلحاء۔ جیم پر زبر لام ساکن۔ وہ بکری جس کے سینگ نہ ہوں۔ یعنی اس دن حقوق کی ادائیگی اس طرح ہو گی کہ انسان تو کجا، وہ حیوانات جو مکلف نہیں ان سے بھی قصاص لیا جائے گا۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ قصاص مقابلہ ہوگا نہ کہ بطور تکلیف۔

[2] وہ حدیث جابر جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔ اِتَّقُوا الظُّلْمَ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۴۹۰۰/٧ عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَکُوْنُوْا اِمَّعَۃً تَقُوْلُوْنَ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَحْسَنَّا وَاِنْ ظَلَمُوْا ظَلَمْنَا وَلٰکِنْ وَطِّنُوْا اَنْفُسَکُمْ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَنْ تُحْسِنُوْا وَاِنْ اَسَاءُوْا فَلَا تَظْلِمُوْا۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نقال[1] بن کر یہ نہ کہو کہ اگر لوگوں نے بھلائی کی تو ہم بھلائی کریں گے اور لوگوں نے ظلم کیا تو ہم بھی ظلم کریں گے اپنے آپ کو[2] اس پر تیار کرو کہ اگر لوگوں نے احسان کیا تو تم بھی احسان کرنا اور اگر وہ برائی کریں تو تم ظلم نہ کرنا[3] (ترمذی)

[1] اِمَّعَۃ ہمزہ مکسور، میم پر زبر مشدد، لوگوں کے تابع ہونا اور اپنی رائے کا نہ ہونا، تا مبالغہ کے لیے ہے عورتوں کے لیے یہ لفظ مستعمل نہیں۔ صراح میں ہے کہ یہ اس مرد ہر جائی کو کہا جاتا ہے یہاں مراد وہی ہے جو بعد میں تفسیر آرہی ہے۔

[2] توطین، وطن بنانا۔ صراح میں اس کا معنی نفس کا کسی چیز پر دل رکھنا۔

[3] یعنی احسان کرنا کیونکہ ترک ظلم احسان ہوتا ہے (کذا قال الطیبی)، یہ بھی احتمال ہے کہ اگر وہ بھلائی کریں تو بھلائی کرو اور اگر وہ بدی کرتے ہیں تو اس کے برابر بدلہ لو، حد سے تجاوز نہ کرو یعنی اعتدال پر رہتے ہوئے بدلہ لیا جائے یا معاف کرتے ہوئے بدلہ نہ لیں یا احسان کریں۔ اول عوام کا مرتبہ ہے۔ دوسرا خواص کا اور تیسرا اخص الخواص کا حضرت شیخ علی متقی اپنے

بعض رسائل میں تحریر کرتے ہیں کہ دنیا وآخرت کی محبت کی شناخت ان چار چیزوں سے ہوتی ہے۔ جس شخص پر دنیا کی محبت غالب ہے وہ لوگوں کو بغیر کسی وجہ کے تکلیف دے گا اور جو اس درجہ کا نہ ہو وہ کسی کو اذیت دینے میں ابتدا نہیں کرے گا اور اگر کسی نے اسے اذیت دی تو وہ شریعت کے مطابق اس سے بدلہ لے گا اور حد سے تجاوز نہیں کرے گا اور جس پر آخرت کی محبت غالب ہوگی اور دنیا کی کمزوری وہ ہر شخص کو معاف کر دے گا جس نے اس پر ظلم کیا اور جس کو آخرت سے قوی تر محبت ہوگی وہ ظلم کے برابر ظالم پر احسان کرے گا اور یہ درجہ مقرب اور سچے لوگوں کا ہے۔ اللہ تعالٰی ہمیں بھی اس سے حصہ عطا فرمائے۔

۴۹۰۱/۸ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى عَآئِشَةَ اَنِ اكْتُبِيْ اِلَيَّ كِتَابًا تُوْصِيْنِيْ فِيْهِ وَلَا تُكْثِرِيْ فَكَتَبَتْ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَى النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو خط لکھا کہ مجھے کچھ وصیت تحریر فرمائیں لیکن زیادہ نہ ہو[1] تو انہوں نے سلام کے بعد لکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص اللہ تعالٰی کی رضا[2] لوگوں کی ناراضگی پر تلاش کرے گا۔ اسے اللہ تعالٰی کفایت فرمائے گا اور اسے لوگوں کی تکالیف سے محفوظ کرے گا اور جو شخص لوگوں کی رضا اللہ تعالٰی کی ناراضگی[3] پر تلاش کرے گا اللہ تعالٰی اسے لوگوں کے حوالے کر دے گا۔ والسلام[4] (ترمذی)

[1] مختصر تحریر فرمائیں۔

[2] ایسا کام کرتا ہے جس سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے، اگرچہ لوگ دنیا داری کی وجہ سے خوش نہیں ہوتے تو کوئی بات نہیں اللہ تعالٰی راضی ہو جائے گا اور مخلوق کی تکالیف سے بھی اسے محفوظ فرمائے گا۔

[3] اسے اللہ تعالٰی کی مدد و نصرت حاصل نہ ہوگی تو اصل اللہ کی رضا ہے۔ اگر وہ حاصل ہوگی تو مخلوق بھی تابع اور خوش ہو جائے گی اور اگر وہ راضی نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

[4] روایات میں ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالب نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں فقر و فاقہ کی شکایت کی۔ امیر المومنین نے غصے اور زجر کی صورت میں فرمایا جا لوگوں کی دکانیں لوٹ لو، ان کے گھروں کو صاف کر دو اور لے کر کھا لو عقیل کہنے لگے یہ تو جائز نہیں۔ آپ نے فرمایا میں بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ جب میرے پاس آئے گا تو تمہیں بھی دے دوں گا۔ اس پر عقیل ناراض ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس چلے گئے۔ انہوں نے حضرت عقیل کی بڑی قدر و منزلت کی اور بہت احسان کیے کیونکہ ان کا حضرت علی سے آ جانا غنیمت تھا، ایک دن عقیل سے کہنے لگے ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ منبر پر کھڑے ہو کر ان احسانات و انعامات کا ذکر کریں جو میں نے آپ پر کیے ہیں تاکہ لوگوں

کو اطلاع ہو جائے کہ میں نے کیا کیا ہے۔ حضرت عقیل منبر پر آئے اور کہا اے لوگو حضرت علی اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور مجھ کو ناراض کر دیا اور معاویہ میری رضا چاہتے ہیں اور اسے خدا کی رضا سے مقدم جانتے ہیں لہٰذا مجھے تو خوش کر لیا مگر اللہ ناراض ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت علی کی خدمت میں آ گئے اور معافی مانگ لی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خط بھی اس چیز کی طرف متوجہ کر رہا ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۴۹۰۲/۹ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ "اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ ذَاكَ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ اَلَمْ تَسْمَعُوْا قَوْلَ لُقْمَانَ لِابْنِهٖ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّوْنَ اِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تیسری فصل

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ"[۱] جو لوگ ایمان لائے اور ان کا ایمان ظلم کے ساتھ ملتبس نہ ہوا تو حضور کے صحابہ پر گراں ہوا[۲] اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے اوپر ظلم نہ کیا ہو[۳]؟ آپ نے فرمایا کیا تم نے لقمان کا وہ قول نہیں سنا جو انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا، اے بیٹے اللہ کے ساتھ شریک نہ بناؤ، یقیناً شرک عظیم ظلم ہے[۴]۔ دوسری روایت میں ہے کہ جو سمجھے ہو وہ مراد نہیں، اس سے مراد وہ ہے جو لقمان نے اپنے فرزند سے فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

---

[۱] آیت کا آخری حصہ یہ ہے اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (ایسے لوگوں کے لیے امن ہے اور یہی ہدایت پانے والے ہیں۔

[۲] کیونکہ انہوں نے ظلم سے گناہ و معصیت مراد لیا تھا۔

[۳] ہم میں کوئی ایسا نہیں جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو اور حد سے تجاوز کرتے ہوئے گناہ نہ کیا ہو۔

[۴] جب مطلق ظلم کا ذکر تھا تو اس سے مراد فرد کامل ہوگا اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تفسیر فرمائی ہے تو یقیناً باری تعالےٰ کی مراد بھی یہی ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ شرک کا اختلاط ایمان کے ساتھ کیسے ممکن ہے؟ کیونکہ شرک ایمان کی ضد ہے۔ البتہ گناہ وغیرہ کا اختلاط ایمان سے ہو سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ نے ظلم کو گناہ پر محمول کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شرک کا ایمان کے ساتھ اختلاط ہوا جیسے کہ مشرکین اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتے تھے اس کے ساتھ ساتھ بت پرستی کرتے اور اپنے بتوں کو وجود، خالقیت اور عبادت میں شریک کرتے اور یہاں شرک سے مراد عبادت میں شرک ہے۔ یہ نص قرآنی اس پر شاہد ہے "وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ" اِن

میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ وہ مشرک ہیں) یا اس سے مراد زبان سے ایمان کا اظہار اور دل میں شرک ہو جیسا کہ منافقین نے کیا تو انہوں نے ایمان ظاہری کو شرک باطن کے ساتھ مخلوط کر دیا۔

۴۹۰۳ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَبْدٌ اَذْھَبَ اٰخِرَتَہٗ بِدُنْیَا غَیْرِہٖ۔

(رَوَاہُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا روز قیامت بدترین وہ شخص ہوگا جو دوسروں کی دنیا کی خاطر[1] اپنی آخرت برباد کر دے۔ (ابن ماجہ)

[1] یعنی لوگوں پر ظلم کرکے دوسروں کے لیے دنیا حاصل کرتا ہے مثلاً عمال وقت، اس کا معنی بھی ہوسکتا ہے کہ دنیا دار کی تعظیم حصول دنیا کے لیے کرتا رہا، یہ ظلم ہے جس کی وجہ سے آخرت سے دوری ہوگئی۔ پہلا معنیٰ بڑا واضح بلکہ متعین ہے۔

۴۹۰۴ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الدَّوَاوِیْنُ ثَلٰثَةٌ دِیْوَانٌ لَا یَغْفِرُہُ اللّٰہُ الْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَدِیْوَانٌ لَا یَتْرُکُہُ اللّٰہُ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِیْمَا بَیْنَھُمْ حَتّٰی یَقْتَصَّ بَعْضُھُمْ مِنْ بَعْضٍ وَّدِیْوَانٌ لَا یَعْبَأُ اللّٰہُ بِہٖ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِیْمَا بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ اللّٰہِ فَذَالِکَ اِلَی اللّٰہِ اِنْ شَآءَ عَذَّبَہٗ وَاِنْ شَآءَ تَجَاوَزَ عَنْہُ۔

(رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا دفاتر[1] تین ہیں ایک دفتر وہ ہے جسے اللہ معاف نہیں کرے گا وہ اللہ تعالٰی کے ساتھ شریک بنانا ہے۔ ایک دفتر وہ ہے کہ اللہ تعالٰی اسے نہیں چھوڑے گا وہ بندوں کا آپس میں ظلم کرنا ہے حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے سے بدلہ لیں[2] ایک دفتر ایسا ہے جس کی اللہ تعالٰی پرواہ نہیں کرتے وہ ظلم ہے جو بندوں کا اپنے اور رب کے درمیان[3] ہے۔ اس کا معاملہ اللہ تعالٰی کے سپرد ہے وہ چاہے عذاب دے یا چاہے تو معاف فرما دے[4] (بیہقی)

[1] "دَوَاوِیْنَ" دیوان کی جمع ہے۔ دال کے نیچے زیر، فتحہ بھی پڑھا جاتا ہے اس سے مراد وہ رجسٹر ہے جس میں سپاہیوں کے نام اور ان کے معاملات کو نوٹ کیا جائے سب سے پہلے یہ کام امیر المومنین حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں کیا، اس بارے میں قرب اور جمع کا پہلو پایا جاتا ہے۔ یہاں دیوان کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں تمام اعمال نامے جمع ہوں گے۔ دیوان کا اصل دِوّان تھا واو یاء سے بدل گیا ہے کیونکہ دو واؤ جمع ہوگئے تھے ورنہ اس کی جمع دیاوین آتی (کذا فی الصحاح) یہاں دیوان سے مراد اعمال نامے ہیں۔

[2] وہ حکم ربانی کے مطابق قصاص لیں یا آپس میں راضی نامہ کر لیں۔ احادیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔

[3] یعنی حقوق اللہ میں کوتاہی ہو۔

[4] واضح ہوگیا کہ حقوق العباد میں مواخذہ ہوگا، حقوق اللہ میں سے شرک معاف نہیں ہوگا اس کے علاوہ معافی کا تعلق اللہ تعالٰی

کی مشیت کے ساتھ ہے۔

۴۹۰۵/۱۲ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاكَ وَدَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّمَا یَسْأَلُ اللّٰہَ حَقَّہٗ وَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقًّا۔

(رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی بد دعا سے بچو وہ اللہ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی صاحب حق کا حق روکتا نہیں [1] ہے۔ (بیہقی)

[1] اور اگر کوئی شخص اپنا حق چھوڑ کر ایثار سے کام لے تو نہایت عظیم درجہ ہوتا ہے۔

۴۹۰۶/۱۳ وَعَنْ اَوْسِ بْنِ شُرَحْبِیْلَ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ مَّشٰی مَعَ ظَالِمٍ لِیُقَوِّیَہٗ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ۔

(رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ)

حضرت اوس بن شرحبیل [1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جو شخص کسی ظالم کا ساتھ اس کو طاقتور کرنے کے لیے دے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا [2]۔ (بیہقی)

[1] شُرَحْبِیل شین پر پیش، را پر زبر، حا ساکن، با کے نیچے زیر، یہ صحابی ہیں اور ان سے اہل شام نے حدیث روایت کی ہے ایک اور صحابی ہیں جن کا اسم گرامی شرحبیل بن اوس ہے، وہ حمص میں قیام پذیر رہے، اس حدیث کے راوی پہلے صحابی ہیں۔ (کذا فی الاصابہ)

[2] وہ اسلام کے تقاضوں اور اصولوں سے دور چلا گیا۔

۴۹۰۷/۱۴ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ رَجُلًا یَقُوْلُ اِنَّ الظَّالِمَ لَا یَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ فَقَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ بَلٰی وَاللّٰہِ حَتَّی الْحُبَارٰی لَتَمُوْتُ فِیْ وَکْرِھَا ھُزْلًا لِظُلْمِ الظَّالِمِ۔

(رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ الْاَحَادِیْثَ الْاَرْبَعَۃَ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ظالم اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم حتیٰ کہ ظالم کے ظلم کی وجہ سے بٹیر بھی اپنے گھونسلوں میں مر جاتے ہیں [1]۔ (یہ چار روایات، امام بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کی ہیں)

[1] یعنی ظالم اپنے علاوہ بھی انسان اور حیوانات کو نقصان دیتا ہے، حُبَارٰی حا پر پیش با مخفف، مشہور پرندے کونج کا نام ہے هُزْل ہا پر پیش زا ساکن، یعنی اللہ تعالیٰ ظالم کے ظلم کی وجہ سے بارش نازل نہیں فرماتا جس کے سبب جانور پیاس کی وجہ سے مر جاتے ہیں اور کونج کو اس لیے مخصوص کیا ہے کہ یہ پانی اور دانے کے لیے بہت دور کا سفر طے کرتی ہیں، یہ مشاہدہ ہے کہ اس کے گھونسلے سے گندہ بروزہ کا پھل برآمد ہوا جو بصرہ ہی میں پایا جاتا تھا حالانکہ اس کے ٹھکانے اور بصرہ کے درمیان کئی دن کا فاصلہ ہے، نیز اس کے گھونسلے اور پانی کے درمیان کئی دنوں کی مسافت ہوتی ہے، جہاں سے یہ پانی حاصل کرتی ہے۔ پس ایسے جانور کا مر جانا قحط اور باران رحمت کے نہ ہونے کی دلیل ہے اور اس شخص کے کہنے

کا مطلب یہ تھا کہ بظاہر مظلوم کو نقصان پہنچتا ہے مگر درحقیقت ظالم اپنا نقصان کرتا ہے اور مظلوم تو جزا حاصل کرے گا اور اس کا انتقام بھی لے گا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس مقام کی وجہ سے اس میں عموم کی طرف متوجہ کیا اور ان کا یہ قول کسی حدیث رسول کا مضمون ہے یا انہوں نے اس سے استنباط کیا ہے کہ اس کے ظلم کی وجہ سے جب بارش نازل نہیں ہوتی تو اس سے لازم ہے کہ حیوانات کو نقصان ہو۔

بَابُ الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ

۳۲۷۔ نیکی کا حکم دینا

مَعْرُوْف، معرفت سے ہے اس کا معنی پہچاننا اس سے مراد وہ شے جو شریعت میں معروف ہو اور اس کے بارے میں شرعی حکم ہو جیسا معروف آدمی کو ہر کوئی جانتا ہے اس کے مقابل لفظ منکر ہے۔ کاف پر زبر جو پہچانا ہوا نہ ہو اور اس کے بارے میں شرعی حکم وارد نہ ہو جیسا کہ غیر معروف شخص کو کوئی نہیں جانتا۔ صراح میں ہے کہ نکرہ کاف مکسور معرفت کی ضد ناآشنائی کو کہا جاتا ہے، ماتن پر تعجب ہے کہ انہوں نے باب میں "ونہی عن المنکر" کے الفاظ ذکر نہیں کیے حالانکہ کتاب و سنت میں اکثر مقامات پر ان دونوں کا ذکر متصلاً ہوا ہے۔ اس باب کے تحت جو احادیث آ رہی ہیں۔ ان میں نہی عن المنکر کی تصریح ہے، لہٰذا ذکر امر بالمعروف کا اور دوسرے کا ذکر التزاماً تکلف ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے واجب ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ کتاب و سنت نے اس کے درجات و مراتب بیان کیے ہیں جیسا کہ آ رہا ہے اگر کسی شخص نے واجب ادا کر دیا لیکن مخاطب نے قبول نہیں کیا تو قائل سے واجب ساقط ہو گیا۔ علماء نے فرمایا ہے کہ یہ شے لوگوں پر بطور فرض کفایہ لازم ہے جو شخص قادر ہے اور اسے بجا نہیں لاتا تو وہ گنہگار ہو گا اور بعض پر یہ فرض عین بھی ہو جاتا ہے مثلاً کوئی ایسا مقام ہے جہاں ایک ہی آدمی جانتا ہے۔ دوسرے کو علم نہیں، تو اب جاننے والے پر لازم ہو جاتا ہے، باقی امر بالمعروف کے لیے یہ شرط نہیں۔ آمر خود بھی اس پر عامل ہو اس کے بغیر بھی درست ہے کیونکہ اپنے آپ کو بھی امر کرنا واجب ہے اور دوسرے کو امر کرنا الگ واجب ہے۔ اگر ایک واجب ترک ہو رہا ہے تو دوسرے کو ترک کرنا مناسب نہیں اور آیت میں جو آیا ہے لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو اس سے مراد زجر و توبیخ ہے یہ مراد نہیں کہ وہ آدمی نہ کرے، البتہ اس میں شک نہیں کہ بہتر یہی ہے کہ پہلے خود عمل کرے تاکہ بات مؤثر ہو، امر بالمعروف و نہی عن المنکر صرف حکمرانوں پر ہی لازم نہیں اور نہ ہی کسی حکمران کا حکم ضروری ہے۔ یہ ہر مسلمان کا حق اور فرض ہے ہاں قتل کرنا، کوڑے مارنا وغیرہ یہ اہل حکومت کا ہی کام ہے، متفق علیہ چیز میں انکار ہو گا اگر شے مختلف فیہ ہے تو اسے منکر قرار دینا مناسب نہیں خصوصاً اس مسلک پر جس میں ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے، امر بالمعروف میں نرمی اور حلیمی ضروری ہے، یہ کام فقط رضائے الٰہی کے لیے ہونا چاہیے نہ کہ نفس کی خاطر، تاکہ تاثیر ہو اور ثواب حاصل ہو۔ علماء نے بیان فرمایا ہے کہ لوگوں کے اجتماع میں کسی کو نصیحت کرنا

رسوا کرنے کے مترادف ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۴۹۰۸ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَّاٰی مِنْكُمْ مُّنْكَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ[1] سے بدلے اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان[2] سے اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو دل سے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

(مسلم)

[1] مارنا کھینچ لینا، توڑ دینا، بہا دینا اور ناراض ہونا مراد ہے۔

[2] سخت وسست کرنا۔

[3] دل میں ناپسند کرے اور دل میں تبدیلی کا عزم رکھے کہ اگر قدرت ہوئی تو زبان اور ہاتھ سے منع کروں گا اور اس کے فاعل کے ساتھ دلی نفرت کرے۔

۴۹۰۹ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِیْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِیْهَا مَثَلُ قَوْمٍ اِسْتَهَمُوْا سَفِیْنَةً فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِیْ اَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِیْ اَعْلَاهَا فَكَانَ الَّذِیْ فِیْ اَسْفَلِهَا یَمُرُّ بِالْمَآءِ عَلَی الَّذِیْنَ فِیْ اَعْلَاهَا فَتَاَذَّوْا بِهٖ فَاَخَذَ فَاْسًا فَجَعَلَ یَنْقُرُ اَسْفَلَ السَّفِیْنَةِ فَاَتَوْهُ فَقَالُوْا مَالَكَ قَالَ تَاَذَّیْتُمْ بِیْ وَلَا بُدَّ لِیْ مِنَ الْمَآءِ فَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰی یَدَیْهِ اَنْجَوْهُ وَنَجَّوْا اَنْفُسَهُمْ وَاِنْ تَرَكُوْهُ اَهْلَكُوْهُ وَاَهْلَكُوْا اَنْفُسَهُمْ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا حدود الٰہیہ میں سستی[1] کرنے والے اور ان میں گرنے[2] والے کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے کشتی میں قرعہ[3] ڈالا پس کچھ لوگ اس کے نچلے حصے میں رہے اور کچھ اوپر والے میں، نیچے والے پانی لے کر اوپر والوں کے پاس سے گزرے انہیں اس پر تکلیف[4] ہوئی تو انہوں نے کلہاڑی سے کشتی کے نیچے والے حصے کو توڑنا شروع کر دیا[5]۔ دوسروں نے کہا تمہیں کیا ہو گیا؟ کہا کہ میری وجہ سے تمہیں تکلیف ہوئی ہے اور مجھے پانی کی ضرورت[6] ہے سو اگر وہ اس کا ہاتھ پکڑ لیں تو اسے بچا لیں[7] گے اور خود کو بھی اور اگر چھوڑ دیں تو اسے اور خود کو بھی ہلاک کر لیں گے۔ (بخاری)

[1] ادہان سستی کرنا۔

[2] گناہ کا ارتکاب کرنے والے، مداہنت سے مراد یہ ہے کہ برائی کے مٹانے پر قدرت کے باوجود شرم یا بے حمیتی

یا جانب داری کی وجہ سے خاموش ہونا ہے، اس کا معنی رشوت لینا بھی ہے۔ مداہنت اور مدارات دونوں کا ایک ہی معنی ہے شریعت میں مدارات کی رخصت ہے۔ یہ مذموم نہیں بلکہ بعض مواقع پر یہ مستحسن ہے مدارات اور مداہنت میں فرق یوں کیا گیا ہے کہ مدارات میں ظالموں کے ظلم اور پریشانی کے وقت اپنے دین کی حفاظت کی جاتی ہے اور مداہنت میں نفس کے لیے لوگوں سے مختلف قسم کے منافع اور حصول دنیا کرتے ہوئے دین میں بے باکی کا اظہار ہے۔

[3] کہ کون کس جگہ بیٹھے جیسا کہ لوگوں کا طریقہ ہے۔

[4] نیچے والے اوپر والوں کے پاس سے جب بار بار پانی لینے کے لیے گزرتے تو انہیں تکلیف ہوتی۔ بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ یہاں آب سے مراد بول و براز ہے کہ نیچے والے پیشاب وغیرہ کر کے اوپر دریا میں پھینکنے کے لیے گزرتے تو ان کو تکلیف ہوتی۔ یہ صورت بڑی واضح ہے۔

[5] تاکہ پانی حاصل کرے یا بول و براز وہاں سے نیچے گرا دیا جائے۔

[6] یہاں تک تو واقعہ عادت و عرف کے مطابق بیان ہوا۔ اس کے بعد مداہنت کی مثال ہے۔

[7] "انجُوہ" باب افعال سے "ونجّوہ" باب تفعیل سے، اپنی ذوات کو ڈوبنے اور ہلاکت سے محفوظ کرنا۔

[8] اسی طرح اگر کوئی فاسق و فاجر ہے اور اسے دوسرے منع نہیں کرتے تو اس کے ساتھ ساتھ تمام گنہگار رہوں گے اور اگر وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے عذاب سے بچیں تو اسے برائی سے روکیں۔

۴۹۱۰ ۳ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَآءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُلْقٰى فِى النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُهٗ فِى النَّارِ فَيَطْحَنُ فِيْهَا كَطَحْنِ الْحِمَارِ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ اَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ اَىْ فُلَانُ مَا شَاْنُكَ اَلَيْسَ كُنْتَ تَاْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰنَا عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ اٰمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِيْهِ وَنَهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِيْهِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ آگ میں اس کی انتڑیاں جلد[1] نکل پڑیں گی وہ اس طرح چکر کاٹے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے[2]، اہلِ دوزخ اکٹھے ہو کر پوچھیں گے، اے فلاں! کیا بات ہے تو تو ہمیں نیکی کا حکم دیتا تھا اور برائی سے روکتا تھا وہ کہے گا میں تمھیں نیکی کے بارے میں کہتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا تمھیں برائی سے روکتا تھا مگر خود نہیں رکتا تھا[3]۔

(بخاری و مسلم)

---

[1] "اِنْدِلَاق"، کسی چیز کا جلدی سے باہر آنا جیسے تلوار کو نیام سے باہر نکالا جاتا ہے "اَقْتَاب"، "قِتْب" کی جمع ہے قاف کے نیچے زیر۔ انتڑیاں۔

[2] جس طرح گدھا چکر لگا کر اس زمین کو پامال کرتا ہے اسی طرح وہ شخص اپنی انتڑیوں کو روندے گا۔

[3] یہاں سے معلوم ہو رہا ہے کہ خود عمل نہ کرنا اور دوسروں کو نصیحت کرنا عذاب کا سبب ہے اور سابقہ گفتگو میں

گزر چکا ہے کہ یہ عذاب عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ امر ونہی کی وجہ سے نہیں، کیونکہ اگر یہ بھی نہ کرتا تو وہ عذاب کا بطریقِ اولیٰ مستحق ہوتا کیونکہ اس نے ایک واجب کو ترک کر دیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۴۹۱۱ ۴ عَنْ حُذَیْفَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْھَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ اَوْلَیُوْشِکَنَّ اللّٰہُ اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ عِنْدِہٖ ثُمَّ لَتَدْعُنَّہٗ وَلَایُسْتَجَابُ لَکُمْ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم نیکی کے کاموں کا حکم ضرور دیتے رہنا اور برائی سے منع کرتے رہنا ورنہ[1] قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب بھیج دے پھر تم دعا کرو لیکن اسے قبول نہ کیا جائے گا۔[2]

(ترمذی)

[1] یعنی ان دو میں سے ایک ہوگا یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یا عذاب، اگر تم عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ نبھاؤ۔

[2] یعنی دیگر تکالیف و مصائب تو دعا سے ٹل جاتے ہیں مگر ان کے ترک کی وجہ سے جو عذاب آتا ہے وہ دعا سے بھی نہیں ٹلتا۔

۴۹۱۲ ۵ وَعَنِ الْعُرْسِ بْنِ عُمَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا عُمِلَتِ الْخَطِیْئَۃُ فِی الْاَرْضِ مَنْ شَھِدَ فَکَرِھَھَا کَانَ کَمَنْ غَابَ عَنْھَا وَمَنْ غَابَ عَنْھَا فَرَضِیَھَا کَانَ کَمَنْ شَھِدَھَا۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت عرس[1] بن عمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب زمین پر کوئی گناہ ہوتا ہے اور وہاں دوسرا موجود شخص اسے ناپسند کرتا ہے[2] تو وہ غائب کی طرح ہوتا ہے اور جو وہاں موجود نہیں تھا لیکن اس گناہ کو پسند کرتا ہے وہ تو موجود[3] کی طرح ہوگا۔ (ابوداؤد)

[1] عُرْس۔ یعنی عین پر پیش، را ساکن عَمیرَہ عین پر زبر، میم کے نیچے زیر، یا، ساکن، یہ کندی صحابی عدی بن عمیرہ کے بھائی ہیں۔ ان سے ان کے بھتیجے عدی بن عمیرہ اور زید بن حارث نے روایت کی ہے۔

[2] جب اسے ہاتھ اور زبان سے منع کی قدرت نہ ہو۔

[3] موجودگی اور غیر موجودگی دل کے ساتھ ہوتی ہے نہ کہ جسم کے ساتھ۔ جب موجود شخص دلی طور پر اسے ناپسند کر رہا ہے تو وہ وہاں موجود نہیں اگرچہ بظاہر موجود ہو اور جو اس گناہ پر دل سے راضی ہو رہا ہے وہ اگرچہ غائب ہے مگر اسے موجود ہی تصور کیا جائے گا۔

۴۹۱۳ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ قَالَ یَاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّکُمْ تَقْرَءُوْنَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ" فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوْا مُنْکَرًا فَلَمْ یُغَیِّرُوْہُ یُوْشِكُ اَنْ یَّعُمَّھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابِہٖ۔ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ دَاوٗدَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ یَاْخُذُوْا عَلٰی یَدَیْہِ اَوْشَكَ اَنْ یَّعُمَّھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابٍ وَفِیْ اُخْرٰی لَہٗ مَا مِنْ قَوْمٍ یُّعْمَلُ فِیْھِمْ بِالْمَعَاصِیْ ثُمَّ یَقْدِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یُّغَیِّرُوْا ثُمَّ لَا یُغَیِّرُوْنَ اِلَّا یُوْشِكُ اَنْ یَّعُمَّھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابٍ وَفِیْ اُخْرٰی لَہٗ مَا مِنْ قَوْمٍ یُّعْمَلُ فِیْھِمْ بِالْمَعَاصِیْ ھُمْ اَکْثَرُ مِمَّنْ یَّعْمَلُہٗ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو[۵۱]۔ "اے ایمان والو! اپنی جان کی حفاظت کرو تمھیں نہیں نقصان پہنچا سکتا کوئی گمراہ جب تم ہدایت پا جاؤ"۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ برائی کو دیکھ کر منع نہیں کریں گے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس پر عذاب میں[۵۲] مبتلا فرما دے۔ اسے ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کر کے صحیح کہا اور ابوداؤد کے الفاظ ہیں کہ جب انھوں نے ظالم کی زیادتی دیکھی اور اس کے ہاتھ نہیں پکڑے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ان کو بھی عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ جس قوم میں لوگ بُرائی کریں اور وہ لوگ اس کے مٹانے پر قادر ہوں مگر وہ نہ مٹائے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اس کے عذاب میں شامل کرے ایک اور روایت میں ہے کہ جن لوگوں میں برائی ہو اور حالانکہ دیگر لوگ اس برائی کے کرنے والوں سے زیادہ ہوں[۵۳]۔

---

[۵۱] یعنی اگر تم اس آیت کو پڑھ کر اسے عموم پر محمول کرتے ہوئے یہ سمجھتے ہو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب نہیں تو یہ غلط ہے۔

[۵۲] جب نہیِ منکر کے ترک پر وعید وارد ہے تو اب اس کے ترک کا جواز کیسے ممکن ہے لہٰذا یہ آیت عام اور مطلق نہیں بلکہ مخصوص و مقید ہے اس بات کے ساتھ کہ لوگ اس برائی کو نہ سنیں اور ان میں اثر پذیر نہ ہو اور ہر آدمی اپنے آپ میں مغرور و متکبر ہو جب کہ آثار میں آخری زمانے کے لوگوں کے بارے میں آیا ہے مثلاً جب یہ آیت حضرت ابن مسعود کے پاس تلاوت کی گئی تو آپ نے فرمایا اس میں جو زمانے کی بات ہے وہ میرا اور تمھارا نہیں؛ کیونکہ اس میں لوگ بات سن کر قبول کر لیتے ہیں لیکن آخری زمانے میں لوگ بات ہی نہیں سنیں گے اس آیت میں ایسے لوگوں کے بارے میں خبر دی گئی ہے اور حدیث ابوثعلبہ میں اسی طرح ہے بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں اِھْتِدَاد سے مراد نہیِ مُنکر ہے۔ یہ حدیث اس معنی کی تائید کر رہی ہے، ضرر سے مراد عذاب کا عام ہونا ہے بِاَنْفُسِکُمْ سے مراد مسلمان ہیں یعنی اگر مسلمان ایک دوسرے کی اصلاح اپنے اوپر لازم کر لیں تو کوئی ضلالت و معصیت نقصان نہیں دے سکتی کیونکہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ کما حقہٗ ادا کر رہے ہوں گے۔

[3] اس کا مقصد بھی قدرت ہی ہے کیونکہ اغلب یہی ہوتا ہے کہ اکثر لوگ اُن پر غالب ہوتے ہیں تو اصل مدار قدرت سے ہے خواہ لوگ کم ہوں یا زیادہ۔

۴۹۱۴ وَعَنْ جَرِيْرِ[1] بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ يَعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُّغَيِّرُوْا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتُوْا۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت جریر[1] بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص کسی قوم میں ہو اور وہ اس میں اللہ کی نافرمانی کرتا ہو اور وہ اس کے روکنے پر قادر تھے مگر منع نہ کیا تو انھیں موت سے پہلے اللہ تعالیٰ عذاب[2] میں گرفتار فرمائے گا[3]

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

[1] جَرِیر، جیم پر زبر اور را کے نیچے زیر

[2] اس آدمی کو منع نہ کرنے کی وجہ سے عذاب دے گا اس مرد کی طرف سے یا اپنی طرف سے۔

[3] یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کرنے کی وجہ سے دنیا میں ہی عذاب آتا ہے اور آخرت میں اس پر عذاب الگ ہوگا بخلاف دیگر گناہوں کے کہ ان کی وجہ سے دنیا میں عذاب کا آنا لازم نہیں ہوتا۔

۴۹۱۵ وَعَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ سَاَلْتُ عَنْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلِ ائْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰى اِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مُّطَاعًا وَّهَوًى مُّتَّبَعًا وَّدُنْيَا مُّؤْثَرَةً وَّاِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَاْيٍ بِرَاْيِهٖ وَرَاَيْتَ اَمْرًا لَّا بُدَّ لَكَ مِنْهُ فَعَلَيْكَ نَفْسَكَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَوَامِّ فَاِنَّ وَرَآءَكُمْ اَيَّامَ الصَّبْرِ فَمَنْ صَبَرَ فِيْهِنَّ قَبَضَ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِيْهِنَّ اَجْرُ خَمْسِيْنَ رَجُلًا يَّعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْهُمْ قَالَ اَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو ثعلبہ[1] سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ کے بارے میں مروی ہے کہ اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو آپ[2] نے فرمایا بلکہ وہ نیکی کا حکم اور برائی سے روکتے ہیں[3] حتیٰ[4] کہ جب تم دیکھو لوگ بخل کی اطاعت کر رہے ہیں اور خواہشات کی اتباع کر رہے ہیں اور دنیا کو ترجیح دے رہے ہیں اور ہر صاحب رائے اپنی رائے پر فخر کر رہا ہے[5] اور ایسا معاملہ دیکھو جس[6] میں چارہ کار کوئی نہ ہو[7]، تو تم پر اپنے آپ کو بچانا لازم[8] ہے اور لوگوں کے معاملہ کو چھوڑ دو[9] کیونکہ تمہارے پیچھے صبر کے دن ہیں[10] تو جس نے ان دنوں میں صبر کیا اس نے آگ کی چنگاری پکڑی، ان دنوں میں (نیکی پر) عمل کرنے والوں کے لیے پچاس آدمیوں[11] کے عمل جتنا ثواب ہے، جو اس جیسا عمل کریں گے۔ صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ!

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان کے پچاس آدمیوں کے عمل جتنا؟ فرمایا تمھارے پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر اسے ثواب ملے گا۔[12]

---

[1] ابو ثعلبہ خشنی مشہور صحابی ہیں۔

[2] اس آیت کی تفسیر میں

[3] کیا اس آیت کی وجہ سے ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر دیں گے۔

[4] ترک نہیں کرو گے۔

[5] اپنے مذہب کو اچھا جانے اور خود صفتی بن جائے اور علماء کی طرف رجوع ناپسند کرے

[6] ایسا عمل جس کی طرف تیری صفتِ ذمیمہ خواہشِ نفس کا اس طرح میلان ہو کہ اگر تو لوگوں میں آئے جائے تو بحکم طبع اس میں تو واقع ہو جائے کذا قال الطیبی۔ بعض حواشی میں ہے کہ یہاں مراد عجز و ناتوانی کی وجہ سے نہی عن المنکر سے اعراض و سکوت ہے۔ یہ معنی اس کے موافق جو دوسرے نسخوں میں ہے۔

[7] لابد لک۔ تو اس پر قادر نہیں یا مراد یہ ہے کہ تجھے ایک کام نہایت ضروری ہے جس کے بغیر چارہ نہیں اگر اب تو امر و نہی کو بجالائے تو وہ کام فوت ہو جاتا ہے۔

[8] ان صورتوں میں اپنے آپ کو معاصی سے محفوظ رکھے۔

[9] ان کے ساتھ تعرض نہ کرنا بلکہ گوشہ نشین ہو جانا۔

[10] ان ایام کی ابتداء خلفائے راشدین کے بعد آج تک ہے۔

[11] ایسے پچاس جوان حالات میں مبتلا نہ ہوئے اور نہ ان دنوں میں موجود ہیں۔

[12] اس حدیث سے آخری دور کے لوگوں کا مذکورہ حیثیت سے صحابہ کرام سے افضل ہونا لازم آرہا ہے جس کے جواب میں علماء نے فرمایا ہے کہ جزء کی فضیلت، کل کی فضیلت کے منافی نہیں۔ شیخ عمرو بن عبد اللہ صاحب استیعاب (جو کہ مشاہیر محدثین میں سے ہیں) نے اس مسئلہ میں گفتگو کرتے ہوئے کہا ممکن ہے صحابہ کے بعد کوئی شخص پیدا ہو جس کا مرتبہ بعض صحابہ کے برابر یا بلند ہو اور مذکورہ حدیث جیسی حدیث کو اس پر بطور دلیل لاتے ہیں۔ جمہور علماء کا مختار اس کے خلاف ہے۔ شیخ مذکور کا اختلاف جمہور سے ان صحابہ کے بارے میں جو ایمان لائے اور اپنے وطن واپس چلے گئے ان صحابہ کے بارے میں نہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں شب و روز رہتے اور صحبت مبارکہ کے انوار و آثار سے مستفید ہوتے۔ اس کے باوجود شرفِ صحبتِ نبوی تمام صحابہ میں ہے اور اس فضیلت میں ان کے ساتھ کوئی شریک نہیں قوت القلوب میں ہے کہ جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو ایک نظر پڑ جاتی ہے اس سے وہ انکشافات ہوتے اور کام بنتے ہیں جو دوسروں کو زندگی بھر کے چلوں سے نصیب نہیں ہوتے۔

٤٩١٦/٩ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَامَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَطِیْبًا بَعْدَ الْعَصْرِ فَلَمْ یَدَعْ شَیْئًا یَّکُوْنُ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ اِلَّا ذَکَرَہٗ حَفِظَہٗ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَّسِیَہٗ وَکَانَ فِیْمَا قَالَ اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ وَّ اِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْهَا فَنَاظِرٌ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ، اَلَا فَاتَّقُوا الدُّنْیَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ وَذَکَرَ اِنَّ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَآءً یَّوْمَ الْقِیَامَةِ بِقَدْرِ غَدْرَتِهٖ فِی الدُّنْیَا وَلَا غَدْرَ اَکْبَرُ مِنْ غَدْرِ اَمْرِ الْعَامَّةِ یُغْرَزُ لِوَآءُہٗ عِنْدَ اِسْتِهٖ قَالَ وَلَا یَمْنَعَنَّ اَحَدًا مِّنْکُمْ هَیْبَةُ النَّاسِ اَنْ یَّقُوْلَ بِحَقٍّ اِذَا عَلِمَهٗ۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ اِنْ رَّاٰی مُنْکَرًا اَنْ یُّغَیِّرَہٗ فَبَکٰی اَبُوْسَعِیْدٍ وَّقَالَ قَدْ رَاَیْنَاہُ فَمَنَعَتْنَا هَیْبَةُ النَّاسِ اَنْ نَّتَکَلَّمَ فِیْهِ ثُمَّ قَالَ اَلَا اِنَّ بَنِیْٓ اٰدَمَ خُلِقُوْا عَلٰی طَبَقَاتٍ شَتّٰی فَمِنْهُمْ مَّنْ یُّوْلَدُ مُؤْمِنًا وَّیَحْیٰی مُؤْمِنًا وَّیَمُوْتُ مُؤْمِنًا وَّمِنْهُمْ مَّنْ یُّوْلَدُ کَافِرًا وَّیَحْیٰی کَافِرًا وَّیَمُوْتُ کَافِرًا، وَمِنْهُمْ مَّنْ یُّوْلَدُ مُؤْمِنًا وَّیَحْیٰی مُؤْمِنًا وَّیَمُوْتُ کَافِرًا وَّمِنْهُمْ مَّنْ یُّوْلَدُ کَافِرًا وَّیَحْیٰی کَافِرًا وَّیَمُوْتُ مُؤْمِنًا، قَالَ وَذَکَرَ الْغَضَبَ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ سَرِیْعَ الْغَضَبِ سَرِیْعَ الْفَیْءِ فَاِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰی وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ بَطِیْءَ الْغَضَبِ بَطِیْءَ الْفَیْءِ فَاِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰی وَخِیَارُکُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ بَطِیْءَ الْغَضَبِ سَرِیْعَ الْفَیْءِ وَشِرَارُکُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ

رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ دیتے ہوئے عصر کے بعد کھڑے ہوئے اور تاقیامت ہونے والے واقعات میں سے کسی کو نہیں چھوڑا، بلکہ ہر شے بیان فرمادی یاد رہا جس نے یاد رکھا بھول گیا جس نے بھلا دیا اور اس میں آپ نے فرمایا یہ دنیا میٹھی سبز ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمھیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے تاکہ دیکھے تم کیا عمل کرتے ہو؟ سنو! دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو اور فرمایا بے شک ہر دغا دینے کے لیے قیامت کے دن اس کا دنیا میں دغا دینے کی مقدار جھنڈا ہوگا اور حاکم عام کے دغا دینے سے بڑھ کر اس کا دغا (دھوکہ) نہ ہوگا اور اس کی دغابازی کا جھنڈا پاخانے کی جگہ کے قریب گاڑ دیا جائے گا اور تم میں سے کسی کو لوگوں کا خوف حق بات کہنے سے نہ روکے جب کہ وہ اس پر مطلع ہوجائے۔

ایک روایت میں ہے کہ اگر برائی کو دیکھے تو اسے روک دے، حضرت ابوسعید رو پڑے اور فرمایا: کہ ہم اس برائی کو دیکھتے ہیں مگر لوگوں کی ہیبت (ڈر) ہمیں اس کے بیان کرنے سے روک دیتی ہے پھر فرمایا اولادِ آدم مختلف طبقوں میں پیدا کیے گئے ہیں تو ان میں سے بعض ایمان کی حالت میں پیدا ہوتے اور مومن ہی زندہ رہتے اور ایمان پر ہی ان کا خاتمہ ہوتا ان میں سے بعض کفر کی حالت میں پیدا ہوتے اور کفر پر ہی زندہ رہتے ان کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے ۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے غصّے کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے بعض کو غصہ آتا ہے اور جلد ہی غصہ چلا جاتا ہے پس ایک دوسرے کے ساتھ ہے ان میں سے بعض کو غصّہ دیر سے آتا ہے اور دیر سے غصّہ جاتا ہے پس ایک دوسرے کے ساتھ ہے اور تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جسے دیر سے غصہ آئے اور جلد چلا جائے

سَرِيْعَ الْغَضَبِ بَطِيْءَ الْفَيْءِ۔ قَالَ اتَّقُوا الْغَضَبَ فَاِنَّهٗ جَمْرَةٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اَلَا تَرَوْنَ اِلَى انْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ وَحُمْرَةِ عَيْنَيْهِ فَمَنْ اَحَسَّ بِشَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ فَلْيَضْطَجِعْ وَلْيَتَلَبَّدْ بِالْاَرْضِ قَالَ وَذَكَرَ الدَّيْنَ فَقَالَ مِنْكُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ حُسْنُ الْقَضَآءِ وَاِذَا كَانَ لَهٗ اَفْحَشَ فِي الطَّلَبِ فَاِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ سَيِّءَ الْقَضَآءِ وَاِنْ كَانَ لَهٗ اَجْمَلَ فِي الطَّلَبِ فَاِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى وَخِيَارُكُمْ مَّنْ اِذَا كَانَ عَلَيْهِ الدَّيْنُ اَحْسَنَ الْقَضَآءِ وَاِنْ كَانَ لَهٗ اَجْمَلَ فِي الطَّلَبِ وَشِرَارُكُمْ مَّنْ اِذَا كَانَ عَلَيْهِ الدَّيْنُ اَسَآءَ الْقَضَآءَ وَاِنْ كَانَ لَهٗ اَفْحَشَ فِي الطَّلَبِ حَتّٰٓى اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ عَلٰى رُءُوْسِ النَّخْلِ وَاَطْرَافِ الْحِيْطَانِ فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا فِيْمَا مَضٰى مِنْهَا اِلَّا كَمَا بَقِيَ مِنْ يَّوْمِكُمْ هٰذَا فِيْمَا مَضٰى مِنْهُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور تم میں سے بہت برا وہ شخص ہے جسے جلد غصہ آئے اور دیر سے جائے ۔ فرمایا غصے سے بچو کیونکہ غصہ ابن آدم کے دل پر چنگاری[21] ہے کیا تم نے نہیں دیکھا اس کی رگوں کا پھولنا اور اس کی آنکھوں کی سرخی کو، تو جو شخص غصہ محسوس کرے تو اسے چاہیے کہ پہلو کے بل لیٹ جائے اور زمین کے ساتھ لپٹ[22] جائے ۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے قرض کا ذکر[23] فرمایا ۔ فرمایا تم میں سے کوئی قرض احسن طریقے سے ادا کر دیتا ہے مگر جب اس نے کسی سے اپنا قرض لینا ہوتا ہے تو لینے میں فحش کلامی[24] (درشتی) کرتا ہے دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں ۔ اور ان میں سے کوئی شخص قرض ادا کرنے میں برا ہے لیکن اگر اس نے کسی سے اپنا قرض لینا ہو تو لینے میں اچھا ہے[24] پس یہ ایک دوسرے کے مقابل ہے اور تم میں سے بہترین شخص وہ ہے کہ جب اس پر کسی کا قرض ہو تو قرض ادا کرنے میں اچھا ہے اور اگر اس نے کسی سے اپنا قرض لینا ہو تو لینے میں بھی اچھا ہو[25] اور تم میں برا وہ شخص ہے جب اس پر کسی کا قرض ہو تو ادا کرنے میں برا ہو اور اپنا قرض لینے کا معاملہ ہو تو فحش گوئی[26] کرتا ہو یہاں تک کہ سورج کھجور کے درختوں کی چوٹیوں اور دیواروں کے کناروں تک[27] باقی رہ گیا ۔ نیز آپ نے فرمایا ہاں نہیں باقی رہا دنیا کی زندگی کا وہ وقت جو گزرے ہوئے وقت کے مقابلے میں ہے مگر جتنا آج کے دن کا بقیہ وقت باقی ہے گذرے ہوئے دن سے ۔

---

[1] قواعد مہمات دین یا اکثر کو کل کہہ کر مبالغہ سے کام لیا گیا ہے ۔

[2] ذکر تو اشیاء کثیرہ کا ہوا مگر بعض یاد رہیں اور بعض بھول گئیں ۔

[3] طبیعت میں اس کا ذائقہ میٹھا اور لذیذ ہوتا ہے ۔

[4] اہل ظاہر کی نظر میں اس کی صورت نہایت زیبا اور تر و تازہ ہوتی ہے بعض شارحین نے کہا کہ عرب نرم چیز کو خضر کہتے ہیں کیونکہ اسے خضراوات کے ساتھ تشبیہ حاصل ہوتی ہے یعنی اس کی سبزی و تر و تازگی جلدی زائل ہو جاتی ہے اور

ناپائیدار ہے یہاں مقصد دنیا کی بے وفائی اور مکر کو بیان کرنا ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی جھوٹی لذات اور شہوات اور حسن وجمال میں پھنسا کر جکڑ دیتی ہے، فنا ہو جاتی اور ساتھ نہیں دیتی۔

ف۵ اس میں وضاحت ہے کہ یہ اموال اور تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کی ہیں اور بندے اس میں تصرف کرتے ہیں اس کے بطور خلیفہ و وکیل کے ہیں یا تم ان لوگوں کے خلیفہ ہو جو پہلے زمین پر آباد تھے اور یہ اشیاء ان کے قبضہ میں ہیں۔

ف۶ تم ان اموال میں کیسے تصرف کرتے ہو؟ یا تم سابقہ لوگوں سے کیا عبرت حاصل کرتے ہو اور ان کے اموال میں کیسے تصرف کرتے ہو؟

ف۷ اور ان کی رغبت اور شہوت سے

ف۸ غدر کا اکثر اطلاق خروج و تغلب امام وقت سے عہد شکنی کے لیے ہوتا ہے ہر ایک کی عہد شکنی کے مطابق وہاں چھوٹا اور بڑا جھنڈا ہو گا جس سے اس کی اس برائی کی شناخت ہو رہی ہو گی۔ یہ بھی منقول ہے کہ روز قیامت ہر داعی خواہ حق کا ہو یا باطل کا ہر ایک کے لیے علم ہو گا جس کے ذریعے اس کی پہچان ہو گی۔

ف۹ امیر عامہ سے مراد وہ امیر ہے جس کا تغلب ہو اور وہ مسلمانوں کے امور، ان کے شہروں پر ان کا تسلط ہو اور عام لوگوں نے انھیں امیر بنایا ہو، خواص، اہلِ حل وعقد علماء اور داعیان عصر کے مشورہ کے بغیر ان کے خلاف اٹھنا عہد شکنی ہے

ف۱۰ غزر، غین اور زاء گاڑنا، است، ہمزہ کے نیچے زیر، سین ساکن، حلقہ دبر

ف۱۱ کلمہ حق کہنے میں ترس و ملاحظہ نہیں کرنا چاہیے بشرطیکہ ہلاکت کا خوف نہ ہو اگر وہاں بھی خوف نہ کرے تو یہ عزیمت کی راہ ہے۔

ف۱۲ جو کہ اس حدیث کے راوی ہیں

ف۱۳ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو امیہ کی امارت و غلبہ تک باقی رہے جب واقعہ حرہ پیش آیا، اور بدبخت یزید نے مدینہ طیبہ پر لشکر کشی کی اور اس شہر مبارک کی بے حرمتی کی۔ اس وقت بھی آپ موجود تھے اور بڑی بڑی تکالیف اٹھائی تھیں س۶۴ھ میں آپ کا وصال ہوا اس وقت عمر اسّی سال تھی۔

ف۱۴ صراح میں ہے طبق کا معنی لوگوں کا گروہ

ف۱۵ عقلاً اور اقسام بھی بن سکتی ہیں لیکن یہاں مقصود اصل ایمان و کفر پر موت ہے۔

ف۱۶ تھوڑی سی چیز کی وجہ سے جلدی غصہ کرتے ہیں اور اس سے جلدی باز آ جاتے ہیں۔

ف۱۷ اگرچہ جلدی غصہ آنا قبیح ہے مگر اس سے جلدی لوٹنا حسن و محمود ہے۔ اس کا حُسن، قبح کے قبائل ہے لہٰذا یہ شخص مطلقاً نہ مستحق مدح ہے اور نہ مستحق ذم بلکہ ان دونوں کے درمیان ہے۔

ف۱۸ وہ جلدی غصہ میں نہیں آتا اور غصہ اس کا دیر تک رہتا ہے۔

ف۱۹ اگرچہ دیر سے غصہ کا آنا حَسن ہے لیکن دیر سے جانا مذموم ہے یہ شخص بھی درمیانی درجہ رکھتا ہے۔

ف۲۰ کیونکہ روحِ حیوانی میں اشتعال پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی شدتِ حرارت جس کا مرکز دل ہے، بدن میں سرایت

کر جاتی ہے ۔

۲۱؎ وہ حرارت کا اثر اور بخاراتِ غلیظہ کا اٹھنا ہے جو سُورج جانے کا سبب بن جاتا ہے ۔

۲۲؎ البود، صراح میں ہے باء پر پیش، زمین کے ساتھ چپک جانا، باب الغضب میں گذرا، اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے ۔ بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اس کی وجہ معلوم ہے اور اس میں شک نہیں کہ پہلو کے بل لیٹ جانا زیادہ مؤثر ہے

۲۳؎

۲۴؎ یہ شخص اداءِ دین میں درست لیکن طلبِ دین میں بَد ہے ۔

۲۵؎ یہ اداءِ دین میں بَد لیکن طلبِ دین میں اچھا ہے ۔

۲۶؎ حضور ؐ نے خطبہ میں یہ نعمتیں فرمائیں ۔

۲۷؎ یعنی وہ اپنے اختتام کو پہنچنے والا ہو گیا ۔

۴۹۱۷/۱۰ وَعَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَّهْلِكَ النَّاسُ حَتّٰى يُعْذِرُوْا ۱؎ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ـ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

ابو البختری نے ایک صحابی سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ ہرگز ہلاک نہیں کیے جائیں گے یہاں تک کہ اپنے آپ کو معذور ۱؎ بنا لیں

(ابوداؤد)

۱؎ یعذروا، یاء پر پیش، عین ساکن، ذال کے نیچے کسرہ، از اعذار، گناہوں اور عیوب کا زیادہ ہونا، قاموس میں ہے اعذر فلان کا معنی کہ جس کے گناہ اور عیوب زیادہ ہیں اس کلمہ کی حقیقت یہ ہے کہ اعذار بمعنی سلب و ازالۂ عذر ہے جب کسی کے گناہ و عیوب زیادہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کا اس کو عذاب دینے اور لوگوں کا اسے برائیوں سے منع نہ کرنا سبب عذر نہ ہوگا لہٰذا وہ سلب و ازالہ کثرت ذنوب و عیوب کی وجہ عذر کا سلب و ازالہ ہو جائے گا، اعذار بمعنی صاحبِ عذر کا ہلاک ہونا بھی ہے یہ معنی بھی یہاں درست ہو سکتا ہے یعنی لوگ نہیں ہلاک ہوں گے یہاں تک کہ وہ اپنی مشکل کو دور کرنے کے لیے متعدد غلط قسم کے اعذار پیش کریں گے ۔ بعض روایات میں یعذروا یاء پر فتحہ بھی آیا ہے از عذر، عین پر زبر بمعنی معذور رکھنا اور معنی یہ ہوگا کہ لوگ ہلاک نہ ہوں گے یہاں تک کہ ان پر کثرتِ ذنوب کی وجہ سے ملامت کرنے والے معذور اور صواب پر ہوتے ہیں تینوں صورتوں میں معنی یہ ہوا کہ لوگ ذنوب اور برائیوں کے ارتکاب کی وجہ سے ہلاک ہوں گے اور اس وجہ سے وہ زجر و منع اور نہی کا محل ٹھہرے ۔

۴۹۱۸/۱۱ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ الْكِنْدِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا مَوْلًى لَّنَا اَنَّهٗ سَمِعَ جَدِّيْ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ حَتّٰى يَرَوُا الْمُنْكَرَ بَيْنَ

عدی بن عدی الکندی ۱؎ کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے ایک مولیٰ نے حدیث بیان کیا کہ اس نے میرے جد سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے عمل کی وجہ سے عام لوگوں ۲؎ کو عذاب نہیں دیتا

ظَهْرَانَيْهِمْ وَهُمْ قَادِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْ يُّنْكِرُوْهُ فَلَا يُنْكِرُوْا فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَذَّبَ اللّٰهُ الْعَامَّةَ وَالْخَاصَّةَ۔
(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان بُرے اعمال ہوتے ہوئے دیکھیں[3] اور وہ ان (بُرے کاموں کے) روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو جس وقت صورت حال یہ ہو تو اللہ عام اور خاص سب کو اکٹھا عذاب میں مبتلا فرما دیتا ہے۔

[1] الکندی، کاف کے نیچے زیر۔ کندہ بمعنی قبیلہ، تابعی ثقہ ناسک فقیہ ان کے والد عدی بن عمیرہ صحابہ میں سے ہیں ان سے اور اپنے چچا عرس بن عمیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے حضرت ایوب اور عطا خراسانی نے روایت لی ہے۔

[2] اگر قوم میں سے کچھ لوگ گناہ کا ارتکاب کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) کے مطابق دوسرے کو اس پر عذاب نہ ہوگا۔

[3] مخصوص لوگوں کو بسبب ارتکاب معصیت اور عام لوگوں کو برائی سے منع نہ کرنے اور اسے بُرا نہ جاننے کی وجہ سے۔

۴۹۱۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ فِي الْمَعَاصِيْ نَهَتْهُمْ عُلَمَآؤُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوْا فَجَالَسُوْهُمْ فِيْ مَجَالِسِهِمْ وَاٰكَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَلَعَنَهُمْ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى تَاْطُرُوْهُمْ اَطْرًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ كَلَّا وَاللّٰهِ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰى يَدَيِ الظَّالِمِ وَلَتَاْطُرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا وَّلَتَقْصُرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ قَصْرًا اَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللّٰهُ بِقُلُوْبِ بَعْضِكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ثُمَّ لَيَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب بنو اسرائیل گناہوں میں پڑ گئے ان کے علماء نے انھیں روکا تو وہ نہیں رُکے تو ان کے علماء نے ان کی مجلسوں[1] میں بیٹھنا شروع کر دیا اور وہ ان (برُے لوگوں) کے ساتھ کھاتے پیتے تھے تو اللہ تعالیٰ ان کے بعض کے دلوں کو بعض سے ملا دیا" اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی زبان پر ان کی لعنت فرمائی یہ اس وجہ سے تھا کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے[2] تھے"۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھے اس حال میں کہ آپ ٹیک لگائے[3] ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا[4] قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہاں تک کہ تم ان کو ظلم کرنے سے پوری طرح روک[5] دو۔

اور ایک روایت میں ہے فرمایا[6] ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! تم ضرور بالضرور نیکی کا حکم دو گے اور ضرور بالضرور برائی سے

لَعَنَهُمْ ۔

روکو گے اور البتہ ضرور بالضرور تم ظالم کا ہاتھ پکڑو گے اور ضرور بالضرور اسے حق کی طرف کھینچ لو گے اور اسے تم حق پر قائم رہنے پر مجبور کردو گے اور اللہ تعالیٰ تم سے بعض کے دلوں کو بعض سے ملا دے گا پھر وہ ضرور بالضرور تم پر لعنت کرے گا جیسا اس نے دوسروں پر لعنت[7] کی تھی ۔

[1] یعنی انھوں نے مداہنت سے کام لیا اور ان بروں کے ساتھ میل جول اور اختلاط اختیار کیا۔ اکلوہم، ہمزہ محدودہ از باب مفاعلہ، بعض نسخوں میں وکلوہم ہمزہ کی جگہ واؤ ہے یہ بھی ایک لغت ہے لیکن نادر ہے اور مشہور اٰکُلُوْهُمْ ہے ۔

[2] آیت مبارکہ کا آخری حصہ ہے وَكَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ (لوگ جو برائی کرتے تھے اس پر انھیں وہ منع نہیں کرتے تھے)

[3] آپ بطور اہتمام و اظہار اور اہمیت کی وجہ سے تکیہ چھوڑ کر بیٹھ گئے ۔

[4] یعنی وہ عذاب سے نجات نہیں پاتے

[5] یعنی انھیں معاصی سے روکا۔ اَطْرٌ کا معنی ٹیڑھا اور مائل ہونا ہے ۔ اَطَرْتُ الْقَوْسَ (میں نے قوس کو دہرا کر دیا) اِطَار ہمزہ کے نیچے کسرہ، ڈھول کی رسی اور گھوڑے اور گدھے کے سم کو کہا جاتا ہے اور ہر وہ چیز جو کسی کا احاطہ کرے ۔

[6] عذاب یا مداہنت سے نجات نہیں پائیں گے ۔

[7] ان میں سے بعض سے دو میں سے ایک شی کا قطعاً صدور ہوا یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یا ان سے اختلاط اور ان پر لعنت ؟

۴۹۲۰ / ۱۳ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ رِجَالًا تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنْ نَارٍ قُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاۤءِ يَا جِبْرِيْلُ قَالَ هٰؤُلَاۤءِ خُطَبَاۤءُ مِنْ اُمَّتِكَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَيَنْسَوْنَ اَنْفُسَهُمْ رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَالْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَفِىْ رِوَايَتِهٖ قَالَ خُطَبَاۤءُ مِنْ اُمَّتِكَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شب معراج کچھ مردوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں اے جبریل؟ انھوں نے کہا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں یہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھلا دیتے تھے۔ ایک روایت میں فرمایا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو دوسروں کو کہتے تھے خود نہیں کرتے تھے اور اللہ کی کتاب پڑھتے تھے اور خود عمل ۔

وَيَقْرَءُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَلَا يَعْمَلُوْنَ ۔

نہیں کرتے تھے۔

[1] لوگوں کو عمل کا درس دیتے مگر خود عمل نہ کرتے تھے۔

۴۹۲۱/۱۴ وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُنْزِلَتِ الْمَائِدَةُ مِنَ السَّمَاءِ خُبْزًا وَّلَحْمًا وَّأُمِرُوْا أَنْ لَّا يَخُوْنُوْا وَلَا يَدَّخِرُوْا لِغَدٍ فَخَانُوْا وَادَّخَرُوْا وَرَفَعُوْا لِغَدٍ فَمُسِخُوْا قِرَدَةً وَّخَنَازِيْرَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان سے روٹی اور گوشت والا دسترخوان اتارا گیا اور حکم دیا گیا کہ نہ خیانت کرنا اور نہ کل کے لیے جمع کرنا تو انھوں نے خیانت کی اور ذخیرہ بھی کیا اور انھوں نے اٹھایا پس وہ تبدیل کر دیے گئے بندروں اور سوروں کی شکلوں میں۔

[1] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم پر

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۴۹۲۲/۱۵ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهٗ تُصِيْبُ أُمَّتِيْ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ مِنْ سُلْطَانِهِمْ شَدَائِدُ لَا يَنْجُوْ مِنْهُ إِلَّا رَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَجَاهَدَ عَلَيْهِ بِلِسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَقَلْبِهٖ فَذٰلِكَ الَّذِيْ سَبَقَتْ لَهُ السَّوَابِقُ وَرَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَصَدَّقَ بِهٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَسَكَتَ عَلَيْهِ فَإِنْ رَأَى مَنْ يَّعْمَلُ الْخَيْرَ أَحَبَّهٗ عَلَيْهِ وَإِنْ رَأَى مَنْ يَّعْمَلُ بِبَاطِلٍ أَبْغَضَهٗ عَلَيْهِ فَذٰلِكَ يَنْجُوْ عَلٰى إِبْطَانِهٖ كُلِّهٖ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کو آخری زمانے میں ان کے حکمرانوں سے سخت تکالیف[1] پہنچیں گی، ان سے نجات وہی شخص پائے گا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے دین کی پہچان[2] دی ہوگی۔ پس اس نے اپنی زبان، ہاتھ اور دل کے ساتھ اس پر جہاد کیا۔ یہ وہ شخص ہے جو پوری طرح سبقت[3] لے گیا اور دوسرا وہ آدمی نجات پائے گا جس نے اللہ کے دین کو پہچان لیا اور اس کی تصدیق کی[4] اور وہ آدمی جس نے اللہ کے دین کو پہچان لیا اور اس پر خاموش رہا تو اگر اس نے کسی کو نیکی کرتے دیکھا تو اس سے محبت کرنے لگا اور اگر اس نے کسی کو دیکھا برائی کرتے ہوئے وہ اس سے ناخوش ہوا تو یہ سب[5] نجات پا جائیں گے اس کی باطنی حالت کی وجہ سے۔

[1] برائیوں کے مشاہدہ اور استماع باطل کے بارے میں

[2] دینِ الٰہی کو بتمام و کمال جانتا ہوگا اور اس پر استقامت کرے گا۔

۲ اسی شخص کو دنیا و آخرت کی سعادت حاصل ہوگی، جزا، ثواب، توفیق و طاعت و عبادت میں وہ سبقت لے جائیگا۔ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد گرامی میں اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی (بیشک وہ لوگ جو سبقت لے گئے ان کیلیے ہماری طرف سے حسنٰی ہے) اس طرف اشارہ ہے، سابقہ ہر فضیلت فضلہ کو کہتے ہیں جو شخص کسی کام سے دوسروں سے سبقت لے جائے اسے کہا جاتا ہے کہ فلاں اس کام میں سابقہ ہے

۴ یہ پہلے سے ایک درجہ کم ہے اور زبان و دل سے جہاد کرنا ہے نہ کہ ہاتھ سے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ لفظ تصدیق آیا ہے جو دل کا عمل اور زبان اس کی ترجمان ہے ان دونوں کو تصدیق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۵ یہ تینوں افراد دین کی معرفت رکھنے والے مختلف درجات رکھتے ہیں۔ اول سابق، ثانی مقتصد، تیسرا ظالم جیسا کہ آیت کریمہ ہے فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخيرات، تیسرے کو بہت زیادہ تقصیر کرنے والے ظالم، دوسرے کو درمیانہ اور اول کو سابق یہ تینوں برگزیدہ درگاہ ہیں کیونکہ آیت کا ابتدائی حصہ یہ ہے ثم اورثنا الكتاب الذين اصطفينا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه۔

۴۹۲۳/۱۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰى جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنِ اقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا وَكَذَا بِاَهْلِهَا فَقَالَ يَا رَبِّ اِنَّ فِيْهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَالَ فَقَالَ اقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ فَاِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰی نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ فلاں فلاں شہر کے رہنے والوں کو الٹا دو، عرض گذار ہوئے اے رب ان میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ راوی نے کہا کہ فرمایا اللہ تعالٰی نے اس پر اور ان پر الٹا دو کیونکہ اس کا چہرہ ایک لمحہ کے لیے بھی (برائی دیکھ کر) متغیر نہیں ہوا تھا۔

۱ فلاں شہر جس کی یہ صفات ہیں ان کو باشندوں سمیت الٹ دے۔

۲ میری اور میرے دین کی محبت میں ایک گھڑی بھی انھیں غیرت نہ آئی اور یہ گناہ عظیم ہے یہی وجہ ہے کہ اس بندے پر عذاب کا ذکر دوسروں سے پہلے کیا پہلے علیہ کہا پھر علیہم، تمعر، غصہ کی وجہ سے چہرے کا رنگ بدل جانا۔

۴۹۲۴/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَسْاَلُ الْعَبْدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ مَالَكَ اِذَا رَاَيْتَ الْمُنْكَرَ فَلَمْ تُنْكِرْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُلَقّٰى حُجَّتَهٗ، فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ خِفْتُ النَّاسَ وَرَجَوْتُكَ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ عزوجل قیامت کے دن بندے سے سوال کریگا فرمائے گا تجھے کیا ہوگیا تھا جب تو برائی دیکھتا تھا تو اسے روکتا نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں حجت سکھادی جائیگی تو وہ عرض کرے گا اے رب لوگوں سے ڈرتے ہوئے اور تیری رحمت کی امید رکھتے ہوئے۔

⁂ ⁂ ⁂

۱ لوگوں کے شر اور زیادتی سے ڈرتا تھا اس لیے انھیں کچھ نہ کہا اور برائی کو نہ روکا لیکن تجھ سے مغفرت کا امیدوار ہوں اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ لوگوں کے غلبہ اور سطوت کی وجہ سے نیکی کا حکم اور بھلائی سے منع نہ کرنا جائز ہے اور اس میں

بخشش کی امید بھی رکھی جاسکتی ہے ۔

۴۹۲۵/۱۸ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ اِنَّ الْمَعْرُوْفَ وَالْمُنْکَرَ خَلِیْقَتَانِ تُنْصَبَانِ لِلنَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَاَمَّا الْمَعْرُوْفُ فَیُبَشِّرُ اَصْحَابَہٗ وَیُوْعِدُھُمُ الْخَیْرَ وَاَمَّا الْمُنْکَرُ فَیَقُوْلُ اِلَیْکُمْ اِلَیْکُمْ وَمَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَہٗ اِلَّا لُزُوْمًا۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان ہے، بے شک نیکی اور بدی دونوں قیامت کے دن لوگوں کے لیے کھڑی کی جائیں گی تو جو نیکی ہے وہ اپنے کرنیوالوں کو خوشخبری سنائے گی اور انھیں بھلائی کا وعدہ دے گی اور جو برائی ہے تو وہ کہے گی دور ہو جاؤ، اور تمھارے پاس طاقت نہ ہوگی سوائے اس سے چمٹے رہنے کے ۔

---

۱ اپنے عمل والوں کو بشارت دے گی

۲ اس سے حقارت ممکن نہ ہوگی ۔

۳۲۹۔ کِتَابُ الرِّقَاقِ

دِل کو نرم کر دینے والی باتوں کا بیان

رِقَاقٌ، واؤ کے نیچے زیر رقیق کی جمع ہے جیسے صغیر وکبیر کی جمع صغار وکبار ہے اس سے مراد نرمی ہے اور یہ غلیظ کی ضد ہے، رقائق، رقیقہ کی جمع بھی اسی معنی میں ہے جیسا کہ حقائق اور دقائق ۔ رقت کا معنی رحمت بھی ہے یہاں ایسے کلمات مراد ہیں جن سے دل میں نرمی پیدا ہو، دل دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف راغب ہو ۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۴۹۲۶/۱ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْھِمَا کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّۃُ وَالْفَرَاغُ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دو ایسی نعمتیں ہیں جن میں اکثر لوگ گھاٹے میں ہیں ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

صحت[2] اور فراغت[3] (بخاری)

[1] لوگ ان کی قدر نہ کرتے ہوئے انھیں ضائع کر دیتے ہیں اور اس معاملہ میں نفس کے فریب میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جیسے کہ بیع اور شراء کے معاملہ میں انسان دھوکہ میں آکر اپنا سامان مفت دے دیتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے۔

[2] بدن کا امراض سے محفوظ ہونا

[3] انسان کا مشاغل اور پریشانیوں سے فارغ ہونا یعنی لوگ ان کو غنیمت نہیں جانتے جب بیمار ہو جاتے ہیں یا کسی پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں تو پھر ان کی قدر یاد آتی ہے جیسا کہ محاورہ ہے۔ نعمت جب چھن جائے تو اس کی قدر معلوم ہوتی ہے۔

۴۹۲۷/۲ وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهٗ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت مستورد[1] بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، خدا کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلہ میں اسطرح ہے جیسے تم میں سے کوئی آدمی اپنی انگلی سمندر میں ڈوبے پھر دیکھے کہ انگلی کتنا پانی لے کر لوٹتی ہے[2]۔ (مسلم)

[1] یہ صحابی مصر میں مقیم رہے، حضور کے وصال کے وقت چھوٹے تھے مگر آپ سے سماع ثابت ہے۔

[2] یعنی سوائے تری یا ایک قطرہ پانی کے کچھ نہیں آتا، دنیا اسی طرح آخرت کے مقابلہ میں ہے یہ لوگوں کے سمجھانے کے لیے ہے، ورنہ محدود، غیر محدود کے مقابلہ میں ایک قطرہ بھی نہیں۔ قطرہ کی دریا کے سامنے اور ذرا سی حقیقت ہے، دنیا کی آخرت کے مقابلہ میں یہ حیثیت بھی نہیں۔

۴۹۲۸/۳ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِجَدْيٍ اَسَكَّ[1] مَيِّتٍ فَقَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنَّ هٰذَا لَهٗ بِدِرْهَمٍ فَقَالُوْا مَا نُحِبُّ اَنَّهٗ لَنَا هٰذَا بِشَيْءٍ قَالَ فَوَاللّٰهِ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھیڑ[1] کے مردہ بچے کے پاس سے گزرے۔ فرمایا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اسے ایک درہم کے عوض خرید لے۔ عرض کیا ہم نہیں چاہتے کہ بغیر عوض بھی اسے[2] لیں فرمایا! اللہ کی قسم! دنیا اللہ کے ہاں اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جیسے یہ تمھارے نزدیک۔ (المسلم)

[1] اَسَكُّ۔ جس بچے کے کان نہ ہوں یا کاٹ دیے گئے ہوں یہاں مراد بوسیدگی کی وجہ سے اس کے کان چھلا ہونا ہے، کیونکہ خلقت کے اعتبار سے کانوں کا ہونا یا نہ ہونا اس معاملہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ البتہ اس میں صورت کا قبیح ہونا ہوتا ہے۔

[2] اظہارِ حقارت کی خاطر

[2] اسے کوئی بغیر قیمت کے بھی خریدنے کے لیے تیار نہیں، چہ جائیکہ اس کی قیمت دی جائے۔

۴۹۲۹/۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، دنیا مومن کے لیے قید خانہ[1] ہے اور کافر کی جنت[2]

(المسلم)

[1] کیونکہ اس میں وہ محنت و مشقت میں ہوتا ہے یا یہ مراد ہے کہ آخرت کے مقابل دنیا اس پر تنگ ہے اور وہ فضائے ملکوتی میں اڑان چاہتا ہے۔

[2] کیونکہ اس کی لذتوں اور شہوات میں اس طرح مشغول رہتا ہے کہ اس سے باہر جانا پسند نہیں کرتا۔ بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ مومن کے لیے اس ثواب کے مقابل دنیا قید ہے جو اسے آخرت کے اعمال پر آمادہ کرتے ہیں اور کافر کے لیے جنت اس عذاب کے مقابل ہے جو اسے آخرت میں ہوگا۔ یعنی مومن اگرچہ یہاں ناز و نعمت پاتا ہے مگر یہ آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ کافر اس دنیا میں تکلیف دیکھتا ہے مگر اس کی آخرت کی تکلیف کے مقابل کوئی حقیقت نہیں۔

۴۹۳۰/۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزٰى بِهَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِي الدُّنْيَا حَتّٰى اِذَا اَفْضٰى اِلَى الْاٰخِرَةِ لَمْ تَكُنْ بَعْدَهٗ يُجْزٰى بِهَا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی مومن کی نیکی کو کم نہیں کرتا، اس کا عوض دنیا میں دیا جاتا ہے اور اس کے عوض آخرت میں جزا بھی دی جائے گی۔ رہا کافر تو اسے اس کی نیکیوں کا عوض دنیا میں کھلا دیا جاتا ہے حتیٰ کہ جب آخرت میں جائے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی جس کی جزا اسے حاصل ہو[1]

(المسلم)

[1] جب مومن کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کی جزا اسے آخرت میں ملنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی وسعتِ رزق زندگی میں آرام، دل کا سکون، آفات سے سلامتی وغیرہ کی صورت میں ملتا ہے اور کافر جب کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کی تمام جزا اسے دنیا میں دے دی جاتی ہے۔ آخرت میں اس کے لیے کوئی جزا اور ثواب نہ ہوگا۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا نیک عمل ضائع نہیں ہوتا، اس کی جزا ضرور ملتی ہے خواہ دنیا میں یا آخرت میں۔ چونکہ دنیا میں ہمیشگی نہیں، اس لیے ثواب کا تعلق آخرت سے رکھا۔ بعض روایات میں ہے کہ کافر کے نیک عمل پر آخرت میں بھی جزا بصورت تخفیف عذاب حاصل ہوگی۔ اب نفی جزا سے مراد آخرت میں جنت اور نعمتوں کا ملنا ہوگا۔ یعنی کافر ان سے بہرہ ور نہیں ہوگا۔

۴۹۳۱/۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّھَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) اِلَّا عِنْدَ مُسْلِمٍ حُفَّتْ بَدَلَ حُجِبَتْ۔

کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، آگ خواہشات سے ڈھانپ دی گئی ہے اور جنّت تکالیف سے گھیر دی گئی ہے (بخاری، مسلم) مسلم[2] میں حُجِبَت کی جگہ حُفَّتْ ہے۔

[1] یعنی جب انسان اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرے، شہوات ولذات سے صبر کرے تو یہ چیز اُسے جنّت میں لے جائے گی کیونکہ جو چیز پردہ کے اندر تھی جب پردہ تک انسان جا پہنچا تو جس وقت پردہ اٹھائیگا وہ اسے حاصل ہوجائے گی گویا انسان پہلے پردہ تک پہنچتا ہے پھر جنت میں، اسی طرح شہوات کا پردہ دوزخ پر ہے۔ جب انسان ان کا ارتکاب کرے گا تو وہ اسے دوزخ میں لے جائیں گی۔ شہوات سے مراد حرام اُمور ہیں ورنہ جو مباح خواہشات ہیں وہ دوزخ میں داخلے اور جنت میں عدم دخول کا سبب نہیں، البتہ یہ مقامِ قُرب وولایت سے دور کردیتی ہیں۔ اس حدیث سے "اَلْعِلْمُ حِجَابُ اللّٰہِ" کا معنی بھی واضح ہوگیا کہ علم خدا اور بندے کے درمیان پردہ ہے جب انسان علم کے پردے تک جا پہنچتا ہے تو وہ اپنے مولیٰ کو پالیتا ہے۔

[2] مسلم میں یہ روایت "حُفَّتِ النَّارُ بِالشَّھَوَاتِ وَحُفَّتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ" کے الفاظ ہیں معنی دونوں کا ایک ہی ہے

۴۹۳۲ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْھَمِ وَعَبْدُ الْخَمِیْصَۃِ اِنْ اُعْطِیَ رَضِیَ وَاِنْ لَّمْ یُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَانْتَکَسَ وَاِذَا شِیْکَ فَلَا انْتُقِشَ طُوْبٰی لِعَبْدٍ اٰخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَشْعَثَ رَاْسُہٗ مُغْبَرَّۃٍ قَدَمَاہُ اِنْ کَانَ فِی الْحِرَاسَۃِ کَانَ فِی الْحِرَاسَۃِ وَاِنْ کَانَ فِی السَّاقَۃِ کَانَ فِی السَّاقَۃِ اِنِ اسْتَاْذَنَ لَمْ یُؤْذَنْ لَہٗ وَاِنْ شَفَعَ لَمْ یُشَفَّعْ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

انھی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہلاک ہوجائے دنیا کا غلام، روپے پیسے کا غلام، اعلیٰ کپڑوں[1] کا غلام، اگر اسے دیا جائے[2] تو خوش رہے اور نہ دیا جائے تو ناراض ہوجائے[3] وہ ہلاک ہوجائے[4] برباد ہوجائے اور جب کانٹا لگے[5] تو نہ نکلے، مژدہ ہو اس آدمی کے لیے جو اللہ کی راہ میں گھوڑے کی لگام پکڑے ہو، اس کے بال پراگندہ ہوں۔ اس کے قدم گرد آلود۔ اگر پہرے کی ذمہ داری ہو تو پہرے[6] میں رہے اگر لشکر کے پیچھے ہو تو پیچھے رہے[7] اگر اجازت[8] مانگے تو اجازت نہ ملے، اگر وہ کسی کی سفارش[9] کرے تو نہ سنی جائے۔ (البخاری)

[1] خَمِیْصَۃ" خا پر زبر، بروزن سفینہ دھاری دار سیاہ کپڑا، صراح میں ہے کہ خمیصہ اس گدڑی کو کہا جاتا ہے جس کے چاروں اطراف میں دھاری ہو یعنی وہ شخص مال کے ساتھ محبت رکھتا ہو لیکن اس کے حقوق کی ادائیگی میں بخل سے کام لیتا ہو۔ اسے لباس فاخرہ پسند ہو اور زیب وزینت بطور تکبر کرتا ہو اور لفظ "عبد" کے ساتھ تعبیر میں حکمت

یہ ہے کہ متاعِ دنیا کی محبت میں گرفتار ہونا مذموم ہے اگر کسی کے پاس متاعِ دنیا ہو مگر وہ اس میں گرفتار نہ ہو تو یہ قابلِ مذمت نہیں۔

ف۲ اس کی غلامی کی علامت بیان کی کہ اگر مل جائے تو خوش، ورنہ ناخوش۔

ف۳ ہر وقت دنیا کی حرص اور مال جمع کرنے والا ہو، اگر مال مل جائے تو راضی، ورنہ ناراض (کذا قال الطیبی) اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا عطا کرنا اور نہ کرنا، اور اس پر اس شخص کا خوش یا ناخوش ہونا مراد ہو۔

ف۴ دوبارہ اس کی ہلاکت کی دعا کی

ف۵ نقش، پاؤں سے کانٹا نکالنا، یعنی جب یہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو کوئی اس کی تھوڑی مدد بھی نہ کرے کیونکہ پاؤں سے کانٹا نکالنا اعانت کا ادنیٰ درجہ ہے جب ادنیٰ درجہ کی نفی ہو گی تو ما فوق کی بطریقِ اولیٰ ہو جائے گی۔

واضح رہے کہ ہم نے شارحین کی اتباع میں اس کلام کو دعا پر محمول کیا ہے، اگر اسے اس گروہ کی شناعت و قباحت و خباثت اور ان کی دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی کی خبر پر محمول کیا جائے تو بھی جائز ہے جب دنیاداروں کے بارے میں بیان فرمایا تو اس کے مقابل ان کا ذکر بھی کیا جو طالبانِ دین اور تارکین دنیا ہوتے ہیں، اللہ کی راہ میں جہاد اس کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے اور ان کے ہاں دنیا کی زیب و زینت کی ان کی نگاہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی، لیکن وہ اہلِ دنیا کی نظروں میں حقیر ہوتے ہیں۔

ف۶ اگر اسے مقدمۂ لشکر میں بھیجا جائے تو اس میں جائے۔

ف۷ ساقہ، لشکر کے آخری حصّہ کو کہا جاتا ہے یعنی وہ تکبر نہیں کرتا بلکہ مسلمانوں کے تابع ہوتا ہے جو ذمہ داری اس کے سپرد کی جائے اسے بخوشی قبول کر لیتا ہے۔

ف۸ یعنی اگر وہ کسی مجلس میں شرکت کی اجازت چاہے تو اجازت نہ دی جائے۔

ف۹ اگر وہ کسی کی سفارش کرے کہ اس کی غلطی معاف کر دی جائے تو وہ سنی نہ جائے، یعنی اسے لوگ بے قدر و قیمت جانتے ہوں۔

۴۹۳۳
۸
وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِّنْ بَعْدِیْ مَا یُفْتَحُ عَلَیْکُمْ مِّنْ زَھْرَۃِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتِھَا فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوَیَاْتِی الْخَیْرُ بِالشَّرِّ فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ یُنْزَلُ عَلَیْہِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْہُ الرُّحَضَاءَ وَقَالَ اَیْنَ السَّآئِلُ وَکَاَنَّہٗ حَمِدَہٗ فَقَالَ اِنَّہٗ لَا یَاْتِی الْخَیْرُ بِالشَّرِّ وَاِنَّ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بعد ف۱ میں تم پر جن چیزوں کا خوف کرتا ہوں وہ دنیا کی تازگی ہے اور اس کی زینت ہے جو تم پر کھول دی جائے گی، ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا خیر بھی شر لاتی ف۲ ہے تو آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے، پھر حضور نے پسینہ صاف ف۳ فرمایا اور فرمایا سائل کہاں ہے؟ غالباً حضور نے اس کی تحسین فرمائی

مِمَّا یُنْبِتُ الرَّبِیْعُ مَا یَقْتُلُ حَبَطًا اَوْ یُلِمُّ اِلَّا اٰکِلَۃَ الْخَضِرِ اَکَلَتْ حَتّٰی اِمْتَدَّتْ خَاصِرَتَاھَا اسْتَقْبَلَتْ عَیْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ عَادَتْ فَاَکَلَتْ وَاِنَّ ھٰذَا الْمَالَ خَضِرَۃٌ حُلْوَۃٌ فَمَنْ اَخَذَہٗ بِحَقِّہٖ وَوَضَعَہٗ فِیْ حَقِّہٖ فَنِعْمَ الْمَعُوْنَۃُ ھُوَ وَمَنْ اَخَذَہٗ بِغَیْرِ حَقِّہٖ کَالَّذِیْ یَاْکُلُ وَلَا یَشْبَعُ وَیَکُوْنُ شَہِیْدًا عَلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

پھر فرمایا[4]۔ خیر شر کو نہیں لاتی جیسے بہار اگاتی ہے اس میں سے بعض وہ ہے جو پیٹ پھلا کر ہلاک[5] کر دیتی ہے یا بیمار کر دیتی ہے سوائے اس جانور کے جو[7] سبزی کھائے، حتیٰ کہ اس کی کوکھیں تن جائیں تو دھوپ[8] میں آجائے اور لوٹے پوٹے، پیشاب[9] کرے پھر لوٹ جائے اور کھائے[10] یقیناً یہ مال ہرا بھرا[11] میٹھا[12] ہے تو جو اسے اس کے حق میں لے اور اس کے حق میں خرچ کرے وہ اچھا مددگار ہے اور جو ناحق لے وہ اس کی طرح ہوگا جو کھائے اور سیر نہ ہو، یہ مال قیامت کے دن اس کے خلاف گواہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

---

[1] اپنے وصال کے بعد

[2] غنیمت اور دیگر اموال کا حصول خیر ہے تو یہ شر کا سبب کیسے بن جائے گا؟

[3] نزولِ وحی کے وقت آپ کو پسینہ آجاتا تھا۔ "رُحَضَا" را پر پیش حا پر زبر اس پسینے کو کہا جاتا ہے جو بخار کے بعد آئے۔

[4] یعنی رزق اگرچہ کثیر ہو جائے یہ خیر ہے، مگر شر نہیں البتہ بخل، اسراف اور حدِ اعتدال سے تجاوز کی وجہ سے اسے شر عارض ہو جاتا ہے مثلاً بہار خیر ہے کہ اس کی وجہ سے گھاس وغیرہ اگتا ہے مگر جب چوپائے کھانے میں افراط سے کام لیں تو ہلاکت آتی ہے اس کی بعد میں تفصیل بیان کی جائے گی۔

[5] حَبَطَ، حا اور با پر زبر، چوپائے کا زیادہ چرنے سے ہلاک ہونا، صراح میں ہے کہ حَبَطَ زیادہ کھانے کی وجہ سے پیٹ کا باہر آنا، بعض روایات میں "خَبَطَ" ہے اس کا معنی اضطراب ہے چوپائے کا کھانے میں ہاتھ پاؤں مارنا، پہلی روایت اصح اور اقرب ہے۔

[6] مرتا نہیں مگر ہلاکت کے قریب ہو جاتا ہے۔ المام پیچھے آنا اور نزدیک ہونا ہے جیسے کہا جاتا ہے الم بشیب (بڑھاپے کے قریب) ہونا المام بلبلوغ (بلوغ کے قریب)

[7] خَضِر، خا پر زبر اور ضاد کے نیچے زیر۔ تر و تازہ گھاس۔

[8] آفتاب کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہیں یہ جو چوپایوں کی عادت ہے کہ جب بدہضمی ہو اور ان کا پیٹ پھول جائے تو دھوپ میں کھڑے ہوتے ہیں، جب گرم ہو جائے تو پیٹ نرم ہو جاتا ہے اور جو کچھ اس میں ہوتا ہے وہ خارج ہو جاتا ہے۔

[9] اس کا پیٹ درست ہو جاتا ہے ثَلَطَ، اونٹ، گائے اور ہاتھی کے بول و براز کو کہا جاتا ہے۔

[10] یعنی وہ چارپایہ اتنا کھاتا ہے کہ بدہضمی ہو جاتی ہے پھر اُسے باہر نکالتا ہے پھر کھانا شروع کر دیتا ہے

یہ اس شخص کی مثال ہے جو بعض اوقات حد سے تجاوز کرتا ہے اور غلبۂ شہوت کی وجہ سے ہلاکت کے قریب چلا جاتا ہے لیکن جلدی رجوع کر لیتا ہے ہمیشہ معصیت میں مبتلا نہیں رہتا ۔ پھر ہدایت کی روشنی میں اگر توبہ کے ساتھ اپنے نفس کا تزکیہ وتطہیر کرتا ہے ۔ پہلی صورت " مایقتل حبطا " سے اس شخص کے حال کی طرف اشارہ ہے جو معصیت وشہوت میں اس طرح اصرار کرتا ہے کہ اسی میں ہلاک ہوجاتا ہے لیکن رجوع اور توبہ کی توفیق نہیں پاتا ۔ ان دو اقسام پر قیاس کرتے ہوئے ایک اور قسم بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ ایک وہ شخص ہے جو نفس کی معصیت وشہوت میں گرفتار نہیں ہوتا اور دنیا کا تارک ہے پہلا شخص ظالم ، دوسرا معتدل اور تیسرا سبقت لے جانے والا ۔ ایک نے بالکل دنیا کو حاصل نہیں کیا دوسرے نے ہاتھ آلودہ کیے مگر دھو لیے ۔ تیسرا اس طرح ملوث ہوا کہ دنیا ہی کا ہو کر رہ گیا نعوذ باللہ من ذٰلک ۔ اس کے بعد لوگوں کے احوال حصولِ مال میں محنت ومشقت اور اس کے خرچ کرنے کی طرف اشارہ کیا ۔

[11] دنیا کا مال تر وتازہ ، رنگین آنکھوں میں خوشنما نظر آتا ہے اس طرح یہ لذت اور خوش طعم کہ دل اس کی طرف مائل ہوتا ہے ۔ بعض روایات میں خضر اور حلو دونوں تاء کے بغیر بھی ہیں ۔ جس میں لفظ مال کا اعتبار کیا گیا ہے اور تاء کی صورت میں لفظ دنیا کا اعتبار کیا گیا ہے ۔

جس نے مال میں سے اپنا حق لیا اور اس کے حق کو ادا بھی کیا ۔ مال نے اس کی مدد کی ۔

وہ قیامت کے روز اس کے خلاف گواہی دے گا ۔

۴۹۳۴ ۹ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عمرو[1] بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا[2] اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں ۔ میں اس سے خوف کرتا ہوں کہ تم پر دنیا کھول دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کھول دی گئی اور تم اس میں محبت ورغبت کرنے لگو جیسے ان لوگوں نے کی اور دنیا تمھیں اس طرح ہلاک کر دے جس طرح انھیں کیا ۔[3]

(بخاری ومسلم)

[1] یہ صحابی انصاری اور بدری ہیں مدینہ طیبہ میں مقیم رہے ۔

[2] صحابہ سے مخاطب ہو کر

[3] یہ خوف کی وجہ ہے کہ تم اس کی محبت میں گرفتار ہو جاؤ گے ، حرص ولالچ لوگوں کا وطیرہ بن جائے ۔ دنیا کا مال حاصل کرنا اور اس کا جمع کرنا آخرت کے لحاظ سے موجبِ ہلاکت ہے یا اس سے مراد یہ ہے ، مالِ دنیا کی وجہ سے تم اپنے میں قتال کرو گے ۔

۴۹۳۵ ۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا وَّفِيْ رِوَايَةٍ كَفَافًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے، اے اللہ! محمد کے گھر والوں کو روزی[1] بقدر ضرورت عطا فرما دوسری روایت میں[2] بقدر کفایت کے الفاظ ہیں[3] (بخاری و مسلم)

[1] قُوتٌ، قاف پر پیش واؤ ساکن

[2] قُوتًا کی جگہ کفافًا کے الفاظ ہیں

[3] قُوت سے مراد اتنا رزق ہے کہ اس سے بدن محفوظ ہو جائے اور قیام ہو سکے یعنی بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ انسان اس سے زندہ رہے، کفاف کاف پر زبر ہے یعنی اتنا عطا فرما جو سوال اور مانگنے سے بے نیاز کر دے (کذا فی القاموس) اور صراح میں ہے کفاف پر فتحہ اندازہ اور گزارہ کے معنی میں ہے۔ بعض نے کفاف کی تفسیر لفظ قوت کے ساتھ ہی کی ہے اس لحاظ سے دوسری روایت پہلی کی تفسیر ہے۔ واضح رہے کہ کفاف اشخاص، احوال، اوقات کے حوالے سے مختلف ہو سکتا ہے۔ ایک آدمی بہت کم کھاتا ہے دو تین یا اس سے زیادہ دن بھوکا بھی رہ سکتا ہے، دوسرا دن میں دو بار کھاتا ہے۔ ایک عیال دار ہے خواہ تھوڑا یا زیادہ دوسرے کا عیال نہیں۔ قحط، تنگی، خوف اور حالتِ مرض میں تھوڑی چیز کافی اور حالت سیر و آسانی میں زیادہ کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا کفاف کی مقدار کا تعین نہ ہو گا بہتر یہی ہے کہ اس سے طاعت پر قوت و طاقت اور معاملاتِ دنیوی میں حرکت فوت نہ ہو اس فرمانِ نبوی میں اُمّت کے لیے یہ تعلیم ہے کہ وہ طلبِ دنیا میں زیادہ ہی اُلجھ کر نہ رہ جائیں۔ مقدار کفاف اور قوت لایموت پر اکتفا کریں اور حدِ اعتدال سے ہرگز متجاوز نہ ہوں۔ اسی لیے علماء نے بیان کیا ہے کفاف فقر و غنیٰ سے افضل ہے اور اگر کثرتِ مال و غناء سرکشی اور نافرمانی و اسراف کا سبب نہ بنے بلکہ وہ باعثِ خیر و برکت ہو تو یہ دوسری فضیلت ہے یہاں آل سے مراد آپ کا تمام خاندان اور آپ کے اتباع کرنے والے ہیں جو کہ آل کا اصل معنی ہے اگر یہاں صرف آپ کے اہل مراد ہوں تو پھر دوسروں کا حکم بطور قیاس ثابت ہو گا۔

۴۹۳۶ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَّقَنَّعَهُ اللهُ بِمَا اٰتَاهُ۔
۱۱

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص فلاح پا گیا جو مسلمان ہوا[1] اور اسے بقدر کفایت رزق دیا گیا اور اسے دیے ہوئے رزق پر اللہ تعالیٰ نے قناعت عطا فرما دی۔ (المسلم)

[1] یا اس نے اللہ تعالیٰ کی قضا و تقدیر کو تسلیم کر لیا۔

۴۹۳۷ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِيْ
۱۲

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کہتا ہے

مَالِيْ وَاِنَّ مَالَهٗ مِنْ مَّالِهٖ ثَلٰثٌ مَّا اَكَلَ فَاَفْنٰى اَوْ لَبِسَ فَاَبْلٰى اَوْ اَعْطٰى فَاقْتَنٰى وَمَاسِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَّتَارِكُهٗ لِلنَّاسِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

میرا[1] مال میرا مال حالانکہ اس کے صرف تین مال ہیں جو کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا، دے کر جمع کر لیا[2]، ان کے علاوہ وہ تو جانے والا ہے اور اسے لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔ (مسلم)

[1] بندہ ملکیتِ مال پر فخر و تکبر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

[2] یعنی وہ مال جو اس نے فقراء و بیوگان پر خرچ کر دیا وہ اس نے اپنے لیے آخرت میں ثواب کی صورت میں جمع و ذخیرہ کر لیا۔

۴۹۳۸/۱۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلٰثَةٌ فَيَرْجِعُ اِثْنَانِ وَيَبْقٰى مَعَهٗ وَاحِدٌ يَتْبَعُهٗ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَيَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں دو چیزیں واپس لوٹ آتی ہیں البتہ ایک اس کے ساتھ رہ جاتی ہے اس کا خاندان، مال اور اعمال جاتے ہیں، خاندان اور مال لوٹ آتے ہیں اور اعمال ساتھ رہتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

۴۹۳۹/۱۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَّالِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَّالِ وَارِثِهٖ قَالَ فَاِنَّ مَالَهٗ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے[1] کس کو وارث کا مال اپنے مال سے پیارا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! کسی کو بھی نہیں۔ ہر ایک کو اپنا مال ہی پیارا ہوتا ہے۔ فرمایا اس کا مال وہی ہے جو اس نے آگے بھیجا[2] وہ مال جسے چھوڑ گیا[3] وہ تو وارث کا مال ہے (بخاری)

[1] تم میں سے کوئی ہے جو یہ چاہتا ہو کہ وارث کا مال ہو میرا نہ ہو۔

[2] جو معاشرے کے فقراء و بیوگان پر خرچ کر دیا۔

[3] اگر کوئی چاہتا ہے کہ اسے مال حاصل رہے تو وہ صدقہ کی صورت میں آگے بھیج دے، پیچھے نہ چھوڑے اور اگر خرچ نہیں کرے گا گویا اس نے وارث کا مال پسند کیا، گویا اس نے بخل کرتے ہوئے مال کا حق ادا نہ کیا، اگر صدقہ و وصیت برائے فقراء کے بعد کچھ مال ورثاء کے لیے چھوڑتا ہے تو یہ افضل ہے جب کہ حدیث میں آیا ہے کہ ورثا کو تونگر چھوڑ کر جانا اس سے بہتر ہے کہ گداگر بنیں۔

۴۹۴۰/۱۵ وَعَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ

حضرت مطرف[1] اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں

النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَأُ "اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ" قَالَ يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِيْ مَالِيْ قَالَ وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِلَّا مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کہ میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ "اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ" کی تلاوت فرما رہے تھے۔ فرمایا آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال فرمایا اے انسان یہ تیرا مال نہیں مگر وہ جو تو کھا کر ختم کر دے یا پہن کر پرانا کر دے یا صدقہ کرکے آگے بھیج دے۔

(المسلم)

۱؎ مُطَرِّف، میم پر پیش، طا پر زبر، را کے نیچے زیر اور مشدد، تابعی ہیں، اُمت کے سرکردہ آئمہ میں سے ہیں، ابنِ سعد نے انھیں اہلِ بصرہ میں سے دوسرے طبقے میں شمار کیا ہے اور ثقہ، اہلِ فضل، تقوٰی اور ادب قرار دیا۔

۲؎ ان کے والد گرامی کا نام حضرت عبداللہ بن شِخِّیر ہے، شین کے نیچے زیر، خاء پر شد ہے انھوں نے حضرت علی، ابوذر، عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی اور ان سے حضرت قتادہ، حسن اور ثابت نے روایت لی ہے۔

۳؎ کثرتِ مال نے تمھیں آخرت سے بے فکر کر دیا ہے۔

۴۹۴۱/۱۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا' امیری کثرتِ مال واسباب۱؎ کا نام نہیں بلکہ امیری دل کے غنا۲؎ کا نام ہے۔

(بخاری ومسلم)

۱؎ عرض، را متحرک کی صورت میں نقد مال مراد ہے اور سکون کی صورت میں صرف نقد کو کہا جاتا ہے۔ یہاں متحرک ہے تاکہ نقدی اور دیگر اسباب کو شامل ہو۔

۲؎ حقیقی تونگر ہونا دل کا قانع ہونا اور بے نیازی ہے، مانگنے سے اجتناب اور حرص ولالچ سے دور ہونا ہے جو پہلی صورت اختیار کرے گا وہ ہمیشہ محتاجوں کی طرح مال ہی جمع کرتا رہے گا اور جو کفایت شعاری کو اپنا پیشہ بنائے وہ غنی ہوگا اگرچہ اس کے پاس مال نہ ہو جیسا کہ محاورہ ہے "تونگری بدل ست نہ بمال، بزرگی بعقل نہ بسال" تونگری دل کی ہوتی ہے مال سے نہیں، بزرگی عقل سے ہے نہ کہ عمر سے، بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ غناءِ نفس سے مراد علمی وعملی کمالات کا حصول ہے کیونکہ نفسِ ناطقہ ان کے بغیر تونگر نہیں ہوتا یعنی تونگری اور دولت کا حصول کمال کے ساتھ ہے مال کے ساتھ نہیں۔ شعر ؎

توانگری نہ بمال ست نزد اہلِ کمال
کہ مال تا لبِ گور ست بعد ازاں اعمال

اہلِ کمال کے نزدیک تونگری مال سے نہیں ہوتی کیونکہ مال صرف قبر کے کنارے تک جاتا ہے مگر اعمال وکمال ساتھ جاتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۴۹۴۲ ۱۷ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّاْخُذُ عَنِّیْ ھٰؤُلَاۗءِ الْکَلِمَاتِ فَیَعْمَلُ بِھِنَّ اَوْ یُعَلِّمُ مَنْ یَّعْمَلُ بِھِنَّ قُلْتُ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَعَدَّ خَمْسًا فَقَالَ اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰہُ لَکَ تَکُنْ اَغْنَی النَّاسِ وَاَحْسِنْ اِلٰی جَارِکَ تَکُنْ مُؤْمِنًا وَّاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ تَکُنْ مُّسْلِمًا وَّلَا تُکْثِرِ الضِّحْکَ فَاِنَّ کَثْرَۃَ الضِّحْکِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

دوسری فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو مجھ سے یہ چند باتیں لے کر ان پر عمل کرے گا یا اسے سکھائے جو ان باتوں پر عمل کرے گا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم میں (عمل کروں گا اور دوسروں کو سکھاؤں گا) تو آپ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا، پھر پانچ چیزیں شمار کیں، فرمایا: حرام چیزوں سے بچو، تم لوگوں میں بہت بڑے عبادت گزار ہو جاؤ گے، اللہ تعالے نے تمہاری قسمت میں جو لکھ دیا ہے، اس پر راضی رہو، تمام لوگوں سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے، اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو، مومن ہو جاؤ گے، اور لوگوں کے لیے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، مسلمان ہو جاؤ گے۔ زیادہ نہ ہنسا کرو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے

(احمد، ترمذی)

* * *

۴۹۴۳/۱۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ ابْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِيْ اَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَّاَسُدَّ فَقْرَكَ وَاِنْ لَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَكَ شُغْلًا وَّلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ)

انھی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے[۱]، اے انسان! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا[۲]، میں تیرا سینہ غنا سے مالامال[۳] کر دوں گا، تیری غربت[۴] دور کر دوں گا اور اگر تو یہ نہ کرے[۵] گا تو تیرا ہاتھ مصروفیات سے بھر دوں[۶] گا مگر تیرے فقر کو ختم نہیں کروں گا۔

(مسند احمد، ابن ماجہ)

[۱] اس وحی میں جو اس نے اپنے پیارے رسول کی طرف کی۔

[۲] دنیوی مشاغل سے

[۳] مخلوق سے بے نیاز کر دوں گا

[۴] مخلوق سے تیری نیاز مندی ختم کر دوں گا

[۵] تو ان دنیوی مشاغل اور مصروفیات میں ہی پھنسا رہے گا

[۶] دنیوی مشاغل میں مصروفیات کے باوجود فقر و احتیاج ختم نہیں ہوگا بلکہ پریشانی میں اضافہ ہی ہوگا لہٰذا ان سے فارغ ہو کر عبادت کی طرف متوجہ ہونا آسائش و آرام بھی ہے اور غنا بھی۔

۴۹۴۴/۱۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِبَادَةٍ وَّاجْتِهَادٍ وَّذُكِرَ اٰخَرُ بِرِعَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَعْدِلْ بِالرِّعَةِ يَعْنِي الْوَرَعَ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں ایک شخص کی عبادت اور محنت[۱] کا ذکر کیا گیا اور دوسرے کے تقویٰ کا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبادت تقویٰ کے برابر[۲] نہیں ہو سکتی (ترمذی)

[۱] عبادت میں بہت زیادہ مشقت اٹھانا

[۲] لَاتَعْدِلْ، تا پر زبر اور دال کے نیچے زیر، بعض روایات میں "لَا یُعْدَل" یا پر پیش، دال پر زبر ہے

۴۹۴۵/۲۰ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ الْاَوْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَّهُوَ يَعِظُهٗ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيٰوتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ ۔

حضرت عمرو بن میمون اودی[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اشیاء کو پانچ اشیاء سے پہلے غنیمت[۲] جانو، بڑھاپے[۳] سے پہلے جوانی کو، بیماری سے پہلے تندرستی[۴] کو، فقر سے پہلے غناء کو، مصروفیت سے پہلے فرصت[۵] کو، موت سے

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا)

پہلے زندگی کو[6] (ترمذی)

؎۱ اَلْاَوْدِی، ہمزہ پر زبر، دال ساکن، اود بن صعب کی طرف نسبت ہے، زمانہ جاہلیّت پایا، اسلام لائے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شرف نہ پایا، امام ابن عبد اللہ نے انھیں صحابہ میں شمار کیا ہے لیکن ان کا شمار اہلِ کوفہ کے کبار تابعین میں ہوتا ہے، کثرت کے ساتھ حج اور عبادات بجالانے والے تھے۔ یہ بھی منقول ہے کہ انھوں نے زمانہ جاہلیت میں بندروں کو رجم کیا۔

؎۲ غنیمت اس مال کو کہا جاتا ہے جو جنگ کی صورت میں کافروں سے حاصل ہوتا ہے، کسی مقصود کو بغیر مشقّت کا حاصل ہونا بھی اس کا معنی ہے۔

؎۳ هَرَمٌ، ہاء اور را پر زبر، سخت بڑھاپا اور اگر راء کے نیچے زیر ہو تو اس کا معنی بوڑھا ہے۔

؎۴ تندرستی ایمان کے بعد عظیم نعمت ہے، سَقَم سین اور قاف پر زبر، اس پر پیش اور سکون بھی ہوسکتا ہے

؎۵ ذمّہ داریوں کے عاید ہونے سے قبل۔

؎۶ یعنی بڑھاپا، بیماری، فقر، مصروفیّت آگے رہیں گے لہٰذا ان سے پہلے وقت کو غنیمت جاننا چاہیے۔

۴۹۴۶
۲۱
وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْتَظِرُ اَحَدُكُمْ اِلَّا غِنًى مُّطْغِيًا اَوْ فَقْرًا مُّنْسِيًا اَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا اَوْ هَرَمًا مُّفْنِدًا اَوْ مَوْتًا مُّجْهِزًا اَوِ الدَّجَّالَ فَالدَّجَّالُ شَرٌّ غَائِبٌ يُّنْتَظَرُ اَوِ السَّاعَةُ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا تم میں سے کوئی نہیں انتظار کرتا مگر سرکشی[1] کرنے والی غنا کا یا بھلا دینے والی فقیری[2] کا یا بگاڑ دینے والی بیماری[3] کا یا بے عقل[4] کر دینے والے بڑھاپے کا یا اچانک موت[5] کا یا دجال کا، دجال مصیبت ہے جس کا انتظار ہے یا قیامت کا جو بہت خوفناک اور کڑوی ہے (ترمذی، نسائی)

؎۱ جو اوامر و نواہی کی حُدود سے متجاوز کر دیتی ہے

؎۲ بھوک، افلاس اور طلبِ رزق طاعتِ خداوندی سے غافل کر دیتا ہے۔

؎۳ بیماری جسم کو لاغر کر دیتی ہے یا سُستی پیدا کر کے دین کو کمزور کر دیتی ہے۔

؎۴ اِفْنَاد، جھوٹ بولنا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ خرافات کو جھوٹ لازم ہے صراح میں ہے کہ "فَنْدٌ" فاء اور نون پر پیش، جھوٹ بڑھاپے کی وجہ سے کمزور رائے والا ہونا، اِفناد جھوٹ بولنا اور خرافات بکنا ہے

؎۵ جو توبہ کا موقع نہیں دیتی۔ صراح میں اِجہاز کا معنی خستہ کو کاٹنا ہے۔ تیز دوڑنے والے گھوڑے کو "جہزاسپ" کہتے ہیں۔

؎۶ جو راہِ ہدایت سے لوگوں کو دُور لے جائے اور فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔

؎۷ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جس نے فرصت اور فراغت کو غنیمت نہ جانا گویا اس نے آفات و مکروہات کا انتظار کیا

حالتِ فقر میں صبر نہ کیا ۔ غناء کا طلب گار رہنا جو اسے باغی اور سرکش کر دے گا ، حالتِ غنا میں شکر نہ کیا اور نعمتِ خداوندی کی قدر نہ کی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہ کیا اب حالتِ فقر میں تمام عبادات و خیرات سے محروم ہو جائے گی ۔

۴۹۴۷/۲۲ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَّ مَلْعُوْنٌ مَّا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

انہی سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : سن لو ! دنیا ملعون[1] ہے اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ ملعون ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور اس چیز[2] کے جو رب کے قریب کر دے اور سوائے عالم[3] اور طالب علم کے ۔

(ترمذی ، ابنِ ماجہ)

[1] دنیا بارگاہِ ایزدی سے راندہ ہے

[2] طاعات و عبادات یا ہر وہ چیز جو اس کے مشابہ ہو مثلاً انبیاء ، صلحاء کا ذکر اور اعمالِ صالحہ یا وہ چیز جو ذکر کے لوازمات و تقاضوں میں سے ہے یعنی اوامر و نواہی الٰہیہ کی اتباع پہلی صورت میں ''والاہ'' ولی بمعنی محبت ہے دوسری صورت میں ولی بمعنی قرب تیسری صورت میں موالات بمعنی تابع ہونا سے مشتق ہے لیکن یہ اس وقت مفہوم ہوگا جب ذکر سے مراد باری تعالیٰ کا مبارک اسم مراد ہو جیسا کہ متعارف ہے لیکن اگر اس سے ہر عملِ خیر مراد ہو جو تقرب و عبادت کی نیت سے کیا جائے تو طاعات وغیرہ تمام ذکر میں ہی شامل ہو جائیں گی اور اب '' وَالَاهُ '' سے مراد وہ اسباب و ذرائع ہوں گے جو ذکر کے لیے معین و مددگار بنے مثلاً معاشی معاملہ سے فراغت اور دیگر ضروریات کا پورا ہونا ۔

[3] یہ تعمیم کے بعد تخصیص ہے ، عالم اور متعلم پر زبر اور پیش دونوں طرح پڑھا گیا ہے البتہ قاعدہ کے موافق زبر واضح ہے اس کی وجہ ہم نے شرح میں بیان کر دی ہے ، نصب کی صورت میں بھی اور تکرار کے ساتھ بھی روایت ہے ۔

۴۹۴۸/۲۳ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَّا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةً ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا کی قدر و قیمت مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو دنیا میں ایک گھونٹ نصیب[1] نہ ہوتا

(مسند احمد ، ترمذی ، ابن ماجہ)

[1] مصابیح کے بعض نسخوں میں '' شَرْبَةَ مَاءٍ '' کے الفاظ ہیں یعنی پانی کا ایک گھونٹ

۴۹۴۹/۲۴ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِى الدُّنْيَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : صنعت[1] و تجارت میں مشغول نہ ہو جاؤ[2] ، ورنہ تم دنیا دار[3]

الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

ہو جاؤ گے ۔ (ترمذی، بیہقی، شعب الایمان)

۱ہ ضَیْعَۃَ، ضاد پر زبر، یاء ساکن، صناعت و تجارت، بعض شارحین نے اس کا معنی باغات اور زمین کیا ہے ۔

۲ہ بہت زیادہ مشغولیت، حرص و لالچ میں اضافہ ہو جاتا ہے ۔

۳ہ یہ معاملہ اس شخص کے بارے میں ہے جو اس طرح ان اسبابِ دنیا کا ہی ہو جائے کہ اسے یہ سب بھول جائے لہٰذا اپنے خالق کے حقوق کی ادائیگی سے غافل ہو جائے اگر ایسا نہ ہو تو پھر یہ حکم نہیں؛ اس معنی پر یہ آیتِ کریمہ دال ہے "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (مرد وہ نہیں جنھیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی) یعنی وہ اس طرح تجارت میں مشغول نہیں ہو جاتے کہ اسے ذکرِ الٰہی سے غافل کر دے بلکہ وہ ان معاملات کو نبھانے کے باوجود اپنے مولیٰ کے ذاکر رہتے ہیں (دستِ بکار دل، دل بیار دل) اور اس معنی کے زیادہ مناسب یہ الفاظ ہیں وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ ۵

گرت مال و جاہ است و زرع و تجارت
چو دل با خدا ایست فارغ نشینی

(اگر تیرے پاس مال و دولت تجارت کھیتی کے باوجود تیرا دل مولا کی یاد میں مگن ہے تو تو فارغ ہی ہے)

۴۹۵۰/۲۵ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاہُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِہٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَہٗ اَضَرَّ بِدُنْیَاہُ فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو دنیا کو محبوب بنا لیتا ہے اس کی آخرت میں نقصان۱ہ ہو گیا اور جو آخرت کو محبوب بنا لیتا ہے اس کی دنیا گئی۲ہ پس تم باقی رہنے والی کو فانی پر۳ہ ترجیح دو ۔

(مسند احمد، بیہقی، شعب الایمان)

۱ہ جب کسی کو دنیا کے ساتھ پیار ہو گیا وہ اکثر دنیا کے ذکر کے حصول میں ہی مشغول رہے اسے آخرت کے معاملات کے لیے فراغت ہی نہیں ملے گی ۔ اسی طرح اس کا عکس ہے ۔

۲ہ چونکہ دونوں کی دوستی جمع نہیں ہو سکتی ۔

۳ہ یعنی آخرت کو دنیا پر ہر صورت ترجیح حاصل ہے ۔

۴۹۵۱/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لُعِنَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَلُعِنَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کا غلام لعنتی، روپوں پیسوں کا غلام لعنتی ہے۱ہ

(ترمذی)

۱ہ یعنی جو شخص ان کی محبت میں اس طرح مستغرق ہو گیا کہ خدا کی بندگی چھوٹ گئی، لہٰذا وہ شخص نیکی اور

رحمتِ خدا سے محروم ہو جائے گا۔

۴۹۵۲/۲۷ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والدِ گرامی سے بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دو بھوکے بھیڑیے بکریوں میں چھوڑ دیے جائیں وہ اتنی بربادی نہیں کرتے جتنی حریص انسان اپنے دین میں مال و عزّت کی خاطر بربادی کرتا ہے۔

(ترمذی، دارمی)

۴۹۵۳/۲۸ وَعَنْ خَبَّابٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَنْفَقَ مُؤْمِنٌ مِنْ نَفَقَةٍ إِلَّا أُجِرَ فِيهَا إِلَّا نَفَقَتَهُ فِي هٰذَا التُّرَابِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت خباب[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو اس کے ہر خرچ پر ثواب ملتا ہے مگر وہ خرچہ جو اس مٹی[۲] میں کرتا ہے۔ (ترمذی، ابنِ ماجہ)

[۱] خباب، خاء پر پیش پہلی باء مشدد، صحابی ہیں قبیلہ بنی زہرہ کے حلیف تھے۔ دارِ ارقم کے مرکز بننے سے پہلے اسلام للائے، مسلمان ہونے پر انھیں کافروں نے سخت اذیتیں دیں، مگر یہ اللہ کا شیر استقامت کا پہاڑ نکلے، بدر اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے، کوفہ میں وفات پائی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

[۲] اس سے مراد گھر ہے، یہ حکم اس وقت ہے جب مکان ضرورت سے زائد ہو یا اس کی زیب و زینت حاجت سے بڑھ کر ہو، ورنہ مکان ضروریاتِ زندگی میں سے ہے، اسی طرح مساجد اور مسافر خانوں کی تعمیر پر بھی ثواب ہے کیونکہ ان کا بھی بہتر بنانا مستحب ہے۔

۴۹۵۴/۲۹ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّفَقَةُ كُلُّهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إِلَّا الْبِنَاءَ فَلَا خَيْرَ فِيهِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام خرچے اللہ کی راہ[۱] میں ہیں مگر ان اخراجات کے جو عمارات کی تعمیر میں ہوں، ان میں کوئی بھلائی نہیں۔

(امام ترمذی نے روایت کر کے کہا یہ حدیث غریب ہے)

[۱] اگر تقرب کی نیت سے خرچ کیا۔

۴۹۵۵/۳۰ وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا وَنَحْنُ مَعَهُ فَرَأَى قُبَّةً مُشْرِفَةً فَقَالَ مَا هٰذِهِ قَالَ أَصْحَابُهُ هٰذِهِ لِفُلَانٍ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَكَتَ وَحَمَلَهَا

اور انھی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن باہر نکلے ہم ساتھ تھے آپ نے ایک قبہ[۱] (بلند مکان) دیکھا فرمایا یہ کس کا[۲] ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یہ فلاں انصاری کا مکان ہے آپ خاموش ہو گئے

فِیْ نَفْسِہٖ حَتّٰی لَمَّا جَآءَ صَاحِبُھَا فَسَلَّمَ عَلَیْہِ فِی النَّاسِ فَاَعْرَضَ عَنْہُ صَنَعَ ذٰلِکَ مِرَارًا حَتّٰی عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِیْہِ وَالْاِعْرَاضَ عَنْہُ فَشَکٰی ذٰلِکَ اِلٰی اَصْحَابِہٖ وَقَالَ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُنْکِرُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالُوْا خَرَجَ فَرَاٰی قُبَّتَکَ فَرَجَعَ الرَّجُلُ اِلٰی قُبَّتِہٖ فَھَدَمَھَا حَتّٰی سَوَّاھَا بِالْاَرْضِ وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ فَلَمْ یَرَھَا قَالَ مَا فَعَلَتِ الْقُبَّۃُ قَالُوْا شَکٰی اِلَیْنَا صَاحِبُھَا اِعْرَاضَکَ فَاَخْبَرْنَاہُ فَھَدَمَھَا فَقَالَ اَمَا اِنَّ کُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلٰی صَاحِبِہٖ اِلَّا مَا لَا یَعْنِیْ اِلَّا مَا لَا بُدَّ مِنْہُ ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

مگر مُبارک دل میں یہ بات[۳] رکھ لی ۔ حتیٰ کہ اس کا مالک آپ کے پاس آیا ۔ اس نے بھرے مجمع میں سلام عرض کیا آپ نے اس سے منہ پھیر لیا ۔ اس نے کئی دفعہ عرض کیا[۴] حتیٰ کہ اس نے آپ کی ناراضگی محسوس کی تو صحابہ سے کہنے لگا کیا ہوا ؟ آج میں اپنے آقا کو ناراض پا رہا ہوں ۔ صحابہ نے کہا آپ تشریف لے گئے تھے تیرا بلند مکان دیکھا وہ صحابی چلا گیا اور اس نے اپنا مکان گرا دیا حتیٰ کہ زمین کے برابر ہو گیا ۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوبارہ ایک دن باہر تشریف لائے تو آپ نے وہ بلند مکان نہ دیکھا تو پوچھا کہ اس مکان کے ساتھ کیا ہوا ؟ صحابہ نے عرض کیا آقا اس کے مالک نے آپ کی ناراضگی کے بارے میں ہم سے پوچھا تھا ہم نے اسے مطلع کر دیا لہٰذا اس نے اسے گرا دیا ۔ اس پر آپ نے فرمایا، ہر عمارت اس کے مالک کے لیے وبال ہے ماسوائے اس کے جس کی ضرورت ہو ۔

(ابوداؤد)

---

[۱] قبۃ، قاف پر پیش ، گول گھر ، صراح میں اس کا معنی کسی کے اردگرد عمارت بنانا ہے ۔ خیمے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے ۔

[۲] بطور تحقیر فرمایا ۔

[۳] اس وقت کچھ نہ فرمایا، بلکہ کراہت و غضب دل میں رکھا ۔

[۴] یعنی اس نے سلام عرض کیا لیکن آپ نے اعراض فرمایا ۔

[۵] آج میں آپ کو ناراض پا رہا ہوں اس کا سبب کیا ہے ۔

۴۹۵۶ وَعَنْ اَبِیْ ھَاشِمِ بْنِ عُتْبَۃَ قَالَ عَھِدَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا یَکْفِیْکَ مِنْ جَمِیْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْکَبٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ

حضرت ابوہاشم[۱] بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عہد لیا[۲] فرمایا تیرے لیے مال میں سے خادم اور اللہ کی راہ میں[۳] سواری کافی ہے ۔

(مسند احمد، ترمذی ، نسائی ، ابنِ ماجہ ، مصابیح کے بعض

وَابْنُ مَاجَۃَ وَفِیْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِیْحِ اَبِیْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَدٍ بِالدَّالِ بَدَلَ التَّآءِ وَهُوَ تَصْحِیْفٌ)

نسخوں میں ابوہاشم بن عتبد ہے یعنی تاء کی جگہ دال ہے لیکن یہ[4] غلط ہے)

[1] اُبوہاشم بن عُتبہ قریشی ہیثمی عین پر پیش، تاء ساکن، ان کے نام کے بارے میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک شیبہ اور بعض کے نزدیک ہیثم ہے۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے ماموں اور ہندِ بنت عتبہ کے بھائی ہیں۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں وفات پائی نہایت فاضل اور صالح تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ اور دیگر صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔

[2] مجھے آپ نے وصیت فرمائی

[3] ان دو چیزوں سے زیادہ حاصل نہ کر یا ان دو چیزوں کے علاوہ ہر شے خرچ کر دے۔

[4] بعض راویوں سے ایسا ہوگیا ہے۔

۴۹۵۷
۳۲ وَعَنْ عُثْمَانَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ لِابْنِ اٰدَمَ حَقٌّ[1] فِیْ سِوٰی هٰذِهِ الْخِصَالِ بَیْتٌ[2] یَسْکُنُہٗ وَثَوْبٌ یُّوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتَہٗ وَجِلْفُ[3] الْخُبْزِ وَالْمَآءُ[4]۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان چیزوں[1] کے سوا انسان کا کسی میں حق نہیں۔ گھر جس میں رہتا[2] ہے وہ کپڑا جس سے ستر ڈھانپتا ہے، روٹی کا ٹکڑا[3] اور پانی[4] ہے۔ (ترمذی)

[1] قیامت کے روز ان کا حساب نہیں ہوگا کیونکہ ان کی ضرورت ہوتی ہے۔

[2] ضرورت کے مطابق

[3] "جِلفُ" جیم کے نیچے زیر، لام ساکن جیم کی فتحہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اس کی جمع جلفہ روٹی کا وہ خشک ٹکڑا جس سے بھوک دور ہوجائے۔

[4] اتنا پانی جس سے پیاس بجھائی جا سکے۔

۴۹۵۸
۳۳ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا اَنَا عَمِلْتُہٗ اَحَبَّنِیَ اللّٰہُ وَاَحَبَّنِیَ النَّاسُ قَالَ ازْهَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبَّکَ اللّٰہُ وَازْهَدْ فِیْمَا عِنْدَ النَّاسِ یُحِبَّکَ النَّاسُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت سہل بن سعد[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آیا اور عرض کیا یارسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتائیں جو میں کروں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرے اور تمام لوگ بھی۔ فرمایا دنیا سے بے رغبت ہوجا[2]! اللہ تجھ سے محبت کرے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبت ہوجا، لوگ تجھ سے محبت کریں گے (ترمذی، ابن ماجہ)

[1] یہ مدینہ منورہ میں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں

[2] "زہد" صراح میں اس کا معنی ناچاہنا اور خلافِ رغبت ہے

۴۹۵۹/۳۴ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَسَدِهٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَبْسُطَ لَكَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ مَا لِيْ وَلِلدُّنْيَا وَمَا اَنَا وَالدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چٹائی پر سوئے جب اُٹھے تو اس کے نشان جسمِ اطہر پر تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے لیے بستر[1] بچھا دیا کریں اور بہتر انتظام کر دیں، فرمایا! مجھے دنیا سے کیا تعلق؟ میری اور دنیا کی مثال اس طرح ہے جس طرح کوئی سوار[2] کسی درخت کے سایہ کے نیچے کچھ دیر سستائے اور پھر چھوڑ کر اسے چلا جائے۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

[1] آپ کے لیے ہم اعلیٰ بستر بچھائیں تاکہ اس پر بہتر طور پر آرام فرما سکیں۔

[2] سوار کا ذکر و تخصیص تھوڑا ٹھہرنے اور جلدی روانہ ہونے کی وجہ سے ہے ممکن ہے وہ گھوڑے کی پشت پر ہی رکے اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ سوار کی منزلِ دور ہے لہٰذا وہ اس سفر کے قطع کا خیال رکھے گا اور کسی ایسی چیز کی طرف متوجہ نہ ہوگا جو اس کے منزل تک پہنچنے میں مانع ہو۔

۴۹۶۰/۳۵ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَغْبَطُ اَوْلِيَآءِيْ عِنْدِيْ لَمُؤْمِنٌ خَفِيْفُ الْحَاذِ ذُوْ حَظٍّ مِّنَ الصَّلٰوةِ اَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ وَاَطَاعَهٗ فِي السِّرِّ وَكَانَ غَامِضًا فِي النَّاسِ لَا يُشَارُ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ وَكَانَ رِزْقُهٗ كَفَافًا فَصَبَرَ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ نَقَدَ بِيَدِهٖ فَقَالَ عُجِّلَتْ مَنِيَّتُهٗ قَلَّتْ بَوَاكِيْهِ قَلَّ تُرَاثُهٗ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! میرے ساتھیوں میں سے سب سے قابلِ رشک میرے نزدیک وہ مومن ہے جو کم سامان[1] والا، نماز کے بڑے حصے[2] والا، اپنے رب کا خوب عبادت گذار، اللہ کی خفیہ اطاعت[3] کرے، لوگوں میں مخفی رہے اس طرح کہ اس کی طرف اشارہ[4] نہ کیا جائے اس کا رزق بقدرِ ضرورت ہو اور اس پر صبر نصیب ہو، پھر آپ نے ہاتھ سے چٹکی[5] بجائی اور فرمایا اس کی موت[6] جلد ہو جائے، اس پر رونے والیاں کم ہوں۔ اس کی میراث[7] تھوڑی ہو۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

[1] حاذ، سواری کی پشت، خفیف الحاذ سے مراد قلیل المال اور قلیل العیال ہے (کذا فی القاموس)۔
صراح میں ہے قلیل الحاذ کا معنی خفیف الظہر ہے

[2] جب اس کے دنیاوی مشاغل کم ہوئے تو وہ کثیر الصلوٰۃ ہوگا، درویش لوگ دنیا سے اس لیے اپنے آپ کو منقطع

کر لیتے ہیں تاکہ اپنے مولیٰ کے حضور حاضری دے سکیں۔

۳ جب وہ دنیوی معاملات کے لیے باہر ہی نہیں جائے گا تو لوگوں سے اختلاط نہیں ہوگا لہذا وہ خلوت میں اپنے مولیٰ کے حضور رہے گا۔

۴۔ یعنی مشہور و معروف نہ ہو۔

۵ اس طرح انگلیوں پر مارنا جیسے دراہم کو یکے بعد دیگرے شمار کیا جاتا ہے۔ پرندہ کا دانے اٹھانا بھی اس کا معنی ہے، یہاں انگلیوں کا ایک دوسرے پر بطور تعجب مارنا مراد ہے۔

۶ اس پرفتن دنیا سے اللہ کے حضور جلدی چلا جائے یا مراد یہ ہے کہ چونکہ اس کا تعلق دنیا سے کم ہوتا ہے اس لیے اس کا جان دینا غلبۂ شوق آخرت کی وجہ سے آسان ہوگا۔ بعض شارحین نے یہ مراد لیا کہ موت کے وقت پر اس کی تجہیز و تکفین نہایت ہی آسان ہوگی جیسے کہ اس کی ظاہری حیات میں اس کی معیشت کا معاملہ آسان تھا۔

۷ کیونکہ اس کا رزق بقدر کفایت تھا۔

۴۹۶۱/۳۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَيَّ رَبِّيْ لِيَجْعَلَ لِيْ بَطْحَاءَ مَكَّةَ ذَهَبًا فَقُلْتُ لَا يَا رَبِّ وَلٰكِنْ اَشْبَعُ يَوْمًا وَاَجُوْعُ يَوْمًا فَاِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَيْكَ وَذَكَرْتُكَ وَاِذَا شَبِعْتُ حَمِدْتُكَ وَشَكَرْتُكَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

اور انھی سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے رب نے مجھے پیش کش کی کہ میں آپ کے لیے مکہ کی تمام زمین سونا کر دوں؟ میں نے عرض کیا، اے میرے رب نہیں میں نہیں چاہتا ہوں لیکن ایک دن سیر ہوا کروں اور ایک دن بھوکا رہوں، جب بھوکا ہوں تو تیری طرف تضرّع کروں، تجھے یاد کروں، جب سیر ہوں تو تیری حمد بجا لاؤں اور تیرا شکر ادا کروں۔

(مسند احمد، ترمذی)

۱ البطح اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے پانی گزرے اور وہاں چھوٹے چھوٹے سنگریزے ہوں۔ یہاں اس وادی کو سونے سے پُر کرنا مراد ہے یا اس کے سنگریزوں کو سونے میں تبدیل کرنا، دوسری توجیہ زیادہ واضح ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ آپ چاہیں تو ہم مکہ کے تمام پہاڑ سونے کے بنا دیتے ہیں۔

۲ مکہ کا سونا بننا میں نہیں چاہتا

۳ یعنی میں فقر اختیاری پسند کرتا ہوں، ایک دن سیر اور ایک دن بھوکا رہنا چاہتا ہوں، تاکہ مقام صبر و شکر دونوں کو حاصل کر لوں۔ اس حدیث میں فقر و قناعت اختیار کرنے کی تعلیم ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ فقر غنا سے افضل ہوتا ہے۔

۴۹۶۲/۳۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مِحْصَنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

حضرت عبد اللہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ اٰمِنًا فِیْ سِرْبِهٖ مُعَافًی فِیْ جَسَدِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اس کے دل میں سکون[2]، جسم میں تندرستی، اور اس کا دن کا کھانا اس کے پاس ہو تو گویا پوری کی پوری دُنیا اس کے پاس جمع ہو گئی (ترمذی نے روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے)

[1] محصن۔ میم کے نیچے زیر، حا ساکن، صاد پر زبر، اہلِ مدینہ میں سے صحابی ہیں۔

[2] سِرْبٌ۔ سین پر زبر یا زیر، را ساکن دونوں طرح مروی ہے۔ روایتِ کسرہ قوی ہے۔ اگر فتحہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی راستہ، چہرہ اور سینہ ہے اور کسرہ کی صورت میں راستہ حال، دل اور نفس کے معنی میں آتا ہے، یہ تمام معانی یہاں مناسب ہیں۔ سَرَبٌ سین اور راء دونوں اگر مفتوح ہوں تو اس سے مُراد وہ گھر ہوتا ہے جو کسی وحشی نے زیرِ زمین بنایا ہو۔ اگر روایت میں یہ لفظ ہو تو بھی یہ معنی مناسب مقام ہے کہ وہ زمانے کی آفات و بلیات سے اپنے گھر میں لومڑی اور چوہے کی طرح محفوظ و مامون ہے۔

[3] حذافیر، حدفور کی جمع، جانب، طرف جس طرح عصفور کی جمع عصافیر، جمہور کی جمع جماہیر آتی ہے۔

۴۹۶۳/۳۸ وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مَلَاَ اٰدَمِیٌّ وِعَاءً شَرًّا مِّنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهٗ فَاِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثٌ طَعَامٌ وَثُلُثٌ شَرَابٌ وَثُلُثٌ لِنَفْسِهٖ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی نے بمقابلہ پیٹ کے بدترین[1] برتن نہیں بھرا، انسان کیلیے چند لُقمے کافی ہوتے ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں، اگر زیادہ کی ضرورت ہو تو تہائی کھانا یا تہائی سالن کے لیے رکھے۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

[1] یعنی پیٹ بدترین برتن ہے کیونکہ اسے پُر رکھنے سے کئی شر اور برائیاں جنم لیتی ہیں۔

۴۹۶۴/۳۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَتَجَشَّاُ فَقَالَ اَقْصِرْ مِنْ جُشَائِكَ فَاِنَّ اَطْوَلَ النَّاسِ جُوْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَطْوَلُهُمْ شِبَعًا فِی الدُّنْيَا۔ (رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوَى التِّرْمِذِیُّ نَحْوَهٗ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ڈکار[1] لیتے ہوئے سنا تو فرمایا ڈکار[2] کم لو، کیونکہ روزِ قیامت سب سے بھوکا وہ ہوگا جو دنیا میں بہت زیادہ سیر[3] ہونے والا ہوگا۔ (شرح السنہ، ترمذی نے بھی اس کی مثل روایت کیا)

[1] جشا۔ جیم پر تینوں حرکات آسکتی ہیں۔ ڈکار

[2] اَقْصِر، ہمزہ پر زبر پڑھی جائے۔

[3] مقصود زیادہ کھانے سے نہی ہے کیونکہ یہی ڈکار کا سبب بنتا ہے۔

[5] جو دنیا میں سیر ہوگا وہ آخرت میں بھوکا ہوگا۔

۴۹٦۵ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ[1] قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً وَّفِتْنَةُ اُمَّتِي الْمَالُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت کعب بن عیاض[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہر امت کے لیے ایک[2] فتنہ ہے، میری امت کا فتنہ مال[3] ہے۔ (ترمذی)

[1] عِیَاض، عین کے نیچے زیر یاء مخفف، شامی صحابہ میں سے ہیں۔ ان سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت لی ہے۔

[2] اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش وامتحان ہے۔

[3] اللہ تعالیٰ انھیں خوب غنی کرے گا تاکہ وہ آزمائے کہ یہ اسلام کے اصولوں پر استقامت اختیار کرتے ہیں یا نہیں۔

۴۹٦٦ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُجَاءُ بِابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّهٗ بَذَجٌ فَيُوْقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَعْطَيْتُكَ وَخَوَّلْتُكَ وَاَنْعَمْتُ عَلَيْكَ فَمَا صَنَعْتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ جَمَعْتُهٗ وَثَمَّرْتُهٗ وَتَرَكْتُهٗ اَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِيْ اٰتِكَ بِهٖ كُلِّهٖ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَرِنِيْ مَا قَدَّمْتَ فَيَقُوْلُ رَبِّ جَمَعْتُهٗ وَثَمَّرْتُهٗ وَتَرَكْتُهٗ اَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِيْ اٰتِكَ بِهٖ كُلِّهٖ فَاِذَا عَبْدٌ لَّمْ يُقَدِّمْ خَيْرًا فَيُمْضٰى بِهٖ اِلَى النَّارِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَضَعَّفَهٗ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزِ قیامت انسان بھیڑ کے بچے[1] کی طرح لاکر بارگاہِ الٰہی میں کھڑا کیا جائے گا، رب تعالیٰ اس سے فرمائے گا میں نے تجھے نعمتیں[2] دیں، خدام[3] دیئے، بہت سے انعامات[4] کیے، تو تو نے کیا کیا[5]؟ وہ عرض کرے گا یارب! میں نے جمع کیں، انھیں بڑھایا[6]، جتنا تھا اسے زیادہ کرکے چھوڑا مجھے لوٹا دے میں تیری بارگاہ میں سارا پیش کردوں۔ رب تعالیٰ فرمائے گا مجھے یہ بتا تو نے آگے کیا بھیجا[7]؟ عرض کرے گا میں نے جمع[8] کیا، بڑھایا اور زیادہ کرکے چھوڑ آیا تو مجھے لوٹا دے تاکہ میں وہ تمام لے آؤں اور وہ ایسا بندہ ہوگا جس نے کوئی بھلائی آگے نہ بھیجی[9] ہوگی، تو اسے آگ کی طرف لیجایا جائے گا۔ (ترمذی نے اسے روایت کرکے ضعیف[10] کہا)

[1] کمزوری، صغف میں بَذَج بھیڑ کی اولاد، عُتُود بکری کے بچے، اس کی جمع بِذجان ہے

[2] مال واشیاء

[3] تخویل، صراح میں اس کا معنی کسی کو چیز دینا ہے جب کوئی شے کسی کو دے تو کہا جاتا ہے خَوَّلَہٗ الشَّیْئَ۔

[4] یہ سابقہ تمام نعمتوں کو شامل ہے۔

[5] تو نے اسے کیسے استعمال کیا؟ کیا تو شکر گزار بندہ بنا؟

[6] تجارت وغیرہ کے ذریعے، تثمیر، مال کا بڑھانا اور زیادہ کرنا ہوتا ہے

[7] وہ دنیوی مال تجھے اب کیا فائدہ دے گا؟ کچھ آگے بھیجا ہے تو وہ مجھے دکھا ۔

[8] آگے کے لیے کچھ بھیجا نہ ہوگا لہٰذا شرمندہ ہوگا اور جواب بھی سوال کے مطابق نہیں کیونکہ اس موقع پر گناہگار اور مبہوت شخص کی یہی کیفیت ہوتی ہے اور جب معقول عذر نہ ہو تو معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے

[9] ضمیر ۔ مال کثیر

[10] کیونکہ اس کی سند میں ضعف ہے ۔

۴۹۶۷ ۴۲ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ مَا يُسْاَلُ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ النَّعِيْمِ اَنْ يُّقَالَ لَهٗ اَلَمْ نُصِحَّ جِسْمَكَ وَنُرْوِكَ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، روز قیامت بندے سے جن نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، ان میں سے پہلا یہ ہوگا کہ ہم نے تجھے صحت و تندرستی[1] نہ دی تھی؟ اور کیا ہم نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیر نہ کیا تھا؟

(ترمذی)

[1] تندرستی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، ایک بزرگ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے اپنے مرید سے فرمایا: اے بیٹے! ٹھنڈا پانی پیا کر کیونکہ یہ شکر گزاری کا ذریعہ ہے اور مجھے اپنے والدِ گرامی کے بارے میں یاد آتا ہے کہ جب وہ ٹھنڈا پانی پیتے تو بے خود ہو جاتے اور کافی دیر کے بعد اُن کی طبیعت بحال ہوتی، تو کہتے سبحان اللہ! یہ کیا ہے؟ یہ عظیم جوہر ہے اور ایسی عالم ذوق و توحید سے مست ہو کر ایسی باتیں کہتے کہ کیا بتاؤں؟

۴۹۶۸ ۴۳ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْاَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ وَعَنْ مَّالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، روز قیامت انسان کے قدم نہ ہٹیں[1] گے حتیٰ کہ اس سے پانچ اشیاء[2] کے بارے میں سوال کیا جائے گا ۔ عمر کے بارے میں کہ کیسے[3] خرچ کی؟ جوانی کے بارے میں کہ کیسے[4] گذاری؟ مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور جاننے کے بعد[5] کیا عمل کیا؟

(ترمذی نے اسے روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے)

[1] وہ بارگاہِ خداوندی میں کھڑا رہے گا ۔

[2] کن کاموں میں بسر کی ۔

[3] جوانی لباس کی مانند ہے گزرنے کے ساتھ پُرانی ہو جاتی ہے ۔
[4] اپنے علم کے مطابق عمل نہ کیا ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۴۹۶۹ ۲۴ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ اِنَّكَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِّنْ اَحْمَرَ وَلَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَهٗ بِتَقْوٰی ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

تیسری فصل

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں ، کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : تم کسی عجمی[1] یا عربی[2] سے بہتر نہیں ہو مگر یہ کہ تم تقوٰی سے بڑھ جاؤ[3]

(مسند احمد)

[1] عجمی کو احمر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس رنگ میں سرخی وسفیدی غالب ہوتی ہے ۔
[2] عربی کو اسود کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے رنگ میں سبزی اور سیاہی کا غلبہ ہوتا ہے
[3] فضیلت حقیقی تقوٰی اور عمل صالح سے حاصل ہوتی ہے ۔ تقوٰی اور عمل صالح کے بغیر محض نسب فضیلت کا سبب نہیں بن سکتا ، اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے " اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ " ، (اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سے وہ زیادہ مکرم ہے جو تم سب سے زیادہ متقی ہو)

۴۹۷۰ ۲۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا زَهِدَ عَبْدٌ فِی الدُّنْیَا اِلَّا اَنْبَتَ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فِیْ قَلْبِهٖ[1] وَاَنْطَقَ بِهَا لِسَانَهٗ وَبَصَّرَهٗ عَیْبَ الدُّنْیَا وَدَآءَهَا وَدَوَآءَهَا وَاَخْرَجَهٗ مِنْهَا سَالِمًا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ ۔

(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

اور انھی سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ، جب بندہ دنیا سے بے رغبتی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں حکمت[1] کا چشمہ جاری کر دیتا ہے ۔ اس سے اس کی زبان میں گویائی عطا کرتا ہے ، اسے دنیا کے عیوب[2] اس کی بیماریاں اور اس کے علاج سے آگاہ کر دیتا ہے اور اسے دنیا سے سلامتی کے ساتھ[3] جنّت کی طرف لے جاتا ہے

(بیہقی ، شعب الایمان)

[1] اس سے مراد حقائقِ اشیاء کا علم ہے
[2] دنیا کی حقیقت اس کے عیوب پر اُسے عین الیقین حاصل ہو جاتا ہے اور اسے ان تمام اسباب سے آگاہ کر دیا جاتا ہے جن کی بناء پر وہ اس دُنیا سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے ، اگرچہ پہلے بھی وہ دنیا کے عیوب سے آگاہ تھا تب ہی تو اس نے زہد اختیار کیا مگر اب تو اسے ایسا باطنی نور وصفا نصیب ہو جاتا ہے کہ اس کی حقیقت کھُل کر سامنے آجاتی ہے اگر اوّلاً اس میں کوئی تذبذب تھا تو اب اس سے بھی وہ پاک اور مبرّا ہو جاتا ہے (گویا اسے دنیا سانپ ، بچھو اور غلاظت دکھائی دیتی ہے ۔

[3] دارالسلام ، جنت ، اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اصل اور کامل سلامتی آخرت میں ہی ہے ، کسی نے درویش سے پوچھا کیا حال ہے ؟ فرمایا خیر و سلامت ہے اگر اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل فرما دیا ۔

۴۹۷۱/۴۶ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَخْلَصَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ لِلْاِيْمَانِ وَجَعَلَ قَلْبَهٗ سَلِيْمًا وَّلِسَانَهٗ صَادِقًا وَّنَفْسَهٗ مُطْمَئِنَّةً وَّخَلِيْقَتَهٗ مُسْتَقِيْمًا وَّجَعَلَ اُذُنَهٗ مُسْتَمِعَةً وَّعَيْنَهٗ نَاظِرَةً فَاَمَّا الْاُذُنُ فَقَمِعٌ وَّاَمَّا الْعَيْنُ فَمُقِرَّةٌ لِّمَا يُوْعِي الْقَلْبُ وَقَدْ اَفْلَحَ مَنْ جَعَلَ قَلْبَهٗ وَاعِيًا ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

اور انھی سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کامیاب ہوگیا وہ شخص جس نے دل کو اللہ تعالیٰ پر ایمان کے لیے خالص[1] کر دیا اور اپنے دل کو سلامت رکھا[2] ، اپنی زبان کو سچا ، دل کو مطمئن[3] ، اپنی طبیعت کو سیدھا[4] ، کانوں کو سننے والا ، آنکھ کو دیکھنے والا بنایا[5] کان تو دل کا راستہ[6] ہے ، آنکھ اس چیز کو قائم کرنے والی ہے جسے دل محفوظ[7] رکھتا ہے ، کامیاب ہوا وہ شخص جس نے اپنے دل کو حفاظت کرنے والا بنایا ۔

(مسند احمد ، بیہقی ، شعب الایمان)

[1] جس کا ایمان نفاق سے پاک ہے

[2] تمام آفات و ذمائم سے

[3] فرمانِ حق کا مطیع

[4] طبیعت کو کجروی ، باطل کی طرف مائل ہونے اور افراط و تفریط سے بچایا

[5] پروردگار کی کائنات کے حُسنِ انتظام کو دیکھتا ہے ۔

[6] قمعٌ ، قاف پر زبر یا زیر میم ساکن یا قاف پر زبر اور میم کے نیچے زیر ، وہ شے جو کسی برتن میں اس لیے رکھی جائے کہ اس کے ذریعے روغن یا شراب وغیرہ کو بہایا جائے ۔ چونکہ کان کے ذریعے حق بات دل میں اُترتی ہے اس لیے اسے قمع کہا ۔

[7] دو معانی ہو سکتے ہیں کہ دل محفوظ کرتا ہے یا وہ چیز دل کو محفوظ کر لیتی ہے اس لیے لفظ " القلب " پر دونوں حرکات رفع و نصب جائز ہوگا ۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح کان کے ذریعے بات دل میں اُترتی ہے اسی طرح آنکھ کے ذریعے بھی بات دل میں محفوظ ہوتی ہے اس کے بعد دونوں کا حاصل بیان کر دیا ۔

۴۹۷۲/۴۷ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَيْتَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُعْطِي الْعَبْدَ مِنَ الدُّنْيَا عَلٰى مَعَاصِيْهِ مَا يُحِبُّ فَاِنَّمَا هُوَ اسْتِدْرَاجٌ ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا نَسُوْا مَا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے گناہوں کے باوجود خواہش کے مطابق[1] دے رہا ہے تو یہ استدراج[2] ہے اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی[3] " پس جب وہ نصیحت بھول گئے تو ہم نے

ذُكِّرُوا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوا بِمَا اُوتُوا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

ان پر ہر شے کے دروازے کھول دیئے حتیٰ کہ جب وہ خوش ہو، اس پر ہی خوش ہو گئے تو ہم نے اچانک پکڑ لیا تو وہ متحیّر[۴] ہی رہے (مسند احمد)

[۱] با وجود گناہوں کے دُنیا دے رہا ہے۔

[۲] استدراج، اللہ تعالیٰ کی تدبیر، لغت میں استدراج، قریب کرنا، کسی کو لے جانا، اللہ تعالیٰ کے حق میں استدراج یہ ہے کہ بندہ جب بھی نافرمانی کرے تو وہ بندے کو تازہ بہ تازہ نعمت دے دے اور اسے مُہلت دے تاکہ بندہ یہ گمان کرے کہ میرے بارے میں یہ اللہ تعالیٰ کا لُطف ہے اور وہ توبہ و استغفار نہ کرے اور مغرور ہو جائے گویا درجہ بدرجہ اسے عذاب کی طرف دھکیلا جاتا ہے۔

[۳] جس میں معنی استدراج پایا جاتا ہے

[۴] "ابلاس"، متحیّر، ناامید ہونا، ابلیس اسی سے بنا ہے۔

۴۹۷۳/۴۸ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ دِيْنَارًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيَّةٌ قَالَ ثُمَّ تُوُفِّيَ اٰخَرُ فَتَرَكَ دِيْنَارَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيَّتَانِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اصحابِ صُفّہ[۱] میں سے ایک شخص فوت ہوا اور وہ ایک دینار چھوڑ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ داغ ہے پھر دوسرے فوت ہوئے تو وہ دو دینار چھوڑ گئے فرمایا یہ دو داغ ہیں۔

(مسند احمد، بیہقی، شعب الایمان)

[۱] اہلِ صُفّہ سے مراد غرباء و فقراءِ صحابہ کی وہ جماعت مراد ہے جو صُفّہ مسجد میں رہتے، صُفّہ مسجدِ نبوی کا ایک حصّہ ہے جس کی چھت کا سایہ تھا اصلاً یہی مسجد تھا، جبکہ قبلہ بیت المقدس تھا جب قبلہ کی جہت بدل گئی تو اس کو اسی حال میں رہنے دیا گیا اور صحابہ کا یہ گروہ وہاں ہی مقیم تھا، ان کی تعداد ستّر یا اسّی تھی، کبھی زیادہ ہو جاتے کبھی کم، ان کا نہ گھر تھا نہ مال و دولت، نہ اولاد، یہ مقام زہد و توکل پر بیٹھے۔ ریاضت، مجاہدہ، ذکر، تلاوتِ قرآن اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاداتِ گرامی یاد کرنے میں مشغول اور انوار و تجلیات کے حصول میں محو رہتے۔ ان کو اللہ تعالیٰ کا مہمان کہا جاتا تھا۔ اغنیاء صحابہ ان کی خدمت کرتے ہوئے انھیں کھانا بھجواتے، گھر بطور مہمان لے جاتے، ان میں سے چند کے کھانے کا انتظام خود آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے، اکثر اوقات کثرتِ طعام کا معجزہ ان کی وجہ سے معرضِ وجود میں آتا جیسا کہ ایک پیالہ دودھ کا سب کے لیے کافی ہو جاتا، اس بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انھیں میں تشریف فرما ہونے کا حکم تھا لہٰذا آپ انھی میں ہمیشہ شرف فرماتے اور خود کو انھیں میں سے شمار فرماتے اور انھیں آگاہ کر دیا کہ تمھاری آخرت میرے ساتھ ہو گی اور تم جنت میں میرے ساتھ ہو گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انھیں اصحابِ صُفّہ میں سے ہیں۔

شعر:
ہلا خوش باش کاں محبوب جاں را
بدرویشاں و مسکیناں سرے ہست
"اے دل خوش ہو جا کہ محبوب درویشوں اور مسکینوں کا ہم نشین ہے"

طائفۂ صوفیہ کا انتساب ان کی طرف اسی وجہ سے ہے، اگرچہ لفظ صوفیاء کا صفہ سے مشتق ہونا تکلف ہے، اگرچہ معنی اس کے موافق ہے۔

[2] حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انھیں میں سے ہیں۔

[3] جو انھیں کسی جگہ سے ملا تھا

[4] یہ پیشانی، پشت اور پہلو پر داغ کا ذریعہ ہے یہ اشارہ ہے اس آیتِ کریمہ کی طرف "فَتُکْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ"، (ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا)

[5] اگرچہ کوئی شخص کسی ضرورت کے پیش نظر ایک دینار یا دو دینار رکھتا ہے، شریعت میں کوئی گناہ نہیں، بلکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد خزانہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن وہ مال ممنوع ہے جس کا حق ادا نہ کیا گیا ہو، لیکن یہاں معاملہ ان لوگوں کا ہے جو تارکِ دنیا ہو کر زُہد کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ دُنیا سے آنکھیں بند کر کے اپنے مولیٰ کے قرُب کے حصول میں مشغول ہیں لہٰذا ان کا معاملہ جُدا ہے، گویا ایسے زاہد کے لیے ایک دینار بھی جمع کرنا مناسب نہیں، کیونکہ یہ اس کے دعوٰی کے خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ راوی حدیث نے یہ نہیں کہا کہ ایک صحابی کا وصال ہوا، بلکہ کہہ رہے ہیں کہ اصحاب صُفّہ میں سے ایک شخص کا وصال ہوا، یہ کام ہی بتا رہا ہے کہ ان کا تعلق ان اہلِ زُہد سے تھا جن کے لیے ہر قسم کا مال جمع کرنا منع تھا، اگرچہ دوسروں کے لیے جائز ہے۔

۴۹۷۲/۴۹ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى خَالِهٖ اَبِيْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ يَعُوْدُهٗ فَبَكٰى اَبُوْهَاشِمٍ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكَ يَا خَالِ اَوَجَعٌ يُشْئِزُكَ اَمْ حِرْصٌ عَلَى الدُّنْيَا قَالَ كَلَّا وَلٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ اِلَيْنَا عَهْدًا لَمْ اٰخُذْ بِهٖ قَالَ وَمَا ذَالِكَ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اِنَّمَا يَكْفِيْكَ مِنْ جَمْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْكَبٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاِنِّيْٓ اَرَانِيْ قَدْ جَمَعْتُ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے ماموں ابوہاشم[1] بن عتبہ کی بیمار پُرسی کے لیے گئے تو ابوہاشم رونے لگے[2]۔ پوچھا ماموں کون سی پریشانی رُلا رہی ہے جو کوئی تکلیف[3] ہے یا دُنیا کی حرص[4] کہنے لگے ایسا ہرگز نہیں[5] لیکن ہم سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہد لیا تھا[6] میں نے وہ اختیار نہ کیا، پوچھا وہ عہد کیا تھا؟ فرمایا میں نے حضور کو فرماتے ہوئے سنا تمھیں مال جمع کرنے میں ایک خادم، ایک سواری وہ بھی اللہ کی راہ میں کافی ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے جمع کیا ہے۔ (مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

[1] ان کے احوال فصلِ ثانی میں گذر چکے ہیں

[2] پریشانیوں کا اظہار کرنے لگے۔

[۳] شَأْزٌ، شین پر فتحہ، ہمزہ ساکن آخر میں زا، اس جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں زیادہ پتھر ہوں یعنی سخت جگہ، اکثر قلق واضطراب کے معنی میں آتا ہے۔ یُشْئِزُ، یا پر پیش، سین ساکن، ہمزہ کے نیچے کسرہ یعنی قلق واضطراب پیدا کرنا۔

[۴] جو چاہتے ہو آپ کے پاس موجود ہے پھر کیوں پریشانی ہے؟

[۵] جو آپ نے وجہ بیان کی ہے وہ ہرگز پریشانی کا سبب نہیں

[۶] صحابہ کو آپ نے نصیحت فرمائی تھی۔

[۷] صحابی کی گفتگو کتنی خوبصورت ہے جب نصیحت کی بات کی تو جمع کے الفاظ لائے کہ حضور نے ہم سب کو نصیحت کی تھی مگر جب کوتاہی کا تذکرہ آیا تو صرف اپنا ذکر کیا کہ میں اس پر عمل پیرا نہ ہو سکا۔

[۸] میں نے ہر قسم کا مال جمع کر لیا ہے۔

۴۹۷۵ ۵۰ وَعَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ قُلْتُ لِأَبِي الدَّرْدَاءِ مَا لَكَ لَا تَطْلُبُ كَمَا يَطْلُبُ فُلَانٌ فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ أَمَامَكُمْ عَقَبَةً كَئُوْدًا لَا يَجُوْزُهَا الْمُثْقِلُوْنَ فَأُحِبُّ أَنْ أَتَخَفَّفَ لِتِلْكَ الْعَقَبَةِ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت اُمِّ درداء[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اَبُودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کیا وجہ ہے کہ تم اس طرح سوال[۲] نہیں کرتے جس طرح فلاں کرتا ہے؟ فرمایا: میں[۳] نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تمھارے لیے سخت چوٹیاں[۴] ہیں جنھیں بھار والے لوگ طے نہ کر سکیں گے میں چاہتا ہوں کہ ان چوٹیوں کے لیے ہلکا رہوں[۵]۔ (بیہقی)

[۱] یہ حضرت ابُودرداء کی اہلیہ ہیں، فاضلہ صحابیات میں سے ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

[۲] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اپنے دیگر دوستوں سے۔

[۳] میرے سوال نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ

[۴] سخت دشوار چوٹیاں ہیں۔ عَقَبَہ، عین اور قاف پر زبر، پہاڑ کی بلند چوٹی، یہاں آخرت کے معاملات، موت حشر، قبر، قیامت کی ہولناکیاں مراد ہیں۔

[۵] چاہتا ہوں کہ میں تیزی سے گزر جاؤں۔

۴۹۷۶ ۵۱ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مِنْ أَحَدٍ يَمْشِيْ عَلَى الْمَاءِ إِلَّا ابْتَلَّتْ قَدَمَاهُ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ كَذٰلِكَ صَاحِبُ الدُّنْيَا لَا يَسْلَمُ مِنَ الذُّنُوْبِ۔ (رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ایسا شخص ہو سکتا ہے جو پانی پر چلے مگر اس کے قدم تر نہ ہوں؟ عرض کیا یا رسول اللہ! نہیں[۱]۔ فرمایا: دنیا دار[۲] گناہوں سے نہیں بچ سکتا (بیہقی شعب الایمان)

[۱] ضرور تر ہوں گے

[2] جو دنیا میں ملوث ہوگیا، وہ گناہوں میں پڑ گیا۔

۴۹۷۷/۵۲ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنْ اَجْمَعَ الْمَالَ وَاَكُوْنَ مِنَ التَّاجِرِيْنَ وَلٰكِنْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنْ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ عَنْ اَبِيْ مُسْلِمٍ۔

حضرت جبیر[1] بن نفیر سے مرسلاً مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر یہ وحی نہیں آئی کہ میں مال جمع کروں اور تاجر بن جاؤں[2]۔ ہاں! یہ وحی آئی ہے کہ میں اپنے رب کی تسبیح[3] کرتا رہوں اور ساجد بنوں اور اپنے رب کی عبادت کروں، یہاں تک کہ آخری وقت آجائے۔ (شرح السنہ، ابونعیم نے اسے حلیہ میں ابومسلم سے روایت کیا ہے)

[1] دونوں بصورت تصغیر ہیں۔ جبیر جیم اور باء نفیر نون اور فاء، تابعی ہیں انھوں نے حضور کی ظاہری حیات کو پایا مگر خلافت حضرت ابوبکر میں مسلمان ہوئے ۷۵ھ یا اسی ہجری میں ان کا وصال ہوا۔

[2] جو مال جمع کرتے اور بڑھاتے ہیں

[3] ہمہ وقت عبادت میں مشغول رہوں یہاں تک کہ عمر کا آخری لمحہ آجائے تو اس صورت حال میں مجھے تجارت بیع وشراء کی کہاں فرصت۔ البتہ حسب ضرورت جو کافی ہوجائے، اس کے لیے کوشش کرتا رہوں اور وہ بھی جب حسن نیت سے ہو تاکہ اللہ کی عبادت وذکر وفکر کروں گا تو عبادت ہے۔

۴۹۷۸/۵۳ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا اِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَسَعْيًا عَلٰى اَهْلِهٖ وَتَعَطُّفًا عَلٰى جَارِهٖ لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَوَجْهُهٗ مِثْلُ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا مُكَاثِرًا مُفَاخِرًا مُرَائِيًا لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حلال دنیا[1] (روزی) تلاش کی، تاکہ گداگری[2] سے بچے، اپنے گھر والوں کی خدمت اور پڑوسی کے ساتھ تعاون کرے وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح ہوگا اور جس نے حلال دنیا اس لیے طلب کی کہ مال بڑھائے، فخر وتکبر اور دکھلاوے[3] کے لئے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر سخت ناراض[4] ہوگا۔ (اسے بیہقی نے شعب الایمان اور ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا)۔

---

[1] اموال واسباب دنیا

[2] حرام اور گداگری سے بچنے کے لیے

ـه۳ اگر صدقہ کرتا ہے تو ریاکاری کرتا ہے۔ اس بناء پر ہم نے کہا ہے کہ ریا عبادت اور عملِ خیر میں ہوتی اس کے علاوہ میں نہیں۔ پس نفسِ مال میں فخر ہو گا ریا نہیں۔

ـه۴ اے عزیز! جب حلال مال کا حصول فخر و تکبر کی بناء پر ہو تو یہ حال ہے تو مال حرام کے حصول پر کیا حال ہو گا۔

۴۹۷۹/۵۴ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْخَيْرَ خَزَآئِنُ لِتِلْكَ الْخَزَآئِنِ مَفَاتِيْحُ فَطُوْبٰى لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ مِغْلَاقًا لِلشَّرِّ وَوَيْلٌ لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِلشَّرِّ مِغْلَاقًا لِلْخَيْرِ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خیر کے خزانے ہیں اور خزانوں کی چابیاں ـه۱ ہیں۔ بشارت اس شخص کے لیے جسے اللہ تعالیٰ نے خیر کی چابی ـه۲ اور شر کا قفل بنایا ـه۳ اور بربادی ہے اس شخص کے لیے جسے اللہ تعالیٰ نے شر کی چابی اور خیر کا تالا بنایا۔ (ابن ماجہ)

ـه۱ مراد وہ لوگ ہیں جو مال صدقہ کرتے ہیں۔

ـه۲ جسے نیکی اور مال صدقہ کرنے کی توفیق دیتا ہے۔

ـه۳ شر و بخل سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

۴۹۸۰/۵۵ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَمْ يُبَارَكْ لِلْعَبْدِ فِيْ مَالِهٖ جَعَلَهٗ فِي الْمَآءِ وَالطِّيْنِ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کے مال میں برکت نہ دی جائے، تو وہ اسے پانی اور مٹی میں خرچ کر دیتا ہے۔ (بیہقی)

ـه۱ پانی اور مٹی سے مراد عمارات ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے۔

۴۹۸۱/۵۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا الْحَرَامَ فِي الْبُنْيَانِ فَاِنَّهٗ اَسَاسُ الْخَرَابِ۔ (رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عمارت پر حرام مال خرچ نہ کرو یہ خرابی ـه۱ کی بنیاد ہے۔ (بیہقی شعب الایمان)

ـه۱ خرابیِ دین مراد ہے یا خرابی عمارت، یہاں سے یہ معلوم ہو گیا کہ مالِ حلال اگر عمارت پر خرچ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بعض شارحین نے یہ معنی بیان کیا ہے کہ اس حرام سے بچو جو عمارت بناتے وقت لازم آتا ہے اس صورت میں وہ عمارت خود حرام ہو گی اور لفظ "فی"، کا یہاں استعمال اسی طرح ہے جیسے یہ کہا جاتا ہے کہ اس ہار میں دو رطل لوہا ہے حالانکہ وہ حلقہ خود لوہا ہے نہ کہ لوہا کا ظرف، خراب سے مراد یا تو دین کی خرابی ہے، عمارت کے خراب ہونے کا بھی احتمال ہے کہ آخر اس نے خراب ہو جانا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے وہ موت کے لیے جنے گئے اور خرابی کے لیے ان کی تعمیر کی گئی (کذا فی بعض الشروح۔ لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ"۔ حدیث کا معنی یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ عمارت اس لیے نہ بنائی جائے

کہ وہاں فسق وفجور کا ارتکاب کیا جائے گا کیونکہ جس عمارت میں فسق وفجور ہو وہ برباد ہو جاتی ہے۔

۴۹۸۲/۵۷ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَّا دَارَ لَهٗ وَمَالُ مَنْ لَّا مَالَ لَهٗ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَّا عَقْلَ لَهٗ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا اس کا گھر ہے جس ف۱ کا کوئی گھر نہیں اور مال اس کا ہے ف۲ جس کا کوئی مال نہیں، اسے ف۳ وہ ہی جمع کرتا ہے جو عقل نہیں رکھتا۔ (مسند احمد، بیہقی، شعب الایمان)

ف۱ کیونکہ دنیا فانی ہے اس میں ہمیشہ اقامت اور خوشی ممکن ہی نہیں۔ پس جس نے دنیا کو اپنا گھر بنالیا گویا اس کا گھر ہی نہیں۔

ف۲ مال کا مقصد یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اچھے کاموں میں خرچ کیا جائے۔ جب شہوات اور دنیاوی لذتوں میں خرچ کر دیا تو یہ مال برباد ہے اور مال ہونے کے حکم سے باہر ہے گویا وہ مال ہی نہیں۔ بعض حواشی میں ہے کہ فنا اور حقارت کی وجہ سے دنیا کے گھر اور مال کو گھر اور مال کہا ہی نہیں جا سکتا۔ اس کا معنیٰ حاصل بھی پہلے معنی کی طرح ہی ہے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ دنیا اسی کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہیں اور مال اس کا ہے جس کا آخرت میں غنا و مال نہیں یعنی جو اس دُنیا کو اپنا گھر بنالیتا ہے اور اس پر مطمئن ہو جاتا ہے اور ہمیشہ باقی رہنے کے خیال سے دنیا کا مال جمع کرتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا (بلاشبہ وہ لوگ جو ہماری ملاقات کے امیدوار نہیں اور دنیاوی زندگی کے ساتھ راضی ہو چکے اور اس میں مطمئن ہیں) دوسرے مقام پر فرمایا اَيَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ (کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ رہے گا) تو اس کا آخرت میں نہ تو ٹھکانا ہے اور نہ ہی غنا و مال۔

ف۳ جو دُنیا کے لیے مال جمع کرتا ہے وہ شعور نہیں رکھتا "لہا" میں لام زائد ہے۔

۴۹۸۳/۵۸ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ خُطْبَتِهِ اَلْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ وَالنِّسَآءُ حَبَآئِلُ الشَّيْطٰنِ وَحُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ قَالَ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اَخِّرُوا النِّسَآءَ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ (رَوَاهُ رَزِيْنٌ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دورانِ خطبہ یہ فرماتے ہوئے سنا، شراب پینا گناہوں کو ف۱ جمع کرنا ہے۔ عورتیں شیطان کا جال ف۲ ہیں اور دنیا کی محبت تمام گناہوں کی سردار ف۳ ہے اور میں نے یہ فرماتے ہوئے بھی سنا کہ عورتوں کو ف۴ مؤخر کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے انھیں مؤخر کیا ہے۔

(رزین، بیہقی نے شعب الایمان میں اسے حضرت حسن سے مرسلاً روایت کیا کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں سے بڑھ کر ہے)

۱؎ اس میں تمام گناہ جمع ہو جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے معرضِ وجود میں آجاتے ہیں اسی وجہ سے اسے ''اُمّ الخبائث'' کہا جاتا ہے ۔ صراح میں ہے جماع الشیئ جیم کے کسرہ کے ساتھ ہے اس کا معنی کسی شے کے جمع کرنے کے ہیں ۔ کہا جاتا ہے اَلْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ (شراب گناہوں کو جمع کرنے والی ہے)

۲؎ شیطان کے شکار کرنے کے آلات و اسباب ہیں، حبائل، حبالہ کی جمع ہے ۔ جیسے کتائب وہ جال مراد ہے جس سے شکار کیا جاتا ہے ۔

۳؎ کیونکہ تمام گناہ محبتِ دنیا کی وجہ سے ہی ہوتے ہیں اگر آخرت کا خوف ہو تو گناہوں کا ارتکاب نہیں ہوتا

۴؎ اس حیثیت سے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ذکر، شہادت، جماعت اور فضیلت و مرتبہ میں مؤخر کیا ہے ۔

۴۹۸۴/۵۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَتَخَوَّفُ عَلٰی اُمَّتِی الْهَوٰی وَطُوْلُ الْاَمَلِ فَاَمَّا الْهَوٰی فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَاَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَيُنْسِی الْاٰخِرَةَ وَهٰذَا الدُّنْيَا مُرْتَحِلَةٌ ذَاهِبَةٌ وَّهٰذِهِ الْاٰخِرَةُ مُرْتَحِلَةٌ قَادِمَةٌ وَّلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تَكُوْنُوْا مِنْ بَنِی الدُّنْيَا فَافْعَلُوْا فَاِنَّكُمُ الْيَوْمَ فِیْ دَارِ الْعَمَلِ وَلَا حِسَابَ وَاَنْتُمْ غَدًا فِیْ دَارِ الْاٰخِرَةِ وَلَا عَمَلَ ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ خوف نفس کی خواہش اور لمبی امید۱؎ سے رکھتا ہوں، خواہش نفس حق سے روک دیتی ہے اور لمبی عمر کی امید آخرت کو بھلا دیتی ہے، یہ دنیا رخصت ہونے والی اور جانے والی ہے اور آخرت کوچ کرنے اور آنے والی ہے۲؎ ان میں ہر ایک کے بیٹے۳؎ ہیں اگر تم کوشش کرو تو دنیا کے بیٹے۴؎ نہ ہو کیونکہ تم آج عمل کی جگہ میں ہو جہاں حساب نہیں اور کل تم آخرت میں ہو گے جہاں عمل نہ ہو گا۵؎

(بیہقی، شعب الایمان)

۱؎ وہ آخرت کو بھولا ہوا ہے

۲؎ دنیا ہر دم جا رہی ہے اور آخرت ہر دم آ رہی ہے یہاں سے دنیا کے جلدی فنا ہونے کا مفہوم واضح ہو رہا ہے کیونکہ آخرت اگر اپنی جگہ رہے صرف دنیا ہی فنا ہو تب بھی دنیا گزر جائے گی چہ جائیکہ جب آخرت بھی بڑھ رہی ہو تو اب دنیا کے جلدی اختتام کا مفہوم زیادہ واضح ہے ۔

۳؎ تابع اور محکوم مراد ہیں

۴؎ اس کے تابع، طالب اور محکوم نہ ہو ۔

۵؎ اور حساب ہو گا ۔

۴۹۸۵/۶۰ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ ارْتَحَلَتِ الدُّنْيَا مُدْبِرَةً وَّارْتَحَلَتِ الْاٰخِرَةُ مُقْبِلَةً وَّلِكُلٍّ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دُنیا کوچ کرتے ہوئے پیٹھ۱؎ پھیر رہی ہے اور آخرت کوچ

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ فَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَآءِ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَآءِ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَّلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَّلَا عَمَلَ ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ تَرْجَمَةِ بَابٍ)

کرتے ہوئے سامنے آرہی[2] ہے ان میں سے ہر ایک کی اولاد ہے تم آخرت کے بیٹے بنو، دنیا کے نہ بنو، کیونکہ آج عمل ہے اور حساب نہیں اور کل حساب ہوگا عمل نہ ہوگا (اسے بخاری[3] نے ایک باب کا عنوان بنایا ہے)

[1] دنیا ہماری طرف پشت کرنے والی ہے "مُدْبِرَةٌ" بمعنی ذَاهِبَةٌ" ہے جیسا کہ سابقہ حدیث میں آیا ہے

[2] اس کا معنی ہماری طرف ہے

[3] امام بخاری نے اسے موقوفاً بیان کیا، حدیث جابر کے مضمون سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ مرفوع ہے کیونکہ دونوں کا مضمون ایک ہی ہے۔

۴۹۸۶ وَعَنْ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ يَوْمًا فَقَالَ فِيْ خُطْبَتِهٖ اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَّاْكُلُ مِنْهُ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ اَلَا وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ اَجَلٌ صَادِقٌ وَّيَقْضِيْ فِيْهَا مَلِكٌ قَادِرٌ اَلَا وَاِنَّ الْخَيْرَ كُلَّهٗ بِحَذَافِيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ اَلَا وَاِنَّ الشَّرَّ كُلَّهٗ بِحَذَافِيْرِهٖ فِي النَّارِ اَلَا فَاعْمَلُوْا وَاَنْتُمْ مِّنَ اللّٰهِ عَلٰى حَذَرٍ وَّاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مَعْرُوْضُوْنَ عَلٰى اَعْمَالِكُمْ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ

(رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا آگاہ رہو دنیا بے ثبات[1] سامان ہے جس سے نیک و بد[2] سب کھاتے ہیں۔ سنو آخرت سچی میعاد[3] ہے جس میں قدرت والا مالک فیصلہ فرمائے گا' آگاہ رہو کہ ساری خوبیاں اپنے کناروں[4] سمیت جنت میں ہیں۔ آگاہ رہو کہ تمام مصیبت اپنے کناروں سمیت آگ میں ہے' اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے[5] عمل کیا کرو اور جان لو کہ تم اپنے اعمال پر پیش کیے جاؤ گے' پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔

(امام شافعی)

[1] طیبی کہتے ہیں کہ حاضر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس میں ثبات نہ ہو اور صراح میں اس کا ترجمہ مال دنیا کیا گیا ہے۔

[2] مومن و کافر، فاسق و فرمانبردار تمام کے تمام دنیاوی رزق سے حصہ پاتے ہیں۔

[3] آخرت متحقق اور ثابت ہے۔

[4] انواع واقسام

[5] یا اس بات سے ڈرو کہ عمل قبول بھی ہوتا ہے یا نہیں

[6] یہاں قلب ہے یعنی تمھارے اعمال تم پر پیش کیے جائیں گے، یا یہ معنی ہے کہ تمھیں تمھارے اعمال کے مطابق

بارگاہِ خداوندی میں پیش کیا جائے گا ۔

۴۹۸۷/۶۲ وَعَنْ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَأْكُلُ مِنْهَا الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ وَإِنَّ الْاٰخِرَةَ وَعْدٌ صَادِقٌ يَحْكُمُ فِيْهَا مَلِكٌ عَادِلٌ قَادِرٌ يُحِقُّ فِيْهَا الْحَقَّ وَيُبْطِلُ الْبَاطِلَ كُوْنُوْا مِنْ أَبْنَاءِ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ أَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَإِنَّ كُلَّ أُمٍّ يَتْبَعُهَا وَلَدُهَا (رَوَاهُمَا أَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ)

حضرت شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اے لوگو! یہ دنیا غیر ثابت شے ہے اس سے نیک و بد دونوں کھاتے ہیں اور آخرت سچ اور حق ہے اس میں مالک عادل اور قدرت والا فیصلہ کرے گا حق کو ثابت اور باطل کو ختم کر دے گا آخرت کے بیٹے بنو، دنیا کے بیٹے نہ بنو کیونکہ ہر فرزند اپنی والدہ کی اتباع[1] کرتا ہے ۔
(ابو نعیم، حلیہ)

۱؎ پس جو شخص آخرت کے تابع ہوگا وہ اس کو سامنے رکھتے ہوئے عمل کرے گا اور جو دنیا کا بندہ ہوگا وہ اسی میں پھنسا رہے گا ۔

۴۹۸۸/۶۳ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ إِلَّا وَبِجَنْبَتَيْهَا مَلَكَانِ يُنَادِيَانِ يُسْمِعَانِ الْخَلَائِقَ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ يَا أَيُّهَا النَّاسُ هَلُمُّوْا إِلٰى رَبِّكُمْ مَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ وَأَلْهٰى. رَوَاهُمَا أَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج دو فرشتوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے وہ آواز دے کر جن و انس کے علاوہ[1] ہر مخلوق کو سناتے ہیں ۔ لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ، جو تھوڑا[2] اور کافی ہے وہ اس سے اچھا ہے جو زیادہ ہو اور غافل کر دینے والا ہو ۔ (ابو نعیم، حلیہ)

۱؎ ابتلاء کی وجہ سے یہ نہیں سنتے ۔

۲؎ یعنی وہ رزق جو کم مگر کافی ہو، وہ اس رزق سے بہتر ہے جو زیادہ ہو مگر عبادتِ خدا سے غافل کر دے، یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ مقصد لوگوں کو متوجہ کرنا ہے تو جب انھوں نے اس ندا کو سنا ہی نہیں، تو یہ مقصد کیسے حاصل ہوا؟ اس کے جواب میں یہی کافی ہے کہ ہمیں جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگاہ کر دیا ہے تو ہم نے سن لیا ہے ۔

۴۹۸۹/۶۴ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهٖ قَالَ إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ مَا قَدَّمَ وَقَالَ بَنُوْ اٰدَمَ مَا خَلَّفَ ۔
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آدمی فوت ہوتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں تو نے آگے[1] کیا بھیجا ہے؟ انسان کہتے ہیں پیچھے کیا چھوڑا ہے[2]
(بیہقی شعب الایمان)

۱؎ نیک اعمال میں سے ۔

۲؎ فرشتوں کی نظر نیک اعمال پر اور آدمیوں کی نظر مال پر ہوتی ہے ۔

۴۹۹۰ ۶۵ وَعَنْ مَالِكٍ اَنَّ لُقْمَانَ قَالَ لِابْنِهٖ[1] يَا بُنَيَّ اِنَّ النَّاسَ قَدْ تَطَاوَلَ عَلَيْهِمْ مَا يُوْعَدُوْنَ وَهُمْ اِلَى الْاٰخِرَةِ سِرَاعًا يَذْهَبُوْنَ وَاِنَّكَ قَدِ اسْتَدْبَرْتَ الدُّنْيَا مُنْذُ كُنْتَ وَاسْتَقْبَلْتَ الْاٰخِرَةَ وَاِنَّ دَارًا تَسِيْرُ اِلَيْهَا اَقْرَبُ اِلَيْكَ مِنْ دَارٍ تَخْرُجُ مِنْهَا۔ (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

حضرت مالک سے روایت ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے[1] سے کہا: اے بیٹے! لوگوں پر جزا اور سزا کا معاملہ[2] دراز ہوگیا ہے اور وہ آخرت کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہے ہیں اور تم جب سے پیدا ہوئے ہو دنیا کو پیچھے چھوڑ رہے ہو اور آخرت کی طرف جا رہے[3] ہو اور وہ گھر جس کی طرف تم جا رہے ہو اس سے زیادہ قریب ہے جس سے تم نکل رہے[4] ہو۔ (رزین)

[1] اپنے بیٹے کو بطور نصیحت کہا۔

[2] قیامت اور جزا و سزا مراد ہے کیونکہ انہی کا وعدہ ہے۔

[3] جب آخرت کی طرف توجہ ہے تو دُنیا چھوٹ گئی۔

[4] واقعۃً یہاں سے آدمی نکل جاتا ہے وہ ہر مقام، ہر گھڑی، اور ہر قدم پر مزید دور ہوجاتا ہے اور جس کی طرف انسان روانہ ہوتا ہے وہ قریب ہوتا جاتا ہے اور ایک دن آتا ہے کہ وہ سفر ختم ہوجاتا ہے

۴۹۹۱ ۶۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النَّاسِ اَفْضَلُ قَالَ كُلُّ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ صَدُوْقِ اللِّسَانِ قَالُوْا صَدُوْقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُهٗ فَمَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ قَالَ هُوَ النَّقِيُّ وَالتَّقِيُّ لَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَلَا بَغْيَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا ہر سالم دل والا اور سچی زبان والا عرض کیا گیا ہم سچی زبان والے کو جانتے ہیں[1]۔ مگر سالم دل والے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ایسا ستھرا جس پر نہ گناہ ہو نہ بغاوت نہ کینہ نہ حسد[2]۔ (ابنِ ماجہ، بیہقی شعب الایمان)

[1] جو کبھی جھوٹ نہ کہے اور اس کی زبان پر سوائے سچ کے کچھ نہ ہو

[2] نہ ظالم ہو

[3] لفظ "مخموم"، "خم" سے بنا ہے جس کا معنی زمین اور کنوئیں سے گرد و غبار کا صاف کرنا ہے کہا جاتا ہے، خَمَّ البیت وَاَخمّہٗ اس نے گھر میں جھاڑو دیا۔ خمامہ خاء کے پیش کے ساتھ وہ مٹی جو جھاڑو دینے سے اکٹھی ہو۔
ممکن ہے صحابہ اس لفظ کے معنی سے آگاہ نہ ہوں کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آپ گفتگو میں ایسا لفظ استعمال فرماتے جو صحابہ اہل زبان اور فصاحت و بلاغت میں کمال کے باوجود اسے اور اس کے معنی سے آگاہ نہ ہو پاتے جیسا کہ حمی الوطیس (جنگ سخت ہوگئی) یا لغت کے لحاظ سے اس کے معنی سے آگاہ ہوتے مگر اس کے معنی کا تعین نہ کر پاتے تو اس پر

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی تفصیل فرما دیتے یہ احتمال واضح تر ہے۔

۴۹۹۲/۶۷ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ اِذَا كُنَّ فِيْكَ عَلَيْكَ مَا فَاتَكَ الدُّنْيَا حِفْظُ اَمَانَةٍ وَّصِدْقُ حَدِيْثٍ وَّحُسْنُ خَلِيْقَةٍ وَّعِفَّةٌ فِيْ طُعْمَةٍ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تیرے اندر چار چیزیں ہیں تو دنیا[1] تجھ سے فوت ہو جائے تب بھی کوئی حرج نہیں[2]، حفاظت امانت[3]، سچی بات، اچھی عادت[4]، کھانے میں عفت[5]۔

(مسند احمد، بیہقی شعب الایمان)

[1] جب اخروی نعمتوں کی بنیاد حاصل ہو اور نفس ان کی وجہ سے نورانی اور باکمال ہو کر اس کے ذریعے آخرت کے ثواب اور نعمتوں کو حاصل کرے تو ایسی صورت میں اگر دنیوی نعمتیں، شہوات اور لذات نہیں ملتیں تو کیا غم؟ بلکہ ان کے ہونے میں کمال لطافت اور نورِ جمال میں خلل اور نقص کا امکان ہو سکتا ہے۔ شاید یہ بات آپ نے اہلِ معرفت کے قلوب کی تسلی اور تشفی کے لیے فرمائی ہو کیونکہ بعض اوقات بتقاضائے بشریت ان کی توجہ دنیا کی طرف ہو جاتی ہے۔

[2] ان چار چیزوں کی تفصیل

[3] اپنے پروردگار، اس کے بندوں کے اور اپنے نفس کے حقوق کی ادائیگی

[4] نیک طبیعت اور پاکیزہ فطرت مراد ہے جیسا کہ گزشتہ الفاظ خَلِيْقَةٌ مُّسْتَقِيْمَةٌ کے تحت گزرا ہے۔

[5] لقمۂ حرام سے اجتناب، قدر ضرورت پر اکتفا اور کھانے میں کثرت نہ کرنا۔

۴۹۹۳/۶۸ وَعَنْ مَّالِكٍ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّهٗ قِيْلَ لِلُقْمَانَ الْحَكِيْمِ مَا بَلَغَ بِكَ مَا نَرٰى يَعْنِي الْفَضْلَ قَالَ صِدْقُ الْحَدِيْثِ وَاَدَاءُ الْاَمَانَةِ وَتَرْكُ مَا لَا يَعْنِيْنِيْ۔

(رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّا)

امام مالک سے روایت ہے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حضرت لقمان حکیم سے پوچھا گیا کہ آپ کو اس بزرگی کے مقام پر کس چیز نے پہنچایا، فرمایا بات کی سچائی ادائیگی امانت، بیکار کام کا چھوڑنا[1]

(الموطا، امام مالک)

[1] ہر وہ کام جو میری ضرورت نہ تھا اُسے ترک کر دیا، اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ حکمت سچ بات کہنا اور نیک کردار کا نام ہے۔

فائدہ: ۔ حضرت لقمان، حضرت ایوب علیہ السلام کے خواہر زادہ یا خالہ کے بیٹے ہیں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا نہیں، صحیح یہی ہے کہ وہ ولی اور حکیم تھے یہ بیان ہوا ہے کہ انھوں نے ایک ہزار نبی کی خدمت کی اور ان سے استفادہ کیا۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت لقمان نہ نبی تھے اور نہ بادشاہ، ایک سپاہی تھے جو بکریاں چراتے اللہ تعالیٰ نے انھیں منتخب فرما لیا انھیں حکمت، دانائی اور بلند عقل بخشی اور اپنی مبارک کتاب قرآن مجید میں ان کا ذکر کیا۔

۴۹۹۴/۶۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجِیْءُ الْاَعْمَالُ فَتَجِیْءُ الصَّلٰوةُ فَتَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنَا الصَّلٰوةُ فَیَقُوْلُ اِنَّكِ عَلٰی خَیْرٍ فَتَجِیْءُ الصَّدَقَةُ فَتَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنَا الصَّدَقَةُ فَیَقُوْلُ اِنَّكِ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ تَجِیْءُ الصِّیَامُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنَا الصِّیَامُ فَیَقُوْلُ اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ تَجِیْءُ الْاَعْمَالُ عَلٰی ذٰلِكَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ تَجِیْءُ الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنْتَ السَّلَامُ وَاَنَا الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ بِكَ الْیَوْمَ اٰخُذُ وَبِكَ اُعْطِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ كِتَابِهٖ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمام اعمال[1] آئیں گے، نماز آئے گی عرض کرے گی اے میرے رب![2] میں نماز ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو خیر پر[3] ہے۔ صدقہ آئے گا عرض کرے گا یا رب میں صدقہ[4] ہوں رب فرمائے گا تو بھی خیر پر[5] ہے پھر روزے آکر عرض کریں گے یا رب[6] ہم روزے ہیں رب کریم فرمائے گا تم خیر پر ہو پھر باقی اعمال بھی اسی طرح آئیں گے رب تعالیٰ فرمائے[7] گا تم خیر پر ہو[8] پھر اسلام[9] آئے گا عرض کرے گا یا رب تو سلام[10] ہے اور میں اسلام ہوں رب تعالیٰ فرمائے گا تو بھلائی پر[11] ہے آج تیری وجہ سے میں گرفت کرونگا اور تیری وجہ سے عطا کروں گا[12]۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی دین تلاش کریگا اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان والوں میں سے ہے

[1] تمام بندوں کے اعمال بارگاہِ خداوندی میں آجائیں گے تاکہ وہ ان کے خلاف حجت یا ان کے حق میں شفاعت کریں، اعمال کی آمد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حسین وجمیل صورت ہو گی جیسا کہ بعض احادیث و آثار سے مفہوم ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اعراض آئیں اور وہ گفتگو کریں یا اس سے اعمال کے وجود کا استحضار اور بندے کا ان کے ساتھ متصف ہونا مراد ہے۔

[2] تیری بارگاہِ لطف میں اِس بندے کی اُس قبولیت کی بناء پر شفاعت کرتی ہوں جو مجھے تیری بارگاہ میں حاصل ہے تو نے مجھے عزت اور قرب عطا فرما کر اپنے دین کا ستون قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے "اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ" (بلاشبہ نماز بےحیائی اور برے کاموں سے منع کرتی ہے) جب میں دُنیا میں فسق وفجور سے روکنے والی تھی تو آج بھی میں امیدوار ہوں کہ میں تیرے غضب وعتاب سے اسے محفوظ کرلوں گی۔

[3] اے نماز تو خیر، فلاح اور کامیابی کی ضمانت ہے یہ احسن انداز اور نہایت ہی کرم کے ساتھ اس کی شفاعت کی قبولیت میں توقف ہے یعنی تجھے یقیناً اپنے مقام پر فضیلت اور بزرگی حاصل ہے رہا معاملہ شفاعت اور انعام کا تو وہ الگ ہے اور وہ تیرا اور تیری طرح کے دیگر تمام اعمال کی اصل، بنیاد اور جامع صفات ہے یعنی اسلام آئے گا۔ یہاں قابلِ قدر نکتہ یہ ہے کہ مقام شفاعت پر کھڑا ہونے والی وہی ذات ہو سکتی ہے جو جامعیت میں بارگاہِ الٰہی میں جامع کمالات ہو جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کہ جو اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات کی مظہر ہے آپ کے

علاوہ کوئی پیغمبر بابِ شفاعت نہیں کھولے گا اس طرح اعمال میں بھی ایسا عمل ہوگا جو خیر و کمال کی تمام صفات کو جامع ہوگا اور اس کی تفصیل حدیث کے آخر میں آ چکی ہے۔

۵۴ یعنی زکوٰۃ

۵۵ اے اللہ! میں اس بندے کی شفاعت کرتا ہوں تو نے مجھے اپنے لطف سے نوازتے ہوئے فرمایا ہے۔ اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ (صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے)

۵۶ جیسا کہ نماز کو فرمایا تھا

۵۷ اے اللہ! تو نے میرے ساتھ ایسی جزا مخصوص فرمائی ہے جس کا علم تیرے سوا کسی کو نہیں، تیرا وعدہ ہے جس نے روزہ پایا اور اس کا احترام کیا میں اسے بخش دوں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔

۵۸ اسی طریقہ پر جو ذکر ہوا

۵۹ اللہ تعالٰی ہر عمل کی شفاعت کو مؤخر رکھے گا اور اس کی درخواست کو احسن کرم کے ساتھ موقوف فرمائے گا۔

۶۰ جو تمام اعمال خیر کا جامع اور اوامر و احکام کا سرچشمہ ہے

۶۱ اے پروردگار! تیرا مبارک نام سلام ہے یعنی تو تمام نقائص، عیوب اور آفات سے سلم و منزّہ ہے اور اپنے بندوں کو تمام مصائب و تکالیف سے محفوظ فرمانے والا ہے۔ میں اسلام ہوں تیرے حکم کے تابع، خاشع اور انکساری کرنے والا ہوں تو نے فرمایا ہے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (اللہ تعالٰی کے ہاں پسندیدہ دین اسلام ہے) اسلام جامع ہونے کے ساتھ ساتھ شفاعت کی درخواست احسن انداز اور ادب سے کرے گا کہ پہلے اپنے رب کی ثناء و تعظیم کا اظہار کرے گا پھر شفاعت۔ جیسا کہ حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پہلے اپنے رب کی مخصوص ثناء کریں گے اور اس کے بعد شفاعت کا دروازہ کھولیں گے، یہاں اللہ تعالٰی کا نام سلام لیا گیا کیونکہ بندے کی شفاعت بھی مطیع ہونے کی بناء پر قبول ہوگی اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں اسلام سے مراد رضا و تسلیم اور ترکِ اختیار کا وہ مقام ہو جو اہلِ قرب اور منتخب لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جیسا کہ خلعت کے درجہ پر فائز ذات کے بارے میں فرمایا اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (جب بھی انھیں کہا جھک جاؤ عرض کیا میں جھک گیا اس رب کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے)

۶۲ اسی طرح جیسے دیگر اعمال کو فرمایا تاکہ دیگر ساتھیوں پر ترجیح و تعظیم لازم نہ آئے اور وہ بارگاہِ رحمت و قبول سے ناامید و پریشان نہ ہوں کیونکہ جزء ہو یا کل، تمام کے تمام اللہ تعالٰی کے احسان و لطف کے دریا میں غرق ہیں۔ اس کے بعد دیگر پر اسلام کو ترجیح دیتے ہوئے اس کی قبولِ بشارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے

۶۳ اب تو جو چاہتا ہے مانگ لے۔

۴۹۹۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ لَنَا سِتْرٌ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ طَيْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے ہمارے ہاں ایک پردہ تھا جس پر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ حَوِّلِيْهِ فَإِنِّيْ إِذَا رَأَيْتُهُ ذَكَرْتُ الدُّنْيَا۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

پرندوں کی تصاویر تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! انھیں ہٹا دو[1]۔ میں اسے جب دیکھتا ہوں مجھے دنیا یاد[2] آجاتی ہے۔

[1] یہ پردہ تبدیل کر دو اور یہاں سے دور کر دو۔

[2] دنیا کا سامان یاد آجاتا ہے جو میرے اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت ہی مذموم ہے۔ اے عزیز! غور کر جب دنیا کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کے دل کے تکدر اور تشویش کا ذریعہ ہے تو خود دنیا کا کیا حال ہوگا؟

۴۹۹۶ وَعَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِظْنِيْ وَأَوْجِزْ فَقَالَ إِذَا قُمْتَ فِيْ صَلٰوتِكَ فَصَلِّ صَلٰوةَ مُوَدِّعٍ وَّلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْذِرُ مِنْهُ غَدًا وَّاجْمَعِ الْإِيَاسَ مِمَّا فِيْ أَيْدِي النَّاسِ۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے نہایت ہی مختصر نصیحت[1] فرمائیے۔ آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھو تو رخصت ہونے[2] کی طرح پڑھو۔ ایسی گفتگو نہ کرو جس سے کل معذرت[3] کرنی پڑے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے خوب مایوس[4] ہو جاؤ۔

[1] یعنی جو نہایت ہی جامع ہو۔

[2] اس شخص کی طرح پڑھو جو اللہ کے سوا تمام مخلوق اور نفس کو چھوڑنے والا ہے، اور اس طرح اخلاص، توکل اور توجہ تام میں اپنے مولیٰ کی طرف یکسو ہو کہ دنیا سے رخصت ہونے والا ہے اور یہ تیری آخری نماز ہے اور تیری عمر کا آخری وقت ہے اسی لیے بزرگوں کی وصیتوں میں موجود ہے کہ طالب کو چاہیے وہ ہر نماز کو اپنی عمر کی آخری نماز تصور کرے جب ایسا سمجھے گا تو یقیناً نماز میں ذوق، حضورِ قلب اور تعدیلِ ارکان ہوگا۔

[3] کل قیامت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی مانگنی پڑے یا مطلق گفتگو مراد ہے خواہ اپنے دوستوں کے ساتھ ہو یا دیگر مسلمانوں کے ساتھ یعنی ایسی گفتگو ہی نہ کرو جس پر پشیمان ہو کر معذرت کرنی پڑے۔

[4] ان سے ناامیدی پر عزم مصمم کرے اور کبھی لالچ نہ کرے۔

۴۹۹۷ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْصِيْهِ وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ تَحْتَ رَاحِلَتِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ يَا مُعَاذُ إِنَّكَ عَسٰى أَنْ لَّا تَلْقَانِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا أَوْ لَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا وَ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں یمن[1] روانہ فرمایا تو آپ انھیں الوداع کہنے کے لیے نکلے آپ نے انھیں وصیت فرمائی اس حال میں کہ معاذ سوار اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدل چل رہے[2] تھے جب فارغ ہوئے تو فرمایا اے معاذ! اس سال کے بعد شاید تو مجھے نہ مل سکے

قَبْرِیْ فَبَکٰی مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَاَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ نَحْوَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ کَانُوْا وَ حَيْثُ کَانُوْا ۔

(رَوَی الْاَحَادِيْثَ الْاَرْبَعَةَ اَحْمَدُ)

اور شاید تو آئے تو میری یہ مسجد ہو گی اور میری قبر، حضرت معاذ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس جدائی و فراق کے صدمے[3] میں رو پڑے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس ہوئے، چہرہ اقدس مدینہ طیبہ کی طرف تھا تو فرمایا میرے سب سے قریب وہ شخص ہیں جو صاحب تقویٰ ہیں جو بھی ہوں[4] اور جہاں بھی ہوں

(یہ چار روایات[5] مسند احمد میں ہیں[5])

[1] قاضی بنا کر

[2] معاذ کی سواری کے ساتھ ساتھ، اس سے واضح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاذ کی عظمت و شان کا اہتمام فرمایا، اس میں اس پر بھی تنبیہ ہے کہ اگر سربراہ اپنے کسی صاحب منصب کا احترام کرے تو یہ اس کے احکام کے نفاذ کے لیے بڑا ہی بہتر ہوتا ہے لوگ اس کا احترام بجا لائیں گے ۔

[3] جَشَعًا ۔ جیم اور شین دونوں پر فتحہ ۔ طیبی میں اس کا معنی محبوب کے فراق میں آنسو بہانا ہے اور صراح میں ہے کہ اس کا معنی حرص کا غالب آنا اور سخت آرزومند ہونا ہے ۔

[4] وہ لوگ جو بھی ہوں جس جگہ کے بھی ہوں ، یہ حضرت معاذ کے لیے وصیت اور تسلی ہے کہ تقویٰ کی راہ پر قائم رہو میرے فراق پر غم نہ کر اگر تو صاحب تقویٰ رہا تو خواہ صورۃً جدا و دور ہے مگر حقیقتاً تو میرے قریب ہے ۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے معاذ کو اپنے وصال کی خبر دی اور آگاہ کر دیا کہ جب تو واپس آئے گا تو اس شخص کی اقتداء کرے گا جو متقین میں سے میرے سب سے زیادہ قریب ہے ۔ شارحین حدیث نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلیفہ بنے ۔ حدیث میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنا معاملہ عرض کیا آپ نے فرمایا کسی وقت دوبارہ آنا تو اس خاتون نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو کیا کروں گویا وہ کہہ رہی تھی اگر آپ کا وصال ہو جائے تو پھر؟ آپ نے فرمایا اگر تو آئے اور مجھے نہ پائے تو ابوبکر سے مل لینا، اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے انتہیٰ اور چہرۂ اقدس کو مدینہ طیبہ کی طرف پھیرنا اس معنی کی تائید کرتا ہے ، ورنہ حضرت معاذ کی تسلی کے لیے چہرۂ اقدس کو اس طرف پھیرنے کا کیا معنی ؟

[5] حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر اس حدیث تک ۔

۴۹۹۸ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ۔

يَهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لِتِلْكَ مِنْ عَلَمٍ يُعْرَفُ بِهٖ قَالَ نَعَمْ اَلتَّجَافِيْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

اللہ تعالیٰ جس شخص کی ہدایت[1] کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب نور سینے میں داخل ہوجاتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا ایسی کوئی نشانی ہے جس سے اس نور کی معرفت ہوجائے؟ فرمایا ہاں! دنیا سے دور رہنا، آخرت کی طرف متوجہ ہوجانا موت سے پہلے اس کی تیاری ۔

[1] یعنی اللہ تعالیٰ جس کے بارے میں چاہتا ہے کہ اسے راہ دکھائے، اپنا طریق واضح کرے اور اسے اپنی توفیق سے نوازے اس کا سینہ مسلمان ہونے کے لیے کھول دیتا ہے اس سے تردد اور تشکیک کو دور فرمادیتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے نفس کو حق کے قبول کرنے اور دل میں ایمان داخل ہونے اور ایمان کو کدورت سے پاک اور ایمان کے تمام منافی اور موانع کو دور کرکے انشراح صدر عطا کردیتا ہے کیونکہ دل ہی تمام انوار و اسرار کا مرکز و سرچشمہ ہے ۔

[2] کیونکہ فریب و مکر اور دھوکہ کی جگہ ہے، شیطان اس کی بناء پر انسان کو دھوکہ دیتا ہے ۔

[3] جو ہمیشہ کا ٹھکانہ ہے ۔

[4] ایسے اعمال کرے جو موت کے بعد کام آئے ۔

۴۹۹۹/۲۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ خَلَّادٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْعَبْدَ يُعْطٰى زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ يُلَقَّى الْحِكْمَةَ ۔

(رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو خلاد[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اسے دنیا سے بے رغبتی اور کم بولنے کی نعمت عطا کی گئی ہے تو ان کی صحبت اختیار کرو کیونکہ اسے صاحب حکمت[2] بنایا گیا ہے ۔

(ان دونوں احادیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے)

[1] خلاد ۔ خاء پر زبر، لام مشدد اصابہ میں ہے کہ صحابی ہیں ان کا نام عبدالرحمٰن ہے ۔ استیعاب میں ہے کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے ہیں ۔ امام بخاری نے ان کا تذکرہ صرف اصحاب کنیت میں کیا ہے ۔

[2] یلقی، قاف مشدد، حکمت، اچھا کردار اور راست بازی کا نام ہے ۔

۳۳۰۔ بَابُ فَضْلِ الْفُقَرَآءِ وَمَا كَانَ مِنْ عَيْشِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فضیلتِ فقراء اور نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے زندگی کیسے گذاری؟

واضح رہے کہ اہلِ علم کا اس میں اختلاف ہے کہ فقیرِ صابر بہتر ہے یا غنی شاکر۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ غنی شاکر افضل ہے کیونکہ اس کے ہاتھ سے خیرات وصدقات اور امورِ خیر زیادہ صادر ہوتے ہیں اور حدیث میں بھی اغنیاء کی شان بیان ہوئی ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ“ (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے) جیسا کہ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔ اکثر اہلِ علم کہتے ہیں کہ فقیرِ صابر افضل ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حالتِ مبارکہ یہی تھی اس باب کی تمام احادیث ان کی دلیل ہیں۔ حق یہ ہے کہ فقر اور غناء کی ماہیتِ مطلقہ میں اختلاف ہے کسی خاص معین شخص کے حوالے سے بعض اوقات غنا بہتر ہوتا ہے اور بعض اوقات جس طرح ایک حدیث میں ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر لطف کرتا ہے تو جس میں اس کی بہتری ہو وہ مال عطا کر دیتا ہے، کبھی فقر کبھی غناء، کبھی صحت، کبھی مرض اسی طرح تمام متضاد صفات کا معاملہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیرانِ پیر غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ سے پوچھا گیا، فقیرِ صابر افضل ہے یا غنی شاکر، فرمایا ان دونوں سے فقیرِ شاکر افضل ہے اس میں فقر کے افضل ہونے پر اشارہ ہے یعنی فقر ایک نعمت ہے اس پر شکر کا اظہار ہونا چاہیے یہ مصیبت نہیں کہ اس پر صبر کیا جائے۔

شیخ عالم عارف مقتدیٰ عبد الوہاب المتقی اپنے شیخ سے نقل کرتے ہیں کہ جب تک ہم سے اس بات کا اقرار نہیں لیا کہ فقر افضل ہے اس وقت تک ہمارا ہاتھ نہیں پکڑا، فرمایا کہو فقر، غنا سے افضل ہے، ہم نے کہا فقر غنا سے افضل ہے اس کے بعد ہاتھ پکڑا اور مزید فرمایا واضح رہے کہ بعض لوگ فقیر اور مسکین میں فرق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ فقیر وہ ہوتا ہے جو مالکِ نصاب نہ ہو اور مسکین وہ ہوتا ہے جو کوئی شے نہ رکھتا ہو۔ بعض نے اس کا عکس کہا ہے۔ یہاں فقراء کا لفظ فقراء و مساکین دونوں کو شامل ہے اگرچہ جو احادیث اس باب میں مذکور ہیں ان میں کہیں لفظ فقر اور کہیں مساکین آیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۵۰۰۰/۱ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا بہت سے

بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

پراگندہ بالوں والے، دروازوں سے[1] بھگاتے ہوئے اگر اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ اسے[2] یقیناً پورا کرتا ہے۔ (المسلم)

[1] حقارت کی وجہ سے، جب اندر آنے پر اتنی نفرت وحقارت ہوگی تو مجالس میں شرکت بطریقِ اولیٰ ممنوع ہوگی

[2] اگر اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مانگے اور اس پر قسم دے کہ وہ ضرور دے گا تو اس کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی بلکہ اسے پورا کر دیا جاتا ہے بعض کے نزدیک اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر وہ کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے پر قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اسے نبھاتا ہے اور اسی طرح ہی کر دیتا ہے یہ معنی زیادہ واضح ہے اور حدیث حضرت انس بن نضر کی اس حدیث کے زیادہ موافق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم پر اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا جیسا کہ باب الدیۃ میں گزر چکا ہے۔

۵۰۰۱/۲ وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَاٰى سَعْدٌ اَنَّ لَهٗ فَضْلًا عَلٰى مَنْ دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت مصعب بن سعد[1] سے مروی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سمجھا[2] کہ انھیں اپنے ماتحت پر بزرگی حاصل ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا[3] تم اپنے کمزوروں کی برکت سے ہی مدد کیے جاتے ہو اور روزی دیے جاتے ہو۔[4] (بخاری)

[1] یہ سعد بن ابی وقاص کے صاحبزادے، تابعی ثقہ اور لین الحدیث ہیں۔ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے یہ اپنے والد گرامی حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں۔ ایک سو تین ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔

[2] انھیں یہ گمان ہوا کہ کمزور اور فقراء مسلمانوں سے ہم افضل ہیں، یہ بڑے ہی صاحبِ شجاعت اور صاحب کرم وسخاوت تھے تو دل میں تصور آیا کہ ان کمزور لوگوں کی نسبت ہم نے اسلام کی زیادہ خدمت کی ہے، کیونکہ ان میں شجاعت وسخاوت کا وہ درجہ نہیں۔

[3] ان کی خود بینی کو دور کرنے کے لیے

[4] دشمنوں پر تمھاری ان کے صدقے میں مدد ہوتی ہے اور انھیں کی برکت سے تمھیں روزی دی جاتی ہے۔

۵۰۰۲/۳ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلٰى بَابِ النَّارِ فَاِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت کے دروازے پر کھڑا تھا تو وہاں اکثر داخل ہونے والے مسکین لوگ تھے اور مالدار لوگوں[1] کو روکا گیا تھا[2]۔ ماسوائے ان آگ والوں کے جن کو آگ کی طرف جانے کا حکم تھا اور میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا تھا

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

وہاں اکثر داخل ہونے والی عورتیں تھیں۔
(بُخاری ، مُسلم)

۱؎ اصحاب الجد سے مراد وہ لوگ ہیں جو صاحبِ دولت وعظمت اور صاحبِ منصب ہوں ان کو میدان محشر میں حساب وکتاب کے لیے روکا گیا ہوگا۔

۲؎ یعنی مومنین کے دو گروہ ہوں گے ایک وہ جن کو جنت میں جانے سے نہیں روکا گیا اور دوسرے وہ جن کو جنت میں داخلے سے روکا گیا ہوگا لیکن آخر تمام جنت میں جائیں گے اور کافر ایک ہی حکم سے دوزخ میں جائیں گے۔

۵۰۰۳/۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اطَّلَعْتُ فِی الْجَنَّۃِ فَرَاَیْتُ اَکْثَرَ اَھْلِھَا الْفُقَرَآءَ وَاطَّلَعْتُ فِی النَّارِ فَرَاَیْتُ اَکْثَرَ اَھْلِھَا النِّسَآءَ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جنت میں جھانکا ۱؎ تو میں نے وہاں اکثر فقراء کو دیکھا اور میں نے دوزخ میں جھانکا تو وہاں اکثر عورتوں کو دیکھا
(بخاری ، مسلم)

۵۰۰۴/۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فُقَرَآءَ الْمُھَاجِرِیْنَ یَسْبِقُوْنَ الْاَغْنِیَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَی الْجَنَّۃِ بِاَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا روز قیامت فقراء مہاجرین جنت میں غنی لوگوں سے چالیس سال ۱؎ پہلے جائیں گے ۲؎۔ (مسلم)

۱؎ خریف، معروف زمانے کا نام اور ربیع کے مقابل مستعمل ہے یہاں اس سے پورا سال مراد ہے کیونکہ یہ سال میں ایک ہی دفعہ آتا ہے اور عرب سال کی ابتداء خریف سے ہی کرتے ہیں۔

۲؎ اس حدیث سے ظاہراً یہی واضح ہے کہ یہ حکم فقراء ومہاجرین کے ساتھ ہی مخصوص ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ اغنیاء سے مراد بھی مہاجرین اغنیاء ہی ہوں گے۔ اس تخصیص کا فائدہ حدیثِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو فصلِ ثانی کی پہلی ہے میں معلوم ہوگا۔

۵۰۰۵/۶ وَعَنْ سَھْلِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَہٗ جَالِسٌ مَا رَاْیُکَ فِیْ ھٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِ النَّاسِ ھٰذَا وَاللّٰہِ حَرِیٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ یُّنْکَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ یُّشَفَّعَ قَالَ فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے اس کے بارے میں پوچھا تیری اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ عرض کیا یہ اعلیٰ ۱؎ لوگوں میں سے ہے اللہ تعالیٰ کی قسم یہ اس لائق ہے کہ اگر پیغام نکاح دے تو

ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأْيُكَ فِيْ هٰذَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ فُقَرَآءِ الْمُسْلِمِيْنَ هٰذَا حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ اَنْ لَّا يُنْكَحَ وَإِنْ شَفَعَ اَنْ لَّا يُشَفَّعَ وَإِنْ قَالَ اَنْ لَّا يُسْمَعَ لِقَوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِّلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

قبول کیا جائے، اگر سفارش[2] کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے۔ راوی[3] کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاموشی فرمائی پھر دوسرا آدمی گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں پوچھا اس کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ یہ شخص فقراء مسلمانوں میں سے ہے، یہ اس لائق ہے کہ اگر پیغام نکاح دے تو نہ قبول کیا جائے اور اگر یہ سفارش کرے تو اس کی سفارش نہ قبول کی جائے اور اگر گفتگو کرے تو نہ سنی جائے[4] تب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آدمی[5] اس (پہلے[6]) جیسے زمین بھر کے آدمیوں سے بہتر ہے۔

(بخاری، مسلم)

---

[1] یہ مال دار لوگوں میں سے ہے۔

[2] کسی کے گناہ کی معافی مانگی تو معافی دی جائے۔

[3] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[4] حقارت کی وجہ سے، اس شخص نے اس کی حقارت میں خوب مبالغہ سے کام لیا جبکہ پہلے شخص کی تعظیم میں اتنا مبالغہ نہیں کیا۔ دراصل بات یہ ہے کہ بنی نوعِ انسان کی طبیعت ایسی ہی ہے۔ دوسروں کے نقائص وعیوب میں زبان بہت تیز ہوتی ہے جو کہ کسی انسانی عظمت وکمال کے لیے نہیں ہوتی۔

[5] جس کی تو نے تحقیر کی ہے۔

[6] اس سے جس کی تو نے مدح کی ہے اگر تمام زمین ایسے اشخاص کی طرح کے اشخاص سے پُر ہو جائے جس کی تو نے سفارش کی ہے تو یہ دوسرا شخص اس سے مرتبہ اور فضیلت میں کہیں بہتر ہے۔ وَلَمْ اَرَ مِثْلَ الرِّجَالِ تَفَاوُتًا۔

۵۰۰۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِّنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور کے گھر والوں نے کبھی بھی دو دن مسلسل پیٹ بھر کر جَو کی روٹی نہیں کھائی۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔[1]

(بخاری ومسلم)

---

[1] آپ کا بھوکا رہنا اختیاری تھا، دنیا اور اس کی لذات کو ترک کر دیا تھا، اتنی روزی پر قناعت جو زندہ رکھے،

پھر فقراء و مساکین اور دیگر لوگوں کو اپنی ذات پر ترجیح دے کر ان کی حاجتوں کو پورا کیا جاتا ہے۔

۵۰۰۷/۸ وَعَنْ سَعِيْدِنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ فَدَعَوْهُ فَاَبٰى اَنْ يَّاْكُلَ وَقَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سعید مقبری[1] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں وہ ایک قوم پر گزرے جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری تھی، انھوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی تو آپ نے انکار کردیا اور فرمایا[2] اللہ کے رسول دُنیا سے تشریف لے گئے[3] حالانکہ کبھی جَو کی روٹی سے بھی سیر نہ ہوئے۔ (بخاری)

[1] المَقْبُرِیّ، با پر پیش یا زبر کبھی زیر آتی ہے، قبرستان کی طرف نسبت ہے، کیونکہ وہ اور ان کے والد قبرستان کے قریب رہتے تھے ان کی کنیت ابوسعید ہے والد کا نام کیسان ہے یہ دونوں تابعی ہیں، محدثین کا اختلاف ہے بعض انھیں صدوق بعض لاباس، بعض انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ بڑھاپے میں ان کی عقل میں اختلاط ہوگیا لہٰذا جو اختلاط سے پہلے کی مرویات ہوں گی وہ حجت ہوں گی انھوں نے اپنے والدِ گرامی، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی ہے اور ان سے امام لیث، امام مالک اور امام احمد نے روایت لی ہے۔

[2] عُذر بیان کرتے ہوئے۔

[3] جب آقا کا یہ حال ہے تو ہم یہ بھنی ہوئی بکری کیسے پسند کریں۔

۵۰۰۸/۹ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ مَشٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ وَّاِهَالَةٍ سَنِخَةٍ وَّلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعًا لَّهٗ بِالْمَدِيْنَةِ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ وَّاَخَذَ مِنْهُ شَعِيْرًا لِّاَهْلِهٖ وَلَقَدْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مَا اَمْسٰى عِنْدَ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَاعُ بُرٍّ وَّلَا صَاعُ حَبٍّ وَّاِنَّ عِنْدَهٗ لَتِسْعَ نِسْوَةٍ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں جَو کی روٹی اور پگھلی[1] ہوئی پرانی چربی لے کر آئے نبی اکرم[2] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی اور اس سے اپنے اہل کے لیے جَو لیے اور میں نے آپ کو یہ فرماتے[3] ہوئے سنا، محمد کی آل نے اس حال میں شام کی کہ ان کے پاس ایک صاع گندم اور نہ ایک صاع دانہ[4] ہے۔ حالانکہ آپ کے ہاں اس وقت نو بیویاں تھیں[5] (بخاری)

[1] اہالۃ صراح میں ہے کہ ہمزہ کے نیچے زیر ہے۔ سَنِخَۃٌ، سین پر زبر، نون کے نیچے زیر، خا، بدبودار اور فاسد ہونے والی۔

[2] یہ بھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

[3] راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس کو یہ کہتے ہوئے سنا یا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے

رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔

ف۴ کسی قسم کا کوئی غلہ وغیرہ یعنی رات کو کل کے لیے نہ ہوتا۔

ف۵ یہاں ایک اشکال ہے کہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات کو ایک سال کا غلہ ایک ہی دفعہ عطا فرما دیتے تھے اور یہ بات اس کے خلاف ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ اوائل دور کی بات ہے جب فقر مسلمانوں پر غالب تھا۔ جب وسعت ہوئی تو پھر ایک سال کا غلہ ملتا تھا۔ بعض شارحین لکھتے ہیں کہ کلام میں لفظ آل زائد آجاتا ہے مثلاً کہتے ہیں کہ آلِ فلاں اور اس سے مراد خود اس شخص کی ذات ہوتی ہے (اب مطلب یہ ہوگا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات کے لیے ذخیرہ نہ فرماتے تھے اور اگر ازواجِ مطہرات کے لیے ذخیرہ فرماتے تھے تو اس کے منافی نہیں ہے۔

۵۰۰۹/۱۰ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَا ھُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰی رِمَالِ حَصِیْرٍ لَیْسَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ فِرَاشٌ قَدْ اَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِہٖ مُتَّکِئًا عَلٰی وِسَادَۃٍ مِّنْ اَدَمٍ حَشْوُھَا لِیْفٌ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُدْعُ اللّٰہَ فَلْیُوَسِّعْ عَلٰی اُمَّتِكَ فَاِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ قَدْ وُسِّعَ عَلَیْھِمْ وَھُمْ لَا یَعْبُدُوْنَ اللّٰہَ فَقَالَ اَوَفِیْ ھٰذَا اَنْتَ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ اُولٰٓئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَھُمْ طَیِّبَاتُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ لَھُمُ الدُّنْیَا وَلَنَا الْاٰخِرَۃُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی پر[ف۱] لیٹے ہوئے تھے[ف۲]۔ آپ کے جسمِ اطہر اور چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہ تھا۔ چٹائی کی بُنائی نے آپ کے پہلو پر اثر کیا تھا، چمڑے کے تکیہ پر ٹیک لگائی ہوئی تھی جس میں کھجور کی چھال[ف۳] بھری ہوئی تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے[ف۴] وہ آپ کی امت پر وسعت فرمائے کیونکہ فارس اور روم[ف۵] پر بڑی وُسعت ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ فرمایا اے ابن[ف۶] خطاب تم اس خیال میں ہو اس قوم کو دنیاوی زندگی میں ان کی نعمتیں دے دی گئی ہیں[ف۷]۔ ایک روایت میں یوں ہے کیا تم اس سے راضی نہیں کہ دنیا ان کے لیے ہو اور آخرت ہمارے لیے۔

(بخاری، مسلم)

ف۱ پہلو کے بل بورے پہ لیٹے ہوئے تھے۔

ف۲ یہ بوریا چٹائی پر تھا یا زمین پر، بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا کہ وہ چٹائی کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھی۔ رُمال، را پر پیش یا زیر، یہ بمعنی مرمول بنی ہوئی اور قاموس میں ہے کہ را پر پیش ہے۔

ف۳ لیف، لام کے نیچے کسرہ اور یا ساکن، اغنیاء لوگ روئی یا اس کی مثل سے بھرتے ہیں۔ مگر فقراء خرما کے پوست کو کوٹ کر نرم کر لیتے ہیں۔

۵۴ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فقر اختیار کیا ہوا ہے اور خود کو اس حال میں رکھا ہوا ہے تو محسوس کیا کہ فقراءِ امت ایسے فقر کی طاقت نہیں رکھتے لہٰذا ان پر دشواری ہوگی، اس لیے دعا کی درخواست کی تاکہ وُسعت پیدا ہو۔ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے وُسعت تھی مگر آپ کی عظمت وجلالِ شان کی وجہ سے ادنیٰ اور گھٹیا دنیا کا ذکر نہ کیا جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک دن دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تاریک گھر میں ایک گرم چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں گھر کے گوشے میں چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا اور ایک دو پرانے برتن پڑے تھے۔ حضرت عمر رو پڑے۔ فرمایا: اے ابنِ خطاب کیوں روتے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے دیکھا کہ اللہ کا حبیب اس حال میں اور قیصر و کسریٰ ناز و نعمت میں ہیں، الیٰ آخر الحدیث۔ لیکن پہلا معنی ان کے بعد والے قول کے مناسب ہے۔

۵۵ یہ کسریٰ اور قیصر کی قوموں کے نام ہیں۔

۵۶ یہ بھی ایک خوب ادا ہے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر کا نام نہیں لیا، بلکہ ابنِ خطاب فرمایا کیونکہ ان کے والد عہدِ جاہلیت سے تعلق رکھتے تھے اور آخرت کی نعمتوں سے غافل تھے جیسا کہ دیگر اہلِ جاہلیت تھے، ممکن ہے یا ابن الخطاب کا تعلق بعد والے جملہ سے ہو۔

۵۷ مگر آخرت میں وہ خالی ہاتھ، پریشان حال اور گرفتارِ عذاب ہونگے۔

۵۰۱۰/۱۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَیْهِ رِدَآءٌ اِمَّا اِزَارٌ وَّاِمَّا کِسَآءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَیْنِ وَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ الْکَعْبَیْنِ فَیَجْمَعُهٗ بِیَدِهٖ کَرَاهِیَةَ اَنْ تُرٰی عَوْرَتُهٗ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو اس حال میں دیکھا کہ ان پر چادر نہ تھی[۱] صرف تہبند تھا یا کمبل جسے وہ اپنی گردن میں باندھ لیتے بعض نصف پنڈلی تک اور بعض ٹخنوں تک پہنچتے، وہ اسے اپنے ہاتھوں سے سنبھالتے رہتے[۲] کہیں ستر ننگا نہ ہو جائے (بخاری شریف)

۱ کہ اسے وہ دوسرے کپڑے پر نہیں لیتے یا کاندھے پر ڈالتے، بلکہ وہ ایک کپڑے سے زائد کے مالک نہ تھے

۲ سجدہ کے وقت یا بیٹھتے وقت

۵۰۱۱/۱۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَظَرَ اَحَدُکُمْ اِلٰی مَنْ فُضِّلَ عَلَیْهِ فِی الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْهُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقَکُمْ فَهُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ

انہی سے مروی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اسے دیکھے جسے اس پر مال و صورت ظاہری میں بڑائی دی[۱] ہے تو وہ اسے بھی دیکھ لے جو اس سے نیچے ہے۔ (بخاری و مسلم) روایت مسلم میں ہے، فرمایا تم اپنے سے نیچے کو دیکھو اوپر والے کو نہ دیکھو یہ عمل اس کا سبب ہے کہ کہیں تم اللہ کی نعمت کی

عَلَيْكُمْ ۔

ناقدری نہ کرو[۳]۔

[۱] اور اس کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکریہ کی ادائیگی میں سُستی ہو اور اس کے مال پر رشک پیدا ہو

[۲] تاکہ اپنے مولیٰ کے حضور خوب شکریہ کے جذبات اجاگر ہوں اور عطا کرنے والے سے خوش ہو جائے۔

[۳] ضابطہ یہ ہے کہ دنیا کے لحاظ سے نیچے والے کو دیکھو اور دین کے لحاظ سے اوپر والے کو دیکھو، جیسا کہ دوسری فصل میں آرہا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۵۰۱۲/۱۳ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْفُقَرَآءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَآءِ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ نِصْفِ يَوْمٍ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فقیر لوگ جنّت میں امیروں سے پانچ سو سال[۱] یعنی آدھ دن پہلے جائیں گے[۲] (ترمذی)۔

[۱] یعنی وہ دن اللہ تعالیٰ کے ہاں ہزار سال کا ہوگا۔

[۲] اس حدیث میں فقراء و اغنیاء کا مطلقاً تذکرہ ہے اس طرح مہاجرین کی قید نہیں جو فصل اوّل میں حدیث عبداللہ بن عمر میں گذری ہے۔ اس سے وہ اشکال بھی رفع ہوگیا جو بظاہر ان دو احادیث میں ہے کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا تھا کہ فقراء کی اغنیاء پر تقدیم چالیس سال ہے اور اس حدیث سے واضح ہے کہ پانچ سو سال ہے، جب مہاجرین اغنیاء فضلاً اور اکابر صحابہ بلکہ ان میں سے بعض فقراء و مہاجرین اغنیاء سے افضل ہیں۔ لیکن یہ خاصیت فقراء کے ساتھ مخصوص ہے اور مُدّتِ تقدّم ان پر کم تر ہے بخلاف غیر مہاجرین کے، بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ چالیس سال کی تقدیم ان فقراء کے لیے ہے جو دنیا کی طرف کچھ نہ کچھ رغبت و خیال رکھتے تھے اور جو زاہد اور بالکل تارک الدنیا ہیں ان کا تقدم پانچ سو سال ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۰۱۳/۱۴ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ فَقَالَتْ عَآئِشَةُ لِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَآئِهِمْ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا يَا عَآئِشَةُ لَا تَرُدِّي الْمَسَاكِيْنَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ يَا عَآئِشَةُ اَحِبِّي الْمَسَاكِيْنَ وَقَرِّبِيْهِمْ فَاِنَّ اللّٰهَ يُقَرِّبُكِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا کرتے، اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مسکینی میں موت دے اور مسکینوں کے گروہ میں اٹھانا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ کس لیے[۱]؟ فرمایا[۲] مسکین لوگ جنت میں اغنیاء سے چالیس سال پہلے[۳] جائیں گے اے عائشہ! مسکین کو خالی نہ موڑ[۴] اگرچہ کھجور کی قاش ہی[۵] ہو دے دو! اے عائشہ! مساکین سے محبت کرو اور ان کو قریب رکھو[۶]

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ إِلَى قَوْلِهٖ فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ ۔

تاکہ اللہ تعالیٰ قیامت میں تمہیں قریب رکھے ۔ (ترمذی، بیہقی شعب الایمان اور ابنِ ماجہ نے حضرت ابوسعید خدرؓی سے زمرۃ المساکین تک روایت کیا) ۵۷

۵۱ اس دعا میں حکمت کیا ہے ؟

۵۲ جواباً ارشاد فرمایا

۵۳ یہاں یہ وہم نہیں ہو سکتا کہ فقراء جنت میں ہر غنی سے پہلے جائیں گے خواہ وہ اغنیاء اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہوں کیونکہ غالباً آپ کا مقصد یہاں صرف فقر کا درجہ اور فضیلت بیان کرنا ہے اور اپنے لیے تمام انبیاء سے پہلے داخلہ کی دعا کرنا ہے، آپ کو بصورت غنا مناظر ہونے کا خیال آسکتا ہے تو دیگر انبیاء کے حوالے سے ہوگا نہ کہ غیر انبیاء کے حوالے سے فافہم اس کے بعد حضرت عائشہ کو فقراء کے ساتھ رعایت اور محبت کی تعلیم دی ۔

۵۴ اس کے ساتھ احسان اور تسامح سے کام لو ۔

۵۵ یعنی اگرچہ وہ چیز تھوڑی ہی کیوں نہ ہو

۵۶ جب تو مساکین کو اچھا سمجھے گی اور ان کو اپنے قریب کرے گی تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اپنے قریب فرمائے گا ۔

۵۷ سوال و جواب عائشہ اور حدیث کا بقیہ حصہ روایت ابنِ ماجہ میں نہیں ۔

۵۰۱۴/۱۵ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْغُوْنِي فِي ضُعَفَائِكُمْ فَإِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ أَوْ تُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ ۔ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کمزوروں میں تلاش کرو ۱ تمہیں روزی اور مدد ان کمزوروں کی وجہ سے دی جاتی ہے ۲ (ابوداؤد)

۱ مجھے ڈھونڈنا ہو تو کمزوروں میں تلاش کرو جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے کہ میں ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس ہوتا ہوں یا معنی یہ ہے کہ میری رضا ان کی رضا کے ذریعے تلاش کرو، دونوں معانی کا مآل ایک ہی ہے ۔

۲ لہٰذا ان کے مقام سے آگاہ رہو اور ان کے وجود پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ باقی "او"، کا لفظ شک راوی کی بناء پر ہے کہ حدیث کا لفظ تُرْزَقُوْنَ ہے یا تنصرون لیکن بہتر ہے کہ یہ واؤ کے معنی میں ہو جیسا کہ فصل اول حدیث مصعب بن سعد میں گذر چکا ہے ۔

۵۰۱۵/۱۶ وَعَنْ أُمَيَّةَ بْنِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَسِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ ۔

حضرت امیہ بن خالد بن عبداللہ بن اسید ۱ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ فقراء و مہاجرین کے توسل سے

(رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

فتح طلب[2] کرتے تھے۔ (شرح السنہ)

[1] اسید۔ ہمزہ پر زبر اور سین کے نیچے زیر، ثقہ تابعی ہیں۔ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام زہری اور ایک جماعتِ محدثین نے روایت کیا ہے۔ ابن سعد نے انھیں اہلِ مکہ کے تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے شیخ عجلی لکھتے ہیں کہ تابعی مدنی اور ثقہ ہیں یہ اسی بیاسی ہجری میں فوت ہوئے۔

[1] اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دُعا کرتے۔ اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا بِفُقَرَاءِ الْمُھَاجِرِیْنَ (اے اللہ فقراءِ مہاجرین کے وسیلہ سے ہمیں فتح عطا فرما) صعالیک، صُعْلوک صاد پر پیش عین ساکن کی جمع ہے اس کا معنی درویش ہے تصعلک درویش ہوگیا۔ صعلکہ اس کو درویش بنا دیا۔ اس روایت میں فقراء اور درویشوں کی فضیلت اور برکت کا بیان ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی اس فضیلت ہی کے پیشِ نظر (برکت کی) دعا کی اور انھیں اس فضیلت سے نوازا۔ ع

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا (بادشاہوں پر کیا تعجب اگر وہ گداگر کو نوازدیں)

۵۰۱۶/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَغْبِطَنَّ فَاجِرًا بِنِعْمَۃٍ فَاِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا ھُوَ لَاقٍ بَعْدَ مَوْتِہٖ اِنَّ لَہٗ عِنْدَ اللّٰہِ قَاتِلًا لَّا یَمُوْتُ یَعْنِی النَّارَ۔

(رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم کسی بھی فاسق پر کسی نعمت[1] کی وجہ سے رشک نہ کرو تمھیں کیا علم کہ وہ مرنے کے بعد کس چیز سے ملاقات کرنے والا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں نہ ختم ہونے[2] والی جان لیوا چیز ہے یعنی آگ[3]۔ (شرح السنہ)

[1] دنیاوی نعمت

[2] عذاب جو نہ ختم ہونے والا ہے

[3] یہ تفسیر حضرت ابوہریرہ نے کی ہے۔

۵۰۱۷/۱۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَسَنَتُہٗ وَاِذَا فَارَقَ الدُّنْیَا فَارَقَ السِّجْنَ وَالسَّنَۃَ۔

(رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مومن کے لیے جیل خانہ[1] اور قحط سالی ہے۔ جب مومن دنیا سے جدا ہوتا ہے تو وہ گویا جیل اور قحط سے نکل جاتا ہے (شرح السنہ)

[1] اگرچہ اسے یہاں ناز و نعمت میسر ہوتے ہیں مگر آخرت کے انعامات کی نسبت یہ جیل کا درجہ رکھتی ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ مومن اپنے آپ کو ہمیشہ ریاضت و مجاہدہ، طاعت اور عبادت کی طرف مائل رکھتا ہے دنیوی نعمتوں اور لذّات سے لُطف اندوز نہیں ہوتا، بلکہ وہ شوق رکھتا ہے کہ محنت و مشقت کے اس گھر سے رہائی پائے اور باہر چلا جائے۔

[2] اسی وجہ سے اس روایت "دُنیا کافر کے لیے جنّت ہے" کا معنی بھی سمجھ میں آجاتا ہے ۔

۵۰۱۸ / ۱۹ وَعَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا حَمَاهُ الدُّنْيَا كَمَا يَظَلُّ اَحَدُكُمْ يَحْمِيْ سَقِيْمَهُ الْمَآءَ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت قتادہ بن نعمان[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے دنیا سے محفوظ[2] کر لیتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بیمار[3] کو پانی سے بچاتا ہے

(مسند احمد، ترمذی)

[1] یہ بدری صحابی ہیں

[2] کہیں وہ اس دنیا میں مشغول ہو کر اپنے مولیٰ کو بھول نہ جائے یا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس سے ہلاک نہ ہو جائے یہ دوسرا معنی آئندہ عبارت کے زیادہ مناسب ہے ۔

[3] مراد وہ بیمار ہے جسے پانی نقصان دیتا ہو مثلاً مستسقی ۔

۵۰۱۹ / ۲۰ وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اثْنَتَانِ يَكْرَهُهُمَا ابْنُ اٰدَمَ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتْنَةِ وَيَكْرَهُ قِلَّةَ الْمَالِ وَقِلَّةُ الْمَالِ اَقَلُّ لِلْحِسَابِ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت محمود بن لبید[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دو چیزوں کو انسان ناپسند کرتا ہے وہ موت[2] کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ موت مومن کے لیے فتنے[3] سے بہتر ہے وہ مال کی قلت کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مال کی کمی[4] حساب کم کر دے گی ۔

(مسند احمد)

[1] محمود بن لبید لام پر زبر با کے نیچے زیر، مدنی، انصاری اور اشہلی ہیں ان کی ولادت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات میں ہوئی تھی ۔ امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ یہ صحابی ہیں، امام مسلم نے انھیں تابعین کے دوسرے طبقہ میں شامل کیا، ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ امام بخاری کا قول درست ہے اور ان کی صحابیت ثابت ہے ۔

[2] ان دو میں سے ایک موت ہے جسے وہ ناپسند کرتا ہے اگرچہ وہ فتنہ میں مبتلا ہو ۔

[3] اس فتنہ سے بہتر ہے جو کفر و معصیت اور جابر لوگوں کی طرف سے غیر مشروع کاموں پر مجبور کرنے کی صورت میں ہوتا ہے اور اسی کی مثل دیگر دینی ناپسندیدہ امور زندگی اسی لیے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت میں کی جائے اور اس پر استقامت ہو ورنہ ایمان کے بغیر زندگی کس کام کی ؟

اکراہ کی صورت میں اگرچہ دل مطمئن اور برقرار رہتا ہے مگر زبان پر کلمۂ کفر جاری ہونا مناسب نہیں لہٰذا یہ بھی فتنہ ہے ہاں اگر دنیا کا ابتلاء اور فتنہ اور نفس کے لیے سختی اور محنت و مشقت ہو تو یہ گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی ہوتی ہے اور اس تکلیف کی وجہ سے موت کی آرزو درست نہیں ۔

[4] یہ دوسری شے کا ذکر ہے، قلتِ مال کو انسان طبعًا ناپسند کرتا ہے ۔

؎ مال کی قلت مسلمان کے لیے بہتر ہے کیونکہ اس وجہ سے آخرت کا حساب آسان ہوگا اور اس کے حصول کے لیے محنت و مشقت کم اٹھانی پڑے گی، اے میرے عزیز! یہ تمام ایمان کی شاخیں ہیں جو شخص بھی صاحبِ ایمان ہے وہ اس پر یقینِ کامل رکھے کہ شارع علیہ السلام نے جو فرمایا ہے وہ حق ہے اگر عقلِ سلیم اور دنیا میں صحیح تجربہ کا مالک ہو تو ہر آدمی از خود محسوس کرتا ہے کہ کثرت مال کے لیے جو مصیبت پریشانی اور مشقت جھیلنا ہوتی ہے اور اس کی حفاظت کے لیے جو جتن کرنے پڑتے ہیں وہ فقر کی مشقت سے کم نہیں اور اس مال سے دوری، بے تعلقی اور اس کے ترک کے لیے بلند ہمتی اور اتنے تھوڑے پر کفایت جس کی طرف محتاجی ہے نفس کا تزکیہ اور تصفیہ ہے۔

۵۰۲۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ[۱] قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّكَ فَقَالَ انْظُرْ مَا تَقُولُ فَقَالَ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَأَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا لَلْفَقْرُ أَسْرَعُ إِلٰى مَنْ يُحِبُّنِي مِنَ السَّيْلِ إِلٰى مُنْتَهَاهُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

حضرت عبداللہ بن مغفل[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ سے محبت کرتا ہوں فرمایا سوچ لو کیا کہہ رہے ہو[۲]۔ عرض کیا، اللہ[۳] کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ تین بار[۴] کہا فرمایا اگر تو سچا[۵] ہے تو فقر کے لیے حفاظتی آلات کی تیاری کرو۔ یقیناً مجھ سے محبت کرنے والے کی طرف فقر اس سیلاب سے بھی تیز دوڑتا ہے جو اپنی انتہا[۶] کی طرف[۷] دوڑ رہا ہو[۸]۔

(ترمذی نے اسے روایت کر کے کہا یہ حدیث غریب ہے)

[۱] عبداللہ بن مُغَفَّل، میم پر ضمہ، غین پر زبر، فاء مشدد، اصحاب بیعتِ رضوان میں سے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں رہائش پذیر رہے اس کے بعد بصرہ چلے گئے ان سے امام حسن بصری اور ابن العالیہ نے حدیث پڑھی۔

[۲] یہ دشوار ترین معاملہ ہے۔

[۳] خوب شوق کا اظہار کیا۔

[۴] واضح رہے کہ یہ آپ کے تین دفعہ فرمانے پر کہ غور کرو کیا کہہ رہے ہو ہی تین دفعہ جملہ دہرایا گیا ہے۔

[۵] اگر تو دعوائے محبت میں سچا ہے۔

[۶] تجفاف، تا کے نیچے زیر، جیم ساکن، اس ہتھیار کو کہا جاتا ہے جو جنگ کے موقع پر گھوڑے کو اس لیے پہنایا جاتا ہے تاکہ زخمی نہ ہو جیسا کہ سوار کے لیے زرہ (کذا فی الحواشی)

قاموس میں ہے " تجفاف " کسرہ کے ساتھ آلۂ جنگ جسے گھوڑے اور سوار کو حفاظت کی خاطر پہنایا جائے یہاں اس سے مراد آفتِ فقر پر صبر کرنا اور اس کی سختی و ابتلاء سے جزع اور فزع اور ناراض نہ ہونا ہے۔

[۷] یعنی جو مجھے دوست رکھتا ہے اسے فقر کی تکالیف پہنچیں گی۔ جو اصلاً دولت و سعادت میں اگرچہ ان کا

برداشت کرنا مشکل ہے۔

[5] یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ فقر و سلوک اختیار کیے بغیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دعوائے محبت سوائے دروغ کے کچھ نہیں کیونکہ محبّت کو اتباع لازم ہے اور بے اتباع محبوب سے محبت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ شعر

اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ (محب محبوب کا مطیع ہوتا ہے) لیکن یہ اتباع صدق اور کمالِ محبت کی علامت ہوتی ہے، محبت کی حقیقت یہ ہے کہ باطن کا محبوب کی ذات وصفات کی طرف کھنچنا، اس کی خوبصورتی اور شمائل پہ دل کا اس طرح فریفتہ ہونا کہ محبوب سب سے خوب صورت نظر آئے، اسے سب سے بہتر جانے اور اسے سب سے بہتر تصور کرے اگرچہ مرتبہ، عمل واتباع میں ناقص اور کمتر ہو جیسا کہ عمل کے بغیر ایمان، اگر محبّت کے ساتھ ساتھ اتباع بھی ہو تو ایمان اعلیٰ واکمل ہے۔ اے اللہ! ہمیں ایمان کامل نصیب فرما۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ ایک صحابی سے شراب پینے کی غلطی ہوئی، سزا کے موقعہ پر کسی نے اس پر لعنت کی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لَا تَلْعَنُوْهُ فَاِنَّهٗ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (اس پر لعنت نہ کرو یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبّت کرتا ہے) ہمارے دعوے کی دلیل ہے۔

٥٠٢١/٢٢ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اُخِفْتُ فِى اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ اَحَدٌ وَّلَقَدْ اُوْذِيْتُ فِى اللّٰهِ وَمَا يُؤْذٰى اَحَدٌ وَّ لَقَدْ اَتَتْ عَلَىَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَّيَوْمٍ وَّمَا لِىْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَّاْكُلُهٗ ذُوْكَبِدٍ اِلَّا شَىْءٌ يُّوَارِيْهِ اِبْطُ بِلَالٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ حِيْنَ خَرَجَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَارِبًا مِّنْ مَّكَّةَ وَمَعَهٗ بِلَالٌ اِنَّمَا كَانَ مَعَ بِلَالٍ مِّنَ الطَّعَامِ مَا يَحْمِلُ تَحْتَ اِبْطِهٖ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی راہ میں[1] مجھے جتنا ڈرایا گیا[2]، اتنا کسی کو نہیں ڈرایا گیا[3] اور مجھے اللہ کی راہ میں جتنا ستایا گیا[4] کسی کو ستایا نہیں گیا۔ مجھ پر تیس دن اور رات[5] ایسے گذرے کہ میرے اور بلال کے کھانے کے لیے کوئی چیز نہ تھی جسے صاحب[6] جگر کھا سکے سوائے اس چیز کے جسے بلال کی بغل[7] چھپائے ہوئے تھی ترمذی نے روایت کر کے فرمایا کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب[8] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ بلال[9] تھے اور بلال کے پاس اتنا کھانا تھا جسے وہ اپنی بغل میں دبائے ہوئے تھے۔

---

[1] دینِ خدا کے غلبہ اور مخلوقِ خدا کو دین کی طرف دعوت پر۔

[2] اُخِفْتُ، ہمزہ پر پیش، خاء کے نیچے زیر "اخافت" بمعنی ڈرانا سے متکلم کا صیغہ ہے۔

[3] دعوتِ دین کے آغاز میں، میں تنہا تھا کوئی دوسرا میرے ساتھ نہ تھا۔

[4] وہی مطلب ہے جو "ما یخاف احد" کے تحت بیان ہوا (کذا قال الطیبی) اور یہ معنی بھی صحیح ہے۔

لیکن ظاہر یہ ہے کہ مجھے دین کے راستے میں جتنا ڈرایا گیا اس طرح کسی کو بھی نہیں ڈرایا گیا اور جس طرح مجھے ایذا دی گئی اس طرح کسی کو بھی ایذا نہیں دی گئی کیونکہ ایذاء ہر شخص کے مرتبہ و مقام کے مطابق ہوتی ہے چونکہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ و مقام تمام سے بلند و بالا ہے آپ کا صدق و حقانیت دوسروں سے زیادہ واضح ہے اور آپ کا ایمان کے بارے میں زیادہ حریص ہونا تمام سے بیشتر ہے لہٰذا اس پر ایذا رسانی بھی ہر ایک سے یقیناً زائد ہو گی اس کے بعد آئندہ ارشاد میں فقر کے بارے میں تعلیم ارشاد فرمائی کیونکہ وہ بھی مشکل ترین ہوتا ہے ۔

۵ یعنی تیس راتیں مسلسل

۶ صاحبِ جگر سے مراد حیوان ہے یعنی ایسی شے بھی نہ تھی جسے کوئی حیوان کھائے چہ جائیکہ آدمی ۔

۷ مگر وہ حقیر و قلیل چیز جو بلال کی بغل میں تھی ہر ایک کو معلوم ہے کہ بغل میں کیا آسکتا ہے پھر جب اتنا ہو کہ بغل سے ظاہر نہ ہو اور وہاں سے نظر نہ آئے ۔

۸ یہ اس وقت کا واقعہ ہے

۹ یہ جو کہا گیا ہے کہ آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اس وقت کا بیان نہیں جو مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت ہوئی غالباً یہ اس موقع کی بات ہے جب ابو طالب کا وصال ہوا ، ان کے تین یا پانچ دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) کہا جاتا ہے اس موقعہ پر کفار کی طرف سے آپ کو پہلے سے دوگنی اذیت پہنچائی گئی ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے تین ماہ بعد اعلانِ نبوت کے دسویں سال پیادہ مکہ سے طائف تشریف لے گئے ۔ آپ کے صحابی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ تھے ، اہلِ طائف نے آپ کے ساتھ تعاون کرنے کی بجائے آپ کی دعوت کو رد کر دیا لڑکوں اور لونڈوں نے آپ پر حملہ کر دیا ۔ آپ کو اتنی ایذا پہنچائی کہ آپ کی تمام ذات حتیٰ کہ ایڑیوں تک زخمی کر دی گئی نعلینِ مقدس خون سے آلودہ ہو گئے اور تمام جسم لہولہان ہو گیا آپ زمین پر بیٹھ گئے تو آپ کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر اٹھاتے جب آپ چلنے تو پھر پتھر مارتے ۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار آپ کی ذات کے لیے ڈھال بنتے اس لیے وہ بھی شدید زخمی ہو گئے ۔ اللہ تعالیٰ نے بادل کو بھیجا تاکہ آپ پر سایہ کرے پھر جبرئیل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ کے رب نے اس قوم کی باتوں کو سنا اور آپ کی دعوت کو رد کرتے ہوئے دیکھا اس نے پہاڑوں پر حکومت کرنے والے فرشتوں کو حکم دیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو اس قوم کو ہلاک کر دوں ، ان کے ارد گرد دونوں پہاڑوں کو (جن میں مکہ آباد ہے) آپس میں ملا دوں تاکہ درمیان میں درہم برہم اور پس جائیں ۔ آپ نے فرمایا میں امید رکھتا ہوں کہ ان کی پشتوں میں سے کچھ لوگ پیدا ہو جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے پرستار ہوں گے ۔ اس حدیث کے آخر میں وہی واقعہ ہے جو کتبِ سیر میں مذکور ہے شرح سفر السعادت میں بھی ہم نے اسے ذکر کیا ہے لیکن کتب میں اس واقعہ کی تفصیلات میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی میری نظر سے نہیں گزرا البتہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی ملتا ہے ۔

۵۰۲۲/۲۳ وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ قَالَ شَکَوْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ فَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَطْنِہٖ عَنْ حَجَرَیْنِ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ) وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

حضرت ابوطلحہ [ف۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھوک کے بارے میں شکایت کرتے ہوئے اپنے پیٹ پر ایک ایک [ف۲] پتھر دکھایا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے شکم مبارک پر باندھے ہوئے دو پتھر دکھائے [ف۳]۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث غریب ہے)

[ف۱] یہ مشاہیر انصاری صحابہ میں سے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے شوہر ہیں۔

[ف۲] ہر ایک نے اپنے سینے پر باندھا ہوا پتھر دکھایا

[ف۳] سینہ پر بھوک کی حالت میں پتھر باندھنے میں حکمت یہ تھی کہ پشت کو تقویت دے اور وہ اپنی جگہ کھڑی رہے کہیں کمر ٹیڑھی نہ ہو جائے۔

۵۰۲۳/۲۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّهُمْ اَصَابَهُمْ جُوْعٌ فَاَعْطَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَمْرَۃً تَمْرَۃً۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھیں [ف۱] بھوک نے گھیر لیا تو انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایک کھجور دی [ف۲]۔ (ترمذی)

[ف۱] فقراء صحابہ کو بھوک لگی۔

[ف۲] یعنی رزق کی تنگی کا یہ عالم کہ ایک شخص صرف ایک کھجور پہ گزارا کرتا۔

۵۰۲۴/۲۵ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَصْلَتَانِ مَنْ کَانَتَا فِیْہِ کَتَبَہُ اللّٰہُ شَاکِرًا صَابِرًا مَنْ نَظَرَ فِیْ دِیْنِہٖ اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقَہٗ فَاقْتَدٰی بِہٖ وَنَظَرَ فِیْ دُنْیَاہُ اِلٰی مَنْ هُوَ دُوْنَہٗ فَحَمِدَ اللّٰہَ عَلٰی مَا فَضَّلَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ کَتَبَہُ اللّٰہُ شَاکِرًا صَابِرًا وَّمَنْ نَظَرَ فِیْ دِیْنِہٖ اِلٰی مَنْ هُوَ دُوْنَہٗ وَنَظَرَ فِیْ دُنْیَاہُ اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقَہٗ فَاَسِفَ عَلٰی مَا فَاتَہٗ مِنْہُ لَمْ یَکْتُبْہُ اللّٰہُ شَاکِرًا صَابِرًا۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَذُکِرَ حَدِیْثُ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَبْشِرُوْا یَا مَعْشَرَ صَعَالِیْكِ الْمُهَاجِرِیْنَ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں دو عادتیں ہوں اسے اللہ تعالیٰ صابر شاکر لوگوں میں لکھتا ہے جو دین میں اپنے سے بلند [ف۱] کو دیکھے اور اس کی پیروی کرے [ف۲] اور دنیا کے لحاظ سے اپنے سے نیچے والے [ف۳] کو دیکھے تو اللہ کا شکر کرے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس سے بلند کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے شاکر و صابر لکھے گا جو دین کے لحاظ سے اپنے سے کم کو دیکھے [ف۴]، اور دنیا کے لحاظ سے اپنے سے بلند کو دیکھے اور جو فوت شدہ دنیا پر غم لگائے تو اللہ تعالیٰ اسے، نہ شاکر لکھتے ہیں نہ صابر [ف۵]۔

(ترمذی، حضرت ابوسعید خدری کی حدیث کہ اے فقراء مہاجرین

فِیْ بَابٍ بَعْدَ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ)۔

تم خوش ہو جاؤ کا اس باب میں بیان ہو چکی ہے ، جو فضائل قرآن[7] کے بعد ہے)

---

[1] جو دین کی پیروی میں اس سے کامل اور قوی ہے ۔

[2] عبادات و مجاہدات اور کتاب وسنّت پر عمل میں اس کی پیروی کرے ۔

[3] جو دنیاوی لحاظ سے کمتر اور زیادہ محتاج ہو ۔

[4] یعنی عبادات و مجاہدات پر ہمّت وصبر نہ کرے ۔

[5] کیونکہ وہ دنیا کے ملنے پر غم کھا رہا ہے ۔

[6] کیونکہ اس نے طاعت وفرمانبرداری میں صبر کا مظاہرہ نہ کیا ۔

[7] وہ باب مراد ہے جو فضائل قرآن کے بعد بغیر کسی عنوان کے تھا ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۵۰۲۵ / ۲۶ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِیِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو وَسَأَلَهٗ رَجُلٌ قَالَ اَلَسْنَا مِنْ فُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ اَلَكَ امْرَأَةٌ تَاْوِیْ اِلَيْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اَلَكَ مَسْكَنٌ تَسْكُنُهٗ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَنْتَ مِنَ الْاَغْنِيَآءِ قَالَ فَاِنَّ لِیْ خَادِمًا قَالَ فَاَنْتَ مِنَ الْمُلُوْكِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَجَآءَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَنَا عِنْدَهٗ فَقَالُوْا يَا اَبَا مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ مَا نَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ لَا نَفَقَةٍ وَّلَا دَآبَّةٍ وَّلَا مَتَاعٍ فَقَالَ لَهُمْ مَا شِئْتُمْ اِنْ شِئْتُمْ رَجَعْتُمْ اِلَيْنَا فَاَعْطَيْنَاكُمْ مَا يَسَّرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِنْ شِئْتُمْ ذَكَرْنَا اَمْرَكُمْ لِلسُّلْطَانِ وَاِنْ شِئْتُمْ صَبَرْتُمْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِيْنَ يَسْبِقُوْنَ الْاَغْنِيَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَی الْجَنَّةِ

تیسری فصل

حضرت ابوعبدالرحمٰن حبلی[1] بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے[2] سنا ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا ہم فقراء مہاجرین میں سے نہیں ہیں[3] تو عبداللہ نے کہا کیا تیری بیوی ہے جس کی طرف تو رجوع کرے عرض کیا ہاں! فرمایا کیا تیرے پاس گھر ہے جس میں تیری رہائش ہو عرض کیا ہاں! فرمایا تو تو امراء میں سے ہے عرض کیا میرا[4] تو خادم بھی ہے فرمایا تو تو بادشاہوں میں سے ہے عبدالرحمٰن[5] کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تین اشخاص آئے حالانکہ میں ان کے پاس تھا انھوں نے عرض کیا اے ابومحمد[6] اللہ کی قسم ہم کسی شے پر قادر نہیں، نہ خرچے پر، نہ گھوڑے پر، نہ کسی سامان پر[7] تو آپ نے ان سے فرمایا اگر تم چاہو تو ہمارے پاس دوبارہ آنا[8] ہم تم کو وہ دیں گے جو اللہ نے تمھارے لیے میسر فرمایا اور اگر چاہو تو ہم تمھاری حالت کا تذکرہ بادشاہ[9] کے ہاں کر دیں اگر تم چاہو تو صبر کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن

بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا فَقَالُوْا فَاِنَّا نَصْبِرُ لَا نَسْاَلُ شَيْئًا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

فقراء جنت میں امراء سے چالیس سال پہلے جائیں گے تو انھوں نے عرض کیا کہ ہم صبر کر لیں گے کچھ نہ مانگیں گے (مسلم)

۵۱ اَلْحُبُلِیُّ، حا اور با پر پیش، ان کا نام عبد اللہ بن زید مصری ہے، ثقہ تابعی ہیں، انھوں نے حضرت ابو ایوب انصاری، حضرت ابو ذر، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے حدیث پڑھی ہے افریقہ میں سو ہجری میں ان کا وصال ہوا۔

۵۲ جس کی تفسیر بعد میں آرہی ہے۔

۵۳ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا، انکی مدح کی اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکے پہلے دخولِ جنت کی بشارت دی ہے۔

۵۴ جب اس نے سنا کہ حضرت عبد اللہ نے عورت اور گھر کی موجودگی کی وجہ سے انھیں فقراء میں نہیں بلکہ امراء میں شامل کیا ہے تو کہا میرے پاس تو خادم بھی ہے۔

۵۵ مشکوٰۃ کے نسخوں میں اس طرح ہے لیکن درست ابو عبد الرحمٰن ہے کیونکہ وہ ہی راوی حدیث ہیں، صحیح مسلم میں اس طرح ہی ہے غالباً "ابو" کا لفظ قلمِ کاتب سے رہ گیا اور تمام نسخے اسی پر چلتے رہے

۵۶ یہ حضرت عبد اللہ بن عمرو کی کنیت ہے

۵۷ اس سے مقصود فقر و احتیاجی کا اظہار اور سوال کرنا تھا

۵۸ یعنی اس وقت ہمارے پاس دینے کے لیے کوئی چیز نہیں

۵۹ اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاکم تھے۔

$\frac{۵۰۲۶}{۲۷}$ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ بَيْنَمَا اَنَا قَاعِدٌ فِى الْمَسْجِدِ وَحَلْقَةٌ مِّنْ فُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ قُعُوْدٌ اِذْ دَخَلَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ اِلَيْهِمْ فَقُمْتُ اِلَيْهِمْ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبَشَّرْ فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرِيْنَ بِمَا يَسُرُّ وُجُوْهَهُمْ فَاِنَّهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَآءِ بِاَرْبَعِيْنَ عَامًا قَالَ فَلَقَدْ رَاَيْتُ اَلْوَانَهُمْ اَسْفَرَتْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَكُوْنَ مَعَهُمْ اَوْ مِنْهُمْ.

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور وہاں فقراء مہاجرین کا ایک گروہ بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کی طرف بیٹھ گئے میں بھی انھیں کی طرف اٹھا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فقراء مہاجرین کو ایسی خوشی مبارک ہو جو ان کے چہروں[۱] کو کھلا دے کہ وہ جنت میں امراء سے چالیس سال پہلے جائیں گے بیان کرتے ہیں کہ میں نے انھیں دیکھا کہ ان کا رنگ چمک سے کھل اٹھا[۲]۔ عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں حتیٰ کہ مجھے آرزو ہوئی کہ ان کے ساتھ یا ان میں[۳] سے

(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

ہوجاؤں ۔ (دارمی)

[1] ان کے درمیان

[2] مراد ذوات ہیں ، ظاہر پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ مراد چہرے ہی ہوں ، چہروں کا ذکر اس لیے کیا کہ خوشی کا اثر انھی پر ظاہر ہوتا ہے ، خوشی کی خبر کو بشارت کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس کا اثر ظاہری جسم پر ہوتا ہے ۔

[3] اس بشارت کو سن کر

[4] راوی کو الفاظ میں شک ہے یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں اَوْ تقسیم کے لیے ہو یعنی اگرچہ میں فقیر نہیں ہوں مگر ان کی صحبت میسر آجائے تو اس کے انوار و اسرار سے فیض یاب ہوسکوں یا میں فقیر ہو جاؤں اور انھی میں میرا شمار ہوجائے ۔

٥٠٢٧/٢٨ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَمَرَنِیْ خَلِیْلِیْ بِسَبْعٍ اَمَرَنِیْ بِحُبِّ الْمَسَاکِیْنِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَنْظُرَ اِلٰی مَنْ هُوَ دُوْنِیْ وَلَا اَنْظُرَ اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقِیْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَصِلَ الرَّحِمَ وَاِنْ اَدْبَرَتْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ لَّا اَسْئَلَ اَحَدًا شَیْئًا وَّاَمَرَنِیْ اَنْ اَقُوْلَ بِالْحَقِّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا وَّاَمَرَنِیْ اَنْ لَّا اَخَافَ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَّاَمَرَنِیْ اَنْ اُکْثِرَ مِنْ قَوْلِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهُنَّ مِنْ کَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے سات چیزوں کا حکم دیا ، مجھے مسکینوں سے محبت اور ان کے قرب کا حکم دیا ، مجھے حکم دیا کہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھوں ، اپنے سے بلند کو نہ دیکھوں[2] ، مجھے حکم دیا کہ میں رشتوں کو جوڑوں اگرچہ وہ رشتہ دور کا ہو اور مجھے حکم دیا کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں مجھے حکم دیا کہ حق بات کہوں اگرچہ کڑوی ہو اور مجھے حکم دیا کہ اللہ کے بارے[3] میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں ، مجھے حکم دیا کہ یہ زیادہ پڑھا کروں "نہیں ہے طاقت[4] اور نہ قوت مگر اللہ سے" کیونکہ یہ عرش کے نیچے کا خزانہ[5] ہے (مسند احمد)

[1] جانِ من یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[2] دُنیا کے لحاظ سے

[3] نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا

[4] یہ اعلان ہے اس بات کا کہ معصیت و نافرمانی سے دوری اور طاعت و عبادت پر قدرت اذن و توفیقِ الٰہی کے بغیر نہیں ہوسکتی اور اپنی تدبیر و اختیار سے جدائی اور قدرتِ حق میں فنائیت کا درجہ ہے ۔ حضرات مشائخ شاذلیہ قدس اللہ اسرارہم طالب کو یہ کلمات کثرت کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیتے ہیں اور کہا گیا کہ ان سے بڑھ کر نیک عمل پر کوئی چیز ممد و معاون نہیں ۔

[5] فیوض و برکات کا نزول اسی خزانہ سے ہوتا ہے ۔

۵۰۲۸/۲۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهٗ مِنَ الدُّنْيَا ثَلٰثَةٌ اَلطَّعَامُ وَالنِّسَآءُ وَالطِّيْبُ فَاَصَابَ اِثْنَيْنِ وَلَمْ يُصِبْ وَاحِدًا اَصَابَ النِّسَآءَ وَالطِّيْبَ وَلَمْ يُصِبِ الطَّعَامَ - (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں کھانا ، بیویاں اور خوشبو ، آپ نے دو چیزیں پالیں اور ایک نہ پائی - بیویاں اور خوشبو[1] پائی مگر کھانا نہ پایا[2]

(مسند احمد)

[1] اس سے حصہ حاصل کیا

[2] فقر اختیاری کی وجہ سے کھانے سے زیادہ لطف اندوز نہ ہوئے اس میں حکمت و مصلحت تھی کیونکہ جو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے منتخب فرمایا اس میں حکمتیں ہی حکمتیں ہیں -

۵۰۲۹/۳۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُبِّبَ اِلَيَّ الطِّيْبُ وَالنِّسَآءُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ - (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَآئِيُّ وَزَادَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ بَعْدَ قَوْلِهٖ حُبِّبَ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا -

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے محبوب کر دی گئیں خوشبو ، بیویاں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں[1] ہے -

(مسند احمد ، ابن جوزی نے حُبِّبَت اِلَیَّ کے بعد مِنَ الدُّنیا کے الفاظ[2] کا بھی اضافہ کیا ہے)

[1] یعنی جو سرور ، لذت ، حلاوت اور ذوق و حضور نماز کے وقت حاصل ہوتا ہے وہ کسی وقت حاصل نہیں ہوتا - یہی وجہ ہے کہ حضرت بلال کو آپ فرمایا کرتے " اَرِحْنَا یَا بِلَالُ " اے بلال تو اذان کہہ تاکہ نماز کی صورت میں اپنے مولیٰ سے مناجات کا شرف پاکر اپنی جسمانی و روحانی تھکاوٹ کو دور کر کے سرور حاصل کریں -

لفظ قرۃ ، یا تو " قَرٌّ " قاف پر فتحہ سے مشتق ہے جس کا معنی قرار و ثبات ہے یعنی زیارتِ محبوب سے قرار و صبر ملتا ہے یا اس کو دیکھنے سے اس طرح کا سکون و آرام میسر آتا ہے کہ دوسرے کی طرف نظر اٹھانے کو جی نہیں چاہتا یا یہ لفظ " قُرٌّ " قاف پر ضمہ سے مشتق ہے جس کا معنی سردی اور ٹھنڈک کے آتے ہیں واقعۃً دیدارِ محبوب سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور لذت ملتی ہے اور دشمنوں کو دیکھنے سے جلن ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اولاد کو " قرۃ العین " (آنکھوں کی ٹھنڈک) کہا جاتا ہے -

[2] واضح رہے کہ اس روایت کے جو الفاظ اس کتاب میں مروی ہیں ان پر آئمہ حدیث کا اتفاق ہے اسے طبرانی نے اپنی تینوں معاجم میں ، خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ، ابن عدی نے کامل میں اور حاکم نے بھی مستدرک میں ذکر کیا اور کہا کہ یہ امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے لیکن اس میں لفظ جعلت نہیں ، روایت نسائی میں ایک اور طریقہ سے بھی لفظ " من الدنیا " آیا ہے اور لوگوں کی زبان پر جو مشہور ہے اس میں لفظ " ثلث " (تین چیزیں) بھی ہے یہ لفظ کتب حدیث سے باوجود تلاش و جستجو کے مجھے نہ ملا - البتہ دو مقامات پر ہے - احیاء العلوم اور تفسیر کشاف سورۃ آلِ عمران (کذا قال السخاوی)

۔ شیخ ابن حجر عسقلانی نے تخریج رافعی میں کہا کہ ثلث کا لفظ میں نے کسی بھی سند کے لحاظ سے حدیث میں نہیں پایا۔ شیخ ولی الدین عراقی اپنی امالی میں کہتے ہیں کہ یہ لفظ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے انتہیٰ ۔ پس واضح ہو گیا کہ کتاب کی بیان کردہ حدیث پر کوئی اشکال نہیں، لہذا اگر اس حدیث میں "من الدنیا" اور "ثلث" کے الفاظ نہیں تو کوئی اشکال نہیں اور اگر الفاظ ہوں تو اشکال ہوگا کہ نماز کا تعلق دُنیا سے نہیں، لہذا جواب یہ دیتے ہیں کہ دنیا سے مراد اس جہان کی زندگی ہے یعنی اس عالمِ حیات میں مجھے تین چیزیں پسند ہیں دو امور طبیعہ دنیویہ اور تیسرا امورِ دین میں سے ہے۔ بعض شارحین فرماتے ہیں جب آپ نے دُنیا کی دو چیزوں کا ذکر فرمایا تو ان دنیوی امور کے ذکر سے ملال آیا، لہذا آپ نے فی الفور امرِ دینی کی طرف عدول کرتے ہوئے اس طرف اشارہ فرمایا کہ میں خوشبو اور بیویوں کو اس لیے پسند نہیں کرتا کہ وہ ذکر و مناجاتِ حق سے مانع اور غافل کر دینے والی ہیں جبکہ پسند کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ طاعت و عباداتِ الٰہی میں ممد و معاون بنتی ہیں اور یہ بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ دنیا کی تیسری چیز جس کا یہاں ذکر نہیں آیا وہ گھوڑا ہے جیسا کہ نسائی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیویوں کے بعد سب سے زیادہ پسند گھوڑا تھا یا طعام جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے واضح ہے واللہ اعلم۔ واضح رہے کہ قرۃ العین فی الصلوٰۃ کا معنی شارحینِ حدیث نے جو بیان کیا اس کا ذکر ہو چکا ہے اور اس علاقے کے لوگوں کی زبان سے بھی یہی معنی سنا گیا لیکن بعض مشائخ کے رسائل میں یہ بھی تحریر ہے کہ اس سے مراد حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا نماز میں ہونا ہے لیکن اس صورت میں یہ احتمال ہے جب لفظ جعلت کا ذکر نہ ہو لیکن شارحینِ حدیث میں سے کسی نے بھی یہ معنی بیان نہیں کیا اور نہ ہی اس احتمال کو یہاں ابھرنے دیا۔

۵۰۳۰ / ۳۱ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ بِهٖ[1] اِلَى الْيَمَنِ قَالَ اِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب انھیں یمن[1] بھیجا تو فرمایا عیش پسندی[2] سے بچنا، اللہ کے بندے[3] عیش و عشرت میں مشغول نہیں ہوتے۔

(مسند احمد)

[1] قاضی بناکر

[2] راحت و تن آسانی

[3] اللہ کی یاد میں مشغول رہتے ہیں

۵۰۳۱ / ۳۲ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَضِيَ مِنَ اللّٰهِ بِالْيَسِيْرِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْقَلِيْلِ مِنَ الْعَمَلِ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے تھوڑے رزق پر راضی ہو گیا، اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہوگا۔

۵۰۳۲ / ۳۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے،

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاعَ اَوِ احْتَاجَ فَكَتَمَهُ النَّاسَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ يَّرْزُقَهٗ رِزْقَ سَنَةٍ مِّنْ حَلَالٍ۔

(رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھوکا یا حاجت مند ہو مگر اسے لوگوں پر ظاہر[1] نہ ہونے دے، اللہ تعالیٰ کے ذمّے ہے کہ وہ اسے ایک سال کی حلال روزی عطا فرمائے۔

(ان دونوں احادیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا)

[1] یہ نہیں کہتا کہ میں بھوکا ہوں تاکہ اسے کھانا ملے اور نہ یہ کہتا ہو کہ میں محتاج ہوں تاکہ کوئی چیز ملے۔

۵۰۳۳/۳۴ **وَعَنْ** عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ بِالْعِيَالِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بال بچوں والے غریب سوال[1] سے بچنے والے مسلمان سے بہت محبت کرتا ہے۔ (ابن ماجہ)

[1] اپنے آپ کو حرام اور لوگوں سے سوال کرنے سے بچاتا ہے۔

۵۰۳۴/۳۵ **وَعَنْ** زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ اِسْتَسْقٰى يَوْمًا عُمَرُ فَجِيْءَ بِمَآءٍ قَدْ شِيْبَ بِعَسَلٍ فَقَالَ اِنَّهٗ لَطَيِّبٌ لٰكِنِّيْ اَسْمَعُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ نَعٰى عَلٰى قَوْمٍ شَهَوَاتِهِمْ فَقَالَ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيٰوتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَاَخَافُ اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا فَلَمْ يَشْرَبْهُ۔

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

حضرت زید بن اسلم[1] بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی طلب کیا تو آپ کو ایسا پانی پیش کیا گیا جس میں شہد ملا ہوا تھا فرمایا یہ بہت خوب[2] ہے لیکن میں اللہ تعالیٰ کو سن رہا ہوں کہ اس نے لوگوں پر انکی خواہشات سے عیب[4] لگایا اور فرمایا تم اپنی پسندیدہ اشیاء دنیا میں حاصل کر چکے ان سے نفع لے چکے[5] میں ڈرتا ہوں کہیں ہماری[6] نیکیاں ہمیں جلدی ہی نہ دے دی گئی ہوں۔ پس آپ نے پانی نوش نہ فرمایا (رزین)

[1] حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے اور اکابر تابعین میں سے ہیں۔

[2] یہ پاک اور حلال ہے۔

[3] اللہ تعالیٰ کا فرمان سن رکھا ہے

[4] اس وجہ سے ان پر سرزنش ہوئی۔

[5] تم اس دنیوی زندگی میں جو کہ ادنیٰ اور حقیر ہے اپنا تمام حصّہ لے چکے۔

[6] اگر میں یہ پانی پی کر لذت وحلاوت حاصل کر لیتا ہوں تو مجھے ڈر لگتا کہ کہیں کافروں کی طرح ہماری نیکیوں کا بدلہ یہاں ہی نہ دے دیا جائے اور آخرت میں کوئی ہمارا حصّہ نہ رہے۔

۵۰۳۵ / ۳۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَا شَبِعْنَا مِنْ تَمْرٍ حَتّٰى فَتَحْنَا خَيْبَرَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم[1] کبھی بھی کھجوروں سے سیر نہ ہوئے حتیٰ کہ ہم نے خیبر فتح کرلیا[2]۔ (بخاری)

---

[1] اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احتیاجی اور فقر کا یہ عالم تھا۔

[2] کیونکہ وہاں کھجور کثرت سے پائی جاتی تھی۔

۳۳۱۔ بَابُ الْاَمَلِ وَالْحِرْصِ

لمبی اُمّید اور حرص کا بیان

اَمَل، میم پر زبر، صراح میں ہے بمعنی امید رکھنا۔ قاموس میں امید کے معنی بتاتے ہیں لیکن واضح ہے کہ اسے بھی حیات کے ساتھ مقید کرنا پڑے گا کیونکہ یہاں وہ امید مراد نہیں جو ناامیدی کے مقابل ہے۔ مشارق الانوار میں ہے کہ اَمَل میم پر زبر آدمی کا اپنے دل میں سوچنا کہ فلاں فلاں دنیا کی چیزیں مل جائیں اور ان کا حریص ہونا یہ معنی استعمال کے لحاظ سے نہایت ہی بہتر ہے، یہی وجہ ہے کہ طول امل کو مذموم اور کثرت حرص کو شر قرار دیا گیا ہے (کذا قال الطیبی) شر کا معنی آرزو ہے۔ صراح میں ہے کہ اس کا معنی کسی چیز کے ساتھ ناک تک ہو جانا کے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۵۰۳۶ / ۱ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُّرَبَّعًا وَّخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسَطِ خَارِجًا مِّنْهُ وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا اِلٰى هٰذَا الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ فَقَالَ هٰذَا الْاِنْسَانُ وَهٰذَا اَجَلُهٗ مُحِيْطٌ بِهٖ وَهٰذَا الَّذِيْ هُوَ خَارِجٌ اَمَلُهٗ وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ فَاِنْ اَخْطَاَهٗ هٰذَا نَهَشَهٗ هٰذَا وَاِنْ اَخْطَاَهٗ هٰذَا نَهَشَهٗ هٰذَا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک چوکور خط کھینچا اور اس سے نکلا ہوا بیچ میں سے ایک اور خط کھینچا پھر جو بیچ میں تھا اس کی طرف چند چھوٹے خطوط کھینچے پھر فرمایا یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت اسے گھیرے ہوئے ہے اور یہ جو باہر نکلا ہوا ہے یہ اس کی امید ہے اور یہ چھوٹے خط آفتیں ہیں تو اگر انسان اس آفت سے بچا تو دوسری نے ڈس لیا اگر اس سے بچا تو اس نے کاٹ لیا (بخاری)

ف۱ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ف۲ ایسی مربع شکل بنائی جسے چار خط احاطہ کر رہے تھے ۔

ف۳ یعنی اس خط کی ایک جانب درمیان میں اور ایک جانب باہر تھی ۔

ف۴ وہ خط جو مربع شکل کا درمیان میں تھا

ف۵ جو شکل کو محیط ہے

ف۶ جو باہر جا رہا ہے یہ امید ہے جو کہ لمبی ہے

ف۷ اعراض ، ہمزہ پر زبر ، اس کا معنی آفات کے ہیں مثلاً امراض اور ایسے حوادث جو ہلاک کرنے والے ہوں وہ آدمی کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے اور متصل ہیں ۔

ف۸ حاصل یہ ہے کہ آدمی بڑی طویل امیدیں باندھتا ہے حالانکہ موت اس کی امید سے زیادہ قریب ہے تو وہ ایسی امیدوں اور آرزوؤں میں جان دیتا ہے جو پا نہیں سکا ؎

در بر فتم عذر ما بہ پذیر
اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

(ترے دروازے پر عذر لے کر آیا ہوں اسے قبول کر لے بہت سی آرزوئیں خاک ہو گئی ہیں)

٥٠٣٧
٢
وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطُوْطًا فَقَالَ هٰذَا الْاَمَلُ وَهٰذَا اَجَلُهٗ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ جَآءَهُ الْخَطُّ الْاَقْرَبُ ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند خطوط کھینچے پھر فرمایا یہ امید ہے اور یہ اس کی مدت ہے اس حالت میں کہ انسان یوں ہی ہوتا ہے کہ قریب ف۱ والا خط اسے آلیتا ہے ف۲

(بخاری)

ف۱ انسان موت والے خط کو دور محسوس کرتا ہے حالانکہ وہ اسے اچانک آلیتا ہے اور امید کے حصول کے بغیر رخصت ہو جاتا ہے ۔

ف۲ اس حدیث میں اجمالاً تین خطوط کا ذکر آیا مگر تفصیل میں دو کا ذکر ہوا اور دوسرے خطوط جن کا ذکر حدیث اوّل میں آیا وہ محذوف ہیں اور اظہر یہ ہے کہ اس کا محمل اس حدیث ابو سعید کا مضمون ہے جو دوسری فصل میں آرہی ہے ۔

٥٠٣٨
٣
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انھی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : انسان بوڑھا ہو جاتا ہے مگر دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں ۔ مال کی حرص ف۱ اور عمر کی حرص ف۲ ۔

(بخاری و مسلم)

ف۱ کثرتِ مال کی حرص

ف۲ عمر کے دراز ہونے کی حرص

[3] یہ دونوں صفات بڑھاپے کے باوجود ختم نہیں ہوتیں کیونکہ آدمی کی جبلت میں شہوات و خواہشات کی محبت ہے اور خواہشات مال اور عمر کے بغیر حاصل نہیں ہوتیں اور بدن کے کمزور ہونے کے ساتھ ساتھ خواہشات کے جوان ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قوت عقلیہ حسن کی وجہ سے قوت شہوانیہ میں کمزوری آجاتی ہے وہ خود کمزور ہوجاتی ہے اور ان کو دبا نہیں سکتی ۔ ؎

بیخ ہائے خوئے بد محکم شدہ قوتِ برکندن آں گم شدہ

(برائی کی عادت کی جڑیں محکم ہوگئیں ان کے اکھیڑنے کی قوت ختم ہوگئی)

٥٠٣٩ ۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ قَلْبُ الْکَبِیْرِ شَابًّا فِیْ اِثْنَیْنِ فِیْ حُبِّ الدُّنْیَا وَطُوْلِ الْاَمَلِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بوڑھے کا دل دو چیزوں میں جوان رہتا ہے دنیا کی محبت اور طویل امیدیں ۔ (بخاری ومسلم)

٥٠٤٠ ٥ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلٰی امْرِءٍ اَخَّرَ اَجَلَهٗ حَتّٰی بَلَّغَهٗ سِتِّیْنَ سَنَةً ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اور انھی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندے کا عذر نہیں سنتا[1] جس کی موت مؤخر کردی گئی حتیٰ کہ اسے ساٹھ سال تک پہنچا دیا۔[2] (بخاری شریف)

[1] کیونکہ وہ عذر کی حد سے گزر چکا ہے ۔

[2] اتنی عمر دی تاکہ یہ توبہ کرے مگر اس نے توبہ نہ کی اب اس کے بعد عذر کی جگہ کہاں رہی ، جوان کہہ سکتا ہے کہ میں بڑھاپے میں توبہ کروں گا مگر بوڑھا کیا کہہ سکتا ہے ؟ بعض شارحین نے کہا کہ اس فرمان کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر لازم فرمایا ہے کہ "اس عمر میں توبہ واستغفار کرے اور اس میں ہرگز کوتاہی نہ کرے ۔

٥٠٤١ ٦ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰی ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ تَابَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر انسان کے پاس مال کے دو جنگل ہوں تو وہ تیسرے کی تلاش کریگا[1] انسان کے پیٹ کو مٹی[2] کے سوا کوئی شے نہیں بھر سکتی اور اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے جو توبہ کرے[3] (بخاری ومسلم)

[1] اس کا شکم سیر نہ ہوگا

[2] اس سے مراد قبر ہے یعنی جب تک وہ قبر میں نہیں چلا جاتا حرص بڑھتی رہے گی اور یہ اغلب پر حکم ہے ۔

[3] ہر اس شخص پر اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے جو اس رذیل عمل سے بچنے کی دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے یا اس کا معنی یہ ہے کہ اس مرضِ مذموم سے جو توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول ہوگی کیونکہ ہر ظاہری و باطنی

معصیت پر توبہ مقبول ہے۔

٥٠٤٢ ٧ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِیْ فَقَالَ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْعَابِرُ سَبِیْلٍ وَعُدَّ نَفْسَکَ مِنْ اَھْلِ الْقُبُوْرِ ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے[٥١] جسم پر ہاتھ رکھا اور فرمایا اے ابن عمر! دنیا میں اس طرح ہوجا جیسے کوئی اجنبی[٥٢] یا مسافر[٥٣] اور اپنے آپ کو اہلِ قبور[٥٤] میں سے شمار کر[٥٥]

(بخاری)

[٥١] ہاتھ یا کندھا جیسا کہ گفتگو اور نصیحت کے وقت اکثر ہوتا ہے کیونکہ مخصوص حصۂ جسم فراموش ہوگیا اس لیے مجمل بیان کردیا بعض روایات میں ہے کہ آپ نے میرے دونوں کاندھے پکڑے اور فرمایا

[٥٢] جیسے شہر میں کوئی اجنبی ہوتا ہے۔

[٥٣] اس میں زیادہ مبالغہ ہے کیونکہ اجنبی کبھی چند دن شہر میں قیام بھی کرتا ہے لیکن چونکہ وہ سفر میں ہوتا ہے اس لیے اس کا دل کسی چیز میں نہیں لگتا۔

[٥٤] جو قبر میں آسودہ حال ہیں اور سب کچھ چھوڑ کر جاچکے ہیں ان کے ساتھ مشابہت اختیار کر اور مُردے کے حکم میں ہوجا۔

[٥٥] اس بات کی شرح تفصیل طلب ہے یہ جاننا ضروری ہے کہ موت کی حقیقت کیا ہے؟ روح کے تصرّف کا بدن سے ختم ہوجانا اور بدن سے روح کے خارج ہوجانے کا نام موت ہے مگر بدن کے فنا ہونے سے روح فنا نہیں ہوجاتی، البتہ اس کا حال بدل جاتا ہے چنانچہ اس سے اس کے کان، آنکھیں، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء وحواس، سلب ہوجاتے ہیں، اس سے اہل، اولاد، رشتہ دار اور دوست جُدا ہوجاتے ہیں۔ اس کے گھوڑے، لشکر، غلام، لونڈی چوپائے، سواریاں، زمین، محلاّت اور تمام دنیوی اسباب آلات اس سے دُور کردیے جاتے ہیں۔ پس مُردوں میں سے ہونے کا معنی یہ ہے کہ علائقِ دنیوی اور بدنی سے حتی الامکان قطع تعلق کرایا جائے تاکہ روح، جوارح سے محرمات اور مکروہات کے ارتکاب سے منقطع ہوجائے اور یہ یقین کرے کہ جو کچھ دُنیا میں اس کے دستِ تصرّف میں ہے وہ خود اس کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے گم ہونے سے غمگین نہ ہو اور اس کے پالینے سے خوش نہ ہو اسی طرح اپنے اہل وعیال، اقارب اور دوستوں سے جُدا ہوجائے کہ ان کی خاطر کسی حرام کا ارتکاب نہ کرے پس جو بندہ ان صفات کے ساتھ متصف ہوجائے گا وہ مُردوں کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ان کے حکم میں داخل ہوگا۔ اس کے بعد ان دیگر آداب وشرائط کا تذکرہ ہے جو مُردوں اور صاحبِ قبر لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک توبہ ہے جس کا مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے سے بالاتر ہونا ہے۔ موت کا معاملہ بھی یہی ہے دوسرا زُہد ہے جس کا معنی دنیا اور اس کی محبت، شہوات ولذّات سے باہر نکلنا ہے جیسا کہ موت میں ہوتا ہے تیسری شے توکل ہے یہ بھی موت کی طرح اسباب کی قید سے خارج ہونا ہے۔ چوتھی شے قناعت ہے وہ موت کی طرح خواہشاتِ نفسانیہ سے نکلتا ہے۔ پانچویں توجّہ الی اللہ ہے موت کی طرف اللہ کے ماسوا سے

منہ پھیر لینا ہے پس مطلوب، محبوب اور مقصود سوائے اللہ کے کوئی نہیں رکھتا ۔ چھٹی جز صبر ہے مجاہدات کے ذریعہ نفس کی خواہشات سے باہر آنا ہے جیسا کہ موت میں ہے ۔ ساتویں جز رضا ہے نفس کی خوشنودی سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اس کے احکام کو تسلیم کرنا، اپنے تمام امور کو کامل طور پر اس کے سپرد کرنا اور ہر حال میں اعتراض وسوال نہ کرنا ہے اور موت میں بھی یہی حال ہوتا ہے ۔ آٹھویں چیز ذکر ہے جس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اپنے مولیٰ کے سوا کسی کی یاد نہ رہے اور موت کا معاملہ بھی یہی ہے ۔ نویں مراقبہ ہے کیونکہ یہ اپنی طاقت وقوت سے باہر آنا ہے جیسا کہ موت میں ہے جب یہ صفات اور حالات حاصل ہو جائیں تو مردوں کے ساتھ مشابہت ہو گی اور اسے اصحاب قبور میں سے شمار کیا جا سکتا ہے اور آپ کے ارشاد گرامی وَعُدَّ نَفْسَکَ مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ کا یہی معنی ہے اور مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (موت سے پہلے مر جاؤ) کا بھی یہی معنی ہے اور یہی موت اختیاری ہے ۔ شیخ عبدالوہاب المتقی نے رسالہ فضل التوبہ میں اسی طرح ذکر کیا ہے ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۵۰۴۳/۸ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا وَاُمِّيْ نُطَيِّنُ شَيْئًا فَقَالَ مَا هٰذَا يَا عَبْدَ اللّٰهِ قُلْتُ شَيْءٌ نُصْلِحُهٗ قَالَ الْاَمْرُ اَسْرَعُ مِنْ ذٰلِكَ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے میں اور میری والدہ کسی[1] چیز کو مٹی سے لیپٹ رہے تھے فرمایا اے عبداللہ! یہ کیا ہے؟ عرض کیا ہم ایک[2] شے کو درست کر رہے تھے فرمایا وہ کام[3] اس سے بھی جلد آ رہا ہے ۔ (مسند احمد اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

---

[1] دیوار یا دروازے کو درست کر رہے تھے

[2] دیوار درست کر رہے ہیں

[3] جس دنیا کی وجہ سے تم اس کام میں مشغول ہو اور گھر کی اصلاح کر رہے ہو اس نے بڑی تیزی اور جلدی سے چلے جانا ہے ۔

۵۰۴۴/۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُهْرِيْقُ الْمَآءَ فَيَتَيَمَّمُ بِالتُّرَابِ فَاَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمَآءَ مِنْكَ قَرِيْبٌ يَقُوْلُ مَا يُدْرِيْنِيْ لَعَلِّيْ لَا اَبْلُغُهٗ۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَابْنُ الْجَوْزِيِّ فِيْ كِتَابِ الْوَفَآءِ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بول[1] مبارک کے بعد تیمم فرما[2] لیتے تھے ۔ میں عرض کرتا یا رسول اللہ! پانی قریب ہی ہے فرماتے کیا خبر ممکن ہے وہاں تک نہ پہنچ سکوں (شرح السنۃ، الوفا ابن الجوزی)

---

[1] پانی بہانے سے مراد بول ہے

[2] وضو کرنے سے پہلے

۳؎ اتنی دُور نہیں کہ تیمّم کیا جائے

۴؎ شاید عمر وفا نہ کرے کہ وضو کر سکوں تو تیمّم کے ذریعے طہارت حاصل کر لیتا ہوں، آپ کا معمول مبارک تھا جیسے وضو ختم ہوتا تو نیا وضو کرنے سے پہلے فی الفور تیمّم فرما لیتے تاکہ طہارت حاصل رہے ۔ یاد رہے یہ وہ تیمّم نہیں جو پانی نہ ہونے کی بنا پر کیا جاتا ہے اور اس سے نماز ادا کی جاتی ہے ۔

۵۰۴۵/۱۰ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا ابْنُ اٰدَمَ وَهٰذَا اَجَلُهٗ وَوَضَعَ یَدَهٗ عِنْدَ قَفَاهُ ثُمَّ بَسَطَ فَقَالَ وَثَمَّ اَمَلُهٗ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ انسان اور یہ اس کی موت۱؎ ہے اور اپنا دستِ۲؎ اقدس اپنی گُدّی پر رکھا پھر ہاتھ۳؎ دراز کیا فرمایا اور وہاں اس کی امید۴؎ ہے ۔

(ترمذی)

۱؎ قریب ترین

۲؎ مخصوص انداز میں سمجھانے کے لیے ایسا کیا کہ موت انسان کے پیچھے اور نہایت ہی قریب ہے ۔ صراح میں قفا کا معنی سر کے نچلے حصّے کے ہیں ۔

۳؎ گردن سے دور کیا تاکہ اُمید و ہوا کی طوالت واضح ہو

۴؎ موت قریب لیکن خواہش اور اُمید دُور

۵۰۴۶/۱۱ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَرَزَ عُوْدًا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاٰخَرَ اِلٰی جَنْبِهٖ وَاٰخَرَ اَبْعَدَ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَا قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذَا الْاِنْسَانُ وَهٰذَا الْاَجَلُ اُرَاهُ قَالَ وَهٰذَا الْاَمَلُ فَیَتَعَاطَی الْاَمَلَ فَلَحِقَهُ الْاَجَلُ دُوْنَ الْاَمَلِ ۔

(رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لکڑی سامنے گاڑی دوسری اس کے برابر۱؎ اور تیسری اس سے بہت دور پھر فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا۲؎ ہے ؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب بہتر جانتے ہیں فرمایا یہ انسان۳؎ ہے اور یہ موت ہے میرے۴؎ خیال میں یہ فرمایا کہ یہ اُمید۵؎ ہے انسان امیدوں میں مشغول رہتا مگر اسے امید سے موت۶؎ آلیتی ہے ۔

(شرح السنۃ)

۱؎ پہلی لکڑی کے پہلو میں

۲؎ یہ مثال کس کی ہے ؟

۳؎ پہلی لکڑی انسان اور جو دوسری متصل ہے وہ موت ہے ۔

۴؎ حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں

۵؎ یہ تیسری لکڑی

[6] موت آجاتی ہے حالانکہ امید برائی نہیں ہوتی۔

۵۰۴۷/۱۲ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمُرُ أُمَّتِيْ مِنْ سِتِّيْنَ سَنَةً إِلَى سَبْعِيْنَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی عمر ساٹھ ستر[1] سال کے درمیان ہو گی۔

(ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

[1] اکثر طور پر یہ عمر ہے بعض اوقات اس سے بڑھ بھی جاتی ہے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔

۵۰۴۸/۱۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْمَارُ أُمَّتِيْ مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ إِلَى السَّبْعِيْنَ وَأَقَلُّهُمْ مَنْ يَجُوْزُ ذٰلِكَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) وَذُكِرَ حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ فِيْ بَابِ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ۔

انھی سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمّت کی عمر ساٹھ ستر سال کے درمیان ہے کچھ لوگ آگے بڑھیں گے۔

(ترمذی، ابن ماجہ اور حضرت عبداللہ بن شخیر[1] کی حدیث باب عیادة المریض میں بیان کر دی گئی ہے)

[1] اَلشِّخِّیْر، شین کے نیچے زیر خاء پر شد اور یا ساکن

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ تیسری فصل

۵۰۴۹/۱۴ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَوَّلُ صَلَاحِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْيَقِيْنُ وَالزُّهْدُ وَأَوَّلُ فَسَادِهَا الْبُخْلُ وَالْأَمَلُ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کی پہلی درستگی یقین[1] اور زُہد ہے اور اس کا پہلا فساد بُخل[2] اور امید کا لمبا ہونا ہے۔

(بیہقی شعب[3] الایمان)

[1] اس بات کا یقین کہ رازق اللہ ہے اور اس نے رزق پہنچانے کی ضمانت دی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ دنیا سے بے رغبتی ہو جب اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر یقین ہو گا تو بخل نہیں کرے گا کیونکہ بُخل کی وجہ ہی یہ ہے کہ شاید اللہ کی طرف سے رزق ملے یا نہ ملے اگر میں نے مال خرچ کر دیا تو پھر کہاں سے کھاؤں گا اور جب انسان زُہد کرتا ہے تو دنیا میں طویل آرزوئیں قائم نہیں کرتا اسی وجہ سے آگے فرمایا کہ پہلا فساد بخل اور طول اَمل ہے۔

[2] مال خرچ کرنے میں بخل اور طویل آرزو رکھنا کیونکہ اس کا علاج اللہ کی رزّاقیت پر یقین اور دُنیا سے بے رغبتی تھا جو مفقود ہو گیا۔

[3] شیخ اجل عارف باللہ عبدالوہاب المتقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالے "الحبل المتین فی تحصیل الیقین" میں فرماتے ہیں کہ اعتقاد جب حدِ جزم کو پہنچے اور دلیل و برہان سے اس طرح مزین ہو کہ اثباتِ حق کرے اسے حکماء و متکلمین کی اصطلاح میں

یقین کہتے ہیں اور صوفیہ کے نزدیک جب تک تصدیق دل پر اس طرح قبضہ و غلبہ حاصل نہ کرے کہ وہی متصرف و حاکم ہو جو چیز موافق و مناسب ہو اس کی خواہش کرے اور منافی و مخالف ہو اس میں رکاوٹ و مانع ہو اسوقت تک اُسے یقین نہیں کہا تا مثلاً موت کے آنے کا یقین ہر ایک کو حاصل ہے لیکن وہ شخص جس کے دل پر موت کی یاد کا یہ اثر و غلبہ ہو کہ طاعات کی بجا آوری اور معاصی کے ترک پر دل کو تیار کر کے موت کے لیے تیاری کرے تو وہ صاحب یقین ہو گا اگرچہ وہ ہر چیز جس کی خبر رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے اس پر یقین رکھنا ضروری ہے مگر چار اصول ایسے ہیں جن پر سالک کے لیے یقین کے سوا کوئی چارہ نہیں ۔ اوّل توحید ۔ اس بات پر یقین کہ جو کچھ واقع ہو رہا ہے وہ تمام اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وجہ سے ہے دوم توکل و بھروسہ کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کی ضمانت دی ہے ۔ سوم اس بات پر یقین کہ اچھے و بُرے اعمال پر ثواب و عتاب ہو گا ۔ چہارم اس پر یقین رکھنا کہ بندے کے ہر حال پر ہر وقت مطلع ہے توحید پر یقین کا فائدہ یہ ہے کہ مخلوق کی طرف توجہ نہیں جاتی ۔ حصولِ رزق کے یقین کا فائدہ یہ ہے کہ مال کی طلب میں عمدہ طریقہ اختیار کرے گا اور اس کے حاصل نہ ہونے پر افسوس نہیں ہو گا ۔ اعمال کی جزا و سزا پر یقین کا فائدہ یہ ہے طاعت کا شوق اور معصیت سے چھٹکارا مل جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا تمام احوالِ بندہ سے آگاہ ہونے پر یقین کا فائدہ یہ ہے کہ بندہ اپنے ظاہر و باطن کی خوب اصلاح کرے گا (کلام شیخ کا خلاصہ ختم ہوا) ۔

حدیث میں اللہ تعالیٰ کے رازق ہونے پر کامل توکل اور یقین مراد ہے جیسے کہ ہم نے بیان کیا کیونکہ اس کے مقابل کا تذکرہ ہے اللہ تعالیٰ کی رزّاقیت اور رزق کے ملنے پر یقین رکھنا اور اس کی ضمانت پر بھروسہ رکھنا راہِ حق کے سالک کے لیے ایسی منزل ہے جس کے بغیر چارہ نہیں، کیونکہ فراغت برائے عبادت اسی پر موقوف ہے ۔ امام قطب وقت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ نے فرمایا اکثر طور پر دو چیزیں خالق اور مخلوق کے درمیان حجاب بنتی ہیں ، غمِ رزق ، خوفِ خلق اور ان میں سے غمِ رزق شدید تر ہے ۔

۵۰۵۰ / ۱۵ وَعَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ لَيْسَ الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا بِلُبْسِ الْغَلِيْظِ وَالْخَشِنِ وَاَكْلِ الْجَشِبِ اِنَّمَا الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا قِصَرُ الْاَمَلِ ۔

(رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دُنیا سے زُہد موٹا اور کھردرا کپڑا پہننا اور سالن کے بغیر طعام کا کھانا[1]، بلکہ زہد امیدوں کا مختصر ہونا ہے ۔

(شرح السنۃ) ۔

[1] بے مزہ کھانا، "جَشِبٌ" جیم پر زبر، شین کے نیچے زیر، بے مزہ اور خشک کھانا بعض نے کہا سالن کے بغیر کھانا ۔

۵۰۵۱ / ۱۶ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا وَسُئِلَ اَيُّ شَيْءٍ الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا قَالَ طِيْبُ الْكَسْبِ وَقِصَرُ الْاَمَلِ ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت زید بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا حالانکہ ان سے سوال ہوا تھا کہ دنیا سے زُہد کیا ہے؟ فرمایا حلال کمائی اور چھوٹی امیدیں (بیہقی شعب الایمان)

[1] امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوستوں میں سے ہیں ۔

۳۳۲۔ بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْمَالِ وَالْعُمُرِ وَالطَّاعَةِ

اطاعت کیلیے مال اور عمر کا بہتر ہونا

استحباب کا معنی اچھا و بہتر جاننا ہے ۔ صراح میں مال خواستہ کا معنی مال جمع کرنا ہے اور لفظ مال، مَيْلٌ سے مشتق ہے ۔ آدمی طبعًا اس کی طرف مائل ہوتا ہے ۔ عُمَرَ، عین پر فتحہ اور ضمہ دونوں جائز ہیں ۔ زندگی اور زندہ رہنا عین اور میم دونوں پر پیش بھی پڑھا گیا ہے ۔ محلِ قسم میں فتحہ پڑھنا افصح ہے ۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۰۵۲ عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَذُكِرَ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ لَاحَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ فِي بَابِ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ ۔

پہلی فصل

حضرت سعد[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں ، کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا[2] اللہ تعالیٰ پرہیز گار، مستغنی[3] اور مخفی بندے[4] کو پسند فرماتا ہے (مسلم) وہ حدیث ابن عمر جس میں ہے کہ رشک[5] دو افراد پر کیا جا سکتا ہے ۔ فضائل قرآن کے باب میں بیان کر دی گئی ہے)

---

[1] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[2] جس میں یہ تین صفات ہوں ۔

[3] مال سے غنی ، یا دل کا غنی ، حدیث کا اس باب میں لانا اس بات پر قرینہ ہے کہ یہاں غنا سے غنا بالمال مراد ہے

[4] جو عبادت الٰہی کے لیے مخلوق سے الگ گوشہ نشین ہو کیونکہ جب وہ مخلوق سے احتیاج اور نیاز نہیں رکھتا تو وہ ننگ ہو کر اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوگا خفی کی جگہ حفی حا کے ساتھ روایت ہے جس کا معنی مہربان اور نیکی کرنے والے کے ہیں اور یہ معنی غنیٰ کے زیادہ مناسب ہے ۔ مصابیح کے بعض نسخوں میں التقی کے بعد النقی ہے ۔ جس کا معنی پاک اور نظیف ہے ۔

[5] جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۵۰۵۳ ۲ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ قَالَ فَاَیُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَسَآءَ عَمَلُہٗ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

دوسری فصل

حضرت ابوبکرہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا آدمی اچھا ہے؟ فرمایا وہ شخص جس کی عمر لمبی اور اعمال اچھے ہوں۔ عرض کیا بُرا کون سا ہے؟ فرمایا جس کی عمر دراز اور عمل بُرے ہوں[2]

(مسند احمد، ترمذی، دارمی)

[1] یہ مشہور صحابی ہیں ان کا تعلق طائف سے ہے، ان کے احوال کا تذکرہ متعدد جگہ ہوا ہے۔

[2] یہ اکثر کا اعتبار کرتے ہوئے ہے جہاں عمل اور برائی برابر ہو وہاں ایک وجہ خیر ہے اور ایک وجہ شر کی ہے اور ایسی صورت نہایت ہی کم ہوتی ہے۔

۵۰۵۴ ۳ وَعَنْ عُبَیْدِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰخٰی بَیْنَ رَجُلَیْنِ فَقُتِلَ اَحَدُھُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ مَاتَ الْاٰخَرُ بَعْدَہٗ بِجُمُعَۃٍ اَوْ نَحْوِھَا فَصَلُّوْا عَلَیْہِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا قُلْتُمْ قَالُوْا دَعَوْنَا اللّٰہَ اَنْ یَّغْفِرَ لَہٗ وَیَرْحَمَہٗ وَیُلْحِقَہٗ بِصَاحِبِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَیْنَ صَلٰوتُہٗ وَعَمَلُہٗ بَعْدَ عَمَلِہٖ اَوْ قَالَ صِیَامُہٗ بَعْدَ صِیَامِہٖ لَمَا بَیْنَھُمَا اَبْعَدُ مِمَّا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ)

حضرت عبید بن خالد[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو اشخاص کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا[2]: ان میں سے ایک اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا پھر تقریباً ایک ہفتہ بعد دوسرا آدمی فوت ہو گیا لوگوں نے اس پر نماز ادا کی۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا تم نے کیا دعا کی ہے عرض کیا ہم نے اللہ سے عرض کیا کہ اسے بخش دے اس پر رحم کر اور اسے اس کے ساتھی کے ساتھ ملا دے، فرمایا پھر اس شہید کے بعد اس کی نمازوں اور اس کے اعمال[3] یا فرمایا شہید کے روزوں کے بعد اسکے روزے کہاں گئے یا فرمایا ان کے درمیان کا فاصلہ آسمان و زمین کے فاصلہ[4] سے زیادہ ہے[5]

(ابوداؤد، نسائی)

[1] ان کی کنیت ابوعبداللہ اسلمی ہے مہاجر صحابی ہیں کوفہ میں رہائش پذیر رہے۔

[2] جیسا کہ منقول ہے کہ آپ نے ایک دفعہ مہاجرین کے درمیان مواخات فرمائی اور دوسری دفعہ مہاجرین اور انصار کے درمیان۔

[3] راوی کو شک ہے۔

[4] جنت میں اور قربِ الٰہی میں ان کے درمیان آسمان وزمین کے فاصلہ سے بھی زیادہ ہے۔

[5] یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہفتہ بعد فوت ہونے والا کیسے بلند ہو گیا حالانکہ شہادت کا مقام نہایت ہی بلند ہے خصوصًا حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں جب دعوت دینا وہاں ابتدائی مرحلہ تھا اور معاونین بھی نہایت ہی تھوڑے تھے جواب اس کا یہ ہے کہ دوسرا شخص بھی مجاہد تھا اور راہِ خدا میں نیّتِ شہادت سے سرشار تھا پس اس کی نیّت کی وجہ سے اسے یہ مقام نصیب ہو گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خصوصًا جانتے تھے کہ اس شخص کے اعمال اس شہید سے اس لیے زیادہ ہیں کہ اس میں اخلاص، معرفت وعقل زیادہ ہے یا اس کی شہادت کے بعد اس نے کوئی ایسا عمل کیا جو اس سے بہتر تھا یہ ضابطہ نہیں کہ ہر شہید غیر شہید پر ہمیشہ فوقیت رکھتا ہے بلکہ بعض اوقات غیر شہید، شہید سے افضل ہوتا ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیگر شہداء صحابہ سے افضل ہیں۔ (کذا قالوا)۔

۵۰۵۵ وَعَنْ اَبِیْ كَبْشَةَ الْاَنْمَارِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ثَلٰثٌ اُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَاُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ فَاَمَّا الَّذِیْ اُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ فَاِنَّهٗ مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنْ صَدَقَةٍ وَّلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَّظْلِمَةً صَبَرَ عَلَيْهِمَا اِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ بِهَا عِزًّا وَّلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ وَّاَمَّا الَّذِیْ اُحَدِّثُكُمْ فَاحْفَظُوْهُ فَقَالَ اِنَّمَا الدُّنْيَا لِاَرْبَعَةِ نَفَرٍ عَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَّعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِیْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَيَصِلُ رَحِمَهٗ وَيَعْمَلُ لِلّٰهِ فِيْهِ بِحَقِّهٖ فَهٰذَا بِاَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِیْ مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَاَجْرُهُمَا سَوَآءٌ وَعَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ يَتَخَبَّطُ فِیْ مَالِهٖ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَتَّقِیْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَلَا يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهٗ وَلَا يَعْمَلُ فِيْهِ بِحَقٍّ فَهٰذَا بِاَخْبَثِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٌ لَمْ

حضرت ابو کبشہ[1] انماری[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تین باتوں پر میں قسم کھاتا ہوں[3] اور ایک بات کی تمھیں خبر دیتا ہوں اسے یاد رکھو وہ تین باتیں قسم والی یہ ہیں کسی بندے کا مال صدقہ[4] سے نہیں گھٹتا، ہر وہ ظلم[5] جس پر صبر کیا جائے اللہ تعالیٰ اس سے عزت[6] میں اضافہ کرتا ہے جب بھی کوئی بندہ مانگنے کی عادت بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے وہ بات جس کی خبر دیتا ہوں اور اسے یاد رکھنا یہ ہے کہ دنیا چار[7] اشخاص کے لیے ہے ایک وہ بندہ جسے اللہ تعالیٰ مال اور علم[8] دونوں دے تو وہ اللہ تعالیٰ سے[9] ڈرتا ہے رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرتا ہے اور اس میں ان کے حق کے مطابق عمل[10] کرتا ہے یہ اعلیٰ درجات میں ہے ایک وہ بندہ جسے اللہ نے علم دیا[11] مال نہ دیا لیکن اس کی نیت اچھی ہے وہ کہتا ہے اگر میرے[12] پاس مال ہوتا تو میں فلاں[13] کے لیے کام کرتا ان دونوں کا ثواب برابر[14] ہے تیسرا وہ بندہ جسے اللہ نے مال دیا اور علم نہ دیا[15] تو وہ اپنے مال میں بغیر علم[16] کے خلط ملط ہی کرتا ہے اس میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا رشتہ داروں سے حسنِ سلوک نہیں کرتا اور نہ

يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالًا وَّلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِيْ مَالًا لَعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهٖ وَوِزْرُهُمَا سَوَآءٌ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ)

اس میں حق کے مطابق عمل کرتا ہے تو یہ خبیث ترین درجہ ہے چوتھا وہ بندہ جسے اللہ نے نہ مال دیا نہ علم اور وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو فلاں[14] کی طرح کام کرتا تو اسے نیت پر[15] ملے گا اور ان دونوں کا گناہ برابر ہے (ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے)

[1] کاف پر زبر، با ساکن

[2] ہمزہ پر زبر، نون ساکن، ان کا نام عمرو بن سعد ہے بعض کے نزدیک سعد بن عمرو اور بعض کے نزدیک عامر بن سعد ہے یہ شام میں رہے اور وہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آئے تھے۔

[3] کیونکہ وہ حق ہیں۔

[4] اگرچہ بظاہر صدقہ سے نقصان ہوتا ہے مگر وہ دنیا میں موجبِ خیر و بھلائی اور برکت اور آخرت میں ثواب کے حصول کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے زیادتی اور اضافہ کا ذریعہ ہے نہ کہ نقصان کا۔

[5] جو اس سے ظلمًا مال چھینا

[6] مظلمۃ۔ میم پر زبر، لام کے نیچے کسرہ، فتحہ بھی آیا ہے مصدر ہے اس کا معنی ظلم کرنا اور اس مال کو بھی کہا جاتا ہے جو ظلمًا حاصل کیا جائے۔

[7] احوالِ دنیا ان چار مراتب میں منحصر ہے۔

[8] کہ اس مال کو کیسے کہاں اور کتنا خرچ کرتا ہے اور مصارفِ خیر سے آگاہ ہوتا ہے۔

[9] اس مال کے حصول اور خرچ کرنے میں وہ اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ اور ناپسند عمل کو پسند نہیں کرتا۔

[10] یعنی وہ حقوق اس مال سے متعلق ہیں مثلاً زکوٰۃ، کفارات، مہمان نوازی اور صدقہ کرنا یا اللہ تعالیٰ کے ان حقوق میں خرچ کرنا ہے جن کا اسی نے حکم دیا ہے۔

[11] جن کی بناء پر وہ حسنِ انفاق اور مصارفِ خیر اور نیکی کی راہوں پر خرچ کرنے سے آگاہ ہو۔

[12] وہ اپنے علم کے تقاضے کے مطابق نیتِ صالح رکھنے والا ہے اور بھی وجودِ مال کی آرزو رکھتا ہے۔

[13] میں بھی وہ عمل کروں جو فلاں صاحبِ تقویٰ نے کیا۔ میں صلہ رحمی کر۔ گا اور مال کے حقوق ادا کروں گا۔

[14] اس لیے کہ اگرچہ پہلے شخص نے عملاً انفاق کیا ہے مگر دوسرے کی۔ صالح تھی جس کی وجہ سے وہ اجر کا مستحق ٹھہرا۔

[15] جس کے ذریعے میں تقویٰ اور مال کے حقوق و مصارف سے آگاہ ہوتا۔

[16] یہ بغیر علم کے خرچ کرتا ہے نہ خیر کا علم نہ شر کا، لہٰذا غیر حق میں خرچ کرے گا۔ جیسا کہ آگے اس کی نشان دہی کر دی۔

[7] میں فلاں کی طرح اسراف واتراف کرتا۔

[8] یہاں نیت سے "عزم مصمم" ہے کیونکہ معصیت کے عزم پر گرفت ہے۔ عزم کا معنی یہ ہے کہ کام کے لیے کوشش کرتا ہے اس آدمی کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں اس کے باوجود وہ کام کر نہیں سکا اگر قدرت پالیتا تو بغیر کسی توقف کے وہ کام کر گزرتا۔ مثلاً ایک شخص نے زنا کا عزم کیا تو اس پر گرفت ہوگی اگرچہ عزم زنا، زنا نہیں مگر گناہ تو ہے، تفصیل اس کی یہ ہے کہ اوّلاً دل میں شیطان کی طرف وساوس بلا اختیار آتے ہیں ان کو "ہاجس" کہا جاتا ہے اس پر مواخذہ نہیں، جب دل میں اس طرح بیٹھ جائیں کہ وہ دل میں تحریک پیدا کرلیں تو ان کو "خاطر" کہا جاتا ہے۔ اس اُمت مرحومہ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواطر پر معافی ہے اور اس پر بھی مواخذہ نہیں اور یہ اس اُمت کا خاصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے عطا فرمایا ہے اس کے بعد "ہم" کا درجہ ہے جو فعل کا مقصد ہوتا ہے۔ نیکیوں میں محض قصد ونیت پر بھی کامل نیکی کا ثواب ملتا ہے لیکن سیاسٔت میں ایسا نہیں۔ اس کے بعد عزم کا درجہ ہے جس کا ذکر آیا ہے اس پر مؤاخذہ ہوگا جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

۵۰۵۶ ۵ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِذَا اَرَادَ بِعَبْدٍ خَیْرًا اِسْتَعْمَلَہٗ فَقِیْلَ وَکَیْفَ یَسْتَعْمِلُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ یُوَفِّقُہٗ بِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اس سے کام لیتا ہے؛ عرض کیا گیا یارسول اللہ! وہ کیسے کام لیتا ہے؟ فرمایا اسے موت سے پہلے نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے[1]

(ترمذی)

[1] اس حدیث سے زندگی کی فضیلت واضح ہو رہی ہے کیونکہ اعمالِ نیک اسی میں کیے جاسکتے ہیں۔

۵۰۵۷ ۶ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَہٗ ھَوَاھَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰہِ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت شداد بن اوس[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کو فرمانبردار کرالے اور بعد الموت کے لیے تیاری کرے۔ عاجز وہ ہے جو اپنے آپ کو خواہشات کے تابع[2] کردے اور اللہ[3] سے آرزو رکھے[4]

(ترمذی، ابنِ ماجہ)

[1] یہ حضرت حسّان بن ثابت کے بھائی کے بیٹے ہیں انھیں اور ان کے والد دونوں کو حضور کی صحبت میسر آئی، بیت المقدس میں رہے ان کا شامی صحابہ میں شمار ہوتا ہے۔

[2] نفس جن محرمات اور شہوات کی خواہش کرے اس کی اتباع کرے، دستِ شہوت میں عاجز ہو اور نفس کا قیدی۔

---

[53] باوجود نافرمانی اور اللہ کی تعلیمات کی خلاف ورزی کرنے کے توبہ واستغفار نہیں کرتا صرف خواہش و آرزو رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔

[54] شیخ ابن عباد شاذلی رحمۃ اللہ علیہ شرح حکم میں فرماتے ہیں کہ اہلِ معرفت نے کہا ہے کہ وہ جھوٹی امید جو آدمی کو مغرور کردے، عمل سے غافل کر دے اور گناہوں پر دلیر بنادے حقیقتاً امید ہے ہی نہیں بلکہ شیطان کی طرف سے فریب دھوکہ ہے حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عمل کے بغیر جنت کی طلب بھی گناہ ہے۔ بغیر کسی تعلق وسبب کے شفاعت کی امید رکھنا فریب کے سوا کچھ نہیں۔ فرمانبرداری نہ کرتے ہوئے رحمت کی امید رکھنا جہالت و بے وقوفی ہے امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر کوئی قوم صرف اس آرزو پر دُنیا سے رخصت ہو جائے کہ اللہ بخشنے والا ہے حالانکہ انھوں نے نیکی نہیں کی تو ان کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا جھوٹ ہوگا اگر وہ اتنی اعلیٰ آرزو کے قائل تھے تو نیک عمل کرتے اور فرمایا اے اللہ کے بندو! ایسی باطل آرزوؤں سے دُور رہو جو احمقوں کا طریقہ ہے اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ بندے کی ان باطل آرزوؤں پر نہ دنیا میں کچھ دیتا ہے اور نہ آخرت میں، حضرت عمر بن منصور نے ایک دوست کو لکھا تو اپنی عمر کی درازگی چاہتا ہے بُرے کاموں کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ سے آرزو رکھتا ہے ہوش کر کہ تو ٹھنڈا لوہا کوٹ رہا ہے (یعنی بے فائدہ کام کر رہا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۵۰۵۸ عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنَّا فِيْ مَجْلِسٍ فَطَلَعَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عَلٰى رَأْسِهٖ اَثَرُ مَآءٍ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَاكَ طَيِّبَ النَّفْسِ قَالَ اَجَلْ قَالَ ثُمَّ خَاضَ الْقَوْمُ فِيْ ذِكْرِ الْغِنٰى فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَأْسَ بِالْغِنٰى لِمَنِ اتَّقَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَالصِّحَّةُ لِمَنِ اتَّقٰى خَيْرٌ مِّنَ الْغِنٰى وَ طِيْبُ النَّفْسِ مِنَ النَّعِيْمِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

تیسری فصل

ایک صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں بیٹھے تھے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری ہوئی۔ آپ کے سرِ اقدس پر پانی کا اثر تھا[1]۔ عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ کو نہایت ہی مسرور دیکھ رہے ہیں فرمایا ہاں! پھر لوگوں نے غنا کی باتیں شروع کر دیں[2]۔ فرمایا مالداری میں اس کے لیے کوئی حرج نہیں جو اللہ سے ڈرے[3]۔ متقی کے لیے مالداری سے تندرستی بہتر ہے اور دل کی خوشی نعمتوں[4] میں سے ہے۔

(مسند احمد)

[1] تازہ غسل فرمایا ہوا تھا اور آپ کا حسن وجمال اپنے کمال پر تھا۔

[2] یہ اچھی ہوتی ہے یا بُری

[3] کیونکہ مالدار شاکر کا درجہ بلند ہے

[4] اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے اور بندے سے اس نعمت کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔ قرآن مجید میں ہے

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝ (پھر ضرور اس دن ہر نعمت کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا۔

۵۰۵۹/۸ وَعَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ كَانَ الْمَالُ فِيْمَا مَضٰى يُكْرَهُ فَاَمَّا الْيَوْمَ تُرْسُ الْمُؤْمِنِ وَقَالَ لَوْلَا هٰذِهِ الدَّنَانِيْرُ لَتَمَنْدَلَ بِمَا هٰؤُلَاۤءِ الْمُلُوْكُ وَقَالَ مَنْ كَانَ فِيْ يَدِهٖ مِنْ هٰذِهٖ شَيْءٌ فَلْيُصْلِحْهُ فَاِنَّهٗ زَمَانٌ اِنِ احْتَاجَ كَانَ اَوَّلَ مَنْ يَبْذُلُ دِيْنَهٗ وَقَالَ الْحَلَالُ لَا يَحْتَمِلُ السَّرَفَ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، گذشتہ دور میں مال ناپسند[1] تھا لیکن آج مال مومن کی ڈھال ہے فرمایا اگر آج ہمارے پاس یہ دینار نہ ہوتے تو یہ حکمران ہم کو رومال بنا[3] لیتے۔ فرمایا جس کے پاس دولت ہو وہ اسے محفوظ کرے، بڑھائے کیونکہ یہ وہ زمانہ ہے اگر کوئی محتاج ہو جائے تو جو پہلی چیز وہ خرچ کرتا ہے وہ دین ہے فرمایا حلال مال میں[4]۔ فضول خرچی کی گنجائش نہیں۔

(شرح السنہ)

[1] کیونکہ اس دور کے لوگوں کا امتیازی وصف دنیا سے بے نیازی اور قناعت تھی وہ اتنی روزی پر قناعت کر لیتے تھے انھیں زیادہ دوڑ دھوپ اور شاہانِ وقت اور امراء کے دربار میں جائے بغیر اتنی روزی مل جاتی تھی جس سے وہ جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھ سکتے تھے۔ اس لیے سلاطین اور امراء کی طرف سے انھیں مصیبت اور ذلّت سے دوچار ہونا نہیں پڑتا تھا۔

[2] جبکہ زہد و قناعت کا معاملہ دِگر گوں ہو چکا ہے تو مال ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی وجہ سے آدمی ان بادشاہوں اور امراء کے درباروں کے چکر لگانے سے محفوظ رہے گا جس کی وجہ سے ذلّت و رسوائی حاصل ہوتی ہے۔

[3] ہمیں ذلیل کرتے "مِنْدِيل": میم پر زیر اور زبر وہ ٹکڑا (چھوٹا تولیہ) جس کے ساتھ ہاتھ صاف کرتے ہیں اس سے مراد نہایت ہی ذلّت و خواری ہے۔

[4] مالِ حلال میں اسراف نہیں کرنا چاہیے بلکہ محفوظ رکھا جائے اور بوقت ضرورت اسے خرچ کیا جائے تاکہ دین قائم رہے یا مراد یہ ہے کہ مال حلال کم ہی ہوتا ہے اس لیے اس میں اسراف کیا ہی نہیں جا سکتا۔

۵۰۶۰/۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِيْ مُنَادٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَيْنَ اَبْنَاۤءُ السِّتِّيْنَ وَهُوَ الْعُمُرُ الَّذِيْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۤءَكُمُ النَّذِيْرُ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: روزِ قیامت آواز دینے والا آواز دے[1] گا ساٹھ سالہ لوگ کہاں ہیں[2]؟ یہ عمر وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا[3] ہے کیا ہم نے تم کو اس قدر عمر نہ دی جس میں نصیحت پکڑنے والا نصیحت پکڑے اور تمھارے پاس ڈرانے والے آئے[4]

(بیہقی، شعب الایمان)

[1] وہ فرشتہ جسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہوگا۔

[2] وہ لوگ جن کی عمر دنیا میں ساٹھ سال تھی اس کو سال عمر کے ساتھ نسبت دیتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں کہ "مَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ اَوْ تِسْعِيْنَ" فلاں شخص اسی یا نوے سال کی عمر میں فوت ہوا۔

[3] اس آیت میں

[4] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک پیغمبر اور شریعت نہیں آئے گی بعض عقل کی بناء پر مواخذہ نہیں ہوتا۔

٥٠٦١ / ١٠ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ اِنَّ نَفَرًا مِّنْ بَنِيْ عُذْرَةَ ثَلٰثَةً اَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّكْفِيْنِيْهِمْ قَالَ طَلْحَةُ اَنَا فَكَانُوْا عِنْدَهٗ فَبَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيْهِ اَحَدُهُمْ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ بَعَثَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيْهِ الْاٰخَرُ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ مَاتَ الثَّالِثُ عَلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ قَالَ طَلْحَةُ فَرَاَيْتُ هٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَةَ فِي الْجَنَّةِ وَرَاَيْتُ الْمَيِّتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ اَمَامَهُمْ وَالَّذِي اسْتُشْهِدَ اٰخِرًا يَّلِيْهِ وَاَوَّلَهُمْ يَلِيْهِ فَدَخَلَنِيْ مِنْ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَقَالَ وَمَا اَنْكَرْتَ مِنْ ذٰلِكَ لَيْسَ اَحَدٌ اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ مُّؤْمِنٍ يُّعَمَّرُ فِي الْاِسْلَامِ لِتَسْبِيْحِهٖ وَتَكْبِيْرِهٖ وَتَهْلِيْلِهٖ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت عبداللہ بن شداد سے مروی ہے کہ بنی عذرہ کے تین اشخاص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہوگئے، آپ نے فرمایا: انھیں ہماری طرف سے کون سنبھالے گا[1]، حضرت طلحہ نے عرض کیا میں حاضر ہوں تو وہ ان کے پاس رہے پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا تو ان میں سے ایک شخص اس لشکر میں گیا اور وہ شہید ہوگیا پھر اور لشکر بھیجا تو ان میں دوسرا گیا وہ بھی شہید ہوگیا اور تیسرا اپنے بستر پر فوت ہوگیا، راوی کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ نے فرمایا: میں نے ان تینوں کو جنت میں[2] دیکھا اور بستر پر مرنے والے کو ان سب کے آگے دیکھا جو پہلے شہید ہوا تھا اسے اس کے قریب اور پہلے کو اس دوسرے کے قریب[3] دیکھا میرے دل میں کچھ خیال[4] آیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض[5] کیا تو فرمایا تم نے اس میں سے کس چیز پر تعجب کیا[6]۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مومن سے کوئی افضل نہیں جسے اسلام میں زیادہ عمر دی جائے اس کی تسبیح، تکبیر اور اس کے کلمہ کی وجہ سے[7]

[1] ان کی غم خواری کون کرے گا؟ تاکہ مجھے یہاں رہنا نہ پڑے۔

[2] خواب میں

[3] پہلے شہید ہونے والا سب سے پیچھے تھا

[4] اس ترتیب پر تعجب ہوا یا تو پہلے شہید کو سب سے مقدم رکھا جاتا یا دونوں شہداء درجہ میں برابر ہوتے

اور تیسرے کو پیچھے ہونا چاہیے تھا۔

ف۵ خواب عرض کیا

ف۶ جو ترتیب آپ نے دیکھی ہے اس پر انکار نہیں

ف۷ ان کی عبادت کی وجہ سے، جب دوسرے شہید کی عمر پہلے سے زیادہ تھی تو اس کی عبادت زیادہ ہونے کی وجہ سے اجر بھی زیادہ تھا۔ اسی طرح تیسرے کا اجر ان دونوں سے زیادہ تھا۔ باقی اس کی تفصیلی توجیہہ فصلِ ثانی میں حدیث عبید بن خالد میں گزر چکی ہے۔

۵۰۶۲ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَمِيْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عَبْدًا لَوْ خَرَّ عَلٰى وَجْهِهٖ مِنْ يَوْمِ وُلِدَ إِلٰى أَنْ يَمُوْتَ هَرِمًا فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ لَحَقَّرَهٗ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَوَدَّ أَنَّهٗ رُدَّ إِلَى الدُّنْيَا كَيْمَا يَزْدَادَ مِنَ الْأَجْرِ وَالثَّوَابِ۔

(رَوَاهُمَا أَحْمَدُ)

حضرت محمد بن ابی عمیرہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جو صحابی رسول[2] ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی بندہ اپنی ولادت کے دن سے چہرے کے بل گر جاوے[3]۔ حتیٰ کہ اللہ کی اطاعت میں بوڑھا ہو کر مر جاوے تو اس دن[4] **اس عبادت کو حقیر سمجھے گا** اور تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹایا جاوے تاکہ اجر و ثواب اور زیادہ حاصل کرے[5]

(یہ مذکورہ دونوں احادیث امام احمد نے روایت کی ہیں)

ف۱ محمد بن عَمِیرَہ۔ عین پر زبر، میم کے نیچے زیر

ف۲ یہ اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی صحابیت مشہور نہیں

ف۳ یعنی بالفرض اگر ایسا ہو وقتِ ولادت سے وقتِ پیری تک سجدہ و نماز میں رہے یا اس سے مراد بلوغ کے بعد مرتبہ تکلیف ہے۔

ف۴ قیامت کے دن

ف۵ پس جتنی عمر زیادہ، خیر بھی زیادہ ہوگی۔

٣٣ - بَابُ التَّوَكُّلِ وَالصَّبْرِ

توکّل اور صبر کا بیان

وکل اور وکول کا لغت میں معنی کام کا کسی کے سپرد کرنا اور باز رکھنا ہے وکالۃ زیر اور زبر کے ساتھ اسم ہے توکل، اپنی کمزوری کا اظہار اور غیر پر اعتماد کا نام ہے۔ تُکلان اسم تا پر پیش ہے شرعی توکل یہ ہے کہ بندے کا تدبیر نفس اور اپنی طاقت وقوت سے بالاتر ہو کر اپنے تمام معاملات کو اپنے رب کے سپرد کرنا، اس کا اکثر استعمال رزق میں ہوتا ہے معنی توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر یہ اعتماد اور کامل بھروسہ کیا جائے کہ وہ تمام بندوں کے رزق کی ضامن ہے، اسباب اور کسب کا ترک اس کے لیے شرط نہیں بلکہ ان پر نظر نہیں ہونی چاہیے کیونکہ توکل دل کا کام ہے جب حق تعالیٰ کی ضمانت پر یقین ہوگیا توکل حاصل ہوگیا۔ جوارح کا معطّل ہونا شرط نہیں کام اور کسب اس کے منافی نہیں درویش لوگ جو اسباب کو ترک کر دیتے ہیں تو اس لیے ہوتا ہے تاکہ مقامِ توکّل وریاضتِ کامل ہو جائے اور نفس کی نظر ان سے بھی اٹھ جائے اور اس بات کا یقین ہو جائے کہ حصولِ رزق میں اسباب کا وجود شرط نہیں۔ بعض نے توکل کی تفسیر یوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر کامل وثوق کی بناء پر کسب اسباب سے بالاتر ہونا توکل ہے یہ توکل کا ابتدائی حال ہے یا مراد یہ ہے کہ دل کا ان اسباب سے تعلق ہی نہ رہے۔ منتہی۔ سالک کے لیے اسباب کے ساتھ ساتھ تعلق، توکل سے مانع نہیں ہوتا اور اس کا یقین اسباب اور ترک اسباب کی صورت میں ایک ہی حال پر رہتا ہے مثلاً اگر کھجور کا پودا لگا گے اور خلافِ عادت اسی وقت پھل دے دے تو اس صورت میں اور اگر وہ پودا کئی سالوں کے بعد معمول کے مطابق پھل دے تو اس کا یقین اللہ تعالیٰ کی صنعت پر یکساں ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے لیے بصورت اسباب اور اسباب پر اشیاء کا مترتب ہونا باری تعالیٰ کی کمال قدرت کا مشاہدہ ہے اور بغیر سبب کے کسی شے کا ہونا فقط ایک فعل ہے اور بس۔ اس جگہ اس قدر امثال یقینی اور احکام محکم ہیں کہ وہاں نہیں اور ترک اسباب کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا معطل ہونا لازم آتا ہے لغت میں صبر منع کرنا، قید کرنا اور نفس کو ہر شے سے روکنا جیسے فارسی میں شکیبائی (بے صبری) کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ شریعت میں صبر یہ ہے کہ حکم شریعت اور نفسانی خواہشات کے درمیان کش مکش کے وقت حکمِ شریعت غالب ہو۔ شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ نے فرمایا، صبرِ مجاہدہ کے ساتھ نفس کی خواہشات سے باہر آنا اور نفس کو اس کی محبوب ومانوس اشیاء سے منع کرنا ہے۔ عوارف میں زیادہ افضل صبر ہے کہ صدق توجہ، دوام مراقبہ کے ذریعہ دل کی خواہشات سے منقطع ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا ہے اور فرمایا صبر فرض بھی ہے اور نفل بھی ادائے فرائض اور ترک محرمات کے لیے صبر فرض ہے، ان صورتوں میں صبر نفل ہے مثلاً فقر اور اس کی تکالیف، صدمۂ اولیٰ،

کتمان مصائب، ترک شکایت، اخفاء احوال و کرامات پر صبر نفل ہے، صبر، فرض اور نفل کی متعدد صورتیں ہیں، بسا اوقات انسان صبر کی تمام اقسام پر عمل پیرا نہیں ہو سکتا اس کے لیے صبر کرنا، باقاعدگی کے ساتھ مراقبہ کرنا (الی اللہ تعالیٰ) کی حفاظت کرنا اور خیالات کو دور کرنا مشکل ہو جاتا ہے (انتہیٰ)۔

اگرچہ صبر کی بہت سی اقسام ہیں مگر اس کا استعمال بلیّات، مصائب اور مکروہات کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ شکر کا رزق کے ساتھ اختصاص ہے اس فقیر کے رسائل میں سے ایک رسالہ صبر اور اس کی صورتوں پر ہے اس کا نام "توصیۃ الاصحاب بالصبر فی جمیع الابواب" ہے اس میں صبر کا معنی اور اس کے مقامات پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

الفصل الاوّل

٥٠٦٣ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَیْرِ حِسَابٍ ھُمُ الَّذِیْنَ لَا یَسْتَرْقُوْنَ وَلَا یَتَطَیَّرُوْنَ وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

پہلی فصل

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمّت میں سے ستر ہزار افراد جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے بدشگونی نہیں لیتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہونگے (بخاری و مسلم)

لہ حقیقتِ حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس حدیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جنتر منتر سے مراد جاہلیت کے تعویذات ہیں جو کتاب و سنت سے مستفاد نہ تھے اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان پر سکوت اختیار نہیں فرمایا کیونکہ ان کی وجہ سے شرک میں پڑنے کا اندیشہ ہے اس پر قرینہ آپ کے الفاظ "ولا یتطیرون" ہیں کیونکہ یہ چیز مسلمہ ہے کہ فال بد عاداتِ جاہلیت میں سے ہے اور یہ ممنوع ہے۔ عاداتِ جاہلیت سے اجتناب اہلِ اسلام پر لازم ہے، باوجود اس بات کے کہ اس میں فضیلت ہے اور اس پر ایک عظیم و اعلیٰ جزا مترتّب ہے کہ وہ جنت میں بغیر حساب جائیں گے۔ مگر اکثر مسلمان اسباب میں گرفتار و مبتلا ہیں۔ دورِ جاہلیت کے جنتر منتر کو چھوڑنا بھی توکل کے درجات سے ہے اس سے بھی بلند مرتبہ توکل یہ ہے کہ مطلقاً علاج معالجہ، جھاڑ پھونک اور تدبیر کو چھوڑ دیا جائے مقام توکل پر پختگی حاصل کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ توکل کا یہی معنی معروف ہے لہذا توکل کی تفسیر ان الفاظ میں کی گئی اللہ تعالیٰ کی رزّاقیت پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے کسب اور اسباب کو ترک کر دینا جیسا کہ گزر چکا ہے اور یہ خاص اور متوسط لوگوں کا مرتبہ ہے مذکورہ حدیث میں بیان کردہ جزا اور فضیلت انھیں اضلافِ سمیت حاصل ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ" (یہ ان لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے اچھے اعمال کیے اور اس پر اضافہ ہے) تیسرا مرتبہ ایسے مقرّب اور متقی لوگوں کا ہے جن کی نظر اسباب سے کلیتہً اٹھ چکی ہوتی ہے ان کے لیے اسباب کا وجود و عدم برابر ہے اور ان لوگوں کو بندوں والے اسباب کی مباشرت اور آزادی کا اختیار ہوتا ہے اس حیثیت سے وہ عزیمت کی راہ اپناتے ہیں یہ مرتبہ اخص الخواص مثلاً انبیاء و اولیاء کا ہے جو اپنے آپ سے فانی اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے زندہ ہوتے ہیں۔ یہ مرتبہ توکل کی انتہا اور حقیقت ہے اور اس کی جزا تمام سے بلند ہے، تحقیق مقام یہ ہے کہ اسباب کی تین اقسام ہیں۔ یقینی، ظنی، وہمی۔ یقینی کی

مثال لقمہ اٹھانا، منہ میں ڈالنا، چبانا اور اسے نیچے اتارنا ہے یہ قسم اسباب توکل کے منافی نہیں بلکہ اس کا ترک جہالت اور بے وقوفی ہے اور موجب گناہ ہے۔ ظنی اسباب وہ ہوتے ہیں کہ جن میں عامۂ خلق کے حوالے سے سنت و تقدیرِ الٰہی جاری ہو مثلاً کسب کرنا، تدبیر کرنا، معالجہ کے لیے ادویات کا استعمال جن سے نفع کا ظن ہو اسی طرح نفس کو ہر اس شے سے روکنا جو غالباً ہلاکت کا موجب بنے مثلاً ایسی جگہ سونا جہاں سیلاب یا شیر کی آمد ہو، یہ قسم یقین اہلِ توکل و یقین کے گناہ سے ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ انھیں حق تعالیٰ کی قدرت و تقدیر پر اس قدر کامل یقین ہوتا ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی ذرہ حرکت نہیں کر سکتا اور کوئی شے اس کی خلق اور تقدیر کے بغیر واقع نہیں ہو سکتی۔ رہا معاملہ اسبابِ وہمی کا تو ان کا ترک واجب اور ان کا وجود توکل کے منافی ہے۔ مثلاً نفس کو ایسی جگہ جانے سے روکنا جہاں شیر کے آنے کا امکان نہ ہو اور محض وہم کی وجہ سے احتراز کرنا، جاہلیت کی بدفالی اور افسانے اس قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ صاحبِ شریعت نے اس بات کی نفی کی ہے باقی تدبیر اور معالجہ کو ترک کرنا قسم ثانی سے تعلق رکھتا ہے۔

۵۰۶۴ وَعَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاُمَمُ فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيُّ وَلَيْسَ مَعَهُ اَحَدٌ فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَرَجَوْتُ اَنْ يَّكُوْنَ اُمَّتِيْ فَقِيْلَ هٰذَا مُوْسٰى فِيْ قَوْمِهٖ ثُمَّ قِيْلَ لِيَ انْظُرْ فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَقِيْلَ لِيَ انْظُرْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَقِيْلَ هٰؤُلَاۤءِ اُمَّتُكَ وَمَعَ هٰؤُلَاۤءِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا قُدَّامَهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ سَبَقَكَ بِهَا

اور انھی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے تو فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں۔ تو نبی گزرنے لگے کسی نبی کے ساتھ ایک آدمی کسی نبی کے ساتھ دو آدمی، کسی نبی کے ساتھ جماعت اور کسی نبی کے ساتھ کوئی آدمی بھی نہ تھا پھر میں نے بڑی جماعت دیکھی جس نے آسمان کا کنارا گھیر رکھا تھا میں نے امید کی کہ یہ میری امت ہے تو مجھ سے فرمایا گیا یہ موسیٰ علیہ السلام اپنی اُمت کے ساتھ ہیں۔ پھر مجھ سے فرمایا گیا دیکھیے، میں نے بہت بڑی خلقت دیکھی جس نے آسمان کا کنارا گھیرا ہوا تھا پھر کہا گیا ادھر ادھر دیکھیے میں نے بہت بڑی خلقت دیکھی جس نے کنارے گھیرے ہوئے تھے کہا گیا یہ آپ کی اُمت ہے ان کے ساتھ ان کے آگے ستر ہزار وہ افراد ہیں جو بلا حساب جنت میں جائیں گے یہ وہ لوگ ہیں جو نہ فالِ بد لیتے ہیں نہ منتر جنتر کرتے اور نہ داغ لگاتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ حضرت عکاشہ بن محصن کھڑے ہو گئے عرض کیا یا رسول اللہ دعا کیجیے اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔ فرمایا الٰہی انھیں ان میں سے کر دے پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے

عُكَّاشَةُ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

مجھے اللہ ان میں سے کر دے فرمایا اس دعا میں تم پر عکاشہ سبقت لے گئے ف۹ (بخاری و مسلم)

ف۱ بصورت کشف وعیان یا خواب میں، یا یہ قیامت کے بارے میں اطلاع ہے، ماضی کے ساتھ تعبیر کرنے کی وجہ ان کا یقینی تحقق ہے ۔

ف۲ کسی نے ان کی اتباع نہیں کی ہو گی اس لیے ان کے ساتھ کوئی ان کا امتی نہ ہو گا ۔

ف۳ ان کے علاوہ یا انھی میں سے جیسا کہ روایت بخاری اس پر دال ہے ۔

ف۴ داغ لگانا بھی اسبابِ وہمیہ میں سے ہے، احادیث میں اس پر ممانعت آئی ہے ۔ ضرورت کے موقع پر اگر حاذق طبیب کہے تو اس میں رخصت بھی ہے لیکن مختار مکروہ و حرام ہے اس پر سیر حاصل بحث شرح سفر السعادت میں ہے وہاں مطالعہ کیا جائے ۔

ف۵ اسبابِ وہمیہ کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے ۔

ف۶ عکاشہ بن محصن، میم مکسور، حا ساکن صاد پر فتحہ، عکاشہ عین پر پیش، کاف مشدّد یا مخفف لیکن مشدّد اکثر ہے، مشاہیر صحابہ میں سے ہیں، غزوۂ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے ۔ بدر کے دن ان کی تلوار ٹوٹ گئی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکڑی یا کھجور کی شاخ (راوی کو شک ہے) عنایت فرمائی تو وہ ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی ۔ بیعتِ رضوان کے موقعہ پر سب سے پہلے بیعت کرنے والے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں جنّت کی بشارت دی اور فضلاءِ صحابہ میں سے ہیں ۔ سیدنا صدیق اکبر کے دور خلافت میں ارتداد کے دنوں میں ان کا وصال ہوا، ان کی عمر پینتالیس سال تھی، ان سے حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس اور خالہ زاد حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کیا ہے ۔

ف۷ توکل کرنے اور بلا حساب جنت جانے والوں میں سے کر دے ۔

ف۸ گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس مجلس میں ایک ہی کے لیے دعا کا حکم تھا جب آپ نے عکاشہ کے لیے دعا فرما دی تو اب گنجائش نہ رہی یا یہ دوسرا شخص اس مرتبہ کا مستحق نہ تھا اس کے باوجود آپ نے اس کے نااہل ہونے کی تصریح نہ کی بلکہ مشترک کلمات کے ساتھ جواب عنایت فرما دیا اور اس کا سبب عکاشہ کا دعا میں پہل کر لینا فرمایا ۔ شارحین حدیث نے بیان کیا ہے کہ یہ دوسرا شخص منافق تھا اس لیے آپ نے دعا نہ فرمائی، بلکہ حسن خلق کا مظاہرہ فرماتے ہوئے مجمل کلام کے ساتھ جواب دے دیا بعض کی رائے یہ ہے کہ عکاشہ کے لیے دعا کی تخصیص وحی خفی کی بنیاد پر تھی، یہ قول زیادہ درست ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ دوسرے شخص حضرت سعد بن عبادہ تھے جو خصوصی مشاہیر صحابہ میں سے ہیں ۔

ف۹ اس حدیث میں اس بات پر بھی راہنمائی ہے کہ صالحین سے دعا کروانے میں جلدی اور سبقت کرنی چاہیے ۔

۵۰۶۵ وَعَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَّلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مرد مسلمان پر تعجب ہے کہ اس کے تمام کام خیر ہیں یہ بات کسی کو حاصل نہیں

لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

سوائے مومن کے اگر اسے راحت پہنچے تو شکر کرے تو اس کے لیے راحت خیر ہے اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرے تو صبر کرنا اس کے لیے بہتر ہے[۲] (مسلم)

[۱] حضرت صہیب رومی فقراء صحابہ میں سے قدیم الاسلام ہیں ان کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔

[۲] صبر و شکر دونوں کا مقام بلند ہے اور ان پر اجر و ثواب مرتب ہوتا ہے۔ آدمی ان دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتا بس اس کا ہر حال بہتر ہے۔

٥٠٦٦/٤ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ وَفِيْ كُلٍّ خَيْرٌ اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجِزْ وَاِنْ اَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّيْ فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا قُلْ قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَآءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطٰنِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قوی[۱] مومن اللہ تعالیٰ کے ہاں کمزور مومن سے زیادہ پسند ہے۔ خیر سب میں[۲] ہے اس پر حرص کرو جو تمھیں نفع دے اللہ سے مدد مانگو عاجز نہ ہو جاؤ[۳]، اگر تمھیں تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو، اگر میں وہ کام کر لیتا[۴] تو ایسا ہو جاتا لیکن یہ کہو اللہ تعالیٰ نے یہ ہی مقدر کیا تھا جو اس نے چاہا کیا، کیونکہ اگر مگر شیطان کا کام کھولتا ہے۔ (مسلم)

[۱] ایمان، اعتقاد بجا اور اس پر توکل اور بھروسہ، امورِ خیر میں عزیمت، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے میں قوی ہو یا لوگوں کی سنگت میں صبر و ہمت، نصیحت کی صورت میں ایذاء پر اور خیر کی تعلیم میں برداشت رکھتا ہو۔

[۲] خواہ مومن قوی ہو یا کمزور، کوئی مسلمان صفاتِ خیر سے خالی نہیں ہوتا اور ایمان صفاتِ خیر میں سے اکمل ہے۔

[۳] اللہ سے مدد و اعانت طلب کرنے میں۔

[۴] کیونکہ طاقت و قوت کی نسبت اپنی طرف کرنا شیطان کا کام ہے اور بندے کے دل میں ایسا وسوسہ پیدا کرتا ہے اور بعض احادیث میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے جیسا کہ حج میں فرمایا "لَوْ اَنِّیْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ بِهٖ" اس معنی میں ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

٥٠٦٧/٥ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جو اس کا حق[۱] ہے تو تم کو وہ ایسے رزق دے جیسے پرندوں کو

بِطَانًا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

دیتا ہے، صبح بھوکے جاتے ہیں[2] شام کو سیر ہوکر[3] لوٹتے ہیں

(ترمذی، ابن ماجہ)

[1] حق توکل یہ ہے کہ اس بات پر یقین کامل ہو کہ رزق کا ضامن اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہ ہو۔ علامہ طیبی کہتے ہیں حق توکل یہ ہے کہ بے حرص وافراط کے اندازِ احسن میں سعی وکوشش کے باوجود اللہ ہی کو فاعل ماننا فرمایا کہ امام غزالی سے منقول ہے کہ جو شخص توکل اس بات کو سمجھتا ہے کہ کسب ترک کر کے زمین پر کپڑے کی طرح گر پڑتا ہے وہ جاہل ہے امام قشیری نے فرمایا توکل کا محل دل اور حرکت ظاہر میں ہے لہٰذا جب دل میں اس بات کا یقین ہے کہ ہر شے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے تو ظاہری حرکت اس کے منافی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی مثال پرندے کے ساتھ دی کہ وہ طلبِ رزق کے لیے اپنی قوت وطاقت پر اعتماد کیے بغیر نکلتا ہے۔

[2] خِماصًا، خاء کے نیچے کسرہ، پرندے کا بھوک کی حالت میں نکلنا

[3] بِطانًا، باء کے نیچے زیر، پیٹ بھر کر آنا۔

۵۰۶۸ ۶ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا النَّاسُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُّقَرِّبُكُمْ اِلَى الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِّنَ النَّارِ اِلَّا قَدْ اَمَرْتُكُمْ بِهٖ وَلَيْسَ شَيْءٌ يُّقَرِّبُكُمْ مِّنَ النَّارِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اِلَّا قَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ وَاِنَّ الرُّوْحَ الْاَمِيْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَاِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رُوْعِيْ اَنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا اَلَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ وَلَا يَحْمِلَنَّكُمْ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ اَنْ تَطْلُبُوْهُ بِمَعَاصِي اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لَا يُدْرَكُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ وَاِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! ہر وہ چیز جو تمھیں جنّت کے قریب اور دوزخ سے دُور کر دے اس کا حکم دے دیا اور ہر وہ چیز جو آگ کے قریب اور جنّت سے دُور لے جائے اس سے منع کر دیا ہے روح الامین دوسری[1] روایت کے مطابق روح القدس نے میرے دل میں یہ بات[2] ڈالی کہ کوئی نفس دنیا کا رزق پورا کیے[3] بغیر نہیں مرے گا، سنو اللہ سے[4] ڈرو۔ تلاشِ رزق میں میانہ روی[5] اختیار کرو اور رزق میں تاخیر[6] کی صورت تمھیں اس بات پر نہ اُبھارے کہ تم اللہ کی نافرمانی سے رزق تلاش کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی چیزیں[7] اس کی فرماں برداری سے ہی حاصل کی جا سکتی ہیں۔

(شرح السنہ، بیہقی شعب الایمان مگر بیہقی نے یہ الفاظ وان روح[8] القدس الخ ذکر نہیں کیے)

[1] روح الامین کی جگہ روح القدس ہے، دونوں سے مراد حضرت جبرئیل امین ہیں۔ روح جانِ آدمی، وحی، جبرائیل اور حضرت عیسیٰ کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ علم ووحی میں امانت داری کی وجہ سے انھیں امین کہا جاتا ہے اور قُدُس (قاف پر پیش، دال ساکن یا مضموم) کی طرف نسبت ان کا اس عالم ناسوت کی میل سے پاک

ہونے کی وجہ سے ہے ۔

[2] اس سے مراد وحی خفی ہے ۔

[3] جو اس کے لیے مقرّر ہے ۔

[4] جب روزی کا معاملہ اس طرح ہے ۔

[5] تاکہ کہیں زیادہ روزی کی تلاش کی وجہ سے شریعت کی نافرمانی نہ ہو جائے ۔

[6] جب رزق میں تاخیر ہو جائے تو پریشان نہ ہو ، حرام اور مکروہ راستہ سے رزق حاصل نہ کرو کیونکہ جو رزق مقرّر ہے وہی ملے گا خواہ کب ملے ، نافرمانی سے زیادہ نہیں ہو جاتا بلکہ وہی ملے گا جو مقدر تھا تو اضطراب کا حاصل سوائے معصیت کے کچھ نہیں جو بھی ملے گا وہ حرام ہو گا تو معصیت کے ذریعے رزق تلاش ہی نہ کرو ۔

[7] یعنی رزق حلال ، طاعت و فرمانبرداری پر دوام اختیار کرو کیونکہ جو ملنا ہے وہ ملے گا نافرمانی کے ذریعے مال حاصل نہ کرو ورنہ وہ حرام ہو جائے گا اگر وہی مال بصورتِ طاعت حاصل کیا جاتا تو حلال اور قابلِ مدح ہوتا ۔ حواشی میں یہ بھی ہے کہ بما عند اللہ سے مراد جنّت ہے ۔

[8] یا مراد یہ ہے کہ بیہقی نے ان روح الامین کی جگہ روح القدس کے الفاظ شرح السنہ کی طرح ذکر نہیں کیے ۔

۵۰٦۹ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّہَادَۃُ فِی الدُّنْیَا لَیْسَتْ بِتَحْرِیْمِ الْحَلَالِ وَلَا اِضَاعَۃِ الْمَالِ وَلٰکِنَّ الزَّہَادَۃَ فِی الدُّنْیَا اَنْ لَّا تَکُوْنَ بِمَا فِیْ یَدَیْكَ اَوْثَقَ بِمَا فِیْ یَدَیِ اللّٰہِ وَاَنْ تَکُوْنَ فِیْ ثَوَابِ الْمُصِیْبَۃِ اِذَا اَنْتَ اُصِبْتَ بِہَا اَرْغَبَ فِیْہَا لَوْ اَنَّہَا اُبْقِیَتْ لَكَ ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَعَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ الرَّاوِیْ مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : زُہد نہ تو حلال کو حرام[1] کر لینے میں ہے اور نہ مال برباد[2] کرنے میں ۔ لیکن دنیا میں زہد یہ ہے کہ اپنی مقبوضہ شے پر اس سے زیادہ بھروسہ نہ کر جو اللہ کے قبضہ میں[3] ہے اور جب تو کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو اس کے ثواب میں تجھے اتنی رغبت ہو کہ تو کہے کاش یہ مصیبت میرے لیے باقی رکھی جائے[4] ۔

(ابن ماجہ ، ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کا راوی عمر بن واقد منکر الحدیث ہے)

[1] ترکِ لذّات و شہوات اس طرح کہ حلال کو حرام جاننا یہ شرعًا منع ہے ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ (ان طیبات کو حرام مت بناؤ جنھیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے پیدا کیا ہے)

[2] مال ترک کرنا اور اس کا ضرح کرنا یہ بھی ممنوع ہے ۔

[3] توکل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رزّاقیت پر کامل بھروسہ کیا جائے ۔

[4] واضح رہے کہ زُہد دنیا میں بے رغبتی اور متاعِ دنیا اور مال وجاہ کی خواہشات سے باہر آنا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ فرمایا ہے کہ صرف اس سے مقامِ زہد کامل نہیں ہو جاتا بلکہ مقامِ صبر و توکل اور آخرت کی طرف رغبت اس طرح

حاصل ہونا ضروری ہے کہ دنیوی مصائب اور بلائیں امیدِ ثواب کی وجہ سے محبوب ہو جائیں بلکہ ان مصائب کا موجود ہونا، نہ ہونے سے بڑھ کر محبوب ہو جس شخص کو یہ چیز حاصل ہو جائے وہ زاہد ہے ورنہ حلال کو حرام اور مال ضائع کرنیکا کیا معنی ؟

٥٠٧٠ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِاجْتَمَعَتْ عَلٰٓى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ ۔

٨

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے[1] تھا تو فرمایا! اے نوجوان ! حقوقِ الٰہی کی حفاظت کر اللہ تعالیٰ تمھاری حفاظت کرے گا تو اپنے سامنے پائے گا[2] ۔ اور جب مانگو تو اللہ سے مانگو جب مدد چاہو تو اللہ سے چاہو[3] اور یقین رکھو کہ تمام لوگ اکٹھے ہو کر تجھے نفع پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے مگر اس چیز کا جو اللہ نے تمھارے لیے لکھ دی[4] اور اگر اکٹھے ہو کر تجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کریں تو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اس چیز سے جو اللہ نے لکھی ہے قلم اُٹھ چکے[5] ، دفتر خشک ہو چکے ۔

(مسند احمد، ترمذی)

[1] سواری پر سوار تھا ۔

[2] اس کی رضا کا طالب بن جا ۔

[3] مدد و نُصرت میں ۔

[4] جو نفع اللہ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے ۔

[5] تقدیر کے تمام اور لکھے جانے سے فارغ ہونے کی طرف اشارہ ہے ۔

[6] بعض روایات میں تَجِدْهُ تُجَاهَكَ کے بعد یہ بھی الفاظ ہیں تو آسانی و فراغت میں اس کا شکر ادا کر، وہ سختی میں تیری حاجت پوری کرے گا اگر طاقت ہے تو یقین میں رضا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کر، یہ کارِ عظیم ہے، اگر تو نعمت پر کماحقہ شکر یہ ادا نہیں کر سکتا تو ہر مصیبت و پریشانی پر فضل و ثواب کی اُمید کرتے ہوئے صبر کر یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرنا ہی اصل ہے کیونکہ عام میں اور ظاہری و خفی میں اگر ایسا نہیں تو پھر صبر کے بغیر چارہ نہیں اور یہ فضیلت رکھتا ہے، جان لے صبر کرنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہے اور محنت و سختی کے ساتھ کشادگی ہے یعنی ہر دربندی کے بعد کشادگی اور ہر سختی کے بعد راحت و خوشی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (بلاشبہ ہر سختی کے بعد آسانی ہے) اور ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب نہیں آ سکتی یعنی اگر آدمی ایک تنگی جھیل لے تو دو آسانیاں ہیں ایک دنیا میں اور ایک آخرت میں حاصل ہو گی ۔ جیسا کہ مسلمان دنیا میں فقر و سختی جھیلتے ہیں تو انھیں دنیا میں فتح و نُصرت اور آخرت میں جنت اور اللہ تعالیٰ کا دیدار عطا کیا جاتا ہے اور یہ تمام الفاظ مصابیح کی دوسری حدیث میں آئے ہیں جو مشکوٰۃ میں نہیں آئے ۔

٥٠٧١/٩ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْكُهٗ اسْتِخَارَةَ اللّٰهِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ سَخَطُهٗ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کی خوشبختی یہ ہے کہ وہ اللہ کے فیصلے[1] پر راضی ہو جائے اور انسان کی بدبختی اللہ تعالیٰ سے اس کا خیر مانگنا چھوڑ دینا[2] ہے۔ اس کی بدبختی سے یہ ہے کہ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو ناپسند[3] کرتا ہے۔

(مسند احمد، ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

[1] ہر اس چیز پر راضی ہو جو اس کی تقدیر میں ہے۔

[2] وہم ہوتا تھا کہ شاید ناپسندیدہ اعمال پر بھی خوش ہو تو اس کا ازالہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت خیر و بھلائی طلب کی جائے، تاکہ معصیت سے محفوظ رہا جا سکے۔ دراصل اللہ تعالیٰ کی قضا اور فعل پر راضی ہونا لازم ہے اگرچہ معصیت میں گرفتار ہو اور یہ سمجھے کہ میرا عمل ہے جس کا فیصلہ ہو چکا تھا اس کی مزید تحقیق علم کلام میں ہے۔

[3] مصائب اور بلایا وغیرہ میں صبر و ہمت نہ کرنا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

٥٠٧٢/١٠ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهٗ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهٗ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِيْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهٖ صَلْتًا قَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقُلْتُ اَللّٰهُ ثَلٰثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نجد[1] کی طرف جہاد کیا جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس لوٹے تو میں بھی[2] آپ کے ساتھ واپس ہوا۔ ایک بہت خاردار درختوں[3] والے جنگل میں دوپہر آ گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اترے اور لوگ درختوں کے سایہ کے لیے الگ الگ ہو گئے[4]، آپ ایک بلند درخت[5] کے نیچے آرام فرما ہوئے اور اس سے اپنی تلوار لٹکا دی، ہم ابھی سوئے ہی تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں پکارا اچانک آپ کے پاس ایک دیہاتی تھا فرمایا اس شخص نے مجھ پر تلوار سونت[6] لی۔ میں سو رہا تھا میں جاگا تو تلوار اس کے ہاتھ میں تھی، بولا مجھ سے آپ کو کون بچائے گا؟ تو میں نے تین بار کہا اللہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے بدلہ نہ لیا، وہ بیٹھ گیا (بخاری و مسلم) شیخ ابوبکر اسماعیلی کی

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ الْاِسْمَاعِيْلِيِّ فِيْ صَحِيْحِهٖ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قَالَ اللّٰهُ فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَّدِهٖ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّيْفَ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقَالَ كُنْ خَيْرَ اٰخِذٍ فَقَالَ تَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ اُعَاهِدُكَ عَلٰۤى اَنْ لَّآ اُقَاتِلَكَ وَلَآ اَكُوْنَ مَعَ قَوْمٍ يُّقَاتِلُوْنَكَ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ، فَاَتٰى اَصْحَابَهٗ فَقَالَ جِئْتُكُمْ مِّنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ هٰكَذَا فِيْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَفِي الرِّيَاضِ۔

صحیح میں یہ بھی ہے کہ وہ بولا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا میں نے کہا اللہ۔ تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور تلوار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لے کر فرمایا؛ تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ وہ بولا آپ بہتر پکڑ کرنے والے[۷] ہیں، فرمایا تو کیا گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں[۸]؟ وہ بولا نہیں، لیکن میں آپ سے معاہدہ کرتا ہوں کہ آپ سے نہ جنگ کروں گا نہ آپ سے جنگ کرنے والی قوم کا ساتھ دوں گا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو چھوڑ دیا، وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا، بولا میں لوگوں میں سے سب سے بہتر کے پاس سے آرہا ہوں۔

(حمیدی اور ریاض[۹] میں یوں ہی ہے)

[۱] نجد، نون پر زبر، جیم ساکن اس علاقہ کا نام ہے جسے تہامہ کہا جاتا ہے۔ تہامہ سے لے کر عراق کی سرزمین تک جو بلند علاقہ ہے، اسے نجد کہا جاتا ہے۔ نجد کا دراصل معنی بلند جگہ کے ہیں۔

[۲] قفول۔ سفر سے واپس وطن لوٹنا، قافلہ کو قافلہ کہنے کی وجہ بھی یہی ہے، یہ نیک فالی کے طور پر کہا جاتا ہے یعنی سلامتی کے ساتھ جاؤ اور سلامتی کے ساتھ واپس آؤ۔

[۳] عِضاہ، عین کے نیچے زیر، عضتہ کی جمع خاردار درخت، مجمع البحار میں ہے کہ عضاہ سے مراد ببیلوں کے درخت ہیں۔

[۴] ہر کوئی کسی نہ کسی درخت کے نیچے قیلولہ کرنے لگا۔

[۵] صراح میں ہے سَمُرَہ، سین پر زبر، میم پر پیش، بلند درخت

[۶] صلب، صاد پر زبر یا پیش، تلوار کا سونتا

[۷] آپ مضبوط گرفت کرنے والے اور لطف وکرم سے رہا کرنے والے ہیں

[۸] تو مسلمان ہوجا

[۹] ریاض الصالحین جو امام محی الدین نووی کی تصنیف ہے۔

۵۰۷۳ ۱۱ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اٰيَةً لَّوْ اَخَذَ النَّاسُ بِهَا لَكَفَتْهُمْ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا؛ میں ایک ایسی آیت[۱] جانتا ہوں اگر لوگ اس پر عمل کرلیں تو وہ انھیں کافی ہو[۲] کہ جو اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اسکے لیے چھٹکارے کی

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ)

صورت پیدا فرمادے گا اور اس جگہ سے روزی دے گا جس کا اسے گمان نہیں ۳ (مسند احمد، ابن ماجہ، دارمی)

۱ اگر لوگ اس آیت قرآنی پر عمل کریں تو انھیں باقی افعال سے کافی ہو جائے ۔

۲ اس آیت کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا

۳ بغیر کسی تنگی اور تردّد کے روزی دے گا ۔

۵۰۷۴/۱۲ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَقْرَاَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت سکھائی "میں ہوں روزی رساں بڑی قوت والا ۱" (ابوداؤد، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے)

۱ مشہور قراءت اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ہے حدیث میں شاذ قراءت ۔

۵۰۷۵/۱۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَخَوَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اَحَدُهُمَا يَاْتِی النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَى الْمُحْتَرِفُ اَخَاهُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں دو بھائی تھے جن میں ایک آپ کی خدمت ۱ کرتا اور دوسرا کوئی پیشہ کرتا تھا ۔ پیشہ کرنے والے نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اپنے بھائی کی شکایت ۲ کی ۔ فرمایا شاید تجھے اس کی برکت سے روزی مل رہی ہے ۴ ۔ (ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح غریب ہے)

۱ جبکہ وہ غیر شادی شدہ تھا ۔

۲ اس نے سارا بوجھ مجھ پر ڈال دیا ہے اس کو میری مدد کرنی چاہیے ۔

۳ آپ نے بوجھ اٹھانے پر صبر و ہمت کی تلقین فرمائی کہ شاید جو تو بوجھ اٹھاتا ہے اور رزق حاصل کرتا ہے شاید وہ اسی کی برکت سے ہو ۔

۴ یہ حدیث اس معاملہ پر واضح دلیل ہے کہ فقراء کا بوجھ اٹھانا خصوصًا ذوی الارحام کا ۔ یہ رزق میں برکت کا ذریعہ بنتا ہے ۔

۵۰۷۶/۱۴ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ قَلْبَ ابْنِ اٰدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ فَمَنْ اَتْبَعَ قَلْبَهُ الشُّعَبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ بِاَیِّ وَادٍ اَهْلَكَهٗ وَمَنْ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: انسانی دل کی ہر وادی میں ایک شاخ ۱ ہے تو دل کو ان تمام شاخوں کی طرف لگا دے ۲ اللہ کو نہیں پرواہ کہ کسی جنگل میں

تَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ كَفَاهُ الشُّعَبَ ۔
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

ہلاک کر دے[۳] اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے گا وہ اسے گھاٹیوں سے بچا لے گا[۴] (ابنِ ماجہ)

[۱] اس سے مراد حصولِ رزق کے لیے خواہشاتِ دل اور ان کا متفرق ہونا ہے ۔

[۲] جو ان تمام خواہشات کی پیروی کرے گا ۔

[۳] اور اس کائنات سے اس کی روانگی آخرت کی طرف کیا خبر کس حال میں ہو ؟

[۴] اس کی تمام حوائج کو پورا فرمائے گا

۵۰۷۷
۱۵
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ لَوْ أَنَّ عَبِيْدِي أَطَاعُوْنِي لَأَسْقَيْتُهُمُ الْمَطَرَ بِاللَّيْلِ وَأَطْلَعْتُ عَلَيْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ وَلَمْ أُسْمِعْهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ ۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں راتوں رات ان پر بارش برساؤں اور دن میں دھوپ نکالوں[۱] انھیں گرج کی آواز بھی نہ سناؤں[۲] ۔ (مسند احمد)

[۱] تاکہ یہ پانی حاصل کریں رات کی تخصیص اس لیے ہے کہ اکثر بارش رات کو نافع ہوتی ہے ۔

[۲] یعنی امن و سلامتی عطا کروں اور انھیں کوئی خوف نہ ہو ۔

۵۰۷۸
۱۶
وَعَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى أَهْلِهِ فَلَمَّا رَأَى مَا بِهِمْ مِنَ الْحَاجَةِ خَرَجَ إِلَى الْبَرِّيَّةِ فَلَمَّا رَأَتِ امْرَأَتُهُ قَامَتْ إِلَى الرَّحَى فَوَضَعَتْهَا وَإِلَى التَّنُّوْرِ فَسَجَرَتْهُ ثُمَّ قَالَتْ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا فَنَظَرَتْ فَإِذَا الْجَفْنَةُ قَدِ امْتَلَأَتْ قَالَ وَذَهَبَتْ إِلَى التَّنُّوْرِ فَوَجَدَتْهُ مُمْتَلِئًا قَالَ فَرَجَعَ الزَّوْجُ قَالَ أَصَبْتُمْ بَعْدِي شَيْئًا قَالَتِ امْرَأَتُهُ نَعَمْ مِنْ رَبِّنَا وَقَامَ إِلَى الرَّحَى فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَمَا إِنَّهُ لَوْ لَمْ يَرْفَعْهَا لَمْ تَزَلْ تَدُوْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

اور انھی سے مروی ہے کہ ایک آدمی اپنے گھر والوں کے پاس گیا ، ان کی محتاجی دیکھی تو جنگل کی طرف نکل گیا[۱] جب اس کی بیوی نے یہ دیکھا[۲] تو وہ چکی کی طرف اٹھی اسے رکھا[۳] اور تنور کی طرف گئی[۴] اسے جھانک دیا پھر دعا کی الٰہی ہمیں روزی دے تو پیالہ[۵] بھر گیا ۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ عورت تنور کی طرف گئی تو اسے بھرا ہوا پایا[۶] فرماتے ہیں کہ پھر خاوند لوٹا[۷] اور کہا[۸] کیا تم نے میرے پیچھے کچھ پایا[۹] ۔ بیوی نے کہا ہاں[۱۰] اپنے رب کی طرف سے وہ شخص چکی کی طرف اٹھا یہ واقعہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا گیا تو فرمایا یقیناً اگر وہ شخص اسے نہ اٹھاتا تو چکی قیامت تک گھومتی رہتی[۱۱] ۔

(مسند احمد)

[۱] تاکہ ان کے لیے کچھ روزی حاصل کرے ۔

[۲] خاوند جنگل کی طرف چلا گیا ہے ۔

[3] اپنے سامنے چکی کو رکھا یا ایک چکی کے ایک پتھر کو دوسرے پتھر پر رکھا اس امید پر کہ خاوند باہر سے کچھ لائے تو پیس کر پکاؤں گی ۔

[4] گرم کروں تاکہ روٹی پک سکے سَجَّرَ کا معنی تنور روشن کرنا ہے ۔

[5] وہ پیالہ جو اس نے چکی کے نیچے رکھا تھا بھر گیا ۔

[6] غیب سے تنور میں روٹیاں لگ گئیں اور وہ ان سے بھر گیا

[7] اور یہ حال دیکھا

[8] جیسے تم نے پیس کر پکایا ہے

[9] ہاں ہم نے پایا، مخلوق کی طرف سے نہیں بلکہ اپنے رب کی طرف سے پایا ہے ۔

[10] جو اس خاتون نے رکھی تھی ۔

[11] یہ سب صبر و توکّل کی برکت ہے اس سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یہ واقعہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انوار و باکرامت ظاہری حیات میں کسی صحابی کے سامنے پیش آیا تھا نہ کہ یہ سابقہ کسی شخص کا واقعہ ہے ۔

۵۰۷۹/۱۷ **وَعَنْ** اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّزْقَ لَيَطْلُبُ الْعَبْدَ كَمَا يَطْلُبُهٗ اَجَلُهٗ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا روزی بندے کو ایسے تلاش کرتی ہے جیسے موت اسے تلاش کرتی ہے[1]۔

(ابو نعیم، حلیہ)

[1] یعنی دونوں کا ملنا یقینی ہے جس طرح حصولِ مُدت کے لیے جد و جہد ضروری نہیں اس کے بغیر حاصل ہوتی ہے اسی طرح مقدر رزق کے لیے جد و جہد کی جائے یا نہ ہر طور مل کر رہتا ہے یعنی حصولِ رزق کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین اور توکل ہی اعلیٰ ذریعہ ہے اس میں اضطراب نہ رکھا جائے البتہ توکل رکھتے ہوئے شریعت کے مطابق احسن انداز میں تلاشِ رزق بھی درست ہے، بیت ؎

توکل کن مجنباں پا و دست
رزق تو بر تو ز تو عاشق تر است

(اللہ پر بھروسہ رکھ، ہاتھ اور پاؤں نہ مار، تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے)

۵۰۸۰/۱۸ **وَعَنِ** ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنِّیْٓ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِیْ نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں گویا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ نبیوں میں سے کسی نبی کی حکایت فرما دیتے ہیں جنھیں ان کی قوم نے مارا اور خون خون[1] کر دیا وہ اپنے چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے فرما رہے تھے الٰہی میری قوم کو معاف کر دے کہ یہ جانتے نہیں[2] (بخاری و مسلم)

[5] اِدماء۔ ہمزہ پر کسرہ خون آلود کرنا

[6] اس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اے اللہ! اس قوم کو میرے حال سے آگاہ فرمادے تاکہ یہ ایمان لے آئیں۔ شیخ ابن حجر عسقلانی بیان کرتے ہیں مجھے علم نہیں کہ یہ کون سے پیغمبر تھے؟ ممکن ہے حضرت نوح علیہ السلام ہوں انتہی۔ روایات میں آیا ہے کہ قوم حضرت نوح علیہ السلام کو اتنا مارتی تھی کہ آپ کا جسم لہولہان ہو جاتا اور وہ بڑی مدت تک زمین پر پڑے رہتے، جب ہوش آیا تو اُٹھ کر قوم کو اپنے رب کا پیغام دینا شروع کر دیا، بعض شارحین حدیث کی رائے یہ ہے کہ یہاں کوئی اور پیغمبر مراد نہیں بلکہ خود سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس مراد ہے مگر آپ نے ابہام و اجمال میں بات فرمائی ہے اور یہ بات بڑی واضح ہے اور یہ جملہ آپ سے غزوۂ احد کے موقعہ پر منقول ہے۔

۳۳۴۔ بَابُ الرِّيَآءِ وَالسُّمْعَةِ

دکھاوے اور خود نمائی کا بیان

ریاء، رؤیت سے مشتق ہے۔ صراح میں ہے ریا کسرہ اور مد کے ساتھ، اپنے آپ کو مخلوق کے سامنے ظاہر کرنا، عین العلم میں ہے ریا عبادت کے ذریعے لوگوں سے مقام و مرتبہ طلب کرنا ہے لہٰذا ریا عملِ ظاہری کے ساتھ مخصوص ہے اور جو کام از قبیل عبادت نہیں وہاں ریاکاری نہ ہوگی مثلاً کثرتِ مال و متاع، حفظ اشعار اور حسن رمی اگر ہوا وہاں تکبّر ہوگا ریا نہیں۔ اس میں طلبِ جاہ بھی مقصود ہوتا ہے چنانچہ مشائخ مریدین کو ترغیب اور ان کے قلوب کو مائل کرنے کے لیے جو کچھ کرتے ہیں، یہ بھی درحقیقت ریا میں شامل نہیں اگرچہ صورت میں وہی ہے اس معنی کی وجہ سے کہا جاتا ہے صدیقین کی ریا مریدین کے اخلاص سے بہتر ہے۔ واضح رہے کہ ریا یہ ہے کہ ایک آدمی کے اندر ایک کمال فی الواقع پایا جاتا ہے اور وہ اسے لوگوں کے سامنے اس لیے نمایاں کرتا ہے تاکہ لوگوں کے علم میں آئے، اگر وہ کام اس میں ہے ہی نہیں اب اگر ظاہر کرے گا تو یہ کذب و نفاق ہے نہ کہ ریا، اس طرح کہا جاتا ہے کہ غیبت یہ ہے کہ وہ عیب بیان کیا جائے جو واقعۃً کسی شخص میں پایا جاتا تھا، اگر وہ پایا نہیں جاتا تو یہ افترا و بہتان ہوگا۔

ریا کی چند اقسام ہیں ان میں بدترین قسم یہ ہے کہ اس عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا و عبادت قطعاً مقصود نہ ہو بلکہ محض مخلوق کے دکھاوے اور ان سے طلبِ منزلت کے لیے ہو اور یہ چیز نہایت ہی اللہ تعالیٰ کے عذاب و غضب کا سبب ہے لہٰذا اس کا یہ عمل باطل ہوگا حتیٰ کہ بعض نے کہا ہے اس سے فرض کا سقوط بھی نہ ہوگا بلکہ اس پر قضا لازم ہوگی۔ دوسری قسم یہ ہے کہ اس میں دونوں باتیں ہوں گی مگر جانبِ ریاکاری غالب، اس کا حکم بھی وہی ہے جو پہلی قسم کا ہے ایک صورت یہ ہے کہ دونوں ارادے برابر ہوں تو اس صورت میں ظاہر تو یہی ہے سود و زیاں برابر ہوگا، مگر احادیث و آثار بتاتے ہیں کہ

ایسا عمل قبول نہیں ہوگا رہی وہ صورت جس میں نیّتِ ثواب اور رضائے الٰہی کا حصول غالب ہو اس میں عمل کا نقصان ہوگا بطلان نہیں ہوگا یا نیّت کے مطابق ثواب و عتاب ہوگا ۔ نیز یہ بھی فرق کیا گیا ہے کہ ریاکاری کب عمل میں آئی ؟ ابتداءِ عمل میں درمیان میں یا بعد از عمل لاحق ہوگی ۔ پہلی سب سے بدتر دوسری اس سے کم اور تیسری اس سے کم تر ہے اور اس سے عمل باعمل نہ ہوگا، یہ بھی فرق کیا گیا ہے کہ ریا کا عزم مصمّم تھا یا وسوسہ ہی تھا، ریا سے خلاصی پانا غایت درجہ دشوار اور اخلاص کا ہونا نہایت ہی مشکل ہے، بیان کیا گیا ہے کہ اگر اپنی تعریف کسی سے سن کر خوش ہوتا ہے تو یہ ریا کی علامت ہے، اگر خلوت میں کام کیا لیکن دل میں ریا رکھتا تھا تو یہ بھی ریاکاری ہے، اللہ تعالیٰ اس سے پناہ عطا فرمائے ۔ یہاں ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے فضل و لطف اور رحمت سے خوش ہو کہ اس نے گناہوں پر پردہ ڈال رکھا ہے عبادات اور دیگر معمولات کو اس ارادے سے کیا جائے کہ دین کا غلبہ ہو اور لوگ نیکی میں اقتداء کریں تو محمود عمل ہے، ریاکاری نہیں جیسا کہ اس پر احادیث میں یہ نکتہ نہایت غامض ہے اور تفصیل طلب ہے، کتبِ فقہ میں ان پر گفتگو نہیں کی گئی، لہٰذا اس کی تحقیق اہلِ علم سے خصوصًا امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم سے تلاش کرنی چاہیے ۔ یہ جو کچھ مذکور ہے اسی سے حاصل کیا گیا ہے ۔

سُمْعَہ، سین پر پیش، میم ساکن، اس کا ذکر اکثر لفظ ریا کے ساتھ آتا ہے، کہا جاتا ہے فلاں نے یہ کام برائے ریا و سمعہ کیا ہے یعنی لوگ اُسے دیکھیں اور سنیں ۔ سمعہ ان چیزوں میں ہوگا جن کا تعلق سمعہ سے اور ریا کا تعلق حاسۂ بصر سے ہے ۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۵۰۸۱/۱ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور اموال کو نہیں دیکھتا[1] بلکہ وہ تمھارے قلوب اور اعمال[2] کو دیکھتا ہے ۔ (مسلم)

[1] نظرِ رحمت و عنایت تمھارے ان ظواہر کو نہیں دیکھتا جو پسندیدہ سیرت سے مزین نہیں اور ان اموال کو بھی نہیں دیکھتا جو خیر مقبول سے خالی ہیں ۔

[2] ان دلوں کو دیکھتا ہے جو محلِ تقویٰ ہیں اور تمھارا وہ کردار جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے ۔ بعض کُتُبِ احادیث میں الفاظ روایت یہ ہیں اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ (اللہ تعالیٰ تمھاری ظاہری صورتوں اور اعمال کو نہیں دیکھتا مگر وہ تمھارے دل اور نیتوں کو دیکھتا ہے)

۵۰۸۲/۲ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی

انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے میں تمام شریکوں کے

الشُّرَكَآءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيَ غَيْرِيْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَنَا مِنْهُ بَرِيْءٌ لِلَّذِيْ عَمِلَهٗ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

شرک سے بے نیاز ہوں جو کوئی ایسا عمل کرے جس میں میرے ساتھ غیر کو شریک کرے[2] تو میں اسے اس کے شرک کے ساتھ چھوڑوں گا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں اس سے بری ہوں وہ اس کے لیے ہے جس کے لیے عمل کرے[3] (مسلم)

[1] یعنی اس کائنات میں جتنے شرکاء ہیں وہ شرکت کے محتاج ہیں اور اس پر راضی ہیں کہ اس چیز میں میرا دخل اور شرکت ہے بخلاف میری ذات کے کیونکہ میں علی الاطلاق خلّاق ہوں ۔ شرکتِ عبادات سے میں بے نیاز ہوں یہاں تک کہ وہ میرے لیے ہی خالصتًا نہ کہی جائیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شریک کا نام اس لیے دیا کہ بندگان نے انھیں شریک ٹھہرایا ہے پس اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی بے نیازی اور ناپسندیدگی کا اظہار کر دیا ۔

[2] کسی عبادت میں دوسرے کو شریک کر لیتا ہے ۔

[3] اس حدیث کا ظاہر واضح کر رہا ہے کہ ریا کاری کا اتصال ثواب کو فوت کر دیتا ہے لیکن شارحین نے فرمایا ہے کہ یہ بات دو صورتوں میں ہے کہ یا تو مقصد محض ریا کاری ہو ثواب مقصود نہ ہو یا ریا کا مقصد غالب ہو یہاں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ عبادت میں ریا کاری کے دخل پر زجر و توبیخ پر مبالغہ ہے ۔

٥٠٨٣ ٣ وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ يُّرَآئِيْ يُرَآئِي اللّٰهُ بِهٖ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو سنانا[1] چاہتا ہے اللہ اسے سنا دے[2] گا اور جو دکھانا چاہتا[3] ہے اللہ اسے دکھا دے گا (بخاری و مسلم)

[1] اپنے نفس کی لوگوں میں شہرت چاہتا ہے یا لوگوں کو اپنے فضائل سناتا ہے، تسمیع دونوں معانی میں مستعمل ہے، تسمیع بمعنی مشہور ہونا، گم نامی کا دور کرنا اور تشہیر کرنا اور بمعنی دوسرے کو سنانا بھی ہے (کذا فی القاموس)

[2] اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کے عیوب کی تشہیر فرمائے گا اور اسے رسوا فرمائے گا اور قیامت کی قید کا ذکر تیسری فصل میں حدیثِ جندب میں موجود ہے ۔

[3] اسے کہا جائے گا کہ تو اسی سے جزا طلب کر جس کی خاطر تو نے عمل کیا، بعض شارحین نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے وہ اعمالِ بد ظاہر کر دیتا ہے تاکہ ذلیل و رسوا ہو یا اس بات کو واضح کر دیا جاتا ہے کہ اس کی نیت بد ہے اس نے یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نہیں کیا، بعض کی رائے یہ ہے کہ وہ بندہ جو اپنے اعمال اس لیے کرتا ہے کہ لوگ دیکھیں اور سنیں، اللہ تعالیٰ اسے ثواب دکھائے گا دے گا نہیں ۔ تاکہ اسے اپنے کیے پر حسرت ہو یا اس سے مراد یہ ہے کہ بندے نے چونکہ اعمال لوگوں کی خاطر کیے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں مقبولیت کے ذریعے اس کا بدلہ عطا کر دیا اور آخرت کے ثواب سے محروم کر دیا ۔

٥٠٨٤/٤ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَأَیْتَ الرَّجُلَ یَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَیْرِ وَیَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَیُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَیْهِ قَالَ تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے اچھا عمل کیا اور لوگ اس پر تعریف کرتے[1] ہیں۔ دوسری روایت میں ہے اس عمل پر لوگ[2] اس سے محبت کرتے ہیں۔ فرمایا یہ مومن کی فوری بشارت ہے[3]۔ (مسلم)

[1] اس کا حکم کیا ہے؟

[2] ان الفاظ کا اضافہ ہے۔

[3] آخرت میں حصولِ ثواب سے قبل یہ ستائش و محبت دنیا میں حاصل ہو رہی ہے، گویا یہ بندے کے لیے ثوابِ آخرت کی بشارت ہے کیونکہ اس بندے کی نیت میں ریاکاری نہ تھی، بلکہ اس کا مقصد ثوابِ آخرت کا حصول ہی تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل و کرم سے اسے دنیا میں بھی ثواب عطا فرما دیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

٥٠٨٥/٥ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ فُضَالَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَمَعَ اللّٰهُ النَّاسَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ نَادٰی مُنَادٍ مَّنْ كَانَ اَشْرَكَ فِیْ عَمَلٍ عَمِلَهٗ لِلّٰهِ اَحَدًا فَلْیَطْلُبْ ثَوَابَهٗ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ اَغْنَى الشُّرَكَاۤءِ عَنِ الشِّرْكِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوسعید[1] بن ابی فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ قیامت میں لوگوں کو جمع فرمائے گا اس دن جس میں کوئی شک نہیں تو پکارنے والا پکارے[2] گا جس نے ایسے کام میں جو اللہ کے لیے کرے کسی کو شریک ٹھہرایا تو اس کا ثواب بھی غیر خدا سے مانگے کیونکہ اللہ شریکوں کے شرک سے بے نیاز ہے۔ (مسند احمد)

[1] یہ انصاری حارثی صحابی ہیں، مسند احمد، جامع الاصول اور استیعاب میں اسی طرح ہے۔ مصابیح اور مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں ابی سعد کی بجائے ابی سعید ہے۔

[2] آواز دینے والا فرشتہ آواز دے گا۔

٥٠٨٦/٦ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَمَّعَ النَّاسَ بِعَمَلِهٖ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ اَسَامِعَ خَلْقِهٖ وَحَقَّرَهٗ وَصَغَّرَهٗ ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو اپنے عمل لوگوں کو سنائے[1] تو اللہ اپنی مخلوق کے کانوں کو سنا دے گا اور اسے حقیر و ذلیل اور

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

جھوٹا کر دے گا۔

(بیہقی، شعب الایمان)

[1] اپنے اعمال میں شہرت چاہے

[2] دنیا و آخرت میں، سامع، اَسمُع میم پر پیش سمع کی جمع ہے جیسے اکالب اور اکلُب۔

۵۰۸۷/۷ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَتْ نِيَّتُهٗ طَلَبَ الْاٰخِرَةِ جَعَلَ اللهُ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهٖ وَجَمَعَ لَهٗ شَمْلَهٗ وَاَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ وَمَنْ كَانَتْ نِيَّتُهٗ طَلَبَ الدُّنْيَا جَعَلَ اللهُ الْفَقْرَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَشَتَّتَ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَلَا يَأْتِيْهِ مِنْهَا اِلَّا مَا كُتِبَ لَهٗ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ اَبَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی نیت طلبِ آخرت[1] ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں استغنا[2] پیدا فرما دیتا ہے اور اس کے لیے پریشانیاں[3] جمع فرما دیتا ہے اور دنیا اس کے ہاں ذلیل ہو کر آتی[4] ہے جس کی نیت دنیا کی طلب ہو اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کے درمیان مفلسی مقرر فرما دیتا ہے اس کے معاملات اس پر مختلف ہو جاتے ہیں اور اسے نہیں ملتا مگر جو اس کے لیے لکھ دیا گیا ہے[5] ترمذی۔ (اسے مسند احمد، دارمی نے ابان[6] کے واسطہ سے حضرت زید بن ثابت سے روایت کیا)

[1] ثواب آخرت

[2] اسے مخلوق سے بے نیاز کر دیتا ہے وہ اب ریاکاری کا وسیلہ اختیار نہیں کرتا کہ اس کے ذریعے مال اور منصب چاہے۔

[3] اسبابِ معیشت کے ذریعے اس کو دلجمعی عطا کر دیتا ہے۔ شَمَل ش پر زبر، میم ساکن پریشانی اور جمعیت خاطر دونوں معانی میں آیا ہے یہاں معنی پریشانی ہے۔

[4] بغیر کسی طلب کوشش و محنت اور اسباب و حوائج میں خواری کے اسے معاش برائے زندگی حاصل ہو جاتی ہے

[5] طلبِ آخرت کی صورت میں جمعیت خاطر ہے اور آسانی سے رزق حاصل ہوتا ہے مگر طلب دُنیا کی صورت میں پریشانی اور اضطراب ہے مگر ملتا وہ ہے جو مقدر ہوتا ہے۔

[6] اَبَان، ہمزہ پر زبر یہ تابعی امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں، اپنے والدِ گرامی اور دیگر صحابہ سے روایت کرتے ہیں، ان کا ہشام بن عبد الملک کے دور میں وصال ہوا۔ جنگِ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ تھے، احول اور اصم تھے۔ عبد الملک کے دور میں مدینہ طیبہ کے والی بنے اور فالج کی بیماری انھیں عارض ہوئی۔

۵۰۸۸/۸ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں

اللّٰهِ بَيْنَا اَنَا فِيْ بَيْتِيْ فِيْ مُصَلَّايَ اِذْ دَخَلَ عَلَيَّ رَجُلٌ فَاَعْجَبَنِي الْحَالُ الَّتِيْ رَاٰنِيْ عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَكَ اللّٰهُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ لَكَ اَجْرَانِ اَجْرُ السِّرِّ وَاَجْرُ الْعَلَانِيَةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے گھر مصلّی[1] پر تھا، میرے پاس ایک شخص آیا، مجھے اپنا[2] وہ حال پسند آیا جس پر اس نے مجھے دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ تم پر اللہ رحمت کرے تم کو دو ثواب ہیں علانیہ کا اور خفیہ کا۔

(ترمذی نے روایت کرکے فرمایا یہ حدیث غریب ہے)

[1] میں نماز میں تھا

[2] میرا یہ خوش ہونا کیسا ہے؟ ریا ہے یا نہیں؟

[3] ظاہراً یہی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لیے خوش ہوگئے کہ یہ آدمی اتباع کرتے ہوئے اس حال کے ساتھ متصف ہوگا یا اس وجہ سے خوش ہوئے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا (جس نے کارِ خیر شروع کیا اس کے لیے اجر ہے اور اجر کرنے والے کا اجر بھی اسے ہوگا) کے مطابق عامل کے عمل پر مجھے ثواب حاصل ہوگا آپ کی خوشی کا سبب اس بات پر شکرانہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسے عبادت کی توفیق نصیب ہوئی اور ارکانِ اسلام میں سے ایک قوی رکن نماز کی ادائیگی پر مسلمان کی شہادت حاصل ہوگی یہ معنی الفاظ حدیث "سرًّا و علانیہ" کے زیادہ مناسب ہے۔

٥٠٨٩/٩ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَخْتِلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ يَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّاْنِ مِنَ اللِّيْنِ اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِ وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَبِيْ يَغْتَرُّوْنَ اَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِءُوْنَ فَبِيْ حَلَفْتُ لَاَبْعَثَنَّ عَلٰى اُولٰٓئِكَ مِنْهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ فِيْهِمْ حَيْرَانَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور انھی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا آخری زمانے میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو دین کے بہانے دنیا کمائیں گے[1]۔ لوگوں کے سامنے بھیڑوں کی کھال پہنیں گے[2]۔ ان کی زبانیں شکر سے زیادہ[3] میٹھی اور ان کے دل بھیڑیوں کی طرح ہوں گے[4] اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا مجھ سے دھوکہ[5] کھاتے ہو یا مجھ پر جرأت کرتے ہو[6]، مجھے اپنی قسم! میں ایسے لوگوں پر ایسا فتنہ[7] بھیجوں گا جو بردبار کو حیران[8] کرکے چھوڑے گا۔

(ترمذی)

[1] اعمال آخرت کے بدلے طلب کریں گے اور لوگ ان کے فریب میں آجائیں گے، ختل فریب کھانا از باب ضرب یضرب ہے۔

[2] لوگوں کے سامنے نرمی، چاپلوسی اور تواضع کے لیے۔

[۳] ان کی باتیں نرم و شیریں اور دوستی کی ہیں

[۴] لوگوں کے ساتھ دشمنی کے وقت

[۵] کیا وہ میرے مہلت دینے کی وجہ سے مغرور ہو گئے ہیں

[۶] یا وہ مجھ پر جرأت و دلیر ہو گئے ہیں۔

[۷] ان کی ذوات سے یا ان لوگوں کی طرف سے جن کو یہ فریب دیتے ہیں۔

[۸] عاقل آدمی متحیّر ہوگا اور عبرت حاصل کرے گا۔

۵۰۹۰ ۱۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ لَقَدْ خَلَقْتُ خَلْقًا أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِ وَقُلُوْبُهُمْ أَمَرُّ مِنَ الصَّبِرِ فَبِيْ حَلَفْتُ لَأُتِيْحَنَّهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ فِيْهِمْ حَيْرَانَ فَبِيْ يَغْتَرُّوْنَ أَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِءُوْنَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے میں نے ایسی مخلوق بھی پیدا کی ہے جن کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی اور ان کے دل ایلوے[۱] سے زیادہ کڑوے ہیں۔ مجھے اپنی ہی قسم! میں ان میں اتنا فتنہ چھوڑوں گا جو عاقل کو بھی حیران[۲] کر دے گا۔ وہ میری وجہ سے دھوکہ کھاتے ہیں یا جرأت کرتے ہیں۔

(ترمذی نے روایت کرکے غریب قرار دیا)

[۱] "اَلصَّبِر" صاد پر زبر یا کسرہ، کڑوے درخت کا شیرہ

[۲] "تاحر" حا کے ساتھ ایسا اندازہ کرنا کہ جو معاملہ پیش آنا ہو نہ آئے۔

۵۰۹۱ ۱۱ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شِرَّةً وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً فَإِنْ صَاحِبُهَا سَدَّدَ وَقَارَبَ فَارْجُوْهُ وَإِنْ أُشِيْرَ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ فَلَا تَعُدُّوْهُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شے کی ایک خوشی[۱] اور ہر خوشی کی ایک کمزوری[۲] ہے اگر خوشی والا درست رہے اور قریب رہے[۳] تو اس کی کامیابی کی امید کرو اور اگر اس کی طرف انگلیوں سے اشارے کیے[۴] جاویں تو اسے کسی گنتی[۵] میں نہ لاؤ (ترمذی)

[۱] شِرّہ، شین کے نیچے کسرہ اور مشدد آخر میں تا ہے کسی چیز میں حرص اور خوشی شِرَّۃُ الشَّبَاب نوجوانی کا مزہ، شَرَہ، شین اور رالو پر فتحہ آخر میں ہا اس کا معنی شدت حرص (قاموس وصراح) یہاں افراط انہماک مراد ہے۔

[۲] فترت، فا پر زبر تا ساکن، سستی مراد تفریط و تقصیر ہے یعنی تمام اعمال ظاہری اور اخلاقِ باطنی میں افراط و تفریط ہو سکتا ہے اور یہ دونوں ہی مذموم اور موجبِ نقصان ہیں کیونکہ توسط و اعتدال محبوب و محمود ہیں جو اپنے مقام پر محقق ہے، آگے اپنے ارشاد کے ساتھ توسط کی طرف اشارہ فرمایا۔

٥٣ اگر صاحبِ خوشی صواب راہ پر چلا اور طریقِ اعتدال سے دور نہ نکلا اور افراط و تفریط سے بچ گیا۔

٥٤ یعنی لوگوں سے ممتاز ہو گیا ہے۔

٥٥ اسے اہلِ فوز و فلاح میں شمار نہ کرو، آپ کے الفاظ مبارکہ خَارِجُوْہُ وَلَا تَعُدُّوْہُ اشارہ کر رہے ہیں کہ ان کی عاقبت میں ابہام ہے۔ یعنی ظاہرًا امید ہے کہ جو بھی شخص راہِ صواب پر افراط و تفریط سے بچ کر چلا اس کی عاقبت بہتر ہوگی اور اگر فسق و فساد میں وہ شخص ممتاز ہو گیا اور اس کی طرف اشارے ہونے لگے تو وہ ظاہرًا اہلِ فلاح میں شمار نہ ہوگا لیکن عاقبت دونوں کی صحیح ہے کہ خاتمہ کس پر ہوتا ہے بیت

حکم مستوری و مستی ہمہ بر خاتمت است
کس ندانست کہ آخر بچہ حالت گزرد

(ہر ایک کے خاتمہ پر پردہ ہے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس حالت میں رخصت ہوگا)

لیکن یہ امید ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے طاعت کی توفیق دی ہے اس کا انجام بھی اچھا ہی ہوگا اور رحمتِ الٰہی کا طریقہ جاریہ یہی ہے کہ وہ بدکار کو نیکی کی طرف لا کر توبہ کی توفیق دیتی ہے تاکہ نجات ہو جائے مگر نیکوکار کو بہت ہی کم برائی کی طرف جانے دیتی ہے ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں۔

٥٠٩٢/١٢ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یُّشَارَ اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنٍ اَوْ دُنْیَا اِلَّا مَنْ عَصَمَہُ اللّٰہُ۔

(رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے شر کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کی طرف دین یا دنیا میں انگلیوں سے ١ اشارہ کیا جائے سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے ٢

(بیہقی، شعب الایمان)

١ دنیا میں اشارے کا محل بننا واضح ہے کیونکہ وہ محل آفت اور امن و سلامتی کی راہ سے دور جانا ہے۔ رہا معاملہ دین کا تو اس میں بھی وقوع ریاکاری بصورت محبت ریاست محبت، تقدیم و امامت، لوگوں کا اعتقاد اور تعظیم، نفسانی خواہشات نفس کے مکر اور شیطان کے وسواس میں جن سے کوئی بچ کر سلامتی پاتا ہے اور وہ مقرب اور نہایت ہی سچے لوگ ہوتے ہیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ صدیقین کے تصور سے جو آخری شئے خارج ہوتی ہے وہ حبِّ جاہ ہے۔ پس خاموشی و گمنامی ہر حال میں بہتر اور سلامتی و حفاظت کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

٢ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مذکورہ حکم اس شخص کے حق میں ہے جس کے دل میں محبت حکومت و منصب ہو اور یہ تصور ہو کہ لوگوں کے دلوں میں مجھے قبولیت حاصل ہو رہا وہ شخص جو اس بیماری سے محفوظ اور مخلص ہے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہوگا اللہ رب العزت نے اپنے کلام میں اپنے مخلص بندوں کے بارے میں خود فرمایا ہے وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (اے اللہ ہمیں متقین کا امام بنا) یہ منقول ہے کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگوں کے اشارے کا محل ہیں حالانکہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی برائی بیان کی ہے تو آپ نے فرمایا آپ کی مراد دین میں بدعتی اور دنیا میں فاسق ہے یعنی وہ شخص جو دنیا میں غنٰی کے ساتھ مشہور ہوا مگر فسق و فجور کے قریب نہ گیا بلکہ طریقِ سنت اور اتباعِ نبوی کی راہ پر چلا وہ اس کلیہ کے تحت داخل نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۵۰۹۳ عَنْ اَبِیْ تَمِیْمَةَ قَالَ شَهِدْتُّ صَفْوَانَ وَاَصْحَابَهٗ وَجُنْدُبٌ یُوْصِیْهِمْ فَقَالُوْا هَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْئًا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَنْ شَاقَّ شَقَّ اللّٰهُ عَلَیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قَالُوْا اَوْصِنَا فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَا یُنْتِنُ مِنَ الْاِنْسَانِ بَطْنُهٗ فَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَّا یَاْکُلَ اِلَّا طَیِّبًا فَلْیَفْعَلْ وَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَّا یَحُوْلَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجَنَّةِ مِلْءُ کَفٍّ مِّنْ دَمٍ اَهْرَاقَهٗ فَلْیَفْعَلْ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

تیسری فصل

حضرت ابوتمیمہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت صفوان اور ان کے ساتھیوں کے پاس گیا جبکہ حضرت جندب[2] انہیں وصیت کر رہے تھے۔ لوگوں[3] نے کہا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے، فرمایا میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو اپنی شہرت چاہے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو رسوا کر دے گا جو مشقت[4] میں ڈالے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن مشقت[5] میں ڈالے گا۔ عرض کیا ہمیں وصیت کیجیے فرمایا انسان کی پہلی چیز جو بگڑتی ہے وہ پیٹ[6] ہے جو طاقت رکھے کہ طیب کے سوا کچھ نہ کھائے وہ ضرور ایسا کرے[7] اور جو طاقت رکھے کہ اس کے اور جنت کے درمیان مٹھی بھر خون آڑ نہ بنے جسے وہ بہائے تو وہ ضرور ایسا کرے[8] (بخاری)

---

[1] ابوتمیمہ بن مجالد بصری تابعی ہیں

[2] یہ ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہے، صفوان متعدد ہیں، صفوان بن امیہ، صفوان بن عسّال، صفوان بن معطل یہ تمام صحابہ ہیں یہاں معلوم نہیں کون مراد ہے؟

[3] صفوان اور اصحاب صفوان نے

[4] جو لوگوں کو مشقت میں ڈالے یعنی ان سے اس چیز کا مطالبہ کرے جو ان کی طاقت میں نہ ہو۔ علامہ طیبی نے اسے عموم پر رکھا اور فرمایا اس میں اپنا نفس بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی اپنے نفس کو اس کی طاقت سے اس طرح بڑھ کر تکلیف میں ڈالنا جو حد سے زیادہ اور موجب خلل و ضرر ہو ممنوع ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد مخلوق کے ساتھ اختلاف و نزاع اور لڑائی برپا کرنا ہے بہر تقدیر اس کی جزا بیان کردہ ہے۔

[5] بعض روایات میں شَاقَّ اللّٰهُ عَلَیْهِ (اللہ تعالیٰ اس پر سختی کرے گا) کے الفاظ بھی ہیں۔

[6] جو انسان کو جنت سے محروم اور آتشِ دوزخ میں داخل کر دیتی ہے وہ پیٹ ہے جو انسان کو حرام کھانے کی طرف لے جاتی ہے۔

[7] یہ عمل دوزخ سے نجات دلاتا ہے

[8] ایسا نہ کرے کیونکہ ناحق خون بہانا جنت میں داخلے کے منافی ہے اگرچہ وہ ایک چلّو ہی کیوں نہ ہو چہ جائیکہ اس سے زیادہ ہو اور یہ کام عقل سے بعید ہے کہ انسان یہ حقیر و خسیس عمل کرے جو دخولِ جنت جیسی عظیم نعمت سے

مانع بن جائے ۔

۵۰۹۴/۱۴ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ خَرَجَ يَوْمًا اِلٰى مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ يُبْكِيْنِيْ شَيْءٌ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ يَسِيْرَ الرِّيَآءِ شِرْكٌ وَمَنْ عَادٰى لِلّٰهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهَ بِالْمُحَارَبَةِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِيَآءَ الْاَخْفِيَآءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ يُتَفَقَّدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُقَرَّبُوْا قُلُوْبُهُمْ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَآءَ مُظْلِمَةٍ ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک دن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مسجد کی طرف گئے تو قبر نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیٹھا ہوا پایا جو رو رہے تھے حضرت عمر نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ بولے مجھے وہ چیز رُلا رہی ہے جو میں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی تھی ۔ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تھوڑی سی ریا بھی شرک[1] ہے اور جو اللہ کے دوست سے دشمنی کرے، وہ اللہ کے مقابل جنگ کے لیے آیا[2] ۔ اللہ تعالیٰ ان کی مخفی[3] نیکوں پرہیز گاروں کو پسند کرتا ہے جو غائب ہو جائیں تو ڈھونڈے نہ جائیں[4] اور اگر موجود ہوں تو نہ بلائے جائیں[5] اور نہ قریب کیے جائیں[6]، ان کے دل چراغ ہدایت ہوں[7] اور ہر تاریک گرد سے نکلتے ہوں[8] ۔

(ابن ماجہ، بیہقی شعب الایمان)

---

[1] چہ جائیکہ زیادہ ہو۔

[2] اور اللہ تعالیٰ کے مقابل آیا وہ یقیناً ذلیل ہوا۔ مبارزت، صف سے جنگ کے لیے بڑھنا ہوتا ہے ۔

[3] مخفی حال والے ۔

[4] ان کے احوال کے بارے میں نہ پوچھا جائے ۔

[5] برائے مہمانی اور مجلس ۔

[6] یعنی عزت کے ساتھ نہ بٹھائے جائیں ۔

[7] جن کی روشنی سے راہ راست حاصل کیا جا سکتا ہو ۔

[8] ان کے مساکن اور رہائش گاہوں کی تیرگی و تاریکی کی طرف اشارہ ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں رکھتے ہوں گے جن سے ان کو روشن اور مزین کر سکیں ۔ اس حدیث میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ اگر عالم صالح اور متقی کی ظاہری حالت لباس و رہائش وغیرہ بہتر نہ ہو تو اس وجہ سے ان کی تعظیم میں کمی نہ کی جائے، کون جانتا ہے کہ ان کے باطن میں کیا ہے؟

بیت :۔ خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد
(ان گرد آلود لوگوں کو حقیر مت جانو ، کیا علم کہ اس گرد میں کوئی عالم بالا کا سوار ہو)

اور اس حدیث میں اس طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ محض فقر و ذلت کے بغیر تقویٰ اور نور باطن کی کوئی حقیقت نہیں۔

٥٠٩٥ / ١٥ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا صَلّٰى فِی الْعَلَانِيَةِ فَاَحْسَنَ صَلّٰى فِی السِّرِّ فَاَحْسَنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذَا عَبْدِیْ حَقًّا۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ علانیہ نماز ادا کرتا ہے تو بھی اچھا اور اگر سرًا ادا کرتا ہے تو بھی اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرا سچا بندہ ہے[1]

(ابنِ ماجہ)

[1] کہ اس نے عبادت میں ریاکاری نہیں کی۔

٥٠٩٦ / ١٦ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ اَقْوَامٌ اِخْوَانُ الْعَلَانِيَةِ اَعْدَاءُ السَّرِيْرَةِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ بِرَغْبَةِ بَعْضِهِمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّرَهْبَةِ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں ایسی قومیں ہوں گی جو ظاہریت کی دوست اور پوشیدگی کی دشمن ہوں گی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! یہ کیونکر ہوگا[1]۔ فرمایا یہ ان کے بعض کے بعض سے رغبت اور بعض کے بعض سے ڈرنے کی وجہ[2] سے ہوگا۔

[1] اس کا سبب کیا ہوگا؟

[2] یعنی مقاصد دنیاوی اغراض ہوں گے اگر حاصل ہوئے تو دوستی کا اظہار کر دیا اور اگر حاصل نہ ہوئے تو بیگانہ ہو گئے اور عدم حصول کی صورت میں دشمنی اختیار کر لی۔

٥٠٩٧ / ١٧ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى يُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ۔

(رَوَاهُمَا اَحْمَدُ)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو دکھلاوے کے لیے نماز پڑھے اس نے شرک کیا[1] اور جس نے دکھلاوے کے لیے روزہ رکھا اس نے شرک کیا جو دکھلاوے کے لیے صدقہ دے اس نے شرک کیا[2] (مذکورہ دونوں روایات مسند احمد میں ہیں)

[1] اس نے غیر خدا کو خدا کا شریک ٹھہرایا۔

[2] یعنی ہر وہ عمل جس میں ریا ہوگا وہ شرک ہے اور اس کی انتہا بھی شرک جلی ہی ہے۔ شرک جلی بت پرستی کرنا ہے اور ریاکاری کرنے والا بھی غیر خدا کے لیے عمل کر کے بت پرستی کا ہی ارتکاب کر رہا ہے لیکن مخفی انداز میں،

جیسا کہ کہا گیا ہے كُلُّ مَا صَدَّكَ عَنِ اللّٰهِ فَهُوَ صَنَمُكَ (ہر وہ شے جو تجھے اللہ تعالیٰ سے روکے وہ تیرا بُت ہے)

۵۰۹۸ / ۱۸ وَعَنْهُ أَنَّهُ بَكَى فَقِيْلَ لَهُ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ شَيْءٌ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فَتَذَكَّرْتُهُ فَأَبْكَانِيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ أَتَخَوَّفُ عَلٰى أُمَّتِي الشِّرْكَ وَالشَّهْوَةَ الْخَفِيَّةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتُشْرِكُ أُمَّتُكَ مِنْ بَعْدِكَ قَالَ نَعَمْ أَمَا إِنَّهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَّلَا قَمَرًا وَّلَا حَجَرًا وَّلَا وَثَنًا وَّلٰكِنْ يُّرَاءُوْنَ بِأَعْمَالِهِمْ وَالشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ أَنْ يُّصْبِحَ أَحَدُهُمْ صَائِمًا فَتَعْرِضُ لَهُ شَهْوَةٌ مِّنْ شَهَوَاتِهٖ فَيَتْرُكُ صَوْمَهُ.

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

اور انھی سے روایت ہے کہ آپ روئے، پوچھا گیا آپ کو کس شے نے رُلایا؟ فرمایا اس بات نے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنی، وہ مجھے یاد آگئی اس نے مجھے رلا دیا۔ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اپنی امت پر شرک اور خفیہ شہوت کا خوف کرتا ہوں۔ میں نے[1] عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ کے بعد آپ کی اُمّت شرک کرے گی۔ فرمایا ہاں لیکن یاد رہے وہ لوگ[2] نہ سورج کی پوجا کریں گے، نہ چاند کی، نہ پتھر کی اور نہ بُت کی، لیکن ریاکاری[3] کریں گے۔ خفیہ شہوت یہ ہے کہ ان میں سے ایک روزہ رکھے گا پھر اس کے سامنے اس کی خواہشات میں سے کوئی خواہش[4] آجائے تو وہ اپنا روزہ چھوڑ دے گا۔

(مسند احمد، بیہقی شعب الایمان)

---

[1] حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

[2] وہ شرک نہیں کریں گے جو متعارف ہے جسے شرک جلی کہا جاتا ہے۔

[3] کیونکہ اس امت میں عمل صالح کی عزت وقیمت نہایت اہم ہے اور اس کے اعمال بھی زیادہ ہیں تو ریاکاری کرنے والا اگر زندگی کو ریاکاری کی نذر کرتے ہوئے مال وجاہ کی خاطر لوگوں کی نذر کر دیتا ہے تو وہ شرک خفی میں گرفتار ہے جو درحقیقت شرک اور بُت پرستی ہی ہے۔

[4] مثلاً کھانا پینا یا جماع

[5] غلبۂ شہوت کی وجہ سے اس خواہش کو خفی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ گویا باطن میں وقتِ نیتِ روزہ یہ خواہش رکھتا تھا کہ اگر شہوت عارضی آگئی تو میں روزہ توڑ دوں گا۔ علامہ طیبی اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس میں ہلاکت مخفی ہے یا اس سبب سے کہ اس کی شرک کے ساتھ مناسبت ہے کیونکہ یہاں مراد شرک خفی ہے۔

۵۰۹۹ / ۱۹ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ مسیح دجال[1] کا تذکرہ کر رہے تھے۔ فرمایا کیا

اَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِىْ مِنَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ فَقُلْنَا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الشِّرْكُ الْخَفِيُّ اَنْ يَّقُوْمَ الرَّجُلُ فَيُصَلِّىْ فَيَزِيْدُ صَلٰوتَهٗ لِمَا يَرٰى مِنْ نَّظَرِ رَجُلٍ ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک تمھارے لیے مسیح دجّال سے زیادہ خطرناک ہے ہم نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! فرمایا وہ خفیہ شرک ہے[1] یعنی یہ کہ کوئی شخص نماز پڑھنے کھڑا ہو تو اپنی نماز اسلیے زیادہ[2] لمبی کرے کہ کسی شخص کو دیکھے کہ وہ آگے دیکھ رہا ہے[3] ۔ (ابنِ ماجہ)

[1] اس کے فتنہ اور ابتلاء کا

[2] تعداد اور خشوع وخضوع میں

[3] ریاکرتے ہوئے سوچے کہ میں اتنی اعلیٰ نماز ادا کررہا ہوں ۔ دجال سے زیادہ فتنہ وابتلاء کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ابتلاء زیادہ ہے اور اس سے اجتناب نہایت دشوار ہے اور نفس اس کو قبیح بھی نہیں جانتا ۔ اور دجال کا فتنہ وقتی ہوگا یہ بھی وجہ ہے کہ اس کا خروج نزدیک نہیں بلکہ آخر زمانے میں ہے لیکن اس صورت میں خطاب فقط اہلِ مجلس کے ساتھ مخصوص ہوگا اور اس کا جھوٹا ہونا وغیرہ علامت بھی ہوگی اور نفس بھی اس سے نفرت کرے گا یا یہ ریاکاری کی قباحت ومبالغہ پر تشدّد ہے ۔ بیت

کلید در دوزخ ست آں نماز
کہ در چشم مردم گذاری دراز

(وہ نماز دوزخ کے دروازے کی چابی ہے جو لوگوں کو دکھانے کے لیے ادا کی جائے)

٥١٠٠/٢٠ وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالَ الرِّيَاءُ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت محمود بن لبید[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جن چیزوں سے میں تم پر خوف کھاتا ہوں ان سب سے خوفناک چیز شرک اصغر[2] ہے عرض کیا یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے ۔ فرمایا ریاکاری (مسند احمد)

وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ يَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُمْ يَوْمَ يُجَازِى الْعِبَادَ بِاَعْمَالِهِمْ اِذْهَبُوْا اِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَآءُوْنَ فِى الدُّنْيَا فَانْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ جَزَآءً اَوْ خَيْرًا ۔

بیہقی نے شعب الایمان میں یہ اضافہ بھی ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا اس دن جو ان بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا کہ ان کے پاس جاؤ جن میں تم دنیا میں اعمال دکھاتے رہے کہ کیا ان کے پاس تم جزا یا بھلائی پاتے[3] ہو ۔

[1] ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے، ان کی ولادت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات میں ہوئی صحابہ سے انھوں نے روایت کی ۔ امام بخاری نے انھیں صحابی قرار دیا ہے اور زیادہ صحیح قول بھی یہی ہے ۔

[2] یہ بت پرستی اور کسی کو معبود جاننے جو شرک جلی اور قوی ہے، سے چھوٹی وضعیف ۔

[3] راوی کو شک ہے کہ جزا کا لفظ فرمایا یا خیر کا ۔

۵۱۰۱/۲۱ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا عَمِلَ عَمَلًا فِىْ صَخْرَةٍ لَّا بَابَ لَهَا وَلَا كُوَّةَ خَرَجَ عَمَلُهٗ اِلَى النَّاسِ كَائِنًا مَّا كَانَ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اگر ایسے پتھر[1] کی چٹان میں بیٹھ کر عمل کرے جس کا کوئی دروازہ نہیں اور نہ روشن دان[2] تو بھی اس کا عمل لوگوں تک آجائے گا۔ جو عمل بھی ہو[3]

[1] صخرۃ، بڑے پتھر کو کہا جاتا ہے یہاں یا تو غار مُراد ہے یا مبالغۃً فرمایا کہ اگر بالفرض ایسے پتھر کے اندر کوئی عمل کرے جس کا دروازہ نہ ہو تب بھی وہ سامنے آجاتا ہے۔

[2] سوراخ یہاں سے کوئی مطلع ہو سکے ”کُوّۃ“ کاف پر زبر یا پیش، واؤ مشدد آخر میں تا اس روشن دان کو کہتے ہیں جو دیوار میں ہو۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اگر نافذ ہو تو پیش کے ساتھ اور اگر غیر نافذ ہو تو فتحہ کے ساتھ، یہ بھی ہے کہ اگر تا کے ساتھ ہو تو تنگ سوراخ اور اگر بغیر تا ہو تو بڑا سوراخ، چونکہ اس روایت میں تا اور پیش ہے، لہٰذا مراد چھوٹا سوراخ ہوگا چونکہ اس روایت میں تاء اور پیش ہے لہٰذا مراد چھوٹا سوراخ ہوگا اور مقام کے مناسب بھی یہی ہے جیسا کہ واضح ہے۔ الحاصل جو عمل خلوت میں پوشیدہ ہو اور اس پر کوئی مطلع نہ ہو۔

[3] یعنی اظہار کی ضرورت ہی نہیں تاکہ ریا ہو اور ثواب سے محرومی ہو اگر اللہ کے لیے عمل ہو اور اس میں حکمت کا تقاضا ہوا، اور بندے کی بہتری ہوئی تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور آشکارا فرما دیتے ہیں۔

یا مفہوم یہ ہے کہ اخلاص والے کو عمل مخفی رکھنے میں خوب احتیاط کرنی چاہیئے کیونکہ عمل ظاہر ہو کر رہتا ہے کیونکہ بندے کے اختیار میں نہیں۔

۵۱۰۲/۲۲ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ سَرِيْرَةٌ[1] صَالِحَةٌ اَوْ سَيِّئَةٌ اَظْهَرَ اللّٰهُ مِنْهَا رِدَآءً[2] يُّعْرَفُ بِهٖ.

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی جو سیرت[1] ہوگی اچھی یا بری۔ اللہ تعالیٰ اس کی علامت[2] ظاہر فرمائے گا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

[1] مخفی خواہ نیک ہو یا بد

[2] رداء کا معنی علامت ہے جس سے معرفت ہوتی ہے کیونکہ اپنی ردا سے آدمی پہچانا جاتا ہے۔

۵۱۰۳/۲۳ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةِ كُلَّ مُنَافِقٍ يَّتَكَلَّمُ بِالْحِكْمَةِ وَيَعْمَلُ بِالْجَوْرِ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس امت پر ہر اس منافق سے ڈرتا ہوں جو باتیں[1] حکمت کی کرے گا اور عمل ظلم کے۔

الثَّلٰثَةَ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

ان تینوں احادیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

[1] یعنی لوگوں کو دکھانے کے لیے اچھی نصیحتیں کرے گا مگر خود ان پر عمل نہیں کرے گا اور یہ صفت منافقین کی ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ اس امت میں ایسا شخص پیدا ہو یعنی ایسی صفات و اعمال سے بچنا چاہیے۔

۵۱۰۴/۲۴ وَعَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ حَبِیْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنِّیْ لَسْتُ كُلَّ كَلَامِ الْحَكِیْمِ اَتَقَبَّلُ وَلٰكِنِّیْ اَتَقَبَّلُ هَمَّهٗ وَهَوَاهُ فَاِنْ كَانَ هَمُّهٗ وَهَوَاهُ فِیْ طَاعَتِیْ جَعَلْتُ صَمْتَهٗ حَمْدًا لِّیْ وَوَقَارًا وَّاِنْ لَّمْ یَتَكَلَّمْ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ)

حضرت مہاجر بن حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں حکمت والے[1] کا ہر کلام قبول نہیں کرتا لیکن میں اس کا ارادہ اور خواہش[2] قبول کرتا ہوں تو اگر اس کا ارادہ اور خواہش میری فرمانبرداری میں ہو تو اس کی خاموشی کو بھی اپنی حمد[3] اور وقار بنا دیتا ہوں اگرچہ وہ کچھ نہ بولے[4]۔ (دارمی)

[1] یعنی وہ جو کچھ کہے وہ محل میں واقع ہو۔

[2] اس کی محبت و قصد کو

[3] اپنی ذاتِ اقدس کی ستائش و ثناء

[4] اگر اس کی نیت اللہ تعالیٰ کی طاعت و محبت ہے تو اس کی خاموشی ہی محمود و قابل ستائش ہے، گویا اس کی خاموشی اللہ کی حمد ہے اور اگر نیت محبت و طاعت کی نہیں تو کلام ضائع ہوگا۔ اگرچہ علم و حکمت پر مشتمل ہو کیونکہ اس میں ریا و نمود و نمائش ہوگی۔

۳۳۵- بَابُ الْبُكَآءِ وَالْخَوْفِ

رونے اور خوف کا بیان

بکا، ایک حالت ہے جو انسان کو لاحق ہوتی ہے بالمد سے اس کا معنی آواز کے ساتھ رونا اگر بالقصر ہو تو آنکھوں کا آنسو بہانا تباکی، رونے میں تکلف کرنا، کسی ایسی چیز کو یاد کرنا یا حاضر کرنا جس سے رونا آئے "ابکاء"، کسی کو رلانا، خوف ڈرنا، اخافت و تخویف ڈرانا، خوف ایک حالت ہے جو عارض ہوتی ہے یہاں عذابِ آخرت اور اللہ تعالیٰ کے عتاب سے ڈرنا اور رونا مراد ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

٥١٠٥ ١ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُوالْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَّلَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں[1] تو تم روتے زیادہ اور ہنستے[2] کم۔

(البخاری)

[1] قیامت کے احوال و مصائب، مبداء و معاد کی حقیقت، اللہ تعالیٰ کا قہر و جلال جو خوف و خشیت اور ہیبت کا سبب ہے اور تمہاری وجہ سے جو مجھ پر غم و مشقت لاحق ہوتی ہے۔

[2] تم جانب خوف کو جانب رجا و امید پر ترجیح دیتے ہو اس میں تنبیہ ہے اس بات پر کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا جلال و قہر اور گرفت سامنے رہنی چاہیے تاکہ خوف و خشیت لاحق رہے اور کثرت سے ہنسنے سے بچا جائے کیونکہ وہ تو جاہل اور غافل لوگوں کا عمل ہے یعنی اگر ہنسا بھی جائے تو امید مغفرت و معافی اور رحمت کی بنیاد پر۔

٥١٠٦ ٢ وَعَنْ اُمِّ الْعَلَاءِ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ام العلاء[1] انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم میں نہیں جانتا میں نہیں جانتا[2] اور حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائیگا[3]

(بخاری)

[1] بیعت کرنے والی صحابیات میں شامل ہیں اور ان سے اہل مدینہ نے حدیث لی ہے۔

[2] دو دفعہ فرمایا

[3] اس فرمان نبوی کا ظاہر بتا رہا ہے کہ انجام مبہم ہے کوئی نہیں جانتا کیا ہوگا کیا نہیں ہوگا؟ لیکن یہ بات حضرات انبیاء و رسل خصوصًا سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم کے حوالے سے منفی ہے کیونکہ دلائل قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہے کہ ان ذوات کو اپنی حسن عاقبت کا یقین ہوتا ہے۔ یہ فرمان آپ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے وقت فرمایا تھا۔ یہ کبار مہاجرین میں سے ہیں۔ ہجرت مدینہ کے بعد سب سے پہلے فوت ہونے والے مہاجر آپ ہی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موت کے بعد ان کی پیشانی کو چوما اور ان کے چہرے پر آپ کے آنسو گرے جنت البقیع میں خود دفن کروایا اور بہت سی عنایات سے نوازا۔ وہاں ایک خاتون حاضر تھی اس نے کہا اے ابن مظعون تجھے جنت مبارک ہو کہ تیرا انجام خیر پر ہوا ہے پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر اس خاتون کو روکا اور یہ ارشاد فرمایا درحقیقت اس کا مطلب بارگاہ نبوت میں بے ادبی، غیب پر حکم کرنے اور اس کے بارے میں وثوق سے پُر زور طریقہ پر

منع کرنا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ کنایہ ہے ازراہِ ادب علمِ غیب کی تصریح نہ کرنے سے، کلام کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے۔ یا مراد احوالِ عاقبت کا تفصیلاً معلوم نہ ہونا ہے کیونکہ خواہ دنیا ہو یا آخرت تمام غیبی احوال کی تفصیل سے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی واقف نہیں، اگرچہ اجمالاً معلوم ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی عاقبت بخیر ہی ہے۔ بعض نے کہا کہ یہاں مراد امورِ دنیاویہ ہیں عدمِ دریافت ہے نہ کہ اخرویہ میں یا مراد یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ تم پر عذاب نازل ہوگا جس طرح سابقہ امم پر ہوا یا نہ، بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ تردّد فتح مکہ کے وقت میں ہے لیکن یہ تمام معانی سیاقِ حدیث کے موافق نہیں حق یہ ہے کہ اس ارشاد کا ورود اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کے پہلے ہے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ (اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام معاملات پر بخشش کا اعلان فرمادیا ہے) اس سے پہلے عاقبت کے بارے میں ابہام تھا لیکن اس آیت کے نزول کے بعد کامل یقین ہوگیا کہ عاقبت بالخیر ہی ہوگی۔ کذا قیل۔ واللہ اعلم۔

٥١٠٧ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ فَرَأَيْتُ فِيْهَا امْرَاَةً مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ تُعَذَّبُ فِيْ هِرَّةٍ لَهَا رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا وَرَاَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهٗ فِي النَّارِ وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سامنے آگ[1] لائی گئی تو میں نے نبی اسرائیل کی ایک عورت کو دیکھا جو اپنی ایک بلی کی وجہ سے عذاب میں ہے جسے اس نے باندھ دیا تھا نہ اسے کھلایا، نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے[2] مکوڑے کھالیتی۔ حتیٰ کہ بھوک سے مرگئی اور میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ آگ میں انتڑیاں[3] گھسیٹ رہا تھا یہ وہ پہلا شخص تھا جس نے سائبہ جانور[4] ایجاد[5] کیے (مسلم)

---

[1] دوزخ کی آگ شبِ معراج یا کسی اور موقعہ پر خواب یا بیداری میں۔

[2] خشاش، خا کے نیچے زیر ہو تو اس سے مراد پرندے اور اڑنے والے کیڑے اور حرکات ثلثہ کی صورت میں زمین کے کیڑے اور چڑیاں وغیرہ (کذا فی القاموس) امام نووی فرماتے ہیں اسے فتحہ کے ساتھ پڑھنا کسرہ اور ضمہ سے مشہور ہے اور شین کا معجم ہونا مہمل ہونے سے درست ہے کیونکہ اس کا معنی کیڑے اور کمزور پرندے ہیں۔

[3] قصب، قاف پر پیش، صاد ساکن، انتڑیاں

[4] سوائب، سائبہ کی جمع وہ اونٹنی جسے جاہلیت میں آزاد کرایا جاتا تھا کسی نذر کی بناء پر یا کسی اور وجہ سے، دورِ جاہلیت میں یہ طریقہ تھا جب ایک اونٹنی سے دس بچے ہوجاتے یا دور دراز سفر سے واپس آتے یا بیماری سے صحت ہوتی تو وہ اونٹنی چھوڑ دیتے اس پر نہ سوار ہوتے وہ جہاں چاہتی چرتی رہتی، اسے کھانے پینے سے کہیں روکا نہ جاتا۔ اس عمل کو

وہ اپنے بتوں کی عبادت اور ان کی قربت کا سبب تصور کرتے، سب سے پہلے جس شخص نے کام شروع کیا وہ یہی عمرو بن عامر خزاعی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب سے پہلا شخص جس نے بتوں کی پرستش کی رسم ڈالی اور اسے موجب قرب قرار دیا وہ یہی شخص تھا، بعض روایات میں اس کا نام عمرو بن لحی بھی آیا ہے ان دونوں سے یہی مراد ہے۔ عامر اس کے باپ کا نام اور لحی دادا کا یا بالعکس معاملہ ہے تو کہیں باپ کی طرف اور کہیں دادا کی طرف نسبت کر دی گئی۔

[5] امام کرمانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ آج بھی دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہیں انتہیٰ اور ممکن ہے بطور کشف یہ آخرت کے احوال کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر متمثل کر کے پیش کر دیا گیا ہو۔

۵۱۰۸
۴
وَعَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَزِعًا يَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَحَلَّقَ بِاِصْبَعَيْهِ الْاِبْهَامِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا قَالَتْ زَيْنَبُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَنُهْلَكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن ان کے ہاں حالتِ گھبراہٹ میں تشریف لائے اور یہ فرما رہے تھے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ عرب کی بربادی ہے اس شر پر جو قریب آگیا[1] اپنے انگوٹھے اور اس سے متصل[2] انگلی کا حلقہ بنا کر فرمایا، آج یاجوج ماجوج کی دیوار سے اس کے برابر سوراخ ہوا ہے۔ زینب کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم ہلاک کر دیے جائیں گے حالانکہ ہم میں اچھے لوگ بھی ہوں[3] گے فرمایا ہاں جب خباثت[4] بڑھ جائے۔

(بخاری و مسلم)

---

[1] شارحین نے کہا کہ اس سے عرب میں قتال کا واقع ہونا مراد ہے۔ سب سے پہلا فتنہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہے اس کے بعد یہ فتنہ اب تک جاری ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ اس سے مراد فتوحات اموال اور ان میں تنازعات اور مسابقت کا پیدا ہونا ہے (کذا قال شیخ ابن حجر)

[2] سبابہ یعنی آج تک اس میں رخنہ واقع نہیں ہوا تھا، آج اس حلقہ کی تعداد میں کشادگی آئی ہے۔ اس میں رخنہ کا ہونا علامت قربِ قیامت ہے۔ عرب میں فتنوں کا برپا ہونا بھی آثارِ قیامت میں سے ہے بعض شارحین نے فرمایا اس سے مراد چنگیزی ترکوں کا حملہ آور ہونا ہے جس سے ایک جہان کو ہلاک کیا اور ان کے ہاتھوں بغداد جیسے شہروں میں بربادی ہوئی۔

[3] آیا ان کی برکت اس بلاء کے آنے سے مانع نہ ہو گی۔

[4] اگرچہ صالح لوگ ہوں گے مگر فسق و فجور کا غلبہ ہوگا، خبث خاء پر پیش یا ساکن۔ بعض نسخوں میں دونوں پر فتحہ کو بھی صحیح قرار دیا ہے۔

۵۱۰۹
۵
وَعَنْ اَبِيْ عَامِرٍ اَوْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِيِّ

حضرت ابو عامر یا ابو مالک[1] اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيَكُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِيْ اَقْوَامٌ يَّسْتَحِلُّوْنَ الْخَزَّ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَيَنْزِلَنَّ اَقْوَامٌ عَلٰى جَنْبِ عَلَمٍ يَرُوْحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَّهُمْ يَاْتِيْهِمْ رَجُلٌ لِّحَاجَةٍ فَيَقُوْلُوْنَ ارْجِعْ اِلَيْنَا غَدًا فَيُبَيِّتُهُمُ اللّٰهُ وَيَضَعُ الْعَلَمَ وَيَمْسَخُ اٰخَرِيْنَ قِرَدَةً وَّخَنَازِيْرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) وَفِيْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ الْحِرَ بِالْحَآءِ وَالرَّآءِ الْمُهْمَلَتَيْنِ وَهُوَ تَصْحِيْفٌ وَّاِنَّمَا هُوَ بِالْخَآءِ وَالزَّآءِ الْمُعْجَمَتَيْنِ نَصَّ عَلَيْهِ الْحُمَيْدِيُّ وَابْنُ الْاَثِيْرِ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَفِيْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ عَنِ الْبُخَارِيِّ وَكَذَا فِيْ شَرْحِهٖ لِلْخَطَّابِيِّ تَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَةٌ لَّهُمْ يَاْتِيْهِمْ لِحَاجَةٍ ۔

مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو باریک[3] ریشمی کپڑوں شراب اور آلاتِ موسیقی کو حلال سمجھ لیں گے اور کچھ لوگ ایک پہاڑی[4] کے برابر اتریں گے جب ان پر ان کے جانور آئیں گے ان[5] کے پاس ایک شخص کسی کام[6] کے لیے آئے گا وہ کہیں گے ہمارے پاس کل لوٹ کر آنا پھر اللہ انھیں رات میں ہلاک کر دے گا اور پہاڑ گرا[7] دے گا اور دوسروں کو بندر سوروں میں مسخ کر دے گا قیامت کے دن[8] تک (بخاری) اور مصابیح کے بعض نسخوں میں[9] حر (حا[10] اور راء سے) یہ غلط[11] ہے وہ خاء اور زاء[12] سے ہی ہے۔ اس بات کی تصریح اسی حدیث[13] میں حمیدی اور ابن اثیر نے کی ہے۔ کتاب حمیدی میں بخاری سے ہے۔ یوں ہی خطابی نے شرح بخاری میں یہ الفاظ ذکر کیے۔ تروح علیہم[14]

[1] امام بخاری کو اس بارے میں تردّد ہے کہ یہ حدیث حضرت ابوعامر اشعری سے مروی ہے جو حضرت ابوموسیٰ اشعری کے چچا ہیں۔ یہ کبار صحابہ میں سے ہیں، غزوۂ حنین میں شہید ہوئے یا ابومالک اشعری سے مروی ہے جنھیں اشجعی بھی کہتے ہیں، یہ بھی مشہور صحابی ہیں اور راوی کا کسی صحابی کے بارے میں تردّد ہو جانا موجبِ طعن نہیں کیونکہ تمام صحابہ عادل اور ثقہ ہیں جس سے بھی مروی ہو روایت صحیح ہوگی۔

[2] اس طرح استعمال کریں گے گویا وہ حلال کا استعمال کر رہے ہیں۔

[3] خز، خاء اور زا مشدد، قاموس میں ہے یہ مشہور کپڑا ہے۔ مجمع البحار میں کہا کہ زمانِ قدیم میں خز پشم اور ابریشم دونوں سے بنتی تھی اور یہ مباح تھی۔ صحابہ و تابعین اسے پہنتے تھے اس کی ممانعت کی وجہ عجمی لباس اور اہل تنعم و تعیش سے مشابہت تھی۔ آج کے دور میں جو خز مشہور ہے وہ خود حرام ہے کیونکہ وہ تمام کی تمام ریشمی ہے اور یہ حدیث اسی پر محمول ہے حالانکہ کپڑے کی یہ قسم سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں نہ تھی لہٰذا یہ بطور معجزہ آپ کی غیبی اخبار میں سے ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے خز پر حریر کا عطف تعمیم از تخصیص ہے۔ معازف زا کے ساتھ ہے۔ اس کا معنی آلاتِ موسیقی مثلاً بانسری، ڈھول وغیرہ یہ عزف کی جمع ہے یا معزف کی میم کے نیچے زیر، عین ساکن، عزف اور عزلیف دونوں کا معنی آواز جن اور گھنٹی کی وہ آواز جو رات کو سنائی دیتی ہے تیز ہوا کے معنی میں بھی ہے (کذا فی القاموس) جب آپ نے یہ خبر دی کہ لوگ حرام کو حلال بنالیں گے وہاں اس سے آگاہ فرمایا ایسے لوگ آئیں گے جو سائل کے سوال پر باوجود صاحبِ ثروت

ونعمت ہونے کے کچھ نہیں دیں گے بلکہ توقف وتاخیر سے کام لیں گے ۔ اس وجہ سے وہ مستحق ہلاکت ومسخ ہونگے ۔

[۴] یعنی ان کا ٹھکانا ایسے مشہور مقام پر ہوگا کہ محتاج لوگ انکے بارے میں سن دیکھ کر حاجات میں سوال کرنے آئیں گے

[۵] جو چراگاہ میں چرنے کے لیے گئے تھے وہ پُرشکم اور سیر ہو کر واپس لوٹیں گے ۔

[۶] یعنی کوئی سائل آئے گا کہ مجھے بھی ان کے دودھ سے حصّہ دو ۔

[۷] سوال رد کرتے ہوئے کہیں گے کل آنا

[۸] تاکہ ان میں بعض ہلاک ہوجائیں اور ان کا نشان باقی نہ رہے ۔

[۹] یہ عذاب اسی صورت میں تاقیامت ہر اس قوم پر ہوگا جو ایسا عمل کرے گی ۔

[۱۰] حِر حا کے نیچے کسرہ ، را مخفف عورت کی شرمگاہ ، مراد زنا ہے ۔

[۱۱] تصحیف یعنی صورت لفظ میں بعض راویوں سے خطا واقع ہوئی ہے ۔

[۱۲] جس کا معنی مشہور کپڑا ہے ۔

[۱۳] آخر میں مصنف حمیدی اور ابن اثیر کے حوالے سے اس پر تائید لا رہے ہیں کہ خز ہی ہے نہ کہ حِر ۔ جیساکہ بعض لوگوں نے کہا تھا کہ خز تصحیف وخطا ہے اور حمیدی و ابن اثیر نے اس روایت میں تصریح کی ہے جس حدیث میں لفظ حر آیا ہے اسے ابُو درداء وغیرہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث جو بخاری کے حوالے سے ہے اس میں لفظ خز ہی ہے ۔ اس صورت میں دونوں روایات درست ہیں ۔

[۱۴] تروح میں تا اور سارحہ میں تا پر پیش ، کیونکہ یہ تروح کا فاعل ہے اور یہ بات قرینہ ہے کہ بسارحہ میں با زائدہ ہے جیساکہ ہم نے ابتداءِ حدیث کے معنی میں اشارہ لیا ہے ۔ ان دونوں کتب میں لفظ رجل نہیں اور اس سے پہلے لفظ حاجۃ رجل سے مقدم بھی نہیں ، بلکہ فقط یاتیہم لحاجۃ کے الفاظ ہیں ۔

۵۱۱۰/۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْزَلَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ عَذَابًا اَصَابَ الْعَذَابَ مَنْ کَانَ فِیْہِمْ ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰی اَعْمَالِہِمْ

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عبد اللہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ؛ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرتا ہے ان سب پر [۱] عذاب بھیج دیتا ہے جو ان میں ہوں ، پھر اپنے اعمال کے [۲] مطابق اٹھائے جائیں گے ۔ (بخاری و مسلم)

[۱] خواہ وہ صالح ہوں یا طالح ، بعض گناہوں میں عادت الٰہی اس پر جاری ہوتی ہے ، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ صالح کو محفوظ رکھا جاتا ہے ۔

[۲] اگرچہ دنیا میں عذاب میں سب شامل تھے لیکن آخرت میں ہر ایک اپنے عمل کے مطابق جزا پائے گا اور ممتاز ہوگا کہ نیک ہے یا بد ۔

۵۱۱۱/۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُبْعَثُ کُلُّ عَبْدٍ عَلٰی مَا مَاتَ عَلَیْہِ ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بندے کو اسی[1] پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ فوت ہوا ۔

(مسلم)

[1] اسی حال وصفت پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا یعنی ایمان یا کفر، طاعت ومعصیت اور ذکر وغفلت کی حالت میں یعنی اعتبار خاتمہ کا ہے کہ آخری حالت کیا تھی ؟ اس وجہ سے کہا گیا ہے ۔ بیت

حکم مستوری ومستی ہمہ برخاتمہ است
کس ندانست کہ آخر بچہ حالت گزرد

(مستور ومستی تمام کا حکم خاتمہ پر ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ آخری حالت کون سی ہوگی) ۔

بعض عارفین فرماتے ہیں کہ جب محبوب کی یاد وحضور حاصل ہو جائے اور جو ہر ذکر دل میں قرار پا جائے تو اگر وقتِ موت کی تکلیف وتنگی کی وجہ سے دل میں اختلال وفتور آجائے تو کوئی حرج ونقصان نہیں ۔ کیونکہ مفارقت روح کے بعد وہ حالت لوٹ آئے گی ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

٥١١٢ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا رَاَیْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ ھَارِبُھَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّۃِ نَامَ طَالِبُھَا ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دوزخ کی مثل[1] نہیں دیکھی جس سے بھاگنے والا سو رہا ہے[2] اور نہ جنت کی مثل جس[3] کا طلب گار سو رہا ہے[4] ۔

(ترمذی)

[1] شدت ہول میں

[2] یعنی اگر کوئی شخص اپنے قوی دشمن سے بچنا چاہتا ہے تو وہ نہ سوتا ہے اور کبھی بھی غفلت کو قریب نہیں آنے دیتا، مختلف کوششوں سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے مگر آتشِ دوزخ جو اپنے ہول وشدت میں اور گرفت میں قوی تر ہے اس سے لوگ بھاگنے میں غافل ہیں اور کوشش نہیں کرتے ۔ اگر بھاگتے ہیں تو سو جاتے ہیں اور غفلت کرتے ہیں ۔ رہا آتشِ دوزخ سے بچنا تو یہ ترک معاصی اور طاعاتِ الٰہی کے التزام سے ہوتا ۔

[3] سرور وخوشی اور لذت

[4] یعنی اگر محبوب کا طلب گار ہے تو وہ غافل نہیں ہوتا اور نہ ہی سستی کرتا ہے بلکہ اس کی خوب جستجو کرتا ہے تاکہ وہ حاصل ہو جائے ۔ مگر بہشت جو تمام خوبیوں کا مجموعہ ہے انسان اس کی طلب میں کوشاں نہیں ہوتا، باقی اس کا پانا اس چیز سے ہے جس سے دوزخ سے بھاگنا ہے ۔

٥١١٣/٩ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ أَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ أَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَأُطَّ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا فِيْهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِّلّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَى الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُوْنَ إِلَى اللّٰهِ قَالَ أَبُوْ ذَرٍّ يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ ۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ دیکھتا ہوں[1] جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں[2] سنتے آسمان چرچرا[3] رہا ہے اور اس کا حق ہے کہ چرچرائے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس آسمان میں کوئی ایسی چار انگلیوں کے برابر جگہ نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ ریز[4] نہ ہو ۔ اللہ کی قسم ! تم اگر وہ چیزیں جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے تھوڑا اور روتے زیادہ بیویوں سے بستروں پر لذت حاصل نہ کرتے اور اللہ کی پناہ لیتے ہوئے[5] جنگلوں کی طرف نکل جاتے ۔ حضرت ابوذر کہتے[6] تھے کاش ! میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا ۔ (مسند احمد، ترمذی، ابنِ ماجہ)

---

[1] آثارِ قیامت، آیاتِ الٰہیہ اور اس کے صفاتِ قہریہ ۔

[2] احوالِ قیامت اور اس کی ہولناکی کے اسرار و اخبار اور شدّتِ عذابِ دوزخ

[3] اطیطہ، پالان اور زین کی آواز، اونٹ کا بوجھ کی وجہ سے رونا، یعنی جس طرح سواری بوجھ کی وجہ سے روتی ہے اسی طرح آسمان ملائکہ کی کثرت اور اژدہام اور ان کے ثقل کی وجہ روتا ہے ۔ شارحین فرماتے ہیں کہ مقصود اس کے آواز کا بیان نہیں بلکہ ملائکہ کی کثرت ہے یہ بھی ممکن ہے اس کا رونا خوف اور خشیتِ الٰہی کی وجہ سے ہو جب وہ آسمان جو جماد اور محلِ ملائکہ ہے، باری تعالیٰ کے خوف سے روتا ہے تو انسان جو گناہوں سے آلودہ ہے وہ رونے کا زیادہ سزاوار ہے یہ مفہوم مقصود کے زیادہ مناسب ہے جیسا کہ مخفی نہیں ۔

[4] خدا کے حضور، مشاہدۂ کبریا اور جلالِ حق کے سامنے خائف و خاشع ہیں ۔

[5] اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ و زاری کرتے ہوئے جیسا کہ غم سے پریشان و نڈھال لوگ اپنے گھر سے جنگل کی طرف نکل جاتے ہیں کہ دل کو سکون حاصل ہو ”صعدات“، صعید کی جمع ہے یعنی روئے زمین ۔ جیسے طرقات طرق، طریق کی جمع ہیں ۔

[6] بطریقِ افسوس و حسرت

[7] تاکہ گناہوں سے آلودہ ہو کر اٹھایا نہ جاتا جیسا کہ درخت کو کاٹ دیا جاتا ہے اور وہ ختم ہو جاتا ہے

[8] اس طرح کی پُر درد آرزوئیں کبار صحابہ سے مروی ہیں ایک صحابی کے بارے میں ہے کہ فرمایا کاش میں بکری ہوتا جسے ذبح کر لیا جاتا اور کھا لیا جاتا ایک اور صحابی سے مروی ہے کہ کاش میں جانور ہوتا جہاں چاہتا

بیٹھتا، جہاں چاہتا جاتا اور کوئی ذمہ داری نہ ہوتی، یاد رہے یہ وہ لوگ ہیں جن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنّت کی بشارت دی اور ان کی عاقبت محمود و اعلیٰ ہونے کی اطلاع دی۔ دیگر لوگوں کا حال کیا ہوگا؟ اگرچہ مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وعدہ حق ہے مگر اللہ تعالیٰ کا فرمان "لَا اُبَالِیْ" (مجھے کسی کی پرواہ نہیں) کمر توڑ دیتا ہے۔

۵۱۱۴/۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِیَةٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو ڈرتا ہے وہ اندھیرے[1] میں اٹھتا ہے جو اندھیرے[2] میں اٹھتا ہے وہ منزل پالیتا ہے سنو! اللہ کا سودا مہنگا[3] ہے سنو اللہ کا سودا جنت ہے۔ (ترمذی)

[1] یعنی اوّل شب ہی چل پڑتا ہے کیونکہ غارت گری رات کے آخری حصّہ میں ہوتی ہے۔

[2] اِدْلَاجٌ، دال ساکن، اوّل شب چلنا، دال مشدد ہونے کی صورت میں آخری رات چلنا، حدیث میں معنی اوّل مراد ہے۔

[3] اور یہ گراں قدر نعمتیں جان و مال خرچ کرنے سے حاصل ہوں گی۔

۵۱۱۵/۱۱ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ جَلَّ ذِکْرُهٗ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَکَرَنِیْ یَوْمًا اَوْ خَافَنِیْ فِیْ مَقَامٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ کِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل ذکرہ فرمائے گا[1] کہ آگ سے اسے نکال لو جس نے مجھے ایک دن یاد کیا ہو[2] یا کسی جگہ مجھ[3] سے خوف کیا ہو[4]۔ (ترمذی، بیہقی، کتاب البعث والنشور)

[1] روزِ قیامت ان فرشتوں کو جو دوزخ پر مقرر ہوں گے۔

[2] میرا حکم بجا آوری اور فرمانبرداری کی صورت میں۔

[3] ارتکابِ معصیت سے بچا ہو۔

[4] اس ارشادِ نبوی میں اس بات کی بشارت ہے کہ جس نے بھی ایک مرتبہ اخلاص سے اپنے مولیٰ تعالیٰ کو یاد کیا یا کسی وقت اس کے خوف سے ڈرا آخر وہ دوزخ کے عذاب سے نجات پائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے ابتداءً ہی جنّت عطا کر دیں کیونکہ اس کی صفت ہے یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ (جس کو چاہے وہ معاف فرما دے جسے چاہے عذاب دے) یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ (جو چاہتا ہے کرتا ہے جو چاہے فیصلہ کرے) لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ اس سے کسی فعل پر سوال نہیں اور ان سے سوال کیا جا سکتا ہے)۔

۵۱۱۶/۱۲ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَهُمُ الَّذِيْنَ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُوْنَ قَالَ لَا يَا ابْنَتَ الصِّدِّيْقِ وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ يَخَافُوْنَ اَنْ لَّا يُقْبَلَ مِنْهُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت مبارکہ کے بارے میں سوال کیا کہ[1] وہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں ان کے دل ڈرتے ہیں، کیا وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے اور چوری کرتے ہیں[2] فرمایا نہیں[3]، اے صدیق کی بیٹی! یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے نمازیں پڑھتے اور صدقات دیتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کا عمل رد نہ ہو جائے[4]۔ یہ لوگ بھلائیوں میں میں جلدی کرتے ہیں[5] (ترمذی، ابن ماجہ)

[1] جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندوں کی صفت بیان کی ہے کہ وہ فقراء پر صدقہ کرتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں کہ ہمارا رب اس کو قبول نہ فرمائے۔

[2] کیونکہ عذاب سے ڈرنا گناہ گاروں کا کام ہے۔

[3] شراب پینے والے اور چوری کرنے والے مراد نہیں۔

[4] اس پر دلیل یہ ہے کہ آیت کا آخری حصہ ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وہ خیرات میں جلدی کرتے ہیں۔

[5] واضح رہے کہ اس آیت کی دو قرائتیں ہیں۔ قرارت سبعہ یعنی قراء سبعہ سے مشہور يُؤْتُوْنَ یا لضم یا تو فعل مضارع از ایتاء ہے اور اٰتوا بمد ہمزہ اسی سے فعل ماضی ہے اور ایتاء کا معنی عطا ہے جیسا کہ ترجمہ میں آچکا ہے، دوسری قرارت "یاتون ما اتوا"، شاد ہے، یہاں یہ اتیان بمعنی کام کرنا سے مشتق ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ وہ لوگ جو کام کرتے ہیں اور ان کے دل ڈرتے ہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سوال اس قرارت سے زیادہ مناسب ہے۔ مصابیح کے بعض نسخوں میں بھی قرارت اوّل ہی ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ دوسری قرارت مناسب ہے۔

۵۱۱۷/۱۳ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا اللَّيْلِ قَامَ فَقَالَ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللهَ اذْكُرُوا اللهَ جَآءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول تھا جب رات دو تہائی گزر جاتی تو بیدار[1] ہوتے اور فرماتے، اے لوگو! اللہ[2] کا ذکر کرو، اللہ کا ذکر کرو، اللہ کو یاد کرو، دینے والی[3] چیز آپہنچی جس سے متصل[4] پیچھے آنے والی آپہنچی[5] موت آپہنچی، ان تکالیف کے ساتھ جو موت میں ہیں[6]۔ (ترمذی)

[1] نمازِ تہجد کے لیے

[2] تین مرتبہ

[3] نفخہ اُولیٰ مراد ہے جس سے قیامت قائم ہو گی تمام مخلوق مر جائے گی، رجف لغۃً حرکت کرنا، حرکت دینا اور سخت اضطراب کو کہتے ہیں، رجفہ بمعنی زلزلہ بھی ہے۔

[4] نفخہ ثانیہ جس کی بنا پر تمام لوگ اپنی اپنی قبور سے اٹھیں گے۔ الغرض اس سے قیامت کا یاد دلانا مقصود ہے تاکہ عملِ خیر اور یادِ حق کا سبب و باعث بنے۔

[5] اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ سونا حکمِ موت رکھتا ہے جو نفخۂ اولیٰ کا اثر ہے اور بیدار ہونا دوبارہ زندہ ہونا ہے جو نفخہ ثانیہ کی طرح ہے اور یہ دونوں قیامت کی نشانیاں اور اسے یاد دلانے والی ہیں۔

[6] یعنی موت کے وقت اور اس کے بعد پیش آنے والے احوال۔

۵۱۱۸/۱۴ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوۃٍ فَرَاَی النَّاسَ کَاَنَّھُمْ یَکْتَشِرُوْنَ قَالَ اَمَا اِنَّکُمْ لَوْ اَکْثَرْتُمْ ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَکُمْ عَمَّا اَرٰی اَلْمَوْتَ فَاَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ فَاِنَّہٗ لَمْ یَاْتِ عَلَی الْقَبْرِ یَوْمٌ اِلَّا تَکَلَّمَ فَیَقُوْلُ اَنَا بَیْتُ الْغُرْبَۃِ وَاَنَا بَیْتُ الْوَحْدَۃِ وَاَنَا بَیْتُ التُّرَابِ وَاَنَا بَیْتُ الدُّوْدِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَہُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَّاَھْلًا اَمَا اِنْ کُنْتَ لَاَحَبَّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی ظَھْرِیْ عَلَیَّ فَاِذْ وُلِّیْتُکَ الْیَوْمَ وَصِرْتَ اِلَیَّ فَسَتَرٰی صَنِیْعِیْ بِکَ قَالَ فَیَتَّسِعُ لَہٗ مَدَّ بَصَرِہٖ وَیُفْتَحُ لَہٗ بَابٌ اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ اَوِ الْکَافِرُ قَالَ لَہُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا وَّلَا اَھْلًا اَمَا اِنْ کُنْتَ لَاَبْغَضَ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی ظَھْرِیْ اِلَیَّ فَاِذْ وُلِّیْتُکَ الْیَوْمَ وَصِرْتَ اِلَیَّ فَسَتَرٰی صَنِیْعِیْ بِکَ قَالَ فَیَلْتَئِمُ عَلَیْہِ حَتّٰی تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُہٗ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَصَابِعِہٖ فَاَدْخَلَ بَعْضَھَا فِیْ جَوْفِ

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لائے لوگوں کو ہنستے ہوئے[1] دیکھا۔ فرمایا! اگر تم لذتیں ختم کر دینے[2] والی موت کا ذکر زیادہ کرو تو وہ تمھیں اس[3] سے روک دے گی جو میں دیکھ رہا ہوں تو لذتیں ختم کرنے والی موت کا ذکر زیادہ کرو۔ کیونکہ قبر ہر دن یہ کلام کرتی ہے کہ میں غربت کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں اور جب بندۂ مومن دفن کیا جاتا ہے تو اس سے قبر کہتی ہے خوش آمدید[4] تو اپنے گھر آیا ہے جو لوگ میرے اوپر چلتے ہیں ان سب میں تو بہت پیارا تھا اب جبکہ میں تیری والی بنی ہوں[5] اور تو میرے پاس لوٹا تو تو دیکھ لے گا میرا برتاؤ[6]۔ فرمایا پھر قبر تا حدِّ نظر فراخ ہو جاتی ہے اور دروازہ جنت کھول دیا جاتا ہے اور جب بدکار یا کافر بندہ دفن کیا جاتا ہے تو اسے قبر کہتی ہے[7] نہ خوش آمدید اور نہ تو اپنے گھر آیا ہے، تو مجھے ان سب سے زیادہ ناپسند تھا جو میری پشت پر چلتے تھے تو آج جبکہ میں تیری والی بنائی گئی اور تو میری طرف لوٹا ہے تو میرا معاملہ اپنے ساتھ دیکھ لینا۔ فرماتے ہیں پھر قبر سکڑ جاتی ہے حتیٰ کہ مردہ کی پسلیاں دھر[8] کی

بَعْضٍ قَالَ وَيُقَيَّضُ لَهٗ سَبْعُوْنَ تِنِّيْنًا لَوْ اَنَّ وَاحِدًا مِّنْهَا نَفَخَ فِي الْاَرْضِ مَا اَنْبَتَتْ شَيْئًا مَّا بَقِيَتِ الدُّنْيَا فَيَنْهَسْنَهٗ وَيَخْدِشْنَهٗ حَتّٰى يُفْضٰى بِهٖٓ اِلَى الْحِسَابِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ادھر ہو جاتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں مبارک کو ایک دوسرے میں داخل فرما کر اشارہ کیا۔ فرماتے[۹] ہیں اور اس پر ستر ایسے سانپ مسلط کر دیے جاتے ہیں اگر ان میں ایک سانپ بھی زمین پر پھونک مار دے تو رہتی دنیا تک زمین کچھ نہ اگائے، وہ اسے کاٹتے[۱۰] اور نوچتے ہیں حتیٰ کہ اسے حساب[۱۱] (یوم آخرت) تک پہنچایا جاوے گا۔ راوی بیان کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

(ترمذی)

[۱] کشر، شین کے ساتھ دانتوں کی سفیدی، ہنستے وقت

[۲] ہاذم، ذال از ہذم بمعنی قطع، روایت بھی اسی طرح ہے، بعض نسخوں میں دال بھی تحریر ہے، یہ ہدم سے بمعنی عمارت کو گرانا آتا ہے۔ امام سیوطی کہتے ہیں کہ سہیلی نے تصریح کی ہے کہ روایت زال کے ساتھ ہے۔

[۳] اس سننے سے۔

[۴] جس طرح پیارے مہمان کو کیا جاتا ہے

[۵] وُلّیتُک، صیغہ مجہول، تولیت سے یا معلوم از ولایت ہے یعنی جب میں تجھ پر والی بنی ہوں۔

[۶] اعلیٰ برتاؤ

[۷] جیسے ناواقف اور بن بلائے مہمان کو کہا جاتا ہے۔

[۸] ادھر کی ہڈیاں دوسری میں گھس جائیں گی۔

[۹] حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[۱۰] نہس، سین کے ساتھ، سامنے والے دانتوں کے ساتھ چبانا

[۱۱] تا قیامت

۵۱۱۹/۱۵ وَعَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِيْ سُوْرَةُ هُوْدٍ وَاَخَوَاتُهَا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابو جحیفہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ بوڑھے ہو گئے، فرمایا: مجھے سورہ ہود[۲] نے بوڑھا کر دیا ہے اور اس جیسی دوسری سورتوں نے (ترمذی)

ہ۱ یہ صحابی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات میں چھوٹے تھے لیکن سماع روایت کے حامل ہیں ان کے حالات کسی دوسرے مقام پر لکھے گئے ہیں۔

ہ۲ بعض نسخوں میں سورۃ ہود واخواتہا (سورۃ ہود اور اس کی ہم مثل سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے) کے کلمات ہیں۔ ان سورتوں کا ذکر دوسری احادیث میں آیا ہے۔ شارحین نے فرمایا سورۃ ہود سے مراد اس کی آیت فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ ہے کیونکہ اعتقادات و اعمال ظاہری و باطنی میں افراط و تفریط کے بغیر صراطِ مستقیم پر استقامت انتہائی دشوار ہے اور درحقیقت آپ کو بڑھاپے کا عارض ہونا وَمَنْ تَابَ مَعَكَ کی وجہ سے ہے ورنہ آپ کی ذاتِ اقدس کمال استقامت و اعتدال کی کامل مظہر ہے یہاں دشواری کا کیا معنی؟ یہی وجہ ہے کہ نسبت سورۃ شوریٰ کی طرف نہیں کی حالانکہ وہاں بھی انہی کلمات فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ کے ساتھ خطاب ہے۔ لیکن وہاں وَمَنْ تَابَ مَعَكَ کے کلمات نہیں، پس واضح ہو گیا کہ راہِ استقامت پر قائم رہنا اُمت کے لیے دشوار ہے، آپ کی ذاتِ اقدس کے لیے نہیں۔ لہٰذا ان دیگر سورتوں کو بھی اس معنی پر محمول کیا جانا چاہیے۔

٥١٢٠/١٦ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ وَاِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَا يَلِجُ النَّارَ فِيْ كِتَابِ الْجِهَادِ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بوڑھے ہو گئے۔ فرمایا مجھے سورۃ ہود، الواقعہ، المرسلات، عم یتساءلون اور اِذا الشمس کُوِّرت نے بوڑھا کر دیا ہے۔ (ترمذی)

ہ۱ کیونکہ ان سورتوں میں احوال آخرت، عذاب نار اور سخت وعیدوں کا ذکر ہے۔

ہ۲ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ روایت جس کی ابتداء ''لا یلج النار'' سے ہے کتاب الجہاد میں مذکور ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

٥١٢١/١٧ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَعْمَالًا هِيَ اَدَقُّ فِيْ اَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ كُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ يَعْنِي الْمُهْلِكَاتِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تم لوگ ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نظروں[1] میں بال سے زیادہ باریک ہیں، ہم انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں[2] ہلاک کرنے والے تصور کرتے تھے۔ (بخاری)

۱؎ بڑے غور و فکر سے تم سمجھتے ہو کہ یہ نیک عمل ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہوتا یا مراد یہ ہے کہ اس عمل کو تم حقیر گمان کر کے بجا لاتے ہو۔

۲؎ یعنی ان اعمال کی جنس سے شمار کرتے تھے جو کرنے والے کی ہلاکت کا سبب اور کبائر کے حکم میں ہیں۔

۵۱۲۲/۱۸ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَائِشَةُ اِيَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَاِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! تم حقیر[۱] اور معمولی گناہوں سے بچو، ان کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطالبہ[۲] ہے۔

(ابن ماجہ، دارمی، بیہقی، شعب الایمان)

۱؎ جنھیں صغیرہ گمان کیا جاتا ہے

۲؎ اس طرح کی عبارت زبانِ عرب سے بہت زیادہ مستعمل ہے مثلاً کہا جاتا ہے رَاَيْتُ مِنْ زَيْدٍ اَسَدًا میں زید سے شیر کو دیکھا، یعنی زید کو میں نے دیکھا گویا شیر کو دیکھا ہے اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طالب و سائل ہوں۔

۵۱۲۳/۱۹ وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ هَلْ تَدْرِيْ مَا قَالَ اَبِيْ لِاَبِيْكَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّ اَبِيْ قَالَ لِاَبِيْكَ يَا اَبَا مُوْسٰى هَلْ يَسُرُّكَ اَنَّ اِسْلَامَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِجْرَتَنَا مَعَهٗ وَجِهَادَنَا مَعَهٗ وَعَمَلَنَا كُلَّهٗ مَعَهٗ بَرَدَلَنَا وَاَنَّ كُلَّ عَمَلٍ عَمِلْنَا بَعْدَهٗ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ فَقَالَ اَبُوْكَ لِاَبِيْ لَا وَاللّٰهِ قَدْ جَاهَدْنَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّيْنَا وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَيْرًا كَثِيْرًا وَاَسْلَمَ عَلٰى اَيْدِيْنَا بَشَرٌ كَثِيْرٌ وَاِنَّا لَنَرْجُوْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَبِيْ لٰكِنِّيْ اَنَا وَالَّذِيْ نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُّ اَنَّ ذٰلِكَ بَرَدَلَنَا وَاَنَّ كُلَّ شَيْءٍ عَمِلْنَاهُ

حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کیا تم جانتے ہو میرے والد نے تمھارے والد سے کیا کہا تھا؟ عرض کیا مجھے معلوم نہیں، فرمایا میرے والد نے تمھارے والد سے کہا کہ اے ابو موسیٰ کیا تم کو یہ پسند ہے کہ ہمارا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیساتھ اسلام لانا، ہجرت کرنا، آپ کی معیت میں جہاد کرنا اور ہمارے وہ تمام اعمال جو ہم نے آپ کی معیت میں کیے وہ سب ہمارے لیے برقرار رہتے اور وہ تمام اعمال جو ہم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کیے ہم ان سے برابر سرابر[۱] چھوٹ جاتے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جو کام کیے ان سے ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں تو تمھارے والد نے میرے والد سے کہا نہیں اللہ کی قسم! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جہاد کیے، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے اور بہت سے

بَعْدَهُ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ فَقُلْتُ إِنَّ أَبَاكَ وَاللّٰهِ خَيْرًا مِّنْ أَبِي۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اچھے عمل کیے ، ہمارے ہاتھوں پر بہت لوگ ایمان لائے ہم اس کے اجر کی امید رکھتے ہیں ۔ میرے والد نے کہا لیکن مجھے تو اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے میں تو تمنا کرتا ہوں کہ وہ سب کچھ ہمارے لیے ثابت ہو اور یہ کہ ہم نے اس کے بعد جو کام کیے ہیں ان سے نجات پا جائیں برابر سرابر تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم ! یقیناً تمھارے[3] والد میرے والد سے بہتر تھے

(بخاری)

---

[1] اشعری، یہ کبار تابعین میں سے ہیں ۔

[2] یعنی نہ نفع نہ نقصان ، نہ وہ موجب ثواب ہوں نہ وہ سبب عتاب ۔ یعنی اگر وہ موجبِ ثواب نہ ہوتے تو ذریعہ عتاب ہی نہ ہوں گے ۔ کسی نے بہت خوب کہا :۔ بیت

طاعتِ ناقصِ ما موجبِ غفراں نشود
راضیم گر مدد علت عصیاں نشود

(ہماری ناقص طاعت ہماری بخشش کا موجب نہ ہو گی ہم اس پر راضی ہیں کہ وہ نافرمانی کا سبب نہ ہو)
یعنی وہ اعمال جو ہم نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں آپ کے زیرِ سایہ کیے ان کی قبولیت کی امید رکھتا ہوں کہ وہ باقی دیے گئے ، رہا معاملہ ان اعمال کا جو بعد میں کیے اگر پورا پورا حساب ہی ہو جاتے تو غنیمت ہے

[3] یعنی تمھارے والد باوجود ان اعمال و فضائل کے مقام خوف و خشیت پر فائز ہونے کی وجہ سے میرے والد سے اونچا مقام رکھتے ہیں یا مراد تعجب کا اظہار ہے کہ تمھارے والد میرے والد سے اعلیٰ و افضل ہونے کے باوجود ڈرتے تھے پس معلوم ہو گیا کہ معاملہ نہایت ہی نازک ہے ۔

٥١٢٤ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنِي رَبِّي بِتِسْعٍ خَشْيَةِ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَكَلِمَةِ الْعَدْلِ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا وَالْقَصْدِ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَا وَأَنْ أَصِلَ مَنْ قَطَعَنِي وَأُعْطِيَ مَنْ حَرَمَنِي وَأَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِي وَأَنْ يَكُوْنَ صَمْتِي فِكْرًا وَنُطْقِي ذِكْرًا وَنَظَرِي عِبْرَةً وَآمُرَ بِالْعُرْفِ وَقِيْلَ بِالْمَعْرُوْفِ.

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے میرے رب نے نو باتوں کا حکم دیا ہے ۔ اللہ کا خوف خفیہ اور ظاہر ۔ انصاف غصہ اور رضا میں[1] ، اعتدال حالت امارت و غربت میں[2] ، میں جوڑوں جو توڑے[3] اسے دوں جو مجھے محروم کرے ، اس کو معافی دوں جو مجھ پر ظلم کرے اور یہ کہ میری خاموشی فکر ہو[4] میرا بولنا ذکر ، میرا دیکھنا عبرت ، حکم دوں اچھائی کا ، عرف کے بجائے بالمعروف بھی مروی ہے ۔ (رزین)

[1] آدمی جب کسی سے راضی ہوتا ہے تو اس کی مدح و تعریف کرتا ہے جب ناراض ہو جائے تو اس کے خلاف چلتا ہے چاہیے یہ کہ دونوں حالتوں میں یکساں رویہ ہو۔

[2] اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اتنا رزق ملے جو کافی ہو نہ امارت، نہ غربت، دوسرے یہ کہ دونوں احوال میں اعتدال پر رہا جائے یعنی حالتِ فقر میں جزع و فزع اور حالت غنا میں تکبر، سرکشی و بغاوت نہ ہو۔

[3] جیسا کہ بعض قریبی رشتہ دار قطع رحم کرتے ہیں تو اس مقام پر ان کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے۔

[4] جب میں خاموشی اختیار کروں تو معرفت کا حصول ہو۔

[5] مخلوق کو دیکھوں تو غفلت و جہل سے نہ دیکھوں بلکہ نگاہِ عبرت سے دیکھوں۔

[6] بعض روایات میں عرف کی جگہ لفظ معروف ہے، یہ خصلت زائد نہیں بلکہ جمیع خیرات و طاعات خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق خلق سے تمام کو جامع ہے گویا یہ تفصیل کے بعد اجمال ہے۔

٥١٢٥/٢١ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ يَّخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوْعٌ وَّاِنْ كَانَ مِثْلَ رَاْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ثُمَّ يُصِيْبُ شَيْئًا مِّنْ حُرِّ وَجْهِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس بندے کی آنکھوں سے مکھی[1] کے برابر اللہ کے خوف سے آنسو نکل آئیں پھر وہ آنسو اس کے چہرے کے ظاہری حصہ کو چھوئیں[2] تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ[3] پر حرام فرما دے گا۔ (ابن ماجہ)

[1] اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہو یہ اس کا چھوٹا اور قلیل ہونا بیان ہوا ہے۔

[2] یعنی آنکھ سے نکل کر چہرے پر گریں "حُر"، حا پر پیش چہرے کا ظاہری حصہ اور اس کا مقابل، حُرالدار سے مراد وسط دار ہوتا ہے۔

[3] دوزخ کی آگ

۳۳۶۔ بَابُ تَغَيُّرِ النَّاسِ

لوگوں میں تبدیلی کا بیان

ایک حالت سے دوسری حالت میں ہونا تغیر کہلاتا ہے۔ یہاں اس سے مراد وہ حال ہے جو حضور علیہ السّلام کی ظاہری حیات میں لوگوں کو بصورت دین پر استقامت، التزام احکام، اتباعِ حق، دنیا میں زہد، دنیا میں زیب و زینت بھی اس کے مال و اسباب، خرم، دبدبہ پر مغرور نہ ہونا، پسندیدہ اعمال، صفاتِ حمیدہ، اخلاقِ عالیہ پر ثبات قلب کا منور ہونا، صفائے باطن اور آخر زمانے میں مذکورہ صفات کے مخالف صفات کے متصل ہونا مراد ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۵۱۲۶ ۱ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا النَّاسُ كَالْاِبِلِ الْمِائَةِ لَا تَكَادُ تَجِدُ فِيْهَا رَاحِلَةً۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ان سو اونٹوں[۱] کی طرح ہیں جن میں تم ایک[۲] بھی سواری کے قابل نہ پاؤ گے۔ (بخاری و مسلم)

[۱] بعض روایات میں کَاِبِلٍ مِائَۃٍ کے الفاظ ہیں

[۲] راحلہ، اس اونٹ کو کہا جاتا ہے جو سفر کی طاقت اور بوجھ اٹھا سکتا ہو۔ اس میں تا مبالغہ کے لیے ہے اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ لوگ تو کثرت سے ہوں گے۔ مگر ان میں سے پسندیدہ کردار جو قابلِ صحبت ہوں اور اعمالِ خیر پر معاون ہوں، نہایت ہی کم ہوں گے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان تین زمانوں کے بعد ہوں جن میں اس کے اغیار لوگ تھے لیکن حق یہ ہے کہ اس قید کی حاجت نہیں کیونکہ ان زمانوں کے اعتبار سے کامل مسلمان ان کی نسبت ہوں گے بالجملہ ایسے لوگ جو تمام صفاتِ جمیلہ سے موصوف ہوں ہر زمانہ میں کم ہوتے ہیں لیکن آخری دور میں بہت ہی کم۔ باقی ان زمانوں کی فضیلت اور خیر ہونا دوسرے زمانوں سے باعتبار کثرت و قلت کے ہے۔

۵۱۲۷ ۲ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے اگلوں کی راہ[۱] پر چلو گے[۲] بالشت[۳] بالشت کے مطابق اور گز گز کے مطابق حتیٰ کہ وہ اگر کسی گرہ[۴] کے سوراخ میں

قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

گھسے ہوں گے تو تم بھی ان کے پیچھے چلو گے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ[۵]! کیا اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں فرمایا اور کون[۶]؟۔ (بخاری و مسلم)

[۱] سُنن، سین پر پیش اور زبر

[۲] ان کے طریقے اور عادات اپناؤ گے۔ مراد وہ بدعات اور خواہشات کی پیروی ہے جو انھوں نے اپنے اپنے پیغمبروں کی شریعت و تعلیمات کے خلاف بنائے تھے اور شریعت میں تبدیلی کر لی تھی۔

[۳] شبر، زیر کے ساتھ، انگوٹھے سے لے کر چھوٹی انگلی تک یعنی بالشت ذِرَاعٍ، بالکسر انگلیوں کے سرے سے لے کر نصف بازو تک، صراح میں ہے۔

[۴] ضَبٌّ، سوسمار یہ مشہور جانور ہے

[۵] صحابہ نے پوچھا

[۶] اگر وہ مراد نہیں تو کون مراد ہوں گے یعنی یہود و نصاریٰ کا مراد ہونا واضح و ظاہر ہے۔

۵۱۲۸/۳ وَعَنْ مِرْدَاسٍ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ وَتَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ اَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيْهِمُ اللهُ بَالَةً۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت مرداس اسلمی[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نیک لوگ لگاتار[۲] چلے جائیں گے، پہلے بھوسا رہ جائے گا جیسے جو[۳] یا چھوہاروں کی بھوسی، اللہ تعالیٰ ان کی کوئی پرواہ نہیں فرمائے گا (بخاری)

[۱] مرداس اسلمی، میم کے نیچے زبر، را ساکن، ان صحابہ میں سے ہیں جنھوں نے درخت کے نیچے آپ کی بیعت (رضوان) کی تھی، کوفیین میں شمار ہوتے ہیں، ان سے صرف یہی حدیث مروی ہے جسے بخاری نے روایت کیا۔

[۲] یکے بعد دیگرے، ہر ایک کو پہلا فرمایا اس لیے جو پہلے جائے گا اس کے بعد جانے والا دوسروں کی نسبت سے پہلا ہوگا۔

[۳] حُفالہ، حا مضموم، فا وہ ردی اور بے کار چیز جو کسی کام نہ آئے، حثالہ بھی اسی معنی میں آتا ہے اسے رذالہ بھی کہتے ہیں، صراح میں ہے حفالہ بالضم ہر چیز کا بھوسہ، حُثالہ بالضم جو کا پوست، کھجور کا کوٹا ہوا بھوسہ

[۴] اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی کوئی قدر و منزلت نہ ہوگی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۵۱۲۹/۴ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَشَتْ أُمَّتِيْ الْمُطَيْطِيَاءَ وَخَدَمَتْهُمْ أَبْنَاءُ الْمُلُوْكِ أَبْنَاءُ فَارِسَ وَالرُّوْمِ سَلَّطَ اللهُ شِرَارَهَا عَلٰى خِيَارِهَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت اکڑ کر[1] چلے اور فارس[2] و روم کے شہزادے ان کی خدمت کریں تو اللہ ان کے اچھوں پر بدوں کو مسلط کردیگا[3] (ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث غریب ہے)

[1] بطریق تکبر۔ مطیطا۔ میم پر پیش طا پر فتحہ بالمد و بالقصر، خوش ہونا اور اکڑ کر چلنا۔ مط تکبر کی وجہ سے رخسار اور ابرو چڑھانا۔ قاموس و صحاح، مصابیح کے نسخوں اور مشکوۃ کے مصحح نسخہ حواشی اور اس کے شروع میں مطیطا ہے۔ یعنی دو طاء کے درمیان یاء ہے۔ دوسری طاء کے بعد یاء نہیں۔ مجمع البحار اور بعض حواشی کتاب میں بھی تحریر ہے کہ بعض کے نزدیک دوسری ناء کے بعد یاء کا حذف بھی مروی ہے، یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری طا کے بعد یاء کا آنا بھی ثابت بلکہ راجح ہے۔

[2] ملک اور شہر فتح ہوں گے۔ فارس اور روم کے ملوک اور ان کی اولاد چاکری کرے گی۔

[3] واقعتاً جب بلاد روم و فارس فتح ہوئے اور وہاں کے ملوک خادم بنے تو آپ نے جس طرح فرمایا۔ اسی طرح ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کو اسی طرح بنو امیہ کو بنو ہاشم پر مسلط کیا۔

۵۱۳۰ ۵ وَعَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتُلُوْا إِمَامَكُمْ وَتَجْتَلِدُوْا بِأَسْيَافِكُمْ وَيَرِثُ دُنْيَاكُمْ شِرَارُكُمْ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم اپنے امام کو قتل نہ کروگے اور ایک دوسرے پر اپنی[1] تلواریں چلاؤ گے اور بدترین[2] لوگ تمھاری دنیا کے وارث ہوں گے (ترمذی)

[1] ایک دوسرے پر تم تلوار چلاؤ گے، اجتلاء، مجالدہ و تجالد، ایک دوسرے پر تلوار چلانا۔

[2] ملک و سلطنت ظالموں کے پاس آجاتے گی، سند اقتدار فاسقوں کے ہاتھ میں ہوگی۔

۵۱۳۱ ۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكُوْنَ أَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعُ بْنُ لُكَعَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ۔

اور انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دنیا کا کامیاب[1] ترین شخص خبیث[2] کے بیٹے خبیث ہونگے۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔

[1] کثرت مال اور آسائش زندگی اور نفاذ حکم میں۔

[2] یعنی ایسے کمینے اور بے خوف ہوں گے کہ ان کی اصل نہ ہوگی۔ لکع، لام پر پیش، کاف پر زبر، کمینہ، احمق، غلام جو کوئی حرف صحیح طریقہ سے نہ بول سکتا ہو اور چھوٹے بچے کے معنی میں بھی آیا ہے۔

۵۱۳۲ ۷ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ

حضرت محمد بن کعب[1] القرظی سے ہے کہ مجھے ایک ایسے

حَدَّثَنِیْ مَنْ سَمِعَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ اِنَّا لَجُلُوْسٌ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ فَاطَّلَعَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ ابْنُ عُمَيْرٍ مَّا عَلَيْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ لَّهٗ مَرْقُوْعَةٌ بِفَرْوٍ فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكٰى لِلَّذِیْ كَانَ فِيْهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِیْ هُوَ فِيْهِ الْيَوْمَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكُمْ اِذَا غَدَا اَحَدُكُمْ فِیْ حُلَّةٍ وَّرَاحَ فِیْ حُلَّةٍ وَّوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ وَّرُفِعَتْ اُخْرٰى وَسَتَرْتُمْ بُيُوْتَكُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِّنَّا الْيَوْمَ نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ وَنُكْفَى الْمُؤْنَةَ قَالَ لَا اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِّنْكُمْ يَوْمَئِذٍ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

شخص نے خبر دی جس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ ہم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک ہمارے سامنے مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمودار ہوئے جن پر صرف ایک چادر تھی وہ بھی چمڑے سے پیوند لگی ہوئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا تو آپ رو پڑے اس نعمت کا تصور کرتے ہوئے جس ہیں وہ پہلے تھے اور اس حالت پر جس میں آج ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تم کیسے ہوگے جب تم میں سے کوئی ایک جوڑے میں صبح ملے گا اور دوسرے جوڑے میں شام۔ اس کے سامنے ایک پیالہ رکھا جائے گا اور دوسرا اٹھایا جائے گا اور تم اپنے گھروں کو ایسے کپڑے پہناؤ گے جیسے کعبہ کو پہنایا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اس دن آج کے دن سے اچھے ہوں گے کہ عبادت سے فارغ ہوں گے اور کام کاج سے اچھا لیے جائیں گے فرمایا نہیں تم اس کے مقابلہ میں آج اچھے ہو۔

(ترمذی)

لہ قرظی، قاف پر ضمہ، را پر فتحہ، ثقہ تابعی مدنی، نہایت ہی صالح اور عالم قرآن تھے۔ ان کے والد بندگانِ قرلیظہ میں سے تھے۔

[1] بُرد با پر ضمہ دھاری دار چادر (کذا فی القاموس)

[2] جو اس سے بیشتر مکہ میں ان کی حالت مال و نعمت کے اعتبار سے نہایت ہی اعلیٰ تھی۔

[3] فقر و فاقہ کی حالت، امام سیوطی، جمع الجوامع میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کی خدمت میں اس حال میں آئے کہ بھیڑ کا چمڑہ کمر پر باندھا ہوا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اس شخص کو دیکھو جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے روشن و منور فرمایا ہے اور فرمایا میں نے دیکھا ہے اس کے والدین اسے خوب اچھا کھلاتے اور پہناتے ہیں لیکن آج اس کے جسم پر میں فقط ایک ایسا کپڑا دیکھ رہا ہوں جو ایک درہم سے بھی کم قیمت ہے مگر اسے اللہ اور اس کے رسول کی محبت نصیب ہو گی اور یہ حال ہو گیا ہے جو تم دیکھ رہے ہو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریشی کبار افضل صحابہ میں سے ہیں۔ دورِ جاہلیت میں امیر ترین تھے۔ جب

مسلمان ہوئے تو تمام مال چھوڑ دیا اور زہد کو پسند کر لیا، غزوۂ اُحد میں شہید ہوگئے، اس وقت ان کی عمر چالیس یا اس سے زائد برس تھی۔

[۴] صبح یعنی کوئی اور لباس اور شام کوئی اور

[۵] کھانے کا پیالہ

[۶] مال و نعمت، لباس، طعام اور مکان میں اسراف موجود ہے

[۷] کسبِ معیشت اور اہل و عیال کے بوجھ سے

[۸] کیونکہ آج تم حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو جس کی وجہ سے تمہیں اس کی قُربت حاصل ہے اور اس دن تم غیر حق کے ساتھ مشغول ہو جاؤ گے جس کی وجہ سے حق تعالیٰ سے دوری و غفلت ہوگی۔ یہ حدیث فقر کے غنا پر افضل ہونے پر دلیل ہے۔

۵۱۳۳ ۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِيْهِمْ عَلٰى دِيْنِهٖ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان میں اپنے دین پر صبر[۱] کرنے والے چنگاری پکڑنے[۲] والے کی طرح ہوں گے۔
(ترمذی نے کہا یہ حدیث سنداً غریب ہے)

[۱] دین پر استقامت اور ثابت قدمی سے گامزن رہنا

[۲] جس طرح ہاتھ میں چنگاری رکھنے والا صبر نہیں کر سکتا، اسی طرح دین پر ثابت قدمی و استقامت نہایت ہی دشوار اور مشکل ترین معاملہ ہوگا۔ کیونکہ فسق و فجور کا ظہور کثرت سے ہوگا لیکن دین کے ساتھی و معاون نہایت ہی قلیل ہوں گے۔

۵۱۳۴ ۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ اُمَرَآؤُكُمْ سَمَحَآءَكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ بَطْنِهَا وَاِذَا كَانَ اُمَرَآؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَاَغْنِيَآؤُكُمْ بُخَلَآءَكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ اِلٰى نِسَآئِكُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ ظَهْرِهَا۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے حاکم بہتر ہوں گے، تمہارے مالدار سخی اور تمہارے کام آپس میں مشورہ[۱] سے ہوں گے تو تمہارے لیے زمین کی پشت اس کے باطن سے بہتر[۲] ہوگی اور جب تمہارے حاکم تم میں سے بدتر، تمہارے مالدار کنجوس اور تمہارے[۳] کام عورتوں کے سپرد ہوں گے تو زمین کا پیٹ تمہارے لیے اس کے ظاہر سے بہتر[۴] ہوگا۔
(ترمذی نے روایت کر کے اسے غریب کہا)

۱؎ مسلمانوں کی ایک رائے ہوگی اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ متفق ہوں گے۔ کوئی ایک حکم چلانے والا نہ ہوگا اور نہ ہی ایک دوسرے کی ممانعت کرنے والے ہوں گے۔

۲؎ یعنی تمھاری زندگی موت سے بہتر ہوگی۔

۳؎ ظاہر عبارت سے معلوم ہو رہا ہے کہ ان کے درمیان اختلاف ہوگا کیونکہ یہ شوریٰ کے مقابل آیا ہے تو گویا اختلاف وتنازع اکثر طور پر عورتوں کی بات ماننے اور ان کی اتباع میں ہے۔

۴؎ اس وقت مرنا زندہ رہنے سے بہتر ہوگا۔

۵۱۳۵/۹ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاَكَلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا قَالَ قَائِلٌ وَّمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَّلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ لوگ۱؎ تم پر ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں گے جیسے کھانے والا اپنے پیالہ۲؎ کی طرف دیتا ہے۔ ایک۳؎ نے عرض کیا اس دن ہماری کمی کی وجہ سے ایسا ہوگا۔ فرمایا بلکہ اس دن زیادہ ہوں گے لیکن تم سیلاب کے میل۴؎ کی طرح ایک سیل بن جاؤ گے اور اللہ تمھارے دشمنوں کے دلوں میں تمھاری ہیبت نکال دے گا اور تمھارے دل میں سستی اور کمزوری ڈال دے گا۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ وَہَن کیا ہے؟ فرمایا دنیا کی محبت اور موت کا ڈر۔ (ابوداؤد، بیہقی، دلائل النبوۃ)

۱؎ کافر اور گمراہ لوگوں کے گروہ ایک دوسرے کو تمھاری شوکت کو توڑنے کی دعوت دیں گے۔

۲؎ جیسے وہ بغیر کسی رکاوٹ کے اس پیالہ کی طرف کھانے کے لیے روز آتے ہیں۔ اسی طرح کافر لوگ تمھاری ہلاکت اور تمھیں ختم کرنے کے لیے بلا خوف وخطر حملہ آور ہوں گے۔ اس میں واضح طور پر اشارہ ہے کہ تم ان کے سامنے طعام وکھانے کی طرح ہو گے اور تمھیں بڑی آسانی کے ساتھ ہلاک کر دیں گے۔

۳؎ صحابہ میں سے۔

۴؎ تم سیلاب کے پانی پر خس وخاشاک کی طرح بہہ جاؤ گے۔ غُثاء، غین پر پیش۔ ثا مشدد پرانے درختوں کے پتے جو پانی کے اوپر بہتے ہیں یعنی تمھاری قوت وشجاعت ختم ہو جائے گی۔

۵؎ یعنی حب دنیا کے ساتھ رغبت ومحبت ہوگی اور موت سے ڈر اور خوف تو اس وقت تم دشمنی کا مقابلہ نہ کر پاؤ گے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۵۱۳۶/۱۱ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا ظَهَرَ الْغُلُوْلُ فِیْ قَوْمٍ اِلَّا اَلْقَى اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ وَلَا فَشَا الزِّنَا فِیْ قَوْمٍ اِلَّا كَثُرَ فِیْهِمُ الْمَوْتُ وَلَا نَقَصَ قَوْمٌ الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِلَّا قُطِعَ عَنْهُمُ الرِّزْقُ وَلَا حَكَمَ قَوْمٌ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا فَشَا فِیْهِمُ الدَّمُ وَلَا خَتَرَ قَوْمٌ بِالْعَهْدِ اِلَّا سُلِّطَ عَلَیْهِمُ الْعَدُوُّ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

تیسری فصل

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب بھی کسی قوم میں خیانت[1] آتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے اور جس قوم میں زنا پھیل جائے وہاں موت میں کثرت ہو جاتی ہے۔ جو قوم ناپ تول میں کمی کرے[2] اس کی روزی کم کر دی جاتی ہے۔ جس میں ناحق فیصلے ہوں وہاں خوں ریزی اور جو عہد کو توڑ دے ان پر دشمن مسلط ہو جاتا ہے۔

---

[1] غنیمت میں

[2] ناپ تول میں خیانت

[3] ختر، خا اور تا دھوکہ۔ صراح میں ہے ختر دو فریقوں کا ایک دوسرے کو فریب دینا۔ قاموس میں ہے ختر کا معنی عذر اور فریب ہے۔

۳۷۔ باب در لواحق متممات باب سابق

سابقہ باب کے لواحقات اور تتمہ کا بیان

باب الانذار والتحذیر

باب: ڈرانے اور محتاط کرنے کے بیان میں

الفصل الاوّل

۵۱۳۷/۱ عَنْ عِیَاضِ ابْنِ حِمَارٍ الْمُجَاشِعِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ یَوْمٍ فِیْ خُطْبَتِهٖ اَلَا اِنَّ رَبِّیْ اَمَرَنِیْ اَنْ اُعَلِّمَكُمْ مَا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِیْ یَوْمِیْ هٰذَا كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهٗ عَبْدًا حَلَالٌ وَاِنِّیْ خَلَقْتُ

پہلی فصل

حضرت عیاض بن حمار[1] المجاشعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے خطبہ میں فرمایا آگاہ رہو کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہیں وہ سب[2] سکھا دوں اس دن جو مجھے میرے رب نے سکھایا۔ جو مال میں کسی بندہ کو

عِبَادِیْ حُنَفَآءَ کُلَّهُمْ وَاِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ الشَّیٰطِیْنُ
فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِیْنِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَیْهِمْ مَّا
اَحْلَلْتُ لَهُمْ وَاَمَرَتْهُمْ اَنْ یُّشْرِکُوْا بِیْ مَا لَمْ
اُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَاِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ اِلٰی اَهْلِ
الْاَرْضِ فَمَقَتَهُمْ عَرَبَهُمْ وَعَجَمَهُمْ اِلَّا بَقَایَا
مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ وَقَالَ اِنَّمَا بَعَثْتُکَ لِاَبْتَلِیَکَ
وَاَبْتَلِیَ بِکَ وَاَنْزَلْتُ عَلَیْکَ کِتَابًا لَّا یَغْسِلُهُ
الْمَآءُ تَقْرَءُهٗ نَآئِمًا وَّیَقْظَانَ وَاِنَّ اللّٰهَ
اَمَرَنِیْ اَنْ اُحَرِّقَ قُرَیْشًا فَقُلْتُ اِذًا یَّثْلَغُوْا
رَاْسِیْ فَیَدَعُوْهُ خُبْزَةً قَالَ اسْتَخْرِجْهُمْ
کَمَا اَخْرَجُوْکَ وَاغْزُهُمْ نُغْزِکَ وَاَنْفِقْ
فَسَنُنْفِقَ عَلَیْکَ وَابْعَثْ جَیْشًا نَّبْعَثْ
خَمْسَةً مِّثْلَهٗ وَقَاتِلْ بِمَنْ اَطَاعَکَ
مَنْ عَصَاکَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

دوں وہ حلال[3] ہے اور میں[4] نے اپنے بندوں کو پیدا کیا کہ وہ سارے برائیوں سے دور تھے۔ ان کے پاس شیاطین[5] آتے تو انھوں نے دین سے پھیر دیا اور ان پر وہ چیزیں حرام[6] کر دیں جو میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں اور انھیں مشورہ دیا کہ میرا شریک انھیں ٹھہرائیں جس پر میں نے کوئی دلیل نہ اتاری[7] اور اللہ نے زمین والوں کی طرف نظر فرمائی تو وہ عربیوں عجمیوں پر ناراض ہوا سوائے کچھ اہلِ کتاب[8] کے۔ فرمایا میں نے تم کو بھیجا ہے تاکہ امتحان[9] لوں اور تمھارے ذریعے سے امتحان لوں[10] اور میں نے تم پر ایسی کتاب اتاری جسے پانی نہ دھو[11] سکے تم سوتے جاگتے پڑھو[12] گے اور اللہ نے مجھے حکم دیا کہ قریشی کو جلاؤں[13] تو میں نے عرض کیا یارب تب تو میرا سر کچل دیں[14] گے جیسے روٹی کی طرح۔ فرمایا تم انھیں[15] نکالو جیسے انھوں نے تمھیں نکالا، تم جہاد کرو[16] ہم تمھیں سامان دیں گے تم خرچ[17] کرو ہم تم پر خرچ کریں گے تم لشکر بھیجو[18] ہم پانچ گنا لشکر بھیجیں گے اپنے فرمانبرداروں کے ساتھ اپنے نافرمانوں سے جنگ کرو۔ (مسلم)

---

[1] عیاض بن حمار مجاشعی بروزن قمار مشہور حیوان ہے۔ عیاض عین پر کسرہ آخر میں ضاد، تمیمی مجاشعی، میم پر پیش۔ مجاشع بن دارم کی طرف نسبت ہے، صحابی ہیں اور انھیں بصری صحابہ میں شمار کیا جاتا ہے، یہ حضور علیہ السلام کے پرانے دوست ہیں۔ ایک روز انھوں نے حالتِ کفر میں آپ کو ہدیہ بھیجا جو آپ نے قبول نہ فرمایا۔ جب مسلمان ہو گئے تو آپ نے قبول فرمالیا، ان سے مسلم نے یہی ایک حدیث روایت کی ہے۔

[2] میں تمھیں وہ سکھادوں جسے تم ابھی تک نہیں جانتے۔

[3] بروجہ شرعی وہ حلال ہے، اسے کوئی آدمی اپنے طور پر حرام نہیں کر سکتا جیسا کہ دورِ جاہلیت میں لوگ اونٹ کو اپنے اوپر حرام کر لیتے جس طرح اس کی تفصیل سوائب کے معنی میں باب البکاء والخوف کی ابتدا میں گذر چکی ہے۔

[4] اور دوسری بات یہ ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو باطل سے حق اور کفر سے اسلام کی طرف مائل کیا ہے۔ یعنی ان میں قبولِ حق وطاعت کی استطاعت رکھی ہے، یہ انسان کی فطرت کی طرف اشارہ ہے۔ جس طرح فرمایا ہر بچہ فطرتِ اسلامی پر پیدا کیا جاتا ہے۔ بالفعل مسلمان نہیں یا اس سے مراد اسلام کا وہ دور ہے جو عہدِ میثاق میں قالوا بلٰی

کی صورت میں تھا کہ تمام نے وہاں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا اقرار کیا اگرچہ اس کے بعد شرک کے ہوتے ہوئے اختلاف کرنے لگے۔ حنفاء، حنیف بر وزن کریم کی جمع ہے صحیح الفطرت جو اسلام پر قائم ہو، عربوں کے ہاں حنیف سے مراد وہ لوگ ہیں جو دینِ ابراہیمی پر تھے۔ حنف کا اصلی معنی میلان کرنا ہے (القامُوس)

۵؎ جو ابلیس کا لشکر ہیں، یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں انسان شیاطین بھی شامل ہوں۔ جیسا کہ حدیث میں کہ بچے کے والدین اسے یہودی بنا دیں یا نصرانی۔

٦؎ گمراہ کر دیا تاکہ وہ اللہ کی حلال کردہ اشیاء کو اپنے اوپر حرام کر دیں۔

۷؎ مراد بُت ہیں جن کی عبادت کرتے حالانکہ ان کی پرستش پر کوئی دلیل نہیں۔ سلطان مصدر ہے بمعنی غلبہ، سلطنت، حُجّت، برہان جیسے دل پر قہر و غلبہ کو سلطان کا نام دیتے ہیں اسی طرح بادشاہ کو سلطان کہا جاتا ہے۔

۸؎ جو دینِ موسیٰ، عیسیٰ علیہما السلام پر قائم تھے اور دین و کتاب میں کوئی تحریف و تبدیلی انھوں نے نہ کی تھی۔

۹؎ تاکہ میں دیکھوں تم نے دین و شریعت کے احکام مخلوق تک پہنچائے یا نہیں۔

۱۰؎ کیا مخلوق نے تمھاری بات کو تسلیم کیا ہے یا نہیں؟ باقی امتحان و آزمائش کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت محال ہے کیونکہ اس سے جہل لازم آتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس بلند و برتر ہے، یہاں مراد ظہور ہوگا۔

۱۱؎ وہ زوال و نسخ سے محفوظ ہے یعنی وہ دلوں میں محفوظ اور اس کے احکام تاقیامت باقی رہیں گے۔

۱۲؎ آپ کے دل میں ہر حال میں محفوظ ہوگی یا اس سے مراد کمال لفظ و ضبط اور اس کی قراءت میں سہولت و آسانی ہے۔

۱۳؎ تاکہ اس کا نشان باقی نہ رہے۔

۱۴؎ ثلغ، ثا پر زبر سر کچلنا از فتح یفتح ثلغ کا معنی شَدَخ بھی کیا ہے اور شدخ کا معنی خشک و سخت چیز کو نرم اور پست کرنا ہوتا ہے، جیسے پھل درخت سے گرتا ہے اور پاؤں کے نیچے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے یعنی میں ان سے کیسے لڑوں اور ان پر کیسے غالب آؤں، میرا لشکر چھوٹا اور ان کا بڑا ہے۔

۱۵؎ جیسے انھوں نے تمھیں وطن سے نکال کر پریشان کیا۔

۱٦؎ پہلا لفظ غزا یغزو اور دوسرا اغزی یغزی سے ہے یعنی میں تجھے قوت دوں گا اور ان پر غلبہ عطا کر دوں گا۔

۱۷؎ اپنے لشکر پر ہم تجھے یہ تمام خرچہ مہیا کریں گے۔

۱۸؎ جیسا کہ بدر میں پانچ ہزار فرشتوں نے حضور علیہ السلام کی مدد کی۔

۵۱۳۸/۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ فَصَعِدَ النَّبِیُّ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اپنے قریبی خاندان کو

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِي يَا بَنِيْ فِهْرٍ يَا بَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَقَالَ أَرَأَيْتُكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِيْ تُرِيْدُ أَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا قَالَ فَإِنِّيْ نَذِيْرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ فَقَالَ أَبُوْ لَهَبٍ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ نَادٰى يَا بَنِيْ عَبْدِ مُنَافٍ إِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ رَأَى الْعَدُوَّ فَانْطَلَقَ يَرْبَأُ أَهْلَهٗ فَخَشِيَ أَنْ يَّسْبِقُوْهُ فَجَعَلَ يَهْتِفُ يَا صَبَاحَاهُ۔

ڈراؤ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفا[1] پر کھڑے ہو کر آواز دی، اے بنی فہر! اے بنی عدی! قریش[2] کے خاندانوں[3] کو، حتیٰ کہ وہ تمام جمع ہو گئے، فرمایا: بتاؤ اگر میں تمھیں خبر دوں کہ سواروں کا لشکر اس جنگل میں ہے اور وہ تم پر[4] حملہ کرنا چاہتا ہے کیا تم مجھے سچا سمجھو[5] گے؟ بولے ہاں ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا ہی پایا ہے، فرمایا میں تم کو سخت عذاب[6] کے آنے پر ڈراتا ہوں اس پر ابولہب[7] بولا، تیرے لیے ہلاکت ہو کیا تو نے ہم کو اسی لیے جمع کیا تھا، تب یہ آیت اتری، ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک[8] ہوں اور وہ خود ہلاک ہو۔

بخاری ومسلم اور ایک روایت میں ہے حضور نے آواز دی، اے عبد[9] مناف کی اولاد تمھاری مثال اس شخص کی سی ہے جس[10] نے دشمن کو دیکھا تو اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتا ہوا چلا۔ پھر ڈرا کہ دشمن اس سے پہلے ہی پہنچ[11] جائے تو وہ چیخنے لگا یا صباحاہ[12]۔

[1] یہ خانہ کعبہ کے قریب ہے۔

[2] بطن سے شکم اور وہ گروہ جو قبیلہ قریش سے کمتر ہیں مراد ہیں، ان کا والد نضر بن کنانہ ہے۔
ان الفاظ کی تحقیق دوسرے مقام پر کردی گئی ہے، فہر، فا کے نیچے کسرہ اور ہا ساکن

[3] بطونِ قریش

[4] اس وادی میں جس میں وادیٔ مکہ ہے۔

[5] کیا تم میری تصدیق کروگے۔

[6] اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو سخت عذاب میں مبتلا کیے جاؤ گے۔

[7] یہ حضور علیہ السلام کے چچا ہیں، تب اور تباب اس گھاٹے کو کہا جاتا ہے جس میں ہلاکت ہو اور سائر کا بیان بقیہ ہے اور یہ جمع کے معنی میں بھی آتا ہے۔

[8] کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی کا عملاً ارتکاب کیا، ہلاکت تو اس کی ذات کیلیے ہے، چونکہ اس نے ہاتھوں کو بھی استعمال کیا کیونکہ جب آپ نے ڈرایا تو اس نے پتھر اٹھا کر آپ کی طرف پھینکا، بعض علماء کی رائے ہے کہ یہاں دونوں ہاتھوں سے مراد اس کی دنیا وآخرت ہے۔

[٩] عبد مناف، ہاشم و عبد شمس کا والد ہے

[١٠] اچانک دشمن کے لشکر کو دیکھ کر اپنی قوم کو بچانے کے لیے پہاڑ پر چڑھنا ہے تاکہ اس کی آواز سنائی دے ۔ صراح میں ہے کہ ربا کا معنی نظر رکھنا، حفاظت کرنا اور بلند جگہ پر چڑھنا ہے ۔

[١١] اس کے اطلاع کرنے سے پہلے دشمن آجائے گا یا یہ مرد اس دشمن کو خبر و اطلاع کرنے پہلے سے جائیگا دونوں معانی کا مآل ایک ہی ہے ۔

[١٢] یہ کلمہ قوم کو خطرے سے متنبہ کرنے کے لیے بولا جاتا ہے اصل یہ ہے کہ اکثر طور پر غارت گری کو وقت صبح ہوتی ہے اس لیے یا صباحاہ سے شور کیا جاتا تاکہ اطلاع ہوجائے ۔

٥١٣٩ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ[٣] دَعَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ يَا بَنِیْ كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِیْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِیْ عَبْدِ مُنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِیْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا غَيْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِی الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّيَا بَنِیْ عَبْدِ مُنَافٍ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسَ ابْنَ الْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِیْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّيَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِیْ مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِیْ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے[١] مروی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "کہ آپ اپنے قریبی خاندان والوں کو ڈرائیں" تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کو بلایا جب وہ جمع ہوگئے تو آپ نے عام[٢] و خاص کو یہ خطاب فرمایا اے بنی کعب بن لوی! اپنے آپ کو آگ سے بچالو[٤] ۔ اے مرہ بن کعب کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے بچالو، اے عبد شمس[٥] کی اولاد! اپنی جانوں کو آگ سے بچالو اے عبد مناف کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے بچالو، اے ہاشم[٦] کی اولاد! اپنی جانوں کو آگ سے بچالو، اے عبد المطلب کی اولاد! اپنی جانوں کو آگ سے بچالو۔ اے فاطمہ[٧] اپنی جان کو آگ سے بچالو۔ میں اللہ کے مقابل تمھارے لیے کسی خیر کا مالک نہیں ہوں ۔ سوا اس کے کہ تم سے رشتہ داری ہے جس کی تری[٨] کو میں تر رکھوں گا ۔ (مسلم) بخاری و مسلم کی روایت میں ہے اے گروہ قریش! اپنی جانیں بچالو میں اللہ کے مقابل تم سے کچھ رفع نہیں کرسکتا ۔ اے صفیہ[٩] رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی! میں تم سے اللہ کے مقابل کچھ بھی دور نہیں کرسکتا اے فاطمہ محمد کی بیٹی! تم جو چاہو مجھ سے مال[١٠] مانگ لو میں تم سے اللہ کے مقابل کچھ دور نہیں کرسکتا ۔

---

[١] یہ روایت ان الفاظ سے بھی مروی ہے ۔

ف۲ آپ نے جدِ بعید اور جدِ قریب دونوں کے ناموں پر بلایا تاکہ عام وخاص سبھی آجائیں۔

ف۳ ایمان لاؤ، نیک اعمال کرو تاکہ آتش دوزخ سے نجات پاؤ۔ لوی لام پر پیش، ہمزہ پر فتحہ یا مشدد، یہ عبدمناف سے بہت اوپر ان کا جداعلیٰ ہے۔

ف۴ عبدمناف، عبد شمس سے اوپر ہے اور اس کا والد ہے

ف۵ اس میں آپ کے تمام چچے اور ان کی اولاد شامل ہے۔

ف۶ یہ آپ کی جگر گوشہ ہیں، تمام خواتین عالم کی سربراہ ہیں، ان پر دوزخ کی آگ حرام ہے مگر ان کو بھی اس موقع پر خطاب میں شامل فرمایا اور فرمایا کہ اللہ کے عطا کردہ اذن وتصرف کے بغیر میں بھی کچھ نہیں کر سکتا۔

ف۷ حق قوم وقرابت کی تری ہے اور اسے میں آب صلہ واحسان کے ساتھ جانتا ہوں۔ باقی اس لفظ کی تحقیق باب البر والصلہ میں گذر چکی ہے، یہ تخویف وانذار میں انتہا اور مبالغہ ہے ورنہ ان مذکورہ لوگوں میں سے بعض کے فضائل اور بہشت میں داخلہ کے بیان احادیث میں آچکا ہے۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ امت کے گناہ گاروں کے لیے حضور علیہ السلام کی شفاعت ہوگی تو آپ کے عزیز واقارب کے لیے بطریق اولیٰ ہوگی مگر اس کے باوجود بے پروائی ہوسکتی ہے، اس کے حال ومقام کے مطابق وعظ ونصیحت فرمائی، یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان مذکورہ افراد کے فضائل اور آپ کے مقامِ شفاعت کا ذکر اس کے بعد والی احادیث میں آیا ہے، بالجملہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا جو آپ نے من وعن پہنچا دیا۔

ف۸ ایمان وطاعت کے ساتھ

ف۹ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھوپھی ہیں۔ حضرت زبیر بن العوام کی والدہ ہیں جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، انھیں بھی ڈرایا جیسا کہ حضرت عباس نے چچا کو ڈرایا۔

ف۱۰ یہ گفتگو آپ نے مکہ میں کی، اس وقت آپ کے پاس مال نہ تھا، یہ تھوڑے مال کی بات بھی نہیں اور زیادہ مال کہاں سے آگیا، البتہ آپ تجارت کیا کرتے تھے اس کے بارے میں شارحین نے فرمایا کہ یہاں مراد بالفعل مال کا ہونا نہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر مال میری مِلک میں ہو تو وہ آپ مجھ سے طلب کر سکتی ہیں۔ مگر نجاتِ آخرت میرے مِلک میں نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۵۱۴۰ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمَّتِیْ ھٰذِہٖ اُمَّۃٌ مَّرْحُوْمَۃٌ لَیْسَ عَلَیْھَا عَذَابٌ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابُھَا فِی الدُّنْیَا الْفِتَنُ وَالزَّلَازِلُ وَالْقَتْلُ۔ (رواہ ابوداؤد)

دوسری فصل

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری یہ امت صاحبِ رحمت ف۱ ہے اس پر آخرت میں عذاب ف۲ نہیں، اس کا عذاب دنیا میں فتنے زلزلے ف۳ اور قتل ہیں۔ (ابوداؤد)

[1] یعنی اس میں حق تعالیٰ اور نبی کی محبت اور اطاعت و فرمانبرداری ہے اور ان تمام صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مخصوص فرمایا ہے یہ پہلی کسی امت کو نصیب نہیں۔ ان کے ساتھ کرم و عفو، فضل و مغفرت اور حسنِ معاملہ کے ساتھ سلوک کی مجھے بشارت دی گئی ہے اور یہ آخرت میں مستحقِ رحمت ہو گی۔

[2] یہ تمام چیزیں اس بات پر شاہد ہیں کہ اس پر آخرت میں عذاب نہ ہوگا۔

[3] جو مصائب و حوادثات سے لاحق ہوں گے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا سبب ہوگا اور جو قتال وغیرہ ہوگا اگر وہ کافروں کے ہاتھ سے ہوگا تو انھیں شہادت کا درجہ اور اجر ملے گا۔ اگر مسلمانوں کے درمیان ہوگا تو کسی اشتباہ یا تاویل کی بنا پر ہوگا تو دونوں کو سلامتی حاصل ہوگی اور اگر ایک جانب صریحاً ظلم تو دوسری طرف مظلوم جنتی ماجور ہوگا۔ بعض شارحین فرماتے ہیں کہ عذابِ قبر صرف اس امت کا خاصہ ہے تاکہ یہ عذاب اس امت کو گناہوں سے پاک و مطہر کر دے تاکہ آخرت میں عذاب سے نجات پا جائے اور اس آیت کریمہ کے بارے میں کہتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا (بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے) کہ اس امت کا خاصہ ہے۔ باقی وہ احادیث جو بتلاتی ہیں کہ کبیرہ کے مرتکب پر عذاب ہوگا تو ان میں منافات نہیں۔ کیونکہ قرآن نے واضح کر دیا ہے کہ غیر مشرک کی بخشش و مغفرت عموماً و خصوصاً مشیت باری تعالیٰ سے متعلق ہے، ضروری نہیں کہ عذاب کا وقوع ہو۔ اگر واقع ہے تو یہ لازم نہیں کہ ہر فرد کے لیے وقوع لازم ہو۔ شاید بعض کو عذاب ہو اور بعض نجات پا جائیں۔ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ (اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے) بالجملہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کے جو فضل و کرم ہیں ان کا تقاضا یہی ہے کہ اس کی مغفرت و بخشش ہو جائے البتہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی مشیت سے متعلق ہے۔ اس پر کوئی شے لازم نہیں لیکن مخبرِ صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وعدہ توجہ ضرور رکھتا ہے۔

۵۱۴۱/۵ وَعَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ بَدَأَ نُبُوَّةً وَّرَحْمَةً ثُمَّ یَکُوْنُ خِلَافَةً وَّرَحْمَةً ثُمَّ مُلْکًا عَضُوْضًا ثُمَّ کَائِنٌ جَبْرِیَّةً وَّعُتُوًّا وَّفَسَادًا فِی الْاَرْضِ یَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرِیْرَ وَالْفُرُوْجَ وَالْخُمُوْرَ یُرْزَقُوْنَ عَلٰی ذٰلِكَ وَیُنْصَرُوْنَ حَتّٰی یَلْقَوُا اللّٰهَ۔ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت ابو عبیدہ[1] اور حضرت معاذ بن جبل[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کام[3] نبوت و رحمت سے شروع ہوا پھر خلافت و رحمت ہو جائے[4] گا پھر کٹ کھیتی[5] سلطنت[6] پھر ظلم، سرکشی اور زمین میں فساد ہو جائے گا۔ لوگ ریشم[7] زنا اور شراب کو حلال سمجھیں گے، اس کے باوجود روزی دیے جائیں گے فتح دیے جائیں[8] گے حتیٰ کہ اللہ سے ملاقات کریں۔ (بیہقی، شعب الایمان)

[1] حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں۔

[2] یہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔

[3] دین و ملت کا کام، بعض نسخوں میں "بد" کا لفظ الف کے ساتھ "بُدّا" ہے اس کا معنی ظہور ہوگا یعنی دین کے

ظہور کا دور نزول وحی و رحمت و نورانیت کا دور ہے۔

۴؎ یہاں تک کہ خلفاء راشدین کا دور ختم ہو جائے اور خلافت حضور علیہ السلام کی نیابت میں دین و دنیا کے امور کو انجام دینا ہے۔

۵؎ اس سے مراد مخلوق پر ظلم کا ظہور ہے "عضوض"، کاٹنا عضوض عین پر زبر مبالغہ ہے۔ بعض روایات میں ملوک عضوض کے الفاظ ہیں بمعنی خبیث و شریر یعنی ظالم بادشاہ ہوں گے۔

۶؎ مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں جبر جیم پر زبر اور باء کے ساتھ کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ مجمع البحار میں شرح شفاء کے حوالے سے ہے کہ یہ لفظ سکون بامعنی تجبر ہے۔ قاموس میں ہے کہ جیم کے نیچے کسرہ بھی ہے، یہاں یہ زیادہ مناسب ہے۔

۷؎ باوجود ان کاموں کے انہیں روزی ملے گی اور مخالفین و کفار پر فتح دی جائے گی تاکہ دشمن ان کو ہلاک کر کے نام و نشان نہ مٹا دے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر رحمت و مغفرت کا وعدہ کر رکھا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہو کہ اگرچہ یہ فی ذاتہٖ فاسق ہوں گے مگر ان کی وجہ سے بعض احکام دین کی تائید ہو گی

۸؎ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے۔

۵۱۴۲/۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا يُكْفَأُ قَالَ زَيْدُ بْنُ يَحْيَى الْهَمَادِيُّ يَعْنِي الْاِسْلَامَ كَمَا يُكْفَأُ الْاِنَاءُ يَعْنِي الْخَمْرَ قِيْلَ فَكَيْفَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ فِيْهَا مَا بَيَّنَ قَالَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اِسْمِهَا فَيَسْتَحِلُّوْنَهَا۔
(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا سب سے پہلے جس کو الٹا کیا جائیگا[1] زید بن یحییٰ ہمادی[2] نے کہا اسلام[3] کو جیسے شراب[4] کے برتن میں الٹایا جاتا ہے عرض کیا گیا یارسول اللہ! یہ کیسے ہوگا[5] جبکہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے[6]، فرمایا: اس کا کوئی نام رکھ کر حلال[7] ٹھرالیں گے۔ (دارمی)

۱؎ "اکفاء"، سرنگوں کرنا تاکہ پانی وغیرہ بہہ جائے۔ یکفأ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو چہرے کے بل اوندھے منہ گر پڑے۔

۲؎ اس حدیث کے راوی ہیں ان کی کنیت ابو عبد اللہ، دمشقی خزاعی ہیں، ان سے امام احمد اور دارمی نے روایت کی ہے، ثقہ ہیں، دو سو سات میں ان کا وصال ہے۔

۳؎ یہاں فی کا حکم راوی سے ساقط ہو گیا ہے۔

۴؎ یہ لفظ بھی مروی ہے جو مراد واضح کرنے کے لیے لایا گیا ہے یعنی جسے سب سے پہلے اٹھایا جائے گا اسلام میں وہ شراب ہے اس حدیث کی شرح میں شارحین نے یہی تقریر کی ہے، یہاں ایک اور توجیہ بھی ہے تو اس سے زیادہ واضح ہے، حاصل اس کا یہ ہے کہ جب لوگوں میں تبدیلی آئے گی تو آخر زمانے میں سب سے پہلے

احکامِ اسلام میں سے جو حکم تبدیل ہوگا وہ شراب کا حکم ہوگا کہ لوگ اسے پئیں گے اور تاویلات کے ذریعے حلال بنائیں گے۔

[5] شراب کے حکم کو کیسے تبدیل کر دیں گے؟

[6] اسے حرام قرار دیا گیا ہے اور اس کی حرمت پر واضح احکام میں

[7] اس میں حیلہ وتاویل سے کام لیں گے۔

[8] شراب کے علاوہ اس کا نام رکھ لیں گے مثلاً نبیذ، حالانکہ وہ شراب ہوگا اسی بہانے سے اسے شہد وغیرہ سے بنائیں گے اور پئیں گے، اور کہیں گے کہ شراب انگور سے بنتا ہے، یہ انگور سے نہیں لہذا شراب نہیں، یہ نہیں جانتے ہوں گے کہ ہر نشہ آور حرام ہے، خواہ وہ شراب ہو یا اس کے حکم میں کوئی دوسری شے ہو۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۵۱۴۳ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَّا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَيَكُوْنُ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ يَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَيَكُوْنُ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ نُبُوَّةٍ ثُمَّ سَكَتَ قَالَ حَبِيْبٌ فَلَمَّا قَامَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَتَبْتُ اِلَيْهِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اُذَكِّرُهُ اِيَّاهُ وَقُلْتُ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بَعْدَ الْمُلْكِ الْعَاضِّ وَالْجَبْرِيَّةِ فَسُرَّ بِهٖ وَاَعْجَبَهٗ يَعْنِيْ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

تیسری فصل

حضرت نعمان[1] بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حذیفہ[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، نبوت تم میں رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ نے اسے چاہا، پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھا لے گا پھر طریق نبوت[3] پر خلافت ہوگی اور رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، پھر اللہ تعالیٰ اسے بھی اٹھا لے گا، پھر نبوت ظلم کی بادشاہی ہوگی اور رہے گی اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر نبوت کے طریقے پر خلافت[4] ہوگی پھر آپ خاموش ہو گئے حبیب[5] دارمی کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس[6] سے کھڑے ہوئے تو میں نے یاد کروانے کے لیے یہ حدیث انھیں لکھ بھیجی اور کہا کہ امید ہے کہ آپ ظالم بادشاہوں اور جابروں کے بعد امیر المومنین ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر نہایت ہی خوش ہوئے۔ (بیہقی، دلائل النبوۃ)

---

[1] صحابی ہیں ہجرت کے بعد انصار کے ہاں سب سے پہلا بچہ جو پیدا ہوا وہ آپ ہی تھے۔

[2] یہ جلیل القدر صحابی ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رازداں ہیں صاحب سر الرسول ان کا لقب ہے۔

[3] وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے تابع ہوگی ۔ منہاج کا معنی ظاہر اور کشادہ ہونا ۔

[4] شارحین کہتے ہیں اس سے مراد امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور ہے ۔

[5] حبیب بن سالم اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں ۔ یہ حضرت نعمان بن بشیر کے آزاد کردہ غلام اور کاتب تھے ۔ ان سے حضرت قتادہ اور دیگر لوگوں نے روایت کیا ہے ۔

[6] حضرت عمر بن عبد العزیز مجلس سے کھڑے ہوئے تو میں نے لکھا کہ اس حدیث سے آپ کی ذات مراد ہے

كِتَابُ الْفِتَنِ

فتنے کا بیان

فتن، فتنہ کی جمع ہے جیسے محن، محنت کی، آزمائش، شے کو پسند کرنا اور شے پر فریفتہ ہونا ۔ اس کا معنی گمراہ ہونا اور گمراہ کرنا، گناہ، کفر، ذلت، عذاب، سونا وچاندی کا پگھلانا، جنون، مال واولاد کی محبت اور لوگوں کا رائے میں اختلاف کرنا بھی ہے ۔ واضح ہو کہ مصنف نے یہاں سے لے کر آخر تک کتاب الفتن قائم کیا اور اس کے بعد ابواب ذکر کیے ہیں ۔ اس کی وجہ واضح نہیں خصوصاً باب فضائل ومناقب کو کتاب الفتن میں شامل کرنے کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی ۔ اگر یہ کہا جائے کہ جو کچھ بیان ہوا ہے اس پر اعتقاد کے ہم مکلّف وپابند ہیں تو اس اعتبار سے وہ تمام اس کتاب کے تحت آسکتے ہیں ۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۱۴۴/۱ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَّا تَرَكَ شَيْئًا يَّكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ إِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ، مَنْ حَفِظَهٗ، وَنَسِيَهٗ، مَنْ نَسِيَهٗ، قَدْ عَلِمَهٗ، أَصْحَابِيْ هٰؤُلَاءِ وَإِنَّهٗ لَيَكُوْنُ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ نَسِيْتُهٗ، فَأَرَاهُ فَأَذْكُرُهٗ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ إِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ إِذَا رَآهُ عَرَفَهٗ ۔

پہلی فصل

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن ہم میں قیام[1] فرمایا ۔ آپ نے اسی جگہ قیامت تک ہونے والی ہر[2] شے کے بارے میں خبر دی جس نے یاد رکھا اس[3] نے یاد رکھا جو بھول گیا وہ بھول گیا ۔ یہ بات میرے یہ دوست جانتے ہیں ان واقعات میں سے کوئی چیز[4] ہوتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں پھر اسے[5] دیکھتا ہوں تو اسے یاد کر لیتا ہوں جیسے کوئی شخص کسی کا چہرہ پہچان

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

لیتا ہے جب وہ اس سے غائب ہو رہا ہو، پھر جب اسے دیکھتے تو پہچان لیتے۔

(بخاری و مسلم)

١ آپ نے خطبہ و وعظ ارشاد فرمایا

٢ جو کچھ تا قیامت وقوع پذیر ہونا تھا تمام بیان فرمادیا۔

٣ بعض نے یاد رکھا اور بعض نے بھلا دیا۔

٤ جس کے بارے میں آپ نے خبر دی تھی۔

٥ بطریق اجمال و ابہام

٥١٤٥ وَعَنْهُ[٢] قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ[١] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوْبِ كَالْحَصِيْرِ عُوْدًا عُوْدًا فَاَيُّ قَلْبٍ اُشْرِبَهَا نُكِتَتْ فِيْهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ وَاَيُّ قَلْبٍ اَنْكَرَهَا نُكِتَتْ فِيْهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ حَتّٰى تَصِيْرَ عَلٰى قَلْبَيْنِ اَبْيَضَ مِثْلَ الصَّفَا فَلَا تَضُرُّهٗ فِتْنَةٌ مَّا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَالْاٰخَرُ اَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوْزِ مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوْفًا وَّلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا اِلَّا مَا اُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انھی سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا دلوں پر فتنے پیش آئیں گے جیسے چٹائی کا رنگ[١] جو دل فتنے پلا لیا گیا[٢] اس میں سیاہ دھبہ[٣] پیدا کردیں گے اور جو دل انھیں بُرا سمجھے ان میں سفیدی[٤] پیدا ہو جائے گی حتیٰ کہ لوگ دو قسم کے دلوں پر[٥] ہو جائیں گے۔ ایک سفید جیسے[٦] سنگِ مرمر اسے کوئی فتنہ نقصان نہ دے گا جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں اور دوسرا کالا راکھ[٧] رنگ جیسے[٨] اوندھا کوزہ[٩]، وہ بھلائی کو نہ پہچانے، نہ برائی کو بُرا جانے سوا اس خواہش[١٠] کے جو اس کے دل میں پیدا کردی گئی۔

(مسلم)

١ عودا، اس لفظ کی تین طرح روایت ہے اول عین پر ضمہ اور دال، یہ مشہور تر ہے۔ روایت ہے، اب معنی یہ ہوگا دل پر فتنہ اس طرح آئے گا جس طرح بوریا بنتے ہوئے لکڑی، یکے بعد دیگرے اس میں داخل ہوتی ہے یہاں لکڑی سے مراد کھجور کی وہ سبز شاخیں ہیں جن سے بوریا بُنا جاتا ہے یا فتنہ بہ دل کو کھجور کی ان شاخوں کے ساتھ تشبیہ دینا مقصود ہے جن سے چارپائی بُنی جاتی ہے جیسے وہ ایک دوسرے میں داخل ہوتی ہیں اسی طرح دل پر پے در پے فتنہ برپا ہوگا، بعض کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد فتنہ کا دل پر اثر کرنا ہے جس طرح چٹائی سونے والے کے جسم سے چمٹ جاتی ہے، اور دوسرا لفظ عین پر زبر اور ذال کے ساتھ۔ اب معنی یہ ہوگا کہ فتنہ کے شر سے پناہ مانگنا جیسا کہ اس کلام کے بعد جس میں کفر و معصیت کا ذکر ہو۔ جیسے نعوذ باللہ یا معاذ اللہ تیسری صورت یہ ہے کہ عین پر زبر اور دال اور مراد دل پر تکرار فتنہ ہے اور پہلی روایت پر رفع و نصب دونوں

اور دوسری اور تیسری روایت کے مطابق فقط نصب ہی آسکتا ہے، اس کی شرح میں دیگر وجوہ بھی مروی ہیں۔ یہاں فتنوں سے اعتقادات فاسدہ مراد ہیں یا اس سے عام، خواہ وہ شہوات نفسانیہ بھی ہو۔

ف٢ جس دل میں فتنہ راسخ ہو جائے اور اس میں زنگ پیدا ہو جائے جس طرح کپڑے پر رنگ چڑھ جاتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ اسے رنگ پلا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی اس باب سے ہے وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ (دلوں کو بچھڑے کی محبت پلا دی گئی تھی)۔

ف٣ لکڑی گاڑنے سے جو اثر ہوتا ہے، اسے نکتہ کہا جاتا ہے اور اسی کا معنی نقطہ بھی ہے۔ اور اس چیز میں نقطہ جو اس کے رنگ مخالف میں ہو، کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔

ف٤ جو دل فتنہ سے متاثر نہ ہو اور اسے قبول نہ کرے۔

ف٥ بصیر، باء اور تاء دونوں کے ساتھ ہے اگر یاء ہو تو اس کی ضمیر کا مرجع انسان ہوگا جو سیاقِ کلام سے مفہوم ہے اور دوسری صورت میں قلوب کی طرف راجع ہے۔ باقی رفع و نصب دونوں آسکتے ہیں۔

ف٦ باقی تشبیہ فقط سفیدی میں نہیں بلکہ صلابت، قوت اور سختی میں بھی ہے۔

ف٧ مُربادا، میم پر پیش، راء ساکن، دال مشدد، سیاہ و خاکستر رنگ

ف٨ جس میں فتنہ برپا ہوگا۔

ف٩ رُبدہ، پیش کے ساتھ۔ اربداد خاکستر رنگ ہونا۔ ایک روایت میں مرباء، باء کے بعد ہمزہ مکسورہ ہے،

ف١٠ جس طرح کوزے میں جو پانی تھا وہ باہر آگیا یہی حال اس دل کا ہے جو نورِ ایمان اور معرفت سے خالی ہے مُجَخِّیْ میم پر پیش، جیم پر زبر، خاء مشدد، مکسورہ بمعنی مائل اور جھکنا ہے۔

ف١١ جس میں دل گرفتار رہے یعنی خواہشِ نفس، یہی دل کی موت ہے، اللہ تعالیٰ اس سے پناہ دے۔

٥١٤٦/٣ وَعَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ رَاَيْتُ اَحَدَهُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِيْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ وَحَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِهَا قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ فَيَبْقٰى اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهٗ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَّلَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ وَّيُصْبِحُ

انھی سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں دو خبریں دیں جن میں سے میں نے ایک تو دیکھ لی اور دوسری کا منتظر ہوں۔ ہم کو خبر دی کہ امانت لوگوں کے دلوں کے اصل میں اتری ہے۔ پھر لوگوں نے قرآن سیکھا پھر حدیث سیکھی۔ اور حضور نے ہم کو اس کے اٹھ جانے کی خبر دی، فرمایا آدمی ایک نیند سوئے گا تو اس کے دل سے امانت قبض کر لی جائے گی تو اس کا اثر چھالے کی طرح رہ جائے گا پھر ایک نیند سوئے گا تو امانت قبض کر لی جاوے گی حتیٰ کہ اس کا اثر آبلے کی طرح ہو جائے گا جیسے تم اپنے پاؤں پر چنگاری لگاؤ تو

النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ وَلَا يَكَادُ اَحَدٌ يُّؤَدِّى الْاَمَانَةَ فَيُقَالُ اِنَّ فِىْ بَنِىْ فُلَانٍ رَجُلًا اَمِيْنًا وَّيُقَالُ لِلرَّجُلِ مَا اَعْقَلَهٗ وَمَا اَظْرَفَهٗ وَمَا اَجْلَدَهٗ وَمَا فِىْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ابھار ہو جائے تم اسے پھولا ہوا دیکھو جس میں کچھ بھی نہ ہو لوگ خرید و فروخت کریں گے اور کوئی بھی امانت ادا نہ کرے گا حتیٰ کہ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلہ میں ایک امانت دار شخص ہے اور کسی شخص کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ کیسا عقل مند ہے کیسا خوش طبع ہے کیسا بہادر ہے۔ حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان نہ ہوگا (بخاری و مسلم)

ہ۱ جس طرح آپ نے خبر دی اسی طرح اس کا وقوع ہوا۔

ہ۲ اس کے مصداق کا بھی یقیناً وقوع ہوگا۔

ہ۳ جذر، جیم پر زبر یا کسرہ، ذال ساکن، ہر چیز کی اصل، امانت سے مراد یا تو وہی معنی مشہور ہے کہ لوگوں کے حق میں خیانت نہ کرنا یا اس سے تمام تکالیف شرعیہ مراد ہیں جن کا ذکر اس آیتِ مبارکہ میں ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ الْاٰيَة لیکن ان تمام کی اصل ایمان ہے جیسا کہ آخر حدیث میں بھی ہے وَمَا فِىْ قَلْبِهٖ مِنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ آپ کے ارشادِ گرامی وَلَا يَكَادُ يُؤَدِّى الْاَمَانَةَ میں امانت بھی اسی پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان اور امانت کو قلوب مومنین میں پیدا کیا ہے۔

ہ۴ یعنی اللہ تعالیٰ نے ارسالِ کتب اور انبیاء سے پہلے ہی دلوں میں امانت و ایمان کو پیدا فرما دیا تھا اب جو شخص اس سابقہ عنایت و ہدایت سے مستفید ہوگا وہی ان کتب و انبیاء سے مستفیض ہوگا، اس میں ایمان و امانت کے رتبہ و شان پر دلالت ہے کہ دلوں میں اثبات و انزال کے باوجود کتاب و سنت نے ان پر تاکید فرمائی ہے یہ وہ پہلی حدیث تھی کہ جسے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں دیکھا اور مشاہدہ کیا اور دوسری حدیث جس میں ہے کہ امانت ختم ہو جائے گی اس کا وقوع آپ کی ظاہری حیات کے بعد ہی ہوگا۔ جیسا کہ اس کا بیان ابھی آ رہا ہے۔

ہ۵ نقصان امانت کے بارے میں فرمایا

ہ۶ آیات قرآنی اور اتباعِ سنت سے غافل ہوگا یہ اس جمعہ کے مقابل ہے فرمایا عَلِمُوْا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔

ہ۷ یعنی کچھ انوار و ثمرات میں کمی واقع ہو جائے گی۔

ہ۸ شی کا اثر اس بقیہ اور علامت کو کہا جاتا ہے

ہ۹ وکت، واؤ پر زبر، کاف ساکن، آخر میں تاء وکتہ کی جمع ہے۔ چیز کا وہ اثر جو اس کے رنگ کے خلاف نقطہ کی طرح ہو جیسا کہ سیاہ نقطہ سفید میں، بعض نے کہا آنکھ سیاہی میں سفید نقطہ ظاہر ہوتا ہے یعنی غفلت کے اجزاء اور

ارتکاب معصیت کی وجہ سے نورِ امانت کم ہو جائے گا۔ جب حالِ دل پر غور کرے گا تو سوائے اس کے اثر و نقطہ کے کچھ نہیں ہو گا۔

۱۰؎ پھر دوبارہ غافل ہو جائے گا

۱۱؎ جو جز باقی رہ گیا تھا

۱۲؎ مجل، میم پر زبر، جیم ساکن۔ کام کی وجہ سے ہاتھ کے چمڑے کا سخت ہونا۔ صراح میں ہے مجل کا معنی کام کی وجہ سے ہاتھ کا شوخ ہو جانا، اس کے بعد خود اس اثر کا بیان کیا۔

۱۳؎ مُنْتَبِرٌ۔ میم پر پیش، نون ساکن، تا پر زبر اور باء کے نیچے زیر۔ یہ منتبر بمعنی ارتفاع و بلندی سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اسی سے لفظ منبر مشتق ہے۔

۱۴؎ اس میں ایسی کوئی شے نہیں ہو گی جو کار آمد ہو اسی طرح وہ شخص جس کے دل سے امانت کا اثر ختم ہو گیا وہ بظاہر کار آمد نظر آئے گا مگر بباطن وہ کار آمد شے نہیں رہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وکت اور مجل سے امانت کے بقیہ کا دل میں رہنا مراد ہے لیکن اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آبلہ کا اثر چھالے سے زیادہ ہوتا ہے اور سیاق کے مناسب یہی ہے کہ دوبارہ لوٹنے میں اثر پہلے کم ہو اس کا جواب یہ ہے کہ آبلہ کا اثر چھالے کے مقابلہ میں حقیر و قلیل ہے اسی لیے اسے بعد میں لائے لیکن یہ جواب ضعف سے خالی نہیں ہے۔ بعض شارحین نے وکت و مجل دونوں سے زوال امانت مراد لیا ہے یعنی پہلی دفعہ چھالے کی مانند اور دوسری دفعہ آبلہ کی مانند زائل ہو گا لہٰذا آبلہ کا مرتبہ چھالے سے زیادہ ہو گا کیونکہ اس دفعہ وہ بھی ختم ہو گا کہ پہلی صورت میں باقی تھا۔

۱۵؎ شریعت کے احکام کی پابندی نہیں کرے گا بلکہ لوگوں کے حق میں خیانت کرے گا۔

۱۶؎ امانت دار لوگوں کی قلت و کمی اور نادر الوجود ارادے سے

۱۷؎ باوجود کثرت افراد کے۔

۱۸؎ ان صفات سے متصف کیا جائے گا جو عرفِ عام سے فضائل و کمالات ہوتے ہیں۔

۱۹؎ کاروبار دنیا و معیشت میں کتنا دانا ہے؟

۲۰؎ خوش گوئی اور خوش زبانی میں کتنا اچھا ہے؟

۲۱؎ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اصل کام ایمان اور تربیت نفس ہے، باقی سب ضیاع ہے، اگر اہل دنیا اسے خوب جانتے ہوئے تعریف و مدح کریں وہی تعریف معتبر ہے جس کی بناء پر تقویٰ ہو اللہ تعالٰی ہمیں نصیب کریں۔ آمین۔

۵۱۴۷ ۲ **وَعَنْهُ** قَالَ كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ اَسْأَلُهٗ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ اَنْ يُّدْرِكَنِيْ

اور انہی سے مروی ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خیر کے بارے میں سوال کرتے اور میں شر کے بارے میں پوچھتا تھا۔ اس کے پیشِ نظر کہ

قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا فِيْ جَاهِلِيَّةٍ وَّشَرٍّ فَجَاءَنَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيْهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهٗ قَالَ قَوْمٌ يَسْتَنُّوْنَ بِغَيْرِ سُنَّتِيْ وَيَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِيْ تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ عَلٰى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صِفْهُمْ لَنَا قَالَ هُمْ مِّنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِأَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِيْ إِنْ أَدْرَكَنِيْ ذٰلِكَ قَالَ تَلْزِمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ قُلْتُ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَّلَا إِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ يَكُوْنُ بَعْدِيْ أَئِمَّةٌ لَّا يَهْتَدُوْنَ بِهُدَايَ وَلَا يَسْتَنُّوْنَ بِسُنَّتِيْ وَسَيَقُوْمُ فِيْهِمْ رِجَالٌ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الشَّيَاطِيْنِ فِيْ جُثْمَانِ إِنْسٍ قَالَ حُذَيْفَةُ قُلْتُ كَيْفَ أَصْنَعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنْ أَدْرَكْتُ ذٰلِكَ قَالَ تَسْمَعُ وَتُطِيْعُ الْأَمِيْرَ وَإِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ وَأُخِذَ مَالُكَ فَاسْمَعْ وَأَطِعْ۔

کہیں وہ مجھے پہنچ جائے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم پہلے جہالت و شر میں تھے پھر اللہ تعالیٰ ہمارے پاس یہ خیر لایا، تو کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہوگا۔ فرمایا ہاں! عرض کیا گیا کیا اس شر کے بعد خیر ہوگی؟ فرمایا: ہاں! مگر اس خیر میں کدورت ہوگی۔ عرض کیا کدورت سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: وہ قوم جو میرے طریقے کے خلاف طریقہ اختیار کرلے گی اور میری عادت کے خلاف عادت قبول کرے گی، ان کی بعض باتیں اچھی پاؤ گے اور بعض بری۔ عرض کیا گیا اس خیر کے بعد شر ہوگی فرمایا ہاں دوزخ کے دروازہ پر بلانے والے جو دوزخ کی طرف ان کی بات مانے گا اسے دوزخ میں ڈال دینگے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی علامات بھی بتائیے۔ فرمایا وہ ہمارے گروہ سے ہوں گے ہماری زبان میں کلام کریں گے۔ عرض کیا کہ اگر میں یہ پاؤں تو میرے لیے کیا حکم ہے۔ فرمایا مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو پکڑے رہنا۔ عرض کیا اگر مسلمانوں کی جماعت اور امام نہ ہو؟ فرمایا ان تمام فرقوں سے الگ رہنا اگرچہ اس طرح ہو کہ تم کسی درخت کی جڑ دانتوں سے پکڑ لو حتی کہ تم کو اسی حالت میں موت آجائے۔

(بخاری و مسلم) اور مسلم کی روایت میں یہ بھی آیا ہے فرمایا میرے بعد ایسے پیشوا ہوں گے جو نہ تو میری سنت اختیار کریں گے اور نہ ہی میرے طریقے کو اپنائیں گے ان میں سے کچھ لوگ اٹھیں گے جن کے دل شیطانوں کے دل ہوں گے، انسانی جسموں میں، حضرت حذیفہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں یہ وقت پاؤں تو کیا کروں؟ فرمایا اپنے امیر کی سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تیری پشت ماری جائے اور تیرا مال لے لیا جائے پس سن اور اطاعت کر۔

[1] عقل مند آدمی کے نزدیک نفع کے حصول سے نقصان سے محفوظ رہنا ہی اہم ہے ۔ شر سے مراد وہ فتنے اور حوادث ہیں جو لوگوں کے درمیان ان کے نزاع و جدال کی وجہ سے ظاہر و واقع ہوئے، یہ اگرچہ موافق حق نہ تھے باقی منہیات شریعت میں معین ہیں اور ان کا سوال ان سے ہی مخصوص نہیں، جیسا کہ سیاق حدیث اس پر دال ہے

[2] آپ کے مبارک وجود مسعود کے ذریعے اسلام عطا فرمایا اور اس پر عمل کی توفیق دی ۔

[3] کیا اس خیر کے بعد شر، ظلم اور دین میں اختلال کا اندیشہ ہے ۔

[4] دین اس نہج پر قائم ہو جائے جس طرح کہ تھا ۔

[5] "دَخَنٌ"، دال اور خاء دونوں پر زبر، یہ دُخان کے معنی میں ہے یعنی وہ چیز جو شر کے ساتھ متصل ہو یعنی لوگوں کے دلوں میں جو صدق اور خلوص تھا وہ نہیں رہے گا ۔ وہ اعتقاداتِ صحیحہ، اعمالِ صالحہ اور وہ بادشاہوں کا عدل و انصاف جو قرنِ اوّل میں تھا نہ رہے گا، برائی اور بدعات پیدا ہو جائیں گی ۔ اہلِ بدعت و اہلِ سنت مخلوط ہو جائیں گے

[6] یعنی معروف و منکر، جائز و ناجائز، دونوں ان میں جمع ہوں گے اور خیر و شر کا امتزاج و اختلاط ہوگا اور یہی آپ کے ارشاد تَعْرِفُ فِیْہِ دَخَنٌ اَوْ یَسْتَنُّوْنَ بِغَیْرِ سُنَّتِیْ سے بھی یہی مراد ہے ۔ بعض نے فرمایا شر کے بعد خیر سے مراد حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور ہے اور "اَلَّذِیْنَ تَعْرِفُ مِنْھُمْ وَ تُنْکِرُ" سے مراد ان کے بعد آنے والے امراء ہیں، ان کے درمیان جو کوئی تھے انھوں نے بدعت کو رواج دیا مثلاً خوارج یعنی شارحین کی رائے ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ شر سے حضرت امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہو اور اس کے بعد خیر امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور ہو، کدورت و شر سے مراد وہ جماعت ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منبر پر بیٹھ کر لعنت کیا کرتے تھے ۔

[7] وہ کون لوگ ہوں گے، ان کے اوصاف کیا ہوں گے؟ تاکہ میں انھیں پہچان سکوں ۔

[8] ہماری جنس یا ہمارے اقرباء یا ہمارے دین و ملت سے ہوں گے ۔ جلد شے کے ظاہر کو کہتے ہیں اس کا اصلاً معنی تن کا پردہ ہے جسے پوست کہا جاتا ہے ۔

[9] جو کتاب و سنت پر قائم ہوں گے

[10] تو میں کیا کروں ؟

[11] مراد تحمل شدائد و مصائب ہیں یعنی خواہ تجھے گھاس و لکڑی کھانی پڑ جائے، تو اس گھاس و جنگل پر قناعت کرنا

[12] وہ صورۃً تو آدمی ہوں گے مگر سیرتِ باطن میں شیطان، جُثمان، جیم پر پیش، ثا ساکن

[13] جو بھی تم پر مقرر ہو

[14] اگرچہ تیری ذات اور مال پر ظلم ہو، تجھے پیٹا جائے اور تیرا مال چھین لیا جائے ۔ ضُرِبَ اور اُخِذَ مجہول اور معروف دونوں طرح ہیں یعنی ہر حال میں صبر و قناعت سے کام لینا ۔ دین و ملت میں فتنہ نہ ڈالنا اور نہ بغاوت کرنا اگر اکراہ سے کام لیں، تو پھر عزیمت کی راہ پر چلنا، آخری الفاظ عدم بغاوت و عدم فتنہ میں تاکید پیدا کرنے کیلیے

لائے گئے ہیں ۔

۵۱۴۸ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيْعُ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان فتنوں سے پہلے اعمال کر لو جو اندھیری[1] رات کے حصص کی طرح ہوں کہ انسان صبح کرے گا حالتِ ایمان میں اور شام حالتِ کفر میں کرے گا، اسی طرح شام کو مومن اور صبح[2] کو کافر ہوگا، دنیاوی سامان[3] کے عوض دین فروخت کر دے گا ۔ (مسلم)

[1] ان فتنوں کے نزول سے پہلے پہلے نیک اعمال کر لو، کیونکہ ان کے وقت میں محنت و ابتلاء میں انسان اس طرح جکڑ جائے گا کہ نیک عمل کرنا دشوار ہو جائے گا بلکہ اس وقت لوگوں کا حال یہ ہوگا جو بیان ہونے والا ہے ۔

[2] اہلِ زمانہ اور اربابِ حکومت کے فتنوں اور بلاؤں کی وجہ سے اسی طرح اختلاط اور حاجات میں گرفتاری ہوگی کہ وہ مجبور ہو کر ان کے پاس آئے گا تاکہ اپنی حاجت پوری کرائے مگر وہاں ان کے تابع ہو، ایسے امور میں ان کی موافقت کرے گا جن کا تعلق دینِ اسلام سے نہیں اور یہ معنی بیان کرنا بھی درست ہے کہ صبح کے وقت اپنے مسلمان بھائی کے مال و جان کی حرمت کرنے کی وجہ مسلمان ہوگا اور شام کو اسے حلال جان کر کافر ہو چکا ہوگا اور اس تحلیل کی بنا پر جنگیں لڑائیاں اور فتنے پیدا ہوں گے، لیکن پہلا معنی آپ کے ارشاد کے اگلے حصے کے زیادہ مناسب ہے ۔

[3] اپنے ایمان کو متاعِ قلیل (دنیا) کے عوض بیچ ڈالے گا ۔

۵۱۴۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ، فَمَنْ وَّجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهٖ[1] مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ تَكُوْنُ فِتْنَةٌ النَّائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَقْظَانِ وَالْيَقْظَانُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ فَمَنْ وَّجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَسْتَعِذْ بِهٖ[1]۔

اور انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب ایسے فتنے برپا ہوں گے ان میں بیٹھ رہنے[1] والا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہوگا اور ان میں کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور ان میں چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا جو ان کی طرف جھانکے[2] گا وہ اسے اچک لیں گے تو جو کوئی پناہ[3] یا ٹھکانہ نہ پائے تو اس کی پناہ لے لے (بخاری و مسلم[4] اور مسلم میں ہے ان فتنوں میں سونے والا[5] جاگنے والے سے بہتر اور جاگنے والا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا دوڑنے[6] والے سے بہتر جس کو کوئی ٹھکانہ یا پناہ گاہ نہ ملے تو اس کی پناہ لے لے ۔

[1] کیونکہ اس فتنہ تک پہنچنے میں ایک درجہ کھڑا ہونے والے سے کم استعداد رکھتا ہے

[2] یعنی ان کا قرب ان میں وقوع کا سبب ہوگا اور ان کے شر سے خلاصی کی یہی صورت ہے کہ ان سے دور رہا جائے۔

[3] ملجاء و معاذ لغت میں ان دونوں کا معنی ایک ہے۔ راوی شک کی بناء پر یا برائے تاکید لائے۔

[4] یہ حالت نیند میں باخبر نہیں اور نہ اس کی خبر سن سکتا ہے لہذا یہ بیدار سے بہتر ہوگا۔

[5] یہاں سعی سے مراد ایسا چلنا ہے جس میں سعی ہو۔ صراح میں ہے سعی، دوڑنا، جلدی کرنا، کسب و کام کرنا، یہاں آخری معنی مراد ہے۔

۵۱۵۰ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہَا سَتَکُوْنُ فِتَنٌ اَلَا ثُمَّ تَکُوْنُ فِتَنٌ اَلَا ثُمَّ تَکُوْنُ فِتَنٌ اَلْقَاعِدُ فِیْہَا خَیْرٌ مِّنَ الْمَاشِیْ فِیْہَا وَالْمَاشِیْ فِیْہَا خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ اِلَیْہَا اَلَا فَاِذَا وَقَعَتْ فَمَنْ کَانَ لَہٗ اِبِلٌ فَلْیَلْحَقْ بِاِبِلِہٖ وَمَنْ کَانَ لَہٗ غَنَمٌ فَلْیَلْحَقْ بِغَنَمِہٖ وَمَنْ کَانَتْ لَہٗ اَرْضٌ فَلْیَلْحَقْ بِاَرْضِہٖ فَقَالَ رَجُلٌ یَّا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ مَنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ اِبِلٌ وَّلَا غَنَمٌ وَّلَا اَرْضٌ قَالَ یَعْمِدُ اِلٰی سَیْفِہٖ فَیَدُقُّ عَلٰی حَدِّہٖ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِیَنْجُ اِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَآءَ اَللّٰہُمَّ ہَلْ بَلَّغْتُ ثَلٰثًا فَقَالَ رَجُلٌ یَّا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ اُکْرِہْتُ حَتّٰی یُنْطَلَقَ بِیْ اِلٰی اَحَدِ الصَّفَّیْنِ فَضَرَبَنِیْ رَجُلٌ بِسَیْفِہٖ اَوْ یَجِیْءُ سَہْمٌ فَیَقْتُلُنِیْ قَالَ یَبُوْءُ بِاِثْمِہٖ وَاِثْمِکَ وَیَکُوْنُ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنے ہوں گے، آگاہ رہو پھر فتنے ہوں گے، آگاہ رہو پھر فتنے ہوں گے، بیٹھنے والا ان میں چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا ان کی طرف دوڑنے والے سے بہتر ہوگا آگاہ رہو کہ جب وہ فتنے واقع ہو جائیں تو جس کے پاس اونٹ ہے وہ اپنے اونٹوں میں چلا جائے، جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں میں چلا جائے اور جس کے پاس اپنی زمین ہو[1] وہ اپنی زمین میں چلا جائے۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! جس کے پاس اونٹ بکریاں اور زمین نہ ہو؟ فرمایا وہ اپنی تلوار کی طرف رخ کرے۔ اس کی دھار پتھر سے کوٹ دے[2]، پھر الگ ہو جائے اگر الگ ہونے کی طاقت[3] ہو۔ اے اللہ! میں نے پیغام[4] پہنچا دیا ہے، تین بار فرمایا۔ پھر ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر مجھے کوئی مجبور کر دے حتیٰ کہ مجھے دو صفوں کے درمیان تک لے جائے، پھر مجھے کوئی شخص اپنی تلوار سے مار دے یا تیر آئے جو مجھے قتل کر دے۔ فرمایا وہ اپنا اور تمہارا گناہ لے کر لوٹا اور وہ[5] دوزخی ہوگا۔

(مسلم)

۱؎ زمین سے مراد وہ جگہ ہے جو فتنہ سے دور ہو یعنی فتنہ سے دور جاکر اپنے کام میں مشغول رہا جائے ۔

۲؎ اس کی دھار توڑ ڈالے تاکہ کارزار میں خود اپنی ذات کو وہ کاٹ نہ سکے ۔

۳؎ اس جیسی احادیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ فتنہ کی حالت میں قتال ہرگز جائز نہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جب دو مسلمان گروہوں کے درمیان لڑائی واقع ہو جائے تو احتراز کرنا واجب ہے ۔ ان سے ایک طرف جانا، گوشہ تنہائی میں چلا جانا اور کسی ایک کی بھی حمایت مناسب نہیں، یہ حضرت ابوبکرہ جو مشہور صحابی ہیں کا اور بعض دیگر صحابہ کا موقف ہے ۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ابتداءً قتال نہ کیا جائے اور اگر کوئی حملہ کرتا ہے تو دفاع واجب ہے، جمہور صحابہ اور تابعین کہتے ہیں کہ صاحبِ حق کا ساتھ دینا اور باغی کے خلاف کرنا واجب ہے اگر اس پر عمل نہ ہو تو فتنہ کھڑا ہو جائے اور اہلِ بغاوت کو خوب موقع ملے گا ۔ اس مذہب پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک شاہد ہے وَاِنْ طَائِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا الآیۃ کہ جب دو مسلمان گروہوں کے درمیان لڑائی ہو جائے تو ان میں صلح کراؤ اگر کوئی ان میں سے صلح پر آمادہ نہ ہو اور زیادتی کرے تو اس باغی کے خلاف لڑنا ضروری ہے تاکہ جانبِ حق رجوع کرے، جب آپ نے فتنہ کے بارے میں بیان فرمایا تو پھر اگلی وجہ بیان فرمائی ۔

۴؎ میں نے تیرا حکم تیرے بندوں تک پہنچا دیا ہے ۔

۵؎ اس بات کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ اس نے تجھے جو قتل کیا اور بالفرض اگر دفاع کرتے ہوئے تو نے اسے قتل کر دیا تو اس کا گناہ تجھ پر نہیں بلکہ اس کی دگنی سزا بھی بطور زجر اسے ہی ہوگی، دوسرا یہ کہ وہ بغض و عداوتِ سابقہ جو مسلمانوں کے ساتھ رکھتا تھا اور اب تیرے قتل کا سبب بنی ۔

۵۱۵۱ ۸ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْشِكُ اَنْ یَّكُوْنَ خَیْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ یَّتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ اَوْمَوَاقِعَ الْقَطْرِ یَفِرُّ بِدِیْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں جنھیں وہ پہاڑ کی چوٹیوں یا بارش کی جگہ ۱؎ لے جائے اور اپنا دین فتنوں سے بچا کر بھاگ جاتے ۲؎ ۔ (بخاری)

۱؎ بارش برسنے کی جگہ یعنی اپنی بکریوں کو وادیوں اور پہاڑیوں پر چرائے اور ان کے ذریعے اپنی روزی حاصل کرے ۔

۲؎ لوگوں کے ساتھ اختلاط ہی نہ ہو تاکہ کہیں فتنہ میں واقع نہ ہو جائے ۔

۵۱۵۲ ۹ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اُطُمٍ مِّنْ اٰطَامِ الْمَدِیْنَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰی قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنِّیْ لَاَرَی الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ کے قلعوں ۱؎ سے کسی ایک پر تشریف لے گئے، پھر فرمایا : کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ عرض کیا نہیں

يُبُوْتِكُمْ كَوَقْعِ الْمَطَرِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

فرمایا: میں فتنے دیکھ رہا ہوں جو تمھارے گھروں کے درمیان بارش گرنے کی طرح گر رہے ہیں۔

(بخاری و مسلم)

[1] اُطُم، الف اور طاء دونوں پر پیش، بلند محل اور ہر وہ قلعہ جو پتھر سے بنایا گیا ہو۔ حوالی مدینہ میں کچھ قلعے تھے جن میں یہودی وغیرہ رہتے تھے۔

٥١٥٣ ١٠ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَةُ اُمَّتِیْ عَلٰى يَدَیْ غِلْمَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی ہلاکت [1] قریش کے کچھ لڑکوں کے ہاتھوں [2] میں ہوگی۔ (بخاری)

[1] هلكة ہاء، لام اور کاف تینوں پر زبر، غلمۃ عین مکسور، لام ساکن، غلام کی جمع بمعنی نوجوان۔ قاموس اور صراح میں ہے غلام، بچہ، غلمۃ اور اغتلام کا حقیقی معنی شہوت کا غلبہ و ہیجان ہے۔ علامہ طیبی نے اس کی تفسیر ایسے نوخیز بچوں سے کی ہے جو کوئی ڈر نہ رکھیں اور صاحب علم و عقل کے ساتھ کوئی ادب و تمیز کا خیال نہ کریں۔

[2] حواشی میں ہے ان سے مراد وہ فتن اور ظالم جھگڑے ہیں جنھوں نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حسن حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور ایسے دیگر اہم افراد کو شہید کیا۔ مجمع البحار میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان افراد کے نام اور ذوات کو جانتے تھے مگر فتنہ و فساد کے خوف کے پیش نظر نام نہیں لیتے تھے۔ ان میں سے بنو امیہ کے چھوکرے یزید بن معاویہ اور عبید اللہ بن زیاد بھی ہیں اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ انھوں نے اہل بیت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہید و قید کیا۔ اسی طرح کبار صحابہ متاخرین و انصار صحابہ کو شہید کیا اور عبد الملک بن مروان کے دور کے گورنر حجاج اور سلیمان بن عبد الملک اور اس کی اولاد نے جو خون بہائے وہ کسی بھی ذی شعور سے مخفی نہیں۔

٥١٥٤ ١١ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انھی سے مروی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ چھوٹا ہو جائے گا [1] علم اٹھا لیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہو جائیں گے۔ بخل گاڑ دیا جائے گا ہرج [2] کثیر ہوگا۔ عرض کیا ہرج کیا ہے؟ فرمایا: قتل [3]

(بخاری، مسلم)

[1] مراد قیامت کا قریب ہونا یا شر و فتنہ میں اہل زمانہ کا ایک دوسرے سے قریب ہونا یا شر میں زمانوں کا ایک دوسرے کے قریب ہونا، بعض نے فرمایا کہ آخری زمانے میں عمروں کا چھوٹا ہونا مراد ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں دنوں اور راتوں کا چھوٹا ہونا مراد ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے آخری زمانے میں سال مہینے ہو جائیں گے اور مہینے ہفتہ اور ہفتہ ایک دن کی طرح ہوگا اور دولتیں اور حکومتیں مخلوق کے لیے پریشانی کا سبب ہوں گی۔ یہی عبارت کتب الرؤیا میں ہے کہ

تقاربِ زمان میں خواب سچے ہوں گے، کچھ اور وجوہ بھی وہاں مذکور ہیں ۔ الجملہ! اس لفظ میں متعدد معانی کا احتمال ہے بعض اس کے اور بعض دوسرے مقام کے مناسب ہیں ۔

۲ یعنی لوگوں کے دلوں میں بخل قوی اور عام ہو جائے گا اور بخیل لوگوں کی اتباع ہوگی ۔ کیونکہ اصل بخل تو لوگوں کی فطرت میں موجود ہوتا ہے ۔

۳ ہرج ، ہا پر زبر ، را ساکن ۔ اس کا معنی فتنہ اور لوگوں کا ایک دوسرے کے بارے میں واقع ہونا ہے

۴ ہرج کی تفصیل قتل کے ساتھ اس وجہ سے ہے کہ یہ قتل کا سبب اور اس تک پہنچانے والا ہوتا ہے ۔

۵۱۵۵ ۱۲ **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَاْتِيَ عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ لَّا يَدْرِي الْقَاتِلُ فِيْمَ قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُوْلُ فِيْمَ قُتِلَ فَقِيْلَ كَيْفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَالَ الْهَرْجُ الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے مجھے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے دنیا ختم نہ ہوگی حتیٰ کہ لوگوں پر وہ دن آ جائے، جب قاتل نہ جانے گا کہ کس جرم میں قتل کیا گیا اور نہ مقتول جانے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کیا گیا ۱ عرض کیا گیا یہ کیسے ہوگا، فرمایا فتنہ عامہ ۲ کی وجہ سے قاتل و مقتول دونوں ۳ دوزخ میں جائیں گے ۔ (مسلم)

۱ اس طرح قتال واقع ہوگا کہ امتیاز نہ رہے گا کہ صاحبِ حق کون اور صاحبِ باطل کون ہے ۔

۲ فتنہ و اختلاط بلا امتیاز واقع ہونے کی وجہ سے

۳ قاتل کا دوزخ میں جانا تو واضح ہے کہ اس نے خون ظلماً بہایا لیکن مقتول کی وجہ یہ ہے کہ وہ بھی دوسرے کو قتل کرنے کا عزم کر چکا تھا اور آدمی اپنے عزمِ صمیم کی وجہ سے عذاب کا مستحق ہوتا ہے لیکن یہ تب ہوگا جب جہالت اور عدمِ تمیز ہو اور اگر اجتہاد و تحری میں خطا ہے تو اب اگرچہ ناصواب بھی ہو معاملہ اس طرح نہیں ہوگا ۔

۵۱۵۶ ۱۳ **وَعَنْ** مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ اِلَيَّ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت معقل ۱ بن یسار ۲ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قتل عام کے زمانے میں عبادت کرنا، میری طرف ۳ ہجرت کرنے کی طرح ہے ۔ (مسلم)

۱ معقل ، میم پر زبر ، عین ساکن اور قاف کے نیچے زیر

۲ یسار ، یا پر زبر ، یہ صحابی ہیں، بیعتِ رضوان میں شامل تھے ۔ بصرہ میں مقیم ہوئے ۔ بصرہ میں ایک نہر ہے معقل ، اس کی طرف ان کی نسبت ہے ۔

۳ جس طرح کوئی شخص دار الکفر سے ہجرت کر کے دار السلام میں آ کر حضور علیہ السلام کی محبت پا لیتا ہے اسی طرح وہ شخص جو ظلمتِ فتنہ و فساد سے بھاگ کر اپنے مولیٰ تعالیٰ کی عبادت و یاد میں مصروف ہو جائے وہ بھی

دائرۂ نورانیت میں داخل ہوجاتا ہے گویا اس نے ہجرت کرلی ۔

۵۱۵۷/۱۴ وَعَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ اَتَيْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَا نَلْقٰى مِنَ الْحَجَّاجِ فَقَالَ اصْبِرُوْا فَاِنَّهٗ لَا يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ اِلَّا الَّذِيْ بَعْدَهٗ اَشَرُّ مِنْهُ حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ سَمِعْتُهٗ مِنْ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت زبیر[۱] بن عدی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے شکایت کی جو حجاج نے ہم پر ظلم کیا تھا فرمایا: صبر[۲] کرو کیونکہ تم پر جو زمانہ آیا ہے[۳] بعد والا اس سے بھی بُرا ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملو اور میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے

(بخاری)

[۱] زبیر بن عدی ۔ یہ تابعی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ہیں ۔ ان سے حضرت ثوری (جوکہ فقیہ اور ثقہ ہیں) نے روایت لی ہے ۔

[۲] اس کے ظلم پر تحمل اور صبر کرو ۔

[۳] تم کیا جانو، ہوسکتا ہے کہ بعد میں حجاج سے بھی بڑھ کر ظالم لوگ آئیں گے اور وہ وقت اس سے بھی بدتر ہو ۔

[۴] روز آخرت

[۵] یہاں اشکال ہے کہ حجاج کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور ہے اور وہ بدتر نہیں بلکہ وہ نہایت ہی سنہری دور ہے اسی طرح گذشتہ اوقات سے بھی بہتر تھا اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضور نے جو یہ خبر دی اس سے مراد اکثر واغلب ہے اور اس میں ظلم وجبر کے وقت جزع وفزع کی بجائے تحمل وبردباری اور صبر وتسلی کا درس ہے ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۵۱۵۸/۱۵ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ اَنَسِيَ اَصْحَابِيْ اَمْ تَنَاسَوْا وَاللّٰهِ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَّعَهٗ ثَلٰثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِيْهِ وَاسْمِ قَبِيْلَتِهٖ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھی بھول گئے یا بھولے بن[۱] بیٹھے ہیں خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا کے ختم ہونے تک کسی قائد[۲] کے فتنے کو نہیں چھوڑا جس کے ساتھیوں کی تعداد تین سو تک پہنچے یا اس سے زیادہ مگر ہمیں اس کا نام بتا دیا اور اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا نام[۳] (ابوداؤد)

[1] بھول تو نہیں مگر تکلفاً اپنے آپ کو بھولے ہوئے ظاہر کر رہے ہیں۔

[2] جو بھی فتنہ پیدا کرنے والا ہو مثلاً وہ عالم جس نے ایسی بدعت ایجاد کی جس نے قوم کو گمراہ کیا اور لوگوں کو اس کی دعوت دی یا ایسا امیر جو لوگوں میں محاربہ و مقاتلہ برپا کرے۔

[3] یہ اس قائد کی صفت ہے

[4] تین صد کہنے کی حکمت شاید یہ ہو کہ اس قدر لوگوں کا اجتماع ضرور فساد برپا کرنے کا سبب بنتے ہیں اور اگر اس سے تعداد کم ہو تو اس کا اعتبار نہیں۔

۵۱۵۹/۱۶ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِيْ الْاَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْنَ وَاِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِيْ اُمَّتِيْ لَمْ يُرْفَعْ عَنْهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت ثوبان[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنی امت کے متعلق گمراہ کرنے[2] والے لیڈروں کا ڈر ہے۔ جب میری امت میں تلوار چل پڑی تو قیامت تک اٹھا کر رکھی نہیں جائے گی (ابوداؤد، ترمذی)

[1] یہ حضور کے آزاد کردہ غلام اور خادم خاص ہیں۔ آپ کی بارگاہ مبارکہ میں وقت بے وقت حاضر ہونے والے ہیں۔

[2] کیونکہ ان کی گمراہی دوسرے عام لوگوں سے بدتر اور نقصان دہ ہے۔

[3] اس میں امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو اسلام میں پہلا ہے اور اب تک وہ فتنہ باقی ہے اور آپ کی اطلاع کے مطابق تا قیامت جاری رہے گا۔

۵۱۶۰/۱۷ وَعَنْ سَفِيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْخِلَافَةُ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ يَكُوْنُ مُلْكًا ثُمَّ يَقُوْلُ سَفِيْنَةُ اَمْسِكْ خِلَافَةَ اَبِيْ بَكْرٍ سَنَتَيْنِ وَخِلَافَةَ عُمَرَ عَشْرَةً وَعُثْمَانَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ وَعَلِيٍّ سِتَّةً۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت سفینہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خلافت تیس[2] سال تک ہے پھر سلطنت[3] ہو جائے گی۔ پھر سفینہ نے فرمایا کہ حساب لگاؤ" ابوبکر صدیق کی خلافت دو سال، حضرت عمر کی دس سال حضرت عثمان کی بارہ سال، حضرت علی کی چھ سال[4]۔

(مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد)

[1] یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزادہ کردہ غلام ہیں نہایت ہی صاحب برکات و کرامات شخصیت ہیں ان کے احوال متعدد جگہ لکھے جا چکے ہیں۔

[2] یہاں مراد خلافت کاملہ ہے جو کاملاً موافق سنت ہوگی۔

[3] لوگ اس وقت ان بادشاہوں کی تکلیف سے بے خوف نہ ہوں گے، عدالت اور دین کے معاملات جس طرح کے

ہونے چاہییں وہ نہ رہے گی، اگرچہ اس لفظ خلافت کا بیان ہر بعد والے پر ہو سکتا ہے مگر یہاں آپ نے جس مخصوص حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ تیس سال ہی ہے جو خلفائے اربعہ کا دور ہے اور اگر بعد کے لوگوں کو امیر المومنین کہہ دیا جائے تو چل جائے گا کیونکہ احکامِ ظاہری میں یہی امیر و حاکم ہوتے ہیں۔

۵۴ یہ حساب تقریبی ہے اس میں کسروں کو حذف کر دیا گیا ہے ورنہ حضرت ابوبکر کی خلافت جیسا کہ جامع الاصول میں ہے دو سال چار ماہ، خلافت حضرت عمر دس سال چھ ماہ، خلافت حضرت عثمان بارہ سال سے کچھ دن کم اور خلافت سیدنا علی چار سال نو ماہ ہے۔ اس حساب سے خلفائے اربعہ کا دور ۲۹ سال سات ماہ اور نو دن ہے۔ تیس سال سے باقی پانچ ماہ رہ جاتے ہیں جو کہ امام المسلمین حضرت حسن بن علی کا دور ہے اور یہ بھی خلفاء میں شامل ہیں۔ بعض کتب سے خلافتِ ابوبکر دو سال تین ماہ نو دن، خلافتِ عمر دس سال چھ ماہ پانچ دن، خلافتِ عثمان بارہ دن کم بارہ سال اور خلافتِ علی چار سال اور نو ماہ ہے۔ اس حساب سے امام حسن کا دور چھ ماہ اور تین راتیں بنتا ہے۔

۵۱۶۱/۱۸ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَيَكُوْنُ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ كَمَا كَانَ قَبْلَهٗ شَرٌّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَمَا الْعِصْمَةُ قَالَ السَّيْفُ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ السَّيْفِ بَقِيَّةٌ قَالَ نَعَمْ تَكُوْنُ اِمَارَةٌ عَلٰى اَقْذَاءٍ وَهُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يَنْشَاُ دُعَاةُ الضَّلَالِ فَاِنْ كَانَ لِلّٰهِ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةٌ جَلَدَ ظَهْرَكَ وَاَخَذَ مَالَكَ فَاَطِعْهُ وَاِلَّا فَمُتْ وَاَنْتَ عَاضٌّ عَلٰى جِذْلِ شَجَرَةٍ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ بَعْدَ ذٰلِكَ مَعَهٗ نَهْرٌ وَّنَارٌ فَمَنْ وَّقَعَ فِيْ نَارِهٖ وَجَبَ اَجْرُهٗ وَحُطَّ وِزْرُهٗ وَمَنْ وَّقَعَ فِيْ نَهْرِهٖ وَجَبَ وِزْرُهٗ وَحُطَّ اَجْرُهٗ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يُنْتَجُ الْمُهْرُ فَلَا يُرْكَبُ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ هُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ وَجَمَاعَةٌ عَلٰى اَقْذَاءٍ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْهُدْنَةُ عَلَى الدَّخَنِ مَا هِيَ قَالَ لَا تَرْجِعُ قُلُوْبُ اَقْوَامٍ عَلَى الَّذِيْ كَانَتْ عَلَيْهِ قُلْتُ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ قَالَ فِتْنَةٌ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس خیر کے بعد شر[1] ہوگی جیسے کہ اس سے پہلے تھی فرمایا: ہاں! عرض کیا حفاظت[2] کیا ہے؟ فرمایا تلوار۔ عرض کیا تلوار کے بعد کچھ بقایا[4] ہے فرمایا ہاں! ہوگی حکومت ناپسندیدہ[5] اور دھوئیں[6] پر صلح، عرض کیا پھر کیا ہوگا؟ فرمایا پھر گمراہی کی طرف بلانے والے پیدا ہوں[7] گے تو اگر زمین میں کوئی اللہ کا خلیفہ ہو وہ تمہاری پشت پر کوڑے مارے اور تمہارا مال[8] لے، مگر تم اس کی فرمانبرداری کرنا[9] ورنہ اس طرح مر جانا کہ کسی درخت کی جڑ دانتوں میں پکڑے ہو[10] عرض کیا پھر کیا ہوگا؟ فرمایا اس کے بعد دجال نکلے گا جس کے ساتھ نہر اور آگ[11] ہوگی جو اس کی آگ میں گرے[12] گا تو اس کا ثواب ثابت[13] اور اس کے گناہ صاف ہو جائیں گے اور جو اس کی نہر میں گرے گا اس کے گناہ ثابت اور اس کا ثواب ضبط ہو جائے گا۔ عرض کیا پھر کیا ہوگا؟ فرمایا پھر گھوڑی بچہ[15] جنے گی تو اس پر سواری نہ کی جا سکے گی حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور ایک روایت میں یوں ہے فرمایا صلح دھوئیں پر[16] اور لوگوں کا اجتماع ناپسندیدگی پر۔ عرض کیا

عَمْيَاءُ وَصَمَّاءُ عَلَيْهَا دُعَاةٌ عَلٰى اَبْوَابِ النَّارِ فَاِنْ مُتَّ يَا حُذَيْفَةُ وَاَنْتَ عَاضٌّ عَلٰى جِذْلٍ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَتَّبِعَ اَحَدًا مِّنْهُمْ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

یارسول اللہ ﷺ! دھوئیں پر صلح سے کیا مراد ہے؟ فرمایا قوموں کے دل اس طرف نہ لوٹیں گے جس پر پہلے تھے عرض کیا گیا اس خیر کے بعد شر ہوگا۔ فرمایا اندھے بہرے فتنے ہوں گے۔ جن پر کچھ لوگ دوزخ کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے، تو اے حذیفہ! اگر تم اس حالت میں وفات پاؤ کہ تم کسی درخت کی جڑ دانت سے پکڑے ہو تو تمھارے لیے اس سے اچھا ہے کہ تم ان میں سے کسی کی پیروی کرو۔ (ابوداؤد)

---

۱ کیا دینِ اسلام کے بعد اسلام کفر ہوگا؟

۲ اس سے نجات پانے کا ذریعہ کیا ہے؟

۳ اس سے نجات کا ذریعہ کافروں کے خلاف جہاد ہے۔

۴ کیا اس جنگ کے بعد مسلمانوں میں صلاحیت ہوگی کہ وہ امارت وامانت کو جمع کردیں اور لوگ اس پر متفق ہوجائیں۔

۵ اقذاء جمع قذی آنکھ و پانی میں جو کوڑا میل اور غبار واقع ہوتی ہے یعنی لوگ امراء کی امارت کو بخوشی و رضاء دل سے قبول نہیں کریں گے جیسا کہ وہ آنکھ جس میں کوئی چیز پڑ جائے تو وہ بظاہر صحیح مگر بباطن بیمار ہوتی ہے۔

٦ یہ بطور تاکید ہے، ھدنۃ ہا پر پیش، دال ساکن، صلح، درحقیقت اس کا معنی سکون و آرام ہے۔ دَخَنٌ دال اور خاء دونوں پر زبر بمعنی دھواں، یعنی صلح میں نفاق اور دھواں ہوگا جیسا کہ پہلے گذرا۔ بہتر یہ ہے کہ یَکُوْنُ اَمَارَةً عَلٰی اِقْذَاءٍ کا معنی یہ ہو کہ امارت میں محرمات کا ارتکاب ہوگا اور بدعات کا ظہور ہوگا تاکہ ھُدْنَةٌ عَلٰی دَخَنٍ کا نیا فائدہ ہو۔

۷ امراء کی ایک جماعت ہوگی جو لوگوں کو گمراہ کرے گی۔

۸ خواہ تیرے نفس و مال پر ظلم کرے۔

۹ جب تک وہ خدا اور رسول کے خلاف نہ کرے

۱۰ پھر لوگوں سے گوشہ نشین ہوجا۔ جنگلوں اور بیابانوں میں جبر و سختی کی زندگی بسر کر، خواہ تجھے درختوں کی لکڑی اور پتے کھانے پڑیں۔ جذل، جیم کے نیچے زیر، دال ساکن، جیم پر زبر بھی آئی ہے جیسا کہ فصل اول میں گزر چکا ہے بعض شارحین نے وَاِلَّا فَمُتْ کا تعلق قاطعہ کے ساتھ بنایا ہے یعنی اگر تو امیر کی اطاعت نہ کرے تو تو حالتِ سختی و سرگردانی میں مرے۔ بعض نسخوں میں فمت کی جگہ قمت از قیام فعل ماضی ہے یعنی اگر تو اس طرح نہیں تو اٹھ چل کسی درخت کی جڑ میں پناہ لے لے۔

۱۱ ظاہر یہی ہے کہ حقیقی معنی پر محمول ہے مگر یہ بھی احتمال ہے کہ لطف، قہر، ثواب کا وعدہ اور عذاب کی

وعید مراد ہو۔

۱۲؎ جو اس کے احکام کی مخالفت کرتے ہوئے ایمان نہ لایا اور اس کے قہر و غضب کا محل بنا۔

۱۳؎ کیونکہ وہ دین و رضائے خدا پر ثابت قدم رہا۔

۱۴؎ جو اس کے احکام کو تسلیم کرتے ہوئے دنیا کے طمع اور حیات کی محبت میں پڑ گیا اور اس کے لطف و عنایت کا محل تو اس کا اجر و ثواب ضبط ہو جائے گا۔

۱۵؎ ینتج، مجہول نتج سے مشتق ہے، انتاج سے نہیں، نتج کا معنی تولد، جننا، خدمت، جننے کی تدبیر کرنا ہے جیسے دایا انسان کے لیے کرتی ہے اور اس کی تخصیص دیگر کسی مقام پر آئی ہے۔ انتاج کا معنی وقتِ ولادت تک پہنچنا ہے مُہر میم پر پیش، ہا ساکن ہر اونٹ، مہرۃ تا کے ساتھ مادہ پُرکب، یا پر پیش، کاف کے نیچے زیر سواری کے قابل ہونا اس سے مراد حضرت عیسٰی علیہ السلام کا زمانہ ہے کیونکہ اس وقت عدم وجود کفار اور عدم قتال کی وجہ سے گھوڑوں پر سواری نہ ہوگی یا یہ مراد ہے کہ خروج دجال کے بعد قیامت اتنی قریب ہوگی کہ اس کا وقت گھوڑا جننے یا سواری کے قابل ہونے کی مقدار ہوگا۔ یہ معنی ان احادیث کے بھی موافق ہے جو اس سلسلہ میں وارد ہیں۔

۱۶؎ لوگوں کے درمیان ظاہراً اور نہ دل میں کدورت و دھوکہ ہوگا۔

۱۷؎ ان کے دل اس طرح صاف نہ ہوں گے جس طرح سابقہ زمانہ اسلام میں تھے یا وہ حالت مراد ہے جو کدورت سے پہلے تھی۔

۱۸؎ لوگ اس فتنہ میں اس طرح محبوس ہو جائیں گے کہ حق دیکھنا یا سننا ممنوع ہوگا یہاں بہرے کی نسبت فتنہ کی طرف مجازاً ہے۔ ورنہ درحقیقت اس زمانۂ فتنہ میں لوگوں کی یہ صفت ہوگی۔

۵۱۶۲/۱۹ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ كُنْتُ رَدِيْفًا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا جَاوَزْنَا بُيُوْتَ الْمَدِيْنَةِ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ جُوْعٌ تَقُوْمُ عَنْ فِرَاشِكَ وَلَا تَبْلُغُ مَسْجِدَكَ حَتّٰى يُجْهِدَكَ الْجُوْعُ قَالَ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ تَعَفَّفْ يَا اَبَا ذَرٍّ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ مَوْتٌ يَبْلُغُ الْبَيْتُ الْعَبْدَ حَتّٰى اَنَّهٗ يُبَاعُ الْقَبْرُ بِالْعَبْدِ قَالَ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ تَصْبِرُ يَا اَبَا ذَرٍّ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن گوش دراز پر حضور کے پیچھے سوار تھا جب ہم مدینہ کی بستی سے نکل گئے تو آپ نے فرمایا اے ابوذر! اس دن تمہارا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں عام بھوک ہوگی تم اپنے بستر سے اٹھو گے تو اپنی مسجد تک نہ پہنچ سکو گے تمہیں بھوک مشقت ۲۰؎ میں ڈال رہی ہوگی۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ۲۱؎ ہیں۔ فرمایا اے ابوذر! پاکیزگی اختیار ۲۲؎ کرنا۔ فرمایا اے ابوذر! تمہارا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں عام موت پھیل جائے گی ۲۳؎ کہ گھر غلام کی قیمت ۲۴؎ کو پہنچ جائے گا، حتیٰ کہ ایک قبر ایک غلام ۲۵؎ کے عوض بکے گی۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی

قَتْلٌ تَغْمُرُ الدِّمَآءُ اَحْجَارَ الزَّيْتِ قَالَ
قُلْتُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ تَأْتِيْ مَنْ اَنْتَ
مِنْهُ قَالَ قُلْتُ وَاَلْبَسُ السِّلَاحَ قَالَ شَارَكْتَ
الْقَوْمَ اِذًا قُلْتُ فَكَيْفَ اَصْنَعُ يَارَسُوْلَ اللهِ
قَالَ اِنْ خَشِيْتَ اَنْ يَّبْهَرَكَ شُعَاعُ السَّيْفِ
فَاَلْقِ نَاحِيَةَ ثَوْبِكَ عَلٰى وَجْهِكَ لِيَبُوْءَ
بِاِثْمِكَ وَاِثْمِهٖ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ)

بہتر جانتے ہیں فرمایا اے ابوذر! صبر کرنا[7] ۔ فرمایا، اے ابُوذر! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں قتل عام ہوگا حتیٰ کہ خون[8] زیت کے پتھروں کو ڈبو دے گا عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں ۔ فرمایا ان میں چلے جانا جن میں سے تم ہو[9] ۔ عرض کیا میں ہتھیار باندھ لوں ۔ فرمایا تب تو تم قوم میں شریک ہو[10] گئے عرض کیا یارسول اللہ! میں کیا کروں؟ فرمایا اگر تمہیں خطرہ ہو کہ تلوار کی شعاعیں[11] چندھیا دیں گی تو اپنے کپڑے کا کنارہ[12] اپنے چہرے پر[13] ڈال لینا تا کہ وہ تمہارا اور اپنا گناہ لے کر لوٹے[14]

(ابُوداوُد)

[1] بھوک کی کمزوری کی وجہ سے باوجود کوشش کے مسجد تک نہیں جا سکیں گے ۔

[2] یہی نہیں جانتا کہ کیا کرنا ہے آپ حکم دیں میں کیا کروں

[3] نفس کو حرام سے محفوظ رکھو، لوگوں سے سوال نہ کرو اور بھوک پر صبر اختیار کرو ۔

[4] مرگ اتنی کثرت سے ہوگی کہ

[5] اس عبارت میں چند معانی کا احتمال ہے ایک یہ کہ یہاں بیت سے مراد قبر ہے کہ لوگ اتنی کثرت کے ساتھ فوت ہوں گے کہ جگہ قلت کی وجہ سے مہنگی ہوگی کہ ایک قبر کی جگہ ایک غلام کی قیمت میں ملے گی، دوسرا قبر کھودنے والا نہ ملے گا حتیٰ کہ قبر کھودنے والے کی اُجرت غلام کی قیمت ہوگی ۔ تیسرا یہ کہ بیت کا گھر ہی ہے یعنی اموات اتنی کثرت سے ہوں گی کہ گھر خالی ہو جائیں گے اور ان کی قیمت غلام سے بھی سستی ہوگی اور اکثر و معروف یہی ہے کہ گھر کی قیمت غلام سے زائد ہوتی ہے ۔ چوتھا یہ کہ اموات اتنی کثرت سے ہوں گی کہ گھر میں صرف ایک آدمی رہ جائے گا جو تمام اہلِ خانہ کی غم خواری اٹھائے گا اور ان تمام کی تکالیف اسی کو پہنچیں گی ۔

[6] غلام کی قیمت میں بکے گی جو مذکورہ معانی میں سے پہلا معنی کے مناسب ہے اور دوسرے معنی کے مناسب اسی وقت ہوگی جب قبر سے مراد کھودنے والے کی اجرت مراد ہو ۔ تیسرا معنی کوئی مناسبت نہیں رکھتا ۔ چوتھے معنی کے مطابق کہا جا سکتا ہے کہ جب تمام مر جائیں گے اور وہ سوائے غلام کے کوئی مال چھوڑ نہ جائیں گے تو قبر کی جگہ یا اس کی کھودنے کی اجرت میں غلام ہی دیا جا لے گا ۔ پس ظاہر ہوگا کہ پہلے معنی پر محمول کرنا اولیٰ و انسب ہے، بلکہ اس پر محمول کرنا متعین ہے ۔

[7] اپنے آپ کو صبر پر مجبور کر، بعض نسخوں میں تصبر مضارع کی صورت میں ہے ۔

[8] احجار الزیت جگہ کا نام ہے مدینہ منورہ کے مغربی طرف ہے اس کے پتھر اس طرح سیاہ ہیں گویا انھیں

روغنِ زیتون سے تلا کیا گیا ہے، یہ آپ نے واقعہ حرہ سے آگاہ کیا تھا جو نہایت ہی قبیح، بدنما ہے جس کے سننے اور کہنے کے زبان و کان متحمل نہیں۔ یہ یزید پلید کے دور میں ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ایک کثیر لشکر اس نے مدینہ طیبہ بھیجا۔ اس شہر طیبہ اور مسجد نبوی شریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرمت کو مباح کر دیا، صحابہ و تابعین کی کثیر جماعت کو انھوں نے اس طرح شہید کر دیا کہ اسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ مدینہ طیبہ کی تاریخ میں یہ تمام درج ہے وہاں اس کا مطالعہ کیا جائے۔ مدینہ طیبہ میں ایسا عمل کرنے کے بعد وہی لشکر مکہ مکرمہ بھیجا اور اسی سال وہ بدبخت جہنم رسید ہوگیا۔

۹؎ یعنی تو اپنے گھر گوشہ نشیں ہوجانا یا اپنے امام کی طرف رجوع کرنا، یہ معنی یہاں کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ آگے انھوں نے فرمایا: میں ہتھیار باندھ لوں اور اس فتنہ پرور قوم کے خلاف قتال کروں۔

۱۰؎ تو اس فتنہ میں شریک ہوجائے گا

۱۱؎ جب کوئی تجھ پر تلوار کھینچ لے۔

۱۲؎ اپنے چہرے کو ڈھانپ کر تغافل کا اظہار کر اور تسلیم کرلے تاکہ وہ تجھے قتل کردے۔

۱۳؎ اس کا معنی فصل اول میں حدیث ابی بکرہ کے تحت گزر چکا ہے یہ قتل و خوں ریزی سے منع کرنے میں مبالغہ و تاکید ہے۔ ورنہ شریعت نے یہ واضح کر دیا ہے کہ جب ناحق دشمن قتل کرے تو اس سے دفاع ضروری ہے۔

۱۴؎ واقعہ حرہ تریسٹھ ہجری میں ہوا اور حضرت ابوذر کا وصال باسٹھ میں ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کے آخر میں ہوا اور ابوذر نے واقعہ حرہ فرمایا، گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغیر تعیین وقت کے واقعہ حرہ کی خبر دی اور وصیت کی کہ اس وقت صبر و تحمل سے کام لینا۔ رہا مدینہ طیبہ میں بھوک، موت کا واقع ہونا تو ممکن ہے ابوذر نے اسے پایا ہو جیسا کہ عام الرماد میں ہوا۔

۵۱۶۳ / ۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ بِكَ إِذَا أُبْقِيْتَ فِيْ حُثَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ مَرِجَتْ عُهُوْدُهُمْ وَأَمَانَاتُهُمْ وَاخْتَلَفُوْا[2] فَكَانُوْا هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ قَالَ فَبِمَ تَأْمُرُنِيْ قَالَ عَلَيْكَ بِمَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُ وَعَلَيْكَ بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ وَإِيَّاكَ وَعَوَامَّهُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِلْزَمْ بَيْتَكَ وَامْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَخُذْ مَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُ وَعَلَيْكَ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگا جب تم لوگوں کی بھس[1] میں رہ جاؤ گے ان کے عہد و پیمان اور امانتیں گڑبڑ[2] ہوں گی اور آپس میں اختلاف کریں گے تو ایسے ہوجائیں گے اور اپنی مبارک انگلیوں کو ایک دوسرے[3] میں ڈالا۔ عرض کیا: مجھے کیا حکم ہے، فرمایا: جسے بھلا[4] جانو اسے لازم مضبوط پکڑ لو، اور جسے برا جانو تو اسے چھوڑ دو اور تم خاص[5] اپنی ذات کی فکر رکھو، عوام سے بچو اور ایک روایت میں ہے کہ اپنا گھر

بِاَمْرِ خَاصَّتِهٖ نَفْسِكَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَامَّةِ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ)

لازم پکڑو اپنی زبان قابو میں رکھو ف۷ جو اچھا جانو وہ اختیار کرلو اور جو بُرا جانو اسے چھوڑ دو ف۸ اور اپنا خاص معاملہ اختیار کرو اور تمام لوگوں کا معاملہ چھوڑ دو ف۹

(ترمذی نے روایت کرکے صحیح کہا)

ف۱ حُثالہ، صراح میں ہے۔ حاء پر پیش جو کا چھلکا اور بھوسہ۔ قاموس میں ہے جس میں خیر نہ ہو اور ہر وہ چیز جو ردی ہو۔

ف۲ ان میں وفاءِ عہد و استقامت نہ رہے گی مَرِجَت۔ را اور جیم فعل ماضی معلوم از باب فرِحَ یفرح اور بعض نسخوں میں مجہول بھی آیا ہے وہ بھی درست ہے لفظ مرج متعدی بھی مستعمل ہے جیساکہ مرج البحرین۔ قاموس میں ہے مرج العہد کا معنی "اس نے عہد پورا نہ کیا" ہے۔

ف۳ یہ تمثیل ہے ان کے ایک دوسرے پر واقع ہونے کی۔ یہی تمثیل بعض مقامات پر اجتماع و محبت کے لیے آتی ہے جیساکہ باب قسمۃ خمس غنائم کے بیان میں بنو ہاشم اور بنو مطلب کے درمیان اتفاق و اتصال کے لیے یہی الفاظ آئے ہیں تشبیک کا معنی ملانا، ایک چیز کو دوسرے میں لانا اور یہ بات اختلاف و اتحاد دونوں میں حاصل ہوتی ہے۔

ف۴ یہ کام دین میں جائز اور مشروع ہے اور انھیں چھوڑ دے جو دین میں سے نہ ہو۔

ف۵ اپنے معاملات کو بہتر کر، دوسرے کے خیال میں نہ پڑ۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے جب اسرار، اتباعِ نفس و خواہش کا غلبہ ہو جائے تو اس وقت اپنی حفاظت کی خاطر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ترک اور اخیار کے ساتھ عدم تعاون جائز ہے جیساکہ سابقہ باب میں گذرا۔

ف۶ بے ضرورت باہر نہ جا

ف۷ جو کچھ زبان پر ہے اس کے لیے زبان نہ کھول، املک، ہمزہ پر زبر املاک سے امر کا صیغہ ہے علامہ طیبی نے یہی معنی بیان کیا ہے جو ہم نے کیا۔ مجمع البحار میں ہے کہ یہ ثلاثی سے امر کا صیغہ بمعنی مالک ہے۔ ہر اس چیز سے زبان کو محفوظ رکھنا جس میں خیر نہ ہو۔ خیر کو خیر کے ساتھ بولا جاتے، اس جملہ کی تفاسیر میں ایک یہ کہ اس میں گناہ نہ ہو، یہ مباح کو بھی شامل ہے، دوسرے یہ کہ جس میں ثواب بجاب مباح شامل نہ ہوگا۔

ف۸ اس کا مضمون وہی ہے جو سابقہ روایات میں آیا فقط بعض مفردات میں اختلاف ہے۔

ف۹ واضح رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو کو لوگوں کے ساتھ میل جول کی اجازت دی اور اپنی ذات کی تربیت و اصلاح کا خصوصی حکم دیا اور احوال مردم سے عدم تعرض کا حکم دیا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں سے مکمل طور پر الگ ہوکر بیابان، جنگل اور خلوت کا حکم دیا، یہ ہر ایک کے حال اور آسانی کے پیشِ نظر کیا، جیساکہ وہ مربی و مرشد کرتے ہیں جو اسم الحکیم کے مظہر ہوتے ہیں۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوانی میں نہایت ہی عابد اور زاہد تھے ہمیشہ روزہ رکھتے ہر رات شب بیداری کرتے، بیوی کی طرف رغبت نہ کرتے

لہٰذا ان کے والدگرامی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شدت ریاضت و مجاہدہ سے منع فرمایا ۔ تین روز سے ، رات کا تہائی یا چھٹا حصہ بیداری اور والد کے حکم کو پیشِ نظر رکھنے کی تاکید فرمائی ۔ پس اس حکم کے تحت اپنے والد جو حضرت معاویہ کے وزیر تھے ، اختلاط رکھا چونکہ حکم یہ تھا کہ اپنے کام میں رہنا ہے لوگ بہت کہتے کہ آپ ہم میں نہیں آتے تو وہ کہتے میں خیر میں تمہارے ساتھ مگر شر میں نہیں ، باطن میں اہل بیت نبوی کے ساتھ نہایت ہی عقیدت و محبت رکھتے تھے ، ایک دن انھوں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا مگر گزر گئے محبت میں نہ بیٹھے لوگوں نے قریب نہ جانے کی وجہ پوچھی تو کہا کہ میں اس بات پر شرمندہ ہوں کہ میں ان سے ہوتے ہوئے ان سے نہیں ہوں ۔

۵۱۶۴ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ فِیْهَا مُؤْمِنًا وَّیُمْسِیْ كَافِرًا وَّیُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَّیُصْبِحُ كَافِرًا اَلْقَاعِدُ فِیْهَا خَیْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْمَاشِیْ فِیْهَا خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ فَكَسِّرُوْا فِیْهَا قِسِیَّكُمْ وَقَطِّعُوْا فِیْهَا اَوْتَارَكُمْ وَاضْرِبُوْا سُیُوْفَكُمْ بِالْحِجَارَةِ فَاِنْ دُخِلَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْكُمْ فَلْیَكُنْ كَخَیْرِ ابْنَیْ اٰدَمَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ ذُكِرَ اِلٰی قَوْلِهٖ خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ ثُمَّ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ كُوْنُوْا اَحْلَاسَ بُیُوْتِكُمْ وَفِیْ رِوَایَةِ التِّرْمِذِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی الْفِتْنَةِ كَسِّرُوْا فِیْهَا قِسِیَّكُمْ وَقَطِّعُوْا فِیْهَا اَوْتَارَكُمْ وَالْزَمُوْا فِیْهَا اَجْوَافَ بُیُوْتِكُمْ وَكُوْنُوْا كَابْنِ اٰدَمَ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ، کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : قیامت سے پہلے ایک رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے ہیں ۔ ان میں صبح کے وقت آدمی مومن اور شام کو کافر ہو جائے گا شام کے وقت مومن اور صبح کے وقت آدمی کافر ہو جائیگا اس میں بیٹھا[1] ہوا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا اس میں دوڑنے والے سے بہتر ہوگا اس میں اپنی کمانوں کو توڑ دینا ۔ چلوں کو کاٹ دینا اور اپنی تلواروں کو پتھر پر مارنا ، اگر تم میں کسی کے پاس اندر[2] آ داخل ہو تو حضرت آدم علیہ السلام کے اچھے[3] بیٹے کی طرح ہو جانا ۔
(ابو داؤد ، اسی کی ایک روایت میں ہے خیر من الساعی[4] تک ہے)
پھر لوگ عرض گزار ہوئے کہ آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں ۔ فرمایا کہ اپنے گھروں کی چٹائیاں[5] بن جانا ۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : فتنے کے دوران اپنی کمانوں کو توڑ ڈالنا ۔ اپنی تانتوں کو کاٹ دینا اور اپنے گھروں کے اندرونی حصے کو لازم پکڑنا اور حضرت آدم[6] کے بیٹے کی طرح ہو جانا اور ترمذی نے اسے صحیح حدیث کہا ۔

---

[1] ان عبارات کی شرح فصل اوّل میں حدیث ابو ہریرہ کے تحت آچکی ہے ۔

[2] کوئی شخص تمہارے پاس آجائے ۔

[3] ہابیل کی طرح، جب قابیل نے انھیں قتل کرنے کیلیے دست درازی کی تو ہابیل نے کہا میں دست درازی نہیں کروں گا تو اپنا اور میرا دونوں کا گناہ لے رہا ہے ۔

[4] یہاں تک ہی وہاں الفاظ ہیں فَكَسِّرُوْا فِيْهَا سے لے کر آخر تک کے الفاظ وہاں نہیں ہیں ۔

[5] ان فتنوں میں

[6] حِلس، حا کے نیچے زیر، گدڑی حَلَس حا اور لام دونوں پر زبر کہا جاتا ہے۔ احلاس جماعت احلاس البیوت وہ کپڑا جو اعلیٰ بستروں کے نیچے بچھایا جاتا ہے ۔

[7] ہابیل کی طرح جنھیں قابیل نے قتل کر دیا ۔

٥١٦٥ ٢٢ وَعَنْ اُمِّ مَالِكِ نِ الْبَهْزِيَّةِ قَالَتْ: ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً فَقَرَّبَهَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ خَيْرُ النَّاسِ فِيْهَا قَالَ رَجُلٌ فِيْ مَاشِيَتِهٖ يُؤَدِّيْ حَقَّهَا وَيَعْبُدُ رَبَّهٗ وَرَجُلٌ اٰخِذٌ بِرَاْسِ فَرَسِهٖ يُخِيْفُ الْعَدُوَّ وَيُخَوِّفُوْنَهٗ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ام مالک البہزیہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتنہ کا ذکر فرمایا اسے بہت قریب کیا[2]۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس میں بہترین آدمی کون ہوگا ؟ فرمایا وہ شخص جو اپنے جانوروں میں رہے، ان کا حق[3] ادا کرے اور اپنے رب کی عبادت کرے اور وہ شخص جو اپنے گھوڑے کا سر[4] پکڑے ہو وہ دشمن کو ڈرائے[5] اور دشمن اسے ڈرائیں ۔

(ترمذی)

[1] البہزیہ ۔ ہا ساکن یہ بہز بن امراء القیس کی طرف منسوب اور حجازی ہیں ۔ یہ صحابیہ ہیں ۔ ان سے حضرت طاؤس اور مکحول جیسے اکابر تابعین نے حدیث پڑھی ۔

[2] یہ خبر دی کہ وہ عنقریب واقع ہوگا ۔ علامہ طیبی نے کہا کہ آپ نے فتنے کے بارے میں بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور جس چیز کے بھی اوصاف خوب بیان ہوں تو وہ قریب ہی ہو جاتی ہے ۔ خواہ ذہن میں یا خارج میں جب بہت زیادہ ذہن میں آئے اور اس کا وجود خارج میں متعین ہو تو بھی متخیل ہو جاتی ہے ۔

[3] ان کی زکوٰۃ و صدقات ادا کرے

[4] یعنی باگ پکڑنے والا

[5] وہ کافروں کو ڈراتے یعنی مسلمانوں کے آپس میں قتال سے بھاگ کر سرحد پہ کافروں سے برسر پیکار ہو اور دشمنانِ دین کے ساتھ جنگ کر رہا ہو ۔

٥١٦٦ ٢٣ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

فِتْنَةٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ قَتْلَاهَا فِي النَّارِ اللِّسَانُ فِيْهَا اَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّيْفِ ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

عنقریب ایسا فتنہ ہوگا جو سارے عرب کو گھیر لے گا[۱] اس میں مقتول آگ میں ہوں گے[۲] اس میں زبان تلوار کے حملہ[۳] سے سخت تر ہوگی ۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

[۱] اس کا شر تمام کو پہنچے گا، استنظاف، کسی چیز کے تمام کو پکڑنا ۔

[۲] اس فتنہ میں مقتول آتش دوزخ میں جائیں گے ۔

[۳] غیبت وگالی میں زبان تلوار سے سخت اور دراز ہوگی ۔ صراح میں ہے وقع قاف ساکن چاقو اور تلوار کو تیز کرنا، اور یہ عمل اس وقت تو زیادہ ہی شدید ہوگا جب یہ صحابہ کے درمیان ہو، غیبت ودشنام مسلمانوں کے لیے سخت حرام ہے جیساکہ آیا ہے "غیبت، زنا سے بھی بدتر ہے" یا یہ مراد ہے کہ اس فتنہ میں غیبت ودشنامی کے ساتھ زبان کو دراز کرنا فتنۂ تلوار (قتل) سے بدتر ہوگا ۔ کیونکہ یہ عمل لوگوں کے درمیان محاربہ وقتال پیدا کر دیتا ہے ۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ظالم حکمرانوں کے ہاں کوئی اطلاع دینا یا ان پر زبان کھولنا اس سے جلائے وطن، قتل اور ایسے مفاسد عظیمہ پیدا ہو جاتے ہیں جو مباشرت فتنہ سے بھی بدتر ہوتے ہیں اور جب دونوں اطراف میں مسلمان ہوں تو ان کے لیے دوزخ ٹھکانا قرار دینا یہ بطور زجر وتوبیخ ہے ۔

۵۱۶۷/۲۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ صَمَّاءُ بَكْمَاءُ عَمْيَاءُ مَنْ اَشْرَفَ لَهَا اسْتَشْرَفَتْ لَهٗ وَاِشْرَافُ اللِّسَانِ فِيْهَا كَوَقْعِ السَّيْفِ ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ) .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب گونگے، اندھے[۱] فتنے ہوں گے جو ان پر جھانکے گا[۲] اسے وہ اچک لیں گے ۔ ان میں زبان کا چلانا[۳] تلوار کی طرح ہوگا ۔
(ابوداؤد)

[۱] حق، سننے، دیکھنے اور کہنے کی کوئی صورت نہ ہوگی ۔

[۲] ان کے نزدیک جائے گا ۔

[۳] اس فتنہ میں زبان درازی تلوار کی طرح ہوگی ۔ زبان کے لیے لفظ اشراف کا استعمال بطور مشاکلہ ہوا ہے ۔

۵۱۶۸/۲۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْفِتَنَ فَاَكْثَرَ فِيْ ذِكْرِهَا حَتّٰى ذَكَرَ فِتْنَةَ الْاَحْلَاسِ فَقَالَ قَائِلٌ وَمَا فِتْنَةُ الْاَحْلَاسِ قَالَ هِيَ هَرَبٌ وَحَرْبٌ ثُمَّ فِتْنَةُ السَّرَّآءِ دَخَنُهَا مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ مِنِّيْ وَلَيْسَ مِنِّيْ اِنَّمَا اَوْلِيَآئِيَ الْمُتَّقُوْنَ ثُمَّ يَصْطَلِحُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، آپ نے فتنوں کا ذکر فرمایا تو بہت زیادہ تذکرہ کیا حتیٰ کہ ٹاٹ[۱] کے فتنہ کا ذکر کیا، کسی نے عرض کیا فتنہ احلاس کیا[۲] ہے؟ فرمایا وہ بھاگنا و پریشان[۳] اور لڑائی ہے پھر سرا کے فتنہ[۴] کا ذکر کیا جن کا فساد میرے اہل بیت[۵] میں سے ایک شخص کے قدموں کے نیچے ہوگا وہ سمجھے گا کہ

النَّاسُ عَلٰی رَجُلٍ کَوَرِكٍ عَلٰی ضِلَعٍ ثُمَّ فِتْنَۃُ الدُّھَیْمَاءِ لَا تَدَعُ اَحَدًا مِّنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلَّا لَطَمَتْہُ لَطْمَۃً فَاِذَا قِیْلَ انْقَضَتْ تَمَادَتْ یُصْبِحُ الرَّجُلُ فِیْھَا مُؤْمِنًا وَّیُمْسِیْ کَافِرًا حَتّٰی یَصِیْرَ النَّاسُ اِلٰی فُسْطَاطَیْنِ فُسْطَاطِ اِیْمَانٍ لَا نِفَاقَ فِیْہِ وَفُسْطَاطِ نِفَاقٍ لَا اِیْمَانَ فِیْہِ فَاِذَا کَانَ ذٰلِكَ فَانْتَظِرُوا الدَّجَّالَ مِنْ یَّوْمِہٖ اَوْ مِنْ غَدِہٖ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

وہ مجھ سے[4] ہے حالانکہ وہ مجھ سے نہیں، میرے دوست صرف متقی ہیں[6]۔ پھر لوگ ایسے ایک آدمی پر صلح کریں گے جو پسلی[7] پر گوشت کی طرح ہوگا پھر کالا فتنہ ہوگا جو اس امت میں کسی کو نہیں چھوڑے گا مگر اسے طمانچہ لگا دے گا پھر جب کہا جائے گا کہ فتنہ ختم ہوگیا[9]، تو وہ اور پھیلے گا اس میں آدمی صبح مومن ہوکر رہے گا اور شام کو کافر ہوکر، حتیٰ کہ لوگ دو[10] خیموں[11] کی طرف لوٹ جائیں گے ایک خیمہ ایمان کا جس میں نفاق نہیں اور دوسرا خیمہ نفاق کا جس میں ایمان نہیں، تو جب یہ ہوجائے تو اس دن یا اگلے دن دجال کا خروج ہوگا[12] (ابوداؤد)

---

[1] احلاس (چٹائی) کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ اس فتنہ کے دوام اور درازی کی وجہ سے ہے کیونکہ حلس کے بارے میں گذر چکا ہے کہ وہ چٹائی جو نفیس بستروں کے نیچے بچھائی جاتی ہے اور وہ تہہ بہ تہہ زمین پر بچھی رہتی ہے، اٹھائی نہیں جاتی یا فتنہ کی تشبیہ حلس کے ساتھ تاریکی اور پرانا ہونے کے لحاظ سے ہے یا اس وجہ سے کہ وہ ہر گھر میں بچھائی جاتی ہے، تو لوگ اس فتنہ میں اپنے گھروں میں گوشہ نشینی کا التزام کریں گے۔

[2] اس کی کیفیت وحال کیا ہوگا؟

[3] وہ مال کا غارت کرنا ہے حرب وحرب دونوں کی تصحیح ہا اور حاء پر زبر کے ساتھ ہے

[4] میرے اہل بیت سے ہے۔

[5] میرا متبع نہیں ہوگا اگرچہ بظاہر نسبت ونسب کا تعلق رکھتا ہوگا۔

[6] فتنہ وفساد سے بچنے والے اور میرے قول وعمل کی اتباع کرنے والے ہوں گے، اسے فتنۃ السراء کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا وجود کثرت نعمت، مسرت، اسراف اور اشرات کا سبب ہوگا حتیٰ کہ دین کے دشمن اس کے وقوع کی وجہ سے خوش حال ہوجائیں گے۔ فتنۃ السر لفظ رفع کے ساتھ بھی ہے جس طرح ہم نے واضح کر دیا لیکن نصب کے ساتھ بھی مروی ہے، اب معنی یہ ہوگا کہ فتنہ سرا کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد لفظ دخنہا کے ساتھ اس کی تشریح فرمائی

[7] وَرِک، واؤ پر زبر، را کے نیچے زیر، سرین اور اس کا اوپر والا حصہ، ضِلَع، ضاد کے نیچے زیر، لام پر زبر، پہلو کی ہڈیاں یعنی ایسے مرد پر اتفاق کریں گے جو استقامت نہ رکھتا ہوگا، اس کے احوال میں نظم نہ ہوگا جس طرح کہ سرین پہلو کی ہڈیوں پر منقسم نہیں ہوتی اور اس سے ترکیب نہیں پاتی۔

[8] الدھیماء، دال پر پیش، ہا پر زبر دہم کی تصغیر بمعنی حادثہ یا بمعنی سیاہ وتاریک یہاں لفظ فتنہ مرفوع و منصوب دونوں طرح ہے

[۹] یہ فتنہ ختم نہ ہوگا تھوڑا سا دبے گا پھر زیادہ ہو جائے گا۔

[۱۰] یا دو گروہوں کی طرف

[۱۱] فسطاط، فا پر پیش یا زیر، خیمہ، بڑی خرگاہ، بڑی جماعت

[۱۲] یہاں سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ فتنہ آخری زمانے میں آئے گا لیکن اس سے پہلے فتنوں کا آپ نے یقین نہیں فرمایا بلکہ فرمایا میرے اہل بیت میں سے کوئی اس کا سبب ہوگا وہ کون ہے اس کا دور کون سا ہے؟ اس کا تعین نہیں فرمایا۔

۵۱۶۹/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَیْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ اَفْلَحَ مَنْ كَفَّ یَدَهٗ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عرب کی خرابی ہو[۱] اس شر میں ہے جو نزدیک آگیا جس نے اس میں اپنا ہاتھ روکا وہ نجات پاگیا۔ (ابوداؤد)

[۱] قتل و غارت سے

۵۱۷۰/۲۷ وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ السَّعِیْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ اِنَّ السَّعِیْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ اِنَّ السَّعِیْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ وَلَمَنِ ابْتُلِیَ فَصَبَرَ فَوَاهًا۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، خوش قسمت ہے جو فتنوں سے ایک جانب رکھا گیا خوش قسمت ہے جو فتنوں سے بچا لیا گیا۔ خوش قسمت ہے جو فتنوں سے بچا لیا گیا، جو مبتلا ہو گیا اور صبر کیا تب بھی اچھا رہا[۲]۔ (ابوداؤد)

[۱] یہ جملہ تین دفعہ فرمایا کہ جو ایک جانب ہو گیا وہ اس فتنہ کے شر سے محفوظ ہو گیا۔

[۲] اس معنی کی صورت میں لمن کی لام پر زبر ہوگی اور اب فواہا اس سے منقطع ہوگا اس کا معنی افسوس اور تحسر ہے یعنی اس شخص پر افسوس جسے فتنہ سے ایک طرف نہ کیا گیا اور فتنہ میں مبتلا ہوا اور اس نے صبر کا مظاہرہ نہ کیا، یا یہ بطور تعجب ہے کہ اس میں صبر کرنا کتنا ہی اعلیٰ ہے۔ بعض لوگوں نے لِمَن کو لام کی زیر کے ساتھ پڑھا اب اس کا تعلق واہاً کے ساتھ ہوگا جس کا معنی تعجب ہے۔

۵۱۷۱/۲۸ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ السَّیْفُ فِیْ اُمَّتِیْ لَمْ یُرْفَعْ عَنْهَا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَآئِلُ مِنْ اُمَّتِیْ بِالْمُشْرِكِیْنَ وَحَتّٰى تَعْبُدَ قَبَآئِلُ مِنْ

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت میں ایک دفعہ تلوار چل گئی[۱] تو قیامت تک رکھی نہیں جائے گی یہاں تک کہ میری امت کا ایک قبیلہ مشرکین سے جا ملے گا اور یہاں تک کہ میری امت کا ایک قبیلہ بتوں کو

أُمَّتِي الْأَوْثَانَ وَأَنَّهُ سَيَكُوْنُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيُّ اللّٰهِ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

پوجنے لگے اور میری امت میں تیس بہت ہی جھوٹے ہوں گے اور ہر ایک دعوٰی کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے حالانکہ میں سب انبیاء سے آخری[2] نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ غلبہ[3] کے ساتھ حق پر رہے گا ان کے مخالف انھیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے حتیٰ کہ امر[4] اللہ کا آجائے۔

(ابوداؤد، ترمذی)

[1] اور قتل وغارت شروع ہوگئی۔

[2] خاتم، تاء پر زبر یا زیر قرآن مجید میں بھی اس لفظ کی دو قرأتیں ہیں اور دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ اگر خاتم کا معنی مُہر ہو جو خط کے آخر میں لگائی جاتی ہے تو اب مقصود بطریق تشبیہ حاصل ہوگا۔

[3] دشمنان دین پر، یہ بھی ممکن ہے علی الحق کا تعلق ظاہرین سے ہو۔

[4] قیامت یا غلبہ دین مراد ہے تاکہ زمین پر کفر کا اثر باقی نہ رہے۔

٥١٧٢/٢٩ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَدُوْرُ رَحَى الْإِسْلَامِ لِخَمْسٍ وَّثَلٰثِيْنَ أَوْ سِتٍّ وَّثَلٰثِيْنَ أَوْ سَبْعٍ وَّثَلٰثِيْنَ فَإِنْ يَّهْلِكُوْا فَسَبِيْلُ مَنْ هَلَكَ وَإِنْ يَّقُمْ لَهُمْ دِيْنُهُمْ يَقُمْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ عَامًا قُلْتُ أَمِمَّا بَقِيَ أَوْ مِمَّا مَضٰى قَالَ مِمَّا مَضٰى۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی چکی پینتیس ٣٥ اور چھتیس ٣٦ اور سینتیس ٣٧ سال[2] چلتی رہے گی اور اگر ہلاک ہوگئے تو یہ ہلاک ہونے[3] والے کا راستہ ہے اور اگر یہ قائم رہے تو ان کا دین ستر[4] سال ان کے لیے قائم رہے گا میں نے عرض کیا کہ باقی سے یا گذرے ہوئے سالوں[5] سے، فرمایا کہ گذرے[6] ہوئے سے[7]۔

(ابوداؤد)

[1] مراد مستقر اور منتظم ہے یا احکام سنت کا جاری ہونا اور فتنوں سے امن وسلامتی مراد ہے۔

[2] اسلام کے کامل انتظام کے یہی سال ہیں اس کی ابتداء ہجرت سے ہوئی کیونکہ وہ حکومت اسلام اور فتوحات کا ذریعہ بنی اور تحقیق یہ ہے کہ سب سے پہلا فتنہ اسلام میں ٣٥ھ ہجری کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہے۔ واقعہ جمل ٣٦ھ ہجری اور جنگ صفین ٣٧ھ ہجری میں ہوئی۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ گفتگو آپ نے اس وقت فرمائی جب عمر مبارک چند سال باقی تھی کہ ان کا تیس سال پر اضافہ کیا جو کہ مدت خلافت ہے تو یوں ملانے سے یہ مدت پوری ہوجاتی ہے جس کی آپ نے خبر دی۔ اگر اسلام کے استقرار وانتظام میں عدم اجراء بدعات واختلافات کا اعتبار کیا جاتے تو یہ توجیہ اولیٰ ہے اور اگر اعتبار عدم وجود فتنہ ومحاربہ کا لیا جائے تو پہلی وجہ اولیٰ ہے یہ بھی احتمال ہے کہ اس مدت کی ابتداء ظہور وحی سے ہو

تو زمانہ خلافتِ فاروقی پر یہ مدت پوری ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ امن، ایمان، سنت، جماعت اور محبّت قلوب کا انتظام جو شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور میں تھا وہ بہت ہی اعلیٰ اور سلامت تھا اور خلافتِ عثمان کے ایک یا دو سال بعد ایسی چیزیں پیدا ہوگئیں جو دلوں میں وحشت اور اجراءِ فتنہ کا سبب بنیں۔

ے٣ امرِ دین کے انتظام کے بعد اگر کوئی ہلاک ہوتا ہے اور اصلاحین کرتا ہے تو وہ انھیں لوگوں کی طرح ہوگا جس طرح قرونِ سابقہ اور امم سابقہ کا معاملہ ہے۔

ے٤ اگر ان کے دینی تمام معاملات امراء و والیوں کی اطاعت اور اقامت شرائع و احکام حکومت اسلام کی شان و سطوت ہوئی تو یہ ستر سال تک قائم رہے گی۔ ممکن ہے اس مدت میں یہ امور دینیہ بعد سالوں کے اتم اور زیادہ منظم ہوں کیونکہ آپ کی ذات اقدس سب سے بڑھ کر دانا ہے۔

ے٥ وہ مدت ٣٥، ٣٦ یا ٣٧ سال کے بعد شروع ہوگی یا جو گذرے ہوئے اوقات میں وہ مراد ہیں یعنی زمانہ ظہورِ وحی یا ہجرت آیا وہ بھی اس میں شامل ہیں۔

ے٦ اس کی ابتداء گذرے ہوئے سالوں سے ہے نہ کہ بعد کے سالوں سے

ے٧ میں نے اس حدیث کی شرح میں جو گفتگو کی ہے وہ فانی اور مختار اور موافق الفاظ حدیث ہے، شارحین نے یہاں سب سے کلام کیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

٥١٧٣/٣٠ عَنْ اَبِیْ وَاقِدِ اللَّیْثِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجَ اِلٰی غَزْوَۃِ حُنَیْنٍ مَرَّ بِشَجَرَۃٍ لِّلْمُشْرِکِیْنَ کَانُوْا یُعَلِّقُوْنَ عَلَیْھَا اَسْلِحَتَھُمْ یُقَالُ لَھَا ذَاتُ اَنْوَاطٍ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اجْعَلْ لَّنَا ذَاتَ اَنْوَاطٍ کَمَا لَھُمْ ذَاتُ اَنْوَاطٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰہِ ھٰذَا کَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰی اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتَرْکَبُنَّ سُنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

تیسری فصل

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین کی طرف تشریف لے گئے تو مشرکین کے ایک ایسے درخت کے پاس سے گذرے جس پر وہ اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے اسے ذات انواط کہا جاتا، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے لیے بھی ایسا ہی ذات انواط بنائیے جس طرح ان کے لیے ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، سبحان اللہ، یہ تو ایسا ہی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا کہ ہمارے لیے کوئی معبود مقرر کر دو جیسے ان کے معبود ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ اپنے سے پہلے والوں کی راہ پر چلو گے۔ (ترمذی)

[۱] یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور انھی کے پاس بنولیث کا جھنڈا تھا، بعض نے فرمایا: پہلا قول صحیح تر ہے باقی غزوۂ حنین فتح مکہ کے بعد واقع ہوا ۔

[۲] مثلاً تیر کمان، تلوار، نیزہ وغیرہ

[۳] انواط، نوط کی جمع بمعنی لٹکانا چونکہ اس کے ساتھ اسلحہ لٹکاتے تھے اس لیے اس کا نام یہ پڑ گیا

[۴] ان مسلمانوں نے کہا جو مؤلفۃ قلوب میں سے تھے یا ان کے علاوہ

[۵] بطور تعجب وانکار

[۶] بنی اسرائیل وغیرہ

[۷] یہ ان کے احوال کی حکایت ہے کہ ایسے عمل کرتے اور حد سے تجاوز کرتے کہ وہ ان کی گمراہی کا سبب بن جاتا جیسا کہ بنی اسرائیل کا معاملہ تھا، دوسری احادیث میں اس معنی پر تصریح ہے ۔

۵۱۷۴ وَعَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْأُوْلٰى يَعْنِيْ مَقْتَلَ عُثْمَانَ فَلَمْ يَبْقَ مِنْ أَصْحَابِ بَدْرٍ أَحَدٌ ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ يَعْنِي الْحَرَّةَ فَلَمْ يَبْقَ مِنْ أَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَّةِ أَحَدٌ ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْفَعْ وَبِالنَّاسِ طَبَاخٌ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سعید بن مسیب[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلا[۲] فتنہ (یعنی قتل عثمان[۳]) برپا واقع ہوا تو بدر[۴] والے صحابہ میں سے کوئی نہ بچا، پھر دوسرا فتنہ[۵] (واقعہ حرہ) ہوا تو حدیبیہ[۶] والوں میں سے کوئی نہ بچا، پھر تیسرا فتنہ واقع ہوا جو نہ اٹھا اس حال میں کہ لوگوں میں قوت باقی رہی[۷] ہو ۔ (بخاری)

[۱] یہ اکابر اور متقدمین تابعین میں سے ہیں انھوں نے خلفاء راشدین کا دور پایا ۔

[۲] اس سے پہلے مسلمانوں میں فتنہ پیدا نہ ہوا تھا ۔

[۳] حضرت ابن مسیب نے فتنہ اُولیٰ سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت لی ہے ۔

[۴] اس سے مراد یہ نہیں کہ شہادتِ عثمان کے وقت تمام اصحاب شہید ہو گئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ سے لے کر واقعہ حرہ تک تمام اصحابِ بدر کا وصال ہو گیا سب سے آخری بدری صحابی جن کا واقعہ حرہ سے چند سال قبل وصال ہوا وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ۔

[۵] یہ ترسیٹھ ہجری کا واقعہ ہے ۔

[۶] اسے بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے باقی یہاں بھی وہی مراد ہے جو اوپر گذرا ۔

[۷] طُباخ بروزنِ سحاب طا پر ضمہ بھی آیا ہے اس کا معنی قوت اور فربہ ہونا ہے ۔ القاموس مشارق الانوار میں ہے کہ طباخ سے مراد عقل ہے بعض کے نزدیک مراد حسنِ دین ومذہب ہے یہاں خیر وصلاح اور قوت کا بقیہ ہے یعنی اس فتنہ میں کوئی صحابی باقی نہ رہا ۔ حواشی میں ہے یہاں فتنہ ثالثہ سے مراد ابن حمزہ خارجی کا خروج ہے جو مروان بن محمد بن مروان بن حکم کے دور میں ہوا بعض نے اس سے مراد فتنہ الازارقہ مراد لی ہے پہلا قول بہتر ہے کیونکہ یہ تیسرا فتنہ بھی

پہلے اور دوسرے کی طرح مدینہ کے ساتھ مخصوص ہے حالانکہ فتنہ ازارقہ مدینہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ مجمع البحار میں امام کرمانی سے منقول ہے کہ فتنہ ثالثہ سے مراد حضرت عبد اللہ بن زبیر اور حجاج کی لڑائی ہے اس میں خانہ کعبہ گرا اور سن چوہتر ہجری میں عبد الملک بن مروان کے دور میں ہوا لیکن اس صورت میں یہ کہنا کہ کوئی صحابی باقی نہ رہا، درست نہ رہے گا کیونکہ اس دور میں تو متعدد صحابۂ کرام موجود تھے۔

٣٣٨ - بَابُ الْمَلَاحِمِ

لڑائیوں کا بیان

ملاحم، ملحمہ کی جمع بمعنی معرکہ اور قتال کی جگہ، لحم سے مشتق ہے۔ جنگ میں مقتول لوگوں کا گوشت بکھرتا ہے، یا یہ لحمہ ثوب بالضم سے مشتق ہے بمعنی کپڑے کے تار، تانا بانا، چونکہ لوگ حالت جنگ میں دشمن کے ساتھ گتھم گتھا ہوتے ہیں جیسے کپڑے کے تار، لیکن پہلا معنی انسب واقرب ہے۔ ملحمہ کا معنی حرب اور واقعۂ عظیم بھی آیا ہے۔ صراح میں ہے کہ ملحمہ کا معنی بڑا فتنہ اور بڑی جنگ کے ہیں۔ اس باب میں ان جنگوں کا ذکر ہوگا جو مخصوص لوگوں کے درمیان مخصوص اوقات اور مخصوص مقامات پر ہوئیں، یہی وجہ ہے کہ اسے باب الفتن سے الگ ذکر کیا کیونکہ وہاں اجمالی جنگوں کا بیان تھا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

٥١٧٥ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيْمَتَانِ تَكُوْنُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ وَحَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبٌ مِّنْ ثَلٰثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَحَتّٰى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَيَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَيَظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ وَحَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ حَتّٰى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَّقْبَلُ صَدَقَتَهٗ وَ

پہلی فصل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت برپا نہ ہوگی حتیٰ کہ دو بڑی جماعتوں کے درمیان جنگ ہو، ان کے درمیان بڑی ہی خونریزی ہوگی۔ ان دونوں کا دعویٰ ایک ہو اور یہاں تک کہ قریبًا تیس دجال جھوٹے اٹھیں گے وہ سب دعویٰ کریں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور یہاں تک کہ علم سمیٹ لیا جاوے گا اور زلزلے بہت ہو جائیں گے اور زمانہ سکڑ جائے گا فتنے ظاہر ہوں گے ہرج یعنی قتل زیادہ ہو جائے اور یہاں تک کہ تم میں مال زیادہ

وَحَتّٰى يَعْرِضَهُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْ يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ لَا اَرَبَ لِيْ بِهٖ وَحَتّٰى يَتَطَاوَلَ النَّاسُ فِي الْبُنْيَانِ وَحَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ يَا لَيْتَنِيْ مَكَانَهٗ وَحَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَاِذَا طَلَعَتْ وَرَاٰهَا النَّاسُ اَجْمَعُوْنَ فَذٰلِكَ حِيْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا فَلَا يَتَبَايَعَانِهٖ وَلَا يَطْوِيَانِهٖ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدِ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهٖ فَلَا يَطْعَمُهٗ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يَلِيْطُ حَوْضَهٗ فَلَا يَسْقِيْ فِيْهِ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ اُكْلَتَهٗ اِلٰى فِيْهِ فَلَا يَطْعَمُهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ہو جائے حتیٰ کہ مال والا فکر کرے گا[9] کہ اس کا صدقہ کون قبول کرے گا اور یہاں تک کہ وہ مال پیش کرنے کیلئے جس کو دے وہ کہے کہ مجھے اس کی ضرورت[10] نہیں اور یہاں تک کہ لوگ عالی شان[11] عمارتوں پر فخر کریں گے اور یہاں تک کہ ایک شخص کسی شخص[12] کی قبر پر گذرے تو کہے ہائے! اس جگہ میں ہوتا اور یہاں تک کہ سورج مغرب[13] سے نکلے جب ادھر سے نکلے گا اور لوگ دیکھیں گے تو سارے ہی ایمان لے آئیں[14] گے مگر یہ وقت ہوگا جب کسی کو ان کا ایمان نفع[15] نہ دے جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا جس نے اپنے ایمان میں بھلائی[16] نہ کمائی اور قیامت قائم ہو جائے گی اس حالت میں کہ دو اشخاص نے اپنا کپڑا اپنے درمیان میں پھیلایا[17] ہوا ہوگا تو نہ بیچ سکیں[18] گے اور نہ لپیٹ سکیں گے اور قیامت ہو جائیگی حالانکہ ایک شخص اپنی اونٹنی[19] کا دودھ لے کر چلے گا تو اسے پی نہ سکے گا اور قیامت قائم ہو جاوے گی، حالانکہ کسی کا اپنا حوض ہوگا تو اس میں پانی نہ پلا سکے گا اور قیامت قائم ہوگی، حالانکہ اس نے اپنا لقمہ اپنے منہ تک اٹھایا ہوگا تو کھا نہ سکے گا[20]

[1] دونوں مسلمان ہوں گے اور ان کا دعوٰی دین اسلام ہوگا یا ہر ایک کا دعوٰی ہوگا کہ میں حق پر ہوں دوسرا غلط ہے شارحین نے فرمایا اس سے مراد حضرت علی و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متبعین ہیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہمارے بھائیوں نے ہمارے ساتھ سرکشی ہے، یہ بھی منقول ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے ایک شخص کو قیدی بنا کر لایا گیا تو متبعین علی میں سے ایک نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں سمجھتا تھا کہ شاید یہ مسلمان اور اچھا اسلام رکھتا ہے فرمایا تو کیا کہہ رہا ہے یہ اب بھی مسلمان ہی ہے۔ اس ارشادِ نبوی میں خوارج کے اس قول کا بطلان ہے کہ دونوں گروہ کافر ہو گئے تھے اور روافض کے اس قول کا بھی کہ حضرت علی کے مخالف کافر ہیں۔

[2] حق کو باطل کے ساتھ ملائیں گے ان اشیاء کا اظہار کرینگے جو ان میں نہ ہونگی۔ دجل، غلط ملط ملاوٹ اور تلبیس کے معانی میں آتا ہے۔

[3] پچھلے باب میں تیس کے عدد کا تعین گذرا لیکن تقریبًا تیس فرمایا ممکن ہے پہلے وحی بطور اجمال وابہام ہو

اور دوبارہ ان کا تعین کیا گیا ہو۔

ے۴ علماء کے اٹھ جانے سے علم لوگوں کے درمیان سے اٹھ جائے گا۔

ے۵ زمانہ بہت جلدی گزرے گا، سال مہینے کی طرح، مہینہ ہفتہ کی طرح، ہفتہ دن کی طرح اور دن ایک گھڑی کی طرح ہوگا یا اس سے امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ ہے جو نہایت ہی خوشحال ہوگا اور خوش حال وقت کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وقت جتنا بھی ہو کم محسوس ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس عبادت کے معانی کتاب الرؤیا اور باب الفتن میں گذر چکے ہیں، ان میں سے پہلا معنی دوسری حدیث کے ظاہر سے ثابت ہے لہٰذا اس پر محمول کرنا ظاہر تر ہے۔

ے۶ مسلمانوں کے درمیان جنگیں برپا ہوں گی ۔

ے۷ جو فتنہ و جنگ کا سبب ہوگا۔

ے۸ فیض کا معنی پانی بہانا ہے جیسا کہ وہ کسی وادی میں بہتا ہے۔

ے۹ اس عبارت کے چند مفاہیم ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ لفظِ یُہِمُّ یا پر پیش، ہا پر کسرہ اور رَبَّ پر نصب ہو معنی یہ ہوگا کہ مال اتنا زیادہ ہوگا کہ صاحبِ مال کو پریشانی لاحق ہوگی کہ وہ کسی صاحبِ فقر کو تلاش کرے یعنی وہ ایسے فقیر کو بہت زیادہ تلاش کرے گا مگر محتاجوں کی قلت کی وجہ سے نہیں پائے گا دوسرا یہ کہ یاء پر زبر ہا پر ضمہ یُہِم بمعنی قصد سے مشتق ہو اور لفظ مرفوع، صاحبِ مال صدقہ لینے والے کو قصداً بہت تلاش کرے گا تیسرا یہ کہ یَہُمُّ یاء پر زبر ہا پر پیش اور رَبَّ منصوب ہے یہ اِہم سے مشتق ہے جس کا معنی غم میں ڈالنا ہے۔ صراح میں ہے کہ ہَمّ کا معنی جسم کو بیماری میں ڈالنا قاموس میں ہے اَلہَمّ کا معنی الحزن جیسے کہا جاتا ہے ہَمَّہٗ الامر ہَمًّا کسی کو غم میں ڈالنا یعنی صاحبِ مال کو فقیر کا نہ ملنا غم میں ڈالے گا۔

ے۱۰ اَرَب، الف اور راء دونوں پر زبر، حاجت مند ہونا۔

ے۱۱ صراح میں ہے بنیان، باء پر پیش، اردگرد دیوار بنانا و تطاول تکبر کرنا، گردن لمبی کرنا، کسی وقت نہ رونا

ے۱۲ آخری زمانے میں دین میں فتنہ برپا ہو جانے کی وجہ سے قبر کی خواہش ہوگی تاکہ نجات حاصل ہو اور یہ مطلوب اچھا ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے مگر دنیا کی پریشانیوں کی وجہ سے موت کی تمنا جائز نہیں باوجود اس کے کہ وہ واقع ہو کر رہے گی۔

ے۱۳ اس کی تفصیل "بَابُ الْعَلَامَاتِ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ" میں آئے گی، یہ وہ دن ہوگا جب توبہ کے دروازے بند ہو جائیں گے، اس دن کے بعد توبہ قبول نہ ہوگی جیسا کہ آگے فرمایا۔

ے۱۴ کیونکہ معاملۂ آخرت آشکارا ہو جائے گا

ے۱۵ اس دن ایمان لانا

ے۱۶ اگر پہلے نیکی نہ کی ہو تو

ے۱۷ نہ بچنے کے لیے

[18] اسی حال میں قیامت برپا ہو جائے گی۔

[19] اپنی اونٹنی کا دودھ دوہا ابھی پیا نہیں کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ لِقحۃ لام کے نیچے زیر، وہ دودھ دینے والی اونٹنی جس پر ولادت کے بعد تین ماہ گذر چکے ہوں اس کے بعد کی عمر میں لبون کہتے ہیں۔

[20] یعنی آدمی جس کام میں ہوں گے وہاں یکایک قیامت برپا ہو جائے گی باقی یہاں قیامت سے مراد نفخۂ اُولیٰ ہے جس سے تمام لوگ مر جائیں گے لیکن اس سے پہلے علاماتِ قیامت دیکھ چکے ہوں گے۔

۵۱۷۶ / ۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ وَحَتّٰى تُقَاتِلُوا التُّرْكَ صِغَارَ الْاَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم ایسے لوگوں سے جنگ نہ کرو جن کے جوتے[1] بالوں کے ہوں گے اور یہاں تک کہ ترکوں[2] سے لڑو جو چھوٹی آنکھوں، سُرخ چہروں اور پچکی ہوئی[3] ناکوں والے ہوں گے ان کے چہرے کٹی ہوئی[4] ڈھالوں جیسے ہوں گے[5]

(بخاری و مسلم)

[1] بعض نے کہا کہ اس سے مراد ان کے بالوں کی لمبائی ہے کہ وہ پاؤں تک پہنچ رہے ہوں گے لیکن یہ بھی بعید ہے خواہ سر کے بال ہوں یا پنڈلیوں کے۔

[2] یہ یافث بن نوح کی اولاد ہیں ان کے جدامجد کا نام ترک تھا۔

[3] ذُلف، ذال پر پیش لام ساکن جمع اذلف جیسے حُمر حا پر ضمہ و میم ساکن احمر کی جمع ہے۔

[4] اَلْمَجَانّ، میم پر زبر، نون مشدّد، مِجَن میم کے نیچے زیر جیم پر زبر کی جمع ہے۔ ان کے چہرے ڈھال کی طرح ہوں گے۔

[5] مُطرقہ، میم پر پیش طا ساکن، را مخفف از اطراق یا طاء پر زبر را مشدّد از تطریق۔

۵۱۷۷ / ۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا خُوْزًا وَّكِرْمَانَ مِنَ الْاَعَاجِمِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ فُطْسَ الْاُنُوْفِ صِغَارَ الْاَعْيُنِ وُجُوْهُهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ تَغْلِبَ عِرَاضَ الْوُجُوْهِ

اور انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم خوز[1] اور کرمان والے عجمیوں سے جنگ نہ کرو ان کے چہرے سرخ، ناکیں چپٹی، آنکھیں چھوٹی، چہرے کٹی ہوئی ڈھالوں جیسے اور ان کے جوتے بالوں کے ہوں گے (بخاری اور اسی کی ایک روایت میں عمرو بن تغلب[2] سے چوڑے چہرے والے ہے)

[1] خوز، خاء مضموم، آخر میں زاء، علاقہ خوزستان کے لوگوں کے گروہ کا نام ہے کرمان، کاف مکسور مشہور شہر کا نام

جو فارس اور سجستان کے درمیان واقع ہے، محدثین نے اسے کاف کی زیر کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔ قاموس میں ہے کرمان کاف پر زبر ہے اور کاف کے نیچے زیر بھی آیا ہے یا کسرہ پڑھنا غلطی ہے۔ شارح بخاری امام کرمانی نے فرمایا میرے شہر کا نام بکسر کاف ہے نہ کہ بفتحہ کاف۔ یہ بھی تسلیم ہے کہ فتحہ پڑھنا بھی تعریف ہے اور محدثین کی روایت بالفتحہ اسی پر مبنی ہے۔

؎۲ تغلب، تا اور غین یہ صحابی ہیں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور ان سے امام حسن بصری اور حکم بن الاعرج نے روایت لی ہے تو بخاری کی دوسری روایت میں جو عمرو بن تغلب سے مروی ہے حمر الوجوہ کی جگہ عراض الوجوہ (چوڑے چہرے والے) ہے۔

۵۱۷۸/۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُقَاتِلَ الْمُسْلِمُوْنَ الْیَهُوْدَ فَیَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ حَتّٰی یَخْتَبِئَ الْیَهُوْدِیُّ مِنْ وَّرَآءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَیَقُوْلُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ یَا مُسْلِمُ یَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا یَهُوْدِیٌّ خَلْفِیْ فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ اِلَّا الْغَرْقَدَ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرِ الْیَهُوْدِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی۔ حتیٰ کہ جنگ کریںگے مسلمان یہودیوں سے اور یہودی کو مسلمان قتل کریں گے۔ حتیٰ کہ یہودی پتھر اور درخت کے پیچھے چھپے گا، تو پتھر اور درخت کہے گا کہ اے مسلم! اے اللہ کے بندے یہ یہودی میرے پیچھے ہے آ اسے قتل کر، سوا غرقد؎۱ کے کہ وہ یہود کے درختوں؎۲ میں سے ہے (مسلم)

؎۱ غرقد، غین پر زبر، را ساکن، قاف پر زبر، یہ ایک خاردار درخت کا نام ہے، جو مدینہ کے قبرستان میں اکثر تھا اس لیے اس کا نام بقیع الغرقد پڑھا کیونکہ وہاں یہ درخت کثرت کے ساتھ تھا۔

؎۲ یہود کو ان کے ساتھ نسبت ہے اور اس کی حقیقت کو اللہ اور رسول کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۵۱۷۹/۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَخْرُجَ رَجُلٌ مِّنْ قَحْطَانَ یَسُوْقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ قحطان؎۱ سے ایک آدمی نکلے گا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا؎۲ (بخاری و مسلم)

؎۱ قحطان، قاف پر زبر، حا ساکن، ابوالیمن کا نام ہے۔

؎۲ اس سے مراد لوگوں کی اطاعت اور امراء کی سلطنت کو تسلیم کرنا ہے اور امراء کی سختی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں حقیقۃً عصا سے ہانکنا ہو۔

۵۱۸۰/۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْهَبُ الْاَیَّامُ وَاللَّیَالِیْ

اور انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رات و دن ختم نہ ہوں گے حتیٰ کہ ایک

حَتّٰى يَمْلِكَ رَجُلٌ يُّقَالُ لَهُ الْجَهْجَاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ حَتّٰى يَمْلِكَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَوَالِيْ يُقَالُ لَهُ الْجَهْجَاءُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ایک شخص بادشاہ بنے گا جسے جہجاہ[1] کہا جائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ موالی[2] میں سے ایک آدمی بادشاہ بن جائے گا جسے جہجاء[3] کہا جائے گا (مسلم)

[1] جہجاہ، دونوں جیموں پر فتحہ، پہلی ہا ساکن

[2] موالی سے عجمی ہونا مراد ہے کیونکہ وہ اکثر عربوں کے غلام تھے۔

[3] جہجاء، آخر ہا محذوف، اور یہ ہمزہ کے ساتھ مروی ہے۔

۵۱۸۱ ۷ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَنْزَ آلِ كِسْرٰى الَّذِيْ فِي الْاَبْيَضِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر بن سمرہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا مسلمانوں کی ایک جماعت کسریٰ کا خزانہ کھولے گی جو کہ مقام ابیض[2] میں ہے۔

[1] یہ مشہور صحابی ہیں ان کے حالات متعدد جگہ پر آئے ہیں، کسریٰ، فارس کے سربراہ، کسریٰ خسرو سے بنا ہے کاف پر زبر یا زیر فارس کے بادشاہ کو کسریٰ کہتے ہیں جیسے روم کے سربراہ کو قیصر، چین کے سربراہ کو خاقان، مصری کو فرعون یمنی کو قیل قاف پر زبر اور حبشہ کے سربراہ کو نجاشی کہا جاتا تھا۔

[2] یہ مدائن میں قلعہ کا نام ہے اسے عجمی سفید کوشک کہتے ہیں۔ اب اس کی جگہ مدائن کی مسجد ہے۔ یہ خزانہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں نکالا گیا اور یوں یہ آپ کی اس مبارک خبر کی تصدیق ہوئی۔ قاموس میں ہے کہ ابیض ایک محل کا نام ہے یہ عجائبات میں سے تھا اسے خلیفہ مکتفی باللہ نے برباد کیا اور پھر محل بنایا تو اس کے کنگرے اس کی بنیاد میں ڈالے۔ لوگوں نے اسی انقلاب پر تعجب کیا۔ اس شہر کا نام یمامہ ہے اور یہ یمن میں ایک قلعہ ہے

۵۱۸۲ ۸ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا يَكُوْنُ كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَقَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُوْنُ قَيْصَرُ بَعْدَهٗ وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَسَمَّى الْحَرْبَ خُدْعَةً۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسریٰ[1] ہلاک ہوگیا تو اس کے بعد کسریٰ نہ ہوگا۔ قیصر ہلاک ہوگا تو پھر اس کے بعد قیصر نہ ہوگا ان کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے جائیں گے اور آپ نے جنگ کو دھوکہ[2] کا نام دیا۔ (بخاری ومسلم)

[1] یہ ان دنوں میں آپ کا زمانہ ہوا جب خسرو نے آپ کا خط مبارک پھاڑ دیا تھا

[2] اس کے ذریعے آپ نے جنگ کی اطلاع دی اور بتایا کہ دشمنوں کے ساتھ جنگ میں فریب وحیلہ اختیار کیا جاسکتا ہے کیونکہ فتح وکامیابی میں اس کا نہایت ہی دخل ہوتا ہے۔ مثلاً کسی نہ کسی طریقہ سے اپنے لشکر کو دشمن کی نگاہ میں زیادہ دکھانا یا دوران لڑائی اس جگہ کا انتخاب کرنا کہ دشمن محسوس کرے یہ جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے جب وہ غافل ہوجائیں

تو اچانک ان پر حملہ کر دیا جائے۔ باقی یاد رہے کہ جھوٹ بولنا، بدعہدی کرنا یا دھوکہ دینا جائز نہیں۔ خُدْعَۃٌ، خا پر ضمہ یا فتحہ دال ساکن، خاء پر ضمہ اور دال پر فتحہ بھی ہے۔ خاء پر فتحہ اور دال ساکن سب سے فصیح ہے۔ قاموس میں ہے کہ خاء پر تینوں حرکات آتی ہیں اور خاء اور دال دونوں پر فتحہ بروزن طلبہ بھی مروی ہے اور اس سے مراد اہلِ حرب ہیں اور خدع کا اصلاً معنی ظاہر کرنا اور دل میں اس کے برعکس رکھنا ہے۔

۵۱۸۳/۹ وَعَنْ نَافِعِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَغْزُوْنَ جَزِيْرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الرُّوْمَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللّٰهُ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت نافع[1] بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ جزیرۂ عرب[2] میں جہاد کرو گے تو اللہ فتح عطا فرمائے گا پھر فارس پر تو اللہ فتح دے گا پھر تم روم پر حملہ کرو گے تو اللہ فتح دے گا پھر تم دجال سے جہاد کرو گے تو اللہ فتح دے گا[3] (مسلم)

[1] نافع بن عتبہ بن ابی وقاص زہری، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے برادر زاد صحابی ہیں۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معافی کا اعلان کیا تھا۔ اہلِ کوفہ میں سے شمار ہوتے ہیں۔

[2] میدان کے احاطہ کی وجہ سے اسے جزیرہ کہا جاتا ہے یا اس کے ہر طرف اور طول عرض میں ہے جزیرۃ العرب کی شرح میں میں نے وہ تمام اختلافات کو نقل کر دیا ہے جو ہیں۔

[3] اس کے ہاتھ میں جو ملک و علاقہ ہوگا وہ تمہیں مل جائے گا اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔

۵۱۸۴/۱۰ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِّنْ اَدَمٍ فَقَالَ اُعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَوْتِيْ ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ مُوْتَانٌ يَّاْخُذُ فِيْكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتّٰى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَا يَبْقٰى بَيْتٌ مِّنَ الْعَرَبِ اِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْاَصْفَرِ فَيَغْدِرُوْنَ فَيَاْتُوْنَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِيْنَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ اَلْفًا ۔

حضرت عوف[1] بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں غزوۂ تبوک[2] کے موقع پر رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ چمڑے کے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ فرمایا قیامت سے پہلے چھ چیزیں شمار[3] کر لو۔ میرا وصال[4] پھر بیت المقدس[5] کی فتح، پھر عام موت[6] جو تم میں بکریوں کی وبا کی طرح پھیلے[7] گی پھر مال کا بہہ جانا حتیٰ کہ ایک شخص کو سو دینار دے جائیں گے پھر بھی وہ ناراض رہے[8]۔ پھر وہ فتنہ کہ عرب کا کوئی گھر نہ رہے اس میں داخل ہو[9] جائے گا، پھر وہ صلح جو تمہارے اور رومیوں[10] کے درمیان ہو گی پھر وہ عہد شکنی کریں گے تو تمہارے مقابل اسی جھنڈوں[11] تلے آئیں گے۔ ہر جھنڈے تلے

(رواہ البخاری)

بارہ ہزار ہوں گے[12]۔ (بخاری)

[1] یہ اشجعی صحابی ہیں یہ اوّلاً غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے، فتح مکہ کے دن بنو اشجعہ کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا ملک شام میں سکونت پذیر رہے، تہتر ہجری میں ان کا وصال ہوا، ان سے صحابہ اور تابعین نے روایت کیا ہے۔

[2] یہ ملک شام کی سرزمین پر جگہ کا نام ہے۔

[3] ان چھ چیزوں کو علاماتِ قیامت میں سے جان لو

[4] کیونکہ جب تک میں تم میں موجود ہوں قیامت نہیں آسکتی۔

[5] جب تک بیت المقدس فتح نہیں کر لو گے قیامت نہیں آئے گی۔

[6] موتان، میم پر پیش، واؤ ساکن بمعنی وباء

[7] قعاص، قاف پر پیش، عین اور آخر میں صاد، وہ بیماری جو جانوروں میں پیدا ہو اور ان کی موت واقع ہو۔ اس وباء سے مراد وہ ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں پیدا ہوئی جس کی وجہ سے تین دن میں ستر ہزار افراد فوت ہو گئے۔ اس وقت مسلمان فوج کی چھاؤنی عمواس (عین پر زبر جگہ کا نام ہے) پر تھی جو بیت المقدس کے قریب ہے یہی وجہ ہے کہ اس وباء کو طاعون عمواس کہا جاتا ہے یہ پہلا طاعون تھا جو اسلام میں واقع ہوا۔

[8] اس سونے کے سو دینار کو قلیل وحقیر سمجھے گا۔

[9] شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہے یا وہ جنس فتنہ مراد ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ظاہر ہوا۔

[10] بنو الاصفر۔ فاء کے ساتھ یہ روم کا دوسرا نام ہے کیونکہ ان کا پہلا باپ روم بن عیصو بن اسحاق ہے جس کا رنگ زرد اور سفیدی مائل تھا۔

بعض نے کہا کہ اس روم بن عیصو نے شاہِ حبشہ کی بیٹی سے شادی کی، تو پھر ان کے درمیان سیاہ وسفید اولاد ہوئی۔ بعض کی یہ رائے ہے کہ ان کے بڑے باپ کا نام اصفر بن روم بن عیصو ہے

[11] صراح میں ہے غایۃ غین کے ساتھ، وہ جھنڈا جسے رایۃ کہا جاتا ہے، فارسی زبان میں اسے دوفش کہتے ہیں جو جنگ میں سرداروں کے ساتھ ہوتا ہے، بعض روایات میں یہ لفظ غابہ با کے ساتھ ہے بمعنی جنگل، اس لشکر کو جنگل کے ساتھ تشبیہ اس کی کثرت اور اس کے اسلحہ کی وجہ سے ہے۔

[12] مقصود ان کی کثرت کا بیان ہے۔

۵۱۸۵
۱۱
وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَنْزِلَ الرُّوْمُ بِالْاَعْمَاقِ اَوْ بِدَابِقَ فَیَخْرُجُ اِلَیْهِمْ جَیْشٌ مِّنَ الْمَدِیْنَةِ مِنْ خِیَارِ اَهْلِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ رومی تمہارے مقابلے کے لیے اعماق[1] یا دابق[2] کے مقام پر نہ اتریں گے ان کی طرف

الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ فَإِذَا تَصَافُّوْا قَالَتِ الرُّوْمُ خَلُّوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الَّذِيْنَ سَبَوْا مِنَّا نُقَاتِلْهُمْ فَيَقُوْلُ الْمُسْلِمُوْنَ لَا وَاللّٰهِ لَا نُخَلِّيْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا فَيُقَاتِلُوْنَهُمْ فَيَنْهَزِمُ ثُلُثٌ لَا يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ أَبَدًا وَّيُقْتَلُ ثُلُثُهُمْ أَفْضَلُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللّٰهِ وَيَفْتَتِحُ الثُّلُثُ لَا يُفْتَنُوْنَ أَبَدًا فَيَفْتَتِحُوْنَ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ فَبَيْنَا هُمْ يَقْتَسِمُوْنَ الْغَنَائِمَ قَدْ عَلَّقُوْا سُيُوْفَهُمْ بِالزَّيْتُوْنِ إِذْ صَاحَ فِيْهِمُ الشَّيْطَانُ أَنَّ الْمَسِيْحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِيْ أَهْلِيْكُمْ فَيَخْرُجُوْنَ وَذٰلِكَ بَاطِلٌ فَإِذَا جَاءُوا الشَّامَ خَرَجَ فَبَيْنَمَا هُمْ يُعِدُّوْنَ لِلْقِتَالِ يُسَوُّوْنَ الصُّفُوْفَ إِذْ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَيَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَؤُمُّهُمْ فَإِذَا رَاٰهُ عَدُوُّ اللّٰهِ ذَابَ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ فَلَوْ تَرَكَهٗ لَانْذَابَ حَتّٰى يَهْلِكَ وَلٰكِنْ يَّقْتُلُهُ اللّٰهُ بِيَدِهٖ فَيُرِيْهِمْ دَمَهٗ فِيْ حَرْبَتِهٖ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

مدینہ طیبہ سے لشکر نکلے گا جو ان دنوں اہلِ زمین کے بہترین افراد ہوں گے جب وہ صف بستہ ہوں گے تو رومی کہیں گے کہ ہمارے ان رومیوں کو چھوڑ دو پیچھے جن کو آپ نے قید کیا ہے تا کہ ہم ان[۳] سے لڑیں، مسلمان کہیں گے کہ خدا کی قسم! ہم اپنے بھائیوں کو تمھارے سپرد نہ کریں گے ۔ پس ان سے لڑائی ہوگی تو ایک[۴] تہائی شکست کھا جائیں گے جن کی اللہ تعالیٰ کبھی توبہ قبول نہیں کرے گا ایک تہائی قید کر لیے جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے افضل شہداء ہوں گے اور ایک تہائی فتح پائیں[۵] گے جو کبھی فتنے میں نہیں ڈالے جائیں گے پس وہ قسطنطنیہ[۶] کو فتح کریں گے[۷] ابھی وہ مالِ غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے اور تلواریں انھوں نے زیتون کے درخت سے لٹکائی ہوں گی کہ ان میں شیطان چلائے گا کہ تمھارے بعد دجال تمھارے گھر والوں کے پاس آگیا، وہ نکلیں گے مگر یہ خبر غلط ثابت ہوگی جب وہ شام[۸] میں ہوں گے تو وہ نکل آئے گا وہ جنگ کی تیاری کر کے صف بستہ ہوں گے جب نماز کی اقامت کہی جائے گی تو حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے اور ان کی امامت کریں گے جب اللہ کا دشمن انھیں دیکھے گا تو ایسے پگھلے[۹] گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے، اگر چھوڑ دیے رکھیں تو سارا پگھل جائے یہاں تک کہ اپنا وجود کھو بیٹھے[۱۰] لیکن اللہ تعالیٰ ان کے دست مبارک سے اسے قتل کرائے گا[۱۱] پس وہ اپنے نیزے میں لوگوں کو اس کا خون دکھائیں گے[۱۲] (مسلم)

[۱] اعماق ، ہمزہ پر زبر، اطراف مدینہ میں سے ایک مقام کا نام ہے ۔

[۲] بدابق یہ دوسری جگہ کا نام ہے ۔ باء پر زبر ہے

[۳] یعنی جن مسلمانوں نے ہمارے افراد کو قیدی بنا یا ہے ہم ان سے بدلہ لینا چاہتے ہیں مثلاً مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور ان میں تفریق کرنا تھا ۔

[٤] مسلمانوں میں سے

[٥] بلادِ روم کو وہ تہائی مسلمان فتح کریں گے جو باقی بچیں گے۔

[٦] اس لفظ کو چند طرح پڑھا گیا ہے، مشہور یہ ہے کہ قاف پر پیش، سین ساکن، طا پر پیش، نون ساکن، طاء کے نیچے زیر، یاء ساکن اور اس کے بعد تاء سے پہلے نون مفتوحہ ہے بعض نے یاء مشددہ یا مخففہ کا اضافہ بھی روایت کیا، اس صورت میں آخری نون مکسور ہوگا، یہ بلادِ روم میں افرنجہ کی حدود میں ایک عظیم قلعہ کا نام ہے جو رومیوں کا دارالخلافہ ہے اس کی فتح علاماتِ قیامت میں سے ہے۔ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ اس کی فتح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کے دور میں ہوگئی تھی۔

[٧] شام، ہمزہ اور بغیر ہمزہ دونوں طرح ہے اسے شام کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کعبہ کی بائیں جانب اور یمن کی دائیں جانب ہے۔

[٨] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہیبت وخوف کی وجہ سے

[٩] اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے قتل نہ بھی کریں، تب بھی وہ ہلاک ہوجائے گا۔

[١٠] یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ وحکم اسی طرح ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہونا ہے۔

[١١] حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے خون کا اظہار اپنے نیزے پر کر کے اس کے قتل کا اعلان فرمائیں گے۔

٥١٨٦/١٢ **وَعَنْ** عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُوْمُ حَتّٰى لَا يُقْسَمَ مِيْرَاثٌ وَّلَا يُفْرَحَ بِغَنِيْمَةٍ ثُمَّ قَالَ عَدُوٌّ يَّجْمَعُوْنَ لِاَهْلِ الشَّامِ وَيَجْمَعُ لَهُمْ اَهْلُ الْاِسْلَامِ يَعْنِي الرُّوْمَ فَيَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِّلْمَوْتِ [٤] لَا تَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰى يَحْجُزَ بَيْنَهُمُ اللَّيْلُ فَيَفِيْءُ هٰؤُلَاۤءِ وَهٰؤُلَاۤءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَى الشُّرْطَةُ ثُمَّ يَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُوْنَ لِلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰى يَحْجُزَ بَيْنَهُمُ اللَّيْلُ فَيَفِيْءُ هٰؤُلَاۤءِ وَهٰؤُلَاۤءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَّتَفْنَى الشُّرْطَةُ ثُمَّ يَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِّلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰى يُمْسُوْا فَيَفِيْءُ هٰؤُلَاۤءِ وَهٰؤُلَاۤءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَّتَفْنَى

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ میراث نہ بانٹی جائے اور غنیمت سے خوشی نہ منائی جائے۔ پھر فرمایا[١] کہ قوی دشمن جمع ہوں گے، شام[٢] والوں کے مقابل اور ان کے مقابلہ میں مسلمان جمع[٣] ہوں گے یعنی رومیوں کے مقابل تو مسلمان ایک دستہ منتخب کریں[٥] گے موت[٦] کے لیے نہ لوٹیں گے مگر غالب ہوکر پس سخت جنگ کریں گے حتیٰ کہ ان کے درمیان رات آڑے[٧] ہوجائے گی، تو یہ بھی لوٹ جائیں گے اور وہ بھی کوئی غالب نہ ہوگا اور یہ دستہ فنا ہوجائے گا پھر مسلمان موت کی شرط لگائیں گے کہ بغیر غالب ہوئے نہ لوٹیں گے، تو عظیم جنگ کریں گے حتیٰ کہ ان کے درمیان رات آڑے آجائے گی، تو یہ اور راہ لوٹ جائیں گے، کوئی غالب نہ ہوگا اور دستہ فنا ہوجائے گا مگر پھر مسلمان موت کی شرط لگائیں گے اور بغیر غالب ہوئے نہ لوٹیں گے۔ تو

الشُّرْطَةُ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الرَّابِعِ نَهَدَ إِلَيْهِمْ بَقِيَّةُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَيَجْعَلُ اللّٰهُ الدَّبْرَةَ عَلَيْهِمْ فَيَقْتَتِلُوْنَ مَقْتَلَةً لَمْ يُرَ مِثْلُهَا حَتّٰى إِنَّ الطَّآئِرَ لَيَمُرُّ بِجَنَبَاتِهِمْ فَلَا يُخَلِّفُهُمْ حَتّٰى يَخِرَّ مَيْتًا فَيَتَعَادُّ بَنُو الْأَبِ كَانُوْا مِائَةً فَلَا يَجِدُوْنَهُ بَقِيَ مِنْهُمْ إِلَّا الرَّجُلُ الْوَاحِدُ فَبِأَيِّ غَنِيْمَةٍ يُفْرَحُ أَوْ أَيِّ مِيْرَاثٍ يُقْسَمُ فَبَيْنَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ سَمِعُوْا بِبَأْسٍ هُوَ أَكْبَرُ مِنْ ذٰلِكَ فَجَآءَهُمُ الصَّرِيْخُ إِنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَلَفَهُمْ فِيْ ذَرَارِيِّهِمْ فَيَرْفُضُوْنَ مَا فِيْ أَيْدِيْهِمْ وَيُقْبِلُوْنَ فَيَبْعَثُوْنَ عَشَرَةَ فَوَارِسَ طَلِيْعَةً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ لَأَعْرِفُ أَسْمَآءَهُمْ وَأَسْمَآءَ اٰبَآئِهِمْ وَأَلْوَانَ خُيُوْلِهِمْ هُمْ خَيْرُ فَوَارِسَ أَوْ مِنْ خَيْرِ فَوَارِسَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ[14])

عظیم جنگ کریں گے حتیٰ کہ شام ہو جائے گی تو یہ اور وہ لوٹ جائیں گے، کوئی غالب نہ ہوگا اور شرط فنا ہو گی۔ پھر چوتھا دن آئے گا تو کفار کی طرف بچے کھچے مسلمان اٹھ کھڑے ہوں گے تو اللہ ان[8] مسلمانوں پر شکست ڈال دے گا تو مسلمان اس طرح قتل کریں گے کہ اس جیسا نہ دیکھا گیا ہوگا حتیٰ کہ پرندہ ان کے ارد گرد گزرے گا، تو انھیں پیچھے نہ چھوڑ سکے گا حتیٰ کہ گر کر مر جائے[9] تو ایک دادا کی اولاد جو سو بھی گنی جائے گی، تو ان میں ایک کے سوا[10] کسی کو باقی نہ پائیں گے تو کون سی غنیمت سے خوشی منائی جائے اور کون سی میراث بانٹی جائے، جب وہ اس حالت میں ہوں گے کہ اچانک اس سے بڑی[11] جنگ سنیں گے کہ ان تک ایک چیخ آئے گی کہ دجال ان کے پیچھے ان کے بچوں میں پہنچ گیا تو وہ لوگ چھوڑ دیں[12] گے جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہے اور ادھر متوجہ ہو جائیں گے، تو وہ دس سوار جاسوس بھیجیں[13] گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان کے نام ان کے باپ دادا کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں وہ لوگ اس دن روئے زمین پر بہترین سوار ہوں گے (مسلم)

[1] آپ نے اس دوران فرمایا

[2] کافر اہل شام سے مقاتلہ کے لیے لشکر جمع کریں گے۔

[3] صراح میں ہے، جمع کرنے کا معنی اجتماع کرنا ہے۔

[4] یہ دشمن کی تفسیر ہے کہ یہاں دشمن سے مراد روم ہے

[5] انھیں جنگ کے لیے دشمن کے مقابل بھیجیں گے۔

[6] اگر لوٹیں گے تو غالب لوٹیں گے، ورنہ جان دے دیں گے۔ شُرط، شین پر پیش، واو پر فتحہ۔ یا ساکن وہ پہلا لشکر جو جنگ کرے گا۔ میں ابتداءً مرنے کے لیے تیار رہوں۔ یَتَشَرَّط اس سے باب تفعّل ہے اور اسی سے یشترط باب افتعال بھی مروی ہے۔

[7] مجز، حا جیم اور زاء، باز رکھنا

[8] یعنی لشکرِ اسلام پر۔ دبرہ دال اور راء دونوں پر فتحہ، جنگ میں شکست اٹھانا

[9] زمین پر گندگی کی وجہ سے یا طول مسافت کی وجہ سے، وہ اڑنے سے تھک جائے گا اور گر جائے گا۔

[10] اس قدر لوگ قتل ہوں گے کہ سو سے صرف ایک بچے گا

[11] وہ پہلی جنگ سے سخت ہوگی یا اس ہمزہ کے ساتھ، عذاب اور جنگ میں سختی کے ساتھ

[12] مال و اسباب

[13] تاکہ دشمن کے حال سے مطلع کریں طلیعہ بروزن کریمہ وہ دشمن جسے جاسوسی کے لیے پہلے روانہ کیا جائے اس میں واحد و جمع برابر ہے۔

۵۱۸۷ / ۱۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ سَمِعْتُمْ بِمَدِیْنَةٍ
جَانِبٌ[1] مِّنْهَا فِی الْبَرِّ وَجَانِبٌ مِّنْهَا فِی الْبَحْرِ
قَالُوْا نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ
حَتّٰی یَغْزُوَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِّنْ بَنِیْ اِسْحَاقَ
فَاِذَا جَآءُوْهَا نَزَلُوْا فَلَمْ یُقَاتِلُوْا بِسِلَاحٍ
وَّلَمْ یَرْمُوْا بِسَهْمٍ قَالُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ
اللّٰهُ اَکْبَرُ فَیَسْقُطُ اَحَدُ جَانِبَیْهَا قَالَ ثَوْرُ
بْنُ یَزِیْدَ الرَّاوِیْ[2] لَآ اَعْلَمُهٗ اِلَّا قَالَ الَّذِیْ
فِی الْبَحْرِ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ الثَّانِیَةَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَاللّٰهُ اَکْبَرُ فَیَسْقُطُ جَانِبُهَا الْاٰخَرُ ثُمَّ
یَقُوْلُوْنَ الثَّالِثَةَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ
فَیُفَرَّجُ لَهُمْ فَیَدْخُلُوْنَهَا فَیَغْنَمُوْنَ
فَبَیْنَمَا هُمْ یَقْتَسِمُوْنَ الْمَغَانِمَ اِذْ جَآءَهُمُ
الصَّرِیْخُ فَقَالَ اِنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَرَجَ فَیَتْرُکُوْنَ
کُلَّ شَیْءٍ وَّیَرْجِعُوْنَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے وہ شہر سنا ہے جس کا ایک کنارہ خشکی میں ہے اور اس کا دوسرا کنارہ دریا میں۔ عرض کیا یا رسول اللہ! ہاں! فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ اس پر اولادِ اسحاق کے ستر ہزار غازی غزوہ کریں گے تو جب وہاں پہنچیں گے تو اتریں گے[1] تو نہ تو ہتھیاروں سے جنگ کریں گے نہ کوئی تیر پھینکیں گے، کہیں گے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر تو اس کی فصیل ایک جانب گر جائے گی، ثور بن یزید[2] راوی کہتا ہے کہ میرے علم کے مطابق سمندر کی جانب والی کہا پھر دوسری مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر کہیں گے تو ان کے لیے راستہ نکل آئے گا پس اس میں داخل ہو کر غنیمت حاصل کریں گے، اسی دوران کہ وہ مالِ غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے کہ چیخ کی آواز آئے گی، کہا جائے گا کہ دجال نکل آیا ہے، وہ سب کچھ چھوڑ کر اس کی طرف لوٹیں گے۔ (مسلم)

[1] اس شہر کے نواح میں

[2] اس حدیث کے راوی، ان کی کنیت ابُو خالد ہے حمص سے تعلق رکھتے ہیں، انھوں نے حضرت خالد بن معدان سے روایت کیا ہے اور ان سے یحییٰ بن سعید نے روایت کیا ہے۔ حافظ، ثقہ، صدوق اور صحیح الحدیث ہیں لیکن فرقہ قدریہ سے ہیں، ڈیڑھ سو ہجری میں وصال ہوا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

٥١٨٨/٤ **عَنْ** مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَانُ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ خَرَابُ یَثْرِبَ وَخَرَابُ یَثْرِبَ خُرُوْجُ الْمَلْحَمَةِ وَخُرُوْجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ قُسْطُنْطِیْنِیَّةَ وَفَتْحُ قُسْطُنْطِیْنِیَّةَ خُرُوْجُ الدَّجَّالِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

دوسری فصل

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیت المقدس کی آبادی[1] یثرب کی خرابی میں ہے اور یثرب کی خرابی جنگ عظیم[2] ہے اور جنگ عظیم میں قسطنطنیہ کی فتح ہے اور قسطنطنیہ کی فتح میں دجال کا خروج[3] ہے

(ابوداؤد)

[1] کیونکہ بیت المقدس پر کفار نصاریٰ کا غلبہ ہو جائے گا اور وہ یثرب کی خرابی کا سبب بنے گا۔ یثرب مدینہ طیبہ کا نام ہے۔ اس کا اطلاق ورود نبی سے پہلے کا ہے۔ یثرب یا لفظ ثرب سے مشتق ہے جس کا معنی ہلاک ہے یا اس کافر کا نام ہے جس نے یہ شہر آباد کیا۔ اس پر تفصیلی بحث ہم نے تاریخ مدینہ میں کی ہے۔

[2] اس کی تفصیل پہلے گذری کہ اس جنگ میں سو آدمی سے کوئی ایک بچے گا۔

[3] مراد یہ ہے کہ یہ واقعات اس ترتیب سے وقوع پذیر ہوں گے۔ پہلا ہر دوسرے کی علامت ہے، خواہ ان میں کتنی تاخیر ہو۔

٥١٨٩/٥ **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَلْحَمَةُ الْعُظْمٰی وَفَتْحُ قُسْطُنْطِیْنِیَّةَ وَخُرُوْجُ الدَّجَّالِ فِیْ سَبْعَةِ اَشْهُرٍ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جنگِ عظیم، فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال سات مہینوں میں[1] ہیں۔

(ترمذی، ابوداؤد)

[1] یعنی ان تین واقعات کا ظہور سات ماہ میں ہوگا۔

٥١٩٠/٦ **وَعَنْ** عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَ الْمَلْحَمَةِ وَفَتْحِ الْمَدِیْنَةِ سِتُّ سِنِیْنَ وَیَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِی السَّابِعَةِ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَقَالَ هٰذَا اَصَحُّ

حضرت عبد اللہ بن بسر[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جنگِ عظیم اور فتح مدینہ کے درمیان چھ سال ہیں اور ساتویں سال دجال نکلے گا[2]

(ابوداؤد نے روایت کیا اور کہا یہ اصح ہے)

[1] بُسر با پر پیش، سین ساکن۔ عبد اللہ بن بسر سلمہ مازنی، یہ ان کے والدین اور ان کے بھائی عطیہ، انکی ہمشیرہ صماد تمام صحابی ہیں۔ ان کے حالات کسی دوسرے مقام پر ہم نے تحریر کر دیئے ہیں

[2] اس حدیث اور سابقہ حدیث میں اختلاف ہے لیکن یہ حدیث زیادہ صحیح ہے جیسا کہ امام ابوداؤد نے فرمایا۔

[2] حدیث سابق کی سند میں کلام ہے اس کے راوی بعض مجروح و مطعون ہیں۔

٥١٩١/١٧ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ يُوشِكُ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يُحَاصَرُوا إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى يَكُونَ أَبْعَدَ مَسَالِحِهِمْ سَلَاحُ وَسَلَاحُ قَرِيبٌ مِنْ خَيْبَرَ۔ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ قریب ہے کہ مسلمان مدینہ منورہ کی طرف محصور[1] کر دیے جائیں حتیٰ کہ ان کی آخری سرحد مقامِ سلاح[2] ہو جو خیبر کے قریب ہے۔ (ابوداؤد)

[1] مدینہ طیبہ اور اس کے نواحی میں۔

[2] سلاح، سین پر زبر، حا کے نیچے کسرہ یا رفع، تنوین یا بغیر تنوین کے اور اس کی وجہ شرح میں ذکر کر دی گئی ہے۔

٥١٩٢/١٨ وَعَنْ ذِي مِخْبَرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَتُصَالِحُونَ الرُّومَ صُلْحًا آمِنًا فَتَغْزُونَ أَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِنْ وَرَائِكُمْ فَتُنْصَرُونَ وَتَغْنَمُونَ وَتَسْلَمُونَ ثُمَّ تَرْجِعُونَ حَتَّى تَنْزِلُوا بِمَرْجٍ ذِي تُلُولٍ فَيَرْفَعُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ النَّصْرَانِيَّةِ الصَّلِيبَ فَيَقُولُ غَلَبَ الصَّلِيبُ فَيَغْضَبُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَدُقُّهُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَغْدِرُ الرُّومُ وَتَجْمَعُ لِلْمَلْحَمَةِ وَزَادَ بَعْضُهُمْ فَيَثُورُ الْمُسْلِمُونَ إِلَى أَسْلِحَتِهِمْ فَيَقْتَتِلُونَ فَيُكْرِمُ اللّٰهُ تِلْكَ الْعِصَابَةَ بِالشَّهَادَةِ۔ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

حضرت ذو مخبر[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم روم سے امن و امان[2] والی صلح کر دو گے، تو تم اور وہ اپنے سامنے والے دشمن سے جنگ کرو گے، تو تم کو فتح دی جائے گی اور تم غنیمت حاصل کرو گے اور سلامت رہو گے پھر تم لوٹو گے حتیٰ کہ ٹیلوں والی چراگاہ میں اترو گے، تو عیسائیوں میں ایک شخص[3] صلیب اٹھا کر کہے گا کہ صلیب غالب آگئی، تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی غضب ناک ہو کر اسے توڑ دے گا اس وقت روم عہد شکنی کریں گے اور جنگ کے لیے جمع ہو جائیں گے۔ بعض راویوں نے یہ اضافہ بھی کیا، فرمایا پھر مسلمان اپنے ہتھیاروں کی طرف جوش سے بڑھیں گے، پھر جنگ کریں گے تو اللہ اس جماعت کو شہادت سے عزت دے گا۔ (ابوداؤد)

[1] ذی مخبر میم مکسور، خا ساکن، با پر فتحہ۔ یہ حضور علیہ السلام کے خادم اور نجاشی کے برادر زاد ہیں

[2] دونوں طرف سے عذر اور فتنہ نہ ہوگا۔

[3] یعنی رومیوں میں سے کیونکہ ان کا دین نصرانیت ہوگا۔

٥١٩٣/١٩ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُتْرُكُوا الْحَبَشَةَ مَا تَرَكُوكُمْ فَإِنَّهُ لَا يَسْتَخْرِجُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حبشیوں کو چھوڑے رہو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رہیں

إِلَّا ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ ۔

(رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ)

کیونکہ کعبہ کا خزانہ نہ نکالے گا مگر حبشہ کا ایک چھوٹی[۱] پنڈلیوں والا۔ (ابوداؤد)

[۱] سویقہ، ساق کی تصغیر ہے، حبشی لوگوں کی پنڈلیاں اکثر چھوٹی ہوتی ہیں اور کعبہ کے خزانہ سے مراد وہ مال ہے جو قدیم زمانے میں لوگ بصورت نذر وہاں لاتے۔ شارحین نے بیان کیا کہ زیر کعبہ خزانہ مدفون ہے ایک اور روایت میں ہے کہ کعبہ کو دو چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی قیامت کے قریب گرائے گا اور اس وقت اللہ اللہ کرنے والا کوئی نہ ہوگا بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوگا۔ امام قرطبی فرماتے ہیں یہ اس وقت ہوگا جب قرآن سینوں سے اٹھالیا جائے گا اور مصحف لوگوں کے درمیان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد ہی اٹھایا جائے گا اور یہ قول صحیح تر ہے۔

٥١٩٤/٢٠ وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعُوا الْحَبَشَةَ مَا وَدَعُوْكُمْ وَاتْرُكُوا التُّرْكَ مَا تَرَكُوْكُمْ ۔

(رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

ایک صحابی سے مروی ہے کہ تم حبشیوں کو چھوڑے رہو جب تک وہ تمھیں چھوڑے رہیں اور تم ترکوں کو چھوڑے رہو جب تک وہ تمھیں چھوڑے رہیں[۱]

(ابوداؤد، نسائی)

[۱] اگر سوال یہ ہو کہ قرآن میں قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً کہ مشرکوں کو مکمل طور پر قتل کرو جس میں عام حکم ہے کہ ہر مشرک کے خلاف قتال کرو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حبش اور ترک اس حکم سے خارج اور مخصوص ہیں کیونکہ ان کا علاقہ بلادِ اسلام سے دُور ہے ان کے درمیان متعدد جنگل اور کوہ ہیں تو اگر وہ مسلمانوں پر حملہ آور نہیں ہوتے تو ان پر حملہ نہ کرو اور اگر حملہ کرنے میں پہل کریں تو پھر ان کے خلاف جہاد فرضِ عین ہے یا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس آیت نے اس حدیث کو منسوخ کر دیا ہے حدیث والا حکم ابتدائے اسلام میں تھا جب مسلمانوں میں قوت ہوگئی تو حکم عام ہوگیا۔ کذا قال الطیبی

٥١٩٥/٢١ وَعَنْ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَدِيْثٍ يُقَاتِلُكُمْ قَوْمٌ صِغَارُ الْأَعْيُنِ يَعْنِي التُّرْكَ قَالَ تَسُوْقُوْنَهُمْ ثَلٰثَ مِرَارٍ حَتّٰى تُلْحِقُوْهُمْ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ فَأَمَّا فِي السِّيَاقَةِ الْأُوْلٰى فَيَنْجُوْ مَنْ هَرَبَ مِنْهُمْ وَأَمَّا فِي الثَّانِيَةِ فَيَنْجُوْ بَعْضٌ وَّيَهْلِكُ بَعْضٌ وَّأَمَّا فِي الثَّالِثَةِ فَيُصْطَلَمُوْنَ أَوْ كَمَا قَالَ ۔ (رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے ایک چھوٹی آنکھوں والی قوم یعنی تُرک جنگ کرے گی، فرمایا تم انھیں تین بار ہانکو گے حتیٰ کہ تم انھیں جزیرۂ عرب میں پہنچا دو گے۔ پہلی ہانک میں تو ان میں بھاگ جانے والے نجات پا جائیں گے لیکن دوسری میں بعض نجات پا جائیں گے بعض ہلاک ہوں گے لیکن تیسری دفعہ وہ فنا ہو جائیں گے یا جیسے کہ آپ[۱] نے فرمایا۔ (ابوداؤد)

[۱] یہ الفاظ وہاں لائے جاتے ہیں جہاں حدیث بالمعنیٰ روایت کی گئی ہے اور اس کے الفاظ مخصوصہ معلوم نہ ہوں۔

۵۱۹۶ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی
۲۲
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَنْزِلُ اُنَاسٌ مِّنْ اُمَّتِیْ بِغَائِطٍ یُّسَمُّوْنَہُ الْبَصْرَۃَ عِنْدَ نَہْرٍ یُّقَالُ لَہٗ دِجْلَۃُ یَکُوْنُ عَلَیْہِ جِسْرٌ یَکْثُرُ اَھْلُھَا وَ یَکُوْنُ مِنْ اَمْصَارِ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِذَا کَانَ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ جَآءَ بَنُوْ قَنْطُوْرَآءَ عِرَاضُ الْوُجُوْہِ صِغَارُ الْاَعْیُنِ حَتّٰی یَنْزِلُوْا عَلٰی شَطِّ النَّھْرِ فَیَتَفَرَّقُ اَھْلُھَا ثَلٰثَ فِرَقٍ فِرْقَۃٌ یَّاْخُذُوْنَ فِیْ اَذْنَابِ الْبَقَرِ وَالْبَرِّیَّۃِ وَھَلَکُوْا وَفِرْقَۃٌ یَّاْخُذُوْنَ لِاَنْفُسِھِمْ وَھَلَکُوْا وَ فِرْقَۃٌ یَّجْعَلُوْنَ ذَرَارِیَّھُمْ خَلْفَ ظُھُوْرِھِمْ وَیُقَاتِلُوْنَھُمْ وَھُمُ الشُّھَدَآءُ.

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے لوگ ایک پست[1] زمین میں اتریں گے جسے بصرہ[2] کہیں گے ایک نہر کے کنارے کے پاس جسے دجلہ[3] کہا جاتا ہے، اس پر ایک پل ہوگا اس کے باشندے بہت ہوں گے اور وہ مسلمانوں کے شہروں[4] میں سے ہوگا اور جب آخری زمانہ ہوگا تو قبیلہ بنو قنطور[5] چوڑے منہ والے چھوٹی آنکھوں والے آئیں گے حتیٰ کہ نہر کے کنارے اتریں گے تو وہاں کے باشندے[6] تین حصے ہو جائیں گے، ایک فرقہ تو گایوں[7] کی دم اور جنگل اختیار کرلے گا وہ ہلاک ہو جائے[8] گا، ایک فرقہ اپنے لیے امان لے لے گا اور ہلاک ہوگا ایک فرقہ اپنے[9] بال بچوں کو اپنی پیٹھ کے پیچھے چھوڑے گا اور ان سے جنگ کرے گا یہ لوگ شہداء[10] ہیں[11] (ابو داؤد)

[1] نمناک اور فراخ زمین

[2] بصرہ، باء پر زبر یا زیر، صاد ساکن یا اس پر زبر، صاد پر زیر بھی منقول ہے۔

[3] دجلہ، دال پر زبر یا زیر

[4] امصار کہنے کی حکمت یہ ہے کہ تاکہ اس شہر کی بڑائی بیان ہو کیونکہ مصر بڑے شہر کو کہا جاتا ہے، اس کے بعد مدینہ، بلدہ اور قریہ کے الفاظ ہیں۔

[5] یعنی ترک، قنطورا، قاف پر زبر، طاء پر پیش، الف مقصورہ، یہ ترک قوم کے جدِّ امجد کا نام ہے۔

[6] اہلِ بصرہ کے تین گروہ ہو جائیں گے۔

[7] وہ امصار سے اعراض کر کے کھیتی باڑی میں مشغول ہو جائیں گے، اس عمل کی وجہ سے وہ ہلاک ہوں گے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال، اسباب و متاع کو اپنے بیلوں پر اٹھا کر جنگل کی طرف چلے جائیں گے تاکہ نجات پا جائیں۔ لفظ البریہ اس معنی پر واضح دلالت کر رہا ہے۔

[8] اس طریقہ سے بھی وہ نجات نہ پا سکیں گے کیونکہ ترکوں کا فتنہ اس طرح ہوگا کہ نجات پانا دشوار ہوگا۔

[9] یعنی وہ اپنے بچوں سے علاقہ محبت منقطع کرلیں گے یا وہ انھیں اپنے ہمراہ لے لیں گے۔

[10] کیونکہ انھوں نے راہِ خدا میں جو ہمت دکھائی وہ نہایت اعلیٰ ہے، اس لیے یہ کامل شہید ہوں گے۔

[11] اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ تاتار کے فتنہ کی آگ اور قتل و غارت بلادِ اسلامیہ میں پھیل جائیگی

اور تھوڑی سی مدت میں اس سے عالم جل جائے گا اور اس کی تفصیلی تقریر وتحریر سے زبان قاصر ہے منقول ہے اور تاریخ میں ہے کہ جب سے یہ دنیا قائم ہے ایسا فتنہ واقع نہیں ہوا اور اگر ہوتا تو منقول ہوتا۔ باقی اس میں بصرہ کی تصریح ہے علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بغداد ہے کیونکہ دجلہ اور اس کا پل بغداد میں ہے نہ کہ بصرہ میں اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں بغداد اس حالت میں نہ تھا جیسے اب ہے جبکہ یہ بصرہ کے قریوں اور مضافات میں سے ہونے کی وجہ سے اسی کی طرف منسوب تھا اور آپ نے خود فرمایا کہ وہ مسلمانوں کے شہروں میں بڑا شہر ہوگا اعد وہاں کے باشندے کثیر ہوں گے اور یہ بھی ہے کہ ترک بصرہ میں اس قتال وحرب کی کیفیت سے جو مذکور ہے نہیں آتے اور ارباب تاریخ نے بغداد کے حوالے سے ہی نقل کیا ہے جیسا کہ مشہور ومعروف ہے، لہٰذا البصرہ کا ذکر حدیث میں اس وجہ سے ہے کہ یہ بغداد سے قدیم ہے اور بغداد اسی کی طرف پہلے منسوب تھا۔ اور یہ بھی ہے کہ بغداد کے نزدیک بھی ایک بصرہ تھا جس کی وجہ سے بغداد کے ایک دروازہ کا نام باب البصرہ ہے۔

۵۱۹۷/۲۳ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَنَسُ اِنَّ النَّاسَ يُمَصِّرُوْنَ اَمْصَارًا وَّاِنَّ مِصْرًا مِّنْهَا يُقَالُ لَهُ الْبَصْرَةُ فَاِنْ اَنْتَ مَرَرْتَ بِهَا اَوْ دَخَلْتَهَا فَاِيَّاكَ وَسِبَاخَهَا وَكَلَّاءَهَا وَنَخِيْلَهَا وَسُوْقَهَا وَبَابَ اُمَرَآئِهَا وَعَلَيْكَ بِضَوَاحِيْهَا فَاِنَّهٗ يَكُوْنُ بِهَا خَسْفٌ وَّقَذْفٌ وَّرَجْفٌ وَّقَوْمٌ يَبِيْتُوْنَ وَيُصْبِحُوْنَ قِرَدَةً وَّخَنَازِيْرَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے انس! لوگ شہر آباد کرتے رہیں گے جن میں ایک شہر کو بصرہ کہا جائے گا، اگر تم اس کے پاس سے گزرو یا اس میں داخل ہو تو وہاں سباخ[1] زمین اور کلاّء[2] اور اس کی کھجوروں اس کے بازاروں اور امیروں کے دروازوں سے بچنا، تم اس کے ضواحی[3] کے علاقے کو لازم پکڑنا کیونکہ اس میں صورتوں کا مسخ ہونا، پتھروں کا برسنا اور زلزلوں کا آنا ہوگا، کچھ لوگ رات گزاریں گے لیکن صبح کو بندر اور خنزیر ہوں گے[4] (ابوداؤد نے اسے روایت کیا[5]) مگر راوی کو جزم نہیں[6]۔

[1] سباخ، سین کے نیچے زیر، سبخہ کی جمع، باء ساکن، نمناک اور شور زمین اور بصرہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

[2] کلاّ بروزن کتان جگہ کا نام ہے۔

[3] ضواحی، ضاحیہ کی جمع ہے وہ زمین جو آفتاب میں بڑی واضح اور ظاہر ہو۔ ضاحیہ بصرہ کی جگہ کا نام ہے

[4] اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ صورتوں کا مسخ ہونا اس امت میں بھی ہے، اگر یہ نہ ہوتا تو اس میں خوف دلانے میں کیا فائدہ اور تحقیق کے ساتھ ثابت ہے کہ یہ وعید فرقہ قدریہ کے لیے ہے، اسی وجہ سے اس حدیث کی شرح میں شارحین نے فرمایا کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس شہر میں فرقہ قدریہ کا وجود ہوگا اور اسی فرقہ میں مسخ کا وقوع ہوگا۔

[5] ایک راوی کی طرف سے اشارہ ہے جو اس کی سند میں ہے۔

[6] اس کی وجہ سے ابہام واشتباہ ہے یہ موسیٰ بن انس بن مالک انصاری قاضی بصرہ اور تابعین میں سے ہیں

انھوں نے اپنے والد سے روایت لی اور ان سے مکحول شامی اور حمید طویل نے مشکوٰۃ کا وہ نسخہ جو ماتن کا ہے ۔ یہاں ضد تھا کیونکہ انھوں نے راوی کا نام نہ پایا ۔ دوسرے لوگوں نے یہاں راوی کا نام لکھ دیا جیسا کہ اس کی مثالیں گزری ہیں

١٩٨ /٢٢ وَعَنْ صَالِحِ بْنِ دِرْهَمٍ يَقُوْلُ انْطَلَقْنَا حَاجِّيْنَ فَإِذَا رَجُلٌ فَقَالَ لَنَا إِلٰى جَنْبِكُمْ قَرْيَةٌ يُّقَالُ لَهَا الْاُبُلَّةُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ مَنْ يَّضْمَنُ لِيْ مِنْكُمْ اَنْ يُّصَلِّيَ لِيْ فِيْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَكْعَتَيْنِ اَوْ اَرْبَعًا وَّيَقُوْلُ هٰذِهٖ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ خَلِيْلِيْ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُ مِنْ مَّسْجِدِ الْعَشَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُهَدَآءَ لَا يَقُوْمُ مَعَ شُهَدَآءِ بَدْرٍ غَيْرُهُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَقَالَ هٰذَا الْمَسْجِدُ مِمَّا يَلِي النَّهْرَ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اَبِي الدَّرْدَآءِ اَنَّ فُسْطَاطَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ بَابِ ذِكْرِ الْيَمَنِ وَالشَّامِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

حضرت صالح بن درہم[1] کہا کرتے تھے کہ ہم حج کے ارادے[2] سے نکلے، تو ایک آدمی[3] نے ہم سے کہا تمھارے نزدیک کوئی بستی ہے جیسے ابلہ[4] کہا جاتا ۔ ہم نے کہا ہاں! اس نے کہا کہ تم میں سے کون مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ میرے[5] لیے مسجد عشار[6] میں دو رکعتیں پڑھے یا چار، اور کہے کہ یہ ابو ہریرہ[7] کے لیے ہیں ۔ میں نے اپنے خلیل حضرت ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مسجد عشار سے شہیدوں[8] کو اٹھائے گا جن کے ساتھ شہدائے بدر کے سوا کوئی کھڑا نہ ہوگا ۔

ابوداؤد نے روایت کر کے کہا یہ مسجد دریا کے نزدیک ہے اور ان فسطاط المسلمین والی حدیث[9] ابو درداء، انشاء اللہ تعالیٰ ہم باب ذکر الیمن والشام میں ذکر کریں گے ۔

---

[1] یہ تابعی ہیں

[2] بصرہ سے مکہ کی طرف

[3] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[4] اُبلہ، ہمزہ پر پیش، لام مشدد، بصرہ کے قریب قریہ کا نام ہے ۔ قاموس میں ہے کہ یہ دنیا کے بہشتوں میں سے ہے ۔

[5] ان کا ثواب مجھے بخشے

[6] عشار، عین پر زبر، شین مشدد

[7] اس کا ثواب ابو ہریرہ کے لیے ہے

[8] یہ اس جماعت کی بہت بڑی مدح ہے کہ وہ شہداء بدر کے برابر ہوں گے جب اس مسجد کو یہ فضل و شرف حاصل ہے تو وہاں نماز ادا کرنے کا ثواب بھی عظیم ہوگا، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ مبارک مقامات پر عبادت کرنا، نماز ادا کرنا زیادہ ثواب کا موجب ہے اور بدنی عبادت کا ثواب دوسرے کو دینا بھی جائز ہے، اور اکثر علماء کی یہی رائے ہے رہا معاملہ عبادات مالیہ کا تو وہاں ثواب کا بخشنا بالاتفاق جائز ہے ۔

۹ وہ حدیث ابودرداء جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہو رہی ہے ان فسطاط المسلمین کو ہم انشاء اللہ باب ذکر الیمن والشام میں ذکر کریں گے ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۵۱۹۹/۲۵ **عَنْ** شَقِيْقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ فَقُلْتُ أَنَا أَحْفَظُ كَمَا قَالَ قَالَ هَاتِ إِنَّكَ لَجَرِيْءٌ وَكَيْفَ قَالَ قُلْتُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ أَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَنَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَجَارِهٖ يُكَفِّرُهَا الصِّيَامُ وَالصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَالَ عُمَرُ لَيْسَ هٰذَا أُرِيْدُ إِنَّمَا أُرِيْدُ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ قُلْتُ مَا لَكَ وَلَهَا يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا قَالَ فَيُكْسَرُ الْبَابُ أَوْ يُفْتَحُ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ قَالَ ذٰلِكَ أَحْرٰى أَنْ لَّا يُغْلَقَ أَبَدًا قَالَ فَقُلْنَا لِحُذَيْفَةَ هَلْ كَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ قَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ أَنَّ دُوْنَ غَدٍ لَيْلَةً إِنِّيْ حَدَّثْتُهٗ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيْطِ قَالَ فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَ حُذَيْفَةَ مَنِ الْبَابُ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ فَسَأَلَهٗ فَقَالَ عُمَرُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تیسری فصل

حضرت شقیق حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے پاس تھے ۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فتنہ سے متعلق حدیث کا حافظ کون ہے؟ میں نے عرض کیا میں حافظ ہوں[۱] جیسے حضور نے فرمایا: لاؤ، تم بڑے بہادر[۲] ہو حضور نے کیسے فرمایا: میں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مرد کا فتنہ اس کے گھر میں، اس کے مال میں، اس کی ذات میں اور اس کے پڑوس میں[۳] ہے جیسے روزے، نماز، خیرات، اچھائیوں کا حکم، برائیوں سے روکنا مٹاتے رہتے ہیں تو حضرت عمر نے فرمایا: میری مراد[۴] یہ نہیں میری مراد وہ[۵] فتنہ ہے جو سمندر کی موج کی طرح اٹھے گا ۔ فرمایا میں نے کہا آپ کو اس سے کیا تعلق[۶] اے امیر المومنین آپ کے اور اس کے درمیان ایک[۷] بند دروازہ ہے فرمایا[۸]: تو دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا ۔ فرمایا: میں نے کہا نہیں بلکہ توڑا جائے گا[۹]، فرمایا یہ اس لائق ہے کہ پھر بند کیا جا سکے ۔ راوی[۱۰] کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت حذیفہ سے کہا کیا حضرت عمر جانتے تھے کہ دروازہ کون ہے؟ فرمایا: ہاں جیسے یہ جانتے تھے کہ کل[۱۱] سے پہلے رات ہے میں نے انھیں وہ حدیث سنائی جو معمہ[۱۲] نہیں ۔ فرماتے ہیں کہ ہم کو اس[۱۳] سے ڈر لگا کہ حذیفہ سے پوچھیں کہ دروازہ کون سا ہے تو ہم نے مسروق سے کہا ان سے پوچھ، پوچھنے پر فرمایا عمر ہیں ۔

(بخاری و مسلم)

۱؎ یعنی بغیر کسی زیادتی اور کمی کے

۲؎ یہ الفاظ کیوں کہے ؟ کیونکہ حضرت حذیفہ نے جماعت صحابہ اور حضرت عمر کے سامنے یہ دعویٰ کیا کہ میں یاد رکھتا ہوں، یہ بات، حضرت عمر کو گراں گزری، فرمایا اگر دلیری کی ہے تو اب بیان کرو، یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حضرت حذیفہ کے حفظ و ضبط کی مدح ہو کہ آپ حضور سے فتنہ و شر کے حوالے سے سوال کر لیتے تھے، لہذا تیرے پاس یہ علم ہوگا اس لیے اسے بیان کرو۔

۳؎ ہر آدمی ان کے حقوق کی ادائیگی کا مکلف ہے، اس میں آدمی کوتاہی برت کر شریعت کی خلاف ورزی کرتا ہے اس وجہ سے ممنوعات کا ارتکاب بھی کر لیتا ہے۔ اس وجہ سے محنت و مشقت بھی کرتا ہے، لہذا رنج و تعب میں واقع ہو جاتا ہے

۴؎ میں نے آپ سے جس فتنہ کے بارے میں پوچھا ہے وہ مال، اولاد اور نفس کے بارے میں نہیں۔

۵؎ میری مراد وہ فتنہ ہے جس میں مقاتلہ و محاربہ لوگوں کے درمیان برپا ہوگا اور اس کی مصیبت و شر لوگوں میں پھیل جائے گی۔

۶؎ آپ کو غم نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس کا شر آپ کو نہیں پہنچے گا اور آپ اسے نہیں پائیں گے

۷؎ یہ وجود عمر سے کنایہ ہے جب کہ آخر حدیث میں اس کی تفسیر ہے یعنی جب تک تمہارا وجود ہمارے درمیان ہے، ایسا فتنہ نہ ہوگا آپ کے وصال کے بعد یہ فتنہ برپا ہو۔

۸؎ بطریق سوال

۹؎ دروازہ ٹوٹنے اور کھل جانے میں فرق یہ ہے جب دروازہ ٹوٹ جائے گا تو اس کا بند کرنا ممکن نہیں ہوگا، اور کھلنے کے بعد بند کرنا ممکن ہوتا ہے۔ بعض نے فرمایا : کہ ٹوٹنے سے مراد قتل اور کھلنے سے موت ہے، یعنی جب حضرت عمر نے محسوس کر لیا کہ یہ میرا وجود ہے جو درمیان سے اٹھ جائے گا تو پوچھا کہ قتل ہوں گا یا طبعی موت ہوگی۔

۱۰؎ شفیق راوی۔

۱۱؎ علم یقینی و قطعی رکھتے تھے۔

۱۲؎ غلط سے مراد یہ ہے کہ بغیر معرفت کے شے کو رکھنا اور اس میں وجہ صواب نہ ہو اور یہ چیز ہر شے میں ہو سکتی ہے بعض کے نزدیک یہ صرف گفتار سے مخصوص ہے۔

۱۳؎ راوی شفیق کہتے ہیں کہ ہم ڈر گئے۔

۵۲۰۰/۲۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ فَتْحُ الْقُسْطُنْطِيْنِيَّةِ مَعَ قِيَامِ السَّاعَةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قسطنطنیہ۱؎ کی فتح قیام قیامت کے ساتھ ہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ غریب حدیث ہے)

۱؎ اس قلعہ کی فتح

۳۳۹ - بَابُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ

علاماتِ قیامت کا بیان

شرط، را ساکن، ایک شے کو دوسری کے ساتھ باندھنا، جیسے کہا جاتا ہے اگر ایسا ہوا تو ایسا ہو جائے گا۔ اس کی جمع شروط ہے۔ شرط، را پر فتحہ کا معنی علامت اور کسی شے کا نشان اس کی جمع اشراط آتی ہے۔ اشراط ساعت کا معنی قیامت کی نشانیاں ہوگا۔ رات و دن کے ایک جز کو ساعت کہا جاتا ہے، بمعنی وقت حاضر بھی آیا ہے۔ قیامت یا قیامت برپا ہونے کے وقت کو بھی ساعت کہا گیا ہے کیونکہ اس میں ابہام ہے لہذا کسی بھی ساعت میں اس کا احتمال و انتظار ہے۔ علماء نے اشراط کی تفسیر ان چھوٹے امور کے ساتھ کی ہے جو قیام قیامت سے پہلے ہوں گے اور لوگوں کے لیے یہ عجیب معاملات ہوں گے مثلاً کنیز اپنے مالک کو جنے گی۔ عمارات کا لمبا ہونا، زنا اور شراب کثرت کے ساتھ ہوگا۔ مرد کم اور خواتین زیادہ، امانت کا ضیاع، لڑائیاں اور فتنے کثرت سے ہوں گے اس کا تذکرہ آئندہ باب میں آئے گا۔ اشراط ساعت کی یہ تفسیر اسی لیے ہے کہ اس کی علامتِ کبرٰی جو اس کے ساتھ متصل ہے اس کا تذکرہ آئندہ باب میں آ رہا ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ لغت میں شرط کا معنی پہلی چیز، ردی اور چھوٹا موٹا مال ہے اور لوگوں کے عجیب سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ امور جہان میں ہمیشہ واقع ہوتے رہتے ہیں۔ لہذا ان کے قیامت کے نشانات ہونے پر وہ تعجب کریں گے ان امور کو مطلق علامت نہیں بلکہ ان کی کثرت کو بھی علامت کہا ہے مصنف نے اس باب میں خروج مہدی کا ذکر کیا ہے حالانکہ ان کا خروج حضرت عیسٰی اور دجال کے ساتھ ہوگا جو قرب قیامت میں ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہاں امام مہدی کا ذکر حروب و فتن کی تقریب کے طور پر ہے اور اس کا تتمہ آئندہ باب میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۲۰۱ / ۱ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ وَيَكْثُرَ الزِّنَا وَيَكْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ امْرَاَةً

پہلی فصل

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، علاماتِ قیامت میں سے یہ ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا، جہالت کثیر ہوگی زنا کثیر ہوگا۔ شراب عام ہوگی، مرد کم اور عورتیں زیادہ ہوں گی۔ حتیٰ کہ پچاس عورتوں

الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَقِلُّ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کے لیے ایک منتظم[2] ہوگا۔ ایک روایت میں ہے۔ علم کم اور جہالت غالب ہوگی۔ (بخاری و مسلم)

[1] کیونکہ قربِ قیامت میں کفر غالب ہوگا مرد جہاد کریں گے اور شہید ہو جائیں گے

[2] ان خواتین کی نگہداشت، ان کی کفالت اور انتظامی امور کی ذمہ داری۔

۵۲۰۲/۲ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِيْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا قیامت سے پہلے بہت ہی جھوٹ بولنے والے ہوں گے ان کے شر سے دور رہنا[1] (مسلم)

[1] یہاں جھوٹوں سے مراد احادیث گھڑنے والے یا اپنے فاسد اعتقادات کی بناء پر بدعات کا ارتکاب کریں گے اپنی نسبت صحابہ اور سلف سے کریں گے اور یہ گمان رکھیں گے کہ یہی ہماری راہ، راہِ سنت ہے نعوذ باللہ من ذٰلک

۵۲۰۳/۳ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ إِذْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ إِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ قَالَ كَيْفَ إِضَاعَتُهَا قَالَ إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلٰى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا قیامت کب ہے؟ فرمایا جب امانت[1] ضائع کر دی جائے گی تو قیامت کا انتظار کرنا، عرض کیا کہ ضائع کس طرح کر دی جائے گی' فرمایا کہ جب معاملہ نا اہل لوگوں کے سپرد کر دیا جائے گا تو قیامت کا انتظار کرنا۔ (بخاری)

[1] وہ امور شرعیہ و دینی جن کا انسان مکلف ہے اس کی طرف اشارہ ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ یا لوگوں کے حقوق اور امانتیں مراد ہیں یعنی قیامت کا متعین وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا' البتہ اس سے پہلے علامات ظاہر ہوں گی اور ان میں سے ایک یہ ہے۔

[2] جب دینی و دنیوی معاملات ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آجائیں جو نا اہل ہوں تو اس وجہ سے فتنہ و فساد برپا ہوگا، حقوق کا ضیاع ہوگا۔ لفظ وُسِّدَ مجہول سین مشدد یا مخفف وسادہ سے ہے، جس کے سپرد کام کیا جاتا ہے وہ کام کے لیے تکیہ گاہ بنتا ہے۔

۵۲۰۴/۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ الْمَالُ وَيَفِيْضَ حَتّٰى يُخْرِجَ الرَّجُلُ زَكٰوةَ مَالِهِ فَلَا يَجِدُ أَحَدًا يَقْبَلُهَا مِنْهُ وَحَتّٰى

انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مال بڑھ کر عام نہ ہو جائے یہاں تک کہ ایک آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ لے کر نکلے گا لیکن اسے کوئی نہیں ملے گا

تَعُوْدَ اَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوْجًا وَّاَنْهَارًا[1]۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ تَبْلُغُ الْمَسَاكِنُ اِهَابَ اَوْ يَهَابُ)

جو اسے قبول کرے۔ یہاں تک کہ سرزمین عرب بھی چراگاہوں اور نہروں میں تبدیل ہوجائے گی۔
(مسلم اور دوسری روایت میں فرمایا مکانات، اہاب[2]، یا یہاب[3] تک پہنچ جائیں گے۔

[1] مروج، مرج کی جمع ہے چراگاہ

[2] اہاب، مدینہ طیبہ سے چند میل کے فاصلہ پر جگہ کا نام ہے۔ اہاب ہمزہ پر فتحہ بروزن سحاب، قاموس ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔

[3] یا اس کا نام یہاب آیا ہے یاء کے نیچے کسرہ یا فتحہ، راوی کو شک ہے یا اس جگہ کے نام ہی دو ہیں یعنی بعض ہمزہ اور بعض یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ اس شہر کی آبادی حدِ کمال کو پہنچ جائے گی۔

۵۲۰۵/۵ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ خَلِيْفَةٌ يَقْسِمُ الْمَالَ وَلَا يَعُدُّهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ اُمَّتِيْ خَلِيْفَةٌ يَحْثِي الْمَالَ حَثْيًا وَلَا يَعُدُّهٗ عَدًّا۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آخری زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا کہ مال تقسیم کریں گے اور شمار نہیں کرے گا ایک روایت میں ہے کہ میری امت کے آخری دور میں ایک خلیفہ ہوگا وہ دل کھول کر بانٹے گا اور بالکل نہیں گنے گا[1][2] (مسلم)

[1] یعنی بہت زیادہ اور بے شمار مال دے گا۔

[2] بعض کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد امام مہدی ہیں۔

[3] کثرت اموال وغنائم، فتوحات اور جود وسخاوت کی وجہ سے

۵۲۰۶/۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْفُرَاتُ اَنْ يَّحْسِرَ عَنْ كَنْزٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَ فَلَا يَاْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ دریائے فرات[1] سونے کے خزانے کی جگہ[2] سے کھل جائے گا۔ جو موجود ہو تو اس میں سے کچھ بھی[3] نہ لے (بخاری، مسلم)

[1] کوفہ کی ایک نہر کا نام ہے فرات کا لغوی معنی آبِ شیریں ہے یہاں مراد نہر ہے۔

[2] اس کا پانی خشک ہوجائے گا اور اس کے نیچے سے سونے کا خزانہ نکل آئے گا۔

[3] کیونکہ یہ لڑائی ونزاع کا سبب بنے گا بعض کی رائے یہ ہے کہ اس سے خزانہ حاصل کرنا، نزول آفات وبلیات کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت ہے بعض نے کہا وہ مال اللہ تعالیٰ کے ہاں مغضوب ومکروہ ہے

جیسے کہ مالِ قارون لہٰذا اس سے فائدہ و نفع حاصل کرنا حرام ہے۔

۵۲۰۷/۷ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَهَبٍ يَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ وَيَقُوْلُ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ لَعَلِّيْ اَكُوْنُ اَنَا الَّذِيْ اَنْجُوْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دریائے فرات سونے کے پہاڑ کی جگہ سے[1] کھل نہ جائے۔ لوگ اس پر آپس میں لڑیں گے کہ ہر سو میں سے ننانوے قتل کردیے جائیں گے ان میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ کاش وہ بچنے والا شخص بن جائے۔

[1] اسے ظاہر کردے گا۔

۵۲۰۸/۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقِيْءُ الْاَرْضُ اَفْلَاذَ كَبِدِهَا اَمْثَالَ الْاُسْطُوَانَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فَيَجِيْءُ الْقَاتِلُ فَيَقُوْلُ فِيْ هٰذَا قَتَلْتُ وَيَجِيْءُ الْقَاطِعُ فَيَقُوْلُ فِيْ هٰذَا قَطَعْتُ رَحِمِيْ وَيَجِيْءُ السَّارِقُ فَيَقُوْلُ فِيْ هٰذَا قُطِعَتْ يَدِيْ ثُمَّ يَدَعُوْنَهُ فَلَا يَاْخُذُوْنَ مِنْهُ شَيْئًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زمین اپنے جگر کے ٹکڑے[1] سونے اور چاندی کے ستونوں کی شکل میں قے کردے گی، تو قاتل[2] آئے گا کہے گا کہ میں نے اس میں قتل کیا اور رشتے توڑنے والا آئے گا تو کہے گا کہ میں نے اس کے لیے اپنے رشتے توڑے اور چور آئے گا تو کہے گا کہ کیا اس کی وجہ سے میرے ہاتھ کاٹے گئے[3] پھر وہ لوگ یہ سب کچھ چھوڑ دیں گے تو اس میں سے کچھ نہ لیں گے۔ (مسلم)

[1] مراد مدفون خزانے اور معدنیات کا اصل ہے۔ افلاذ، فلذ، فا کے نیچے زیر، آخر میں ذال کی جمع ہے۔ فلذۃ کا معنی ٹکڑا۔ قاموس میں ہے فلذ بالکسر اونٹ کا جگر، فلذۃ، جگر، سونے، چاندی اور گوشت کا ٹکڑا۔ یہاں جگر کے ساتھ تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح جگر خلاصہ شتر ہوتا ہے اسی طرح یہ اشیاء بھی زمین کا خلاصہ ہیں۔ فِلذ، ذال مشدد، فا اور لام دونوں کے نیچے زیر یا دونوں پر فتحہ یا ضمہ یعنی جواہر معدنی ہے مثلاً سونا چاندی، لوہا، تانبا۔

[2] مال کی خاطر لوگوں کو قتل کرنے والا

[3] یعنی مال کا حال یہ ہے کہ اس کی محبت وحصول میں کتنی مشقت برداشت کی مگر کسی کام بھی نہ آیا۔

۵۲۰۹/۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَى الْقَبْرِ فَيَتَمَرَّغَ[1] عَلَيْهِ وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَكَانَ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ وَلَيْسَ بِهِ الدِّيْنُ اِلَّا الْبَلَاءُ[2]۔

انھی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے قسم ہے اس ذاتِ اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ دنیا نہیں جائے گی حتیٰ کہ ایک آدمی قبر پر گزرے گا تو وہاں لوٹے گا اور کہے گا، کاش! اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا اور اس میں

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

بلاء کے سوا دین نہ ہوگا۔ (مسلم)

؎۱ اس عبارت کے دو معانی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ یہاں دین سے مراد عادت ہے اور دین بمعنی عادت آتا رہتا ہے، اب معنی یہ ہوگا کہ وہ شخص آرزو کرے گا حالانکہ اس کی عادت نہیں، بلکہ یہ آرزو بلا وفتنہ کی وجہ سے ہو گی، دوسرا معنی یہ ہے کہ دین مشہور معنی میں ہو کہ آرزو کرنے کی وجہ اس کی مشقت نہیں جو اسے دین کی وجہ سے عارض ہو رہی ہے بلکہ اس بلاء کا سبب دنیا اور اس کا مال ہے، ان دونوں معانی میں بُعد پایا جاتا ہے لہذا یہ معنی بھی کیا جا سکتا ہے وہ شخص جب قبر میں جانے کی آرزو کرے گا تو اس وقت اس کے پاس فتنہ وبلا کی وجہ سے دین باقی نہ ہوگا، بلکہ اس کے پاس صرف فتنہ وفساد ہی ہوگا۔

٥٢١٠/١٠ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَخْرُجَ نَارٌ مِّنْ اَرْضِ الْحِجَازِ تُضِيْءُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰى۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ حجاز کی سرزمین سے ایک آگ نکلے گی، جس سے بصرہ؎۱ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہوں گی ؎۲

(بخاری ومسلم)

؎۱ بُصریٰ، باء پر پیش، صاد ساکن، یہ شام کا شہر ہے اس کے اور دمشق کے درمیان چند مراحل کا فاصلہ ہے

؎۲ واضح رہے کہ اس آگ کے بارے میں روایات تواتر کے ساتھ ہیں اور اس کا غالباً ظہور مدینہ منورہ میں ہوا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کی برکت سے اس شہر کو اس کی آفت سے محفوظ رکھا، اس آگ کی ابتداء بروز جمعہ جمادی الاخریٰ کی تین تاریخ اور انتہا یکشنبہ ستائیس رجب ہے جس کی مجموعی مدت باون دن ہے۔ یہ آگ حجاز کی جانب سے آئی اس شہر کی طرح جس میں صاحب بروج قلعہ ہے اور وہ لوگوں کی جماعت کو اپنی طرف کھینچ کر خاک کر دیتی۔ اس میں چمک وگرج تھی، دریا کی طرح وہ جوش مارتی، اس سے سرخ نہریں جاری تھیں، مدینہ منورہ کے قریب پہنچی باوجودیکہ وہ آگ مدینہ طیبہ پہنچی مگر علماء نے بیان کیا ہے کہ اس آگ نے اطراف واکناف مدینہ کی گرفت کی مگر حرم نبوی اور تمام بستی مدینہ کو نور آفتاب کی طرح چمکا دیا، لوگ رات کو بھی اس کی روشنی میں کام کرتے۔ حالانکہ سورج وچاند کی روشنی ان دنوں ماند اور بے نور تھی۔

بعض اہل مکہ نے اس آگ کے ذریعے یمامہ اور بصریٰ کا مشاہدہ کیا، اس آگ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ پتھروں کو نگل جاتی تھی اور پگھلا دیتی مگر درختوں پر اس کا اثر نہ تھا، یہ بھی منقول ہے کہ ایک بڑا پتھر تھا اس کا آدھا حصہ حرم میں تھا اور نصف باہر تھا آگ نے نگلنا چاہا مگر جب اس کے نصف تک پہنچی تو بجھ گئی۔ اہل مدینہ طیبہ نے خوب آہ وزاری کی، مظالم ترک کیے، انفاق کیا اور غلام آزاد کیے۔ جمعہ کی رات تمام اہل مدینہ حتیٰ کہ خواتین اور بچوں نے بھی حرم نبوی میں بسر کی اور تمام رات سرور عالم کے حجرہ شریف کے پاس سر و پا ننگے کر کے زار وقطار روتے ہوئے دعا کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو شمال کی جانب پھیر دیا اور اس شہر مبارک کو اس آفت سے نجات دی، اس سال میں کائنات میں مختلف واقعات رونپذیر ہوئے دوسرے سال کے

اول میں فتنہ تتار واقع ہوا، بغداد اور اکناف عالم میں جنگ اور فتنہ بلند ہوا جیسا کہ گزرا، ہم نے اپنی کتاب "جذب القلوب الی دیار المحبوب" جو مدینہ طیبہ کے حالات پر ہے اس میں تفصیلات موجود ہیں۔

۵۲۱۱ ۱۱ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ نَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی پہلی نشانی وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی جانب جمع کر دے[۱] گی (بخاری)

[۱] علامہ طیبی کہتے ہیں کہ اس آگ کا اول ہونا ان علامات کی نسبت ہے جو قیامت کے ساتھ متصل ہیں اور جس آگ حجاز کا ذکر گزرا ہے وہ اس آگ سے پہلے ہے، تو یہ اول کیسے ہوگی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۵۲۱۲ ۱۲ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ فَتَكُوْنَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَتَكُوْنُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ وَيَكُوْنَ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ وَتَكُوْنُ السَّاعَةُ كَالضَّرَمَةِ بِالنَّارِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ زمانہ جلد گزرنے لگے گا ایک سال ایک ماہ کی طرح، مہینہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ دن اور دن ایک گھڑی کی طرح ہوگا اور گھڑی آگ کے شعلے[۱] کی طرح ہوگی

(ترمذی)

[۱] ضرمہ، ضاد پر زبر، را ساکن، آگ کا ایک دفعہ جلنا، اگر راء پر زیر ہو تو معنی وہ گھاس جو جلدی جل جائے مشہور سکون راء کے ساتھ ہے جیسا کہ اکثر نسخوں میں تحریر ہے، بعض نسخوں میں فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے جیسا کہ طیبی کی عبارت سے پتہ چلتا ہے۔ ضرمہ، را پر زبر ہو تو اس کا معنی آگ بھی ہے، اس سے مقصود عمر کا کوتاہ ہونا اور بے برکت ہے کہ اس میں ایسے مصائب، شدائد، جنگیں اور فتنے واقع ہوں گے کہ ان کی وجہ سے عمر کے گزرنے کا پتہ بھی نہیں چلے گا۔

۵۲۱۳ ۱۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوَالَةَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَغْنَمَ عَلٰى اَقْدَامِنَا فَرَجَعْنَا فَلَمْ نَغْنَمْ شَيْئًا وَعَرَفَ الْجَهْدَ فِيْ وُجُوْهِنَا فَقَامَ فِيْنَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلْهُمْ اِلَيَّ فَاَضْعُفَ عَنْهُمْ وَلَا تَكِلْهُمْ اِلٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَعْجِزُوْا عَنْهَا وَلَا تَكِلْهُمْ اِلَى النَّاسِ فَيَسْتَاْثِرُوْا عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَضَعَ

حضرت عبد اللہ بن حوالہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حصولِ غنیمت[۲] کے لیے پیدل[۳] روانہ فرمایا، ہم غنیمت کے بغیر واپس لوٹے[۴] حضور نے ہمارے چہروں پر مشقت کے آثار دیکھے تو ہمارے درمیان کھڑے[۵] ہو کر دعا کی، اے اللہ! انھیں میرے سپرد نہ کرنا کہ میں کمزور رہ[۶] جاؤں، انھیں ان کی جانوں کے سپرد بھی نہ کرنا کہ یہ عاجز رہ جائیں گے[۷] انھیں لوگوں کے

يَدَهُ عَلَى رَأْسِي ثُمَّ قَالَ يَا ابْنَ حَوَالَةَ إِذَا رَأَيْتَ الْخِلَافَةَ قَدْ نَزَلَتِ الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ قَدْ دَنَتِ الزَّلَازِلُ وَالْبَلَابِلُ وَالْأُمُوْرُ الْعِظَامُ وَالسَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنَ النَّاسِ مِنْ يَدِيْ هٰذِهٖ إِلٰى رَأْسِكَ ۔ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَإِسْنَادُهٗ حَسَنٌ وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ فِيْ صَحِيْحِهٖ)

سپرد بھی نہ کرنا کہ وہ دوسروں کو ان پر ترجیح دیں[6] ۔ پھر دست مبارک میرے[7] سر پر رکھ کر فرمایا؛ اے ابن حوالہ جب تم دیکھو کہ خلافت ارضِ[8] مقدس میں اتر آئی ہے تو سمجھنا زلزلے، رنج و غم اور عظیم امور نزدیک آگئے اس روزِ قیامت لوگوں سے اتنی نزدیک ہوگی جتنا میرا ہاتھ تمھارے سر سے ہے ۔ (ابوداؤد، اس کی سند حسن ہے اور اسے حاکم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے)

---

[1] حوالہ، حا پر زبر، واؤ مخفف صحابی ہیں شام میں سکونت پذیر رہے ۔ کاشف میں امام ذہبی نے فرمایا ان سے تین احادیث مروی ہیں ان میں سے ایک مذکورہ حدیث ہے

[2] غالبًا یہ لوگ محتاج و ضرورت مند تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاہا کہ یہ اپنے لیے کچھ اشیاء حاصل کریں تاکہ احتیاجی دور ہو، یہی وجہ ہے کہ جہاد کا لفظ نہیں بولا بلکہ غنیمت پر ہی اکتفا کیا ۔

[3] کیونکہ ہمارے پاس سواریاں نہ تھیں

[4] تسلی دینے اور دعا کرنے کے لیے

[5] میں ان کی غم خواری کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا

[6] جس طرح بشری طبیعت ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں پر ترجیح دیتی ہے ۔ ان کلمات کے ذریعے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دی ہے کہ اپنے معاملات کو خدا کے سپرد کرے اور اپنے رب کے سوا کسی پر اعتماد نہ کرے اور نہ ہی امید رکھے ؎

کار خود را بخدا باز گزار
کت نمی بینم ازیں بہتر کار

(اپنے معاملات کو خدا کے سپرد کر ۔ اس سے بہتر میں کام نہیں جانتا)

یہاں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کمال عزت و عظمت ربوبیت کے پیش نظر اپنے آپ کو حد بشریت و ضعف عبودیت پر رکھا ہے، ورنہ آپ کی ذات اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق، نائب کل ہے، آپ جو چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیتے اور کرتے ہیں ۔

فَإِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

(دنیا و آخرت آپ کی سخاوت کا ایک قطرہ ہے، اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے)

اللہ تعالیٰ اس شاعر کو ہماری طرف سے بہتر جزا دے

[7] راوی حدیث

[8] شام کی زمین

[9] بلبلہ، بالفتحہ، غم، پریشانی، فتنہ اور وسوسہ

[10] اس کا وجود آخری زمانے میں بیت المقدس کی فتح کے وقت ہو گا

۵۲۱۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اتُّخِذَ الْفَیْءُ دُوَلًا وَّالْاَمَانَةُ مَغْنَمًا وَّالزَّكٰوةُ مَغْرَمًا وَّتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ وَعَقَّ اُمَّهٗ وَاَدْنٰى صَدِيْقَهٗ وَاَقْصٰى اَبَاهُ وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِى الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِيْلَةَ فَاسِقُهُمْ وَكَانَ زَعِيْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ وَاُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَارْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ رِيْحًا حَمْرَآءَ وَّزَلْزَلَةً وَّخَسْفًا وَّمَسْخًا وَّقَذْفًا وَّاٰيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ قُطِعَ سِلْكُهٗ فَتَتَابَعَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب غنیمت کو ذاتی دولت[1]، امانت[2] کو مالِ غنیمت اور زکوٰۃ کو تاوان[3] شمار کیا جائے۔ علم دنیاداری کیلیے سیکھے گا۔ آدمی اپنی بیوی کی اطاعت اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے۔ اپنے دوست سے نزدیک اور اپنے باپ سے دُور اور مساجد میں آوازیں[5] بلند ہوں، قبیلے کا سردار[6] ان میں سے بدکردار ہو قوم میں ذلیل آدمی معزز شمار ہوں۔ آدمی کی عزت اس کے شر سے ڈرتے ہوئے کی جائے[7]۔ گانے بجانے والی عورتیں[8] ظاہر ہو جائیں[9]۔ شرابیں پی جائیں۔ اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں[10]۔ اس وقت سُرخ آندھیوں، زلزلوں، زمین میں دھنسنے شکل بدلنے[11] پتھر برسنے[12] کا انتظار کرنا اور ایسی نشانیوں کا جو اس طرح متواتر آئیں گی جیسے لڑی[13] کا دھاگہ ٹوٹنے پر دانے متواتر گرتے ہیں۔

(ترمذی)

[1] وہ غنیمت کا مال جو شرعاً تمام غازیوں کے درمیان مشترک تقسیم ہوتا ہے اسے ارباب مناصب قبضہ میں لا کر اپنے درمیان تقسیم کر لیں گے، فقراء وضعفاء اس سے محروم رہ جائیں گے۔ دوم دال کے نیچے زیر، واؤ پر فتحہ، دولت کی جمع، دال پر ضمہ یا فتحہ بمعنی انقلاب زمانہ اور ایک دوسرے کے ہاتھ میں مال کا جانا۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ بالضم ہو تو اس کا معنی وہ مال جو حاصل شدہ ہو اور بالفتح ہو تو حالتِ شدت و تنگی سے حالتِ سرور و تنعم کی طرف انتقال مراد ہوتا ہے۔

[2] امانت و ودیعت میں خیانت کرتے ہوئے اسے اس مالِ غنیمت کی طرح خیال کریں جو کافروں سے حاصل کیا جاتا ہے اور ان قبضہ کرنے والوں کا حق ہوتا ہے۔

[3] لوگوں پر زکوٰۃ کی ادائیگی اتنی شاق ہو گی کہ گویا ان سے ظلماً تاوان وصول کیا جا رہا ہے

[4] یعنی شریعت و دین کی اشاعت و ترویج کے لیے نہیں، بلکہ دنیا، منصب، عزت اور بادشاہوں کی خاطر سیکھا جائے گا۔

۵ خصوصاً گانے، مزامیر اور ناچنے والوں کی آواز جیسا کہ آج کل متعارف ہے۔

۶ جوان کے معاملات کا ذمہ دار ہوگا

۷ جیسے ظالم یا فاسق حاکم غالب آجائے تو لوگوں کو مجبوراً اس کی تعظیم و تکریم کرنا پڑتی ہے۔

۸ مرد و زن کا اختلاط ہوگا۔ قینیہ، قاف پر فتحہ، یاء ساکن نون سے مقدم اس کا معنی اصلاً خوشی کے وقت داد دینا ہے یا مطلق داد ہے۔

۹ آلاتِ سرور جنھیں مزامیر کہا جاتا ہے مثلاً بانسری، طنبورا اور رباب وغیرہ

۱۰ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ خلف، سلف پر طعن کریں گے اور انھیں برائی کے ساتھ یاد کریں گے۔ ان کی اطاعت نہیں کریں گے گویا ان پر لعنت کریں گے اور یہ بات نہایت ہی نادرست ہے، ایک فرقہ گمراہ رافضی ایسا پیدا ہوا ہے جو صحابہ و تابعین پر لعنت کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں معافی عطا فرمائے۔

۱۱ مسخ، ایک صورت کا کسی بری صورت میں تبدیل ہو جانا۔

۱۲ آسمان سے پتھر برسنا

۱۳ نِظام بالکسر، موتیوں کی لڑی، بالفتحہ بھی آیا ہے۔ سلک دھاگہ۔ قاموس و صحاح۔ قاموس میں نظام بمعنی مصدر بھی آیا ہے اور اس کو بمعنی منظوم کر لیا گیا ہے یا بمعنی حاصل بالمصدر ہے جیسا کہ ترجمہ میں آچکا ہے۔

۵۲۱۵ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ ۱ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَعَلَتْ أُمَّتِيْ خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً حَلَّ بِهَا الْبَلَاءُ وَعَدَّ هٰذِهِ الْخِصَالَ وَلَمْ يَذْكُرْ تُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ قَالَ وَبَرَّ صَدِيْقَهٗ وَجَفَا أَبَاهُ وَقَالَ وَشُرِبَ الْخَمْرُ وَلُبِسَ الْحَرِيْرُ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت پندرہ عادات اختیار کر لے گی تو ان پر بلاء نازل ہو گی اور یہ خصلتیں ۱ گزریں اور انکا تذکرہ نہیں کیا، علم غیر دین کے لیے سیکھا جائے گا، فرمایا ۲ دوست سے پیار مگر اپنے والد سے ظلم اور فرمایا شراب پی جائے گی اور ریشم پہنا جائیگا۔

(ترمذی)

۱ یہ صاحب مصابیح کا قول ہے کیونکہ ترمذی نے دو احادیث پے در پے ذکر کر کے ان پندرہ کا تذکرہ کیا ہے کذا قال الطیبی اور ان کی خصلتوں کی تعداد وہاں سولہ ہے

۲ یہاں دو احادیث کے الفاظ میں اختلاف ہے پہلے لفظ ادنیٰ صدیقہ و اقصٰی اباہ کے الفاظ تھے، یہاں پر صدیقہ و جفا اباہ ہے۔

۳ لعن آخر ہٰذہِ الامۃ کی جگہ لبس الحریر کے الفاظ ہیں۔

۵۲۱۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْهَبُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اسْمُهٗ اِسْمِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤٗدَ فِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ قَالَ لَوْلَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا يَوْمٌ لَّطَوَّلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ذٰلِكَ الْيَوْمَ حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْهِ رَجُلًا مِّنِّيْ اَوْ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اسْمُهٗ اِسْمِيْ وَاِسْمُ اَبِيْهِ اِسْمَ اَبِيْ يَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا۔

دنیا ختم نہ ہوگی حتیٰ کہ عرب[1] کا بادشاہ ایک شخص میرے اہلِ بیت سے بنے گا جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا (ترمذی، ابوداؤد کی روایت[2] میں ہے کہ فرمایا اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہا تو اللہ اس دن کو دراز فرمادیگا حتیٰ کہ اس دن میں ایک شخص دیگا جو مجھ سے یا میرے گھر والوں سے ہے اس کا نام میرے نام کے موافق اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا وہ آسمان وزمین کو انصاف وعدل سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم وزیادتیوں[3] سے بھری تھی۔

[1] عرب کی تخصیص اصل ہونے کی وجہ سے کی ورنہ دوسری حدیث میں تمام دنیا عرب وعجم کے مالک ہونے کا ذکر ہے۔

[2] ابوداؤد کی روایت

[3] قسط وعدل ہم معنی ہیں، جیسے کہ جور وظلم۔ صراح میں ہے قسط، عدل وانصاف کا مہیا کرنا۔ یہ ظلم وستم کے خلاف ہے ظلم کا معنی ہے شے کو غیر محل میں رکھنا ہے جور راہِ راست سے ہٹنا مثلاً کہا جاتا ہے جار عن الطریق (وہ راستے سے ہٹ گیا) اور فیصلہ کرنے میں کسی پر ظلم کرنا، قاموس میں یہی کہا گیا ہے گویا حدیث میں تاکید وپختگی ہے، یا میں کہتا ہوں کہ یہاں قسط سے مراد انصاف کرنے والوں کا انصاف ، عدلِ عدالت اور حقوق میں برابری ہے اور ظلم وجور سے مراد اس کے مقابل معانی ہوں گے۔

۵۲۱۷/۱۷ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مِنْ اَوْلَادِ فَاطِمَةَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤٗدَ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مہدی میری عترت[1] سے فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔

(ابوداؤد)

[1] عترت، عین کے نیچے زیر، نسل، گروہ اور نزدیکی جیسا کہ گزرا ہے۔ صراح میں آیا ہے کہ عترت سے مراد مرد کے نزدیکی رشتہ دار اور اپنے ہوتے ہیں۔ نہایہ میں ہے کہ مرد کی عترت اس کے اپنے ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے خویش تمام اولاد عبد المطلب ہے۔ بعض نے کہا کہ اہلِ بیت یعنی اولاد مراد ہے۔ بعض نے کہا تمام قریش عترت مراد ہیں مشہور یہ ہے کہ عترت وہ ہے جس پر زکوٰۃ حرام ہے اور وہ اولاد ہاشم ہے۔ ان تمام اقوال پر آپ کا یہ فرمانا کہ وہ اولادِ فاطمہ سے ہوں گے انھیں مخصوص کرنا ہے۔

۵۲۱۸/۱۸ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے،

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَهْدِيُّ مِنِّيْ[1] اَجْلَى الْجَبْهَةِ اَقْنَى الْاَنْفِ يَمْلَاُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِيْنَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مہدی مجھ سے[1] ہیں، چوڑی پیشانی والے، اونچی ناک والے، زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسے وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی تھی، سات سال سلطنت کریں گے۔

(ابوداؤد)

[1] میری اولاد میں سے ہیں۔

۵۲۱۹/۱۹ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قِصَّةِ الْمَهْدِيِّ قَالَ فَيَجِيْءُ اِلَيْهِ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ يَا مَهْدِيُّ اَعْطِنِيْ اَعْطِنِيْ قَالَ فَيَحْثِيْ لَهٗ فِيْ ثَوْبِهٖ مَا اسْتَطَاعَ اَنْ يَّحْمِلَهٗ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قصۂ مہدی میں فرمایا: ایک شخص مہدی کے پاس آکر کہے گا، مجھے دیجیے مجھے دیجیے۔ فرمایا آپ اس کے کپڑے میں لَپ بھر کر ڈالتے رہیں گے[1] جس قدر وہ اٹھانے کی طاقت رکھے گا۔ (ترمذی)

[1] دراہم ودنانیر یعنی بے شمار اور بے حساب دیں گے جیسا کہ گزرا۔

۵۲۲۰/۲۰ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُوْنُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيْفَةٍ فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ هَارِبًا اِلٰى مَكَّةَ فَيَاْتِيْهِ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ مَكَّةَ فَيُخْرِجُوْنَهٗ وَهُوَ كَارِهٌ فَيُبَايِعُوْنَهٗ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَيُبْعَثُ اِلَيْهِ بَعْثٌ مِّنَ الشَّامِ فَيُخْسَفُ بِهِمْ بِالْبَيْدَاءِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَاِذَا رَاَى النَّاسُ ذٰلِكَ اَتَاهُ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعَصَائِبُ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَيُبَايِعُوْنَهٗ ثُمَّ يَنْشَاُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اَخْوَالُهٗ كَلْبٌ فَيَبْعَثُ اِلَيْهِمْ بَعْثًا فَيَظْهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ وَذٰلِكَ بَعْثُ كَلْبٍ وَيَعْمَلُ فِي النَّاسِ بِسُنَّةِ نَبِيِّهِمْ وَيُلْقِي الْاِسْلَامُ بِجِرَانِهٖ فِي الْاَرْضِ فَيَلْبَثُ سَبْعَ سِنِيْنَ ثُمَّ يُتَوَفّٰى وَيُصَلِّيْ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک خلیفہ کی وفات کے وقت[1] اختلاف ہوگا تو ایک شخص اہلِ مدینہ سے مکہ معظمہ کی طرف بھاگتے ہوئے نکلے گا، تو مکہ والوں میں سے کچھ لوگ اس کے پاس آئیں گے اسے باہر لائیں گے حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتا ہوگا، یہ لوگ اس مقام سے مقامِ ابراہیم اور حجرِ اسود کے درمیان بیعت کریں گے اور ان کی طرف شام سے ایک لشکر بھیجا جائے گا اسے مکہ ومدینہ کے درمیان ایک میدان میں دھنسا دیا جائے گا جب یہ لوگ دیکھیں گے تو ان کے پاس شام کے ابدال اور عراق والوں کی جماعتیں آئیں گی تو اس سے بیعت کرلیں گے پھر قریش کا ایک شخص آئے گا جس کے ماموں بنو کلب ہوں گے وہ ان کی طرف ایک لشکر بھیجے گا وہ ان پر غالب آئیں گے یہ بنی کلب کا لشکر ہوگا وہ لوگوں میں ان کے نبی کی سنت پر عمل کرے گا اور اسلام زمین میں اپنی گردن بچھا دے گا

عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ۔
(رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ)

پھر وہ سات سال قیام کریں گے، پھر وفات پا جائیں گے
اور ان پر مسلمان نماز پڑھیں گے۔ (ابوداؤد)

۱؎ جو آخری زمانے میں ہوگا۔

۲؎ جو امامت کا دعویٰ کرے گا

۳؎ اسے باہر لائیں گے اور اسے خواہش و مجبوری سے امام بنائیں گے۔

۴؎ شارحین نے فرمایا اس سے مراد امام مہدی ہیں

۵؎ اس وقت کا حاکم شام امام مہدی کے خلاف جنگ کے لیے لشکر بھیجے گا۔

۶؎ بیداء، یہ مکہ و مدینہ کے درمیان جگہ کا نام ہے لغت میں بیداء بمعنی بیاباں اور ہموار زمین ہے۔ اس لشکر سے مراد لشکر سفیانی ہے اور فتنہ امارت سفیانی کا ہے جو امام مہدی کے خروج کی علامت ہوگی، اس بارے میں متعدد احادیث مروی ہیں جو درجہ تواتر کے قریب ہیں ان میں سے ایک حدیث صحیح یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سفیانی، خالد بن یزید بن ابی سفیان اموی کی اولاد میں سے ایک آدمی ہوگا اس کا سر بڑا اور آنکھوں میں سفیدی ہوگی، دمشق کی جانب سے آئے گا اس کے ماننے والے اکثر اس قبیلہ کے ہوں گے جس کا نام کلب ہوگا۔ یہ بہت زیادہ لوگوں کو قتل کریں گے حتیٰ کہ عورتوں کے پیٹ چیر کر ان کے بچوں کو قتل کریں گے جب یہ امام مہدی کی خبر سنیں گے تو ان کے ساتھ جنگ کے لیے لشکر بھیجیں گے وہ لشکر شکست کھا جائے گا اس کے بعد سفیان خود لشکر لیکر امام مہدی کے خلاف جائے گا اور اس کا یہ لشکر مقام بیداء پر دھنس جائے گا ان میں سے کوئی نہیں بچے گا مگر وہ شخص جو امام مہدی تک اس کی خبر پہنچائے گا

۷؎ جب لوگ سفیانی کی ہلاکت کو دیکھیں گے۔

۸؎ امام مہدی کے پاس

۹؎ ابدال ان افراد کو کہتے ہیں جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ زمین کو قائم رکھتا ہے ان کی تعداد ستر ہے ان میں سے چالیس ملک شام میں اور تیس دیگر علاقوں میں رہتے ہیں ان میں سے جب ایک فوت ہو جاتا ہے تو اس کی جگہ دوسروں کو منتخب کیا جاتا ہے اور ان کا تذکرہ احادیث میں موجود ہے۔ امام سیوطی شرح سنن ابی داؤد میں لکھتے ہیں کہ سوائے ابوداؤد کی اس حدیث کے صحاح ستہ میں ابدال کے بارے میں کوئی حدیث نہیں۔ حاکم نے بھی اس حدیث کی تخریج کی اور صحیح قرار دیا۔ لیکن سیوطی نے جمع الجوامع میں لکھا کہ صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب میں بہت سی احادیث موجود ہیں اور اکثر احادیث میں تعداد چالیس ہے اور بعض میں تیس ہے۔ حدیث میں حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ ابدال اس درجہ کو صرف زیادہ نماز اور روزہ اور صدقہ سے نہیں پاتا اور لوگوں سے ممتاز نہیں ہوتا بلکہ اس میں سخاوت نفس، سلامت قلب، مسلمانوں کی خیر خواہی کثرت کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! امت میں ابدال کی صفت والے لوگ سرخ گندھک (جو بہت نایاب ہے) سے بھی کم ہیں۔

دوسری حدیث میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جس میں یہ تین صفات ہوں گی وہ ابدال میں سے ہوگا ۱۔ رضا بالقضاء (۲) نافرمانی کے کاموں سے باز رہنا (۳) دینِ خدا کے لیے غضب ناک ہونا۔ امام غزالی نے بھی احیاء العلوم میں لکھا کہ جو شخص یہ دعا ہر روز تین بار پڑھے گا، اے اللہ! حضور کی امت کو معاف کر دے، اے اللہ! اُمتِ محمدی پر رحم فرما، اے اللہ! حضور کی امت سے درگزر فرما، اسے درجہ ابدال مل جاتا ہے۔ الغرض جو شخص صفاتِ ذمیمہ ختم کر کے خلق کی بھلائی اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے، وہ ابدال میں سے ہوتا ہے، باقی عراقی جماعتوں سے مراد اللہ کے وہ بندے ہیں جنھیں عصائب کہا جاتا ہے جیسے کہ ابدال، امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابدال شام میں، نجباء مصر میں اور عصائب عراق میں رہتے ہیں۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ عصائب سے مراد لوگوں میں سے نیک زاہد اور عابد ہیں۔ عصب القوم عین اور صاد دونوں پر فتحہ ہے، لغت میں قوم کے نیک لوگوں کو کہا جاتا ہے۔

؎۱۰ مخالفت مہدی ہیں

؎۱۱ اس کے والدہ کے بھائیوں کا تعلق قبیلہ کلب سے ہوگا۔ یہ عرب کا مشہور قبیلہ ہے حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی خاندان سے ہیں۔

؎۱۲ امام مہدی کے خلاف لشکر بھیجے گا اور اپنے احوال کیلئے بنو کلب سے مدد کا خواستگار ہوگا۔

؎۱۳ امام مہدی کا لشکر ان پر غالب آجائے گا

؎۱۴ جران، جیم کے نیچے کسرہ، واؤ مخفف، آخر میں نون ہے، اس سے مراد اونٹ کا ذبح کرتے وقت، بیٹھتے وقت، استراحت وقرار حاصل کرتے وقت گردن کو زمین پر رکھنا ہے یہاں اسلام کا غلبہ اور تمکن واستمرار مراد ہے کہ کوئی ہرج مرج نہیں رہے گا۔ جنگ وجدال کا نشان تک ختم ہو جائے گا اور اسلام اور احکام سنت کو قرار ودوام حاصل ہوگا۔

۵۲۲۱ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلَآءً یُّصِیْبُ ہٰذِہِ الْاُمَّۃَ حَتّٰی لَا یَجِدَ الرَّجُلُ مَلْجَاً یَّلْجَاُ اِلَیْہِ مِنَ الظُّلْمِ فَیَبْعَثُ اللّٰہُ رَجُلًا مِّنْ عِتْرَتِیْ وَاَہْلِ بَیْتِیْ فَیَمْلَاُ بِہِ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا یَرْضٰی عَنْہُ سَاکِنُ السَّمَآءِ وَسَاکِنُ الْاَرْضِ لَا تَدَعُ السَّمَآءُ مِنْ قَطْرِہَا شَیْئًا اِلَّا صَبَّتْہُ مِدْرَارًا وَّلَا تَدَعُ الْاَرْضُ مِنْ نَبَاتِہَا شَیْئًا اِلَّا اَخْرَجَتْہُ حَتّٰی یَتَمَنَّی الْاَحْیَآءُ الْاَمْوَاتَ یَعِیْشُ فِیْ ذٰلِکَ سَبْعَ سِنِیْنَ اَوْ ثَمَانَ سِنِیْنَ اَوْ تِسْعَ سِنِیْنَ ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بلاء کا ذکر فرمایا جو اس امت کو پہنچے گی حتیٰ کہ آدمی جائے پناہ نہ پائے گا جہاں ظلم سے پناہ لے تو اللہ تعالیٰ میری اولاد اور میرے گھر والوں سے ایک شخص کو بھیجے گا کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا، جیسے وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی تھی، آسمان وزمین کے رہنے والے خوش ہوں گے آسمان اپنا کوئی قطرہ نہ چھوڑے گا مگر وہ برسا دے ؎۱ گا بہتا ہوا اور زمین اپنی کوئی بدی نہیں چھوڑے گی حتیٰ کہ اسے اگا دے گی ؎۲ حتیٰ کہ زندہ لوگ مرنے ؎۳ کی تمنا کریں گے وہ اسی حالت میں سات سال یا آٹھ سال یا نو سال

(رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِيْ مُسْتَدْرَكِهٖ)

زندہ[3] رہیں گے۔

[1] دَر، دال پر زبر یا مشدد، کثرت کے ساتھ بارش کا برسنا۔

[2] یعنی امام مہدی کے دور میں بارشیں خوب ہوں گی زمین فصل خوب اگائے گی اور زندگی میں عیش و آرام ہوگا۔

[3] زندہ کہتے، کاش! یہ مرنے والے ہمارے دور میں ہوتے تو عیش و عشرت پاتے۔ بعض نے احیاء کو بکسر ہمزہ پڑھا ہے یعنی یہ آرزو کریں گے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دے اگر یہ ثابت ہو تو پھر محض بطور فرض و تقدیر ہوگا ورنہ محض احتمال ہی ہے۔

[4] یہ راوی کو شک ہے یا حضور علیہ السلام نے اس وقت اسے مبہم رکھا بعد میں اس میں تعیین فرما دی۔

[5] یہاں کتاب میں بیاض ہے البتہ اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے صحیح کہا ہے۔

۵۲۲۲/۲۲ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ وَّرَآءِ النَّهْرِ يُقَالُ لَهُ الْحَارِثُ حَرَّاثٌ عَلٰى مُقَدِّمَتِهٖ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ مَنْصُوْرٌ يُوَطِّنُ اَوْ يُمَكِّنُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا مَكَّنَتْ قُرَيْشٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ نَصْرُهٗ اَوْ قَالَ اِجَابَتُهٗ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ماوراء النہر[1] سے ایک شخص نکلے گا جسے حارث کہا جائے گا کسان[2] ہوگا اس کے لشکر کے اگلے حصے میں ایک شخص ہوگا جسے منصور کہا جائے گا وہ[3] محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد کو ایسی ہی جگہ[4] دے گا جیسے قریش نے اللہ کے رسول کو دی، ہر مسلمان پر اس کی مدد[5] ضروری ہے یا فرمایا اس کی بات ماننا ضروری ہے۔

[1] مصابیح کے بعض نسخوں میں وراء النہر کے الفاظ ہیں

[2] یہ دونوں نام یا دونوں صفات ہو سکتی ہیں۔ الغرض خواہ بطریق علم ہو یا بطریق وصف اس کے یہ دو نام ہوں گے۔

[3] حارث نامی شخص

[4] یوطن او یمکن۔ راوی کو شک ہے کہ کون سا لفظ کہا

[5] راوی کو شک ہے کہ نصرہ کہا یا اجابتہ کہا، یہ حدیث اس معاملہ میں واضح ہے کہ وہ شخص امامت و خلافت کا دعویٰ کرے گا اور اہلِ ایمان پر اس کی اطاعت لازم ہوگی یہ بھی ممکن ہے یہ بات بطور تعلیم و ارشاد اور ہدایت ہو، نصرت و اجابت سے مراد اعتقاد و محبت ہو۔

۵۲۲۳/۲۳ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تُکَلِّمَ السِّبَاعُ الْاِنْسَ وَحَتّٰی تُکَلِّمَ الرَّجُلَ عَذَبَۃُ سَوْطِہٖ وَشِرَاکُ نَعْلِہٖ یُخْبِرَہٗ فَخِذُہٗ بِمَا اَحْدَثَ اَھْلُہٗ بَعْدَہٗ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت نہ آئے گی حتیٰ کہ درندے انسانوں سے باتیں کریں گے اور حتیٰ کہ آدمی سے اس کے کوڑے کا پھندنا اور جوتے کا تسمہ باتیں کرے گا اور اس کی ران اسے وہ سب کچھ بتا دے گی جو اس کے گھر والوں نے اس کے پیچھے کیا۔ (ترمذی)

لہ عذبہ بحرکات ہر چیز کی طرف۔ قاموس، صراح میں ہے عذبۃ اللسان زبان کی تیزی۔ عذبۃ السوط تازیانے کا، عذبۃ المیزان وہ رسی جو ترازو کو اٹھائے ہوئے ہوتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۵۲۲۴ / ۲۴ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِائَتَیْنِ۔ (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بڑی نشانیاں دوسولہ سال کے بعد ہیں (ابن ماجہ)

لہ اسلام کی آمد کے دوسو سال بعد قیامت کی نشانیوں کا پے در پے اظہار شروع ہو جائے گا یا آپ کے وصال مبارک کے بعد دوسو سال مراد ہیں۔ دوسو سال کی ابتداء ہجرت سے بھی ہو سکتی ہے۔

۵۲۲۵ / ۲۵ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّایَاتِ السُّوْدَ قَدْ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ فَاْتُوْھَا فَاِنَّ فِیْھَا خَلِیْفَۃَ اللّٰہِ الْمَھْدِیَّ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّۃِ)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کالے جھنڈے دیکھو خراسان کی طرف سے آتے ہوئے تو تم وہاں جانا کیونکہ اس میں اللہ کا خلیفہ مہدی ہے لہ۔ (مسند احمد، ودلائل النبوۃ للبیہقی)

لہ اس واقعہ اور اس کی مثل دوسرے واقعات کی تفصیل کے لیے حضرت شیخ علی متقی قدس سرہ کے اس رسالہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو انھوں نے علامات مہدی میں تحریر فرمایا ہے۔

۵۲۲۶ / ۲۶ وَعَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ وَّنَظَرَ اِلَی ابْنِہِ الْحَسَنِ قَالَ اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ کَمَا سَمَّاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَیَخْرُجُ مِنْ صُلْبِہٖ رَجُلٌ یُسَمّٰی بِاسْمِ نَبِیِّکُمْ یُشْبِھُہٗ فِی الْخُلُقِ وَلَا یُشْبِھُہٗ

حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے امام حسن کو دیکھ کر فرمایا یہ میرا بیٹا سید ہے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سید فرمایا اس کی پشت سے ایک شخص پیدا ہوگا جو تمھارے نبی کے نام سے موسوم ہوگا

فِي الْخَلْقِ ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةً يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا۔
(رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْقِصَّةَ)

عادت میں ان کے مشابہ[2] نہ ہوگا مگر صورت میں مشابہ[3] ہوگا، پھر پورا واقعہ بیان کیا کہ وہ زمین کو انصاف سے بھر دے گا (ابوداؤد) اور قصہ ذکر نہ کیا[4]

[1] ابواسحاق سبیعی کبار تابعین میں سے ہیں، انھوں نے حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کی ہے، انھوں نے اڑتیس فقیہہ صحابہ سے حدیث سنی ہے۔ شعبہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث میں امام حسن اور امام ابن سیرین اور مجاہد سے افضل ہیں۔ سبیعی سین پر زبر یا نسبت مکسور، سبیع ایک شخص کا نام تھا

[2] سیرت باطنی میں مشابہت ہوگی۔

[3] درصورت ظاہر یعنی تمام وجوہ کے لحاظ سے، ورنہ بعض احادیث میں بعض چیزوں میں مشابہت بھی ثابت ہے

[4] واضح رہے کہ امام مہدی کا سیدہ فاطمہ کی اولاد سے ہونا حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے لیکن اس میں یہ قید نہیں کہ امام حسن یا امام حسین کی اولاد میں سے ہوں گے، بعض احادیث میں ان کا امام حسن کی اولاد میں سے ہونا ثابت ہے جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے۔ بعض میں امام حسین کی اولاد میں سے ہونا بھی مذکور ہے۔ بعض احادیث غریبہ میں حضرت عباس کی اولاد سے ہونے کا بھی ذکر آیا ہے۔ شیخ ابن حجر ہیتمی مکی نے ان احادیث میں یوں تطبیق دی ہے کہ ایک شخص کی ولادت میں جہات مختلفہ ہو سکتی ہیں، اب دونوں اماموں کی طرف نسبت ہو سکتی ہے البتہ امام حسن کی طرف نسبت ولادت عظمیٰ ہوگی کیونکہ ان کا تذکرہ اکثر احادیث میں آیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی ایک والدہ خاندان عباسیہ سے ہو۔

٥٢٢٧ ٢٧ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قُفِدَ الْجَرَادُ فِي سَنَةٍ مِنْ سِنِي عُمَرَ الَّتِي تُوُفِّيَ فِيهَا فَاهْتَمَّ بِذٰلِكَ هَمًّا شَدِيدًا فَبَعَثَ إِلَى الْيَمَنِ رَاكِبًا وَرَاكِبًا إِلَى الْعِرَاقِ وَرَاكِبًا إِلَى الشَّامِ يَسْأَلُ عَنِ الْجَرَادِ هَلْ أُرِيَ مِنْهُ شَيْئًا فَأَتَاهُ الرَّاكِبُ الَّذِي مِنْ قِبَلِ الْيَمَنِ بِقَبْضَةٍ فَنَشَرَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَمَّا رَآهَا عُمَرُ كَبَّرَ وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ أَلْفَ أُمَّةٍ سِتُّ مِائَةٍ مِنْهَا فِي الْبَحْرِ وَأَرْبَعُ مِائَةٍ فِي الْبَرِّ فَإِنَّ أَوَّلَ هَلَاكِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْجَرَادُ فَإِذَا هَلَكَتِ الْجَرَادُ تَتَابَعَتِ الْأُمَمُ كَنِظَامِ السِّلْكِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر کے برسوں[1] میں سے اس برس جس[2] میں آپ کا وصال ہوا ٹڈی کم ہوگئی تو آپ اس سے سخت غمگین ہوئے آپ نے ایک سوار یمن کی طرف اور ایک سوار عراق کی طرف اور ایک سوار شام کی طرف بھیجا۔ ٹڈی[3] کے متعلق سوال فرماتے تھے کہ کیا کچھ ٹڈیاں دیکھی گئیں تو آپ کے پاس وہ سوار جو یمن گیا تھا۔ مٹھی بھر ٹڈیاں لایا اور آپ کے سامنے بکھیر دیں جب انھیں دیکھا تو حضرت عمر نے تکبیر کہی اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزّ وجل نے ایک ہزار امتیں پیدا کیں جن میں سے چھ سو دریا میں ہیں اور چار سو خشکی میں اور سب سے پہلے[4] ہلاکت میں ٹڈی ہے جب ٹڈی

(رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

ہلاک ہو جائے گی تو دوسری امتیں لگاتار ہلاک ہوں گی جیسے لڑی کا دھاگہ[۵] (بیہقی، شعب الایمان)

---

[۱] خلافت کے سال

[۲] جس سال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا اس سال ٹڈی وہاں نہ تھی۔

[۳] وہ سوار لوگوں سے ٹڈی کے بارے میں پوچھتا، یہ بھی احتمال ہے کہ یَسْأَلُ کی ضمیر حضرت عمر کی طرف لوٹے۔

[۴] بعض نسخوں میں لفظ ہلاک نہیں، صرف اتنا ہے ان ہزار میں سے پہلی ٹڈی ہے۔

[۵] جیسے لڑی سے لگاتار دانے گر پڑتے ہیں۔

۲۴۰- بَابُ الْعَلَامَاتِ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ وَذِکْرِ الدَّجَّالِ

قرب قیامت کی نشانیاں اور دجّال

اس باب میں قرب قیامت واقع ہونے والی بڑی نشانیوں کا ذکر ہے۔ جیساکہ سابقہ باب میں چھوٹی نشانیوں کا تذکرہ ہوا۔ جب امام مہدی کا تذکرہ ان احادیث میں آچکا جن میں ان فتنوں اور لڑائیوں کا بیان ہے جو ان کے ظاہر ہونے سے پہلے ہوں گی اور آپ کے ظاہر ہونے پر وہ ختم ہو جائیں گی اس وجہ سے ان کا تذکرہ اس باب میں ہوا ہے، واضح ہو کہ وہ احادیث و اخبار جو دس نشانیوں کے بارے میں مصنف نے ذکر کی ہیں، ان میں اختلاف ہے، ان کے درمیان موافقت بیان کرنے کے سلسلے میں تطبیق و توفیق میں طویل گفتگو ہے، ہو سکتا ہے ان میں سے بعض کے ضمن میں کسی قدر بیان کی جائے، ان میں سے سب سے اہم و اعظم مصیبت دجال کا وجود ہے اور اس کے بارے میں احادیث متعدد ہیں۔ دجال، دجل سے بنا جس کا معنی ہے خلط ملط کرنا، مکر اور دھوکہ کے ہیں۔ دجل الحق بالباطل اس وقت کہتے ہیں جب کوئی حق کو باطل سے ملا دے۔ اس کا معنی کذب بھی ہے ان تمام معانی کا دجال میں پایا جانا واضح ہے اور دجال کے دیگر معانی اور اس کی وجہ تسمیہ قاموس میں تفصیلاً ہے۔ شرح میں انھیں ہم ذکر بھی کریں گے، لفظ مسیح اس کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان مشترک ہے اور اکثر طور پر یہ ہوتا ہے مسیح کے اطلاق کے وقت دجال کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے مطلقاً مذکور ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ کسی کوڑھے اور برص والے کو مس کرتے تو وہ صحیح ہو جاتا تھا اور اس وجہ سے بھی کہ والدہ کے شکم سے تمام اس آلائش اور میل کچیل سے پاک پیدا ہوئے جو بچے پر ولادت کے

وفت ہوتی ہے۔ بعض کے نزدیک مسیح کا معنی یہی ہے یا اس وجہ سے کہ ان کے پاؤں ہموار تھے۔ ان میں خم نہیں تھا جیسے کہ اکثر لوگوں کے پاؤں میں ہوتا ہے یا اس وجہ سے کہ انھوں نے زمین پر زیادہ مسافت طے کی۔ یہ وجہ ان کے اور دجال کے درمیان مشترک ہے، دجال کو مسیح اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی ایک آنکھ نہیں ہوگی بلکہ جگہ ہموار ہوگی۔ ممسوح الوجہ اور مسیح الوجہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے چہرے کی ایک طرف ہموار ہو اور آنکھ وابرو نہ ہو یا اس وجہ سے کہ اس کی وجہ سے خیر وبھلائی ختم ہوجائے گی جیسے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وجہ سے شر اور برائی محو ہوجائے گی۔ پس دجال مسیح الضلالۃ اور حضرت عیسٰی مسیح الھدایہ ٹھہرے اس وجہ سے حضرت عیسٰی کے لیے مسیح کا لفظ میم کے نیچے زیر اور سین مشدد سے بھی آیا ہے، بعض کے نزدیک مشدد دجال کا نام ہے اور مخفف حضرت عیسٰی کا اور جو یہ کہا گیا ہے کہ دجّال کا نام خاء کے ساتھ مسیح ہے غلط ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۲۲۸ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيْدِنِ الْغِفَارِيِّ قَالَ اطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ نَتَذَاكَرُ فَقَالَ مَا تَذَاكَرُوْنَ قَالُوْا نَذْكُرُ السَّاعَةَ قَالَ اِنَّهَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰى تَرَوْا قَبْلَهَا عَشْرَ اٰيَاتٍ فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَ الدَّآبَّةَ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَنُزُوْلَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَيَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ وَثَلٰثَةَ خُسُوْفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاٰخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ اِلٰى مَحْشَرِهِمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ نَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدْنٍ تَسُوْقُ النَّاسَ اِلَى الْمَحْشَرِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الْعَاشِرَةِ وَرِيْحٌ تُلْقِي النَّاسَ فِي الْبَحْرِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

پہلی فصل

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا حالانکہ ہم کوئی تذکرہ کر رہے تھے فرمایا کس کا ذکر کر رہے ہو؟ عرض کیا قیامت کا۔ فرمایا وہ قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ اس سے پہلے اس کی نشانیاں نہ دیکھ لو۔ آپ نے دھوآں[۲] دجال[۳]، دابۃ الارض[۴]، سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا، حضرت عیسٰی کا نزول، یاجوج[۵] ماجوج کا نکلنا، تین جگہ زمین کا دھنسنا یعنی مغرب، مشرق اور جزیرۂ عرب میں زمین کا بیٹھ جانا اور آخر میں ایک آگ ہوگی جو یمن کی طرف سے نکلے گی اور لوگوں کو محشر کی طرف دھکیل کر لے جائے گی دوسری روایت میں ہے کہ قعر عدن سے آگ نکلے گی اور لوگوں کو محشر کی طرف ہانکے گی۔ تیسری روایت میں دسویں نشانی کے متعلق ہے کہ ایک آندھی ہوگی جو لوگوں کو سمندر میں ڈال دے گی۔ (مسلم)

---

[۱] اسید، ہمزہ پر زبر، سین کے نیچے زیر، یہ بیعت رضوان میں شامل تھے بعض نے کہا کہ جس پہلے غزوہ میں یہ شریک ہوئے وہ حدیبیہ ہے لیکن درخت کے نیچے بیعت نہ کر سکے۔ کوفہ میں رہے۔ اہلِ کوفہ میں سے ہی شمار ہوتے ہیں حضور علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابو الطفیل اور شعبی نے روایت کیا ہے۔

۵۲ ایسا دھوآں ہوگا جو مشرق و مغرب کو ڈھانپ لے گا اور چالیس دن تک رہے گا، مسلمانوں کو زکام کی طرح ہوگا اور کافر مدہوش، جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے، قرآن مجید کی سُورۂ دخان میں ہے

حضرت حذیفہ اور ان کے اتباع کرنے والے کہتے ہیں کہ اس آیت سے یہی دھوآں مراد ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ان کے متبعین کے نزدیک اس دھوئیں سے مراد وہ قحط ہے جو قریش پر حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں آپ کی اس دعا کے نتیجہ میں مسلّط کیا گیا۔ اے اللہ! ان پر سات سال تک قحط مسلّط فرما جیسے کہ اہلِ مصر پر حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں مسلط کیا گیا وہ چمڑہ اور مردار کھاتے اور ہوا کو مثل دھوآں دیکھتے کیونکہ بھوک کی وجہ سے جب نظر کمزور ہوجاتی ہے تو ایسے شخص کو ہوا دھوئیں کے مانند نظر آتی ہے اور اسے تیرہ و تاریک دیکھتا ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ خشک سالی اور قحط کی وجہ سے ہوا کثرت غبار سے آلودہ ہوکر تاریکی کی طرح ہوجاتی ہے اور عرب سخت حادثہ اور شر کو بھی دھوئیں کا نام دے دیتے ہیں۔ بخاری میں اس سلسلہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے احادیث مروی ہیں۔

۵۳ دجال اور اس کے احوال کا تذکرہ فرمایا۔

۵۴ اس چار پائے کا ذکر کیا جو مسجد حرام سے صفاء و مروہ کے درمیان سے باہر آئے گا، اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی وَاَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ اس پر محمول ہے۔ شارحین نے بیان کیا کہ اس کا قد ساٹھ گز ہوگا۔ بعض نے کہا کہ اس کی تخلیق مختلف ہوگی، حیوانوں کے ساتھ زیادہ مشابہت ہوگی، جبل صفاء کو پھاڑ دے گا اور اس کے ساتھ وہاں عصائے موسیٰ اور خاتم سلیمانی برآمد ہوگی۔ کوئی شخص اس کے ساتھ دوڑ نہیں سکے گا، اور اس سے بھاگ نہ سکے گا۔ مومن کو عصاء سے مارے گا اور اس کے چہرے پر مومن لکھے گا۔ کافر کو مُہر لگائے گا اور اس کے چہرے پر کافر لکھے گا۔

۵۵ یہ یافث بن نوح کی اولاد میں سے دو قبائل ہیں اور یہ دونوں نام عجمی ہیں، بعض کے نزدیک عربی ہیں حاکم نے ان کا اشتقاق شرح میں بیان کیا ہے۔

۵۶ جزیرۂ عرب اور حدود کا بیان باب الملاحم میں ہوچکا ہے

۵۷ اس زمین کی طرف سے جائے گی یہاں حشر ہوگا اس سے مراد شام کی زمین ہے کیونکہ حدیث صحیح میں آیا کہ حشر شام کی زمین پر ہوگا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ چلانا حشر برپا ہونے کے بعد ہو تاکہ یہ اعتراض وارد ہو علامت قیامت اس سے پہلے ہو اور حشر بعد میں برپا ہوگا۔

۵۸ یہ بھی یمن کا علاقہ ہے۔

۵۹ دوسری روایت میں دسویں شے کا نام آگ از یمن یا قعر عدن کی بجائے ہوا کا ذکر ہے کہ وہ لوگوں میں دریا میں پھینک دے گی۔

۶۰ یہاں اشکال یہ ہے کہ بخاری شریف میں مذکورہ آگ کو قیامت کی پہلی علامت بیان کیا گیا ہے اور یہاں

آخری) ان دونوں احادیث کے درمیان موافقت یوں ہے کہ آگ بیان کردہ نشانیوں سے مؤخر ہے اور ان نشانیوں سے پہلی نشانی ہے جن کے ظاہر ہونے کے بعد دنیا کی کوئی چیز باقی نہ رہے گی، بلکہ اس کی انتہا صور پھونکنے پر ہوگی، جس کے ساتھ دنیا و مافیہا فانی اور ہلاک ہو جائے گا بخلاف دیگر علامات کے کہ اس کے بعد دنیا کچھ نہ کچھ باقی رہے گی۔ پس پہلی قسم قربِ قیامت کی علامات اور دوسری قیامِ قیامت کی اور اول و آخر ہوں امورِ نسبتیہ میں سے ایک شے کے حوالے سے اول اور دوسرے کے حوالے سے آخر ہوگی۔

۵۲۲۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ[2] صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سِتًّا الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَدَآبَّةَ الْاَرْضِ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَاَمْرَ الْعَآمَّةِ وَخُوَیْصَةَ اَحَدِكُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا چھ چیزوں سے پہلے اعمال میں جلدی کرو۔ دھوآں، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ فتنہ عام[1] اور تمہارے ہر ایک کا خاص[2] فتنہ۔ (مسلم)

[1] جو تمام مخلوق کا احاطہ کرے

[2] یعنی نفس، اہل اور مال ہیں تم میں بعض کی مشغولیت ہوگی یا امرِ عامہ سے مراد قیامت ہے اور خاص سے مراد موت ہے جب علامات سے ڈرایا تو اس کے قیام اور موت سے بھی ڈرایا کیونکہ یہ قیامت صغریٰ ہے۔

۵۲۳۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ[3] اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ الْاٰیَاتِ خُرُوْجًا طُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَخُرُوْجَ الدَّآبَّةِ عَلَی النَّاسِ ضُحًی اَوْ خُرُوْجَ الدَّآبَّةِ وَاَیُّهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا فَالْاُخْرٰی عَلٰی اَثَرِهَا قَرِیْبًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ پہلی علامت[1] جو ظاہر ہوگی وہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا[2] اور دابۃ الارض کا لوگوں کے سامنے چاشت کے وقت نکلنا یا دابہ[3] کا نکلنا، ان دونوں میں سے جو بھی اپنے صاحب سے پہلے ہو، تو دوسری اس کے قریب ہی پیچھے ہوگی[4]۔

[1] یہ پہلی اس حوالے سے ہے کہ اس وقت حادثہ دشوار ترین ہوگا، کیونکہ توبہ کے دروازے بند ہو جائیں گے

[2] اس کے اوصاف معلوم ہیں اور اس کا کلام کرنا بھی

[3] یعنی واؤ کی جگہ "او" کا کلمہ ہے یہ الفاظ آئندہ الفاظ کے زیادہ موافق ہیں۔

[4] یعنی ان دونوں کے وقوع کے درمیان، دیگر علامات کی نسبت فاصلہ بہت کم ہوگا پس اگر آفتاب پہلے طلوع ہوگیا تو دابہ اس کے بعد اور اگر دابہ پہلے نکلا تو اس کے بعد متصلاً سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔ ان دونوں میں ترتیب و تقدیم و تاخیر کے بارے میں وحی بالیقین نازل نہیں ہوئی لیکن اتنا واضح ہے کہ ان دونوں کا وقوع دوسری علامات کی نسبت متصل ہوگا۔

۵۲۳۱
۴
وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ اِذَا خَرَجْنَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْ اِیْمَانِهَا خَیْرًا طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَخُرُوْجُ الدَّجَّالِ وَدَآبَّةُ الْاَرْضِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں جب ظاہر ہوں گی تو کسی نفس کو اس کا ایمان نفع نہ دے[ف۱] گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں بھلائی نہ کمائی تھی[ف۲]، سورج کا مغرب سے نکلنا، دجال اور زمین کا جانور[ف۳] (المسلم)

ف۱ اس وقت ایمان لانا اور کفر سے توبہ کوئی فائدہ نہ دے گا۔

ف۲ اس وقت گناہوں سے توبہ بھی مفید نہ ہوگی، اس آیت کریمہ کی متعدد تفاسیر ہیں، ہم نے ایک بیان کی ہے اور تین چیزیں یہ ہیں۔

ف۳ کیونکہ ان کے بعد احوال آخرت کا مشاہدہ ہو جائے گا۔ حالانکہ معتبر ایمان بالغیب ہے۔

۵۲۳۲
۵
وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَتَدْرِیْ اَیْنَ تَذْهَبُ هٰذِهٖ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ هٰذِهٖ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنُ فَیُؤْذَنُ لَهَا وَیُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ وَلَا تُقْبَلَ مِنْهَا وَتَسْتَاْذِنُ فَلَا یُؤْذَنُ لَهَا وَیُقَالُ لَهَا ارْجِعِیْ مِنْ حَیْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَّغْرِبِهَا كَذٰلِكَ قَوْلُهٗ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب سورج ڈوبتا ہے تو جانتے ہو یہ کہاں جاتا ہے میں نے عرض کیا اللہ اور رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا یہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے پھر اجازت مانگتا ہے تو اسے اجازت دے[ف۱] دی جاتی ہے اور قریب ہے کہ سجدہ کرے اور اس کا سجدہ قبول نہ ہو اور اجازت مانگے تو اسے اجازت نہ دی جائے اور اس سے کہا جاوے کہ جہاں سے آیا ہے وہاں لوٹ جا[ف۲] تو مغرب سے طلوع ہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ سورج اپنے ٹھکانے پر چلتا ہے، فرمایا اس کا ٹھکانا عرش کے[ف۳] نیچے ہے[ف۴] (بخاری ومسلم)

ف۱ یہ حکم ہوتا ہے کہ مشرق کی جانب سے طلوع ہو اور اجازت سے یہی مراد ہے کہ میں مشرق سے طلوع ہو جاؤں۔

ف۲ چونکہ وہ مغرب سے آیا لہذا اسی طرف لوٹ جائے گا۔

ف۳ اس کی قرارگاہ عرش کے نیچے ہے غروب کے بعد وہاں جا کر سجدہ کر کے اجازت طلب کرتا ہے اور اسے آئندہ طلوع ہونے کا حکم ملتا ہے۔

ف۴ تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے اور معانی بھی بیان ہوئے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں، جو تفسیر متفق علیہ حدیث میں آئی ہے وہ ہی متعین ہوگی لیکن تعجب یہ ہے کہ اس معنی کا وہاں بالکل نام ونشان نہیں، غالباً فلسفہ کے غلبے کی وجہ سے

ایسا ہوا ہے۔ علامہ طیبی کے کلام سے بھی سینہ کی تنگی ظاہر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ سے سلامتی کا سوال ہے۔

۵۲۳۳ ٦ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا بَيْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اَمْرٌ[1] اَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ پیدائش حضرت آدم علیہ السلام اور قیام قیامت کے درمیان دجال سے بڑھ کر کوئی امر[1] نہیں (المسلم)

[1] ابتلاء، فتنہ، گمراہی اور استدراج کی وجہ سے۔

۵۲۳۴ ٧ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيْسَ بِاَعْوَرَ وَاِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ[3] طَافِيَةٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تم پر چھپا[1] نہیں، اللہ تعالیٰ کانا[2] نہیں اور مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا ہے، اس کی آنکھ گویا ابھرا ہوا[3] انگور ہے۔

(بخاری ومسلم)

[1] یعنی تم اسکی ذات وصفات پر بالیقین ایمان رکھو جیسا کہ شرع نے بیان کیا، پس دجال کے جادو اور استدراج سے گمراہ نہ ہونا۔

[2] اس سے مقصد نفی نقص ہے، خاص کر بصر ثابت نہیں یعنی اللہ تعالیٰ انسانوں کی طرح ہرگز نہیں کہ اس کی آنکھیں ہوں چہ جائیکہ نعوذ باللہ وہ کانا ہو۔

[3] طافیہ۔ اس معنی میں یاء کے ساتھ طفوٌ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے خیر کا سر پہ آنا، اکثر اوقات میں یہی ہے لیکن بعض روایات میں ہمزہ کے ساتھ طفوء سے بھی مشتق آیا ہے، اس کا معنی آگ اور چراغ کا بجھانا ہے یعنی بے نور اور تاریک ہونا مراد ہے

۵۲۳۵ ٨ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا قَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَهُ الْاَعْوَرَ الْكَذَّابَ اَلَا اِنَّهٗ اَعْوَرُ وَاِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَ۔ فَ۔ رَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی نبی نہیں ہوا مگر اس نے اپنی امت کو کانے کذاب[1] سے ڈرایا۔ آگاہ رہو کہ وہ کانا ہے جبکہ تمہارا رب کانا نہیں، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک۔ ف۔ ر لکھا ہوا ہے۔ (بخاری ومسلم)

[1] مراد دجال ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ دجال کے خروج کا وقت کسی کے لیے متعین نہیں، بس اتنا معلوم ہے کہ قیامت سے پہلے آئے گا کیونکہ قیام قیامت کا وقت مقررہ کسی کو معلوم نہیں، لہٰذا اس کے خروج کا وقت متعین بھی کسی کو معلوم نہیں۔

[2] لفظ کفر مراد ہے مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں لفظ کفر ہے اور بعض میں جدا جدا حروف ہیں گویا اس کے چہرے پر

جُدا جُدا لکھا ہوا ہوگا۔

۵۲۳۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِهٖ نَبِیٌّ قَوْمَهٗ اَنَّهٗ اَعْوَرُ وَاَنَّهٗ یَجِیْءُ مَعَهٗ بِمِثْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِیْ یَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِیَ النَّارُ وَاِنِّیْ اُنْذِرُکُمْ کَمَا اَنْذَرَ بِهٖ نُوْحٌ قَوْمَهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)
۹

۵۲۳۷ وَعَنْ حُذَیْفَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الدَّجَّالَ یَخْرُجُ وَاِنَّ مَعَهٗ مَآءً وَّنَارًا فَاَمَّا الَّذِیْ یَرَاهُ النَّاسُ مَآءً فَنَارٌ تُحْرِقُ وَاَمَّا الَّذِیْ یَرَاهُ النَّاسُ نَارًا فَمَآءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْکُمْ فَلْیَقَعْ فِی الَّذِیْ یَرَاهُ نَارًا فَاِنَّهٗ مَآءٌ عَذْبٌ طَیِّبٌ (متفق علیہ)
۱۰

وَزَادَ مُسْلِمٌ وَاِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوْحُ الْعَیْنِ عَلَیْهَا ظَفَرَةٌ غَلِیْظَةٌ مَکْتُوْبٌ بَیْنَ عَیْنَیْهِ کَافِرٌ یَقْرَءُهٗ کُلُّ مُؤْمِنٍ کَاتِبٍ وَّغَیْرِ کَاتِبٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمھیں دجال کے متعلق ایک ایسی بات نہ بتاؤں جو کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں بتائی، بلاشبہ وہ کانا ہے اور اپنے ساتھ جنت و دوزخ جیسی چیزیں لے کر آئے گا اور میں تمھیں ڈراتا ہوں جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بلاشبہ دجال نکلے گا اور اس کے ساتھ پانی و آگ[1] ہوگی جو لوگوں کو پانی نظر آئے گا، وہ جلانے والی آگ ہوگی اور جو لوگوں کو آگ نظر آئے گی وہ ٹھنڈا میٹھا پانی ہوگا جو تم میں سے اس صورت حال سے دوچار ہو تو اس میں گرے جو آگ نظر آتی ہے، کیونکہ وہ[2] میٹھا اور پاک پانی ہے (بخاری و مسلم)

اور مسلم میں یہ اضافہ بھی ہے بلاشبہ دجال مٹی ہوئی آنکھ والا ہے جس پر بڑا سا ناخن[3] ہے، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے جس کو ہر مومن پڑھ لے گا خواہ وہ لکھنا جانتا ہو[4] یا نہ جانتا ہو[5]۔

---

[1] یا تو حقیقۃً آگ اور پانی ہوں گے یا مجازاً جنت و دوزخ کا تذکرہ ہے۔

[2] یعنی اس کی طرف سے جو عذاب اور مشقت دیکھے اسے راحت اور خوشی جانے، اس سے گریز نہ کرے اور دجال کے جال میں نہ پڑے۔

[3] ظَفرہ۔ ظا پر زبر، فاء، آنکھ پر جو زائد گوشت اگتا ہے اور اسے ناک کی طرف سے ڈھانپ لیتا ہے۔

[4] اس سے پہلے وہ لکھنا جانتا تھا یا نہ، واضح رہے کہ ظاہر یہی ہے کہ ناخن اسی آنکھ پر ہوگا جو غیر ہموار ہوگی کیونکہ ممسوح کا معنی جو دجال کی وجہ تسمیہ میں گذرا، وہ یہ ہے کہ جس کی ایک جانب چہرے کی آنکھ و ابرو سے خالی ہو لہٰذا وہ جانب ہموار ہوگی، وہاں ناخن کیسے ہو سکتا ہے۔ مگر اس وقت ہو سکتا ہے جب ممسوح سے مراد مطلق معیوب ہونا ہو اور حدیث میں کَاَنَّ عَیْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِیَةٌ۔ (اس کی آنکھ اُبھرے ہوئے انگور کی طرح ہوگی) بھی آیا ہے

حدیث میں اعور عین الیمنی (دائیں آنکھ سے کانا) بھی گذرا ہے اور دوسری میں بائیں آنکھ کا ذکر ہے۔ بالجملہ دجال کے اوصاف کے بارے میں احادیث متعارض آئی ہیں۔ شیخ نور پشتی کہتے ہیں کہ ان اوصاف کے درمیان تطبیق یوں ممکن ہے کہ فرض کر لیا جائے کہ دونوں آنکھوں میں سے ایک ختم اور دوسری میں عیب ہے، اب یہ ایک آنکھ کو اعور کہا جاتا ہے کیونکہ عور کے معنی عیب کے ہیں۔

۵۲۳۸ ۱۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالُ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُسْرٰى جُفَالُ الشَّعْرِ مَعَهُ جَنَّتُهُ وَنَارُهُ فَنَارُهُ جَنَّتُهُ وَجَنَّتُهُ نَارٌ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال بائیں آنکھ سے کانا اور پراگندہ گھنے[۱] بالوں والا ہے اس کے ساتھ اس کی دوزخ جنت ہوگی اس کی آگ جنت اور اس کی جنت آگ ہوگی۔

(المسلم)

[۱] جفال، جیم پر پیش، کثرت یا پشم اور اس کی مثل کے ساتھ مخصوص ہے۔ قاموس میں ہے جَفَلَ الشَّعْرُ جُفُوْلًا بالوں کا پراگندہ ہونا۔

۵۲۳۹ ۱۲ وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنْ يَّخْرُجْ وَاَنَا فِيْكُمْ فَاَنَا حَجِيْجُهُ دُوْنَكُمْ وَاِنْ يَّخْرُجْ وَلَسْتُ فِيْكُمْ فَامْرُءٌ حَجِيْجُ نَفْسِهِ وَاللّٰهُ خَلِيْفَتِيْ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهُ طَافِيَةٌ كَاَنِّيْ اُشَبِّهُهُ بِعَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ قَطَنٍ فَمَنْ اَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُوْرَةِ الْكَهْفِ۔

حضرت نواس[۱] بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا، تو فرمایا اگر وہ نکلا اور میں تم میں ہوا تو تمھارے بغیر اس کا مقابل میں[۲] ہوں گا اور اگر وہ نکلا اور میں تم میں نہ ہوا تو ہر شخص اپنی ذات[۳] کا محافظ ہے اور ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ میری طرف سے محافظ[۴] ہے، وہ جوان ہے سخت گھونگھریالے بال والا، اس کی آنکھ ابھری ہوئی، گویا میں اسے عبد العزیٰ بن قطن[۵] سے تشبیہ دیتا ہوں تو تم میں سے جو اسے پائے تو اس پر سورۃ کہف پڑھے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ بِفَوَاتِحِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ فَاِنَّهَا جِوَارُكُمْ مِنْ فِتْنَتِهِ اِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَعَاثَ يَمِيْنًا وَّعَاثَ شِمَالًا يَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوْا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا لَبْثُهُ فِي الْاَرْضِ قَالَ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَّيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَّيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ

ایک روایت میں فواتح سورۃ الکہف کے الفاظ اور دوسری روایت میں بفواتح سورۃ کہف کے الفاظ ہیں۔ کیونکہ وہ تمھاری امان[۶] ہے اس کے فتنے سے وہ، شام اور عراق والے راستے[۷] سے نکلے گا تو دائیں بائیں فساد پھیلائے گا، اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس کا زمین میں ٹھہرنا کتنا ہے؟ فرمایا چالیس دن، ایک دن سال کی طرح ہوگا اور ایک دن مہینہ کی

وَسَائِرُ أَيَّامِهٖ كَأَيَّامِكُمْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَسَنَةٍ أَتَكْفِيْنَا فِيْهِ صَلٰوةُ يَوْمٍ قَالَ لَا اُقْدُرُوْا لَهٗ قَدْرَهٗ۔

قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا إِسْرَاعُهٗ فِي الْأَرْضِ قَالَ كَالْغَيْثِ اِسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيْحُ۔

فَيَأْتِيْ عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوْهُمْ فَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ فَيَأْمُرُ السَّمَآءَ فَتُمْطِرُ وَالْأَرْضَ فَتُنْبِتُ فَتَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًى وَّأَسْبَغَهٗ ضُرُوْعًا وَّأَمَدَّهٗ خَوَاصِرَ۔

ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوْهُمْ فَيَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ قَوْلَهٗ فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُوْنَ مُمْحِلِيْنَ لَيْسَ بِأَيْدِيْهِمْ شَيْءٌ مِّنْ أَمْوَالِهِمْ وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُوْلُ لَهَا أَخْرِجِيْ كُنُوْزَكِ فَتَتْبَعُهٗ كُنُوْزُهَا كَيَعَاسِيْبِ النَّحْلِ ثُمَّ يَدْعُوْ رَجُلًا مُّمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهٗ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهٗ جَزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ ثُمَّ يَدْعُوْهُ فَيُقْبِلُ وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهٗ يَضْحَكُ۔

فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَآءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُوْدَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ إِذَا طَأْطَأَ

طرح، اور ایک دن ہفتہ کی طرح اور بقیہ دن تمہارے عام دنوں کی طرح[8] ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! تو یہ دن جو ایک سال کی طرح ہوگا کیا اس میں ہم کو ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی؟ فرمایا: نہیں تم اس کے لیے اندازہ لگالینا[9]۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! زمین پر اس کی تیز رفتاری کیسی ہوگی؟ فرمایا بادل[10] جس کے پیچھے ہوا ہو۔

وہ ایک قوم پر آئے گا انہیں بلائے گا[11] وہ اس پر ایمان لے آئیں گے، تو آسمان کو حکم دے گا وہ بارش برسائے گا، اور زمین کو حکم دے گا وہ اگائے گی، ان کے جانور شام کے وقت آئیں گے[12]، تو وہ زیادہ لمبی کوہان[13] والے اور زیادہ بھرے ہوئے تھن والے اور زیادہ پھیلی ہوئی کوکھوں والے ہوں گے۔

پھر ایک دوسری قوم کے پاس آئے گا انہیں بلائے گا وہ اس کی بات رد کردیں گے[14] وہ ان کے پاس سے لوٹ جائے گا، تو یہ لوگ قحط زدہ ہو[15] جائیں گے کہ ان کے ہاتھوں میں ان کے مال میں سے کچھ باقی نہ رہے گا اور ویرانہ پر گزرے گا اس سے کہے گا کہ اپنے خزانے نکال تو اس کے کہنے پر خزانے شہد کی مکھیوں[16] کی طرح چلیں گے پھر جوانی سے بھرے[17] ہوئے ایک شخص کو بلائے گا اسے تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دے گا اور تیر[18] کے نشان کے ہدف پر پھینک دے گا پھر اسے بلائے گا تو وہ آجائے گا اس کا چہرہ چمکتا ہوگا وہ ہنستا ہوگا۔

جبکہ وہ اس طرح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو بھیجے گا آپ اس[19] کے مشرقی سفید منارے کے پاس دو زعفرانی[20] کپڑوں کے درمیان اتریں گے، اپنے دونوں ہاتھ فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے جب اپنا سر جھکائیں گے

رَأْسَهٗ قَطَرَ وَإِذَا رَفَعَهٗ تَحَدَّرَ مِنْهُ مِثْلُ جُمَّانٍ كَاللُّؤْلُؤِ فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ مِنْ رِّيْحِ نَفَسِهٖ إِلَّا مَاتَ وَنَفَسُهٗ يَنْتَهِيْ حَيْثُ يَنْتَهِيْ طَرْفُهٗ فَيَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُدْرِكَهٗ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهٗ ثُمَّ يَأْتِيْ عِيْسٰى قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ وُّجُوْهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ۔

تو قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو اس سے قطرے ٹپکیں گے موتیوں کی طرح[21] پھر کسی کافر کو جبیں[22] نہ ہوگا کہ آپ کی سانس پالے مگر مر جائے[23] گا اور آپ کی سانس وہاں تک پہنچے گی جہاں تک آپ کی نظر جاوے گی، آپ اسے تلاش کریں گے یہاں تک کہ آپ اسے بابِ لُد[24] میں پائیں گے تو قتل کر دیں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ قوم آئے گی جنھیں اللہ تعالیٰ نے دجّال سے محفوظ رکھا تو آپ ان کے چہرے صاف فرمائیں گے اور ان میں ان کے جنتی درجات کی خبر دیں[25] گے

فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى عِيْسٰى أَنِّيْ قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّيْ لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِيْ إِلَى الطُّوْرِ وَيَبْعَثُ اللّٰهُ يَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلٰى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُوْنَ مَا فِيْهَا وَيَمُرُّ اٰخِرُهُمْ فَيَقُوْلُ لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةً مَّاءٌ ثُمَّ يَسِيْرُوْنَ حَتّٰى يَنْتَهُوْا إِلٰى جَبَلِ الْخَمَرِ وَهُوَ جَبَلُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَيَقُوْلُوْنَ لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِي الْأَرْضِ هَلُمَّ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِي السَّمَاءِ فَيَرْمُوْنَ بِنُشَّابِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرُدُّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ نُشَّابَهُمْ مَخْضُوْبَةً دَمًا وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ وَأَصْحَابُهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِّنْ مِّائَةِ دِيْنَارٍ لِّأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ وَعِيْسٰى أَصْحَابُهٗ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِيْ رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُوْنَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔

وہ اس طرح ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ کو رب تعالیٰ وحی کرے گا کہ میں نے اپنے بندے نکالے ہیں جس میں لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں تو میرے بندوں کو طور کی طرف لے جاؤ اور یاجوج ماجوج کو بھیجے گا جو ہر ٹیلے سے دوڑتے آئیں گے، تو ان کی اگلی جماعت بحیرہ طبریہ پر گزرے گی اس کا سارا پانی پی جائے گی، ان کی آخری جماعت گزرے گی تو کہے گی کہ کبھی یہاں پانی تھا حتیٰ کہ جبلِ خمر تک پہنچیں گے۔ یہ بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے، تو کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو قتل کیا ہے آؤ آسمان والوں کو قتل کریں تو اپنے تیر آسمان کی طرف چلائیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کے تیر رنگین لوٹائے گا اور اللہ کے نبی اور ان کے ساتھی محصور ہو جائیں گے حتیٰ کہ ان کے لیے بیل کی سری سو اشرفیوں سے بڑھ کر ہوگی، جو تمھارے لیے آج ہے۔ تب اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی متوجہ الی اللہ ہوں گے، اس وقت اللہ ان یاجوج ماجوج کی گردن میں ایک کیڑا پیدا کرے گا، تو وہ سب ایک شخص کی موت کی طرح مردہ ہو جائیں[34] گے۔

ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَأَصْحَابُهٗ

پھر اللہ کے نبی عیسیٰ اور ان کے ساتھی زمین پر اتریں گے

إِلَى الْأَرْضِ فَلَا يَجِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللّٰهِ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَآءَ اللّٰهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ تَطْرَحُهُمْ بِالنَّهْبَلِ وَيَسْتَوْقِدُ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ قِسِيِّهِمْ وَنُشَّابِهِمْ وَجِعَابِهِمْ سَبْعَ سِنِيْنَ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ أَنْبِتِيْ ثَمَرَتَكِ وَرُدِّيْ بَرَكَتَكِ فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ وَيَسْتَظِلُّوْنَ بِقِحْفِهَا وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتّٰى إِنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيْلَةَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ رِيْحًا طَيِّبَةً فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوْحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّكُلِّ مُسْلِمٍ وَّيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُوْنَ فِيْهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ فَعَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ إِلَّا الرِّوَايَةَ الثَّانِيَةَ وَهِيَ قَوْلُهُ تَطْرَحُهُمْ بِالنَّهْبَلِ إِلٰى قَوْلِهِ سَبْعَ سِنِيْنَ.

الترمذی

تو زمین میں بالشت بھر کوئی ٹکڑا نہیں پائیں گے جو ان کی لاشوں اور بدبو[35] سے نہ بھر دی ہو۔ تب اللہ کے نبی حضرت عیسٰی اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ پرندے بھیجے گا۔ اونٹ[36] کی گردنوں کی طرح وہ انھیں اٹھا کر جہاں اللہ چاہے گا پھینک دیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ انھیں نہبل[37] میں پھینک دیں گے اور مسلمان ان کی کمانیں تیر اور ترکش[38] سات سال تک جلائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جس سے نہ کوئی مٹی کا گھر[39] بچے گا نہ اون کا۔ وہ زمین کو دھو دے گی حتیٰ کہ اسے شیشہ[40] کی طرح کر چھوڑے گی پھر زمین سے کہا جائے گا تو اپنے پھل اگا اور اپنی برکت لوٹا دے تو اس دن ایک انار[41] سے ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے[42] سے سایہ لے گی اور دودھ[43] میں برکت دی جائے گی حتیٰ کہ تازہ جنی ہوئی[44] اونٹنی لوگوں کی ایک جماعت کو کافی ہو گی اور نئی جنی ہوئی گائے ایک قبیلہ[45] کو کافی ہو گی اور نئی جنی ہوئی بکری لوگوں کے ایک خاندان کو کافی ہو گی جب کہ وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ اللہ ایک خوشگوار ہوا بھیجے گا وہ انھیں ان کی بغلوں کے نیچے لگے گی تو ہر مسلمان ہر مومن[46] کی روح قبض کرے گی اور بدترین لوگ رہ جائیں گے جو زمین میں گدھوں کی جفتی کی طرح زنا کریں[47] گے، ان پر قیامت ہو گی۔ (مسلم)

مگر یہ الفاظ کہ انھیں نہبل میں پھینکے گی ایک قول کے مطابق سات سال تک۔

---

[1] نواس، نون پر زبر، واؤ مشدد اور سین، بن سمعان۔ سین کے نیچے زیر، جیم ساکن۔ صحابی ہیں، شام میں سکونت پذیر رہے۔

[2] تمھارے سامنے یا تمھارے پیچھے کی جانب، دون کا معنی سامنے، پیچھے اور اوپر کے آتے ہیں

[3] اپنے آپ سے اس کے شر کو دلائل شرعیہ قطعیہ عقلیہ سے دفع کرو۔

[4] میرے بعد تم پر اللہ وکیل اور اس کا ولی ہے جو دجال کے شر کو تم سے دور کر دے گا واضح رہے کہ یہ دلائل و قرائن سے

معلوم ہو رہا ہے کہ دجال کا ظہور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے بعد ہی ہے۔ مگر آپ نے یہ طریقہ مکلفین پر خوف فتنہ کے بقا، اس کے ظہور کے وقت میں ابہام، دجال کے ظہور کے تعین اور تحقق میں مبالغہ و تاکید کے لیے آپ نے یہ اسلوب اختیار فرمایا۔

[5] ابن قطن، قاف پر زبر اور طا، یہ عبد العزیٰ قبیلۂ خزاعہ سے تعلق رکھتا ہے اور عہد جاہلیت میں یہ بادشاہ رہا ہے بعض کے نزدیک یہودی کا نام ہے اور نام سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مشرک تھا۔ حضور علیہ السلام نے دجال کو اس کے مشابہ قرار دیتے ہوئے جزم نہیں فرمایا۔ البتہ بعض احادیث میں تشبیہ پر جزم کا ذکر بھی آیا ہے گویا کَاَنِّیْ کا لفظ برائے تاکید اور اس میں پختگی پیدا کرنے کے لیے ہے۔

[6] جیسا کہ اپنے زمانے میں دقیانوس جابر حاکم سے اصحاب کہف نے نجات پائی تھی۔ بعض احادیث میں سونے کے وقت ان آیات کی تلاوت کے وقت میں ملتا ہے۔ جواز جیم کے نیچے زیر یا پیش، کسرہ افصح ہے۔ ہمسایہ ہونا، پڑوسی کا امن دینا، بعض نسخوں میں جواز کم جیم اور رنا آیا ہے اُن کا سن وہ خط (ویزا) جو مسافر کسی بادشاہ سے اس لیے لیتا ہے کہ اس کے نائب راستے میں اس سے تعرض نہ کریں۔

[7] خَلَّۃً، خار پر زبر، لام مشدد، وہ راستہ جو ریگستان میں جاتا ہو۔

[8] صرف اپنے سامنے مقابل ہی نہیں بلکہ دائیں بائیں ہر طرف فساد پھیلائے گا اور لفظ عَاثَ کو بر صیغہ ماضی بھی پڑھا گیا ہے۔

[9] پانچ نمازوں کے ادا کرنے کے لیے ایک دن کا اندازہ مقرر کرو، جب فجر کے طلوع کے بعد عام معمول کے مطابق وقت گزر جائے تو نماز فجر ادا کرو اور جب فجر اور ظہر کے درمیان عام معمول کے مطابق وقت گزر جائے تو ظہر ادا کرنا، جب ظہر اور عصر کے درمیان متعارف وقت کے مطابق گزر رہے تو عصر ادا کرنا اسی طرح اس دن کی باقی نمازیں جو سال کے برابر ہوگا، اس پر اس دن کو قیاس کر لیجیے جو مہینے اور ہفتہ کے برابر ہے۔ یہاں سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ تاویل باطل ہے کہ اس دن کی طوالت سال اور مہینے کے برابر اس لعنتی کے فتنوں اور شدت غم و حزن کی وجہ سے ہوگی اور جیسے جیسے حق کی قدر و شوکت میں اضافہ ہوگا باطل پسپا ہوتا جائے گا اور لوگ فتنہ و فساد اور مشقت کے عادی ہو جائیں گے سختی جاتی رہے گی یہ تاویل اس سوال اور جواب سے مناسبت نہیں رکھتی۔

[10] یہاں غیث سے مراد ابر ہے۔

[11] اپنی طرف اور اپنے مذہب کی طرف

[12] وہ مویشی جو صبح کے وقت چرتے گئے تھے۔ سرح، مویشی کو چراگاہ میں چھوڑنا اور سارحہ، چراگاہ میں چھوڑے گئے

[13] ذری، اونٹ کی کوہان کا بلند ہونا، ہر شے کی بلندی کو ذروہ کہا جاتا ہے یہاں مویشی کا فربہ ہونا (موٹا) مراد ہے کیونکہ فربہ ہونے کی وجہ سے کوہان لمبے ہو جاتی ہے۔

[14] وہ قوم اس پر ایمان نہیں لائے گی۔

ف۱۵ ان پر بارش کا برسنا، زراعت ونباتات کا اگنا بند کر دے گا ۔

ف۱۶ نحل، شہد کی مکھیاں، یُعَاسِیب، یعسوب کی جمع بمعنی امیر نحل، قوم کے سردار کو یعسوب کہا جاتا ہے۔ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے أَنَا يَعْسُوْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَالُ يَعْسُوْبُ الْكُفَّارِ مسلمان میری متابعت کرتے اور پناہ تلاش کرتے ہیں مگر کفار کے مال سے جو وہ اس کی پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے مرثیہ میں کہا كُنْتَ لِلدِّيْنِ يَعْسُوْبًا (اے ابوبکر آپ دین کے لیے پناہ گاہ تھے)

ف۱۷ وہ انتہائی جوانی اور قوت میں ہوگا ۔

ف۱۸ اس کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان ایک تیر پھینکنے کا فاصلہ ہوگا، بعض شارحین نے فرمایا کہ اس کی تلوار کا وار اس طرح لگے گا جیسے تیر نشانہ پر لگتا ہے، جزلہ جیم پر زبر یا زیر، زاء ساکن بمعنی ٹکڑا، غرض عین اور راء پر فتحہ بمعنی نشانہ و ہدف

ف۱۹ دمشق دال پر کسرہ، میم پر فتحہ اور کسرہ بھی آیا ہے ۔

ف۲۰ جو ایسے گھاس رنگ جیسے ہوں گے جس کا نام کرکم ہے یا مائل سرخ مَهْرُوْذَتَيْنِ، دال وذال دونوں۔ قاموس میں ہے کہ ذال اس حدیث کے علاوہ کہیں نہیں آیا، بعض نے اس کے دو ہونٹ اور دو حلق سے بھی کی ہیں۔ اس لفظ کی تحقیق میں اس سے زیادہ گفتگو آئے گی ۔

ف۲۱ جُمان بروزن غراب یا وہ دانے مراد ہیں جو موتیوں کی شکل میں چاندی سے ہوتے ہیں اس کا واحد جمانۃ ہے۔ قاموس حواشی میں تحریر ہے کہ جُمَّان، جیم پر پیش، میم مشدد چھوٹے موتی، میم مخفف ہو تو وہ دانے جو چاندی سے ہوں، یہاں آخری معنی مراد ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ حدیث میں کا لُؤلُؤ کا لفظ ہے یعنی وہ سر نیچے کریں گے تو ان کے بالوں سے نورانی قطرات ٹپکیں گے اور جب اوپر کریں گے تو وہ قطرات نیچے آئیں گے اس سے ان کی نورانیت اور حسن وجمال کی تروتازگی مراد ہے ۔

ف۲۲ جو کافر بھی آپ کا سانس پائے گا ممکن ہی نہیں کہ زندہ رہے اور نہ مرے

ف۲۳ سبحان اللہ! کبھی دم کے ساتھ مردوں کو زندہ فرمایا اور حیات بخشی اور کبھی زندوں کو مردہ فرمایا ۔

ف۲۴ بیت المقدس کے قریب قریہ ہے جس کا نام لُدّ، لام مضموم اور دال مشدد، قاموس میں ہے یہ فلسطین میں ایک قریہ ہے یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے یا یہ بیت المقدس کے شہروں میں سے کوئی قریہ ہے (بعض کے نزدیک یہ قریہ دمشق کے قریب ہے)

ف۲۵ جو درجات وہ جنت میں پائیں گے ۔

ف۲۶ چونکہ آثار قدرت میدان کارزار میں ہاتھ کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں لہذا اس کی تعبیر ہاتھ سے کرنا مشہور ہے اگرچہ مفرد آتا ہے لیکن مبالغہ کے لیے کبھی بصورت تثنیہ بھی آجاتا ہے ۔

ف۲۷ طبریہ، واسط کے قریہ کا نام ہے اور اس دریا کے پانی کی طوالت دس میل ہے ۔

۲۸ خَمَر۔ دونوں پر فتحہ، پیچیدہ درخت یا وہ چیز جو ڈھانپنے والی ہو مثلاً درخت وغیرہ۔ چونکہ اس پہاڑ پر بہت زیادہ درخت ہیں اس وجہ سے اس کا نام جَبَلُ الخَمَرُ ہے۔

۲۹ نُشّاب، نون پر پیش، شین مثلاً اس کا واحد نشابہ بمعنی تیر ہے۔

۳۰ مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

۳۱ فاقہ واحتیاج اس حد تک ہوگا کہ چوپائے کی سری وغیرہ جو نہایت ہی ارزاں ہوتی ہے اس کی قیمت سو درہم سے زائد ہوگی تو باقی اجزاء کے گوشت کا اندازہ خود کر لیجیے کہ ان کا حال کیا ہوگا اور کتنا مہنگا ہوگا۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ سرِ ثور سے مراد ذاتِ ثور ہے جس کی برائے زراعت وکاشت ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ بات ضعیف ہے کیونکہ جو لوگ اس طرح محبوس ومحصور ہوں گے ان کا زراعت کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔

۳۲ یاجوج ماجوج کی ہلاکت کے لیے

۳۳ نَغَف، نون پر زبر، غین، وہ کیڑا جو اونٹ اور بھیڑ کی ناک میں ہوتا ہے اس کی واحد نغفۃ تاء کے ساتھ ہے۔

۳۴ یعنی تمام بیک وقت ہلاک ہو جائیں گے، فرسی بر وزن قتلی۔ یہ فریس بمعنی قتیل کی جمع ہے۔

۳۵ زَہَم پہلے دونوں حروف پر زبر بمعنی چربی اکثر روایات میں یہی ہے بعض میں زاء پر پیش بھی آیا ہے زہمہ کی جمع بمعنی بدبو۔

۳۶ بخت باء پر پیش، خاء ساکن، خراسانی اونٹ جن کی گردنیں بلند ہوتی ہیں اس کا واحد بختی ہے۔

۳۷ نَبَل، نون پر زبر، باء پر بھی فتحہ، بیت المقدس کے پاس ایک جگہ کا نام ہے بعض نے کہا کہ وہ جگہ مراد ہے جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے (کذا فی بعض الحواشی)۔ اس لفظ کو مشکوٰۃ کے نسخہ میں نون کے ساتھ ہی صحیح قرار دیا گیا ہے طیبی کے نسخوں میں بھی یہی صورت ہے مگر مجمع البحار میں کرمانی کے حوالے سے یہ لفظ مَہْبَل، میم کے ساتھ آیا ہے اس کی تفسیر اس پہاڑ سے کی گئی ہے جو زیر زمین چلا گیا ہو۔ قاموس میں باب اللام وفصل المیم میں کہ مَہْبِل بروزن منزل یعنی پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرنا۔ یہ منقول ہے کہ ترمذی نے حدیث دجال میں "فتطرحهم بالنهبل" اسے نون کے ساتھ ذکر کیا ہے اور یہ تصحیف ہے درست مہبل، میم کے ساتھ ہی ہے۔

۳۸ جِعَاب۔ جیم کے نیچے زیر، جمع جعب بمعنی تیردان۔

۳۹ مدر، میم اور دال دونوں پر زبر وہ مٹی جس سے اہلِ شہر گھر بناتے ہیں، وَبَر، واؤ اور باء دونوں پر فتحہ اونٹ کی اون جس سے مسافر گھر بناتے ہیں یعنی ہر جگہ بارش ہوگی اور کوئی ایسی جگہ نہیں بچے گی جس پر بارش نہ ہو، کوئی دیوار اور خیمہ بارش کے پہنچنے سے مانع نہ ہو سکے گا۔ لایکن۔ یاء پر فتحہ، کاف پر ضمہ یا یاء پر ضمہ اور کاف پر کسرہ از اکنان دونوں طرح آیا ہے اور دونوں کا معنی ستر ہے۔

۴۰ زلفہ، زاء پر زبر، لام اور کاف، اس کے چند معانی ہیں ان میں سے ہر ایک اس مقام کے مناسب ہے

وہ جگہ جو پانی سے پر ہو جائے اور صاف ہو، کاسۂ سبز یا صراحی سبز رنگ کی کیونکہ جب برتن پانی سے بھرا ہو تو وہ سبز رنگ دکھائی دیتا ہے، ''صدف''، ہموار پتھر، وہ زمین جس پر جھاڑو لگایا گیا ہو۔ یہ لفظ زاء پر ضمہ اور لام ساکن بمعنی ''صحنک'' بھی مروی ہے یہ لفظ کا لزلفہ قاف کے ساتھ بھی مروی ہے۔ اس کا معنی شفاف پتھر اور آئینہ کے ہیں یہ بھی مقام کے مناسب ہے گویا زمین کثرتِ آب کی وجہ سے آئینہ کی مانند ہو گی جس سے چہرہ نظر دیکھا جا سکے گا۔

۴۱؎ دس تا چالیس افراد ایک انار کو کھائیں گے یعنی اتنا بڑا ہو گا کثیر لوگ اسے کھا کر سیر ہو جائیں گے۔

۴۲؎ استظلال، سایہ ڈھونڈنا، انار کی چھال کو آدمی کے سر کی ان ہڈیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو دماغ کے اوپر ہوتی ہیں اور جو مانند قحف ہیں قحف قاف کے نیچے زیر، حاء ساکن بمعنی کاسۂ سر، لکڑی کا پیالہ۔

۴۳؎ الرِّسل، راء کے نیچے زیر، سین ساکن یعنی شتر کے پستانوں میں بہت زیادہ دودھ ہو گا۔

۴۴؎ لِقحہ۔ لام کے نیچے زیر ہے اور زبر بھی آیا ہے دودھ والی اونٹنی۔ شارحین فرماتے ہیں وہ اونٹنی جو بچے جنے اس کو دو یا تین ماہ کے لقوح کہتے ہیں اس کے بعد لبون، فِئَامٌ، فاء کے نیچے زیر بعض نے زبر بھی پڑھی ہے، ہمزہ یا، یاء کے ساتھ ہے لیکن ہمزہ افصح اور اقوی ہے۔ بعض نے فاء پر زیر اور یاء مشدد پڑھا ہے۔ علامہ خطابی کے بقول یہ غلط ہے بر صورت اس کا معنی جماعت ہے اس کا واحد ان الفاظ سے نہیں۔

۴۵؎ فَخِذٌ، فاء پر زبر، خاء ساکن، جماعت بطن سے کم اور بطن، قبیلہ سے کم تر ہوتا ہے۔ فخذ کا معنی ران کے ہیں جب اسے خاء کے نیچے زیر یا ساکن پڑھا جائے تو اس کا معنی معاد ہے۔ بعض نے ذال پر کسرہ کی صورت میں اسے عضو کے ساتھ مخصوص رکھا ہے اور سکون کی صورت میں بھی، تحقیق یہ ہے کہ دونوں الفاظ حرکات و سکنات میں موافق ہیں، خاء پر فتحہ یا کسرہ، خاء ساکن یا مکسور اور جس کا معنی جماعت ہے وہ بھی عضو سے بھی منقول ہے کیونکہ بطن دونوں رانوں کو شامل ہے اور ہر ران دونوں کے لیے ایک طرف ہے تفسیر میں بھی اسی طرح آیا ہے۔

۴۶؎ یہ جز اپنے مقام پر واضح ہو چکی کہ مومن و مسلم ایک ہی ہیں جو مومن ہے وہ مسلمان اور جو مسلم ہے وہ مومن ہے لیکن ان کے تفاوت یہ بیان کرتے ہیں کہ باعتبار تصدیق قلبی جو باطن میں ہے مومن اور ظاہر خضوع و تسلیم کے اعتبار سے مسلم کہلاتا ہے یہاں مقصود دونوں کے ذکر سے تاکید و تعمیم ہے تاکہ کوئی خارج نہ رہ جائے۔

۴۷؎ بعض نے کہا کہ یہاں مردوں کا عورتوں کے ساتھ اعلانیہ جماع کرنا ہے جیسا کہ گدھوں کی عادت ہوتی ہے، ہرج کا معنی جماع بھی آیا ہے۔ ہرج جاریہ کا معنی اس نے جاریہ کے ساتھ جماع کیا۔ قاموس۔

۴۸؎ یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ اسے ترمذی نے روایت کیا اور مصنف اسے فصل اوّل میں لے آیا ہے۔

٥٢٤٠ / ١٣ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَتَوَجَّهُ قِبَلَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَيَلْقَاهُ الْمَسَالِحُ مَسَالِحُ الدَّجَّالِ فَيَقُوْلُوْنَ لَهُ اَيْنَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، دجال نکلے گا تو اس کی طرف مومنوں سے ایک صاحب متوجہ ہوں گے تو انہیں دجال کے سپاہی ملیں گے وہ ان سے

تَعْمِدُ فَيَقُوْلُ اَعْمِدُ اِلٰى هٰذَا الَّذِیْ خَرَجَ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَهٗ اَوَمَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا فَيَقُوْلُ مَا بِرَبِّنَا خِفَآءٌ فَيَقُوْلُوْنَ اقْتُلُوْهُ فَيَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَلَيْسَ قَدْ نَهٰكُمْ رَبُّكُمْ اَنْ تَقْتُلُوْا اَحَدًا دُوْنَهٗ فَيَنْطَلِقُوْنَ بِهٖ اِلَى الدَّجَّالِ فَاِذَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ هٰذَا الدَّجَّالُ الَّذِیْ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَيَاْمُرُ الدَّجَّالُ بِهٖ فَيُشَبَّحُ فَيَقُوْلُ خُذُوْهُ وَشُجُّوْهُ فَيُوْسَعُ ظَهْرُهٗ وَبَطْنُهٗ ضَرْبًا قَالَ فَيَقُوْلُ اَوَمَا تُؤْمِنُ بِیْ قَالَ فَيَقُوْلُ اَنْتَ الْمَسِيْحُ الْكَذَّابُ قَالَ فَيُؤْمَرُ بِهٖ فَيُؤْشَرُ بِالْمِيْشَارِ مِنْ مَفْرِقِهٖ حَتّٰى يُفَرَّقَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ قَالَ ثُمَّ يَمْشِی الدَّجَّالُ بَيْنَ الْقِطْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهٗ قُمْ فَيَسْتَوِیْ قَآئِمًا ثُمَّ يَقُوْلُ لَهٗ اَتُؤْمِنُ بِیْ فَيَقُوْلُ مَا ازْدَدْتُ فِيْكَ اِلَّا بَصِيْرَةً قَالَ ثُمَّ يَقُوْلُ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَا يَفْعَلُ بَعْدِیْ بِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ قَالَ فَيَاْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِيَذْبَحَهٗ فَيُجْعَلُ مَا بَيْنَ رَقَبَتِهٖ اِلٰى تَرْقُوَتِهٖ نُحَاسًا فَلَا يَسْتَطِيْعُ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ فَيَاْخُذُ بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَيَقْذِفُ بِهٖ فَيَحْسِبُ النَّاسُ اَنَّمَا قَذَفَهٗ اِلَى النَّارِ وَاِنَّمَا اُلْقِیَ فِی الْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کہیں گے کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ کہیں گے کہ میں اس کی طرف کا ارادہ کر رہا ہوں جو نکلا ہے[۲]۔ فرمایا وہ لوگ ان سے کہیں گے کیا تم ہمارے رب پر ایمان نہیں رکھتے[۳] وہ کہیں گے ہمارے رب میں پوشیدگی نہیں[۴]۔ یہ لوگ کہیں گے کہ اسے قتل کر دو تو ان کے بعض، بعض سے کہیں گے، کیا تم کو تمہارے رب نے اس کے بغیر قتل کرنے سے منع نہیں کیا ہے[۵] تو وہ انھیں دجال کے پاس لے جائیں گے مومن جب اسے دیکھے گا تو کہے گا اے لوگو! یہ ہی وہ دجال ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا[۶] فرمایا تب دجال اس کے متعلق حکم دے گا تو انھیں لٹا لیا[۷] جائے گا۔ دجال کہے گا اسے پکڑ لو اور سر زخمی کر دو، چنانچہ ان کی پشت اور پیٹ مار مار کر چوڑے[۸] کر دیں[۹] گے، فرمایا وہ کہے گا کیا مجھ پر ایمان نہیں لاتا فرمایا وہ کہیں گے تو جھوٹا مسیح ہے، فرمایا پس اس کے متعلق حکم دیا جائے گا تو آرے سے[۱۰] ان کی ٹانگ سے چیر دیا جائے گا۔ حتیٰ کہ ان کے پاؤں چر جائیں گے، فرمایا پھر وہاں دو ٹکڑوں کے درمیان چلے گا پھر اس سے کہے گا کھڑا ہو وہ سیدھا کھڑا ہو جائے گا پھر اس سے کہے گا کیا مجھ پر ایمان لاتا ہے، وہ کہے گا تیرے بارے میں میری بصیرت[۱۱] ہی زیادہ ہوئی۔ فرمایا پھر کہیں گے، اے لوگو! یہ میرے بعد اب کسی آدمی سے یہ نہ کہہ سکے گا[۱۲] فرمایا پھر لے دجال ذبح کرنے کے لیے پکڑے گا[۱۳] تو اس کی گردن سے گلے تک کے درمیان تانبہ کر دیا جائے گا پھر وہ اس تک راہ پانے کی طاقت نہ رکھے گا، فرمایا پھر دجال ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو پکڑے گا اور پھینک دے گا لوگ سمجھیں گے کہ اسے آگ[۱۴] کی طرف پھینکا مگر وہ جنت میں ڈالا جائے[۱۵] گا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص رب العالمین کے نزدیک تمام لوگوں میں بڑی

شہادت[۱۶] والا ہوگا۔ (مسلم)

۱؎ جو لشکر دجال کا مقدمہ ہوگا۔ مسالح جمع مسلح بمعنی سرحد جو ہتھیار چھپانے کی جگہ ہوتی ہے پھر اس کی اطلاع صاحبِ ہتھیار پر شروع ہوگیا کیونکہ وہ سرحد کی حفاظت کرتا ہے یہاں یہی معنی مراد ہے۔

۲؎ دجال

۳؎ تو ہمارے پروردگار کا منکر ہے

۴؎ ہمارے رب کی ربوبیت ظاہر و باہر ہے۔ اس کی تمام صفات کمالیہ ہیں اس میں کوئی نقص نہیں اور دجال کا معاملہ اس کے الٹ ہے۔

۵؎ دجال نے اپنے حکم کے بغیر کسی کو قتل کرنے سے منع کر رکھا ہے۔

۶؎ جس کی نشانیاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتائی تھیں۔

۷؎ بعض نے کہا کہ پیٹ کے بل انھیں لٹایا جائے گا تاکہ انھیں ماریں۔

۸؎ فیوسع، واؤ ساکن، سین مخفف از وسع، بعض نسخوں میں واؤ پر زبر اور سین مشدد از توسیع کو بھی صحیح قرار دیا گیا ہے یعنی فراخ اور نرم کر دیا جائے گا۔

۹؎ یہ اس روایت کے مطابق ہے۔ یُشَبَّحُ صیغہ مضارع مجہول ہے یا مشدد اور حاء کے ساتھ از تشبیح کی چیز کو چوڑا کر دینا، شُجُّوْهُ امر کا صیغہ از شَجٌّ، سر کا زخمی کرنا، یہ روایت اصح ہے جیسا کہ شرح مسلم میں ہے۔ دوسری روایت فَیُشَبَّحُ از تشبیح اور شَبِّحُوْا بھی اسی باب سے امر ہے اس روایت کو حمیدی نے جمع بین الصحیحین میں ذکر کیا، تیسری روایت کے مطابق یہ دونوں الفاظ فَیُشَجُّ اور شُجُّوْهُ، شَجٌّ سے مشتق ہیں بمعنی سر کا زخمی کرنا ہے۔

۱۰؎ میشار، میم کے نیچے زیر، آرہ، وشر بمعنی نشر ہمزہ کے ساتھ آیا ہے یا بھی آتی ہے شرت الخشبۃ اشراً وشرا دونوں میں منشار یعنی نون کے ساتھ بھی ہے۔ مفرق، میم پر زبر، راء کے نیچے زیر سر کی مانگ۔

۱۱؎ مرنے کے بعد تو نے جو زندہ کیا ہے اس سے میرے یقین میں اضافہ ہوگیا ہے کہ تو یقیناً جھوٹا اور دجال ہے صراح میں ہے کہ ازدیاد کا معنی زیادہ کرنا یا زیادہ ہونا ہے۔

۱۲؎ جو اس نے قتل کیا پھر زندہ کیا اب کسی کے ساتھ نہیں کر سکے گا۔

۱۳؎ بعض نسخوں میں فیاخذ بغیر ضمیر کے ہے یعنی اتنا سخت ہو جائے کہ وہاں تلوار کام نہیں کرے گی

۱۴؎ اس آگ میں جو اس کے ساتھ ہوگی۔

۱۵؎ جیسا کہ پیچھے گزرا کہ اس کی نار جنت اور اس کی جنت آگ ہوگی۔

۱۶؎ اس لحاظ سے کہ اسے قتل کیا گیا اگرچہ بعد میں زندہ ہوگیا یا اس لحاظ سے کہ اسے دجال نے ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ اگرچہ وہ ذبح نہ ہو سکا، شہادت سے مراد بارگاہ ایزدی میں حاضر ہونا اور گواہی دینا ہے۔

۵۲۴۱/۱۴ وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ قَالَتْ قَالَ

حضرت ام شریک[۱۷] رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَفِرَّنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ حَتّٰی یَلْحَقُوْا بِالْجِبَالِ قَالَتْ اُمُّ شَرِیْكٍ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَیْنَ الْعَرَبُ یَوْمَئِذٍ قَالَ هُمْ قَلِیْلٌ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ دجال سے بھاگیں گے حتیٰ کہ پہاڑوں میں جا پہنچیں گے۔ اُمِّ شریک کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! تو اس دن عرب کہاں ہوں گے[2] فرمایا وہ تھوڑے ہوں گے۔

(المسلم)

[1] ام شریک، شین پر زبر، راء کے نیچے زیر انصاریہ صحابیہ ہیں ایک ام شریک اور ہیں وہ بھی صحابیہ ہیں لیکن وہ قرشیہ عامریہ ہیں اور ان کا تعلق بنی لوی بن غالب سے ہے اور فاطمہ بنت قیس کی حدیث جو عدت کے بارے میں ہے اکثر کی رائے یہ ہے کہ ام شریک انصاریہ ہیں اور بعض قرشیہ کے قائل ہیں۔

[2] جن کا کام راہِ خدا میں جہاد اور دین سے فتنہ اور شر کو دُور کرنا ہے۔

۵۲۴۲/۱۵ **وَعَنْ** اَنَسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ یَهُوْدِ اِصْفَهَانَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا عَلَیْهِمُ الطَّیَالِسَةُ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اصفہان[1] کے ستر ہزار یہودی دجال کی پیروی کریں گے، جن کے اوپر طیالسی چادریں[2] ہوں گی[3]

(المسلم)

[1] اصفہان یہ عجمی شہروں میں مشہور شہر ہے، فاء کی جگہ باء اصبہان بھی پڑھا گیا ہے، ہمزہ کے نیچے زیر ہے زبر بھی مروی ہے، یہ سپاہان سے عربی بنایا گیا ہے وہ جگہ جہاں لشکر ٹھہرتے ہیں یا اس کی وجہ یہ ہے کہ نمرود نے آسمان والوں کے ساتھ جنگ کے لیے لشکر کو بلایا تو اس کی سپاہ نے جواب میں لکھا کہ خدا کے ساتھ جنگ نہ کرو۔ القاموس

[2] یہ یہودیوں کی عادت ہے کہ وہ طیالسی چادریں اوڑھتے ہیں۔

[3] بعض علماء نے اس حدیث کی وجہ سے طیالسی چادروں کی مذمت کی ہے اور اس روایت کی وجہ سے جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک ایسی جماعت کو دیکھا جن پر طیالسی چادریں تھیں اور وہ خیبر کے یہودیوں کے مشابہ تھے لیکن حق یہ ہے کہ طیالسی چادریں پہننے سے مراد چادر کے ساتھ سر کو ڈھانپنا ہے جو محمود و مسنون عمل ہے اور اس سلسلہ میں حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہ سے بہت سی احادیث آئی ہیں، اگرچہ ایک وقت میں یہ یہودیوں کا شعار تھا اور حضرت انس کا انکار اس شعار کی وجہ سے تھا یا اس وجہ سے کہ ان کا رنگ زرد تھا۔ ان طیالسی چادروں میں محل اختلاف یہ ہے کہ انھیں سر پر اس طرح لیا جائے کہ ان کی ایک طرف کاندھے پر ہو، اسے مقنع اور قناع بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے منکرین کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے جو ثابت ہے وہ وقت مخصوص میں گرمی آفتاب وغیرہ سے بچنے کے لیے ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک ہر حال میں بلا کراہت جائز ہے، حدیث میں ہے کہ طیلسان کے ساتھ سروں کو ڈھانپنا عرب کا لباس ہے اور اقناع (نیچے والا کپڑا) ایمان کا لباس ہے امام ترمذی وغیرہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیچے والا

کپڑا استعمال فرماتے حتیٰ کہ وہ کپڑا تیل سے خوب تر ہو جاتا تھا۔ یہاں اس کپڑے سے مراد طیلسان کا وہ گوشہ ہے جو سر پہ رکھا جاتا ہے، حدیث انس میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قناع استعمال فرماتے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ قناع کو جدا نہیں کرتے تھے۔ امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں ہے کہ وہ حالت تقنع میں نماز ادا کرتے اور نماز کے علاوہ بھی۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ سر کو طیلسان کے ساتھ دن کو ڈھانپنا دانائی اور رات کو زینت ہے، صحابۂ کرام کا تقنع بھی منقول ہے اور اس بارے میں متعدد آثار و اخبار ہیں۔

۵۲۴۳ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِی الدَّجَّالُ وَھُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْہِ اَنْ یَّدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِیْنَۃِ فَیَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِیْ تَلِی الْمَدِیْنَۃَ فَیَخْرُجُ اِلَیْہِ رَجُلٌ وَّھُوَ خَیْرُ النَّاسِ اَوْ مِنْ خِیَارِ النَّاسِ فَیَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنَّکَ الدَّجَّالُ الَّذِیْ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدِیْثَہٗ فَیَقُوْلُ الدَّجَّالُ اَرَاَیْتُمْ اِنْ قَتَلْتُ ھٰذَا ثُمَّ اَحْیَیْتُہٗ ھَلْ تَشُکُّوْنَ فِی الْاَمْرِ فَیَقُوْلُوْنَ لَا فَیَقْتُلُہٗ ثُمَّ یُحْیِیْہِ فَیَقُوْلُ وَاللّٰہِ مَا کُنْتُ فِیْکَ اَشَدَّ بَصِیْرَۃً مِّنِّی الْیَوْمَ فَیُرِیْدُ الدَّجَّالُ اَنْ یَّقْتُلَہٗ فَلَا یُسَلَّطُ عَلَیْہِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال آئے گا اور اس پر مدینہ منورہ کے راستوں[1] میں داخل ہونا حرام ہوگا۔ پس وہ مدینہ منورہ کے نزدیک ایک شوریدہ نشیبی[2] جگہ میں اترے گا۔ اس کی طرف ایک آدمی نکلے گا جو لوگوں سے بہتر ہوگا یا بہتر[3] لوگوں سے ہوگا اور کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو دجال ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے ذکر فرمایا تھا۔ دجال کہے گا کہ بتاؤ کہ اگر میں اسے قتل کر کے پھر زندہ کر دوں تو کیا میرے معاملے میں تمھیں کوئی شک[4] ہوگا وہ کہیں گے نہیں[5] پس وہ قتل کر کے پھر زندہ کر دے گا۔ وہ شخص کہے گا خدا کی قسم! آج تیرے متعلق مجھے اور بصیرت ملی[6] ہے۔ دجال اسے قتل کرنے کا ارادہ کرے گا مگر وہ اس پر قادر نہ ہوگا۔

(بخاری و مسلم)

[1] نِقاب، نون کے نیچے زیر، نقب کی نون پر زبر اور قاف ساکن کی جمع۔ اس کا معنی پہاڑ میں راستہ کے ہیں۔

[2] سِباخ، سین کے نیچے زیر، باء اور خاء سَبخۃ، سین پہ زبر، باء ساکن کی جمع ہے بمعنی کلری زمین جو کچھ نہ اگائے۔

[3] راوی کو شک ہے بعض حواشی میں ہے کہ وہ مرد حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔

[4] میرے خدا ہونے میں کوئی شک رہے گا۔

[5] اہلِ شقاوت مراد ہیں جو اس کے گرویدہ اور اس کی اتباع کرنے والے ہوں گے، یہاں یہ کلام اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے یا وہ لوگ اس کے خوف یا وقت لگانے کے لیے کہیں گے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان کے قول میں بطور

تو ریہ و کنایہ اس کے کذب میں عدم شک ہو۔

[6] تیرے زندہ کہنے اور بار تے نے میرے اس یقین میں اور اضافہ کر دیا ہے کہ تو جھوٹا ہے اور حضور علیہ السلام کی دی ہوئی خبر کا میں نے مشاہدہ کر لیا ہے۔

۵۲۴۴ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى[17] اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْتِي الْمَسِيحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ هِمَّتُهُ الْمَدِينَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ دُبُرَ أُحُدٍ ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلٰئِكَةُ وَجْهَهٗ قِبَلَ الشَّامِ وَهُنَالِكَ يَهْلِكُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسیح دجال مشرق کی طرف سے آئے گا اس کا ارادہ مدینہ طیبہ ہو گا، حتیٰ کہ اُحد کے پیچھے اُترے گا پھر فرشتے اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہاں ہی ہلاک ہو گا[1]

(بخاری و مسلم)

[1] جیسا کہ پیچھے گزرا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بابِ لُد جو شام کے قریب ہے کے پاس اسے قتل کریں گے۔

۵۲۴۵ وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ[18] وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رُعْبُ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ عَلٰى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ پاک میں مسیح دجال کا رعب داخل نہ ہوگا اس دن اس کے سات[1] دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے[2]

(بخاری)

[1] مدینہ طیبہ کے

[2] جو دجال کو مدینہ منورہ داخل ہونے سے روکیں گے۔

۵۲۴٦ وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ مُنَادِيَ[19] رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِي الصَّلٰوةَ جَامِعَةً فَخَرَجْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ لِيَلْزَمْ كُلُّ إِنْسَانٍ مُصَلَّاهُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُونَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ قَالَ إِنِّي وَاللّٰهِ مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ وَلٰكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِأَنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا فَجَاءَ وَأَسْلَمَ

حضرت فاطمہ بنت قیس[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منادی کو یہ اعلان کرتے ہوئے سنا کہ نماز تیار ہے تو میں مسجد کی طرف گئی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب حضور نے نماز پوری فرمالی تو منبر پر جلوہ افروز ہوئے، اس وقت آپ تبسم[2] فرما رہے تھے۔ فرمایا ہر شخص اپنی نماز کی جگہ پر رہے[3] پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ہم نے تم کو کیوں جمع کیا ہے؟ سب نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں فرمایا واللہ ہم نے تم کو بشارت[4] دینے اور ڈرانے کے لیے جمع نہیں فرمایا

وَحَدَّثَنِيْ حَدِيْثًا وَافَقَ الَّذِيْ كُنْتُ اُحَدِّثُكُمْ بِهٖ عَنِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ حَدَّثَنِيْ اَنَّهٗ رَكِبَ فِيْ سَفِيْنَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَّعَ ثَلٰثِيْنَ رَجُلًا مِّنْ لَخْمٍ وَّجُذَامٍ فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ فَاَرْفَاُوْا اِلٰى جَزِيْرَةٍ حِيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ فَجَلَسُوْا فِيْ اَقْرُبِ السَّفِيْنَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيْرَةَ فَلَقِيَتْهُمْ دَآبَّةٌ اَهْلَبُ كَثِيْرُ الشَّعْرِ لَا يَدْرُوْنَ مَا قُبُلُهٗ مِنْ دُبُرِهٖ مِنْ كَثْرَةِ الشَّعْرِ قَالُوْا وَيْلَكِ مَا اَنْتِ قَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ اِنْطَلِقُوْا اِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ فَاِنَّهٗ اِلٰى خَبَرِكُمْ بِالْاَشْوَاقِ قَالَ لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا اَنْ تَكُوْنَ شَيْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتّٰى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَاِذَا فِيْهِ اَعْظَمُ اِنْسَانٍ مَّا رَاَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَّاَشَدُّهٗ وِثَاقًا مَجْمُوْعَةٌ يَدَاهُ اِلٰى عُنُقِهٖ مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيْدِ قُلْنَا وَيْلَكَ مَا اَنْتَ قَالَ قَدْ قَدَرْتُمْ عَلٰى خَبَرِيْ فَاَخْبِرُوْنِيْ مَا اَنْتُمْ قَالُوْا نَحْنُ اُنَاسٌ مِّنَ الْعَرَبِ رَكِبْنَا فِيْ سَفِيْنَةٍ بَحْرِيَّةٍ فَلَعِبَ بِنَا الْبَحْرُ شَهْرًا فَدَخَلْنَا الْجَزِيْرَةَ فَلَقِيَتْنَا دَآبَّةٌ اَهْلَبُ فَقَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ اِعْمِدُوْا اِلٰى هٰذَا فِي الدَّيْرِ فَاَقْبَلْنَا اِلَيْكَ سِرَاعًا فَقَالَ اَخْبِرُوْنِيْ عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ هَلْ تُثْمِرُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ اَمَا اِنَّهَا تُوْشِكُ اَنْ لَّا تُثْمِرَ قَالَ اَخْبِرُوْنِيْ عَنْ بُحَيْرَةِ الطَّبَرِيَّةِ هَلْ فِيْهَا مَآءٌ قُلْنَا هِيَ كَثِيْرَةُ

لیکن اس لیے جمع فرمایا ہے کہ تمیم داری[5] ایک عیسائی آدمی تھا، وہ آیا اور مسلمان ہو گیا اور اس نے ہم کو ایسی خبر دی کہ جو اس کے موافق ہے[6] جو ہم تم کو مسیح دجال کے متعلق بتایا کرتے تھے اس نے ہم کو خبر دی کہ وہ قبیلہ لخم[7] اور جذام کے تیس آدمیوں کے ساتھ دریائی جہاز میں سوار ہوئے تو انھیں ایک ماہ تک موج سمندر میں کھلاتی رہی[8] پھر وہ مغرب کی طرف جزیرہ کے قریب[9] پہنچے پھر وہ چھوٹی[10] کشتی میں بیٹھے جزیرہ[11] میں داخل ہوئے تو انھیں ایک بہت زیادہ اور موٹے بالوں والا[12] جانور ملا کہ بالوں کی زیادتی کی وجہ سے یہ نہیں جانتے تھے کہ اس کا اگلا اور پچھلا حصّہ کون سا ہے؟ ان لوگوں نے کہا تیری خرابی ہو تو کون[13] ہے؟ وہ بولی میں جاسوس[14] ہوں، تم لوگ کلیسا میں اس شخص کے پاس جاؤ کہ وہ تمھاری خبر کا مشتاق ہے۔ کہا کہ جب اس نے ہم سے ایک آدمی کا نام لیا تو ہم اس سے بولے کہ وہ جناتی ہے کہا کہ ہم تیز چلے، حتیٰ کہ کلیسا[15] میں داخل ہو گئے تو اس میں ایک بہت بھاری بھرکم آدمی تھا، ہم نے اتنا بڑا[16] اور ایسا مضبوط بندھا ہوا آدمی نہ دیکھا تھا[17] اس کے ہاتھ گردن سے بندھے[18] ہوئے تھے اس کے گھٹنوں سے ٹخنوں تک لوہے سے جکڑا تھا، ہم نے کہا تیری خرابی ہو تو ہے[19] کون؟ وہ بولا میری خبر پر تم نے قابو پا لیا، تم بتاؤ، تم لوگ کون ہو[20]؟ انھوں[21] نے کہا، ہم عرب کے لوگ ہیں ہم دریائی جہاز میں سوار ہوئے تو ہم کو دریا ایک ماہ تک کھلاتا رہا، پھر ہم اس جزیرہ میں داخل ہوئے تو ہم کو بڑے بالوں والا جانور ملا، وہ بولا میں جاسوس ہوں اس کلیسہ کی طرف جاؤ تو ہم دوڑتے ہوئے تیری طرف آ گئے" وہ بولا مجھے بیسان[22] کے باغ کی خبر دو، کیا وہ پھل دے رہا ہے؟ ہم نے کہا، ہاں! وہ بولا قریب ہے کہ پھل نہ دے[23]، بولا مجھے بحیرہ طبریہ[24] کے بارے میں بتاؤ،

الْمَاءِ قَالَ إِنَّ مَاءَهَا يُوشِكُ أَنْ يَذْهَبَ قَالَ أَخْبِرُونِي عَنْ عَيْنِ زُغَرَ هَلْ فِي الْعَيْنِ مَاءٌ وَهَلْ يَزْرَعُ أَهْلُهَا بِمَاءِ الْعَيْنِ قُلْنَا نَعَمْ هِيَ كَثِيرَةُ الْمَاءِ وَأَهْلُهَا يَزْرَعُونَ مِنْ مَائِهَا قَالَ أَخْبِرُونِي عَنْ نَبِيِّ الْأُمِّيِّينَ مَا فَعَلَ قُلْنَا قَدْ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ وَنَزَلَ يَثْرِبَ قَالَ أَقَاتَلَهُ الْعَرَبُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ كَيْفَ صَنَعَ بِهِمْ فَأَخْبَرْنَاهُ أَنَّهُ قَدْ ظَهَرَ عَلَى مَنْ يَلِيهِ مِنَ الْعَرَبِ وَأَطَاعُوهُ قَالَ أَمَا إِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ وَإِنِّي مُخْبِرُكُمْ عَنِّي أَنَا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ وَإِنِّي يُوشِكُ أَنْ يُؤْذَنَ لِي فِي الْخُرُوجِ فَأَخْرُجَ فَأَسِيرَ فِي الْأَرْضِ فَلَا أَدَعَ قَرْيَةً إِلَّا هَبَطْتُهَا فِي أَرْبَعِينَ لَيْلَةً غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ هُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلْتَاهُمَا كُلَّمَا أَرَدْتُّ أَنْ أَدْخُلَ وَاحِدًا مِنْهُمَا اسْتَقْبَلَنِي مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيْفُ صَلْتًا يَصُدُّنِي عَنْهَا وَإِنَّ عَلَى كُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلَائِكَةً يَحْرُسُونَهَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَعَنَ بِمِخْصَرَتِهِ فِي الْمِنْبَرِ هٰذِهِ طَيْبَةُ هٰذِهِ طَيْبَةُ هٰذِهِ طَيْبَةُ يَعْنِي الْمَدِينَةَ أَلَا هَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ أَلَا إِنَّهُ فِي بَحْرِ الشَّامِ أَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَشْرِقِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کیا اس میں پانی ہے؟ ہم نے کہا کہ وہ تو بہت پانی والا ہے بولا قریب ہے کہ اس کا پانی خشک ہو جائے۔ بولا مجھے چشمہ زغر[۲۵] کے متعلق بتاؤ کیا اس چشمہ میں پانی ہے؟ اور کیا وہاں کے باشندے کھیتی باڑی کر رہے ہیں؟ ہم نے کہا ہاں اس میں بہت پانی ہے اور اس کے باشندے اس کے پانی سے کھیتی باڑی کر رہے ہیں، وہ بولا مجھے ناخواندہ لوگوں کے نبی کے متعلق خبر دو[۲۶] کہ انھوں نے کیا کیا؟ ہم نے کہا، وہ مکہ سے تشریف لے گئے ہیں اور یثرب[۲۷] میں قیام پذیر ہوئے ہیں بولا کیا عرب نے ان کے ساتھ جنگ کی؟ ہم نے کہا ہاں! بولا ان کے ساتھ نبی نے کیا کیا؟ ہم نے اسے بتایا کہ وہ متصل عرب پر غالب آگئے ہیں اور عرب نے ان کی اطاعت کر لی ہے بولا عرب کے لیے ان کی اطاعت کرنا بہتر[۲۸] ہے اور میں تمھیں اپنے متعلق بتاتا ہوں کہ میں مسیح دجال ہوں اور مجھے نکلنے کی اجازت دی جائے تو میں نکلوں تو ساری زمین میں چلوں گا کوئی بستی نہ چھوڑوں گا مگر وہاں چالیس دن میں اتروں سوا مکہ اور طیبہ[۲۹] کے کہ وہ دونوں بستیاں مجھ پر حرام ہیں، جب کبھی میں ان میں سے کسی میں داخل ہوتا جاؤں گا تو میرے سامنے ایک فرشتہ آوے گا جس کے ہاتھ میں ننگی تلوار[۳۰] ہوگی جو مجھے وہاں سے روک دے گا اور اس کے ہر راستے پر فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا عصا[۳۱] منبر پر مارا اور فرمایا یہ ہے مدینہ[۳۲]، یہ ہے مدینہ، بولو، کیا ہم نے تم کو یہ خبریں دی ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں! فرمایا آگاہ رہو کہ وہ شام یا یمن کے جنگل میں سے نہیں، بلکہ مشرق کی طرف وہ ہے اور اپنے ہاتھ سے[۳۲] مشرق کی طرف اشارہ کیا[۳۳]

(مسلم)

۱؎ قرشیہ فہریہ، فہر بن مالک بن نضر کی طرف منسوب ہیں۔ یہ ضحاک بن قیس کی ہمشیرہ اور اولین مہاجرات میں سے ہیں۔ صاحب جمال، عقل اور کمال ہیں۔ ان کا نکاح ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ کے ساتھ ہوا، انھوں نے جب طلاق دے دی تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کے لیے اسے چاہا، یہ حدیث باب العدت میں مذکور ہے۔

۲؎ یہ ترغیب وطلب نماز کے لیے بولا جانے والا کلمہ ہے تاکہ لوگ جمع ہو جائیں جیسا کہ نماز خسوف وکسوف کے لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں بولا جاتا تھا۔

۳؎ جس جس جگہ کسی نے نماز ادا کی ہے وہیں بیٹھا رہے اور نہ اٹھے۔

۴؎ نہ تو ایسا معاملہ ہے جو مرغوب ہو مثلاً عطیہ وغیرہ اور نہ ہی ایسا معاملہ ہے وہ مرعوب ہو یعنی غزوہ وغیرہ

۵؎ تمیم داری، یہ عبد الدار کی طرف منسوب ہیں دار ایک بُت کا نام ہے اس کی نسبت سے عبد الدار کہتے، مشہور صحابی ہیں، ان کے احوال متعدد جگہ بیان ہوئے ہیں۔

۶؎ میں تمھیں تمیم داری کی بات سناتا ہوں تاکہ تمھارے ایمان میں زیادہ یقین پیدا ہو اور خبر کے ساتھ مشاہدہ اور برہان کے ساتھ معاینہ متصل ہو جائے (یعنی بات سننے سے دیکھنے تک پہنچ جائے)

۷؎ لخم، لام پر زبر، خاء ساکنہ، یمن کا محلہ ہے جذام، جیم پر پیش، ذال، نجد کا قبیلہ ہے سفینہ بحریہ سے مراد بڑی کشتی ہے جو دریاؤں میں چلتی ہے کیونکہ وہ کشتی جو نہروں میں چلتی ہے اسے زورق کہا جاتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ سفینہ کو بحریہ کے ساتھ مقید کی وجہ یہ ہے کہ اونٹ سے احتراز ہو جائے کیونکہ اسے سفینہ بریہ کہا جاتا ہے لیکن یہ بات ضعیف ہے کیونکہ حدیث میں متعدد قرائن واضح کر رہے ہے کہ مراد کشتی ہے لہٰذا امتیاز کے لیے اس قید کی ضرورت ہی نہیں۔

۸؎ یعنی دریا میں انھیں غیر مقصود جہت کی طرف ڈال دیا کیونکہ لعب اس فعل کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی فائدہ اور غرض نہ ہو۔

۹؎ ارفاء، کشتی کا کنارہ کے قریب ہونا

۱۰؎ جو بڑی کشتی کے ساتھ تھیں، اقرُبُ، ہمزہ پر زبر، راء پر ضمہ، قارب (راء کے نیچے کسرہ اس پر زبر بھی پڑھ سکتے ہیں) کی جمع، وہ چھوٹی کشتی جو بڑی کشتی کے ساتھ ہوتی ہے تاکہ ساحل کی ضروریات پوری کی جاسکیں۔ جیسے ایک گھوڑے کے ساتھ معاون گھوڑا ہوتا ہے۔

۱۱؎ جزیرہ، وہ جگہ جس کے اردگرد پانی ہو۔

۱۲؎ اہلب، صراح میں ہے موٹے بال جو گھوڑے کی دم کے ہوتے ہیں۔

۱۳؎ تیری ماہیت کیا ہے تو جن ہے یا انسان، کیا کام کرتا ہے اور کس حال میں ہے؟

۱۴؎ میں آفاق کی خبریں دجال کو پہنچاتا ہوں۔

۱۵؎ دیر، گرجا برائے آگ پرست اور صومعۂ راہب

۱۶؎ لباسِ حیوان میں شیطان

۱۷؎ از روئے خلقت آج تک ایسا خوفناک انسان نہیں دیکھا تھا ۔

۱۸؎ وِثاق، واؤ کے نیچے کسرہ یا فتحہ، وہ چیز جس کے ساتھ کسی کو باندھا جائے ۔

۱۹؎ اگر چہ آدمیوں کی جنس سے تھا مگر جس صفت پر ۰ تھا وہ آدمیوں کے خلاف تھی ۔ اس لیے اس کی ماہیت میں شک ہوا تو پوچھا ۔

۲۰؎ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں بتاؤں کہ میں کون ہوں ؟

۲۱؎ اگر چہ وہ جانتا تھا کہ یہ انسان ہیں مگمان کی اتباع میں اس نے بھی سوال کیا ۔

۲۲؎ بیسان، باء پر زبر، یاء ساکن، شام میں قریہ ہے اور یمامہ میں بھی ایک جگہ کا نام ہے، مشارق الانوار میں ہے کہ حدیث مذکورہ میں بیسان سے مراد بلادِ حجاز کا علاقہ ہے اور دیگر احادیث میں بلادِ شام کا علاقہ مراد ہے ۔

۲۳؎ قربِ قیامت کی طرف اشارہ ہے ۔

۲۴؎ طَبریہ، طاء اور باء پر زبر، اُردن کا قصبہ ہے ۔ آئمہ حدیث میں سے امام طبرانی اسی شہر کے ہیں ۔

۲۵؎ زغر، زاء اور غین مفتوحہ، شام میں جانب قبلہ مشہور شہر ہے

۲۶؎ اہلِ عرب نے کیا کیا، یہ بعض ان یہودیوں کے اعتقاد کے مطابق ہے جو کہتے تھے کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت عرب کے ساتھ مخصوص ہے یا اس لعنتی نے تحریض کی ہے کہ حضور علیہ السلام کو نادانوں اور جاہلوں میں مبعوث کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اسے رسوا فرمائے ۔ آمین ۔

۲۷؎ یہ مدینہ طیبہ کا پرانا نام ہے ۔

۲۸؎ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت کا اعتراف ہے یا تو مجبوری کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے کہ اسے ابھی کفر و انکار کے اظہار کی ضرورت نہیں یا اس کی مراد دنیاوی ضربت ہے ۔

۲۹؎ طیبہ، مدینہ مطہرہ کا نام ہے اس کے اسماء ایک سو سے زائد ہیں ۔ ان میں سے کچھ کا ذکر میں نے "جذب القلوب الی دیار المحبوب"، میں کیا ہے ۔ اس نے طیبہ اس لیے کہا کہ جب اس کے نفسِ خبیثہ کی نجاست سے اس شہر کا علاقہ محفوظ رہے گا تو بے ساختہ اس کی زبان سے یہ لفظ نکلا ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس مقام کی مناسبت کی وجہ سے خود سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یا راوی نے ذکر کر دیا ہو ۔

۳۰؎ صلت، ماضی صیقل تلوار، صراح میں ہے صلت بالفتح، تلوار مارنا، صَلَّتہٗ بالسیف کا معنی، میں نے اسے تلوار کے ساتھ مارا ہے ۔

۳۱؎ جو آپ کے ہاتھ میں تھی "مِخصَرَ"، میم کے نیچے زیر خاء ساکن، صاد پر زبر، وہ چیز جسے آدمی ہاتھ میں پکڑتا ہے اور اس کے ساتھ ٹیک لگاتا ہے مثلاً عصا اور چھڑی وغیرہ ۔

۳۲؎ تین دفعہ فرمایا، مقصد خوشی و سرور اور اظہار فضیلت اور اس کا باقی شہروں سے ممتاز ہونا بیان کرنا ہے ۔

[23] ما ہو میں مازائدہ اور صلہ کلام کے طور پر آیا ہے نافیہ میں نہیں ۔ قاضی عیاض نے مشارق الانوار میں یہی فرمایا ہے ۔ علامہ طیبی نے اس لفظ کے اعراب بیان کرتے ہوئے متعدد مثالوں کے ساتھ مؤید کیا ہے ۔

[24] چونکہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کو مبہم رکھا ہے اور متعین وقت کی خبر نہیں دی اور اس کے اوقات علامات کو بھی متعین نہیں کیا اس لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دجال کے بند کردہ مکان کے بارے میں تعین نہیں فرمایا ، بلکہ لوگوں پر مبہم رکھا اور غلبہ ظن کے ساتھ بھی اسے متعین نہ کیا ۔ سوائے اس کے کہ یہ اس جانب ہے لیکن جگہ مخصوص متعین نہیں فرمائی ۔ یہی بات ہے کہ احتمال اوّل کی نفی اور اثبات ثالث فرمایا ۔ لا بل من المشرق (نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب سے ہے) اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ مقامات کے عدم تعین اس وجہ سے نہ ہو کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جائے گا ۔

۵۲۴۷/۲۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُنِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَاَيْتُ رَجُلًا اٰدَمَ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَآءٍ مِّنْ اُدْمِ الرِّجَالِ لَهٗ لِمَّةٌ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَآءٍ مِّنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا فَهِيَ تَقْطُرُ مَآءً مُّتَّكِئًا عَلٰى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَسَاَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ قَالَ ثُمَّ اِذَا اَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ اَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ كَاَشْبَهِ مَنْ رَاَيْتُ مِنَ النَّاسِ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا يَّدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَسَاَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ فِي الدَّجَّالِ رَجُلٌ اَحْمَرُ جَسِيْمٌ جَعْدُ الرَّاْسِ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى اَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا فِيْ بَابِ الْمَلَاحِمِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ ابْنِ عُمَرَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات اپنے آپ کو کعبہ کے پاس دیکھا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا گندمی رنگ ، ان سب سے اچھا جو تم سے گندمی رنگ کے لوگ دیکھے ، ان کے پٹے والے بال ، ہیں تمام پٹے والوں سے اچھے جو تم نے دیکھے ہوں ۔ اس میں کنگھی کی ہوئی ہے ان سے پانی ٹپک رہا ہے [1] دو اشخاص کے کاندھوں پر ٹیک لگائے ہیں ، بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں ۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں ؟ لوگوں نے کہا ، یہ مسیح ابن مریم ہیں ۔ فرمایا پھر ایک شخص دیکھا بال چمک دار ، داہنی آنکھ کا کانا گویا اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہے [2] جن لوگوں کو میں [3] نے دیکھا ہے ان میں سے سب سے زیادہ مشابہ ابن قطن تھا ، اپنے دونوں ہاتھ دو اشخاص کے کندھے پر رکھے ۔ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے ؟ ، لوگوں نے کہا یہ مسیح دجال ہے [4]

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا دجال سرخ رنگ ، موٹے بال داہنی کانی آنکھ والا آدمی ہے لوگوں میں اس سے زیادہ مشابہ ابن قطن ہے اور ابوہریرہ کی [5] حدیث لا تقوم الساعۃ حتی تطلع الشمس من مغربہا الخ باب الملاحم میں گزری اور ہم حضرت ابن عمر کی حدیث

فِيْ بَابِ قِصَّةِ ابْنِ صَيَّادٍ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

قائم رسول اللہ فی الناس۔ قصہ ابنِ صیاد میں انشاءاللہ ذکر کریں گے[6]
(بخاری ومسلم)

---

[1] اس سے بالوں کی تروتازگی اور نظافت مراد ہے

[2] باہر نکلی ہوئی ہے یا بے نور ہے تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

[3] رأیتُ، مخاطب ومتکلم دونوں طرح جائز ہے ابنِ قطن سے مراد عبد العزیٰ بن قطن ہے جس کا ذکر پیچھے ہوچکا ہے اور حاشیہ میں کاف زائدہ ہے۔

[4] یہاں اشکال یہ ہے کہ دجال کافر، اس کا طواف اور کعبہ سے کیا تعلق؟ جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خواب ہے اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو آگاہ فرمایا گیا کہ وہ دن آنے والا ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کعبہ شریف کی حفاظت اور اقامت کے لیے کوشاں ہوں گے اور دجال اسے گرانے اور اس میں خلل اندازی کی کوشش کرے گا کذا قال الطیبی اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ مسجد حرام میں کافروں کے داخلہ پر پابندی سے پہلے کافر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے اور اگر دجال نے طواف کیا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، نیز اس سے خارج میں کافر کے طواف کا جواز بھی لازم نہیں آتا اور جو طواف مشرک کے لیے منع ہے، وہ خارج میں ہے۔

[5] جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں

[6] یہ دونوں احادیث مصابیح باب العلامات بین یدی الساعۃ میں مذکور ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۵۲۴۸ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فِيْ حَدِيْثِ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ قَالَتْ قَالَ فَاِذَا اَنَا بِامْرَاَةٍ تَجُرُّ شَعْرَهَا قَالَ مَا اَنْتِ قَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ اِذْهَبْ اِلٰى ذٰلِكَ الْقَصْرِ فَاَتَيْتُهٗ فَاِذَا رَجُلٌ يَجُرُّ شَعْرَهٗ مُسَلْسَلٌ فِي الْاَغْلَالِ يَنْزُوْ فِيْمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَقُلْتُ مَا اَنْتَ قَالَ اَنَا الدَّجَّالُ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت فاطمہ بنت قیس[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث تمیم داری[2] میں مروی ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ ناگاہ اس عورت پر گزرا جو اپنے بال گھسیٹ رہی تھی انھوں نے کہا تو کون ہے؟ وہ بولی میں جاسوس ہوں[3] اس محل کی طرف جاؤ میں وہاں گیا تو ایک شخص تھا جو اپنے بال گھسیٹ رہا تھا، قیدوں میں جکڑا ہوا آسمان و زمین کے درمیان کود رہا تھا میں نے کہا تو کون ہے؟ وہ بولا میں[4] دجال ہوں[5] (ابوداؤد)

---

[1] پیچھے مسلم کے حوالے سے حضرت فاطمہ بنت قیس سے حدیث گزری ہے اس میں تھا کہ میں نے ایک دابہ کو دیکھا الخ۔ روایت ابوداؤد میں یہ الفاظ ہیں۔

[2] دجال کو خبر دیتی ہوں

[3] اگرچہ اس لفظ میں اشتقاق کے لحاظ سے حقارت ہونے کے باوجود اس نے یہ اپنا نام لیا تو یہ بطور علم تعیین کے لیے تھا یا ممکن ہے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بالمعنی یہ نام نقل فرمایا ہو۔

[4] ان دونوں احادیث میں جو اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ سابقہ حدیث میں دابہ کہا جو عرفِ عام میں چار پایہ کے لیے مستعمل ہے اور اس حدیث میں عورت کا ذکر ہے اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ شاید دجال کے دو جاسوس ہوں ایک دابہ اور دوسرا عورت، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دابہ کا لغوی معنی "زمین پر چلنے والے" مراد ہو اور اس معنی میں یہ لفظ قرآن مجید میں بہت زیادہ مستعمل ہے اور یہ معنی عورت کو بھی شامل ہے ہاں عرفِ عام میں اس کا معنی چار پایہ کے ہیں یا یہ ہو سکتا ہے کہ جاسوسی کرنے والی شیطانہ ہو اور وہ ہر صورت بنا لیتی ہو اور یہ احتمال قریب تر اور زیادہ لائق اعتناء ہے کیونکہ محض دابہ یا عورت کا تمام عالم کی جاسوسی کرنا بعید از قیاس ہے البتہ اس صورت میں یہ درست ہے جب محض وہاں گزرنے والی سواریوں کی جاسوسی مراد ہے واللہ اعلم۔ ان احادیث میں اختلاف کی وجہ یہ بھی ہے۔ حدیث مسلم میں جو سائل و مخاطب جماعت ہے اور اس میں خود تمیم داری بھی تھے اور اس حدیث میں سوال و جواب صرف تمیم داری کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سائل تو جماعت مگر تمیم داری کے شامل ہونے کی وجہ سے ان کی طرف بھی سوال کی نسبت جائز ہے یا اگر سائل تو صرف تمیم داری ہوں تو بھی جماعت کی نسبت جائز ہو گی کیونکہ جماعت میں سے کوئی ایک آدمی کام کرے تو اسے جماعت کا نام ہی کہا جا سکتا ہے جیسے محاورہ ہے قتلہٗ بنو فلاں۔ اس کو فلاں قبیلہ والوں نے قتل کیا ہے، حالانکہ سارا قبیلہ قاتل نہیں ہوتا۔

۵۲۴۹ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ لَّا تَعْقِلُوْا اِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ قَصِيْرٌ اَفْحَجُ جَعْدٌ اَعْوَرُ مَطْمُوْسُ الْعَيْنِ لَيْسَتْ بِنَاتِئَةٍ وَلَا جَحْرَاءَ فَاِنْ اُلْبِسَ عَلَيْكُمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

۲۲

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں دجال کے بارے میں خبریں دیں حتیٰ کہ مجھے خوف ہوا کہ تم نہ سمجھو[1]، مسیح دجال پست قد[2]، ٹیڑھے پاؤں[3] والا، مڑے بال، ایک آنکھ کا سپاٹ ہے، وہ آنکھ نہ تو ابھری ہوئی ہے اور نہ دھنسی ہوئی اگر تم پر اشتباہ ہو تو جان لو کہ تمہارا رب کانا نہیں۔ (ابوداؤد)

[1] تم اس کے کذب اور حقیقتِ حال کی وجہ سے مشتبہ نہ ہو جاؤ پس اچھی طرح سمجھ لو اور تاکہ اس کا حال تم پر مشتبہ نہ رہے۔

[2] اگرچہ وہ جسیم و عظیم اور صاحب بطن ہوگا

[3] افحج، حاء، جیم پر مقدم ہے، وہ شخص جس کے دونوں پاؤں چلتے وقت ایک دوسرے سے دور پڑیں۔ قاموس میں ہے کہ چلتے وقت پاؤں کا اگلا حصہ قریب اور ایڑیاں دور پڑیں۔

ف۴ ولا حجرا، جیم حاء پر مقدم یعنی اس کی آنکھ دھنسی ہوئی نہ ہوگی۔ بعض احادیث میں آنکھ کا ابھرا ہوا ہونا اور بعض میں ہموار کا ذکر ہے ان میں تطبیق پیچھے گزر گئی ہے۔

ف۵ اگر اس کا حال تم پر مشتبہ ہو جائے۔

ف۶ تو یہ عقیدہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان نقائص سے پاک و منزہ ہے۔

۵۲۵۰
۲۳
وَعَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّهٗ لَمْ یَكُنْ نَبِیٌّ بَعْدَ نُوْحٍ اِلَّا قَدْ اَنْذَرَ الدَّجَّالَ قَوْمَهٗ وَاِنِّیْ اُنْذِرُكُمُوْهُ فَوَصَفَهٗ لَنَا قَالَ سَیُدْرِكُهٗ بَعْضُ مَنْ رَاٰنِیْ اَوْ سَمِعَ كَلَامِیْ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَیْفَ قُلُوْبُنَا یَوْمَئِذٍ قَالَ مِثْلُهَا یَعْنِیْ الْیَوْمَ اَوْ خَیْرٌ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابو عبیدہ[1] بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نوح علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہ ہوئے مگر انھوں نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا اور میں نے تم کو اس سے ڈرایا پھر آپ نے اس کے بارے میں بیان فرمایا، شاید اسے بعض وہ لوگ پائیں گے جنھوں نے مجھے دیکھا یا میرا کلام سنا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس دن ہمارے دل کیسے ہوں گے؟ فرمایا آج کی طرح یا اس سے بھی اچھے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

ف۱ آپ صحابۂ کبار اور عشرہ مبشرہ میں سے اور امین امت ہیں۔

ف۲ پیچھے تحقیق کے ساتھ گزر چکا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا تو آپ کے ارشادِ گرامی میں بعد نوح سے وجود نوح کے بعد مراد نہیں بلکہ اندازِ نوح کے بعد مراد ہے۔

ف۳ یعنی ہر وہ شخص جس تک میری خبر پہنچی اگرچہ زمانہ طویل گزر چکا ہو یعنی دجال کا وجود یقینی ہے مگر وقت مبہم ہو سکتا ہے میرے اصحاب میں سے کوئی اسے پائے، ورنہ دوسرے لوگ اسے یقیناً پا لیں گے اور جب لوگ میری خبر سنیں تو وہ اس پر یقین کریں۔

ف۴ یعنی ہر وہ شخص جو ایمان پر ثابت و مستقیم ہوا اس کا دل ثابت ہوگا اور اسے کوئی اندیشہ نہیں اور جس طرح جو آج اس کا منکر ہے اس زمانہ میں بھی ہوگا، بلکہ اس وقت وہ پہلے سے بھی زیادہ منکر ہوگا کیونکہ اس کے احوالِ بد اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔

۵۲۵۱
۲۴
وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَیْثٍ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّیْقِ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدَّجَّالُ یَخْرُجُ مِنْ اَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ یُقَالُ لَهَا خُرَاسَانُ یَتْبَعُهٗ اَقْوَامٌ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عمرو بن حریث، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال مشرقی زمین سے نکلے گا جسے خراسان کہا جاتا ہے، اس کے پیچھے کچھ قومیں ہوں گی گویا ان کے چہرے کٹی ہوئی ڈھالیں ہیں[1]۔ (ترمذی)

۱ اس لفظ کی تحقیق کتاب الفتن میں بیان کی جا چکی ہے ۔

۵۲۵۲/۲۵ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْأَ مِنْهُ فَوَاللّٰهِ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَأْتِيْهِ وَهُوَ يَحْسِبُ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ فَيَتَّبِعُهُ مِمَّا يُبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ ۔

(رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ)

حضرت عمران۱ بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو دجال کے بارے میں سنے وہ اس سے دور رہے ۔ اللہ کی قسم کوئی شخص اس کے پاس جائے گا یہ سمجھ کر کہ میں مسلمان ہوں تو پھر اس کی اتباع کرے گا ان شبہات۲ کی وجہ سے جن کے ساتھ وہ بھیجا گیا ۔ (ابوداؤد)

۱ مشہور صحابی ہیں ان کے احوال لکھے جا چکے ہیں ۔

۲ مثلاً اس کی جادوگری، مُردوں کو زندہ کرنا اور اس طرح کے دیگر استدراجات جو اسے حاصل ہوں گے ۔

۵۲۵۳/۲۶ وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ بْنِ السَّكَنِ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْكُثُ الدَّجَّالُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً اَلسَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَالْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ وَالْيَوْمُ كَاضْطِرَامِ السَّعْفَةِ فِي النَّارِ ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت اسماء بنت یزید بن السکن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : دجال زمین میں چالیس سال تک ٹھہرے گا ۔ ایک سال ایک ماہ کی طرح اور ماہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ ایک دن اور دن آگ میں سوکھے پتے جلنے کی طرح ہوگا۱ (شرح السنۃ)

۱ ان حقائق کی تشریح پہلے کی جا چکی ہے لیکن اشکال یہ ہے کہ نواس بن سمعان کی روایت میں تھا کہ اس کے ٹھہراؤ کی مدت چالیس دن اور تمیم داری سے گزرا کہ زمین پر چلنے کی مدت چالیس راتیں ہیں یہاں چالیس سال کا ذکر ہے جواب یہ دیا گیا ہے کہ پہلے جو گزرا اس سے مراد اس کے فتنے کا وقت ہے اور یہاں ٹھہرنے کا وقت مراد ہے ۔

۵۲۵۴/۲۷ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا عَلَيْهِمُ السِّيْجَانُ ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے ستر ہزار افراد دجال کی پیروی کریں گے جن پر طیلسان کا لباس ہوگا ۔ (شرح السنۃ)

۱ سیجان، سین کے نیچے زیر یا ساکنہ، اس کے بعد جیم، سیاج کی جمع، سبز یا سیاہ طیلسانی چادریں، اُمت سے مراد امت دعوت یا امت اجابت ہے ۔ حدیث انس جو فصل اول میں تھی کہ اصفہان کے یہودی دجال کی اتباع کریں گے سے معلوم ہوتا ہے کہ امت سے مراد امت دعوت ہے ۔

۵۲۵۵/۲۸ وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَذَكَرَ الدَّجَّالَ

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف فرما تھے

فَقَالَ اِنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ ثَلٰثَ سِنِيْنَ سَنَةٌ تُمْسِكُ السَّمَآءُ فِيْهَا ثُلُثَ قَطْرِهَا وَالْاَرْضُ ثُلُثَ نَبَاتِهَا وَالثَّانِيَةُ تُمْسِكُ السَّمَآءُ ثُلُثَيْ قَطْرِهَا وَالْاَرْضُ ثُلُثَيْ نَبَاتِهَا وَالثَّالِثَةُ تُمْسِكُ السَّمَآءُ قَطْرَهَا كُلَّهٗ وَالْاَرْضُ نَبَاتَهَا كُلَّهٗ فَلَا يَبْقٰى ذَاتُ ظِلْفٍ وَّلَا ذَاتُ ضِرْسٍ مِّنَ الْبَهَآئِمِ اِلَّا هَلَكَ وَاِنَّ مِنْ اَشَدِّ فِتْنَتِهٖ اَنَّهٗ يَاْتِی الْاَعْرَابِیَّ فَيَقُوْلُ اَرَاَيْتَ اِنْ اَحْيَيْتُ لَكَ اِبِلَكَ اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيُمَثِّلُ لَهُ الشَّيْطَانُ نَحْوَ اِبِلِهٖ كَاَحْسَنِ مَا يَكُوْنُ ضُرُوْعًا وَّاَعْظَمِهٖ اَسْنِمَةً قَالَ وَيَاْتِی الرَّجُلَ قَدْ مَاتَ اَخُوْهُ وَمَاتَ اَبُوْهُ فَيَقُوْلُ اَرَاَيْتَ اِنْ اَحْيَيْتُ لَكَ اَبَاكَ وَاَخَاكَ اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيُمَثِّلُ لَهُ الشَّيَاطِيْنُ نَحْوَ اَبِيْهِ وَنَحْوَ اَخِيْهِ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهٖ ثُمَّ رَجَعَ وَالْقَوْمُ فِیْ اِهْتِمَامٍ وَّغَمٍّ مِّمَّا حَدَّثَهُمْ قَالَتْ فَاَخَذَ بِلَحْمَتَيِ الْبَابِ فَقَالَ مَهْيَمْ اَسْمَآءُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ خَلَعْتَ اَفْئِدَتَنَا بِذِكْرِ الدَّجَّالِ قَالَ اِنْ يَّخْرُجْ وَاَنَا حَیٌّ فَاَنَا حَجِيْجُهٗ وَاِلَّا فَاِنَّ رَبِّیْ خَلِيْفَتِیْ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اِنَّا لَنَعْجِنُ عَجِيْنَنَا فَمَا نَخْبِزُهٗ حَتّٰى نَجُوْعَ فَكَيْفَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَئِذٍ قَالَ يُجْزِئُهُمْ مَا يُجْزِئُ اَهْلَ السَّمَآءِ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَالتَّقْدِيْسِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

آپ نے دجال کا ذکر فرمایا، تو فرمایا دجال سے آگے تین سال ہوں گے ایک سال ایسا جس میں آسمان اپنی تہائی بارش روک لے گا اور زمین تہائی پیداوار، دوسرے سال دوتہائی بارش روک لے گا اور زمین اپنی دوتہائی پیداوار اور تیسرے سال آسمان اپنی پوری بارش روک لے گا اور زمین اپنی کل پیداوار، تو کوئی کھروالا، ڈاڑھ والا جانور نہ بچے گا مگر ہلاک ہوجاوے گا اور اس سخت ترین فتنوں سے یہ ہوگا کہ ایک بدوی کے پاس آئیگا وہ کہے گا بتاؤ اگر میں تیرا اونٹ زندہ کردوں تو کیا تو یقین نہ کرے گا کہ میں تیرا رب ہوں، وہ کہے گا ہاں۔ تو شیطان اس کے سامنے اس کے اونٹ کی شکل میں آجائے گا جیسے تھن ہوتے ہیں۔ اس سے اچھے اور خوب بلند کوہان، فرمایا اور ایک شخص کے پاس آئے گا جس کے بھائی اور باپ مر چکے ہوں گے تو کہے گا کہ بتا تو اگر میں تیرے سامنے تیرے باپ بھائی زندہ کردوں تو کیا یقین کرے گا کہ میں تیرا رب ہوں وہ کہے گا ہاں تو اس کے سامنے شیطان اس کے بھائی کی شکل میں آجائیں گے، فرماتی ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کسی کام کے لیے تشریف لے گئے پھر واپس ہوئے حالانکہ قوم بہت رنج وغم میں تھی۔ اس خبر کی وجہ سے جو حضور ؐ نے انھیں دی تھی۔

فرماتی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دروازے کے دونوں بازو پکڑ کر فرمایا اسماء کیا ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ! دجال کے ذکر سے ہمارے دل نکل گئے فرمایا اگر وہ نکلا اور ہم زندہ ہوئے تو اس کے مقابل ہم ہوں گے ورنہ میرا رب ہر مسلمان پر میری طرف سے وکیل ہے عرض کیا یارسول اللہ! ہم اپنا آٹا گوندھتی ہیں تو روٹیاں نہیں پکاتیں حتیٰ کہ ہم بھوکے ہوجاتے ہیں تو اس دن مسلمانوں کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا انھیں وہ تسبیح وتہلیل کافی ہوگی، جو

آسمان والوں کو کافی ہوتی ہے ۔

(اسے امام احمد نے امام عبدالرزاق سے روایت کیا ہے)

۱؎ گائے ، گوسفند ہرن وغیرہ اور ان کے مالک ، ظِلف ، ظاء کے نیچے زیر ، اس کا اطلاق گائے ، بکری اور ہرن وغیرہ پر ہوتا ہے جیسے کہ خُف خاء پر پیش کا اطلاق اونٹ اور حافر کا اطلاق گھوڑے پر ہوتا ہے مگر یہاں مطلق حیوانات مراد ہیں یعنی اس سال قحط کی وجہ سے کوئی حیوان زمین پر نہیں رہے گا ۔

۲؎ دجّال بدوی کے پاس آئیگا ، کیونکہ وہ علم وعقل نہ رکھتا ہوگا ۔

۳؎ بعض نسخوں میں شیاطین جمع ہے جیسا کہ اب داخ میں آرہا ہے ۔

۴؎ یہاں تمام نسخوں میں شیاطین کا لفظ ہے ۔

۵؎ اس میں اشارہ ہے کہ وہ اونٹ ، بھائی اور باپ حقیقۃً نہ ہوں گے بلکہ بعض خیال اور مثال ہوگی ۔

۶؎ مجلس سے اٹھ کر

۷؎ مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں یہی ہے اور حواشی میں ہے کہ " لحمہ " لام پر زبر ، حاء ساکنہ اور میم مفتوح بمعنی جہت وجانب ہے ۔ صحاح ، قاموس اور دیگر کتب میں لحمہ اس معنی میں مذکور نہیں ۔ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ درست لفظ لُجفتی الباب حاء کی جگہ جیم اور میم کی جگہ فاء ہے ۔ کتب لغت میں لجفہ ، جیم اور فاء کے ساتھ بمعنی بازو باب آیا ہے ۔ اور الجاف کنوئیں کے جوانب کو کہتے ہیں ۔

۸؎ مھیم ، میم پر زبر ، یاء ساکن یا مفتوح بمعنی جگہ ہے اس کا معنی کیا حال ہے ؟

۹؎ حامی ، حافظ وناصر اور ان کے معاملہ کا مالک ونگران ہوگا ۔

۱۰؎ غم ورنج کی وجہ سے کیونکہ ہمارے دل ذکر دجّال کی وجہ سے باہر آرہے ہیں

۱۱؎ اس وقت غم کا کیا حال ہوگا ؟ جب ان کے مال پر دجّال کا کنٹرول ہوگا تو اس وقت کھانے پینے میں وہ یقیناً مانع ہوگا ۔

۱۲؎ یعنی اللہ تعالیٰ تسبیح وتقدیس کی برکت سے انھیں صبر وتسلّی عطا فرمائے گا یا معنی یہ ہے کہ ہم آٹا خمیرہ کرتے ہیں تو تاخیر کی وجہ سے ہم بھوک سے نڈھال ہوجاتے ہیں اور انسان کی طبیعت بھوک کی حالت میں یہاں تک پہنچ جاتی ہے اور یہ معنی یَجْزِیْھِمْ مَا یَجْزِیْ مَا اَھْلَ السَّمَآءِ کے زیادہ مناسب ہے لہٰذا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جب دجّال کا زمانہ ہوگا اور لوگوں کو کھانے کے لیے کوئی شے دستیاب نہ ہوگی تو وہ عدم غذا پر کیسے صبر کریں گے تو آپ نے فرمایا ان دنوں اہلِ ایمان کی غذا تسبیح و تقدیس باری تعالیٰ ہوگی جیسا کہ آسمانی فرشتوں کی یہی غذا ہے ۔ ممکن ہے حضرت اسماء نے یہ بات مجلس کے بعد حاضر ہوکر عرض کی ہو مگر لفظ فَقُلْتُ میں فاء بتا رہی ہے کہ یہ بات انھوں نے دجّال کی خبر سنتے ہی مجلس میں عرض کی لہٰذا آٹا گوندھنے اور بھوک لگنے کے واقعہ کا تعلق آئندہ زمانے سے ہوگا ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۵۲۵۶ / ۲۹ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ مَا سَاَلَ اَحَدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ اَكْثَرَ مِمَّا سَاَلْتُهُ وَاِنَّهُ قَالَ لِيْ مَا يَضُرُّكَ قُلْتُ اِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَنَهَرَ مَاءٍ قَالَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تیسری فصل

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دجّال کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جتنا میں نے پوچھا ہے اتنا کسی نے نہیں پوچھا۔ آپ نے مجھے فرمایا تمھیں نقصان نہیں دے[1] گا۔ عرض کیا لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کا دریا ہوگا، فرمایا وہ اللہ تعالیٰ پر اس سے زیادہ آسان ہے[2]

(بخاری ومسلم)

[1] اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور حفاظت تیرے لیے کافی ہے لہٰذا وہ تجھے گمراہ نہ کر سکے گا۔

[2] اور ایک آدمی بھوکا دپیاسا ہوگا وہ اس کی طرف مجبوراً جائے گا یا وہ کیا کرے

[3] کیونکہ وہ ان اشیاء کو حقیقۃً پیدا فرمانے والا ہے۔ اس کے ہاتھ پر جو کچھ ظاہر ہوگا وہ محض جھوٹ، جادو اور بے حقیقت صورت ہوگی، اسے اس مومن کے یقین میں شک ڈالنے یا گمراہ کرنے کی ہرگز طاقت نہیں جو دین میں یقین رکھتا ہوگا بلکہ مومن اس سے جب خلافِ عادت اعمال دیکھے گا تو اس کے ایمان میں اور یقین پیدا ہوگا اور اس کے جھوٹے ہونے میں بھی تقویت ملے گی۔

۵۲۵۷ / ۳۰ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ عَلٰى حِمَارٍ اَقْمَرَ مَا بَيْنَ اُذُنَيْهِ سَبْعُوْنَ بَاعًا۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دجّال ایک سفید[1] گدھے پر نکلے گا جس کے کانوں کے درمیان ستر باع[2] کا فاصلہ ہوگا۔

(بیہقی، کتاب البعث والنشور)

[1] قاموس میں ہے کہ قمر اس سبز یا سرخی کو کہا جاتا ہے جس میں تیرگی ہوگی۔

[2] باع، وہ فاصلہ جو دو ذراع اور دو ہاتھوں کے درمیان ہوتا ہے صراح میں ہے باعٌ، بُوعٌ (باء پر پیش) دو ہاتھوں کا درمیانی فاصلہ۔

٣٤١۔ بَابُ قِصَّۃِ ابْنِ صَیَّادٍ

ابنِ صیّاد کا بیان

اس کو ابن صابد بھی کہتے ہیں۔ ابنِ صیّاد کا اصل نام "صاف" تھا اور بعض نے عبد اللہ بتایا ہے۔ وہ مدینہ کا رہنے والا ایک یہودی تھا یا اصل باشندہ تو کہیں اور کا تھا لیکن مدینہ آ کر وہاں کے یہودیوں میں شامل ہو گیا تھا۔ ابن صیّاد سحر و کہانت میں کچھ عمل دخل رکھتا تھا، اس کی حقیقت کو مختصر طور پر یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایک بڑا فتنہ تھا جس میں مسلمانوں کو ابتلاء میں ڈال کر ان کا امتحان لیا گیا تھا اس کے احوال میں اختلاف ہے اور اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان بھی اس کے تعین میں اختلاف ہے چنانچہ کچھ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خیال تھا کہ ابن صیاد وہی معروف دجال ہے جس کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہو کر لوگوں کو گمراہ کرے گا لیکن اکثر حضرات کا کہنا یہ تھا کہ ابن صیاد وہ معروف دجّال تو نہیں ہے لیکن ان چھوٹے دجالوں میں سے ایک ضرور ہے جن کا مقصد فتنہ و فساد پھیلانا اور لوگوں کو گمراہ کرنا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ اس امت میں ایسے دجال پیدا ہوتے رہیں گے جو لوگوں کو گمراہ کرتے رہیں گے۔ مؤخر الذکر حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ابنِ صیاد اگرچہ پہلے کافر و کاہن تھا لیکن آخر میں مسلمان ہو گیا تھا، اس کی اولاد بھی تھی اور وہ مدینہ و مکہ میں رہا کرتا تھا جبکہ معروف دجّال کافر ہوگا اور اس کی اولاد نہیں ہوگی اور مکہ و مدینہ میں اس کا داخلہ ممنوع ہوگا بعض کا خیال ہے کہ یہ وہی دجال ہے جس کی خبر دی گئی ہے۔ کافر ہونا اور اس کی اولاد کا نہ ہونا، مکہ و مدینہ میں اس کا داخلہ منع ہونا، اور اس کی دیگر علامات و صفات جو کہ دجال میں پائی جاتی ہیں اس وقت اگرچہ اس میں موجود نہیں کیونکہ یہ دجال کے وہ احوال ہیں جو اس کے خروج کے بعد ظاہر ہوں گے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے اس پر دلیل لانا نامکمل ہے، بہر حال ابن صیاد کی حقیقت مبہم تھی، خود حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس بارے میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی، اسی لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس کی حقیقت کو مبہم رکھا جیسا کہ اس باب میں منقول احادیث سے معلوم ہوگا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

٥٢٥٨ ١ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ اِنْطَلَقَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَهْطٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ

پہلی فصل

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر صحابہ کرام کی ایک جماعت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے

حَتّٰى وَجَدَهٗ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فِيْ اُطُمِ بَنِيْ مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ يَوْمَئِذٍ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتّٰى ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهٗ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ الْاُمِّيِّيْنَ ثُمَّ قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَرَصَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِرُسُلِهٖ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ مَاذَا تَرٰى قَالَ يَاْتِيْنِيْ صَادِقٌ وَّكَاذِبٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِّطَ عَلَيْكَ الْاَمْرُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيْئًا وَّخَبَاَ لَهٗ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ فَقَالَ هُوَ الدُّخُّ فَقَالَ اخْسَاْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ قَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاْذَنُ لِيْ فِيْهِ اَنْ اَضْرِبَ عُنُقَهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّكُنْ هُوَ لَا تُسَلَّطُ عَلَيْهِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ هُوَ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِيْ قَتْلِهٖ قَالَ ابْنُ عُمَرَ انْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ الْاَنْصَارِيُّ يَؤُمَّانِ النَّخْلَ الَّتِيْ فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتِلُ اَنْ يَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَّهٗ فِيْهَا زَمْزَمَةٌ فَرَاَتْ اُمُّ ابْنِ

یہاں تک کہ اسے پایا کہ وہ لڑکوں کے ساتھ بنی مغالہ[1] کے محل[2] میں کھیل رہا تھا۔ ابن صیاد ان دنوں سن بلوغ کے قریب ہو چکا تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی آمد سے بے خبر رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی کمر پر دست مبارک مارا پھر فرمایا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھ کر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپ امیوں[3] کے رسول ہیں، پھر ابن صیاد نے کہا کہ آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دبوچا[4] اور فرمایا میں اللہ اور اس کے رسولوں[5] پر ایمان رکھتا ہوں، پھر آپ نے ابن صیاد سے فرمایا تو کیا دیکھتا ہے[6] اس نے کہا میرے پاس سچا اور جھوٹا آتا ہے[7]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا معاملہ گڈمڈ ہو گیا[8]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[9] کہ میں نے تیرے لیے اپنے دل میں ایک بات چھپائی ہے[10] وہ یہ آیت یَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ اس نے کہا وہ پوشیدہ بات درخ[11] ہے۔ آپ نے فرمایا دور ہو[12] تو اپنی حد سے نہیں بڑھ سکتا۔ حضرت عمر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ وہی ہے تو تم اس پر قابو نہیں پا سکتے[14] اور اگر وہ نہیں تو اس کے قتل میں کوئی بھلائی نہیں[15] حضرت ابن عمر نے فرمایا: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابی ابن انصاری کو لے کر کھجور کے ان درختوں کے پاس تشریف لے گئے جن میں ابن صیاد رہتا تھا پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھجور کے تنوں کی آڑ لے کر چلتے رہتے تاکہ وہ بے خبر رہے[16] اور آپ ابن صیاد کے

صَيَّادٍ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ أَيْ صَافُ وَهُوَ اسْمُهٗ هٰذَا مُحَمَّدٌ فَتَنَاهَى ابْنُ صَيَّادٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهٗ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنِّيْ أُنْذِرُكُمُوْهُ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَ قَوْمَهٗ لَقَدْ أَنْذَرَهٗ نُوْحٌ قَوْمَهٗ وَلٰكِنِّيْ سَأَقُوْلُ لَكُمْ فِيْهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهٖ تَعْلَمُوْنَ أَنَّهٗ أَعْوَرُ وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

دیکھنے سے پہلے اس کی کچھ باتیں سن لیں۔ ابنِ صیاد اپنے بستر پر لیٹا ہوا گنگنا رہا تھا[17] ابنِ صیاد کی ماں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو درخت کی آڑ میں دیکھ کر کہا اے صاف! یہ اس کا نام ہے محمد آ گئے۔ ابنِ صیاد نے گنگنا روک دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ چھوڑے رکھتی تو وہ اپنی حقیقت کو ظاہر کرتا۔[18] حضرت ابنِ عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کی جو اس کی شان کے لائق ہے پھر دجال کا ذکر[19] کیا اور فرمایا بیشک میں اس سے ڈراتا ہوں۔ کوئی نبی ایسا نہیں جس نے اپنی قوم کو دجال سے نہ ڈرایا ہو۔ بیشک حضرت نوح نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا لیکن میں تم سے دجال کے بارے میں ایک ایسی بات اور ایک ایسی علامت بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی تم جان لو کہ وہ کانا ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے[20]۔ (بخاری و مسلم)

[1] اُطُم، الف اور طاء دونوں مضموم، محل، ہر بلند جگہ اور اس قلعے کو بھی کہتے ہیں جس کی تعمیر پتھروں سے کی گئی ہو۔ اس کی جمع آطام و اطوم آتی ہے۔

[2] بنی مَغالہ، میم مفتوح اور غین مخفف، یہودیوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔

[3] امیّوں سے مراد عرب تھے کیونکہ اس زمانہ میں اکثر عرب پڑھے لکھے نہیں ہوتے تھے۔ یہودیوں میں سے ایک طبقہ کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کے منکر تو نہیں تھے لیکن آپ کو صرف اہلِ عرب کا رسول مانتے تھے۔ یہ بات (یعنی ابنِ صیاد کا حضور کی رسالت کی گواہی اس طرح دینا) اس کی ان لغو و باطل باتوں میں سے ایک تھی جو شیطان کاہنوں کو القا کیا کرتا ہے۔ اس کے یہ الفاظ تناقض کے حامل تھے، کیونکہ نبی ہر حال میں سچا ہوتا ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی نبوتِ عامہ کا اعلان کیا اور تمام نوع انسان کو اپنی رسالت کی دعوت دی تو آپ کی نبوت کو صرف اہلِ عرب کے ساتھ مخصوص کرنا یقیناً باطل ہے۔

[4] اس کے اصل معنی "دو چیزوں کو استوار کرنا اور آپس میں ایک دوسرے سے جوڑنا، ملانا" کے ہیں۔ اسی لیے مضبوط اور استوار بنیاد کو بنیانِ مرصوص کہا جاتا ہے اور بعض روایات میں "فرفضہ النبی" فاء اور ضاء کے ساتھ بھی آیا ہے جس کے معنی چھوڑنے اور رہا کرنے کے ہیں۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے اس سے اسلام کے متعلق سوال و جواب نہ کیا

اور اس کی کجروی سے اس لیے صرفِ نظر کر دیا کہ اس میں کوئی نفع نہ تھا اور نہ ہی اس میں کوئی اثر ہونا تھا۔

۵ یہ اس کے رد و انکار اور اس کے دعویٰ کے بطلان پر احسن انداز میں گرفت ہے کیونکہ اس پر صراحت کی احتیاج نہیں ایسی صورت میں اسے خاموش کرنا مقصود تھا لیکن اس کی حقیقتِ حال ظاہر ہو گی تو رد و انکار پر تصریح کی اور اس پر زجر و توبیخ ان الفاظ کے ساتھ فرمائی اِخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ زجر و منع کا یہ اعلیٰ طریقہ ہے۔

۶ یہ ابنِ صیاد، امتحان کے ارادے سے فرمایا: تاکہ تمام لوگوں پر ظاہر ہو جائے کہ وہ دعوائے رسالت میں جھوٹا ہے۔

۷ یعنی کبھی تو میرے پاس سچا شخص آتا ہے جو مجھے سچی خبریں دیتا ہے اور کبھی جھوٹا شخص آتا ہے جو جھوٹی خبریں لاتا ہے یعنی بعض خبریں سچی آتی ہیں اور بعض جھوٹی۔ جیسا کہ کاہنوں کی عادت ہوتی ہے کہ شیطان ان پر جھوٹی سچی، ہر طرح کی خبریں القاء کرتا ہے۔

۸ مفہوم یہ تھا کہ تیرے پاس شیطان آتا ہے جو تجھے سچی اور جھوٹی خبریں سنا جاتا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ وہ اپنے دعوائے رسالت میں جھوٹا ہے کیونکہ کسی رسول کے پاس جھوٹی خبریں نہیں آتیں اس بات کا اعتراف اس نے خود اپنی زبان سے کر دیا یہ حالِ کاہنوں کا ہوتا ہے نہ کہ پیغمبروں کا۔

۹ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطور امتحان اور اس کے سحر، کہانت اور اس کے حال کے خلط ملط ہونے کی تحقیق کے طور پر فرمایا۔

۱۰ خبیٔ بروزن قبیح، خبیئہ بروزن فضیحتہ اور خَبْءٌ بروزن صعب پوشیدہ بات کو کہتے ہیں یہاں حدیث میں خَبِیْءٌ ہے لیکن خباء بھی روایت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے هُوَ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں خباءِ سموات سے مراد بارش اور خباءِ ارض سے پودے وغیرہ مراد ہیں۔

۱۱ جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے چھپائی تھی وہ یہ آیت تھی جس میں دخان کا ذکر ہے۔

۱۲ دُخ، دال پر پیش اور زبر کے ساتھ بمعنی دھواں یعنی اس کا جن پوری آیت کے بتانے میں کامیاب نہ ہو سکا البتہ اس نے اس آیت کا ایک ناقص لفظ ضرور بتا دیا، یہ ہوں کی عادت کے مطابق ہے کہ شیاطین کسی بات کا کوئی ادھورا حصہ اٹھا کر لے آتے ہیں اور اسے کاہنوں کے دل میں ڈال دیتے ہیں اور یہ احتمال بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یا کسی صحابی نے اس وقت آہستہ سے پڑھی ہو اور شیطان نے سن لیا ہو اور پھر ابنِ صیاد پر القاء کر دیا ہو۔

۱۳ "دور ہو" جب واضح ہو گیا کہ اس کا حال وہی ہے جو کاہنوں کا ہوتا ہے کہ وہ شیطان کے القاء کرنے کے باعث کچھ ناقص باتیں حاصل کر لیتے ہیں تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا جا دُور بھاگ، تو اپنی اوقات سے آگے نہیں بڑھ سکتا تو اپنی حد اور مرتبے سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ پس تیرا مرتبہ اور حد کاہنوں والا ہے جو کہ چھپی ہوئی بعض باتوں کا ناقص اور نامکمل حصے کا اظہار کرتے ہیں اور نبوت کا دعویٰ نہ کر، کیونکہ وہ تیرا مقام نہیں ہے لفظ "اِخساء" سے اہانت اور حقارت کا اظہار کیا جاتا ہے، یہ لفظ کتے اور سور کو ہانکنے کے لیے آتے ہیں تاکہ وہ لوگوں کے قریب نہ آئیں

اور یہاں ایک لطیف نکتہ ہے جسے بعض شارحین نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس آیت کو پوشیدہ اور اخفاء میں رکھنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دجال کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دخان نامی پہاڑ کے قریب قتل کریں گے اور یہ بات اس ظن پر مبنی کہ وہ دجّال ہے اور یہ اس کے قتل کی طرف تعریض ہے ۔

[14] اس لیے کہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے

[15] اس لیے کہ وہ ذمّی ہے اور ان یہودیوں میں سے ہے جو اہلِ ذمہ ہیں اور اس وقت وہ نا بالغ اور چھوٹی عمر کا بھی ہے ۔

[16] خَتَلُ ۔ اصل میں فریب اور دھوکہ دینے کو کہتے ہیں ۔

[17] گنگنا رہا تھا ، زمزمہ دو زاؤں کے ساتھ ہے اس پوشیدہ کلام کو کہتے ہیں جو سمجھ میں نہ آرہی ہو اور دو راء "رمرمہ" سے بھی روایت ہے اس کا معنی بھی وہی ہے ۔

[18] یعنی کوئی چیز ایسی سامنے آتی جس سے اس کی حقیقت حال معلوم ہو جاتی اور ظاہر ہو جاتا کہ وہ کیا ہے ۔

[19] یعنی دجال اور اس کے احوال کا ذکر کیا یا احتمال ہے کہ ابنِ صیاد دجّال ہے یا عنقریب فتنہ ہونے والا ہے اور اس کی بعض ایسی صفات جن کے ساتھ وہ متصف ہے ان کی وجہ سے دجال کو یاد کیا اور اس کے حالات کا اعلان فرمایا

[20] یعنی وہ آنکھ سے دیکھنے کی حس سے ہی پاک ہے چہ جائیکہ اس کی ذات میں کانے پن جیسا کوئی عیب ہو ۔

۵۲۵۹ ۲ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَقِیَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَّعُمَرُ یَعْنِیْ ابْنَ صَیَّادٍ فِیْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَقَالَ ھُوَ اَتَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ مَاذَا تَرٰی قَالَ اَرٰی عَرْشًا عَلَی الْمَآءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَرٰی عَرْشَ اِبْلِیْسَ عَلَی الْبَحْرِ قَالَ وَمَا تَرٰی قَالَ اَرٰی صَادِقَیْنِ اَوْ کَاذِبَیْنِ وَصَادِقًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لُبِسَ عَلَیْہِ فَدَعُوْہُ ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مدینہ منورہ کے ایک راستے میں ابنِ صیّاد ملا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا ؛ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں ؟ اس نے بھی یہی کہا کہ کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں ؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ پر ، اس کے فرشتوں پر ، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں[1] پر ایمان لایا تو کیا دیکھتا ہے ؟ اس نے کہا میں پانی پر تخت دیکھتا ہوں ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ؛ تو ابلیس کے تخت کو سمندر[2] پر دیکھتا ہے ۔ پھر آپ نے فرمایا : اس کے علاوہ اور کیا دیکھتا ہے ابنِ صیاد نے کہا کہ دو سچوں کو دیکھتا ہوں اور ایک جھوٹے کو دیکھتا ہوں یا دو جھوٹوں کو دیکھتا ہوں اور ایک[3] سچے کو ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر شبہ ڈال دیا گیا ہے لہذا اسے چھوڑ دو۔ (مسلم)

[1] جیسا کہ آپ کا یہ قول پہلے گذر چکا ہے۔ اٰمنت باللہ و برسولہٖ۔

[2] یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا کہ ابلیس پانی کے اوپر اپنا تخت بچھاتا ہے اور وہاں سے اپنے چیلوں کی ٹولیوں کو دنیا میں فتنہ و فساد پھیلانے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے بھیجتا ہے۔ اس کا ذکر کتاب کی ابتداء میں باب الوسوسہ میں گزر چکا ہے۔

[3] یا دو جھوٹوں کو دیکھتا ہوں اور ایک سچے کو، یہ یا تو راوی نے اپنا شک ظاہر کیا ہے یا یہ احتمال ہے کہ ابن صیاد ہی نے شک کے ساتھ بیان کیا ہو کہ میں یا دو سچوں اور ایک جھوٹے کو دیکھتا ہوں یا دو جھوٹوں اور ایک سچے کو اور یہ بات زیادہ صحیح ہے کیونکہ جس طرح اس کے معاملے میں خلط و اختلال تھا اور اس کے احوال میں نظم و استقامت نہ تھی اس کا تقاضا ہی یہ تھا کہ اس کو کسی بھی صورت جزم و یقین حاصل نہ ہوا ہو چنانچہ کبھی کچھ دیکھتا ہے اور کبھی کچھ۔

۵۲۶۰ ۳ وَعَنْهُ اَنَّ ابْنَ صَيَّادٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تُرْبَةِ الْجَنَّةِ فَقَالَ دَرْمَكَةٌ بَيْضَاءُ مِسْكٌ خَالِصٌ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ان ہی سے روایت ہے کہ ابن صیاد نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ میدہ کی مانند سفید[1] اور مشک خالص کی مانند خوشبودار ہے۔ (المسلم)

[1] دَرْمَکہ۔ دال پر زبر، راء ساکن، میم پر فتحہ، وہ سفیدی جو مغز اور چھلکے کے درمیان ہوتی ہے، یہ اس کی سفیدی کے بیان میں تاکید ہے اور خوشبو میں خالص کستوری کے مانند ہے۔

۵۲۶۱ ۴ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ لَقِيَ ابْنُ عُمَرَ ابْنَ صَيَّادٍ فِيْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهٗ قَوْلًا اَغْضَبَهٗ فَانْتَفَخَ حَتّٰى مَلَاَ السِّكَّةَ فَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ عَلٰى حَفْصَةَ وَقَدْ بَلَغَهَا فَقَالَتْ لَهٗ رَحِمَكَ اللّٰهُ مَا اَرَدْتَّ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا يَخْرُجُ مِنْ غَضْبَةٍ يَغْضَبُهَا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کے کسی راستہ میں ابن صیاد سے ملے انھوں نے اسے ایسی بات کہی جس سے وہ ناراض ہو کر پھول گیا یہاں تک کہ راستے کو بھر دیا۔ حضرت ابن عمر حضرت حفصہ کے پاس لے گئے[1] جن تک یہ خبر پہنچ چکی تھی[2] فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ آپ نے ابن صیاد سے کیا چاہا تھا[3]۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال غصّے کی حالت میں نکلے گا ناراض کیا ہوا[4]۔ (مسلم)

[1] ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

[2] کہ ابن عمر نے ابن صیاد کو غضب ناک کیا ہے۔

[3] "ابن صیاد" سے کیا چاہا تھا کہ اس کو غصے میں کر دیا۔

[4] حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ کو جو اس طرح منع کیا۔ ابن صیاد میں احتمال و امکان تھا کہ وہ دجال ہے یا یہ سبب بھی ہو سکتا ہے کہ لوگوں کا اعتقاد و یقین اس پر ہو کہ وہی شخص دجال ہے۔

۵۲۶۲/۵ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ صَیَّادٍ اِلٰی مَکَّةَ فَقَالَ لِیْ مَا لَقِیْتُ مِنَ النَّاسِ یَزْعُمُوْنَ اَنِّی الدَّجَّالُ اَلَسْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّهٗ لَا یُوْلَدُ لَهٗ وَقَدْ وُلِدَ لِیْ اَلَیْسَ قَدْ قَالَ وَهُوَ کَافِرٌ وَّاَنَا مُسْلِمٌ اَوَلَیْسَ قَدْ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْمَدِیْنَةَ وَلَا مَکَّةَ وَقَدْ اَقْبَلْتُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ وَاَنَا اُرِیْدُ مَکَّةَ ثُمَّ قَالَ لِیْ فِیْ اٰخِرِ قَوْلِهٖ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ مَوْلِدَهٗ وَمَکَانَهٗ وَاَیْنَ هُوَ وَاَعْرِفُ اَبَاهُ وَاُمَّهٗ قَالَ فَلَبَسَنِیْ قَالَ قُلْتُ لَهٗ تَبًّا لَکَ سَائِرَ الْیَوْمِ قَالَ وَقِیْلَ لَهٗ اَیَسُرُّکَ اَنَّکَ ذَاکَ الرَّجُلُ قَالَ فَقَالَ لَوْ عُرِضَ عَلَیَّ مَا کَرِهْتُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں مکہ مکرمہ تک ابن صیاد کا شریک سفر رہا[1]۔ اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے لوگوں سے تکلیف پہنچتی ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ میں دجال ہوں کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ اس کی اولاد نہیں ہو گی، جب کہ میری اولاد ہے کیا حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ کافر ہو گا جبکہ میں مسلمان ہوں۔ کیا آپ کا یہ ارشاد نہیں ہے کہ وہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں داخل نہیں ہو سکے گا جبکہ میں مدینہ منورہ سے آ رہا ہوں اور مکہ میں جا رہا ہوں[2]۔ پھر اس نے مجھ سے آخری بات یہ کہی کہ خدا کی قسم! میں دجال کی جائے پیدائش اور اس کے مکان کو جانتا ہوں جہاں وہ ہے اور اس کے ماں باپ کو بھی جانتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس نے مجھے شبہ میں ڈال دیا ہے۔ لیکن میں نے اس سے کہا تو ہمیشہ[3] کے لیے ہلاک ہو اور اس سے کہا گیا[4]، کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تو ہی دجال ہے۔ ابو سعید فرماتے ہیں کہ اس نے کہا کہ اگر یہ چیز میرے سپرد کی گئی تو میں ناپسند نہیں کروں گا[5]۔ (مسلم)

---

[1] یا اس حال میں کہ ہم مکہ کی طرف متوجہ تھے۔

[2] فَلَبَسَنِیْ میں باء مخفف ہے۔ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں یہ یقین رکھتا تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے لیکن اس نے اب اپنے دجال ہونے سے جب انکار کیا تو میں شک و شبہ میں پڑ گیا، یا یہ کہ اس نے اپنی گفتگو کے شروع میں دلائل سے ثابت کیا کہ میں دجال نہیں ہوں لیکن اس نے آخر میں جو یہ کہا کہ میں دجال کا مولد و مسکن اور اس کے والدین کو جانتا ہوں کہیں اپنے کیے ہوئے اقرار سے اعراض تو نہیں کر رہا ہے کیونکہ اس قسم کی عبارت سے متکلم کبھی کبھی اپنی ذات سے کنایہ کرتا ہے۔

[3] سائر بمعنی "باقی و تمام" دونوں میں مستعمل ہے۔

[5] یعنی حاضرین میں سے کسی نے کہا۔

[6] اگر میرے سپرد کر دی جائیں وہ صفات جو دجال میں پائی جاتی ہیں مثلاً اغوا و گمراہ کرنا۔ دھوکہ دینا اور شبہ میں ڈالنا وغیرہ تو میں اس کو ناپسند نہیں کروں گا اور نہ ہی اس سے ناراض ہوں گا۔ اس کلام سے یہ راہنمائی ملتی ہے کہ وہ دجال اور اس کی صفات کو اپنے اندر موجود ہونے پر راضی تھا اور یہ اس کے کفر کی واضح دلیل ہے۔

۵۲۶۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَقِيْتُهٗ وَقَدْ نَفَرَتْ عَيْنُهٗ فَقُلْتُ مَتٰى فَعَلَتْ عَيْنُكَ مَا اَرٰى قَالَ لَا اَدْرِيْ قُلْتُ لَا تَدْرِيْ وَهِيَ فِيْ رَاْسِكَ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ خَلَقَهَا فِيْ عَصَاكَ قَالَ فَنَخَرَ كَاَشَدِّ نَخِيْرِ حِمَارٍ سَمِعْتُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: میری ابنِ صیاد سے ملاقات ہوئی جبکہ اس کی آنکھ سوجی ہوئی تھی میں نے کہا تیری آنکھ کو کیا ہوا؟ جو میں دیکھ رہا ہوں[1]؟ کہا کہ مجھے معلوم نہیں۔ میں نے کہا کہ تو نہیں جانتا، حالانکہ وہ تیرے سر میں ہے؟ اس نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے تمھاری لاٹھی میں پیدا کر دے[2]۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ اس نے گدھے جیسی سخت آواز نکالی جو میں نے سنی

(مسلم)

[1] اس پر ورم کیسا ہے؟

[2] یعنی اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ جمادات میں سے کسی چیز میں آنکھ پیدا کر دے اور پھر اس آنکھ میں درد پیدا ہو جائے تو اس چیز کو نہ آنکھ کا احساس ہو اور نہ آنکھ کے درد کا، تو اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کسی انسان کی آنکھ میں تکلیف کی کوئی علامت پیدا ہو جائے جو ہر وقت ذہنی طور پر مشغول و مستغرق رہتا ہو تو اس کو کثرتِ اشغال اور ہجومِ افکار کی وجہ سے اس درد و تکلیف کا احساس نہ ہو۔

۵۲۶۴ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَاَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَحْلِفُ بِاللّٰهِ اَنَّ ابْنَ الصَّيَّادِ الدَّجَّالُ قُلْتُ تَحْلِفُ بِاللّٰهِ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ عُمَرَ يَحْلِفُ عَلٰى ذٰلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

محمد بن منکدر[1] سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اللہ کی قسم اٹھاتے ہوئے دیکھا کہ ابنِ صیاد ہی دجال ہے، میں نے کہا کہ آپ اللہ کی قسم کھا رہے[2] ہیں۔ فرمایا: میں نے حضرت عمر سے سنا کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور یہ بات کہی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا[3] (بخاری و مسلم)

[1] محمد بن منکدر مشہور اور جلیل القدر تابعین میں سے ہیں علم و زہد و عبادت و دین میں پختگی اور پاکدامنی کے جامع ہیں۔ انھوں نے بہت سے صحابۂ کرام سے سماعت کی ہے جن میں حضرت جابر و حضرت انس، حضرت عائشہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کئی صحابۂ کرام سے سماعت کی ہے۔ ان سے ایک جماعت نے

جن میں سفیان ثوری، شعبہ، عمرو بن دینار اور مالک بھی شامل ہیں، روایت کی۔ ان کے علاوہ کئی آئمہ نے بھی ان سے روایت کی ہے، ان کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی۔

[2] یعنی کب سے مجھیں یقین ہے کہ وہ دجّال ہے

[3] اگر یہ بات واقعی اور یقینی نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بات کا انکار کر دیتے، ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قسم کھانا اس بات پر ہو کہ ابن صیاد ان دجالوں میں سے ایک ہے (جو وقتاً فوقتاً اس امت میں پیدا ہوتے رہیں گے اور نبوت کا دعوٰی کر کے لوگوں کو گمراہ کریں گے) نہ کہ وہ مشہور دجال ہے۔ آگے دوسری فصل میں حضرت ابن عمر کی جو روایت آرہی ہے اس میں انھوں نے صراحتاً بیان کیا ہے کہ ابن صیاد دجال معہود تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ابن عمر کا مسلک بھی یہی رہا ہو۔ بہرحال ابن صیاد کے سلسلہ میں اختلاف و اشتباہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۵۲۶۵ ۸ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا اَشُكُّ اَنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ ابْنُ صَيَّادٍ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ)

۵۲۶۶ ۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ فَقَدْنَا ابْنَ صَيَّادٍ يَوْمَ الْحَرَّةِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

دوسری فصل

حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ خدا کی قسم! مجھ کو اس میں کوئی شک نہیں کہ مسیح دجال، ابن صیاد ہی ہے۔
(ابوداؤد، بیہقی، کتاب البعث والنشور)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ واقعہ حرہ کے روز ابن صیاد ہم سے گم ہو گیا[1] (ابوداؤد)

[1] اگر اس عبارت کا یہ مطلب ہو کہ ابن صیاد واقعہ حرہ میں غائب ہو گیا تھا ایسا غائب ہوا کہ پھر کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں گیا؟ اس صورت میں یہ روایت اس روایت کے منافی و متضاد ہو گی کہ جس میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ مدینہ میں مرا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور اگر اس حدیث میں "غائب" سے مراد اس کا عام مفہوم ہو کہ جس میں موت بھی شامل ہے تو پھر ان دونوں روایتوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں رہے گا اور واقعہ حرہ وہ حادثہ ہے جو یزید مردود کی فوج نے اہل مدینہ پر یلغار کر دی تھی۔ اس واقعہ کا اجمالاً پہلے ذکر ہو چکا ہے اس کی تفصیل اور قباحت کا ذکر ناگفتہ بہ ہے جس کا ذکر تاریخ مدینہ میں ہم نے کیا ہے۔

۵۲۶۷ ۱۰ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْكُثُ اَبَوَا الدَّجَّالِ ثَلٰثِيْنَ عَامًا لَا يُوْلَدُ لَهُمَا وَلَدٌ ثُمَّ يُوْلَدُ لَهُمَا غُلَامٌ اَعْوَرُ اَضْرَسُ وَاَقَلُّهٗ مَنْفَعَةً تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ ثُمَّ نَعَتَ لَنَا

حضرت ابوبکرہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دجّال کے والدین کی تیس سال تک اولاد نہ ہوگی، پھر ان کے ہاں ایک کانا بڑے دانتوں[2] والا لڑکا پیدا ہوگا جس کا نفع کم ہوگا اور اس کی آنکھیں سوئیں گی لیکن دل نہیں سوئے[3] گا۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ فَقَالَ أَبُوْهُ طُوَالٌ ضَرْبُ اللَّحْمِ كَأَنَّ أَنْفَهُ مِنْقَارٌ وَأُمُّهُ امْرَأَةٌ فِرْضَاخِيَّةٌ طَوِيْلَةُ الْيَدَيْنِ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرَةَ فَسَمِعْنَا بِمَوْلُوْدٍ فِي الْيَهُوْدِ بِالْمَدِيْنَةِ فَذَهَبْتُ أَنَا وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى أَبَوَيْهِ فَإِذَا نَعْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِمَا فَقُلْنَا هَلْ لَكُمَا وَلَدٌ فَقَالَا مَكَثْنَا ثَلٰثِيْنَ عَامًا لَا يُوْلَدُ لَنَا وَلَدٌ ثُمَّ وُلِدَ لَنَا غُلَامٌ أَعْوَرُ أَضْرَسُ وَأَقَلُّهُ مَنْفَعَةً تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمَا فَإِذَا هُوَ مُنْجَدِلٌ فِي الشَّمْسِ فِيْ قَطِيْفَةٍ وَلَهُ هَمْهَمَةٌ فَكَشَفَ عَنْ رَأْسِهِ فَقَالَ مَا قُلْتُمَا قُلْنَا وَهَلْ سَمِعْتَ مَا قُلْنَا قَالَ نَعَمْ تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے والدین کی نشانیاں بیان فرمائیں کہ اس کا باپ لمبے قد کا[4]، کم گوشت[5] اور چونچ جیسی ناک والا ہے۔ اس کی ماں موٹی[6] چوڑی چکلی اور لمبے ہاتھوں والی ہے[1]۔ ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نے سنا مدینہ منورہ میں یہودیوں کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا ہے پس میں اور حضرت زبیر بن العوام گئے یہاں تک کہ اس کے والدین کے پاس اندر داخل ہوئے تو ان دونوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی نشانیاں پائی جاتی تھیں[7]۔ ہم نے کہا کیا تمہارا کوئی بچہ ہے، دونوں نے کہا کہ تیس سال[2] ہمارے گھر اولاد نہیں ہوئی پھر لڑکا ہوا ہے جو کانا بڑے دانتوں والا، کم نفع والا ہے جس کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا۔ پس ہم ان کے پاس سے باہر نکلنے لگے تو وہ چادر اوڑھ کر دھوپ میں لیٹا ہوا گنگنا[8] رہا تھا ہم نے اس کے سر سے کپڑا ہٹا دیا۔ اس نے کہا آپ دونوں نے کیا کہا ہے؟ ہم نے کہا کیا تو نے ہماری بات سن لی ہے؟ اس نے کہا ہاں کیونکہ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ (ترمذی)

۵۲۶۸ / ۱۱ وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ امْرَأَةً مِّنَ الْيَهُوْدِ بِالْمَدِيْنَةِ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

---

[1] ابو بکرہ مشہور صحابی ہیں۔

[2] اضرس ضاد کیساتھ بڑے دانت، بعض کے نزدیک اس سے مراد دانتوں میں اضافہ ہے۔

[3] وساوس واوہام کی کثرت اور افکارِ فاسدہ کے مسلسل آتے رہنے کی وجہ سے جو کہ شیطان اس کو القاء کرتا رہے گا۔

[4] طاء کے پیش کے ساتھ

[5] یعنی کمزور بدن والا ہے۔

[6] فرضاخ، بالکسر، مرد عریض۔ فرضاخہ، خاتون عریض۔ فرضاخیہ یاء نسبت کے ساتھ ہے۔

[7] جیسا کہ آپ نے فرمائی تھیں

[8] مراد اس سے ہلکی سی کلام ہے۔

وَلَدَتْ غُلَامًا مَّمْسُوحَةً عَيْنُهٗ طَالِعَةً نَابُهٗ فَاَشْفَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّكُوْنَ الدَّجَّالُ فَوَجَدَهٗ تَحْتَ قَطِيْفَةٍ يُّهَمْهِمُ فَاٰذَنَتْهُ اُمُّهٗ فَقَالَتْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا اَبُو الْقَاسِمِ فَخَرَجَ مِنَ الْقَطِيْفَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهَا قَاتَلَهَا اللّٰهُ لَوْ تَرَكَتْهُ لَبَيَّنَ فَذَكَرَ مِثْلَ مَعْنٰى حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ائْذَنْ لِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَقْتُلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّكُنْ هُوَ فَلَسْتَ صَاحِبَهٗ اِنَّمَا صَاحِبُهٗ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَاِلَّا يَكُنْ هُوَ فَلَيْسَ لَكَ اَنْ تَقْتُلَ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْعَهْدِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُشْفِقًا اَنَّهٗ هُوَ الدَّجَّالُ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

یہودی عورت نے ایک بچہ جنا جس کی ایک آنکھ سپاٹ تھی اس کی ڈاڑھ اگی ہوئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خوف کیا کہ یہی دجّال ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ایک کمبل کے نیچے پایا، گنگنا رہا تھا، اس کی ماں نے خبر دے دی، بولی اے اللہ کے بندے! یہ ابوالقاسم[1] ہیں، تو وہ کمبل سے نکل پڑا، تب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا اسے غارت کرے اسے کیا ہوا؟ اگر یہ اسے چھوڑ دیتی تو یہ بیان کردیتا[2]۔ پھر حضرت[3] ابنِ عمر کی حدیث کے معنی کی مثل ذکر کیا، تب جناب عمر بن خطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں اسے قتل کر دوں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر یہ وہی[4] ہے تو اس کے قاتل تم نہیں، حضرت عیسیٰ بن مریم اس کے قاتل ہیں، اگر یہ وہ نہیں تو تمھیں مناسب نہیں کہ ذمیوں میں سے[5] کسی کو قتل کر دو پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے خوف فرماتے رہے کہ یہ دجال ہے۔

(شرح السنہ)

---

[1] حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تشریف فرما ہیں

[2] اور اپنے بارے میں بتا دیا

[3] حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا راوی از جابر نے اس حدیث ابنِ عمر کے مطابق بیان کیا جو باب کی ابتداء میں گزرا ہے۔

[4] اگر ابنِ صیاد دجال ہے تو اسے قتل نہیں کرسکتا کیونکہ اس کے قتل پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قدرت عطا فرمائی ہے۔

[5] یہ اسلام سے پہلے کا واقعہ ہے اور اسلام کے بعد کا حال بھی معلوم ہے کہ وہ دجّال کہلانے پر راضی تھا اور یہ کفر ہے جیسا کہ حدیث ابوسعید خدری میں ہے کہ وہ ان کے

بَابُ نُزُوْلِ عِیْسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

احادیث صحیحہ کے ذریعے بہ تحقیق ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کے تابع ہوں گے اور آپ ہی کی شریعت کے مطابق حکم دیں گے۔ بعض وہ احکام جو ہماری شریعت میں نہیں حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے حکم کے مطابق حکم دیں گے وہ از قبیل بیان بدل ہیں جیسا کہ نسخ ہے اور وہ اس وقت حضور ہی کی شریعت کا حصہ ہوں گے جیسا کہ جزیہ وغیرہ کا اختتام ۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۲۶۹ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَۃَ وَیُفِیْضُ الْمَالَ حَتّٰی لَا یَقْبَلَہٗ اَحَدٌ حَتّٰی تَکُوْنَ السَّجْدَۃُ الْوَاحِدَۃُ خَیْرًا مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا ثُمَّ یَقُوْلُ اَبُوْ هُرَیْرَۃَ فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ الْاٰیَۃِ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

پہلی فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عنقریب تم میں[1] حضرت عیسیٰ حاکم عادل کی صورت میں نازل ہوں گے پس صلیب[2] توڑ دیں گے خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ[3] موقوف کریں گے اور بے حساب[4] مال تقسیم کریں گے یہاں تک کہ اسے قبول نہیں کرے گا اس وقت ایک سجدہ[5] دنیا اور اس کی ساری متاع سے بہتر معلوم ہو گا پھر حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ چاہو[6] تو یہ آیت پڑھو اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں جو ان کی وفات سے پہلے ایمان نہ لے آئے[7] (بخاری و مسلم)

---

[1] تمہارے دین و ملت میں

[2] وہ دو لکڑیاں ہیں جو آپس میں اس طرح مل رہی ہیں کہ ان کی شکل سولی والی ہو۔ نصاریٰ اس شکل کی رعایت و محافظت کرتے ہیں، اکثر اشیاء اس شکل میں بناتے ہیں اور گردن میں لٹکاتے ہیں مثلاً جس طرح دوسرے کا فرول میں زنار، بعض اوقات یاد کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت اس میں بناتے ہیں کیونکہ یہود کا یہ اعتقاد ہے کہ

انھیں سولی پر لٹکایا گیا تھا ۔ صراح میں ہے ۔

۵۳ اب اسلام یا تلوار ہوگی ۔ مقصود نصرانیت کا ابطال اور ان کے احکام و آثار کو دینِ اسلام کے ضوابط کے ساتھ بدلنا ہے ۔

۵۴ ان دنوں مال زیادہ ہوگا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام زیادہ خرچ کریں گے ۔ یفیض بالفتح فیضان سے ہے یا بالضم از افاضہ دونوں ہی مروی ہیں ۔

۵۵ اس کلام کا تعلق مذکور مجموعہ کے ساتھ ہے، دینِ اسلام اس طرح رواج و رونق پائے گا کہ لوگوں کی عبادت و طاعت کی طرف اتنی رغبت و محبت ہوگی کہ ایک سجدہ تمام متاعِ دنیا سے بہتر ہوگا اور بات مسلمہ ہے کہ ہمیشہ ہی سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوتا ہے یہ اس زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں، البتہ اس وقت لوگوں کی طبیعتیں اس طرف مائل ہوں گی ۔ اور ان کے نزدیک بھی سجدہ بہتر ہوگا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا تعلق یفیض المال سے ہو یعنی لوگ مال سے کلیۃً اعراض کر جائیں گے انھیں مال کے حصول و خرچ میں محبت نہ ہوگی جتنی محبت و الفت نماز میں ہوگی ۔

۵۶ اگر اس چیز میں کوئی تردد یا شک ہے تو یہ آیت پڑھو ۔

۵۷ اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ میں کوئی ایسا نہیں ہوگا جو موت سے پہلے یعنی آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد جو ایمان نہ لائے، جب دین و ملت ایک ہو جائے گا اختلاف درمیان سے ختم ہو جائے گا اور وہ اختلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں یہود و نصاریٰ کے درمیان ہے ختم ہو جائے گا اور یہ تمام اس طریقہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے جو اسلام نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول اور اس کی بندی کے بیٹے ہیں ۔ اس آیت مبارکہ کی یہ ایک تفسیر ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت کی اسی تفسیر و مضمون سے استدلال کیا ہے ۔ دوسری تفسیر بھی ہے کہ اہلِ کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے آثار نزع کے موقع پر ایمان نہ لائے مگر اس وقت کا ایمان معتبر نہ ہوگا ۔ اس احتمال پر "بہٖ" کی ضمیر کا مرجع یا حضور علیہ السلام کی ذات ہے یا اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے ۔ مقصود یہ ہے کہ ہر کافر وقت موت مجبوراً ایمان لائے گا لیکن فائدہ نہ ہوگا پس اس وقت سے پہلے پہلے ایمان کی تیاری کرنی چاہیے ۔

۵۲۷۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَادِلًا فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيْبَ وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيْرَ وَلَيَضَعَنَّ الْجِزْيَةَ وَلَيَتْرُكَنَّ الْقِلَاصَ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ وَلَيَدْعُوَنَّ اِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهُ اَحَدٌ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اور انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ابن مریم تم پر ضرور نازل ہوں گے حاکم عادل کی صورت میں، وہ ضرور صلیب توڑیں گے خنزیر قتل کریں گے جزیہ موقوف کریں گے جوان اونٹنیوں کو کھلا چھوڑ دیں گے ان سے محنت کا کوئی کام نہیں لیا جائے گا ۔ دشمنی، بغض، حسد ختم ہو جائے گا وہ مال کی طرف لوگوں کو بلائیں گے لیکن کوئی قبول نہیں کرے گا (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا قَالَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔

اور بخاری و مسلم دونوں کی روایت میں ہے کہ فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب عیسیٰ بن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں ہی۳ سے ہوگا۔

۱ کوئی ان پر سواری نہیں کرے گا نہ ان کو طلب حاجات و کاروبار میں استعمال کرے گا اور انھیں قبول کوئی نہیں کرے گا وجہ یہ ہوگی کہ مال کثرت سے ہوگا لہٰذا ان کی محتاجی نہ ہوگی "قِلاص" قاف کے نیچے کسرہ، قَلوص بالفتح کی جمع ناقہ جوان۔

۲ کیونکہ دنیا کی وہ محبت ہی ختم ہو جائے گی جو ان برائیوں کی جڑ و باعث تھی، اس وقت دین و ملت میں اتحاد ہونے کی وجہ سے یہ نہ ہوں گی کیونکہ اختلاف ادیان و مذاہب ایسی ہی بری صفات کا سبب ہوتے ہیں۔

۳ یعنی امام قریش سے ہوگا یا ملت اسلامیہ سے کوئی شخص۔ اس ارشاد کی شرح دو طرح سے کی گئی ہے ایک یہ کہ وہ شخص جو تم میں امام بنے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی اقتدا کریں گے وہ امام مہدی ہیں۔ یہ امت محمدیہ کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے ہوگا جیسا کہ آنے والی حدیث میں اس مضمون پر تصریح ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت حاکم و خلیفہ وقت اور امام و معلم خیر ہوں گے اور نماز کے امام حضرت امام مہدی ہوں گے۔ بعض دیگر روایات میں ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو اس وقت امام مہدی جماعت کروانے والے ہوں گے تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے مصلیٰ چھوڑ دیں گے لیکن وہ امامت نہیں کروائیں گے بلکہ امام مہدی کی اقتداء کریں گے اور اس کے بعد نماز کی امامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کریں گے کیونکہ وہ امام مہدی سے افضل ہیں۔ دوسری شرح یہ ہے کہ امامت سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں اور تم میں سے ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ تمہاری شریعت کے ساتھ فیصلے کریں گے نہ کہ احکام انجیل کے مطابق۔ دوسری روایت میں اسی معنی کی تصریح ہے کہ فَيَؤُمُّكُمْ بِكِتَابِ رَبِّكُمْ وَسُنَّةِ نَبِيِّكُمْ وہ تمہارے رب کی کتاب اور تمہارے نبی کی سنت کے مطابق امامت کریں گے تو اس کا معنی یہی ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہارے امام بنیں گے اس حال میں کہ تمہاری دین و ملت کو قبول کریں گے اور تمہاری کتاب و سنت کے مطابق فیصلہ کریں گے

۵۲۷۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قَالَ فَيَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقُوْلُ فَيَقُوْلُ اَمِيْرُهُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَيَقُوْلُ لَا اِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللّٰهِ هٰذِهِ الْاُمَّةَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِيْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی ایک جماعت حق پر قیامت تک لڑتی رہے گی اور غالب ہوگی فرمایا تب عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو ان کا امیر کہے گا آئیے ہم کو نماز پڑھائیے تو وہ کہیں گے کہ نہیں تم میں سے بعض بعض پر امیر ہیں یہ اللہ کی طرف سے اس امت کے احترام کی وجہ۱ سے ہوگا۔

(مسلم)

[5] اس وقت اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی امت محمدیہ میں شامل ہوں گے مگر ان پر جو اکرام الٰہی ہے اس کی وجہ سے ان کی وہ بزرگی اب بھی باقی ہوگی ۔

اسس باب میں دوسری فصل نہیں ہے

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۵۲۷۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ اِلَى الْاَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَّاَرْبَعِيْنَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوْتُ فَيُدْفَنُ مَعِيَ فِيْ قَبْرِيْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِيْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَيْنَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَوَاهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِيْ كِتَابِ الْوَفَاءِ ۔

تیسری فصل

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب عیسیٰ بن مریم زمین کی طرف اتریں گے تو نکاح کریں گے ان کی اولاد ہو گی اور پنتالیس سال قیام کریں گے ۔ پھر وفات پائیں گے ، میرے ساتھ میرے مقبرہ میں دفن کیے جائیں گے تو ہم اور عیسیٰ بن مریم ، ابوبکر اور عمر کے درمیان ایک مقبرہ[1] سے اٹھیں گے ۔

(ابن جوزی ، کتاب الوفاء)

[1] قبر سے مراد مقبرہ ہے ، روایات میں ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اقدس میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے اور وہ جگہ آج تک کسی کو میسر نہ ہوئی ۔ امام المسلمین حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواہش کی تھی کہ وہ جگہ مجھے مل جائے ، سیدہ عائشہ (جن کا یہ گھر ہے) بھی تیار ہو گئی تھیں ، لیکن بنوامیہ نے ایسا نہ ہونے دیا ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی چاہا ، مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اجازت نہ دی ۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہاں عرض کیا گیا مگر انھوں نے فرمایا مجھے حضور کی دیگر بیویوں کے ساتھ بقیع میں دفن کرنا ، علماء نے حکمت یہی بیان کی ہے کہ وہ جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مزار کے لیے ہے ۔

بَابُ قُرْبِ السَّاعَةِ وَاَنَّ مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ

قیامت کا قریب ہونا اور جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی

قیام قیامت کے نزدیک ہونے کا ظاہرا معنی یہ ہے کہ اس کی آمد کی بقیہ مدت تھوڑی رہ گئی ہے اور اکثر گذر چکی ہے ۔ بعض شارحین نے کہا کہ اگر باقی زیادہ ہے تو بھی قرب کا حکم صادق ہے کیونکہ یہاں سے آگے انتہا تک کی مسافت

ابتداء سے یہاں تک کم ہے اور یہ اعتبار درست ہے لیکن یہاں پہلا معنی مراد ہے کیونکہ واقع میں بقیہ کم ہے جیساکہ احادیث میں اس پر تصریح ہے۔ مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ کے الفاظ بھی حدیث کے ہی ہیں۔ ماتن نے جنھیں عنوان کے طور پر ذکر کیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص فوت ہوگیا اس کے حق میں بعض احوال قیامت میں سے کا وقوع ہوجاتا ہے۔ امام غزالی نے اپنی تصانیف میں اس معنی کی تفصیل وشرح فرمائی ہے۔ وہاں دوسری دفعہ زندگی کی تفاصیل میں توقف کیا ہے۔ موت کو میت کے لحاظ سے قیامت صغریٰ کہا جاتا ہے جیساکہ تمام جہان اور لوگوں کا فنا ہوجانا قیامت کبریٰ کہلاتا ہے۔ قیامت وسطیٰ بھی ہے یہ لوگوں کا ایک دوسرے کی عمر کے قریب فوت ہوجانا ہے اسے قرن بھی کہتے ہیں جیساکہ حدیث عائشہ میں آرہا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۲۷۳ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ قَالَ شُعْبَةُ وَسَمِعْتُ قَتَادَةَ يَقُوْلُ فِيْ قَصَصِهٖ كَفَضْلِ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَلَا اَدْرِيْ اَذَكَرَهٗ عَنْ اَنَسٍ اَوْ قَالَهٗ قَتَادَةُ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پہلی فصل

روایت ہے حضرت شعبہ سے انھوں نے حضرت قتادہ سے وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور قیامت ان دو انگلیوں[۱] کی طرح[۲] بھیجے گئے ہیں۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے قتادہ کو وعظوں میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جیسے[۳] ان دونوں میں سے ایک کی زیادتی، دوسری پر[۴] مجھے یہ خبر نہیں کہ اسے حضرت انس سے[۵] روایت کیا یا قتادہ نے خود کہا۔ (بخاری ومسلم)

[۱] سبابہ اور وسطیٰ

[۲] حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو اپنی اور قیامِ قیامت کی دو انگلیوں کے ساتھ تشبیہ دی اس کی مراد واضح کرتے ہوئے کہا

[۳] جو مقدار درمیانی انگلی کی دوسری سے بڑی ہے اور اتنی مقدار کے برابر میں قیامت سے پہلے مبعوث ہوا ہوں اور قیامت اتنی مقدار بعد میں ہے۔

[۴] اگر یہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے تو پھر اس میں احتمال ہے کہ یہ انھوں نے خود کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ حدیث مستورد بن شداد (جو آرہی ہے) سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضور علیہ السلام نے خود بیان فرمایا ہے بعض شارحین نے کہا کہ اس سے مراد آپ کی دعوت اور قیامت کے درمیان اتصال وارتباط کا بیان ہے کہ ان کے درمیان کوئی اور دین وملت نہیں ہوگا جیساکہ ان دو انگلیوں کے درمیان کوئی انگلی نہیں لیکن راوی نے جب خود تفسیر کردی اور حدیث میں تصریح بھی ہے تو اس کے مخالف کوئی توجیہ قابلِ قبول نہ ہوگی۔

[5] واضح رہے حدیث باب کافل الیتیم میں بھی آئی ہے۔ فرمایا اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِى الْجَنَّةِ هٰكَذَا (میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے) اگر بطور مبالغہ اس حدیث کو اتصال و مقارنت پر محمول کرنا درست ہے اگرچہ کفالت کرنے والا جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان دو انگلیوں کے تقدم و تاخر کے مطابق داخل ہونا بھی عظیم شرف کا حامل ہے مگر کرمانی نے شرح بخاری میں اس حدیث کے تحت لکھا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کلام فرمایا تو آپ کی دونوں انگلیاں برابر ہو گئی تھیں، اس کے بعد ان دونوں میں طبع اصلی کی وجہ سے تقدم و تاخر واقع ہوا۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی یہ دونوں انگلیاں بر طریق معروف ہی تھیں لیکن اسی کلام کے موقع پر ان دونوں کا برابر ہو جانا بطور معجزہ تھا اور بعض فارسی کتب میں تحریر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سبابہ اور وسطیٰ آپس میں برابر تھیں۔ معروف طریقہ پر ان میں تقدم و تاخر نہ تھا اس کی کوئی اصل نہیں، یہ متن حدیث اور شارحین کے کلام کے مخالف ہے۔

۵۲۷۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ بِشَهْرٍ تَسْاَلُوْنِىْ عَنِ السَّاعَةِ وَاِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ مَا عَلَى الْاَرْضِ مِنْ نَّفْسٍ مَّنْفُوْسَةٍ يَّاْتِىْ عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ وَّهِىَ حَيَّةٌ يَوْمَئِذٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے وصال سے ایک ماہ پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا تم مجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہو، اس کا علم اللہ کے پاس[1] ہے اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ زمین پر ایسی کوئی نفس سے پیدا ہونے والی ذات جس پر سو سال گزریں اور اس دن زندہ ہو[2] (المسلم)

[1] تم قیامت کبریٰ کے وقوع کے معین وقت کے بارے میں پوچھتے ہو تو سنو اس کا علم میرے اللہ کے پاس ہے، باقی قیامت صغریٰ و وسطیٰ تمہیں بتا رہا ہوں کیونکہ اس کا علم میرے پاس ہے۔

[2] یہ طبقہ جس کی میں خبر دے رہا ہوں اس کے تمام افراد سو سال کی مدت میں فوت ہو جائیں گے اور ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ بعض اکابر مح [illegible] نے فرمایا کہ اس وقت حضرت خضر علیہ السلام بھی موجود تھے آپ کی خبر صادق کا تقاضا یہی ہے کہ وہ بھی سو سال گذرنے کے [illegible] ل پا جائیں، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اس عام حکم سے مخصوص ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے احوال کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ اب موجود ہونے والوں میں سے ہر کوئی سو سال تک مر جائے گا۔ بعض نے کہا کہ شاید اس وقت حضرت خضر زمین پر نہ ہوں، بلکہ پانی یا ہوا میں ہوں۔ امام محی الدین سے منقول ہے کہ چار افراد انبیاء میں سے زندہ ہیں زمین پر حضرت خضر اور حضرت الیاس اور آسمان پر حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام۔ حضرت خضر کا وجود تو مشائخ اور علماء سے تواتر سے ثابت ہے، اگرچہ بعض نے اس میں تاویل کی کہ ہر دور کا ایک خضر ہے جو اس دور کا مربی اور فیض دینے والا ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصاحب بنے وہ کامل اولیاء میں سے تھے۔ حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے دوران گفتگو ہوا کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا "قف یا اسرائیلی واسمع کلام المحمدی (اے اسرائیلی ٹھہر کر

محمدی کلام سُن) اس سے مراد خود آپ کی ذاتِ اقدس تھی ۔

۵۲۷۵/۳ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَاْتِیْ مِائَۃُ سَنَۃٍ وَّعَلَی الْاَرْضِ نَفْسٌ مَّنْفُوْسَۃُ الْیَوْمِ ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سو برس ایسے نہ گذریں گے کہ زمین پر کوئی جنی ہوئی ذات آج کی جو موجود رہے ۔

(المسلم)

۵۲۷۶/۴ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ یَاْتُوْنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَسْاَلُوْنَہٗ عَنِ السَّاعَۃِ فَکَانَ یَنْظُرُ اِلٰی اَصْغَرِھِمْ فَیَقُوْلُ اِنْ یَّعِشْ ھٰذَا لَا یُدْرِکْہُ الْھَرَمُ حَتّٰی تَقُوْمَ عَلَیْکُمْ سَاعَتُکُمْ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ دیہاتی لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے تھے، تو آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے تھے تو آپ ان میں سے سب سے چھوٹے کی طرف نظر فرماتے تھے کہ اگر زندہ رہا تو اسے بڑھاپا نہ آئے گا حتیٰ کہ تم پر تمھاری قیامت قائم ہو[1] جائے گی ۔

(بخاری و مسلم)

[1] ابھی یہ اپنے بڑھاپے کو نہ پہنچے گا، تو تم سب مر جاؤ گے یعنی اس مُدت میں اس طبقہ کے تمام لوگ فنا ہو جائیں گے اس کو آپ نے قیامِ قیامت سے تعبیر فرمایا ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۵۲۷۷/۵ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ فِیْ نَفَسِ السَّاعَۃِ فَسَبَقْتُھَا کَمَا سَبَقَتْ ھٰذِہٖ ھٰذِہٖ وَاَشَارَ بِاِصْبَعَیْہِ السَّبَّابَۃِ وَالْوُسْطٰی ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت مستورد[1] بن شداد[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے اندر[3] بھیجا گیا ہوں تو میں قیامت میں اس طرح پہلے ہوں جس طرح یہ انگلی اس سے اور اپنی دو[4] انگلیوں کلمہ کی اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کیا ۔

(ترمذی)

---

[1] مستورد ۔ میم پر پیش، سین ساکن، تا پر زبر، واؤ ساکن، راء کے نیچے زیر، آخر میں دال ہے ۔

[2] شداد، شین پر زبر، دال مشدد صحابی ہیں ۔ رمل کوفہ میں شمار ہوتے ہیں ۔ مصر میں سکونت پذیر رہے، حضور علیہ السلام کے وصال کے وقت بچے تھے لیکن حضور سے یہ روایت کرتے ہیں ۔

[3] میں اوائل قیامت میں آیا ہوں، نفس، فا متحرک، کسی چیز کے ظہور کی ابتداء جیسا کہ طلوع صبح کو نفس الصبح کہا جاتا ہے ۔

[۴] سبابہ اور وسطیٰ

۵۲۷۸ [۶] وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ لَّا تَعْجِزَ اُمَّتِیْ عِنْدَ رَبِّهَا اَنْ یُّؤَخِّرَهُمْ نِصْفَ یَوْمٍ قِیْلَ لِسَعْدٍ وَّكَمْ نِصْفُ یَوْمٍ قَالَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤْدَ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ میری امت اپنے رب کے نزدیک اس سے انھیں آدھے دن کی مہلت؟ دے ۔ سعد سے کہا گیا کہ آدھا دن کتنا ہے؟ فرمایا پانچ سو سال [۱]

(ابوداؤد)

[۱] اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے ماخوذ ہے وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (بلاشبہ آپ کے رب کے ہاں ایک دن کی مقدار ہزار کی ہے جسے تم شمار کرتے ہو) جب دن ہزار سال کا ہے تو اس کا نصف پانچ سو سال ہے ۔ معنی حدیث یہ ہے کہ اس امت کی اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی قربت ، مقام اور جگہ ہے کہ وہ انھیں پانچ سو سال ہلاکت سے محفوظ رکھے گا تو اس امت کی بقا پانچ سو سال سے کم نہیں ، زیادہ ہو سکتی ہے اس میں اشارہ ہے کہ قیامت پانچ سو سال سے پہلے برپا نہیں ہو سکتی اور یہ امت ہلاک نہ ہوگی اس کے بعد کیا ہوگا ؟ بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ یہ امت پانچ سو سال تک شدائد و مصائب اور عقوبات سے محفوظ رہے گی اور انھیں ایسی آفت نہ پہنچے گی جو انھیں ہلاک کر دے ۔

[۲] شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے ہزار سال بعد امت پانچ سو سال سے تجاوز نہیں کرے گی ۔ بعض علماء وقت نے فتویٰ دیا کہ دسویں صدی میں امام مہدی دجال کا ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور دیگر علامات قیامت کا ظہور ہوگا اس قول کو سیوطی نے رد کیا اور اخبار و آثار سے ثابت کیا کہ ہزار سال گزرنے کے بعد پانچ سو سال سے آگے نہ بڑھے گی ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۵۲۷۹ [۷] عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ هٰذِهِ الدُّنْیَا مَثَلُ ثَوْبٍ شُقَّ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰی اٰخِرِهٖ فَبَقِیَ مُتَعَلِّقًا بِخَیْطٍ فِیْ اٰخِرِهٖ فَیُوْشِكُ ذٰلِكَ الْخَیْطُ اَنْ یَّنْقَطِعَ ۔

(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اس دنیا کی مثال [۳] اس کپڑے کی سی ہے جو اول سے آخر تک کاٹ دیا جائے پھر وہ آخر میں ایک دھاگے سے ہلکا رہ گیا ، قریب ہے کہ یہ دھاگہ ٹوٹ جاوے ۔

(بیہقی ، شعب الایمان)

[۳] دنیا کے فنا ہونے اور قرب قیامت کی مثال

بَابُ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ النَّاسِ

قیامت صرف شریر لوگوں پر قائم ہو گی

تمام اچھے لوگ فوت ہو جائیں اور برے باقی ہوں گے پس ان پر قیامت قائم ہو جائے گی جب تک نیک لوگوں کا وجود ہے قیامت قائم نہیں ہو سکتی جیسا کہ اوپر گذر چکا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ایک خوشبودار ہوا چلے گی جس سے تمام مسلمان فوت ہو جائیں گے اور بدکردار باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح آپس میں اختلاط کریں گے پس ان پر قیامت قائم ہو گی۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۵۲۸۰ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی لَا یُقَالَ فِی الْاَرْضِ اَللّٰہُ اَللّٰہُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ عَلٰی اَحَدٍ یَقُوْلُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہ ہو گی جب تک زمین میں اللہ اللہ کہا جائے گا[1] دوسری روایت میں ہے کہ ایسے شخص پر قیامت قائم نہیں ہو گی جو اللہ اللہ کہے[2] (المسلم)

[1] یعنی اس وقت کوئی ایسا شخص نہ ہو گا جو اللہ تعالیٰ کی پرستش کرنے والا ہو، بلکہ تمام کافر، بت پرست اور فاسق ہوں گے۔

[2] اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس جہان کی بقاء ذکرِ خدا، ذاکرین، صالحین اور نیکوکاروں کی برکت سے ہے جب یہ اس جہان سے اٹھ جائیں گے تو یہ عالم بھی نہ رہے گا۔

۵۲۸۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ الْخَلْقِ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت شریر ترین مخلوق پر قائم ہو گی[1] (المسلم)

[1] اس حدیث کا ترجمہ، باب کے ترجمہ کی طرح ہی ہے خلق سے مراد انسان ہیں کیونکہ شریر نافرمان امت ہیں اور معصیت کا ارتکاب آدمی ہی کرتے ہیں، باقی مخلوق ایسا نہیں کرتی۔

۵۲۸۲/۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَضْطَرِبَ اَلْیَاتُ نِسَآءِ دَوْسٍ حَوْلَ ذِی الْخَلَصَةِ وَذُو الْخَلَصَةِ طَاغِیَةُ دَوْسٍ الَّتِیْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک قبیلہ اوس کی عورتوں کے سرین؎۱ ذوالخلصہ کے گرد نہ ہلیں ذوالخلصہ قبیلہ دوس کا بت؎۲ تھا جس کو دور جاہلیت میں وہ لوگ پوجتے تھے؎۳ (بخاری ومسلم)

؎۱ اَلْیَاتُ ہمزہ پر زبر لام ساکن۔ قاموس میں ہے عورت کے سرین یا چربی اور گوشت کا وہ حصہ جس پر بیٹھا جاتا ہے، یا چربی وگوشت کا وہ حصہ جس پر بیٹھا جاتا ہے۔ صراح میں ہے کہ الیہ کا معنی دُم ہے۔ مجمع البحار میں ہے وہ گوشت جو پشت اور ران پر بلند ہو۔ مشارق الانوار میں ہے حیوان کے پچھلے نصف حصے کا گوشت اور انسان کی مقعد کا گوشت ہے۔

؎۲ دَوْسٌ، دال پر زبر، واؤ ساکن، سین، یمن کا قبیلہ ذوالخلصہ خاء اور لام پر زبر یا دونوں پر پیش بھی ہے بت خانہ اسے کعبہ یمانیہ کہا جاتا ہے اس جگہ ایک بت تھا اس کا نام خلصہ تھا، دوس، خثعم، بجیلہ کے قبائل اس کی پوجا کیا کرتے تھے۔

حضور علیہ السلام نے اپنے صحابی حضرت جریر بن عبداللہ بجلی کو اسے گرانے کے لیے بھیجا چنانچہ فرمایا کہ آخری زمانے میں یہ قبائل مرتد ہوجائیں گے اور ان کی عورتیں اس بت خانہ کا طواف کریں گی آگے راوی نے ذوالخلصہ کی تفسیر کی ہے۔

؎۳ شارحین نے کہا کہ یہ بت خانے کا نام ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ اس تفسیر میں تسامح ہے۔

۵۲۸۳/۴ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَذْهَبُ اللَّیْلُ وَالنَّهَارُ حَتّٰی یُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزّٰی فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُ لَاَظُنُّ حِیْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ اَنَّ ذٰلِكَ تَامًّا قَالَ اِنَّهٗ سَیَکُوْنُ مِنْ ذٰلِكَ مَاشَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ یَبْعَثُ اللّٰهُ رِیْحًا طَیِّبَةً فَتَوَفّٰی کُلَّ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِیْمَانٍ فَیَبْقٰی مَنْ لَّا خَیْرَ فِیْهِ فَیَرْجِعُوْنَ اِلٰی دِیْنِ اٰبَآئِهِمْ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دن ورات کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا یہاں تک کہ لات؎۱ وعزیٰ کی پھر پوجا نہ ہونے لگے۔ میں عرض گزار ہوئی یا رسول اللہ! میں تو سمجھتی تھی کہ جب اللہ نے یہ؎۲ وحی نازل فرمائی "وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور برحق دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے اگرچہ مشرک اسے ناپسند کریں؎۳" کہ یہ غلبہ پوری طرح؎۴ ہوگا؟ فرمایا اس میں سے ہوگا جتنا اللہ چاہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جس سے وہ تمام مرجائیں گے جن کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہوگا وہی باقی

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

رہ جائیں گے جن میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی پس اپنے آباؤ اجداد کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے[۶] (المسلم)

ف۱ یہ دو بتوں کے نام ہیں۔ قبیلہ ثقیف کے بت کا نام لات اور قبیلہ غطفان اور سُلیم کے بت کا نام عزّیٰ تھا

ف۲ یہ آیت مبارکہ "ہوالذی ارسل رسولہٗ" الآیہ

ف۳ کیونکہ اس آیت کا مدلول یہ ہے کہ تمام ادیانِ باطلہ ختم ہوجائیں گے، بُت پرستی زوال پذیر ہوگی اور دینِ اسلام ان تمام پر غالب آجائے گا اس سے گمان بلکہ مجھے یقین تھا۔

ف۴ بعض نسخوں میں تامًا نصب کے ساتھ ہے اور اس کے موافق علم نحو میں ایک وجہ ہے جس کا ذکر ہم نے شرح میں کیا، یعنی اس کے اتمام کے بعد آپ یہ خبر کیوں دے رہے ہیں کہ لات و عزّیٰ کی لوگ پرستش کریں گے۔

ف۵ آخری زمانے میں بت پرستی کچھ مدت کے لیے ہوگی جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

ف۶ اپنے آباء کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے یعنی ارتداد اختیار کرلیں گے اور یہ حکمت الٰہی ہے کہ آخری وقت کفر و بُت پرستی ہوگی کیونکہ محل قہر و غضب اور جلال بڑے ہوں گے اور ان پر قیامت برپا ہوگی نہ کہ نیکوں پر۔

۵۲۸۴/۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَمْكُثُ اَرْبَعِيْنَ لَآ اَدْرِيْ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ عَامًا فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَاَنَّهٗ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَيَطْلُبُهٗ فَيُهْلِكُهٗ ثُمَّ يَمْكُثُ فِي النَّاسِ سَبْعَ سِنِيْنَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيْحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ اَوْ اِيْمَانٍ اِلَّا قَبَضَتْهُ حَتّٰى لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ دَخَلَ فِيْ كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَقْبِضَهٗ قَالَ فَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِيْ خِفَّةِ الطَّيْرِ وَاَحْلَامِ السِّبَاعِ لَا يَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا وَّلَا يُنْكِرُوْنَ مُنْكَرًا فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ فَيَقُوْلُ اَلَا تَسْتَحْيُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ فَمَا تَاْمُرُنَا فَيَاْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْاَوْثَانِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دجّال نکلے گا تو چالیس تک پھرے گا میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا مہینے یا سال فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابنِ مریم کو بھیجے گا گویا وہ عروہ بن مسعود ہیں آپ اسے تلاش کریں گے، اُسے ہلاک کریں گے، پھر آپ لوگوں میں سات سال ٹھہریں گے کہ دو اشخاص کے درمیان دشمنی نہ ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ ایک ٹھنڈی ہوا شام کی طرف سے بھیجے گا تو روئے زمین پر کوئی نہ رہے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھلائی یا ایمان ہو مگر وہ ہوا اسے وفات دے دے گی حتیٰ کہ اگر تم میں سے کوئی وسطِ پہاڑ میں داخل ہوجائے تو وہ اس تک داخل ہوگی حتیٰ کہ اسے وفات دے دیگی، فرمایا پھر بد ترین لوگ ہی رہ جائیں گے پرندوں کے ہلکے پن والے اور درندوں کے بھاری پن والے، نہ کسی اچھی بات کو جانیں گے نہ کسی برائی کو بُرا جانیں گے، ان کے پاس شیطان انسانی شکل اختیار کرکے آئے گا، کہے گا تم شرم کیوں نہیں کرتے؟ وہ کہیں گے

وَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ حَسَنٌ عَيْشُهُمْ ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَلَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ اِلَّا اَصْغٰى لِيْتًا وَّرَفَعَ لِيْتًا قَالَ فَاَوَّلُ مَنْ يَّسْمَعُهٗ رَجُلٌ يَّلُوْطُ حَوْضَ اِبِلِهٖ فَيَصْعَقُ وَيَصْعَقُ النَّاسُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا كَاَنَّهُ الطَّلُّ فَيَنْبُتُ مِنْهُ اَجْسَادُ النَّاسِ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ثُمَّ يُقَالُ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ فَيُقَالُ اَخْرِجُوْا بَعْثَ النَّارِ فَيُقَالُ مِنْ كَمْ كَمْ فَيُقَالُ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَّتِسْعِيْنَ قَالَ فَذٰلِكَ يَوْمٌ يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا وَّذٰلِكَ يَوْمٌ يُّكْشَفُ عَنْ سَاقٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذُكِرَ حَدِيْثُ مُعَاوِيَةَ لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ فِيْ بَابِ التَّوْبَةِ).

تو ہمیں حکم دیتا ہے وہ انھیں بت پرستی کا حکم دے گا وہ اس حال میں ہوں گے کہ ان پر ان کا رزق بارش کی طرح برس رہا ہوگا ان کی زندگی خوش حالی سے ہم کنار ہوگی پھر صُور پھونکا جائے گا تو اسے کوئی نہیں سنے گا مگر گردن کبھی جھکائے گا اور کبھی اٹھائے گا ۔ فرمایا پہلا شخص جو سنے گا وہ ہوگا جو اپنے اونٹ کا حوض پیتا ہوگا، پھر لوگ بے ہوش ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ شبنم کی طرح بارش بھیجے گا تو اس سے لوگوں کے جسم اگیں گے پھر صور میں دوبارہ پھونکا جائے گا تو اچانک سب لوگ کھڑے دیکھتے ہونگے پھر کہا جاوے گا، اے لوگو! اپنے رب کی طرف چلو انھیں ٹھہراؤ ان سے پوچھ گچھ کی جائے گی پھر کہا جائے گا کہ آگ کی رسد نکالو، تو کہا جائے گا کتنی میں سے کتنی؟ تو فرمایا جائے گا ہزار سے نوسو ننانوے ۔ فرمایا کہ وہ وقت ہوگا جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور یہ وہ دن ہوگا جب پنڈلی کھولی جائیگی (مسلم)

اور حضرت معاویہؓ کی حدیث لاتنقطع الہجرہ باب التوبہ میں ذکر کر دی گئی ہے ۔

---

۱ پہلے گذر چکا ہے کہ بعض روایات میں چالیس سال، بعض میں چالیس دن یا چالیس رات ہے اور ان میں تطبیق بھی معلوم ہو چکی ہے ۔

۲ صورت و شکل میں، حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثقفی کبار صحابہ میں سے ہیں اور یہ مسعود اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے والد نہیں، ان کے والد مسعود بن غافل ہذلی ہیں اور ان کا باپ معتب بن مالک ہے ۔

۳ یعنی تمام لوگ ایمان کامل اور اتنے اعلیٰ طریقے پر ہوں گے کہ دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ شیر و شکر ہوں گے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ٹھہرنا قتل دجال کے بعد ہوگا کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ان کا ٹھہرنا پینتالیس سال ہوگا

۴ راوی کو شک ہے کہ خیر فرمایا یا ایمان

۵ کبد، کاف پر زبر، باء کے نیچے زیر اور دال، ہر چیز کے درمیان، جگر کو بھی کہتے ہیں اور فارسی میں جگر اسی معنی میں ہے ۔

۶ فسق و فساد اور قضاء کے شہوت نفسانی میں وہ اس طرح تیز رفتار ہوں گے جیسے پرندے خونریزی اور ظلم میں

درندوں کی طرح حملہ آور ہوں گے ، احلام یہاں حلم بکسر حاء کی جمع ہے اس کا معنی بوجھ اٹھانا اور وقار ہے اور یہاں ظلم وفساد میں تمکن اور استقرار مراد ہے ۔

۷؎ کہ تم فسق وفجور اور ظلم وفساد میں مبتلا ہو یہ شیطان کی طرف سے مکر وفریب ہے جس سے یہ حیلہ اختیار کیا تاکہ وہ ان کو بتوں کی عبادت گاہ کہہ سکے ۔

۸؎ تیرا مقصود کیا ہے تو کیا کرنا چاہتا ہے ؟

۹؎ ان پر ان کا رزق بارش کی طرح بہے گا

۱۰؎ ان کی زندگی اور معیشت میں فراخی ہوگی

۱۱؎ یعنی اس کی آواز کی دہشت سے لوگوں کے دل پارہ پارہ ہو جائیں گے جسمانی قوت معطل و سست ہو جائے گی، اس کا اثر گردن میں ظاہر ہوگا کبھی وہ پیچھے گرے گا اور کبھی اوپر، جیساکہ مدہوش اور خائف لوگوں کا حال ہوتا ہے ۔ لیت لام کے نیچے زیر، یاء ساکن، گردن کی ایک جانب ۔

۱۲؎ اسی کاروبار میں لوگ ہلاک ہوجائیں گے ۔

۱۳؎ وہ قیامت کی ہولناکیاں دیکھیں گے

۱۴؎ کیونکہ ان سے ان کے کردار کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور ان سے حساب لیا جائے گا ۔

۱۵؎ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرمائے گا ۔

۱۶؎ یعنی وہ لوگ جنھیں دوزخ کی طرف ہانکا جائیگا

۱۷؎ یعنی فرشتے بارگاہِ الوہیت میں عرض کریں گے

۱۸؎ جن لوگوں کو دوزخ میں بھیجا گیا ہے ان کی تعداد کتنی ہے

۱۹؎ یہاں سے معلوم ہو رہا ہے کہ ہزار میں سے ایک آدمی جنت میں اور باقی دوزخ میں جائیں گے ۔ مراد یہ ہے کہ اپنے کردار کی وجہ سے لوگ دوزخ کے مستحق ہوں گے اس کے بعد حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، انبیاء علیہم السلام رسلان کرام کی شفاعت اور اللہ تعالیٰ سے معافی ومغفرت مانگنے کی بناء پر دوزخ سے باہر آئیں گے ۔

باب الحشر کی فصل اول کی حدیث ابو سعید میں ہے کہ آگ سے نکالا جانا یاجوج ماجوج سے ہے اور عاصیوں کی شفاعت کا اولین مقام وہ ہے جب لوگ بارگاہِ خداوندی میں آئیں گے تو وہ خوف وخجالت کی وجہ سے پسینے میں ڈوبے ہوئے ہونگے اور حساب وکتاب کی ہیبت اور دہشت کی وجہ سے کانپ رہے ہوں گے ۔ سفارش کرنے والے درخواست کریں گے کہ کچھ دیر آرام کرو ، اس کے بعد میدانِ قیامت میں حکم ہوگا کہ ان کا حساب لیا جائے ، یہاں پھر سفارشی درخواست کریں گے تاکہ حساب میں معافی مل جائے اور اسی طرح عفو کریں گے اور جب حساب کریں گے تو اس میں مناقشہ نہیں کریں گے کیونکہ جس کے حساب میں مناقشہ ہوا وہ عذاب میں گرفتار ہوا ، اس کے بعد انھیں دوزخ میں بھیجا جائے گا یہ مقام پھر شفاعت کا ہے تاکہ وہ دوزخ میں نہ جائیں ، جب دوزخ میں چلے جائیں گے اور عذاب ہوگا تو پھر شفاعت کی وجہ سے وہاں سے واپسی

ہوگی ۔ اللہ تعالیٰ غفار کے کرم اور حضور علیہ السلام کی شفاعت سے بخشش کی بہت زیادہ امید ہے باقی وہی ہوگا جو اللہ کا حکم ہے کیونکہ، ہر شے پر قادر ہے ۔

۵۲۰ یہ اس دن کے لمبا اور محنت و مشقت والا ہونے پر دال ہے کیونکہ غم و محنت میں بڑھاپا جلدی آتا ہے ۔

۵۲۱ کشف ساق سے مراد، خوف، ہول، شدت اور محنت کا ہونا ہے عربوں کے ہاں اس کا یہی معنی متعارف ہے اصل یہ ہے کہ جب بھی کوئی آدمی محنت و مشقت کا کام کرتا ہے تو وہ اپنی ساق سے پردہ اٹھاتا ہے اس وجہ سے اس کی پنڈلی ننگی ہو جاتی ہے، قرآن کریم کی آیت یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ کی تفسیر میں کلام کثیر ہے لیکن اکثر کے نزدیک یہی معنی مذکور ہے ۔

۵۲۲ جس کے ابتدائی الفاظ لا تنقطع الھجرۃ ہیں ۔ اس میں یہ ذکر ہے کہ آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا

بَابُ النَّفْخِ فِی الصُّوْرِ

صور پھونکے جانے کا بیان

نفخ ، پھونک مارنا ، صور بالضم وہ شاخ جس میں پھونک ماری جائے یہاں وہ شاخ مراد ہے جس میں حضرت اسرافیل پھونک ماریں گے اور یہ دو مرتبہ ہوگا، ایک مرتبہ زندوں کو ہلاک اور موت کے لیے اور دوسری دفعہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے ہوگا ۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۲۸۵ ۱ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بَیْنَ النَّفْخَتَیْنِ اَرْبَعُوْنَ قَالُوْا یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ اَرْبَعُوْنَ یَوْمًا قَالَ اَبَیْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ شَھْرًا قَالَ اَبَیْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ شَھْرًا قَالَ اَبَیْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ سَنَۃً قَالَ اَبَیْتُ ثُمَّ یُنْزِلُ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیَنْبُتُوْنَ کَمَا یَنْبُتُ الْبَقْلُ قَالَ وَلَیْسَ مِنَ الْاِنْسَانِ شَیْءٌ لَّا

پہلی فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو صوروں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہے[1] لوگوں نے عرض کیا اے ابوہریرہ! کیا چالیس دن ؟ فرمایا میں[2] نہیں کہہ سکتا ۔ چالیس مہینے ، فرمایا میں نہیں کہہ سکتا ۔ چالیس سال ، فرمایا میں نہیں کہہ سکتا[3]، پھر اللہ تعالیٰ[4] آسمان سے پانی اتارے گا تو لوگ ایسے اگیں گے جیسے[5] ساگ اگتا ہے اور نہیں ہے انسان کی کوئی چیز مگر وہ گل جائے گی سوائے ایک ہڈی[6] کے

يَبْلَى إِلَّا عَظْمًا وَّاحِدًا وَّهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ كُلُّ ابْنِ اٰدَمَ يَأْكُلُهُ التُّرَابُ إِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ مِنْهُ خُلِقَ وَفِيْهِ يُرَكَّبُ ۔

اور وہ ریڑھ کی ہڈی[۷] ہے، اس[۸] سے قیامت کے دن مخلوق کی ترکیب[۹] دی جائے گی (بخاری ومسلم)

اور مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ سارے انسان کو مٹی کھا لے گی سوائے ریڑھ کی ہڈی کے کہ اسے اس سے پیدا کیا گیا اور اسی میں ترکیب دیا جائے گا۔

۱۔ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمالاً کہا تو

۲۔ میں قطعی طور پر چالیس دن نہیں کہہ سکتا، کہ آپ نے یہ فرمایا تھا۔

۳۔ جب میں نے حضور علیہ السلام سے اجمالاً سنا یا تفصیلاً سنا تھا مگر میں بھول گیا ہوں، تو اب قطعی طور پر قطعاً کچھ نہیں کہہ سکتا کہ آپ کی مراد کیا تھی۔

۴۔ پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا

۵۔ جیسے زمین پر چارہ وسبزہ اگتا ہے۔ درحقیقت آدمی زاد کے لیے بیج ہوتا ہے جس طرح نباتات کا بیج زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے اور بارش کی وجہ سے وہ اگتا ہے، چنانچہ آئندہ جملہ میں اسی طرف اشارہ فرمایا

۶۔ اس کے تمام اعضاء واجزاء بوسیدہ ہو جائیں گے، ماسوائے ایک ہڈی کے۔

۷۔ عُجُبُ الذَّنَب ۔ عین پر زبر، جیم ساکن، ذال پر زبر، وہ ہڈی جو آخر پشت دو سرین کے درمیان ہے۔

اور یہ لفظ باء کے عوض میم کے ساتھ عجم الذنب بھی آیا ہے۔ عجب اور عجم دونوں کا معنی اصل وجڑ کے ہیں۔ ذنب کا معنی دم، چونکہ یہ ہڈی دم کی جگہ پر ہوتی ہے اس لیے اس کا نام ذنب رکھا گیا ہے۔

۸۔ آدمی کے جسم کی اسی سے ترکیب وپیوندکاری کی جائے گی۔

۹۔ اول خلقت بھی اسی سے اور قیامت کے دن بھی اسی سے ترکیب ہو گی۔

٥٢٨٦ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ اللّٰهُ الْأَرْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَطْوِى السَّمَآءَ بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ مُلُوْكُ الْأَرْضِ ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ روزِ قیامت زمین کو سمیٹ[۱] لے گا، پھر فرمائے گا کہ میں بادشاہ ہوں، زمینی بادشاہ کہاں[۲] ہیں؟
(بخاری ومسلم)

۱۔ اپنے مبارک پنجہ میں

۲۔ یہ عظمت، جلال، کبریائی حق سے کنایہ ہے اور خلق کے ذہن میں جو افعال عظیم ہیں ان کی حقارت کا بیان ہے کہ وہ تو اس کے ہاتھ میں ہیں اور اس پر تنبیہ ہے کہ اس جہان کو ختم کرنا اور آسمان کو اٹھانا اس کی قدرت کے لیے

نہایت ہی آسان وحقیر ہے، چونکہ آسمان کو زمین کی نسبت شرف وعظمت ہے اس کے ذکر میں اس ہاتھ کا ذکر کیا کیونکہ وہ بائیں سے افضل ہے پس زمین کو سمیٹ لے گا اور آسمان کو دائیں ہاتھ کے ساتھ لپیٹ دے گا۔

[2] جو بادشاہی کا دعوٰی کرتے تھے۔

۵۲۸۷/۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْوِى اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ ثُمَّ يَطْوِى الْاَرْضِيْنَ بِشِمَالِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْاُخْرٰى ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ لے گا پھر انھیں اپنے داہنے ہاتھ میں پکڑے گا پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں تکبر کرنے والے پھر زمینوں کو لپیٹ لے گا۔ بائیں ہاتھ کے ساتھ، اور ایک روایت میں ہے کہ انھیں دوسرے ہاتھ میں پکڑے گا پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں جابر[2] اور تکبر کرنے والے؟

(مسلم)

۵۲۸۸/۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَآءَ حِبْرٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى إِصْبَعٍ وَّالْاَرْضِيْنَ عَلٰى إِصْبَعٍ وَّالْجِبَالَ وَالشَّجَرَ عَلٰى إِصْبَعٍ وَّالْمَآءَ وَالثَّرٰى عَلٰى إِصْبَعٍ وَّسَآئِرَ الْخَلْقِ عَلٰى إِصْبَعٍ ثُمَّ يَهُزُّهُنَّ فَيَقُوْلُ أَنَا الْمَلِكُ أَنَا اللّٰهُ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَجُّبًا مِّمَّا قَالَ الْحِبْرُ تَصْدِيْقًا لَّهٗ ثُمَّ قَرَأَ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہود کا ایک بڑا دانشور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا، اے محمد! اللہ قیامت کے دن آسمانوں کو ایک انگلی پر اور زمینوں کو ایک انگلی پر اور پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر اور پانی ومٹی کو ایک انگلی پر اور ساری مخلوق کو ایک انگلی پر رکھے گا پھر انھیں ہلائے گا پھر فرمائے گا میں بادشاہ[1] ہوں، اللہ ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس عالم کے قول پر متعجب ہوئے تبسم فرمایا اور اس کی تصدیق کی[2] پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ "ان لوگوں[3] نے اللہ کی قدر نہ کی جو اس کا حق ہے اور زمین ساری اسی کے قبضہ میں ہے قیامت کے دن اور آسمان لپٹے ہوئے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں، پاک ہے وہ اور برتر ہے اس سے جسے اس کا شریک ٹھہراتے ہیں[4]"

(بخاری ومسلم)

ف۱ یہ تمام چیزیں قدرت وجلالتِ الٰہی کی تصویر وتمثیل ہیں ورنہ ہاتھ اور انگلیاں اور انھیں حرکت دینا وغیرہ قطعًا نہیں ، کلامِ عرب میں طریقہ ہے کہ جب کسی کی سخاوت وجود کو بیان کرنا ہو تو کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ کشادہ وفراخ ہیں یا کہتے ہیں اس کے ہاتھ نہیں، اس کے ہاتھ کاٹ دیے گئے ہیں یا وہ خلقتہً بے ہاتھ پیدا کیا گیا ہے یا کوئی شخص سلطنت و ملک چلا رہا ہے، اسکے وصف میں کہتے ہیں کہ فلاں تخت پر بیٹھا ہے اگرچہ تخت نہ ہو یا ہو مگر بیٹھا نہ ہو ۔ قرآن و حدیث کے متشابہات میں یہی مسلک درست ہے بغیر اس کے ان میں تاویل کی جائے اور کہا جائے کہ ہاتھ سے مراد یہ ہے ۔

ف۲ آپ کا تعجب بطور تکذیب نہ تھا بلکہ آپ نے اس کی تصدیق فرمائی کہ یہ درست ہے ۔

ف۳ جنھوں نے غیر خدا کو اس کا شریک بنا ڈالا اور اس کے کمال قدرت وعظمت پر ایمان نہ لائے یعنی اسے جس طرح پہچاننا چاہیے تھا نہ پہچانا جس طرح اس کی تعظیم کرنی چاہیے تھی نہ کی جس طرح اس کی پرستش کرنی چاہیے تھی نہ کی

ف۴ جو کچھ یہودی نے کہا تھا یہ اس کی تفسیر وتفصیل تھی ۔

۵۲۸۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِهٖ[1] يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ فَاَيْنَ يَكُوْنُ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَى الصِّرَاطِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں پوچھا کہ اس دن زمین کو[1] دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا اور آسمانوں کو تو اس دن انسان کہاں ہوں[2] گے ۔ فرمایا پل[3] صراط پر[4] (مسلم)

ف۱ اس زمین کو تبدیل کر کے دوسری زمین اور آسمان کو تبدیل کر کے دوسرا آسمان پیدا کر دیا جائے گا ۔

ف۲ جب آسمان وزمین کو بدل دیا جائے گا

ف۳ یا وہی پلِ صراط مراد ہے جو ہمارے ہاں مشہور ومعروف ہے یا ہر راہ مراد ہے کیونکہ صراط کا اصلی معنی راہ ہے ۔

ف۴ تبدیلی دو طرح کی ہوتی ہے ایک ذات میں تبدیلی مثلاً دراہم کو دنانیر میں بدلنا، دوسری تبدیلی صفات میں جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ میں نے حلقہ کو انگوٹھی میں بدل دیا یعنی حلقہ کو پگھلا کر خاتم کی شکل بنالی یا یہ کہ ذات تو وہی ہے مگر اس کی صفت وہیئت دوسری ہوگی ۔ زمین وآسمان کی تبدیلی دوسرے آسمان وزمین کے ساتھ دونوں احتمال رکھتی ہے ۔ تبدیلی صفات میں اکثر آثار واخبار ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ زمین وہی ہوگی مگر صفات میں تبدیلی آجائے گی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشادِ گرامی ہے کہ زمین خوب فراخ کر دی جائے گی اس میں بلندی وپستی نہ رہے اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اس زمین وآسمان کی جگہ دوسری زمین وآسمان پیدا فرمادے چنانچہ بعض آثار واخبار اس کی تائید کرتے ہیں ۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ زمین چاندی کی اور آسمان سونے کا ہوگا حضرت ابن مسعود

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایسی زمین پیدا کی جائے گی جو سفید و پاکیزہ ہوگی۔ اس پر کوئی گناہ نہ ہوا ہوگا۔ ظاہر طور پر یہ حدیث حضرت عائشہ کا سوال اور حضور علیہ السلام کا جواب مبارک اسی طرف متوجہ کرتا ہے۔ کذا قال الطیبی

٥٢٩٠/٦ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: چاند اور سورج کو قیامت کے روز لپیٹ[1] دیا جائے گا۔

(بخاری)

[1] انھیں ایک گوشے میں پھینک دیا جائے گا جس طرح کسی کپڑے کو لپیٹ کر کہیں ڈال دیا جاتا ہے یا اس کے نور کو لپیٹ دیا جائے گا یعنی اس کی روشنی آفاق سے ختم ہو جائے گی اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے گا۔ ایک روایت میں مکوران کی جگہ توران مروی ہے۔ ١٢۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

٥٢٩١/٧ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ن الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَیْفَ اَنْعَمُ وَصَاحِبُ الصُّوْرِ قَدِ الْتَقَمَهُ وَاَصْغٰى سَمْعَهُ وَحَنٰى جَبْهَتَهُ یَنْتَظِرُ مَتٰى یُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ قُوْلُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کیسے خوشی ہو جبکہ صور پھونکنے والے نے اسے سنبھال رکھا ہے کان لگائے ہوئے[1] ہیں پیشانی جھکائی ہوئی[2] ہے، انتظار کر رہا ہے کہ کب پھونکنے کا حکم فرما دیا جائے گا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا یہ کہا کرو ہمیں[3] اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہت ہی اچھا کارساز ہے۔ (ترمذی)

[1] اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف تاکہ حکم ہو تو میں اسے پھونک دوں۔

[2] جیسے کہ باجا بجانے والے کی کیفیت ہوتی ہے یعنی تیار کھڑا ہے۔

[3] ہم اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور اسی کے فضل و کرم پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ہم اپنے اعمال پر بھروسہ نہیں کرتے یہ ایسے کلمات ہیں جو تکلیف و شدت کے وقت کہے جائیں تو اس سے سلامتی نصیب ہو جاتی ہے۔

٥٢٩٢/٨ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصُّوْرُ قَرْنٌ یُنْفَخُ فِیْهِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا صور ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا[1]

(ترمذی، ابوداؤد، الدارمی)

[1] اس شاخ کی عظمت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، اس کی توصیف و تصویر اور عظمت کے بارے میں کثرت کے ساتھ آثار و اخبار آئے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۵۲۹۳ ۹ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ الصُّوْرِ قَالَ وَالرَّاجِفَةُ النَّفْخَةُ الْاُوْلٰی وَالرَّادِفَةُ الثَّانِیَةُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ فِیْ تَرْجَمَةِ بَابٍ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد[1] فَاِذَا نُقِرَ[2] فِی النَّاقُوْرِ کے بارے میں فرمایا صور ہے اور راجفہ[3] سے مراد[4] پہلی بار پھونکنا اور رادفہ سے دوسری دفعہ پھونکنا مراد ہے (بخاری[5] نے اسے عنوان میں ذکر کیا ہے)

[1] اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا

[2] جب صور میں پھونکا جائے گا تو وہ دن کافروں پر سخت ہوگا۔

[3] اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ

[4] اس سے زمین و پہاڑ ہل جائیں گے یہ رجف سے بنا ہے جس کا معنی کانپنا اور لرز جانے کے ہیں اور رادفہ ردف سے بنا ہے جس کا معنی کسی کے پیچھے آنا ہے۔

[5] اس روایت کو امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے اپنی صحیح میں عنوان میں ذکر کیا ہے۔

۵۲۹۴ ۱۰ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَاحِبَ الصُّوْرِ وَقَالَ عَنْ یَمِیْنِهٖ جِبْرَائِیْلُ وَعَنْ یَسَارِهٖ مِیْکَائِیْلُ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاحب[1] صور کا ذکر فرمایا اور فرمایا: اس کی دائیں جبرئیل اور بائیں طرف میکائیل ہیں[2]

[1] جن کے سپرد صور پھونکنا ہے یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام

[2] پھونکنے کے وقت ایسا ہوگا

۵۲۹۵ ۱۱ وَعَنْ اَبِیْ رَزِیْنِ الْعُقَیْلِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ یُعِیْدُ اللّٰهُ الْخَلْقَ وَمَا اٰیَةُ ذٰلِكَ فِیْ خَلْقِهٖ قَالَ اَمَا مَرَرْتَ بِوَادِیْ قَوْمِكَ جَدْبًا ثُمَّ مَرَرْتَ بِهٖ یَهْتَزُّ خَضِرًا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَتِلْكَ اٰیَةُ اللّٰهِ فِیْ خَلْقِهٖ کَذٰلِكَ یُحْیِی اللّٰهُ الْمَوْتٰی۔

حضرت ابورزین[1] عقیلی[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ مخلوق کو کیسے لوٹا دے[3] گا اور اس کی خلقت میں اس کی نشانی کیا[4] ہے؟ فرمایا کیا تم اپنی قوم کے جنگل میں خشک[5] سالی میں نہیں گذرے تھے پھر وہاں اس وقت نہ گذرے جب سبزہ سے لہلہا رہی ہیں، میں نے عرض کیا

(رَوَاهُمَا رَزِينٌ)

ہاں تو یہ اللہ کی نشانی ہے۔ اسی کی مخلوق میں اس طرح اللہ تعالیٰ مُردے زندہ کر دے گا۔ (ان دونوں روایات کو رزین نے روایت کیا ہے)

---

[1] رزین، راء پر زبر، زاء کے نیچے زیر

[2] العقیلی، عین پر پیش، قاف پر زبر، ان کا نام لقیط بن عامر ہے۔ لام پر زبر۔ مشہور صحابی ہیں، ان کا شمار اہلِ طائف میں ہوتا ہے۔

[3] بوسیدہ اور خاک ہونے کے بعد

[4] جس سے دوبارہ تخلیق کی نشان دہی ہو رہی ہو۔

[5] جدب، جیم پر زبر، دال ساکن یا مکسور، خشک سالی یہ خصب خاء مکسور کی ضد ہے۔

بَابُ الْحَشْرِ

قیامت کا بیان

صراح میں ہے حشر کا معنی ابھارنا، روندنا اور اٹھانا ہے اس سے قیامت کے دن کو یوم الحشر کہا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قبور سے مُردوں کو دوبارہ زندہ کر کے وہاں لے جایا جائے گا اسے محشر (شین کے نیچے زیر یا زبر) بھی کہا جاتا ہے، باقی حشر دو ہیں ایک قیامت کے بعد جیسا کہ اوپر آیا اور دوسرا قیامت سے پہلے اس کی علامت کے طور پر جیسے کہ حدیث میں ہے کہ جانبِ مشرق سے آگ آئے گی جو لوگوں کو محشر میں یعنی شام کی زمین پر لے جائے گی جیسا کہ گذر چکا یہاں معنی اوّل مراد ہے۔ بعض احادیث ایسی بھی ہوں گی جن میں دو معانی کا احتمال ہو گا اسی لیے اہلِ علم دونوں احتمال کے قائل ہیں لیکن ظاہر پہلا ہی ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۲۹۶ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ[1] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى اَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ النَّقِيِّ لَيْسَ فِيْهَا عَلَمٌ لِاَحَدٍ۔

پہلی فصل

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ قیامت کے دن اس سفید زمین[1] میں جمع کیے جائیں گے جو میدہ کی روٹی کی طرح[2] ہے جس میں کسی کا نشان[3] نہ ہو گا

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(بخاری ومسلم)

[1] جو سخت نہ ہوگی، اس کی سفیدی مائل بسرخی ہوگی۔

[2] یہ رنگ میں تشبیہ ہے

[3] وہاں کسی تعبیر کا نشان نہ ہوگا یعنی ہموار ہوگی وہاں کوئی بلندی اور پستی نہ ہوگی یا معنی یہ ہے کہ وہاں اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کے تصرف وملکیت کا کوئی نشان نہ ہوگا۔

۵۲۹۷/۲ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ن الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَکُوْنُ الْاَرْضُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ خُبْزَۃً وَّاحِدَۃً یَّتَکَفَّأُھَا الْجَبَّارُ بِیَدِہٖ کَمَا یَتَکَفَّأُ اَحَدُکُمْ خُبْزَتَہٗ فِی السَّفَرِ نُزُلًا لِّاَھْلِ الْجَنَّۃِ فَاَتٰی رَجُلٌ مِّنَ الْیَھُوْدِ فَقَالَ بَارَکَ الرَّحْمٰنُ عَلَیْکَ یَا اَبَا الْقَاسِمِ اَلَا اُخْبِرُکَ بِنُزُلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ قَالَ بَلٰی قَالَ تَکُوْنُ الْاَرْضُ خُبْزَۃً وَّاحِدَۃً کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْنَا ثُمَّ ضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُکَ بِاِدَامِھِمْ بَالَامُ وَالنُّوْنُ قَالُوْا وَمَا ھٰذَا قَالَ ثَوْرٌ وَّنُوْنٌ یَّاْکُلُ مِنْ زَآئِدَۃِ کَبِدِھِمَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن زمین ایک روٹی ہو جائے گی جسے اللہ تعالےٰ اپنے دستِ[1] قدرت سے تیار کرے گا، جیسے تم میں سے کوئی سفر[2] میں اپنی روٹی تیار کرتا ہے جنت والوں کی مہمانی[3] کے لیے۔ پھر ایک یہودی شخص حاضر ہوا، بولا اے ابوالقاسم! اللہ آپ پر برکت نازل کرے کیا میں آپ کو جنتیوں کی مہمانی جو قیامت کے دن ہوگی اس کے متعلق خبر نہ دوں۔ فرمایا ہاں۔ بولا زمین ایک روٹی ہو جائے گی جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا پھر تبسم فرمایا حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں مبارک ظاہر ہوئیں پھر بولا، کیا میں آپ کو ان کے سالن کی خبر نہ دوں بالام اور مچھلی۔ صحابہ نے عرض کیا وہ کیا چیز ہے؟ بولا بیل اور مچھلی کہ ان دونوں کی کلیجی کے ٹکڑے سے ستر ہزار کھائیں گے۔ (بخاری ومسلم)

---

[1] جیسا کہ عادت ہے کہ روٹی کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی طرف ڈالا جاتا ہے تاکہ وہ برابر ہو جائے پھر اسے آگ پر ڈال دیا جاتا ہے تاکہ پک جائے۔

[2] سفر میں جلدی سے پکاتے ہیں۔ سُفَر، سین پر پیش یا زبر، یہ سفرہ کی جمع ہے بمعنی دسترخوان۔

[3] نزل، نون اور زاء پر پیش یا زاء ساکن۔ وہ کھانا جو پہلی بار مہمان کے لیے لایا جاتا ہے، واضح رہے کہ ظاہر حدیث اس پر دال ہے کہ زمین نان ہو جائے گی اور اس طرح نان سے بدل جائے گی کہ جنتیوں کا کھانا بن جائے گی کہ عملاً بہشت میں جانے والے اسے کھائیں گے۔ بعض شارحین نے اسے ظاہر پر محمول کرتے ہوئے فرمایا کہ باری تعالیٰ کی قدرت سے یہ بعید نہیں کہ زمین روٹی سے بدل جائے اور اہلِ بہشت اسے استعمال کریں، دیگر علماء نے فرمایا کہ ہم بھی باری تعالیٰ کی قدرت سے اسے بعید

نہیں سمجھتے لیکن دلیل سمعی بصورت نص ہمارے پاس نہیں ۔ حالانکہ یہ بھی احادیث میں ہے کہ اس وقت خشکی و تری آگ سے پُر ہوگی جو دوزخ کے ساتھ پیوست ہوگی لہٰذا یہاں مقصود محض زمین کو سفیدی میں اس روٹی کے ساتھ تشبیہ دینا ہے ۔ جسے اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کے لیے مہمان کے طور پر اولاً پیش فرمائے گا اس کے ضمن میں بہشت کی عظمت کا تذکرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت کی عظیم نعمتوں میں جو ایک روٹی اہلِ جنت کو عطا کرے گا وہ اتنی عظیم ہے کہ تمام روئے زمین ایک روٹی کی مقدار ہے پس یہاں صرف تشبیہ محذوف ہے ۔

ف۴ یہ فرمانِ نبوی کے بعد

ف۵ کیونکہ حضور کی بات اس کی بات کے موافق تھی جو یہودی نے تورات کے حوالے سے کہی تھی اور اس سے صحابۂ کرام کے ایمان اور یقین میں پختگی پیدا ہوئی ۔

ف٦ ان دانتوں کو علم و عقل کے دانت کہا جاتا ہے کیونکہ یہ بلوغ اور کمالِ عقل کے بعد پیدا ہوتے ہیں انھیں نواجذ کہتے ہیں بعض اوقات مطلق داڑھوں کو کہہ دیا جاتا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہاں عقل کی داڑھیں مراد ہیں کیونکہ ان کا ظاہر ہونا خوب بُعد رکھتا ہے ۔

۵۲۹۸/۳ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی ثَلٰثِ طَرَآئِقَ رَاغِبِیْنَ رَاهِبِیْنَ وَاثْنَانِ عَلٰی بَعِیْرٍ وَّثَلٰثَةٌ عَلٰی بَعِیْرٍ وَّاَرْبَعَةٌ عَلٰی بَعِیْرٍ وَّعَشَرَةٌ عَلٰی بَعِیْرٍ وَتَحْشُرُ بَقِیَّتَهُمُ النَّارُ تَقِیْلُ مَعَهُمْ حَیْثُ قَالُوْا وَتَبِیْتُ مَعَهُمْ حَیْثُ بَاتُوْا وَتُصْبِحُ مَعَهُمْ حَیْثُ اَصْبَحُوْا وَتُمْسِیْ مَعَهُمْ حَیْثُ اَمْسَوْا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ تین طریقوں سے جمع کیے جائیں گے رغبت کرتے[۱] ، خوف کرتے[۲] ، اور دو ایک اونٹ پر اور تین ایک اونٹ پر اور چار ایک اونٹ پر اور دس ایک اونٹ پر[۳] ، باقیوں کو آگ جمع کرے گی[۴] ، ان کے ساتھ قیلولہ کرے گی جہاں وہ لوگ قیلولہ کریں گے اور رات گزاریں گے وہ انکے ساتھ رات گزارے گی اور ان کے ساتھ صبح کرے گی ، جہاں صبح کریں گے ان کے ساتھ صبح کرے گی اور ان کے ساتھ شام کریں گے[۵] جہاں وہ شام کریں گے ۔ (بخاری و مسلم)

ف۱ بہشت اور فضل و رحمت الٰہی ہیں کیونکہ انکی صفت ہے لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (ان پر کسی کا خوف نہیں اور نہ کسی قسم کا غم)

ف۲ جہنم کے عذاب اور اللہ رب العزت کے غضب و ناراضگی سے

ف۳ یہ بطور تمثیل ان دونوں مذکورہ اقسام کے لوگوں کے مراتب کی تفصیل ہے جس کا مرتبہ بلند ہوگا اس میں شرکت تھوڑی اور سرعت و سبقت زیادہ ، چار اور اس کے درمیانی اعداد کا ذکر نہیں کیا تاکہ قیاساً سمجھ لیا جائے ، ایک اونٹ پر متعدد افراد کا ہونا یا بطور اجتماع ہے یا بطریق لقامت کہ ہر ایک باری باری سوار ہوگا ، اونٹ پر ایک سوار ہوگا اس کا ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ مرتبہ حضرات انبیاء و مرسلان کرام کا ہے اور یہاں مقصود امتوں کے احوال کا بیان ہے ۔

[54] یہ تیسرے فرقہ کا بیان ہے کہ جن کے ساتھ آگ مصاحب وملازم ہوگی ۔

[55] یعنی صبح وشام ، دن رات ان کے ساتھ ہوگی اور انھیں جانتی ہوگی اور انھیں وہ محشر میں لائے گی ۔ واضح رہے کہ فصل ثانی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث آرہی ہے کہ لوگوں کا حشر تین اقسام پر ہے ۔ ایک قسم پیدل دوسرے قسم سوار اور تیسری قسم منہ کے بل ۔ یہ حدیث بھی انھی اقسام کو شامل ہے سوار اور منہ کے بل چلنے والوں کا ذکر توصراحۃً ہے مگر پاؤں پر چلنے والوں کا ذکر معناً مضمر ہے اور اس کی تفصیل شرح میں ہے وہاں ملاحظہ کیجئے شارحین کا اختلاف ہے کہ یہ حشر روزِ قیامت قبور سے اٹھنے کے بعد ہے یا علامات قیامت سے پہلے اور محشر کی طرف جانے سے پہلے ہے جو کہ شام کی زمین ہے پہلا معنی صواب ظاہر اور درست ہے ۔

۵۲۹۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكُمْ مَّحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَأَ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ وَأَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِبْرَاهِيْمُ وَإِنَّ أُنَاسًا مِّنْ أَصْحَابِيْ يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُوْلُ أُصَيْحَابِيْ أُصَيْحَابِيْ فَيَقُوْلُ إِنَّهُمْ لَنْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ مُذْ فَارَقْتَهُمْ فَأَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ إِلٰى قَوْلِهِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم ننگے پاؤں ، ننگے جسم ، اور ختنہ[1] کے بغیر اٹھائے جاؤ گے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "جیسے ہم نے پہلی دفعہ پیدا فرمایا دوبارہ[2] بھی پیدا کریں گے یہ ہم پر وعدہ[3] لازم ہے ، بے شک ہم کرنے والے ہیں اور قیامت میں جن کو سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت[4] ابراہیم ہوں گے اور میرے کچھ ساتھیوں کو بائیں جانب[5] سے پکڑا جائے گا میں کہوں[6] گا کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں میرے ساتھی ہیں ، فرمایا جائے گا جب سے ان سے جدا ہوئے یہ اپنی ایڑیوں پر پھرتے ہی رہے ہیں وہی کہوں گا جو عبد صالح نے کہا تھا کہ میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں رہا .... بے شک تو غالب حکمت والا ہے

(بخاری و مسلم)

[1] غُرل ، عین پر پیش ، را ساکن ، اغرل بمعنی تعلف کی جمع ہے نا ختنہ شدہ

[2] یعنی قبور سے

[3] یہ دوبارہ پیدا کرنا

[4] کیونکہ راہِ خدا میں سب سے پہلے اسی ذات کو ننگا کیا گیا تھا جب انھیں مخالفین نے آگ میں پھینکا تھا یاد رہے اس سے ان کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل ہونا لازم نہیں آتا ، کیونکہ یہ اکرام واعزاز آپ کے علاقہ ابوت کی وجہ سے ہورہا ہے ، بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی لباس میں اٹھایا جائے گا جس میں آپ کی تدفین ہوئی تھی ۔

[5] کیونکہ عاصی اور گنہ گار اسی جانب ہوں گے ۔

[6] میں بطور تحسر اور ان کی خلاصی کے لیے

[7] اصیحابی، جمع قلت اور تصغیر کا صیغہ، ان کی قلت تعداد کی وجہ سے ہے ۔

[8] بقصد شکایت اور ان کے عذاب کا سبب بیان کرتے ہوئے

[9] یہ آپ کے دین سے پلٹ گئے تھے ۔

[10] یعنی جو کچھ اپنی قوم کے چھٹکارا کے لیے بطور عذر حضرت عیسٰی علیہ السلام اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کریں گے میں بھی وہی کچھ عرض کروں گا ۔

[11] اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کریں گے، اے اللہ! جب تک میں ان میں رہا ان کے حال سے واقف رہا میں نے انھیں کفر پر نہیں چھوڑا اس وقت حق پر تھے جب تو نے مجھے ان سے اٹھالیا تو اب ان کے حال سے تو ہی واقف ہے اور تو ہر غائب و حاضر کو جاننے والا ہے اب اگر تو انکی عذاب و گرفت فرمانا چاہتا ہے تو یہ تیرے بندے ہیں جو چاہتا ہے ان سے فرما کوئی تیرے آگے دم نہیں مار سکتا اور اگر تو انھیں معاف فرمادے تو تو علیم و حکیم ہے جو چاہتا ہے کرسکتا ہے ۔

[12] شارحین نے فرمایا ہے کہ یہاں اصحاب سے مراد خواص نہیں کیونکہ بالیقین معلوم ہے کہ اصحاب خواص میں سے کوئی بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد نہیں ہوا البتہ کچھ لوگ دیہاتی جو اصحاب مسیلمہ و اسود یا مؤلفۃ قلوب جو دین میں بصیرت اور ایمان میں قوت نہ رکھتے تھے مرتد ہوئے یا یہاں ردت سے مراد دین اسلام سے رجوع نہیں، بعض راہ حقوق میں استقامت سے خروج، بعض امور میں مرتبہ حسن اخلاق، صدق نیت میں کمی اور فتنہ و فساد کی وجہ سے احکام ابلیس کی رعایت کرنا ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم پر کفر اور بت پرستی کی وجہ سے نہیں ڈرتا لیکن دنیا اور اس کی آفات کی مداخلت سے ڈرتا ہوں اسی طرح علماء نے فرمایا ہے ۔

۵۳۰۰/۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ يَا عَآئِشَةُ اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يَّنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، روز قیامت لوگوں کو ننگے پاؤں، ننگے جسم اور ختنہ کے بغیر اکٹھا کیا جائے گا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مرد اور عورتیں اکٹھے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے [1] فرمایا: اے عائشہ! بات اس سے زیادہ [2] سخت ہے کہ ایک دوسرے کی طرف دیکھا جائے ۔

(بخاری و مسلم)

---

[1] اس میں کیا حکمت ہے ؟

[2] اس دن اتنا سخت معاملہ ہوگا کہ کسی کو دیکھنے کی مجال وفرصت اور شعور ہی نہ ہوگا۔

۵۳۰۱/۶ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰہِ كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ اَلَيْسَ الَّذِىْ اَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِى الدُّنْيَا قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا نبی اللہ! روزِ قیامت کافر اپنے چہرے کے بل کس[1] طرح محشر میں لایا جائے گا؟ فرمایا جس نے دنیا میں دو پاؤں پر چلایا، وہ اس پر قادر نہیں کہ اسے روزِ قیامت منہ کے بل چلائے (بخاری ومسلم)

[1] کیا چہرے کے بل چلنا ممکن ہے؟

۵۳۰۲/۷ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَلْقٰى اِبْرَاهِيْمُ اَبَاهُ اٰزَرَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلٰى وَجْهِ اٰزَرَ قَتَرَةٌ وَّغَبَرَةٌ فَيَقُوْلُ لَهٗ اِبْرَاهِيْمُ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ لَا تَعْصِنِىْ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَبُوْهُ فَالْيَوْمَ لَا اَعْصِيْكَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ يَا رَبِّ اِنَّكَ وَعَدْتَّنِىْ اَنْ لَّا تُخْزِيَنِىْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ فَاَىُّ خِزْىٍ اَخْزٰى مِنْ اَبِى الْاَبْعَدِ فَيَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰى اِنِّىْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ يُقَالُ لِاِبْرَاهِيْمُ اُنْظُرْ مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ فَيَنْظُرُ فَاِذَا هُوَ بِذِيْخٍ مُّتَلَطِّخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰى فِى النَّارِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم اپنے باپ ازر[1] سے روزِ قیامت ملیں گے آزر کے منہ پر سیاہی[2] اور میٹلا رنگ ہوگا، ان سے ابراہیم فرمائیں گے کہ کیا میں نے تم سے یہ نہ کہا تھا کہ میری نافرمانی[3] نہ کر ان کے باپ کہیں گے کہ اب میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں[4] گا، جناب ابراہیم علیہ السلام کہیں گے اے رب! تو نے مجھ سے وعدہ[5] کیا ہے کہ جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے تو مجھے رسوا نہ کرے گا تو میرے ہلاکت والے باپ سے بڑھ کر کون سی رسوائی بڑی ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے کفار پر جنّت حرام کردی[6] ہے، پھر حضرت ابراہیم سے کہا جائے گا کہ تمہارے پاؤں کے نیچے کیا ہے، وہ دیکھیں گے کہ وہ ایک لتھڑے[7] ہوئے بھیڑیے پر ہیں پھر آزر کے ہاتھ پاؤں پکڑ لیے جائیں گے اسے آگ میں ڈال دیا جائے[8] گا (بخاری)

---

[1] بعض علماء رحمہم اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام آباء ہر قسم کے شرک وکفر سے پاک ومطہر ہیں، آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہیں، انھیں مجازاً باپ کہہ دیا ہے والد کا نام تارخ ہے۔ اسی لیے اباہ کو لفظ آزر کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہے۔

[2] قترۃ، غبرۃ، دونوں کے ابتدائی دونوں حروف پر فتحہ بمعنی غبار ہیں لیکن قترت اس غبار کو کہا جاتا ہے جس میں سیاہی ہو اور اس کدورت کو بھی کہتے ہیں جو غم وحزن کی وجہ سے چہرے پر آئے۔

[2] اور جو کچھ میں اپنے رب کی طرف سے بیان کرتا ہوں اس میں اطاعت کر۔

[4] آج میری تو شفاعت کر

[5] تو نے میری دعا قبول فرماتے ہوئے

[6] جو آپ نے دعاء مغفرت کی تھی وہ یہاں سود مند نہیں۔

[7] ذِیخ، ذال مکسور، یاء ساکن، بھیڑیا، قاموس میں الذیخ بالکسر بمعنی بھیڑیا، بعض نسخوں میں ذِبح باء اور حاء کے ساتھ بمعنی مذبوح مٹی اور گوبر سے آلودہ۔

[8] یہ آزر کی حالت کا بیان ہے کہ اسے مسخ و رسوا کر کے دوزخ میں ڈالا جائے گا تاکہ حضرت ابراہیم کے دل میں جو مہر و محبت بھی ختم ہو جائے۔ شارحین نے بیان کیا ہے کہ اگرچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دنیا میں آزر سے برائت کا اعلان کر دیا تھا لیکن قیامت کے دن دیکھیں گے تو محبت پدری میں جوش آ جائے گا تو پھر دعاء مغفرت کریں گے کہ شاید قبول ہو جائے مگر پھر جب انھیں مسخ شدہ دیکھیں گے تو برائت کا اظہار کریں گے، بعض نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزر کی کفر پر موت پر یقین نہ تھا، ممکن ہے کہ وہ سرًا ایمان پر فوت ہوا ہو انھوں نے برائت ظاہر کی وجہ سے کی تھی۔ روز قیامت اس کے کفر کا یقین ہو جائے گا لہٰذا وہاں بالکلیۃ برائت کا اعلان فرمائیں گے۔

۵۳۰۳/۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْرَقُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حَتّٰی یَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِی الْاَرْضِ سَبْعِیْنَ ذِرَاعًا وَّیُلْجِمُهُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ اٰذَانَهُمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اور انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: روز قیامت لوگ پسینہ پسینہ ہو جائیں گے حتیٰ کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر گز چلا جاوے گا اور ان کی لگام [1] بن جائے گا، حتیٰ کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

[1] پسینہ ان کے ٹخنوں تک پہنچ جائے گا جو انھیں گفتگو نہیں کرنے دے گا۔ حتیٰ کہ ان کے کانوں تک بھی پہنچ جائے گا۔

۵۳۰۴/۹ وَعَنِ الْمِقْدَادِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ تُدْنَی الشَّمْسُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰی تَکُوْنَ مِنْهُمْ کَمِقْدَارِ الْمِیْلِ فَیَکُوْنُ النَّاسُ عَلٰی قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِی الْعَرَقِ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ اِلٰی کَعْبَیْہِ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ اِلٰی حَقْوَیْہِ وَمِنْهُمْ مَّنْ یُّلْجِمُهُمُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا وَّاَشَارَ رَسُوْلُ

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن سورج مخلوق سے قریب کر دیا جائے گا، حتیٰ کہ ان [1] سے میل کی مقدار رہ جائے گا تو لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینہ میں ہوں گے بعض وہ ہوں گے کہ ان کے ٹخنوں تک پسینہ [2] ہوگا بعض وہ ہوں گے جن کے گھٹنوں تک ہوگا اور بعض کے کمر تک! اور ان میں بعض وہ ہوں گے کہ پسینہ ان کی لگام تک [3] جائے گا اور رسول اللہ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اِلٰى فِيْهِ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ (المسلم)

---

[۱] قدیم الاسلام صحابی، اسلام لانے والوں میں چھٹے ہیں۔ بدر اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ فضلاء اور کبار صحابہ میں سے ہیں۔ حضرت علی اور دیگر صحابہ نے ان سے روایت کی ہے دوسرے مقامات پہ ان کے احوال کا تذکرہ ہے۔

[۲] جو کہ فرسنگ کا تہائی ہے بعض کے نزدیک اس سے مراد سرمچو ہے مقصود نہایت قرب ہے۔

[۳] اس جماعت کے اعمال زیادہ بہتر ہوں گے دیگر کو ان پر قیاس کرو۔

[۴] یعنی منہ تک بلکہ منہ کے اندر پہنچ جائے گا۔

۵۳۰۵ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰى يَا اٰدَمُ فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِيْ يَدَيْكَ قَالَ اَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ فَعِنْدَهٗ يَشِيْبُ الصَّغِيْرُ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا فَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللهِ شَدِيْدٌ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ وَاَيُّنَا ذٰلِكَ الْوَاحِدُ قَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ مِنْكُمْ رَجُلًا وَّمِنْ يَّاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ اَلْفٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا قَالَ مَا اَنْتُمْ فِي النَّاسِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاۤءِ فِيْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَبْيَضَ اَوْ كَشَعْرَةٍ بَيْضَاۤءَ فِيْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَسْوَدَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا[۱] اے آدم! وہ عرض کریں گے، اے اللہ! میں حاضر ہوں، خدمت[۲] گذار ہوں اور ساری بھلائی تیرے قبضہ میں ہے، فرمائے گا آگ کا حصہ[۳] نکالو۔ عرض کریں گے آگ کا حصہ کیا ہے، فرمائے گا ہر[۴] ہزار سے نو سو ننانوے اس وقت بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حمل[۵] والی اپنا حمل گرا دے گی اور تم لوگوں کو نشہ[۶] میں دیکھو گے حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے، لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ ایک ہم میں[۷] سے کون[۸] ہوگا۔ فرمایا[۹] خوش ہو جاؤ[۱۰] کہ تم میں سے ایک اور[۱۱] یاجوج ماجوج میں سے ایک ہزار۔ پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے؛ میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ جنتیوں کے چوتھائی ہو گے تو ہم نے تکبیر[۱۲] کہی۔ پھر فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم جنتیوں کے تہائی ہو گے ہم نے تکبیر کہی پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تم جنتیوں میں آدھے ہو گے ہم نے تکبیر کہی۔ تم لوگوں میں[۱۳] نہیں مگر ایسے جیسے سفید بال کی کھال میں ایک کالا بال یا جیسے کالے بال کی کھال میں ایک سفید بال۔

(بخاری و مسلم)

۱؎ روز قیامت آواز دیتے ہوئے فرمائے گا

۲؎ اے پروردگار! میں فرمانبرداری کے لیے حاضر ہوں

۳؎ یعنی وہ اپنی اولاد میں سے جن کو دوزخ میں ڈالنا ہے اسے جدا کرو

۴؎ ہزار میں سے ایک جنتی باقی دوزخی ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت میں ہر سو سے ننانوے کا ذکر ہے۔ شیخ ابن حجر نے فرمایا یہ ممکن ہے کہ حدیث ابوسعید تمام ذریت آدم پر محمول ہو اور حدیث ابوہریرہ یاجوج ماجوج کے علاوہ پر محمول ہو، اس پر قرینہ یہ ہے کہ حدیث ابوسعید میں یاجوج ماجوج کا ذکر ہے اور حدیث ابوہریرہ میں اس کا تذکرہ نہیں یا پہلی حدیث تمام مخلوق سے متعلق ہے اور دوسری امت مرحومہ کے ساتھ مخصوص ہے، یا حدیث ابوسعید میں دوزخیوں کا جو ذکر ہے وہ تمام کفار اور گنہ گاروں کو شامل ہے اور حدیث ابوہریرہ میں صرف مومن گنہ گار مراد ہیں امام کرمانی کہتے ہیں کہ مقصد تعداد نہیں، بلکہ یہ بتانا ہے کہ مومنین کی تعداد کم اور کفار کی تعداد زیادہ ہوگی۔

۵؎ یعنی بالفرض اگر اس وقت کوئی خاتون حاملہ ہو تو اس کا حمل اس حال کی وجہ سے گر جائے گا، بعض شارحین نے کہا کہ ہر حاملہ خاتون کا حشر بھی حاملہ کی صورت میں ہوگا مگر اس ہیبت کی وجہ سے حمل ساقط ہو جائے گا، مخفی نہ رہے بچوں میں بھی یہی تاویل ہے کہ وہ اٹھیں گے بچے مگر اس حال کی سختی کی وجہ سے وہ بوڑھے ہو جائیں گے، پھر جنت جاتے وقت جوان ہوں گے، درست یہ ہے کہ یہاں مقصود مخصوص حالات نہیں بلکہ غم، پریشانی اور مشقت کا بیان کرنا ہے۔

۶؎ یہ بے ہوشی و مدہوشی اس کی سختی کی وجہ سے ہوگی۔

۷؎ خوف و حسرت کی وجہ سے کہ جب انھوں نے سنا کہ ہزار میں سے ایک جنتی ہوگا۔

۸؎ جو بہشت میں جائے گا

۹؎ ان کو سمجھانے اور تسلّی دینے کی خاطر

۱۰؎ غم نہ کرو

۱۱؎ جو کہ نہایت کثیر ہیں، اگر ان کے ہزار کے مطابق ایک جنتی ہے تو کثیر لوگوں کا حکم شامل ہوگا، اس کے بعد امم سابقہ کی کثرت بیان کی کہ اگر یاجوج ماجوج کے علاوہ وہ امتیں بھی ہزار سے ایک جنتی ہو تو پھر بھی گنجائش ہے جیسا کہ راوی نے کہا۔

۱۲؎ ہم نے خوشی اور اس نعمت عظیمہ پر اللہ اکبر کہا

۱۳؎ تہائی میں

۵۳۰۶ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهٖ فَيَسْجُدُ لَهٗ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ وَّيَبْقٰى مَنْ يَسْجُدُ فِي الدُّنْيَا رِيَآءً وَّسُمْعَةً فَيَذْهَبُ

اور انھی سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہمارا رب اپنی پنڈلی۱؎ کھولے گا، اسے ہر مومن مرد و عورت سجدہ کریں گے، وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو دنیا میں دکھلاوے یا شہرت

لِيَسْجُدَ فَيَعُوْدُ ظَهْرُهٗ طَبَقًا وَّاحِدًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کے لیے سجدہ کرتے تھے وہ سجدہ کرنے لگیں گے، تو ان کی پیٹھ ایک تختہ بن جائے گی۔

(بخاری ومسلم)

[1] مخلوق کے سامنے مشقت وشدت کا اظہار ہوگا یہاں ساق شدت، محنت اور غم وحزن سے کنایہ ہے جیساکہ ایسے مواقع پر آدمی کپڑا اٹھاتا ہے۔ بعض اہلِ علم کہتے ہوتے ایسی تاویل نہیں کرتے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے جیساکہ متشابہات کا حکم ہے۔

[2] اس کی ہڈیوں کے درمیان فاصلہ نہ رہے گا کہ اس کے دو حصے ہوں تاکہ اوپر نیچے جاسکے بلکہ ایک تختہ بن جائے گی۔

۵۳۰۷/۱۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَاْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيْمُ السَّمِيْنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَقَالَ اقْرَءُوْا فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بڑا موٹا آدمی روزِ قیامت آئے گا اللہ کے نزدیک مچھر کے برابر وزن نہ دے گا اور فرمایا: یہ تلاوت[1] کرو ہم قیامت کے دن ان کا وزن نہ رکھیں گے (بخاری ومسلم)

[1] تاکہ علم ہوجائے کہ طالبان دنیا جن اعمال کو اچھا سمجھ کر اس پر مغرور ہیں یہ کسی شمار میں ہی نہیں آئیں گے بلکہ یہ ضائع ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۵۳۰۸/۱۳ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ وَّاَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا اَنْ تَقُوْلَ عَمِلَ عَلَيَّ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ اس دن زمین اپنی[1] خبریں دے گی فرمایا جانتے ہو کہ زمین کی خبریں کیا ہیں؟ عرض کیا اللہ اور رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ فرمایا اس کی خبریں یہ ہیں کہ ہر بندے اور بندی[2] پر گواہی دے گی اس کی جو ان نے اس کی پشت پر عمل کیے، کہے گی کہ مجھ پہ فلاں دن فلاں نے یہ عمل کیے تھے۔ فرمایا: کہ زمین کی یہ خبریں ہیں۔

(مسند احمد، ترمذی نے روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح اور غریب ہے)

[1] زمین حرکت کرے گی اور اموات کو باہر نکال دے گی اور خبریں دے گی۔

[2] مرد اور عورت

۵۳۰۹ ۱۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَّمُوْتُ اِلَّا نَدِمَ قَالُوْا وَمَا نَدَامَتُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ ازْدَادَ وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا نَدِمَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ نَزَعَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور انھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی نہیں جو مرے[1] مگر شرمندہ ہوگا عرض کیا یا رسول اللہ! اس کی شرمندگی کیا ہوگی[2]۔ فرمایا اگر نیک کار ہوگا تو شرمندہ ہوگا کہ اس نے زیادہ نیکیاں کیوں نہ کیں اور اگر گنہ گار ہوا تو شرمندہ ہوگا کہ وہ کیوں نہ باز آیا۔ (ترمذی)

[1] مرنے کے بعد

[2] شرمندگی کا سبب کیا ہوگا؟

۵۳۱۰ ۱۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثَلٰثَةَ اَصْنَافٍ صِنْفًا مُّشَاةً وَّصِنْفًا رُكْبَانًا وَّصِنْفًا عَلٰى وُجُوْهِهِمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَمْشُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ قَالَ اِنَّ الَّذِيْ اَمْشَاهُمْ عَلٰى اَقْدَامِهِمْ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهُمْ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اَمَا اِنَّهُمْ يَتَّقُوْنَ بِوُجُوْهِهِمْ كُلَّ حَدَبٍ وَّشَوْكٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور انھی سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ روز قیامت تین طرح جمع کیے جائیں گے، ایک قسم پیدل[1]، ایک قسم سوار[2] اور ایک قسم چہروں کے بل۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! وہ اپنے چہروں پر کیسے چلیں گے؟ فرمایا جس نے انھیں ان کے قدموں پر چلایا ہے وہ اس پر قادر ہے کہ انھیں ان کے چہروں پر چلائے آگاہ رہو کہ وہ اپنے چہروں سے ہر ٹیلے اور کانٹے[3] سے بچیں گے۔ (ترمذی)

[1] یہ عام مومنوں کا حال ہوگا

[2] یہ خواص مومنین سے صلحا اور اتقیاء کا حال ہوگا۔

[3] یعنی ان کے چہرے، ہاتھوں اور پاؤں کی طرح ہو جائیں گے چنانچہ جس طرح ہاتھ اور پاؤں سے انسان ہر موذی سے بچتا ہے اسی طرح چہروں کے ساتھ بچے گا لیکن جب اس نے دنیا میں رب کے حضور اطاعت و بندگی میں سجدہ کرتے ہوئے سر نہ جھکایا تھا تو اب اسے ذلیل و رسوا کرتے ہوئے سرنگوں کر دیا۔

۵۳۱۱ ۱۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّهٗ رَاْیُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَاْ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو پسند کرتا ہے کہ قیامت کے دن وہ آنکھوں دیکھے کی طرح دیکھے تو وہ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ اور اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ اور

السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ کی تلاوت ۲؎ کرے ۔

(مسند احمد ، ترمذی)

۱؎ یہاں خوشی اور شادمانی حصول ایمان اور یقین میں قوت کی وجہ سے ہوگی

۲؎ یہ سورتیں قیامت کی تفصیلات پر مشتمل ہیں اگر کوئی شخص انھیں حضورِ دل کے ساتھ پڑھے تو واقعۃً قیامت کے مناظر کا اس طرح مشاہدہ ہو سکتا ہے جیسا کہ آنکھوں کے ساتھ دیکھ رہا ہے ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۵۳۱۲/۱۶ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ اِنَّ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنِيْ اَنَّ النَّاسَ يُحْشَرُوْنَ ثَلٰثَةَ اَفْوَاجٍ فَوْجًا رَاكِبِيْنَ طَاعِمِيْنَ كَاسِيْنَ وَفَوْجًا يَسْحَبُهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ وَتَحْشُرُهُمُ النَّارُ وَفَوْجًا يَمْشُوْنَ وَيَسْعَوْنَ وَيُلْقِي اللّٰهُ الْاٰفَةَ عَلَى الظَّهْرِ فَلَا يَبْقٰى حَتّٰى اَنَّ الرَّجُلَ لَتَكُوْنُ لَهُ الْحَدِيْقَةُ يُعْطِيْهَا بِذَاتِ الْقَتَبِ لَا يَقْدِرُ عَلَيْهَا ۔

(رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے سچے کہنے والے سچی خبر دینے والے ۱؎ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ تین گروہوں میں جمع کیے جائیں گے ایک گروہ عیش والے ۲؎ لباس پہنے ہوئے اور ایک گروہ کو فرشتے ان کے چہروں کے بل گھسیٹیں گے اور انھیں آگ ۳؎ جمع کرلے گی اور ایک گروہ جو چلیں گے اور دوڑیں گے اللہ تعالیٰ ان کی سواری پر آفت ڈال دے ۴؎ گا وہ باقی نہ رہے گی حتیٰ کہ ایک شخص جس کے پاس باغ ہوگا وہ ایک قابلِ سواری اونٹ ۵؎ کے عوض دے گا مگر وہ اس ۶؎ پر قادر نہ ہوگا ۔ (نسائی)

۱؎ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا ۔

۲؎ وہ نعمتوں میں ہوں گے ۔

۳؎ یہاں تین نسخے ہیں ایک میں "تَحْشُرُهُمْ اِلَى النَّارِ" اس صورت میں تَحْشُرُ کی ضمیر فرشتوں کی طرف راجع ہوگی یعنی فرشتے ان کو گھسیٹ کر نارِ دوزخ کی طرف لے جائیں گے ۔ دوسرا نسخہ تَحْشُرُهُمُ النَّارَ ہے نار پر فتحہ ، اب بھی ضمیر فرشتوں کی طرف راجع ہے یعنی ان کا حشر ہوگا مگر آگ ان پر لازم ہوگی حتیٰ کہ صبح و شام ان سے جدا نہ ہوگی جیسا کہ پیچھے گذرا تیسرا نسخہ کہ ن پر پیش ہو اس صورت میں معنی ظاہر ہے اور دوسری احادیث کے بھی موافق کیونکہ اسناد نار کی طرف ہے ۔

۴؎ جس پر وہ سوار ہوں گے

۵؎ القتب ، دونوں حروف پر زبر ، شتر کا پالان ، ذات القتب صاحبِ شتر

۶؎ باوجودیکہ اس نے عوض میں باغ دیا ہے مگر اس پر قدرت نہ پا سکے ، واضح رہے کہ سیاق حدیث اور اس کا یہاں ذکر دلالت کر رہا ہے کہ یہ حالت روزِ قیامت ہوگی لیکن یہ الفاظ اِنَّ الرَّجُلَ لَتَكُوْنُ لَهُ الْحَدِيْقَةُ ، صراحۃً دال ہیں کہ یہ حشر

قیامت کا نہیں اسی طرح طاعمین کا سین کے الفاظ بھی اسی ہیں ظاہر ہیں ۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ قیامت کا حشر نہیں بلکہ علامات قیامت کا حشر مراد ہے جیسا کہ ذکر علامات میں گذر چکا ہے لہذا اس حدیث کا ذکر یہاں تبعاً بیان ہوگیا ہے ۔

بَابُ الْحِسَابِ وَالْقِصَاصِ وَالْمِيْزَانِ

حساب، بدلہ اور میزان کا بیان

حساب کا معنی شمار کرنا ہے یہاں روزِ قیامت بندوں کے اعمال کا شمار کرنا مراد ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کو بندے کے تمام اعمال سے آگاہی ہے مگر مخلوق پر حجت تمام کرنے کے لیے ایسا ہوگا قرآن مجید اس پر ناطق اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے لہذا اس پر اعتقاد لازم ہے۔ قصاص کا معنی ہے دوسرے شخص کے عمل کی مانند عمل کرنا۔ مثلاً قتل کے عوض قتل اور زخم کے عوض زخم اور مارنے کے عوض مارنا، قیامت کے روز ہر اس تکلیف کا بدلہ دیا جائے گا جو کسی نے زیادتی کی ہوگی۔ اگرچہ وہ کیڑی یا مکھی ہی کیوں نہ ہو اگرچہ وہ مکلف نہ ہوں جیسا کہ حیوانات اور اطفال، اس مقصد کے پیش نظر تمام حیوانات کو زندہ کیا جائے گا اور وہ بکری جو سینگ نہ رکھتی تھی اسے سینگ عطا کیا جائے گا تاکہ وہ اس سینگ والی سے بدلہ لے جس نے دنیا میں زیادتی کی تھی ۔ میزان اس شے کو کہتے ہیں جس سے اعمال کی تعداد کا اندازہ ہو، جمہور کی رائے یہ ہے کہ وہاں اس کے دو ہاتھ اور زبان ہوگی جیسا کہ ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہیں اس کے دونوں ہاتھوں کے درمیان مشرق و مغرب جتنا فاصلہ ہوگا جو صحائف اعمال کو تولے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ نیکیوں کو خوبصورت اور برائیوں کو بدصورتی میں تمثیل کیا جائے گا۔ حدیث بطاقہ جو آرہی ہے پہلے قول کو قوی بناتی ہے بعض نے وزن کا معنی اعمال کے مطابق جزا دینے کو کہا ہے لیکن نصوص کا ظاہر قول اول کو ترجیح دیتا ہے ۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۳۱۳ ۱ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ اَحَدٌ يُحَاسَبُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا هَلَكَ قُلْتُ اَوَلَيْسَ يَقُوْلُ اللّٰهُ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيْرًا فَقَالَ اِنَّمَا ذٰلِكِ الْعَرْضُ وَلٰكِنْ مَنْ نُوْقِشَ فِي الْحِسَابِ يَهْلِكُ ۔

پہلی فصل

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس سے روزِ قیامت حساب لیا گیا مگر وہ ہلاک ہوگیا ۔ میں نے عرض کیا کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ عنقریب اس سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا فرمایا یہ صرف پیش ہونا ہے اور جس سے حساب کے وقت

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پوچھ گچھ ہوگی وہ ہلاک ہوجائے گا۔

(بخاری ومسلم)

[1] میں نے جب یہ بات بطور کلیہ آپ سے سنی تو رفع اشکال کے لیے میں نے عرض کیا

[2] جب حساب آسان ہے تو ہلاکت کہاں؟

[3] یہ اشکال کے رفع کے لیے فرمایا

[4] مثلاً تو نے یہ کہا؟ مگر اس میں دقت و پیچیدگی نہ ہو۔ تیسری فصل میں آرہا ہے حساب یسیر سے مراد محض اسے اس کا اعمال نامہ دکھانا ہے۔

[5] جس کے قلیل وکثیر اعمال کا احاطہ کیا جائے اور ہر ایک کے بارے میں پوچھا جائے وہ ہلاک ہوگا اور حساب دراصل اس چیز کا نام ہے، ہاں پہلے محض اظہار ہوگا اور بس۔

۵۳۱۴ ۲ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهٗ رَبُّهٗ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَهٗ تَرْجُمَانٌ وَّلَا حِجَابٌ يَّحْجُبُهٗ فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِهٖ وَيَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَآءَ وَجْهِهٖ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عدی بن حاتم[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہے تم میں سے کوئی مگر اس سے اس کا رب کلام فرمائے گا اس کے اور رب کے درمیان نہ کوئی ترجمان[2] ہوگا اور نہ پردہ[3] جو اس کے لیے آڑ ہو وہ اپنے عمل دیکھے گا تو نہ دیکھے گا مگر وہی عمل جو آگے بھیجے اور اپنے دائیں دیکھے گا تو نہ دیکھے گا مگر وہ ہی جو آگے بھیجے اور اپنے سامنے دیکھے گا تو آگ کے سوا نہ دیکھے گا تو تم آگ سے بچو اگرچہ[4] کھجور کی قاش ہو۔ (بخاری ومسلم)

[1] عدی بن حاتم طائی مشہور یہی ہے کہ صحابی ہیں، اپنے والد اور بہن کے بعد قوم کے ساتھ آکر مسلمان ہوئے

[2] کلام سمجھانے کے لیے ترجمان کی ضرورت نہ ہوگی۔

[3] بے پردہ گفتگو ہوگی، ترجمان تاء پر زبر، جیم پر پیش یا دونوں پر پیش یا زبر بھی آیا ہے مروی ہے وہ شخص جو ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرے مثلاً عربی کو فارسی یا فارسی کو عربی میں سمجھائے۔

[4] اس عبارت میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ دوزخ سے بچنے کے لیے ظلم نہ کرو اگرچہ وہ کھجور کی قاش برابر ہو دوسرا یہ کہ صدقہ کرو خواہ کھجور کی قاش ہو تاکہ یہ مقدار تمھیں دوزخ سے بچائے۔

۵۳۱۵ ۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهٗ وَيَسْتُرُهٗ فَيَقُوْلُ اَتَعْرِفُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قریب فرمائے گا تو اس پر اپنا پردہ[1] رکھے گا اور

ذَنْبَ كَذَا اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ اَيْ رَبِّ حَتّٰى قَرَّرَهٗ بِذُنُوْبِهٖ وَرَاٰى فِيْ نَفْسِهٖ اَنَّهٗ قَدْ هَلَكَ قَالَ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى كِتَابَ حَسَنَاتِهٖ وَاَمَّا الْكُفَّارُ وَالْمُنَافِقُوْنَ فَيُنَادٰى بِهِمْ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ هٰؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اسے چھپائے گا، پھر فرمائے گا تو فلاں گناہ پہچانتا ہے وہ کہیں گے ہاں یارب حتیٰ کہ اس سے اس کے سارے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور وہ اپنے دل میں سمجھے گا کہ ہلاک ہوا، رب فرمائے گا کہ میں نے یہ عیوب دنیا میں چھپا لیے تھے اور آج انھیں بخشتا ہوں، پھر اس کی نیکیوں کی تحریر اسے دے دی جائے گی، لیکن کفار و منافقین ان کو مخلوق کے سامنے پکارا جائے گا کہ یہ وہ ہی لوگ ہیں جو اپنے رب پر جھوٹ بولتے آگاہ رہو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

(بخاری و مسلم)

۵۳۱۶/۴ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ دَفَعَ اللّٰهُ اِلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا فَيَقُوْلُ هٰذَا ۱ فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب قیامت کا دن ہوگا، تو اللہ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا عیسائی عطا فرمائے گا، تو کہے گا یہ تیرا فدیہ ہے آگ سے چھٹکارے کے لیے ہے۔

(المسلم)

۵۳۱۷/۵ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاءُ بِنُوْحٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُقَالُ لَهٗ هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ يَا

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے روز حضرت نوح کو لایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا

۱؎ کنف، پہلے دونوں حروف پر پیش، پناہ، پردہ، نگہبانی، سایہ، جانب اور پرندہ کا پر

۲؎ تاکہ اہل ایمان، اہل محشر کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔

۳؎ اپنے گناہوں کی سزا کی وجہ سے

۱؎ فک، گروی شے کو نکالنا، فکاک، فاء پر زبر یا زیر، وہ چیز جس کے ذریعے گروی شے کو واپس لیا جائے گویا مسلمان دوزخ میں گروی ہوگا اور یہودی یا نصرانی کو اس جگہ دوزخ میں بھیج کر مسلمان کو باہر نکالا جائے گا، اس کی تاویل یہ ہے کہ ہر مکلف خواہ کافر ہو یا مومن کا ٹھکانہ جنت و دوزخ میں ہے جو شخص ایمان کے ساتھ دنیا سے جاتا ہے اس کا وہ ٹھکانہ جو دوزخ میں تھا اسے بہشت کے ٹھکانے سے تبدیل کر دیا جاتا ہے اور جو ایمان کے ساتھ نہیں جاتا اس کا معاملہ اس کے برعکس کر دیا جاتا ہے گویا مومنوں کی جگہ دوزخ میں کافروں کا ٹھکانہ ہوگا اور یہ کافر مومن کے چھٹکارے کا سبب بنیں گے، یہ مراد نہیں کہ مومن کے گناہوں کا عذاب کسی کافر کو ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) باقی یہود و نصاریٰ کی تخصیص، مسلمانوں کے ساتھ ان کی شدید عداوت و بغض کی وجہ سے ہے

رَبِّ فَتُسْئَلُ اُمَّتُہٗ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ مَا جَآءَنَا مِنْ نَّذِيْرٍ فَيُقَالُ مَنْ شُهُوْدُكَ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَّ اُمَّتُہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُجَآءُ بِكُمْ فَتَشْهَدُوْنَ اَنَّہٗ قَدْ بَلَّغَ ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

کہ آپ نے تبلیغ[1] کی تھی وہ عرض کریں گے ہاں یا رب! پھر ان کی اُمت سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم کو تبلیغ کی گئی تھی وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے[2] والا نہ آیا، فرمایا جائے گا، اے نوح! تمھارے گواہ کون ہیں؟ عرض کریں گے حضرت محمد اور ان کی امت۔ حضور نے فرمایا پھر تمھیں لایا جائے گا تم گواہی دو گے کہ انھوں نے تبلیغ کی تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی "اس طرح ہم نے تم کو بہترین[3] امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور یہ رسول تمھارے نگران گواہ ہوں[4]"

(البخاری)

---

[1] اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی ان کو پہنچائے تھے

[2] امت انکار کر دے گی

[3] عادل، نیک اور فاضل

[4] امت کی گواہی یہ ہو گی کہ ان امتوں کی طرف انبیاء علیہم السلام آئے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام ان تک پہنچائے اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گواہی یہ ہو گی جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جب تمام انبیاء علیہم السلام کی امتیں انکار کر دیں گی کہ ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا تو وہ انبیاء حضور کی امت کو گواہ کے طور پر پیش کریں گے اور وہ گواہی دیں گے۔ پھر اس امت سے سوال ہو گا کہ تمھیں کیسے علم ہوا تم تو موجود ہی نہیں تھے، تو وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کتاب اللہ سے یہ تعلیم پائی، اس نے ہمیں بتایا کہ ان انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کو تبلیغ کی تھی، تو ہم نے قرآن کی گواہی کی وجہ سے گواہی دی ہے اس کے بعد وہ دیگر امتیں، حضور کی امت کے صدق و عدالت میں چہ مگوئی کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس امت کے تزکیہ و تعدیل کے لیے حضور علیہ السلام کو گواہ بنائے گا، آپ اس کے عادل و صادق ہونے کی گواہی دیں گے۔ ان پر رسول کے گواہ ہونے کا یہی معنی ہے اس لحاظ سے آپ کو دیگر امتوں پر گواہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ جب آپ نے اپنی امت کا تزکیہ فرما دیا اور ان کی گواہی دیگر امتوں پر ثابت و متحقق ہو گئی تو گویا ان پر حضور ہی کی گواہی ہوئی۔ اسی وجہ سے کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی امت کو لایا جائے گا۔

۵۳۱۸/٦ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّا اَضْحَكُ قَالَ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ مِنْ مُّخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّہٗ يَقُوْلُ يَا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے تو آپ مسکرائے، فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کسی چیز پر ہنس رہا ہوں؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر

رَبِّ اَلَمْ تُجِرْنِیْ مِنَ الظُّلْمِ قَالَ یَقُوْلُ بَلٰی قَالَ فَیَقُوْلُ فَاِنِّیْ لَآ اُجِیْزُ عَلٰی نَفْسِیْ اِلَّا شَاهِدًا مِّنِّیْ قَالَ فَیَقُوْلُ كَفٰی بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ شَهِیْدًا وَّ بِالْكِرَامِ الْكَاتِبِیْنَ شُهُوْدًا قَالَ فَیُخْتَمُ عَلٰی فِیْهِ فَیُقَالُ لِاَرْكَانِهٖ اَنْطِقِیْ قَالَ فَتَنْطِقُ بِاَعْمَالِهٖ ثُمَّ یُخَلّٰی بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الْكَلَامِ قَالَ فَیَقُوْلُ بُعْدًا لَّكُنَّ وَ سُحْقًا فَعَنْكُنَّ كُنْتُ اُنَاضِلُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

جانتے ہیں فرمایا: بندہ اپنے رب سے عرض معروض کرنے پر عرض کرے گا، اے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے امان[1] نہیں دی۔ فرمائے گا ہاں! فرمایا: تو بندہ کہے گا کہ میں اپنی ذات پر کوئی گواہی[2] روا نہیں رکھتا مگر اپنے میں سے گواہ فرمایا کہ رب فرمائے گا آج تو ہی اپنے نفس پر کافی گواہ ہے اور کراماً کاتبین فرشتے[3] گواہ ہیں۔ فرمایا پھر اس کے منہ پر مہر کر دی جائے گی پھر اس کے اعضاء سے کہا جائے گا تم بولو! فرمایا: وہ اس کے اعمال کے متعلق کلام کریں گے پھر بندے اور اس کے کلام کے درمیان خلوت[4] کر دی جائے گی، فرمایا: وہ کہے گا کہ تمھیں دوری اور ہلاکت ہو، میں تمھیں سے دفع کرتا تھا۔ (المسلم)

۵۳۱۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰی رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قَالَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الشَّمْسِ فِی الظَّهِیْرَةِ لَیْسَتْ فِیْ سَحَابَةٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ لَیْسَ فِیْ سَحَابَةٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صحابۂ کرام نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا روزِ قیامت ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ فرمایا: دوپہر کے وقت سورج کو دیکھتے ہیں جبکہ بادلوں میں نہ ہو، تم کوئی تردد کرتے ہو؟ فرمایا نہیں۔ فرمایا کیا تم رات کو چاند دیکھنے میں تردد کرتے ہو؟ جبکہ وہ بادلوں میں نہ ہو۔ قسم ہے اس ذات کی

---

[1] تو نے فرمایا ہے کہ میں اپنے بندوں پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا

[2] میں کسی دوسرے کو گواہ نہیں بناتا، اگر میری ذات خود گواہ بن سکتی ہے تو مجھے قبول ہے اور خیال یہ کرے گا کہ دوسرے کی نسبت میرا وجود اپنے اوپر نقصان دہ گواہی نہیں دے گا اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ ذات کو ہی اس پر ایسا گواہ بنا دے کہ اسے دم مارنے اور انکار کی گنجائش ہی نہ رہے، آپ کے ہنسنے کا سبب یا بندے کا یہ عمل ہے، یا اللہ تعالیٰ کا بندے کی زبان پر مہر ثبت کرنا اور دیگر اعضاء کا گواہی دینا، بندے کا انھیں برا کہنا اور ان کے لیے بددعا کرنا ہے، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

[3] جو بندے کے اعمال لکھتے ہیں اور ان فرشتوں کا گواہ بنانا مقصود کے زیادہ قریب ہے اور اس کے بعد تاکید و پختگی کے لیے بندہ کا اپنی ذات کو گواہ بنانا ہے، اسی لیے کہ بندہ خود اس پر راضی ہے اور درخواست کر رہا ہے اب اگر صرف فرشتوں کو گواہ بنایا جائے تو وہ تسلیم نہیں کرے گا۔

[4] یعنی میں تمھاری محافظت کرتا رہا اور تمھیں اپنا سجن جانتا رہا، لیکن تم تو میرے دشمن نکلے۔

تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَۃِ رَبِّکُمْ اِلَّا کَمَا تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَۃِ اَحَدِھِمَا قَالَ فَیَلْقَی الْعَبْدَ فَیَقُوْلُ اَیْ فُلَانُ اَلَمْ اُکْرِمْكَ وَاُسَوِّدْكَ وَاُزَوِّجْكَ وَاُسَخِّرْ لَكَ الْخَیْلَ وَالْاِبِلَ وَاَذَرْكَ تَرْاَسُ وَتَرْبَعُ فَیَقُوْلُ بَلٰی قَالَ فَیَقُوْلُ اَفَظَنَنْتَ اَنَّكَ مُلَاقِیَّ فَیَقُوْلُ لَا فَیَقُوْلُ فَاِنِّیْ قَدْ اَنْسَاكَ کَمَا نَسِیْتَنِیْ ثُمَّ یَلْقَی الثَّانِیْ فَذَکَرَ مِثْلَہٗ، ثُمَّ یَلْقَی الثَّالِثَ فَیَقُوْلُ لَہٗ، مِثْلَ ذٰلِكَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِکِتَابِكَ وَبِرُسُلِكَ وَصَلَّیْتُ وَصُمْتُ وَتَصَدَّقْتُ وَیُثْنِیْ بِخَیْرٍ مَّا اسْتَطَاعَ فَیَقُوْلُ ھٰھُنَا اِذًا ثُمَّ یُقَالُ الْاٰنَ نَبْعَثُ شَاھِدًا عَلَیْكَ وَیَتَفَکَّرُ فِیْ نَفْسِہٖ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْھَدُ عَلَیَّ فَیُخْتَمُ عَلٰی فِیْہِ وَیُقَالُ لِفَخِذِہٖ اِنْطِقِیْ فَتَنْطِقُ فَخِذُہٗ وَلَحْمُہٗ وَعِظَامُہٗ بِعَمَلِہٖ وَذٰلِكَ لِیُعْذِرَ مِنْ نَّفْسِہٖ وَذٰلِكَ الْمُنَافِقُ وَذٰلِكَ الَّذِیْ سَخِطَ اللّٰہُ عَلَیْہِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ) وَذُکِرَ حَدِیْثُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ یَدْخُلُ اُمَّتِی الْجَنَّۃَ فِیْ بَابِ التَّوَکُّلِ بِرِوَایَۃِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اپنے رب کے دیکھنے میں تردّد نہیں کرو گے جیسے تم اپنے کسی فرد کو دیکھنے میں تردد نہیں کرتے بس ایک بندے سے ملے گا[2] اور فرمائے گا بتا کیا میں نے تجھے عزت نہ بخشی، سرداری نہ دی، بیوی عطا نہ فرمائی، نیز گھوڑے اونٹ تیرے تابع کیے اور سردار بنایا کہ تو جو چوتھائی حصّہ[3] لیتا رہا، عرض کرے گا کیوں نہیں، فرمائے گا کیا تو مجھ سے ملنے کا خیال رکھتا تھا؟ عرض کرے گا نہیں۔ فرمائے گا کہ میں نے تجھے بھلائے رکھا جیسے تو نے مجھے بھلایا، پھر دوسرے سے ملاقات فرمائے گا اور اسی طرح گفتگو ہوگی، پھر تیسرے سے ملاقات ہوگی اور اس سے بھی اسی طرح فرمائے گا وہ عرض کرے گا اے رب! میں تجھ پر ایمان لایا اور تیری کتاب پر اور تیرے رسول پر اور نماز پڑھی اور روزے رکھے خیرات کی اور طاقت کے مطابق اپنی خوبیاں بیان کرے گا، فرمائے گا ٹھہر جا[4]۔ فرمایا جائے گا کہ ہم ابھی تیرے گواہ لاتے ہیں وہ دل میں سوچے گا کہ میرے اوپر کون گواہی دے گا؟ پس اس کے منہ پر مہر لگا دی جائیگی[5] اور اسی کی ران سے بولنے کے متعلق کہا جائے گا۔ تو اس کی ران کا گوشت اور اسی کی ہڈیاں اس کے اعمال بیان کریں گے اور یہ اس لیے کہ وہ اپنا عذر خود ختم کر دے کیونکہ وہ منافق ہے اور اسی پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔

(المسلم)

ویدخل امتی الجنۃ والی حدیث ابوہریرہ پچھلے باب التوکل میں حضرت ابن عباس کی روایت سے مذکور ہوئی

---

[1] تو جس طرح تم سورج و چاند کو دیکھنے میں شک و اختلاف نہیں رکھتے اسی طرح تم اپنے رب کو بھی دیکھو گے۔ تضارون تاء پہ پیش، راء مشدد یا مخفف اگر تشدید ہو تو معنی ضرر ہے اور اگر تخفیف ہو تو خیر کا معنی بھی ضرر ہی ہے، معنی یہ ہوگا کہ دیدار اتنا واضح اور روشن ہوگا کہ وہاں کسی کا اختلاف و مجادلہ کسی ضرر کا سبب نہیں ہوگا۔ بعض نے کہا۔ مجمع البحار میں ہے کہ مضارت کا معنی نظر کے نزدیک اجتماع اور اژدہام ہے۔ قاضی عیاض مالکی نے فرمایا: اس کا معنی

تنگی اور تنگ کرنا ہے جو اژدہام اور اجتماع کے قریب ہے، بعض نے کہا مضایقت کسی شے کو مکان واحد میں جہت مخصوص اور اندازِ مخصوص کے ساتھ دیکھنا ہے، دوسری روایت میں یہ لفظ تضامون راء کی جگہ میم ہے۔ یہ بھی تاء پر پیش میم مشدد یا مخفف، اگر مشدد ہو تو ضم اور اگر تخفیف ہو تو ضیم سے ہے۔ ضیم اور ضم دونوں کا معنی اجتماع و اژدہام ہے ضیم کا معنی ظلم و ستم کرنا ہے ہر صورت میں مآل ایک ہی ہے ۔

[2] جاہلیت میں رسم تھی کہ مالِ غنیمت کا چوتھا حصہ سردار لیتا اور باقی قوم میں تقسیم ہوتی، یہ اس کی طرف اشارہ ہے

[3] تو نے دعوٰی اعمال خیر و شکر کیا ہے ٹھہر اب تیرے اعمال تجھے دکھاتا ہوں

[4] یختم صیغہ معروف بھی پڑھا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے منہ پر مہر لگا دے گا

[5] ران، گوشت اور ہڈیوں سے مراد تمام اعضاء کا گواہی دینا ہے جیسا کہ حدیثِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں گذر چکا ہے ۔

[6] یہ سوال و جواب، منہ پر مہر لگانا اور اعضاء کا گواہی دینا اس لیے ہے تاکہ بندے کا عذر زائل ہو جائے اور بندے کے گناہوں کا ثبوت ہو جائے اب عذر باقی نہ رہے یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب دینے میں صاحبِ عذر ہو جائے کہ بندے کو اس کے نفس کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

[7] جس کا حال بیان ہوا یہ منافق ہو گا

[8] جس کا اول حصہ یَدْخُلُ مِنْ اُمَّتِيَ الْجَنَّةَ کہ ستر ہزار افرادِ امت بلا حساب جنت میں جائیں گے ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۵۳۲۰/۸ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَعَدَنِيْ رَبِّيْ اَنْ يُّدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعِيْنَ اَلْفًا لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ كُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا وَثَلٰثُ حَثَيَاتِ رَبِّيْ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ سے میرے رب نے وعدہ فرما لیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد کو جنت میں اس طرح داخل فرمائے گا کہ نہ ان کا حساب ہو گا نہ عذاب۔ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور میرے رب کے لپوں[1] میں سے تین لپ۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

۵۳۲۱/۹ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلٰثَ عَرَضَاتٍ

حضرت حسن، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کی قیامت کے دن تین پیشیاں ہوں گی

---

[1] حثیہ، دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو ملا کر، بھر کر دینا ہے ۔

فَأَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَمَعَاذِيرُ وَأَمَّا الْعَرْضَةُ الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَطِيرُ الصُّحُفُ فِي الْأَيْدِي فَآخِذٌ بِيَمِينِهٖ وَآخِذٌ بِشِمَالِهٖ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ لَا يَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ قِبَلِ أَنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي مُوسٰى۔

دو پیشیاں تو بحث[۱] اور معذرت[۲] کی ہیں اور رہی تیسری تو اس وقت نامۂ اعمال اڑ کر ہاتھوں میں پہنچ[۳] جائیں گے بعض داہنے ہاتھ میں لیں گے اور بعض بائیں ہاتھ میں (مسند احمد، ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث اس وجہ سے صحیح نہیں کہ حسن[۴] نے حضرت ابوہریرہ سے سنا نہیں، بعض محدثین نے یہ حدیث حسن ابی موسیٰ سے روایت کی ہے۔

[۱] جدال سے مراد یہ ہے کہ لوگ وہاں ارتکاب گناہ سے انکار کریں گے خصوصاً کفار، تمام انبیاء، رسل اور ان کی تبلیغ و شریعت کا انکار کریں گے

[۲] معاذیر، معذرت کی جمع ہے یعنی بندے اپنے گناہوں کا اعتراف تو نہیں کریں گے مگر سہو و نسیان عجز اور اضطرار کہہ کر معذرت کریں گے۔

[۳] مرحلہ حساب مکمل ہو جائے گا

[۴] امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا نہیں، یاد رہے امام حسن کا حضرت ابوہریرہ کو دیکھنا اور ملاقات کرنا ثابت ہے ہاں صحت کے ساتھ حدیث لینا ثابت نہیں۔ شیخ جزری نے تصحیح مصابیح میں فرمایا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں تین احادیث حضرت ابوہریرہ کی امام حسن سے روایت کی ہیں لیکن امام مسلم نے کوئی حدیث نہیں لائے۔

٥٣٢٢ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي عَلٰى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُولُ أَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا أَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُونَ فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ أَفَلَكَ عُذْرٌ قَالَ لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ بَلٰى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتَخْرُجُ بِطَاقَةٌ فِيهَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَيَقُولُ احْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ فَيَقُولُ إِنَّكَ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک شخص قیامت کے دن مخلوق کے سامنے چھانٹے گا تو اس کے سامنے ننانوے دفتر پھیلائے جائیں گے، ہر دفتر تاحدِ نظر ہوگا پھر فرمائے گا کیا تو ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے، کیا تجھ پر میرے نگران کاتبین نے ظلم کیا ہے۔ عرض کرے گا نہیں یارب۔ پھر فرمائے گا، کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے، عرض کرے گا نہیں یارب، تو فرمائے گا ہمارے پاس تیری ایک نیکی بھی ہے اور تجھ پر ظلم آج نہ ہوگا، تو ایک ورقہ[۱] نکالا جائے گا جس میں لکھا ہوگا "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" رب فرمائے گا جا اپنے عمل کے وزن پر حاضر ہو وہ کہے گا۔

لَا تُظْلَمُ قَالَ فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِي كِفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِي كِفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

یارب یہ ورقہ ان دفاتر کے مقابل کیا ہے؟ رب فرمائے گا کہ تجھ پر ظلم[2] نہیں کیا جائے گا۔ فرمایا: پھر یہ دفتر ایک پلے میں اور یہ ورقہ دوسرے پلے میں رکھا جائے گا تو یہ دفتر ہلکے ہوجائیں گے اور وہ پرچہ بھاری ہوجائے گا اللہ کے نام کے مقابل کوئی شے وزنی نہ ہوگی[3]۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

[1] بطاقہ، باء کے نیچے زیر، لغت اہل مصر میں وہ کاغذ جس پر بہاڈ لکھ کر کپڑے کے اندر رکھا جاتا ہے۔

[2] یہ کاغذ عظیم وزن رکھتا ہے، اسے وزن کیا جائے گا تاکہ تجھ پر ظلم نہ ہو۔

[3] اگرچہ گناہوں کے پہاڑ ہی کیوں نہ ہوں

٥٣٢٣ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا ذَكَرَتِ النَّارَ فَبَكَتْ[1] فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُبْكِيكِ قَالَتْ ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ فَهَلْ تَذْكُرُونَ أَهْلِيكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا فِي ثَلٰثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ أَحَدٌ أَحَدًا عِنْدَ الْمِيزَانِ حَتّٰى يَعْلَمَ أَيَخِفُّ مِيزَانُهُ أَمْ يَثْقُلُ وَعِنْدَ الْكِتَابِ حِينَ يُقَالُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ حَتّٰى يَعْلَمَ أَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهُ أَفِي يَمِينِهِ أَمْ فِي شِمَالِهِ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ إِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دوزخ یاد آئی تو رونے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کون سی چیز رلا رہی ہے۔ عرض کیا مجھے آگ یاد آگئی[1] تو میں رو پڑی کیا آپ قیامت میں اپنے گھر والوں کو یاد کریں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مواقع پر کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ میزان کے پاس حتیٰ کہ جان لے کہ اس کا وزن ہلکا ہے یا بھاری۔ اور نامۂ اعمال ملنے کے وقت جب کہا جاوے گا "آؤ اعمال نامہ پڑھو[2]" حتیٰ کہ جان لے کہ اس کا نامہ اعمال کہاں پڑتا ہے؟ اس کے دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں پیٹھ کے پیچھے سے[3] اور پل صراط[4] کے نزدیک جب کہ وہ دوزخ کے کناروں کے درمیان رکھا جائے گا۔ (ابوداؤد)

[1] تو اس کے خوف وعذاب سے

[2] یہ وہ شخص کہے گا جس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ہوگا اور وہ خوشی میں لوگوں سے کہے گا، یہ میرا نامۂ اعمال پڑھو

[3] مصابیح کے بعض نسخوں میں " أَوْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ " کے الفاظ ہیں

[4] یہ دوزخ کے اوپر تلوار سے تیز اور استرے سے باریک ہوگا، لوگوں کو اس کے اوپر سے گذرنا ہوگا۔ ان تینوں مقامات پر ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی، کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

٥٣٢٤
١٢
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَعَدَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لِيْ مَمْلُوْكِيْنَ يُكَذِّبُوْنَنِيْ وَيَخُوْنُوْنَنِيْ وَيَعْصُوْنَنِيْ وَ أَشْتِمُهُمْ وَأَضْرِبُهُمْ فَكَيْفَ أَنَا مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ يُحْسَبُ مَا خَانُوْكَ وَعَصَوْكَ وَكَذَّبُوْكَ وَعِقَابُكَ إِيَّاهُمْ فَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ كَفَافًا لَا لَكَ وَلَا عَلَيْكَ وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ دُوْنَ ذَنْبِهِمْ كَانَ فَضْلًا لَكَ وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ فَوْقَ ذُنُوْبِهِمْ اُقْتُصَّ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ فَتَنَحَّى الرَّجُلُ وَجَعَلَ يَهْتِفُ وَيَبْكِيْ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا تَقْرَأُ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا أَجِدُ لِيْ وَلِهٰؤُلَاءِ شَيْئًا خَيْرًا مِّنْ مُّفَارَقَتِهِمْ أُشْهِدُكَ أَنَّهُمْ كُلَّهُمْ أَحْرَارٌ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

٥٣٢٥
١٣
وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ صَلٰوتِهٖ اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَسِيْرًا قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ

تیسری فصل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ ایک شخص حاضر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور میری خیانت کرتے ہیں میری نافرمانیاں کرتے ہیں میں انھیں گالیاں دیتا ہوں مارتا ہوں تو اس کے متعلق میرا کیا حال ہوگا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ان خیانتوں، نافرمانیوں اور جھوٹوں کا اور تیرا انھیں سزا دینے کا حساب لگایا جائے گا پھر اگر تیرا سزا دینا ان کے جرموں کے برابر ہوگا تو اولا بدلہ ہو جائے گا نہ تجھے مفید نہ مضر اور اگر تیرا انھیں سزا دینا ان کے قصوروں سے کم ہوا، تو تجھے ان پر بزرگی حاصل ہوگی اور اگر سزا دینا ان کے قصور سے زیادہ ہوا تو زیادتی کا تجھ سے بدلہ لیا جائے گا تو وہ آدمی الگ ہٹ گیا اور چیخیں مارنے لگا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو نے رب کا یہ فرمان نہیں پڑھا کہ ہم قیامت کے دن انصاف والی ترازو رکھیں گے تو کوئی جان کچھ بھی ظلم نہیں کی جائے گی، اگر رائی کے دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے بھی لائیں گے، ہم کافی حساب لینے والے ہیں تو وہ شخص بولا یا رسول اللہ! میں اپنے اور ان غلاموں کے لیے ان کی جدائی سے بہتر کوئی چیز نہیں پاتا۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ سارے آزاد ہیں۔ (ترمذی)

اور انھی سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی بعض نمازوں میں یہ کہتے ہوئے سنا الٰہی مجھ سے آسان حساب لے۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ!

مَا الْحِسَابُ الْيَسِيْرُ قَالَ اَنْ يَنْظُرَ فِيْ كِتَابِهٖ[1] فَيُجَاوِزُ عَنْهُ اِنَّهٗ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ يَوْمَئِذٍ يَا عَائِشَةُ هَلَكَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

آسان حساب کیا چیز ہے؟ فرمایا، یہ ہے کہ اس کے نامۂ اعمال پر[2] نظر کر دی جائے پھر اسے معافی دے دی جائے جس کے حساب میں اس دن جرح کر لی گئی اے عائشہ! وہ ہلاک ہو جائے گا (مسند احمد)

۱؎ یہ دعا کرتے تھے

۲؎ بندے کی اس کے نامۂ اعمال پر نظر کروا کے اسے معاف کر دیا جائے گا "فینظر" کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے۔

۵۳۲۶/۱۴ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخْبِرْنِيْ مَنْ يَقْوٰى عَلَى الْقِيَامِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِيْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فَقَالَ يُخَفَّفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتّٰى يَكُوْنَ عَلَيْهِ كَالصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے آگاہ فرمائیے روز قیامت کھڑے ہونے پر کون قدرت رکھے گا جس کے متعلق اللہ عزّ وجل نے فرمایا کہ جس دن لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہونگے تو فرمایا کہ وہ دن مومن کے لیے[1] ہلکا کر دیا جائے گا حتیٰ کہ اس پر ایک فرض نماز[2] کی طرح ہو جائے گا۔

۱؎ وہاں کھڑا ہونا

۲؎ چار رکعت کا وقت

۵۳۲۷/۱۵ وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ مَا طُوْلُ هٰذَا الْيَوْمِ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّهٗ لَيُخَفَّفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَهْوَنَ عَلَيْهِ مِنَ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ يُصَلِّيْهَا فِي الدُّنْيَا۔

(رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَ النُّشُوْرِ)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس دن کے بارے میں عرض کیا گیا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے کہ اس دن کی کتنی درازی ہے؟ تو فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کہ وہ ان مومنین پر ہلکا کر دیا[1] جائے گا حتیٰ کہ اس فرض نماز سے بھی زیادہ آسان ہو جائے گا جسے وہ دنیا میں پڑھتا تھا۔

(مذکورہ دونوں احادیث کو بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں روایت کیا)

۱؎ وقت جلدی گذر جائے گا

۵۳۲۸/۱۶ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ عَنْ

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُحْشَرُ النَّاسُ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَیُنَادِیْ مُنَادٍ فَیَقُوْلُ اَیْنَ الَّذِیْ کَانَتْ تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ فَیَقُوْمُوْنَ وَھُمْ قَلِیْلٌ فَیَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ ثُمَّ یُؤْمَرُ بِسَائِرِ النَّاسِ اِلَی الْحِسَابِ۔

(رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ قیامت کے دن ایک میدان[١] میں جمع کیے جائیں گے تو پکارنے والا پکارے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن کے پہلو اپنی خوابگاہوں[٢] سے الگ رہتے تھے پس وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور وہ تھوڑے ہوں گے تو وہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے پھر باقی تمام لوگوں کو حساب کی طرف جانے کا حکم دیا جائے گا۔

(بیہقی، شعب الایمان)

---

[١] صعید، اصلاً اس کا معنی زمین یا روئے زمین ہے، یہاں مراد ہموار اور فراخ زمین ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ زمینِ محشر ایسی سفید اور ہموار ہے کہ اس کی نرمی کی وجہ سے پاؤں پھسلے گا۔

[٢] اس سے مراد نمازِ تہجد کے لیے قیام ہے، بعض کے نزدیک عشاء و مغرب کے درمیان کا وقت ہے، نماز مراد نہیں۔

بَابُ الْحَوْضِ وَالشَّفَاعَۃِ

۲۴۸۔ حوضِ کوثر اور شفاعت کا بیان

حوض لغۃً پانی کا جمع ہونا اور بہنا ہے، خواتین کو جو حیض آتا ہے اور خون بہنے کا سبب بنتا ہے، وہ اسی لفظ حوض سے مشتق ہے، یہاں وہ حوض مراد ہے جو حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روزِ قیامت عطا کیا جائے گا اور احادیث میں اس کی صفات کا تذکرہ آیا ہے۔ منقول یہ ہے کہ روزِ قیامت ہر نبی کے لیے حوض ہوگا جس پر ان کی امت وارد ہوگی شفاعت، شفع سے مشتق ہے، لغۃً اس کا معنی ایک شے کا دوسری شے کے ساتھ متصل ہونا۔ شفع بمعنی زوج وتر کے اور فرد کے مقابل بھی آتا ہے فروخت شدہ زمین میں ہمسایہ کا حقِ شفعہ اسی لفظ سے ہے۔ شفاعت میں بھی شفیع کا بارگاہِ خدا میں گناہوں کی درخواست کی وجہ سے مجرم کے ساتھ انضمام پایا جاتا ہے۔ شفاعت کی تمام اقسام کا سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثبوت ہے، البتہ بعض آپ کے لیے مخصوص اور بعض مشترکہ ہیں جو شخصیت شفاعت کا دروازہ کھولے گی وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہوگی، لہٰذا تمام شفاعات درحقیقت آپ ہی کی طرف لوٹتی ہیں، لہٰذا آپ صاحب شفاعات علی الاطلاق ہیں۔ پہلی قسم اطاعتِ کبریٰ ہے جو تمام مخلوق کو نصیب ہوگی، یہ آپ کے ساتھ مخصوص ہے

انبیاء صلوٰۃ اللہ وسلامہ اللہ علیہم میں سے بھی کسی کو یہ مقام حاصل نہیں بلکہ کسی کو وہاں جرأت و اقدام کی مجال نہ ہوگی، یہ شفاعت میدان محشر میں طول وقوف سے نجات، تعجیل حساب اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے لیے ہوگی کہ لوگوں کو اس تنگی و شدت سے نکال دیا جائے جیسا کہ احادیث میں اس کی تفصیل ہے۔ دوسری قسم کی شفاعت لوگوں کا بغیر حساب جنت میں داخلہ کے لیے ہوگی، احادیث میں اس کا ثبوت بھی ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہے۔

تیسری قسم ان لوگوں کے لیے ہے جن کے اچھے اور بُرے اعمال برابر ہوں گے، وہ شفاعت کی بناء پر جنت میں جائیں گے، چوتھی قسم جو لوگ دوزخ کے مستحق ہوں گے وہ آپ کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے، پانچویں قسم رفع درجات اور زیادتی کرامات کے لیے ہوگی چھٹی قسم ان گنہ گاروں کے لیے جو دوزخ میں جائیں گے پھر آپ کی شفاعت سے باہر آئیں گے، یہ شفاعت بقیہ انبیاء، ملائکہ، علماء اور شہداء میں مشترک ہے، ساتویں قسم جنت کا افتتاح، آٹھویں قسم دائمی عذاب پانے والوں کے عذاب میں تخفیف، نویں قسم، اہل مدینہ کے لیے خصوصی شفاعت، اسی طرح زیارتِ بارگاہِ نبوی کرنے والوں کے لیے شفاعت امتیازی ہے۔ شارحین نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۵۳۲۹ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَا اَنَا اَسِیْرُ فِی الْجَنَّۃِ اِذَا اَنَا بِنَھَرٍ حَافَتَاہُ قِبَابُ الدُّرِّ الْمُجَوَّفِ قُلْتُ مَا ھٰذَا یَا جِبْرِیْلُ قَالَ ھٰذَا الْکَوْثَرُ الَّذِیْ اَعْطَاکَ رَبُّکَ فَاِذَا طِیْنُہٗ مِسْکٌ اَذْفَرُ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

پہلی فصل

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ہم جنت میں سیر[1] کر رہے تھے تو ایک نہر پر پہنچے جس کے کناروں پر کھوکھل موتی کے خیمے تھے، ہم نے پوچھا اے جبریل! یہ کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا یہ وہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا[2] فرمایا ہے، اس کی مٹی خالص مشک[3] تھی

(البخاری)

[1] ظاہر یہی ہے کہ یہ سیر شب معراج میں تھی

[2] یہ آیت "انا اعطینٰک الکوثر" کی طرف اشارہ ہے، اکثر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر حوض کوثر سے کی ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ کوثر سے مراد کثیر ہے خواہ علم و عمل میں ہو یا شرفِ دارین میں اور یہ حوض کوثر اس خیر کثیر کا ایک فرد ہے بعض نے اس کی تفسیر اولاد، تبعین اور علماء امت سے کی ہے، یہ بھی خیر کثیر میں شامل ہے، اس کے بیان میں قوم کی اچھی اور پسندیدہ گفتگو ہے، اس میں سے کچھ کا تذکرہ رسالہ مناقب آئمہ اثنیٰ عشر میں ذکر کیا گیا ہے۔

[3] ذفر، دونوں حروف پر فتحہ، تیز بُو خواہ اچھی ہو یا بری، مسک اذفر یعنی بہت ہی اچھی و اعلیٰ خوشبو

۵۳۳۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَوْضِیْ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا حوض

مَسِيْرَةُ شَهْرٍ وَزَوَايَاهُ سَوَآءٌ وَمَآءُهٗ اَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَرِيْحُهٗ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَكِيْزَانُهٗ كَنُجُوْمِ السَّمَآءِ مَنْ يَّشْرَبُ مِنْهَا فَلَا يَظْمَأُ اَبَدًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ایک ماہ کی مسافت تک ہے اس کے زاویے[1] برابر ہیں اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے اور اس کے آبخورے آسمان کے تاروں[2] جیسے ہیں جو اس سے ایک دفعہ پی لے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ (بخاری و مسلم)

[1] اس کی لمبائی اور گہرائی مربع ہے۔

[2] کثرت اور چمکنے میں

[3] اگر یہ سوال ہو کہ بہشتی نہروں کی لذت کا اب کیا معنی؟ کیونکہ مزہ پیاس کے بعد ہی ہوتا ہے یہاں تو پیاس ہی نہیں ہوگی تو لذت کہاں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پیاس سے مراد کثیر اور ہلاک کر دینے والی ہے اور پیاسا اور بھوکا ہونا ایک تکلیف ہے اور اس کا دفع کرنا لذت کا وہم پیدا کرتا ہے اور جب وہاں تکلیف ہی نہ ہوگی تو اس کے رفع کی حاجت نہ ہوگی، شاید وہاں بغیر پیاس کے لذت حاصل ہو اور بہشت میں تو یہ بھی ہے کہ وہاں جو خواہش ہوگی وہ پوری ہوگی اگر کوئی وہاں تشنگی چاہے گا تو وہاں یہ بھی حاصل ہوگی۔

٥٣٣١ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ [3] اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ حَوْضِیْ اَبْعَدُ مِنْ اَيْلَةَ مِنْ عَدَنٍ لَهُوَ اَشَدُّ بَيَاضًا مِّنَ الثَّلْجِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ بِاللَّبَنِ وَلَاٰنِيَتُهٗ اَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُوْمِ وَاِنِّیْ لَاَصُدُّ النَّاسَ عَنْهُ كَمَا يَصُدُّ الرَّجُلُ اِبِلَ النَّاسِ عَنْ حَوْضِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ اَتَعْرِفُنَا يَوْمَئِذٍ قَالَ نَعَمْ لَكُمْ سِيْمَآءُ لَيْسَتْ لِاَحَدٍ مِّنَ الْاُمَمِ تَرِدُوْنَ عَلَیَّ غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا حوض اس سے لمبا ہے جو ایلہ[1] اور عدن[2] کا فاصلہ ہے، برف سے زیادہ سفید اور شہد ملے اور دودھ سے زیادہ شیریں ہے اس کے برتن آسمان کے ستاروں سے تعداد میں زیادہ ہیں میں اس سے لوگوں کو روکوں گا جیسے کوئی دوسرے لوگوں کے اونٹ کو اپنے حوض سے روکتا ہے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس دن آپ ہم کو پہچان لیں گے فرمایا: ہاں تمھاری وہ نشانی ہوگی جو کسی دوسری امت کی نہ ہوگی تم میرے پاس آثار وضو کی وجہ سے روشن چہرہ پنج کلیان آؤ گے۔ (المسلم)

وَفِیْ رِوَايَةٍ لَّهٗ عَنْ اَنَسٍ قَالَ تُرٰى فِيْهِ اَبَارِيْقُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ كَعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَآءِ وَفِیْ اُخْرٰى لَهٗ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ سُئِلَ عَنْ شَرَابِهٖ فَقَالَ اَشَدُّ بَيَاضًا

اس کی دوسری روایت میں حضرت انس سے یوں روایت ہے فرمایا اس میں سونے چاندی کے برتن، آسمان کے ستاروں کی تعداد میں دیکھے جائیں گے اور اس کی ایک روایت میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

مِّنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ يَغُتُّ فِيْهِ مِيْزَابَانِ يَمُدَّانِهِ مِنَ الْجَنَّةِ اَحَدُهُمَا مِنْ ذَهَبٍ وَّالْاٰخَرُ مِنْ وَّرِقٍ۔

مروی ہے کہ فرمایا حضور سے حوضِ کوثر کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا، اس میں جنت سے دو پرنالے گرتے ہیں، جو اسے بڑھاتے ہیں ایک سونے کا ہے دوسرا چاندی کا۔

[1] اَیلہ، ہمزہ پر زبر ہے یائے یمن سے متصل شام کے شہروں میں ایک شہر کا نام ہے

[2] دریائے ہند سے متصل، یمن کے شہروں میں ایک شہر کا نام ہے

[3] دوسری امت کے لوگوں کو

[4] آپ ہمیں پہچان لیں کہ غیروں کو آپ منع فرمائیں گے

[5] سِیما، سین کے نیچے زیر، یا ساکن بالقصر یا بالمد

[6] نور وضو کی وجہ سے پیشانی ہاتھ اور پاؤں روشن ہوں گے، جیسا کہ کتاب الطہارت میں وضو کی فضیلت میں گذر چکا ہے۔

[7] ابریق، ہمزہ مکسور ابریز سے معرب ہے

[8] غتّ، عین تا مشدد، غوطہ لگانا، قہر و غلبہ اور پے در پے آنا، یَغُتُّ، عین پر ضمہ یا کسرہ، از باب نصر و ضرب، یعب، یاء مشدد، عین پر پیش عَبٌّ سے مشتق ہے جس کا معنی مسلسل پانی پینا، یثبت یاء اور ثاء عین پر زبر ثعب بمعنی فجر ہے یعنی رواں ہونا اور باہر آنا، میزاب۔ میم کے نیچے زیر وَزَبَ بمعنی پانی جاری ہونا سے مشتق ہے یا لفظ فارسی مگر معرب ہے۔ نیز فارسی میں بمعنی یوں آتا ہے۔

۵۳۳۲ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ اَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنَنِيْ ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَاَقُوْلُ اِنَّهُمْ مِنِّيْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں حوض پر تمہارا پیش رو[1] ہوں جو مجھ پر گذرے گا وہ پیئے گا، وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا میرے پاس کچھ قومیں آئیں گی جنہیں میں پہچانتا ہوں[2] اور وہ مجھے پہچانتے ہیں، پھر میرے اور ان کے درمیان آڑ کر دی جائے گی تو میں کہوں گا یہ تو میرے ہیں، تو فرمایا جائے گا آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا باتیں پیدا کیں (یہ مانعین زکوٰۃ اور مرتد ہونے والے لوگ مراد ہیں جیسا کہ پیچھے گذر چکا ہے) میں کہوں گا اسے دوری ہو جو میرے[3] بعد تبدیلی کرے۔

(بخاری و مسلم)

[1] فرط، دونوں پر فتحہ، وہ شخص جو قوم سے پہلے کسی منزل پر جا کر حوض، ڈول اور رسی وغیرہ تیار رکھے۔

[2] میری امت میں سے ہوں گے۔

[3] مقام قرب و رحمت سے دور ہو جاؤ، اس حدیث کا مضمون اس کے قریب ہے جو حدیث باب الحشر کی ابتدأ میں گذری ہے کہ وہاں میں انھیں اصیحابی کہوں گا اس کا معنی و شرح وہاں تفصیل سے گذر چکا ہے۔

٥٣٣٣ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُحْبَسُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُهَمُّوْا بِذٰلِكَ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا إِلٰى رَبِّنَا فَيُرِيْحُنَا مِنْ مَّكَانِنَا فَيَأْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ أَنْتَ اٰدَمُ أَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَأَسْكَنَكَ جَنَّتَهٗ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَعَلَّمَكَ أَسْمَآءَ كُلِّ شَيْءٍ إِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا هٰذَا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ أَصَابَ أَكْلَهٗ مِنَ الشَّجَرَةِ وَقَدْ نُهِيَ عَنْهَا وَلٰكِنِ ائْتُوْا نُوْحًا أَوَّلَ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ أَصَابَ سُؤَالَهٗ رَبَّهٗ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلٰكِنِ ائْتُوْا إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ قَالَ فَيَأْتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ إِنِّيْ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ ثَلٰثَ كَذِبَاتٍ كَذَبَهُنَّ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُوْسٰى عَبْدًا اٰتَاهُ اللّٰهُ التَّوْرٰىةَ وَكَلَّمَهٗ وَقَرَّبَهٗ نَجِيًّا قَالَ فَيَأْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ إِنِّيْ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ أَصَابَ قَتْلَهُ النَّفْسَ وَلٰكِنِ ائْتُوْا عِيْسٰى

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ ایمان[1] روزِ قیامت روکے جائیں گے حتیٰ کہ اس کی وجہ سے سخت غمگین ہوں گے تو کہیں گے کہ ہم اپنے رب کی بارگاہ میں شفیع لاتے تاکہ وہ اس جگہ سے حرکت[2] دے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو جائیں گے عرض کریں گے آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت[3] سے بنایا، آپ کو جنت میں رکھا آپکو فرشتوں سے سجدہ کرا دیا، آپ کو ہر چیز کے نام بتائے اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کریں کہ وہ ہم کو اس جگہ سے نجات دے[4] وہ فرمائیں گے کہ میں تمھارے اس مقام میں[5] نہیں ہوں اور اپنی وہ خطا یاد کریں گے جو انھوں نے کی تھی یعنی درخت سے کھانا جس سے انھیں منع کیا گیا تھا لیکن تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ پہلے نبی ہیں جنھیں اللہ نے زمین والے[6] کفار کی طرف بھیجا، تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ فرمائیں گے میں تمھارے اس مقام میں[7] نہیں اور اپنی خطا یاد کریں گے جو کی تھی یعنی اپنے رب سے بغیر جانے سوال[8] کرنا لیکن تم حضرت خلیل علیہ السلام کے پاس جاؤ، تو وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے کہ میں تمھارے اس مقام کا نہیں خلافِ واقعہ باتیں[9] یاد کریں گے لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ بندے جنھیں اللہ نے تورات[10] بخشی اور ان سے کلام[11] کیا اور انھیں مشورہ کے لیے قرب بخشا تو لوگ

عَبْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهٗ وَرُوْحَ اللّٰهِ وَكَلِمَتَهٗ قَالَ فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُحَمَّدًا عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ فَيَأْتُوْنِيْ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهٖ فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُهٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّدَعَنِيْ فَيَقُوْلُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ قَالَ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاُثْنِيْ عَلٰى رَبِّيْ بِثَنَآءٍ وَّتَحْمِيْدٍ يُّعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيُحَدُّ لِيْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُهُمْ مِّنَ النَّارِ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ الثَّانِيَةَ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهٖ فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُهٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّدَعَنِيْ ثُمَّ يَقُوْلُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ قَالَ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاُثْنِيْ عَلٰى رَبِّيْ بِثَنَآءٍ وَّتَحْمِيْدٍ يُّعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيُحَدُّ لِيْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُهُمْ مِّنَ النَّارِ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ الثَّالِثَةَ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهٖ فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُهٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّدَعَنِيْ ثُمَّ يَقُوْلُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ قَالَ

جناب موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ فرمائیں گے میں تمھارے اس مقام کا نہیں اور وہ اپنی خطا یاد کریں گے جو انھوں نے کی تھی قتل[12] لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، اللہ کے بندے! اس کے رسول، اللہ کی طرف سے روح[13]، اس کا کلمہ ہیں پھر لوگ جناب عیسیٰ علیہ السلام[14] کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں گے میں تمھارے اس مقام کا نہیں[15] لیکن تم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، وہ بندے اللہ کے، اللہ نے ان کے سارے اگلے پچھلے[16] گناہ بخش دیے، فرمایا تو تم سب میرے پاس آؤ گے تو میں اپنے رب کے پاس اس کے مقرر گھر[17] میں حاضری کی اجازت مانگوں گا، مجھے اجازت دی جائے گی میں جب رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا پھر اللہ جتنا چاہے گا مجھے چھوڑے رکھے گا پھر فرمائے گا اے محمد[18] سر اٹھاؤ کہو تمھاری سنی جائے[19] گی شفاعت کرو قبول کی جائے گی، مانگو تم کو دیا جائے گا، فرمایا پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا تو اللہ کی حمد و ثناء[20] کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا، پھر شفاعت کروں گا میرے لیے ایک حد[21] مقرر کی جائے گی، میں وہاں سے چلوں گا انھیں[22] آگ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا، پھر[23] دوسری بار لوگوں کا اپنے رب سے اس کے گھر میں اجازت مانگوں گا، مجھے اجازت دی جائے گی جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا جتنا سجدے میں رب رکھنا چاہے گا اتنا مجھے سجدے میں چھوڑے گا پھر فرمائے گا اے محمد! سر اٹھاؤ اور کہو تمھاری سنی جائے گی، شفاعت کرو قبول کی جائے گی، مانگو دیے جاؤ گے، فرمایا تب میں اپنا سر اٹھاؤں گا اپنے رب کی حمد و ثناء بیان کروں گا جو وہ سکھائے گا، پھر شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی، میں روانہ ہوں گا انھیں آگ سے

فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأُثْنِي عَلَى رَبِّي بِثَنَاءٍ وَتَحْمِيدٍ
يُعَلِّمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا
فَأَخْرُجُ فَأُخْرِجُهُمْ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ
حَتّٰى مَا يَبْقٰى فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ قَدْ حَبَسَهُ
الْقُرْآنُ أَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ خُلُودٌ ثُمَّ تَلَا
هٰذِهِ الْآيَةَ عَسٰى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ
مَقَامًا مَّحْمُودًا قَالَ وَهٰذَا الْمَقَامُ
الْمَحْمُودُ الَّذِي وَعَدَهُ نَبِيُّكُمْ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نکالوں گا جب جنت میں داخل کروں گا، پھر میں تیسری دفعہ لوٹوں گا اپنے رب سے اس کی جگہ میں اجازت مانگوں گا مجھے اس پر اجازت دی جائے گی

تو جب میں رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا جب اللہ مجھے چھوڑے رکھنا چاہے گا چھوڑے رکھے گا پھر فرمائے گا اے محمدؐ! سر اٹھاؤ کہو تمھاری سنی جائے گی شفاعت کرو قبول کی جائے گی، مانگو تمھیں دیا جائے گا تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا تو اپنے رب کی وہ حمد و ثنا کروں گا جو وہ سکھائے گا پھر شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی پھر میں وہاں روانہ ہوں گا انھیں آگ سے نکالوں گا جنت میں داخل کروں گا حتیٰ کہ آگ میں صرف وہی رہ جائیں گے جنھیں قرآن نے روکا یعنی جن پر ہمیشگی ضروری ہوگی، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی "قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر کھڑا فرمائے"، فرمایا، یہ مقامِ محمود وہ ہے جس کا تمھارے نبی سے وعدہ فرمایا ہے

(بخاری و مسلم)

ف۱ کیونکہ آپ ان فضائل و کرامات کے ساتھ مخصوص ہیں ۔

ف۲ جو نہایت ہی سخت و دشوار ہوگا ۔

ف۳ جو تم نے میرے بارے میں گمان کیا ہے کہ میں مقامِ شفاعت میں کھڑا ہو کر عرض کروں اور ابتداء کرتے ہوئے باب شفاعت کھولوں ۔

ف۴ جو تم نے میرے بارے میں گمان کیا ہے

ف۵ اے اللہ! میرے بیٹے کو بچا کیونکہ میرے اہل میں سے ہے ۔ اس پر عتاب ہوا، کہ اے نوح! اس بارے میں مت پوچھو جس کا تمھیں علم نہیں ۔

ف۶ یہ درحقیقت چیزیں دروغ نہیں بلکہ دروغ نما تھیں چونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا مقام نہایت ہی عالی اور بلند ہوتا ہے لہٰذا ان پر اس طرح کی چیزوں کی وجہ سے مواخذہ کیا جاتا ہے، ان تین اشیاء میں ایک یہ تھا کہ قوم تماشا و میلہ میں شرکت کے لیے چلی گئی، آپ نہیں گئے تاکہ بتوں کو توڑنے کا موقعہ مل جائے، اس لیے آپ نے فرمایا میں بیمار ہوں تمھارے ساتھ میلہ میں نہیں جا سکتا، حالانکہ بظاہر بیمار نہیں تھے لیکن اس بات کا کیسے پتہ چلے کہ باطن میں بیماری تھی ۔

شاید کفر اور ان کے عناد کی وجہ سے دل کی بیماری اور بے ذوقی مراد لی ہو، دوسرا یہ تھا جب آپ نے بتوں کو توڑ ڈالا تو کفار نے پوچھا اے ابراہیم! یہ کام تم نے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ بڑے بُت نے کیا ہے یعنی مجھے اس فعل پر ابھارنے والا یہ بُت ہے جو تمھاری عبادت و تعظیم کے لیے منفردِ مقام رکھتا ہے یا مقصد استہزا اور ان پر الزام ہے جیسے کہ ایک آدمی اچھا لکھتا ہے دوسرا اس طرح نہیں لکھ سکتا تو وہ لکھنے والے سے کہتا ہے کہ یہ خط تو نے لکھا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے نہیں لکھا تو نے لکھا ہے یعنی اس طرح کا لکھنا تجھ سے ہرگز نہیں ہو سکتا، تیسرا یہ تھا کہ اپنی بیوی حضرت سارہ کو ظالم بادشاہ سے چھڑانے کے لیے بہن کہا حالانکہ مراد اسلامی بہن تھا بلکہ آپ کی چچا زاد بہن بھی تھیں۔

۷ تورات عظیم کتاب ہے تمام انبیاء بنی اسرائیل اسی کے تابع تھے

۸ اللہ تعالیٰ سے بے واسطہ کلام فرمایا اور محرمِ اسرار بنایا

۹ وہ قبطی جسے آپ نے پیچھے ہٹانے کے لیے دھکا دیا تو وہ مر گیا۔

۱۰ بغیر ماں کے پیدا فرمایا یا آپ کی ذات اجسام و قلوب کی حیات کا سبب ہے، کلمہ کُن سے پیدا ہوئے اور گود میں کلام فرمایا۔

۱۱ میں اس لائق نہیں

۱۲ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی کسی خطا کے یاد کرنے کا ذکر نہیں کیا تو شارحین نے فرمایا کہ آپ پر اور آپ کی والدہ پر نصاریٰ نے افتراء باندھا کہ یہ خدا ہیں تو آپ نے شرمندگی کی وجہ سے شاید توقف فرمایا

بعض روایات میں اس کا بھی ذکر ہے، یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو اس عذر سے قطع نظر کرتے ہوئے بابِ شفاعت کے کھولنے کے لیے اہل نہ پایا ہو اور اسی لیے جرأت نہ کی، درست یہ ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عذر کیے بغیر اس مقام سے قاصر و عاجز ہیں اگرچہ انھوں نے ظاہری عذر بھی بیان کر دیا ہے اس مقام اعلیٰ و ارفع کے لائق و سزاوار صرف اور صرف سید المرسلین اور امام النبیین ہی ہیں جو نہایت ہی قرب و عزت کے درجہ پر فائز ہیں آپ اللہ کی بارگاہ میں محمود و محبوب ہیں، یہی وجہ ہے کہ دیگر احادیث میں ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام عذر بیان کیے بغیر فرمائیں گے، یہ کام و منصب ہمارا نہیں ہے۔

۱۳ واضح رہے کہ اس آیت کی تفسیر و معنی میں متعدد اقوال ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ یہاں مغفرت سے مراد عصمت ہے اور انبیاء علیہم السلام معصوم و مغفور ہیں، جنس گناہ کی نسبت جو انبیاء کی طرف سے ہے وہاں ہر ایک تاویل و حکمت ہے خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس جس سے کسی وقت بھی گناہ کا ارتکاب نہیں ہوا لیکن اس بات کی اطلاع آپ کو دنیا میں ہی دے دی گئی مگر دوسروں کو نہیں دی۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں دوسروں کو اپنی اپنی خطا یاد آ رہی ہو گی۔ سب سے بہتر تاویل یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ اللہ رب العزت کی طرف سے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اعزاز و اکرام کا کامل اظہار ہے کیونکہ طریقہ یہ ہے کہ مالک جب اپنے غلام پر نہایت ہی خوش و راضی ہو تو وہ چاہتا ہے کہ اسے خصوصی طور پر ممتاز کیا جائے تو وہ کہتا ہے کہ تو نے جو کچھ کیا یا کرے گا تجھے معاف ہے اور تجھ پر کوئی گرفت و عتاب نہیں

باقی اقوال بھی میں نے شرح میں ذکر کر دیے ہیں ۔

۱۴ وہ مقام مخصوص یہاں کسی کے رابطہ کی گنجائش ہی نہیں

۱۵ اے محبوبِ من ! اے مطلوب من ! اے میری بارگاہ کے منتخب اور اے بندۂ خاص !

۱۶ قبول کی جائے گی

۱۷ اس وجہ سے اس مقام کو مقام حمد اور مقامِ محمود کہا جاتا ہے یہاں سے واضح ہو رہا ہے کہ شفیع کو پہلے مشفع کی حمد کرنی چاہیے تاکہ اس کی رضا و قرب کا حصول ہو اور قبولیت شفاعت کا درجہ حاصل ہو ۔

۱۸ شفاعت کے لیے گنہ گاروں کی حد مثلاً بے نمازہ ، زناکار ، شراب خور وغیرہ کے لیے شفاعت کا حکم ہوگا ۔

۱۹ اس مخصوص طائفہ کو دوزخ سے نکالوں گا ۔

۲۰ یہاں سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں شفاعت کے مستحق لوگ ان لوگوں کے علاوہ بھی ہوں گے جن کا ذکر پیچھے بطور مجوس آیا ہے تو ان دوسرے لوگوں کو بغیر توقف دوزخ میں ڈال دیا جائے گا ، جب ان محبوسینِ محشر کی شفاعت کا ذکر کیا تو دوسروں کی شفاعت کو بھی ذکر کر دیا گیا یہاں آگ سے مراد سورج کی گرمی ہے اور اس گرمی سے چھٹکارا مراد ہے ۔

۲۱ دوسرے گروہوں کی شفاعت کے لیے

۲۲ یعنی کفر کرنے والے

۲۳ اس مقام کی توصیف محمود کے ساتھ اس لیے ہے کہ وہاں کھڑا ہونے والا اس کی تعریف کرے گا اور اسے پہنچا گا یا حضور علیہ السلام وہاں اپنے رب سبحانہ کی حمد کریں گے جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوا یا اس لیے کہ وہاں اولین آخرین کی زبان پر حضور علیہ السلام کی ثنا ہوگی ۔

۵۳۳۴/۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِیْ بَعْضٍ فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اشْفَعْ اِلٰى رَبِّكَ فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِاِبْرَاهِيْمَ فَاِنَّهٗ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ فَيَاْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوْسٰى فَاِنَّهٗ كَلِيْمُ اللّٰهِ فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيْسٰى فَاِنَّهٗ رُوْحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ فَيَاْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ فَيَاْتُوْنِیْ فَاَقُوْلُ

اور انھی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگ بعض بعض میں مخلوط ہو جائیں گے پھر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے عرض کریں گے اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت کیجیے وہ فرمائیں گے میں اس کے لیے نہیں ہوں تم حضرت ابراہیم کا دامن پکڑو کہ وہ اللہ کے خلیل ہیں تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ بھی کہیں گے میں اس کے لیے نہیں ہوں لیکن جناب موسیٰ کے دامن کو پکڑو کہ وہ اللہ کے کلیم ہیں تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ بھی کہیں گے اس کے لیے میں نہیں ہوں لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دامن کو پکڑو

اَنَا لَهَا فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّیْ فَیُؤْذَنُ لِیْ وَیُلْهِمُنِیْ مَحَامِدَ اَحْمَدُهٗ بِهَا لَا تَحْضُرُنِی الْاٰنَ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ وَاَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَیُقَالُ یَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ فَیُقَالُ انْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ شَعِیْرَةٍ مِّنْ اِیْمَانٍ فَاَنْطَلِقُ فَاَفْعَلُ ثُمَّ اَعُوْدُ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ اَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَیُقَالُ یَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ فَیُقَالُ انْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ اَوْ خَرْدَلَةٍ مِّنْ اِیْمَانٍ فَاَنْطَلِقُ فَاَفْعَلُ ثُمَّ اَعُوْدُ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ اَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَیُقَالُ یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ فَیُقَالُ انْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهٖ اَدْنٰى اَدْنٰى اَدْنٰى مِثْقَالِ حَبَّةِ خَرْدَلَةٍ مِّنْ اِیْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ فَاَنْطَلِقُ فَاَفْعَلُ ثُمَّ اَعُوْدُ الرَّابِعَةَ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ اَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَیُقَالُ یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ قُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ ائْذَنْ لِیْ فِیْمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ لَیْسَ ذٰلِكَ لَكَ وَلٰكِنْ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَكِبْرِیَائِیْ وَ

کہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں تو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے کہ میں اس کے لیے نہیں ہوں لیکن تم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرو تو پھر لوگ میرے پاس آئیں گے میں کہوں گا ہاں میں[2] اس کے لیے ہوں پھر میں اپنے رب سے اجازت مانگوں گا مجھے اجازت ملے گی اور وہ ایسی محامد مجھے الہام[3] فرمائے گا جو ابھی میرے علم میں نہیں۔ میں ان محامد سے حمد کروں گا اور رب کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا پھر کہا جائے گا اے محمدؐ! سر اٹھاؤ اور کہو تمھاری سنی جائے گی مانگو عطا کیے جاؤ گے شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا یا رب میری اُمت[4] میری امت۔ تو فرمایا جائے گا جاؤ! اس کو نکالو جس کے دل میں جو کے برابر ایمان ہو تو میں چلوں گا اور یہ عمل کروں[5] گا پھر واپس لوٹوں گا انھی محامد سے رب کی حمد کروں گا پھر اس کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا تو کہا جائیگا اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ، کہو سنی جائے گی، مانگو تمھیں دیا جائے گا، شفاعت کرو قبول کی جائے گی تو میں عرض کروں گا یا رب! میری امت! میری امت! تو کہا جائے گا چلو اسے نکال لو جس کے دل میں ذرہ یا رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو۔ چنانچہ میں چلوں گا یہ عمل کروں گا پھر لوٹ کر آؤں گا تو اب کے انھی محامد سے ثنا کروں گا، پھر اس کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا تو کہا جائے گا اے محمدؐ! اپنا سر اٹھاؤ کہو سنی جائے گی مانگو تمھیں دیا جائے گا شفاعت کرو قبول کی جائے گی تو میں کہوں گا یا رب! میری امت میری امت! فرمایا جاوے گا جاؤ، اسے نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانہ سے کمتر ایمان ہے چنانچہ میں جاؤں گا اسے آگ سے نکال لاؤں گا پھر میں چوتھی بار لوٹوں گا اور رب تعالیٰ کی حمد و ثنا انھی محامد سے کروں گا پھر میں اس کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا، تو کہا

عَظَمَتِیْ لَاُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جائے گا اے محمد! سر اٹھاؤ کہو سنی جائے گی مانگو دیے جاؤ گے شفاعت کرو قبول کی جائے گی تو میں عرض کروں گا یارب! مجھے اس کے متعلق اجازت دے جس نے لآ الٰہ الا اللہ کہا۔ رب فرمائے گا یہ تمھارا نہیں لیکن میری عزت و جلالت اور کبریائی اور میری عظمت کی قسم میں وہاں سے اسے نکال دوں گا جس نے لآ الٰہ الا اللہ کہا۔

(بخاری و مسلم)

[1] میں اس کی شفاعت کے اہل و قابل نہیں ہوں۔

[2] برائے شفاعت میں ہوں میں ہی اس کا اہل ہوں یہ میرا درجہ ہے کسی اور کا نہیں۔

[3] اس وقت مجھ میں مقام قرب و معرفت سے ایک نور خاص واقعہ ہوگا اس کے اثر سے محامد کا علم ہوگا۔

[4] میری امت کو بخش دے اور مجھے ان کی شفاعت کی اجازت دے دے۔

[5] میں دوزخ سے ہر اس شخص کو باہر لے آؤں گا جس کے دل میں جو کی مقدار برابر ایمان ہوگا۔

۵۳۳۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ اَوْ نَفْسِهٖ ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں زیادہ کامیاب میری شفاعت سے قیامت کے دن وہ ہوگا جس نے اپنے خالص[1] دل سے یا خالص[2] نفس سے کہا لآ اِلٰہ اِلّا اللہ (البخاری)

[1] بغیر ملاوٹ کے تہ دل سے

[2] راوی کو شک ہے بہر تقدیر یہ تاکید ہے جیساکہ کہا جاتا ہے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کان سے سنا کیونکہ اخلاص دل سے ہے اور جائے اخلاص دل ہے نہ کہ اور۔

۵۳۳۶ وَعَنْهُ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهٗ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً ثُمَّ قَالَ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَتَدْنُوا الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيْقُوْنَ فَيَقُوْلُ النَّاسُ اَلَا

اور انھی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا، تو آپ کی خدمت میں دستی پیش کی گئی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دستی پسند تھی تو آپ نے اس میں نوچ کر کھایا، پھر فرمایا قیامت کے دن میں لوگوں کا سربراہ ہوں جس دن لوگ رب العلمین کے حضور کھڑے ہوں گے اور سورج قریب ہوگا لوگوں کو اس قدر غم اور تکلیف ہوگی جس کی وہ طاقت نہ رکھیں گے پھر

تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ وَذَكَرَ حَدِيْثَ الشَّفَاعَةِ وَقَالَ فَاَنْطَلِقُ فَاٰتِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَقَعُ سَاجِدًا لِّرَبِّيْ ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ مَّحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَآءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَّمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلِيْ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاَقُوْلُ اُمَّتِيْ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ يَا رَبِّ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَّا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِّنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَآءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

لوگ کہیں گے تم کسی ایسے شخص کو کیوں نہیں ڈھونڈھتے جو تمہارے رب کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کرے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور شفاعت کی حدیث ذکر فرمائی اور فرمایا کہ پھر میں چلوں گا تو عرش کے نیچے پہنچوں گا پھر اپنے رب کے حضور سجدہ میں گروں گا پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنے وہ محامد و ثناء کھولے گا جو مجھ سے پہلے کسی پر نہ کھولے گا پھر فرمائے گا اے محمد! سر اٹھاؤ مانگو دیے جاؤ گے شفاعت قبول کی جائے گی، تو میں سر اٹھاؤں گا عرض کروں گا یارب میری امت میری امت ۔ تو کہا جائے گا، اے محمد! اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں، جنت کے دروازوں میں سے داہنے دروازے سے داخل کرو اور جو لوگ دروازوں میں برابر کے حق دار ہیں ۔ پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جنت کے دروازوں میں سے ایک کی دو چوکھٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ معظمہ اور ہجر کے درمیان ہے ۔

(بخاری، مسلم)

---

[1] نَهَسَ اگر سین ہو تو سامنے کے دانتوں کے ساتھ پکڑنا اور اگر شین ہو تو پچھلے دانتوں کے ساتھ پکڑنا، اکثر روایات میں سین ہے مگر بعض میں شین بھی آیا ہے ۔

[2] پھر تمام حدیث شفاعت بیان کی کہ لوگ تمام انبیاء سے التماس شفاعت کریں گے، اور وہ جواب دے دیں گے کہ ہم اس مقام پر آج اللہ کے حضور گفتگو نہیں کر سکتے ۔

[3] جو کہ مقام خاص اور عظیم ہے

[4] بلکہ مجھ پر بھی اسی وقت الہام ہوگا جیسا کہ سابقہ حدیث سے معلوم ہو چکا ہے ۔

[5] جن سے حساب نہیں لیا جائے گا اور انھیں بے حساب جنت میں داخلہ نصیب ہو رہا ہے

[6] بہشت کے دروازے صرف انھی کے لیے مخصوص ہوں گے اور باقی دروازے ان کے اور دوسروں کے درمیان مشترک ہوں گے ۔

[7] ہجر، دونوں ابتدائی حروف مفتوح بحرین اور مدینہ کے دیہاتوں میں سے ایک قریہ کا نام ہے صحیح یہ ہے کہ یہاں پہلا مراد ہے اور دو مصراع سے دروازے کے دونوں تختے ہیں، جو ایک سوراخ پر آکر بند ہوتے ہیں اور یہ دونوں ایک

شعر کے دو مصرعوں کی طرح ہوتے ہیں۔ اصل میں یصرع بمعنی رفع والقاء ہے۔ مشارق الانوار میں ہے کہ یہاں مصاریع سے مراد جنت کے دروازے ہیں اور مصراع اس وقت کہا جاتا ہے جب دروازے کے دو طاق ہوں۔ یہاں مقصود جنت کے دروازے کی وسعت کا بیان ہے مراد تحدید و تعیین نہیں بلکہ لوگوں کو محض اس وسعت کا سمجھانا ہے حقیقتِ حال اس کے علاوہ ہوگی۔

٥٣٣٧ وَعَنْ حُذَيْفَةَ فِيْ حَدِيْثِ الشَّفَاعَةِ [9] عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَ تُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَتَقُوْمَانِ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت حذیفہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیثِ شفاعت کے بارے میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: امانت[2] اور رحمی[3] رشتے بھیجے جائیں گے وہ پُل صراط کے دونوں طرف دائیں[4] بائیں کھڑے ہونگے۔

(المسلم)

---

[1] حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[2] حفظ حقوق و اموالِ مردم اور ان کی نگہداشت

[3] ولادت کے رشتے جن کے ساتھ صلہ رحمی لازم ہے

[4] طلبِ حقوق اور خصومت کے لیے، دونوں طرف کہنے میں مقصود کی تعظیم اور تاکید ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں معانی کو کسی صورت میں متمثل فرمادیں اور دونوں طرف واقعۃً کھڑے ہوکر طلبِ حقوق کریں۔

٥٣٣٨ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ [10] اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ اِبْرَاهِيْمَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَقَالَ عِيْسٰى اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ وَبَكٰى فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا جِبْرَئِيْلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَّرَبُّكَ اَعْلَمُ فَسَلْهُ مَا يُبْكِيْهِ فَاَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ فَسَاَلَهٗ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ فَقَالَ اللّٰهُ لِجِبْرَئِيْلَ اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کے اس کلام کی تلاوت کی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق ہے، یارب ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا تو جس نے میری پیروی کی وہ تو میرا[1] ہوگیا اور جناب عیسیٰ کہیں گے اگر تو انھیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے[2] ہیں تو حضور[3] نے ہاتھ اٹھائے عرض کیا، الٰہی میری امت اور رو دیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرئیل میرے محبوب محمدؐ کے پاس جاؤ تمھارا[4] رب خوب جانتا ہے مگر ان سے پوچھو انھیں کیا چیز رُلا رہی ہے تو حضور کے پاس حضرت جبرئیل آئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی عرض و معروض کی اطلاع دی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل سے فرمایا، تم جناب محمد کے پاس جاؤ، کہو کہ ہم تم کو تمھاری امت کے

معاملہ میں راضی کریں ۵۰ گے غمگین نہ کریں گے (المسلم)

۵۱ اگلا حصہ یہ ہے وَمَنْ عَصَانِی فَاِنَّکَ غفور الرحیم (جس نے میری نافرمانی کی، بے شک تو معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے)

۵۲ اس کا بقیہ حصہ یہ ہے وَاِنْ تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم (اگر تو انھیں معاف فرمادے تو بے شک تو عزت والا اور حکمت والا ہے)

۵۳ حاصل یہ ہے کہ ان دو انبیاء کا اپنی امت کو یاد کرنا اور شفاعت کرنا جب آپ کے سامنے آیا تو آپ نے رب کریم کے حضور اپنی امت کی بخشش کے لیے ہاتھ پھیلا دیے۔

۵۴ لیکن کرم اور عنایت کریمانہ کے اظہار کے لیے پوچھو

۵۵ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں اس وقت تک خوش نہیں ہوں گا جب تک ایک ایک امتی کو میری شفاعت سے بخش نہ دیا جائے گا اب امت پر لازم ہے کہ آپ کے ساتھ عقدِ ایمان درست طریقہ سے باندھے اور مشکل معاملہ بھی فقط یہی ہے، دوسری کوئی شکل نہیں۔ شعر

خاک او باش و بادشاہی کن
آن او باش و ہرچہ خواہی کن

(ان کی خاک ہو کر بادشاہ بن جاؤ اور ان کی اتباع کر لو اور جو چاہو کرو)

۵۳۳۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ نَاسًا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰی رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ هَلْ تُضَآرُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِیْرَةِ صَحْوًا لَیْسَ مَعَهَا سَحَابٌ وَّهَلْ تُضَآرُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ صَحْوًا لَّیْسَ فِیْهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا تُضَآرُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلَّا کَمَا تُضَآرُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ اَحَدِهِمَا اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ لِیَتَّبِعَ کُلُّ اُمَّةٍ مَّا کَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا یَبْقٰی اَحَدٌ کَانَ یَعْبُدُ غَیْرَ اللّٰهِ مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْاَنْصَابِ اِلَّا یَتَسَاقَطُوْنَ فِی النَّارِ حَتّٰی اِذَا لَمْ یَبْقَ اِلَّا مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مِنْ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ اَتَاهُمْ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا ہم روزِ قیامت اپنے رب کو دیکھیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! کیا تم صاف دوپہری میں جب سورج کے ساتھ بادل نہ ہوں سورج کے دیکھنے میں شک کرتے ہو اور کیا تم چودھویں کی صاف رات میں جبکہ چاند کے ساتھ بادل نہ ہو، چاند دیکھنے میں شک کرتے ہو عرض کیا یارسول اللہ نہیں، فرمایا: تم قیامت کے دن اللہ کے دیدار میں شک کرو گے مگر ایسا جیسے ان دونوں میں سے ایک کے دیکھنے میں کرتے ہو جب قیامت کا دن ہوگا تو اعلانچی اعلان کرے گا کہ ہر گروہ اس کے پیچھے جائے جس کی وہ پرستش کرتا تھا تو جو بھی اللہ کے سوا بتوں اور پتھروں کی عبادت کرتے تھے، اس میں سے کوئی نہ بچے گا تو ان کے پاس رب العالمین آئے گا فرمایا جائے گا تم کیا انتظار کر رہے ہو

رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ فَمَاذَا تَنْتَظِرُوْنَ يَتَّبِعُ كُلُّ اُمَّةٍ مَّا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوْا يَا رَبَّنَا فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا اَفْقَرَ مَا كُنَّا اِلَيْهِمْ وَلَمْ تُصَاحِبْهُمْ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَاْتِيَنَا رَبُّنَا فَاِذَا جَآءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ سَعِيْدٍ فَيَقُوْلُ هَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ اٰيَةٌ تَعْرِفُوْنَهٗ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ فَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِهٖ اِلَّا اَذِنَ اللّٰهُ لَهٗ بِالسُّجُوْدِ وَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ اِتِّقَآءً وَّرِيَآءً اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ظَهْرَهٗ طَبَقَةً وَّاحِدَةً كُلَّمَا اَرَادَ اَنْ يَّسْجُدَ خَرَّ عَلٰى قَفَاهُ ثُمَّ يُضْرَبُ الْجَسْرُ عَلٰى جَهَنَّمَ وَتَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَيَقُوْلُوْنَ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ فَيَمُرُّ الْمُؤْمِنُوْنَ كَطَرْفِ الْعَيْنِ وَكَالْبَرْقِ وَكَالرِّيْحِ وَكَالطَّيْرِ وَكَاَجَاوِيْدِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ فَنَاجٍ مُّسْلِمٌ وَّمَخْدُوْشٌ مُّرْسَلٌ وَّمَكْدُوْسٌ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ حَتّٰى اِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْكُمْ بِاَشَدَّ مُنَاشَدَةً فِي الْحَقِّ قَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لِلّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا كَانُوْا يَصُوْمُوْنَ مَعَنَا وَيُصَلُّوْنَ وَيَحُجُّوْنَ فَيُقَالُ لَهُمْ اَخْرِجُوْا مَنْ عَرَفْتُمْ فَتُحَرَّمُ صُوَرُهُمْ عَلَى النَّارِ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا مَا بَقِيَ فِيْهَا اَحَدٌ مِّمَّنْ اَمَرْتَنَا

ہر امت اپنے پیرو کے ساتھ جارہی ہے‘ یہ عرض کریں گے یارب! ہم نے دنیا میں ان لوگوں کو چھوڑے رکھا جب کہ ہم ان کے بہت حاجت مند تھے اور ہم ان کے ساتھ نہ رہے اور جناب ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ کہیں گے یہ ہی ہماری جگہ ہے حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا رب آئے پھر جب ہمارا رب جلوہ فرما ہوگا ہم اسے پہچان لیں گے اور جناب ابوسعید کی روایت میں ہے رب فرمائے گا کیا تمھارے اور اس کے درمیان کوئی نشانی کہ تم اسے پہچان لو گے‘ وہ کہیں گے ہاں! تو اب پنڈلی کھولے گا تو ان میں سے جو دل کے اخلاص سے رب کو سجدہ کرتے تھے کوئی نہ رہے گا مگر اللہ اسے سجدہ کی اجازت دے گا اور جو لوگ اپنے بچاؤ اور دکھلاوے کے لیے سجدہ کرتے تھے ان میں سے کوئی نہ بچے گا مگر اللہ اس کی پیٹھ تختہ بنا دے گا وہ جب بھی سجدہ کا ارادہ کرے گا اپنی پیٹھ پر گر جاوے گا، پھر دوزخ پر پل رکھا جائے گا اور شفاعت واقع ہوگی اور کہیں گے‘ الٰہی سلامت رکھ، سلامت رکھ! تو مسلمان پلک جھپکنے کی طرح اور بجلی کی طرح اور ہوا کی طرح‘ پرندے کی طرح اور تیز گھوڑے کی طرح‘ اونٹ کی طرح‘ گذریں گے بعض تو نجات پائیں گے سلامت رہیں گے‘ بعض زخمی ہو کر چھوڑ دیے جائیں گے‘ بعض دوزخ کی آگ میں گرا دیے جائیں گے حتیٰ کہ جب مسلمان آگ سے خلاصی پالیں گے تو اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے‘ نہیں ہے تم میں سے کوئی زیادہ جھگڑا کرنے والا اپنے اس حق میں جو تمھیں ظاہر ہو جائے گا بمقابلہ مسلمانوں کے جو وہ اللہ سے جھگڑیں گے قیامت کے دن اپنے دوزخی بھائیوں کے لیے عرض کریں گے‘ یارب وہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے نمازیں پڑھتے تھے اور حج کرتے تھے تو ان سے کہا جائے گا کہ جنھیں تم پہچانتے ہو

بِهٖ فَيَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ دِيْنَارٍ مِّنْ خَيْرٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ نِصْفِ دِيْنَارٍ مِّنْ خَيْرٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَّجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيْهَا خَيْرًا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ شَفَعَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّوْنَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّا اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِّنَ النَّارِ فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَّمْ يَعْمَلُوْا خَيْرًا قَطُّ قَدْ عَادُوْا حُمَمًا فَيُلْقِيْهِمْ فِيْ نَهَرٍ فِيْ اَفْوَاهِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهٗ نَهَرُ الْحَيٰوةِ فَيَخْرُجُوْنَ كَمَا تَخْرُجُ الْحِبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ فَيَخْرُجُوْنَ كَاللُّؤْلُؤِ فِيْ رِقَابِهِمُ الْخَوَاتِمُ فَيَقُوْلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ هٰٓؤُلَآءِ عُتَقَآءُ الرَّحْمٰنِ اَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوْهُ فَيُقَالُ لَهُمْ لَكُمْ مَّا رَاَيْتُمْ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نکال لو ان کی صورتیں آگ پر حرام کر دی جائیں گی، یہ لوگ بڑی خلقت کو نکالیں گے پھر کہیں گے یا رب جن کے متعلق تم نے ہم کو حکم دیا تھا ان میں سے تو کوئی باقی نہ رہا اب فرمائے گا واپس جاؤ جس کے دل میں دینار کے برابر بھلائی پاؤ اسے نکال لو، تو بڑی خلقت نکالیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا واپس جاؤ جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر بھلائی پاؤ اسے نکال لو چنانچہ وہ بڑی خلقت کو نکال لیں گے پھر فرمائے گا لوٹ جاؤ جس کے دل میں ذرہ برابر بھلائی پاؤ اسے نکال لو وہ بڑی خلقت کو نکال لائیں گے پھر عرض کریں گے یا رب ہم نے دوزخ میں کسی بھلائی والے کو نہ چھوڑا تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ فرشتوں نے شفاعت کر لی، رسولوں نے شفاعت فرمائی، مومنوں نے شفاعت کر لی اب سوا ارحم الراحمین کے اور کوئی باقی نہ رہا تب آگ میں سے ایک مٹھی بھرے گا، تو ان لوگوں کو وہاں سے نکال دے گا جنھوں نے کبھی کوئی بھلائی نہیں کی جو کوئلہ ہو چکے ہوں گے انھیں اس نہر میں ڈالے گا جو جنت کے دہانوں میں ہے جسے زندگی کی نہر کہا جاتا ہے تو وہ یوں اگیں گے جیسے دانہ کے سیلاب کے اوپر کے کوڑا میں اگتا ہے، پھر وہ نکلیں گے موتی کی طرح، ان کی گردنوں میں مہریں ہوں گی، انھیں لوگ کہیں گے کہ یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں۔ جنھیں رب نے بغیر عمل کیے ہوئے بغیر بھلائی آگے بھیجے جنت میں داخل فرما دیا، تو ان سے کہا جائے گا کہ تمھارے لیے وہ ہے جو تم نے دیکھا اور اس کی مثل۔

(بخاری و مسلم)

---

[1] اس کے بعد دیدار کے یقین اور اثبات کے لیے فرمایا۔

[2] صحو، آفتاب کی ٹکیہ کا خوب کشادہ ہو کر ظاہر ہونا۔

[3] یعنی جس طرح آفتاب و ماہتاب دیکھنے میں شک نہیں، اسی طرح وہاں بھی ہرگز شک نہیں ہوگا، شارحین کہتے ہیں کہ

یہ دیدار اس کے علاوہ ہے جو مومنوں کے لیے جنت میں ثواب کے طور پر ہو گا، یہ دیدار اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہو گا تاکہ اللہ کی عبادت اور بتوں کی عبادت کرنے والوں کے درمیان امتیاز ہو جائے ۔ بندوں کا امتحان و ابتلاء وہاں جاری رہے گا حتیٰ کہ حساب سے فراغت اور جزا و سزا کا وقوع ہو جائے ۔ آخرت اگرچہ بدلہ کی جگہ ہے لیکن اس میں امتحان ہو گا جیساکہ دنیا دارِ امتحان ہے لیکن اس میں بھی جزا کا وقوع ہوتا ہے جیساکہ فرمایا وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ (تمھیں جو مصیبت آتی ہے، یہ تمھارے اعمال کی وجہ سے ہے) کذا قال الطیبی واللہ اعلم ۔

۴ اصنام صنم کی جگہ، بُت، انصاب، نصب کی جمع ۔ وہ پتھر جس کی پرستش کی ہو گی اور اس کے ہاں بقصد تقرب و طاعت ذبح کیا جائے گا ۔

۵ عابد و معبود دونوں دوزخ میں جائیں گے

۶ ان پر اللہ تعالیٰ تجلی کا اظہار فرمائے گا باقی اتیان (آنا) جیسی صفات کا انتساب کلام اللہ اور کلام رسول دو قول میں وارد ہیں ۔ ہم یہ اعتقاد رکھیں گے، یہ بے کیفیت ہے، اللہ تعالیٰ حرکت و انتقال سے منزہ ہے جیساکہ باقی متشابہات کا حکم ہے یا فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ آئے گا ۔ علامہ طیبی نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان ملائکہ میں سے ایک فرشتہ کے مشابہ ظاہر ہو گا ۔ جو صفات الٰہیہ کے مشابہ ہیں تاکہ امتحان لے، جب یہ ملک اور یہ صورت کہے گی کہ میں تمھارا پروردگار ہوں اور اس پر مخلوق کی علامات ہوں گی تو وہ انکار کر دیں گے اور جان لیں گے کہ یہ پروردگار نہیں اور استعاذہ کریں گے، طیبی نے یہاں پر شارحینِ حدیث سے خوب کلام نقل کیا ہے ۔

۷ اب ہم ان کی مصاحبت کر سکتے ہیں ؟ حالانکہ اب ہم ان سے بے نیاز ہیں اور یہ خود اور ان کے معبود دوزخ میں جا رہے ہیں ۔

۸ اس کی تفصیل و شرح " باب لاتقوم الساعۃ الا شرار الناس " کی فصل اوّل میں گذر چکی ہے کہ ساق سے مراد شدت اور محنت ہوتا ہے اور کشف ساق شدت میں بطور محاورہ بولا جاتا ہے، بعض نے کہا کہ یہاں نورِ عظیم یا ملائکہ کی جماعت مراد ہے درست یہ ہے کہ اس کی تاویل و معنی میں ہم توقف اختیار کرتے ہوئے اسے علمِ الٰہی کے سپرد کرتے ہیں ۔

۹ جو دنیا میں خلوص و حسنِ نیت کے ساتھ سجدہ کرتا ہے، نہ ریاکاری کرتے ہوئے اور نہ خوف شمشیر کی وجہ سے ۔

۱۰ قتل و غارت سے بچنے کے لیے یا ریاکاری کرتے ہوئے ۔

۱۱ اس کی استخواں کے درمیان خلا نہ رہے گا کہ وہ سجدہ کر سکے ۔

۱۲ یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کی سلامتی اور استقامت کے لیے جیساکہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اس پر تصریح ہے ۔

۱۳ انھیں سلامتی سے گذار دے تاکہ جہنم میں نہ گر جائیں ۔

۱۴ مسلمان وہاں سے اپنے اپنے اعمال اور دین پر استقامت کے مطابق گذریں گے ۔ درحقیقت یہ پل شریعت کے صراطِ مستقیم کی طرح ہے جو تلوار سے زیادہ باریک ہے جس پر چلنا نہایت دشوار ہے لیکن بڑا روشن و واضح ہے

اسی معنی میں یہ شعر ہے ؎

پس کار غریبے ست عجب مشکل و آسان
چوں جسر صراط ست بسے روشن و باریک

(یہ کام نہایت عجیب مشکل و آساں ہے جیسے پُل صراط ہے بہت روشن اور باریک)

۱۵؎ بعض آنکھ جھپکنے کی مانند گذر جائیں گے

۱۶؎ یعنی وہ پُل صراط سے گذر جائیں گے اور انھیں کوئی ضرر لاحق نہ ہو گا

۱۷؎ ان کا چہرہ پراگندہ ہو جائے گا اس کے بعد انھیں دوزخ سے رہائی اور گذرنا نصیب ہو گا

۱۸؎ مکدوس، سین کے ساتھ بھی روایت ہے معنی یہی ہے کہ مکروش، میم پر پیش، کاف مفتوح، راء ساکن اور دال پر فتحہ بھی مروی ہے جس کا معنی بندھا ہوا، بند کیا گیا، جمع کیا گیا اور آتش میں ایک دوسرے پر گرانا کے ہیں۔

۱۹؎ جو مسلمان آگ میں گرے ہوئے تھے اور اس سے باہر آ گئے یعنی انھوں نے اپنے گناہوں کے مطابق سزا دوزخ بھگت کر اپنی آلائشوں سے پاکیزگی حاصل کی ہوگی یہاں سے معلوم ہو رہا ہے کہ مومن ہمیشہ عذاب میں نہیں رہے گا آخر دوزخ سے باہر آجائیں گے اور ان کی شفاعت کریں گے جو کثرتِ معاصی کی وجہ سے ابھی دوزخ میں ہوں گے، مطالبہ میں خوب مبالغہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے بارے میں خوب عرض و گذارش کا اظہار کریں گے جیسا کہ فرمایا۔

۲۰؎ تمھارا وہ حق جو کسی مخالف پر ثابت ہو جائے اس کے حصول میں تم جو جد و جہد و مبالغہ کرتے ہو، مومن اپنے ان بھائیوں کے لیے اس سے بڑھ کر اپنے مولیٰ سے عرض و سوال میں مبالغہ کریں گے جو ابھی دوزخ میں ہوں گے۔

۲۱؎ اہلِ خیر و صلاح میں سے جیسا کہ سیاقِ حدیث سے ظاہر ہے

۲۲؎ یعنی اہلِ ایمان کے چہرے دوزخ میں تاکہ وہ پہچانے جاسکیں۔

۲۳؎ یعنی جو اصل ایمان سے ذرہ سی نیکی زیادہ رکھتے ہیں خواہ وہ اعمالِ جوارح میں سے ہے یا افعالِ قلوب میں سے ہے۔

۲۴؎ ان تمام کی شفاعت ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جنھوں نے اصل ایمان سے زائد نیکی کی ہو، خواہ وہ ذرّہ ہی کیوں نہ ہو۔

۲۵؎ اصل ایمان سے زائد نیکی

۲۶؎ حمم۔ حاء پر پیش، میم پر زبر حممہ بمعنی کوئلہ کی جمع ہے۔

۲۷؎ افواہ۔ فوھتہ کی جمع ہے فاء پر پیش اور واؤ مفتوحہ مشدد، صراح میں ہے فُوَّہَتہ خم اور تشدید کے ساتھ بمعنی دہانہ کوچے اور دہانہ نہر۔ مشارق الانوار میں ہے کہ جنت کے منازل اور اس کے محلات کے راستے مراد ہیں۔

۲۸؎ جیسے دانہ خس و خاشاک میں سیلاب کے اوپر اگتا ہے۔ حبہ، حاء کے نیچے کسرہ، سبزیوں کا بیج، مشارق میں ہے کہ حبہ بالکسر سبزیوں کے بیج کا جامع نام ہے جو ہوا کی وجہ سے بکھر جاتا ہے اور جب بارش برسے تو ایک رات اور ایک دن میں اگ پڑتا ہے، ابو عمر کہتے ہیں حبہ اسے کہتے ہیں جو خس و خاشاک میں از خود اُگ آئے۔ صراح میں ہے کہ حبہ بالکسر

وہ جنگلی بیج جن سے قوت نہیں ہوتی، وجہ تشبیہ جلدی اگنا اور تر و تازہ ہونا ہے "حمیل سیل" بروزن فعیل وہ مٹی خس و خاشاک جسے سیلاب کا پانی بہا کر لے جاتا ہے۔

۲۹؎ بواسطہ عمل صالح

۳۰؎ پاک و صاف اور روشن موتی

۳۱؎ انعام و اکرام

۳۲؎ اس کی مثل دیگر نعمتیں

۳۳؎ علامہ طیبی معنی کرتے ہیں کہ تمھاری نظر جہاں تک جاتی ہے، وہاں تک اور اس کی مثل تمھارے لیے جنت ہے جب جنت میں آ کر اس کی نعمتوں سے مسرور و مشرف ہو گے تو اب عاملوں اور غیر عاملوں میں کچھ فرق نہ رہے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں بے حد و حساب درجات و مراتب ہیں، اگرچہ ہر کوئی جنت میں آ کر جنت کی نعمتوں میں شریک ہو جائے گا مگر اعمال کی جزا اور ان میں امتیاز تو قائم رہے گا، علاوہ ازیں یہ سب اللہ کا فضل ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت و عمل جنت کے لیے نہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی بندگی کا تقاضا ہے اور ان پر اجر اور جزاء اس کا فضل و کرم ہے اس کے باوجود اس کے ہاں کوئی عمل رائیگاں نہیں اور ہر چیز کے لیے اجر، جزا اور مرتبہ اور درجہ ہے۔

۵۳۴۰ ۱۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَاَهْلُ النَّارِ النَّارَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ قَدِ امْتُحِشُوْا وَعَادُوْا حُمَمًا فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهْرِ الْحَيٰوةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَآءَ مُلْتَوِيَةً۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور انھی[1] سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنتی، جنت میں اور دوزخی، دوزخ میں داخل ہو جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے جس شخص کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہے اسے دوزخ سے نکال لو چنانچہ وہ نکال لیں گے، حالانکہ جل چکے ہوں گے اور کوئلہ ہو چکے ہوں گے پھر وہ نہر حیات میں ڈالے جائیں گے تو ایسے اگیں گے جیسے دانہ سیلاب کے اوپر کوڑے میں اگتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ دانہ پیلا ٹیڑھا[2] نکلتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۵۳۴۱ ۱۳ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّاسَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَذَكَرَ مَعْنٰى حَدِيْثِ اَبِيْ سَعِيْدٍ غَيْرَ كَشْفِ السَّاقِ وَقَالَ يُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم روز قیامت اپنے رب کو دیکھیں گے پھر حضرت ابوسعید کی معناً حدیث بیان کی سوائے پنڈلی کھلنے کے اور فرمایا کہ دوزخ کے دونوں

---

[1] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

[2] یعنی تر و تازہ

جَهَنَّمَ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يَّجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِاُمَّتِهٖ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ اِلَّا الرُّسُلُ وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِيْ جَهَنَّمَ كَلَالِيْبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا اِلَّا اللّٰهُ تَخْطَفُ النَّاسَ بِاَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَّنْ يُّوْبَقُ بِعَمَلِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُوْ حَتّٰى اِذَا فَرَغَ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَآءِ بَيْنَ عِبَادِهٖ وَاَرَادَ اَنْ يُّخْرِجَ مِنَ النَّارِ مَنْ اَرَادَ اَنْ يُّخْرِجَهٗ مِمَّنْ كَانَ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ اَنْ يُّخْرِجُوْا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِاٰثَارِ السُّجُوْدِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ اَنْ تَاْكُلَ اَثَرَ السُّجُوْدِ فَكُلُّ ابْنِ اٰدَمَ تَاْكُلُهُ النَّارُ اِلَّا اَثَرَ السُّجُوْدِ فَيُخْرَجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوْا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَآءُ الْحَيٰوةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ وَيَبْقٰى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ اٰخِرُ اَهْلِ النَّارِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ مُقْبِلٌ بِوَجْهِهٖ قِبَلَ النَّارِ وَقَدْ قَشَبَنِيْ رِيْحُهَا وَاَحْرَقَنِيْ ذَكَآؤُهَا فَيَقُوْلُ هَلْ عَسَيْتَ اِنْ اُفْعِلَ ذٰلِكَ اَنْ تَسْئَلَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِى اللّٰهَ مَا شَآءَ اللّٰهُ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيَصْرِفُ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ فَاِذَا اَقْبَلَ بِهٖ عَلَى الْجَنَّةِ وَرَاٰى بَهْجَتَهَا سَكَتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ قَدِّمْنِيْ عِنْدَ

کناروں کے درمیان پُل صراط قائم کیا جائے گا۔ تو جو پیغمبر اپنی امت کیساتھ نکل کر گزریں گے ان میں پہلا میں ہوں گا اور اس دن سوا رسولوں کے اور کوئی کلام نہیں کرے گا اور رسولوں کا کلام اس دن ہو گا الٰہی سلامت رکھ سلامت رکھ اور دوزخ میں خمدار کانٹے ہوں گے میدان کے کانٹوں کی طرح جن کی بڑائی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اچک لیں گے ان میں بعض وہ ہوں گے جو اپنی بدعملی کی وجہ سے ہلاک کیے جائیں گے اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے حتی کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلہ سے فارغ ہو جائے گا اور جن کو آگ سے نکالنے کا ارادہ کیا جا چکا ہو گا انھیں نکالا جائے گا ان لوگوں میں سے جنھوں نے لآ الٰہ الا اللہ کی گواہی دی ہے تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ انھیں نکال لو جو اللہ کی عبادت کرتے تھے وہ انھیں نکال لیں گے اور انھیں سجدہ کے نشانوں سے پہچانیں گے اور اللہ تعالیٰ آگ پر یہ ناممکن کر دے گا کہ سجدہ کے نشانوں کو جلائے چنانچہ انسان کے سارے جسم کو آگ کھا جائے گی سوا سجدہ کے نشان کے تو وہ آگ سے نکلیں گے جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے پھر ان پر زندگی کا پانی بہایا جائے گا تو وہ ایسے اگیں گے جیسے دانہ سیلاب کے اوپر کوڑے میں اگتا ہے اور ایک شخص جنت و دوزخ کے درمیان باقی رہے گا اور وہ تمام دوزخیوں میں سب سے آخری جنت میں داخل ہونے والا ہو گا۔ اپنا منہ آگ کی طرف کیے ہو گا عرض کرے گا یا رب میرا منہ آگ سے پھیر دے مجھے اسکی بُو نے تکلیف پہنچائی ہے اور اس کی تیزی نے مجھے جلا دیا تو رب فرمائے گا کیا ممکن ہے کہ اگر میں یہ کر دوں تو اس کے علاوہ اور مانگے وہ کہے گا

بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْاَلَ غَيْرَ الَّذِىْ كُنْتَ سَاَلْتَ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ لَا اَكُوْنُ اَشْقٰى خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ فَمَا عَسَيْتَ اِنْ اُعْطِيْتَ ذٰلِكَ اَنْ تَسْاَلَ غَيْرَهٗ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ لَا اَسْئَلُكَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيُعْطِىْ رَبَّهٗ مَا شَآءَ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيُقَدِّمُهٗ اِلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَاِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَاٰى زَهْرَتَهَا وَمَا فِيْهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُوْرِ فَسَكَتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَدْخِلْنِى الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَيْلَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا اَغْدَرَكَ اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْاَلَ غَيْرَ الَّذِىْ اُعْطِيْتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ لَا تَجْعَلْنِىْ اَشْقٰى خَلْقِكَ فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْ حَتّٰى يَضْحَكَ اللّٰهُ مِنْهُ فَاِذَا ضَحِكَ اَذِنَ لَهٗ فِىْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى حَتّٰى اِذَا انْقَطَعَ اُمْنِيَّتُهٗ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَمَنَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا اَقْبَلَ يُذَكِّرُهٗ رَبُّهٗ حَتّٰى اِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْاَمَانِىُّ قَالَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ وَفِىْ رِوَايَةِ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نہیں قسم تیری عزت کی تو اللہ تعالیٰ وہ عہد و پیمان دے گا جو اللہ تعالیٰ چاہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کا منہ آگ سے پھیر دے گا پھر جب اس کو جنت کے سامنے کرے گا اور یہ اس کی تروتازگی دیکھے گا تو جب تک رب اس کی خاموشی چاہے یہ خاموش رہے گا پھر کہے گا یا رب مجھے جنت کے دروازے کے پاس پہنچا دے۔ رب تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا واقع یہ نہیں ہے کہ تو عہد و پیمان دے چکا ہے کہ پہلی مانگی چیز کے سوا اور کچھ نہ مانگے گا وہ عرض کریگا یا رب میں تیری مخلوق میں بڑا بدنصیب نہ رہوں تو رب فرمائے گا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ تجھے یہ دے دیا جائے تو تو اس کے سوا کچھ اور نہ مانگے، وہ کہے گا تیری عزت کی قسم! اس کے سوا میں اور کچھ نہ مانگوں گا چنانچہ وہ اپنے عہد و پیمان سے دے گا جواب چاہے اسے اللہ تعالیٰ جنت کے دروازے تک بڑھا دے گا پھر وہ جب اس کے دروازے تک بڑھا دے گا پھر جب وہ اس کے دروازے پر پہنچے گا وہاں کی تروتازگی اور جو کچھ وہاں بہار اور خوشی دیکھے گا تو جب تک اس کا خاموش رہنا اللہ چاہے گا وہ خاموش رہے گا پھر عرض کرے گا یا رب مجھے جنت میں داخل فرما دے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا افسوس تجھ پر اے ابن آدم تو کتنا عہد شکن ہے کیا تو نے عہد و پیمان نہیں دیا تھا کہ تو اس کے سوا نہ مانگے گا جو تجھے دے دیا گیا تو عرض کرے گا یا رب مجھے اپنی خلقت میں بدنصیب نہ بنا تو وہ دعا کرتا رہے گا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو جائے گا تو جب وہ خوش ہو جائے گا تو اسے جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دے گا۔ پھر فرمائے گا تمنا کر وہ تمنا کرے گا حتیٰ کہ جب اس کی تمنائیں ختم ہو جائیں گی، تو رب فرمائے گا فلاں فلاں تمنا کر، خود رب تعالیٰ اسے یاد دلانے لگے گا حتیٰ کہ جب

اس کی آرزوئیں ختم ہوجائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تیرے لیے یہ ہے اور اس کی مثل اور حضرت ابو سعید کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے لیے یہ ہے اور اس سے دس گنا۔ (بخاری و مسلم)

---

[1] جو گذر چکی اگرچہ الفاظ میں اختلاف ہے۔

[2] اس کے بجائے جو حدیث ابو سعید میں گذرا۔

[3] کَلَالِیبُ، کلوبٌ کی جمع ہے کاف پر زبر، لام مضموم مشدد ٹیڑھے سر والا لوہا (کنڈا) بعض شارحین نے فرمایا شاخ دار کنڈا۔ جس کے ساتھ گوشت لٹکایا جاتا ہے۔

[4] سعدان سین پر زبر، عین ساکنہ، وہ گھاس جس کے ساتھ پستان کے سر جیسے کانٹے ہوں اور یہ اونٹوں کا بہترین چارہ ہے۔ امام نودی کہتے ہیں کہ اس گھاس کے لیے بھکھڑے کی مانند ہر جانب کانٹے ہوتے ہیں اور اسے خسک السعدان بھی کہتے ہیں۔

[5] تخطف، طاء کے نیچے زیر یا فتحہ

[6] کافر ہلاک ہوجائے گا نجات نہیں پائے گا اور فاسق زخمی وغیرہ ہو کر نجات پا جائے گا

[7] جس نے توحید و رسالت کو مانا ہو گا

[8] بعض نے کہا کہ اثر سے مراد پیشانی کا نشان ہے بعض نے کہا کہ تمام اعضائے سجدہ مراد ہیں اور وہ سات ہیں، دونوں پاؤں، دونوں زانو، دونوں ہاتھ اور چہرہ۔

[9] نہر حیات اور آبِ حیات میں کوئی منافات نہیں۔

[10] وہ مرد کہے گا میرا منہ دوزخ سے پھیر دے۔

[11] دوزخیوں کو جلانے کی وجہ سے جو بدبو پیدا ہوئی ہے یا آتش دوزخ خود بدبودار ہو گی۔ قشب، زہر دینا کسی مکروہ اور گندی شے سے ایذاء دینا، قشبنی ریحہ کا معنی اس نے ایذاء دی قشبہ اللہ خان جب دوسرے سے خاک پر ہو جائے روایت میں لفظ قشبنی تخفیف کے ساتھ ہے لیکن صراح سے بہ تشدید معلوم ہوتا ہے۔

[12] ذکاء، ذال پر فتحہ، راویوں کے نزدیک بالمد ہے مگر لغت میں بالقصر ہے اگر اس کا معنی زیرکی اور تیز فہمی ہو تو اس وقت یہ بالاتفاق بالمد اور بالضم ہو گا۔

[13] اگر میں تیرا منہ دوزخ کی آگ سے پھیر دوں تو اس کے علاوہ کچھ اور تو نہیں مانگے گا۔

[14] کہ مجھے تو نے جنت کے باہر اور تمام مسلمانوں کو اس کے اندر رکھا ہے اگر مجھے بہشت نہیں، تو کم از کم اس کا دروازہ عطا فرما دے۔

[15] پہلے تو نے وعدہ کیا تھا کہ میں جنت کے دروازہ کے علاوہ سوال نہیں کروں گا۔

١٦ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عہد توڑنے پر عتاب کیوں نہیں فرماتا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا حال عشاق اور مجانین کی طرح ہے لہٰذا وہ معذور ہے یا وہاں مکلف نہیں کہ اس پر مؤاخذہ کیا جائے ۔

١٧ اس سے زیادہ نہ مانگے گا

١٨ اَغْدَرَک ۔ غین اور دال غدر بمعنی عہد توڑنا، اگر عین اور ذال ہو تو پھر عُذر سے ہے یعنی کون سی چیز نے تجھے اس سلسلہ میں معذور کر دیا ہے ۔

١٩ کہ تمام جنت میں اور میں دروازے پر

٢٠ اللہ اس پر تبسم فرمائے گا ۔

۵۳۴۲ وَعَنِ ابْنِ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ[١٤] اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰخِرُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فَهُوَ يَمْشِیْ مَرَّةً وَّيَكْبُوْ مَرَّةً وَّتَسْفَعُهُ النَّارُ مَرَّةً فَاِذَا جَاوَزَهَا الْتَفَتَ اِلَيْهَا فَقَالَ تَبَارَكَ الَّذِیْ نَجَّانِیْ مِنْكِ لَقَدْ اَعْطَانِیَ اللّٰهُ شَيْئًا مَّا اَعْطَاهُ اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فَتُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ فَيَقُوْلُ اَیْ رَبِّ اَدْنِنِیْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَاَشْرَبَ مِنْ مَّآئِهَا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَعَلِّیْ اِنْ اَعْطَيْتُكَهَا سَاَلْتَنِیْ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ فَيُعَاهِدُهٗ اَنْ لَّا يَسْاَلَهٗ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰی مَا لَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّآئِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ هِیَ اَحْسَنُ مِنَ الْاُوْلٰی فَيَقُوْلُ اَیْ رَبِّ اَدْنِنِیْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ لِاَشْرَبَ مِنْ مَّآئِهَا ثُمَّ وَاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا لَا اَسْئَلُكَ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَلَمْ تُعَاهِدْنِیْ اَنْ لَّا تَسْاَلَنِیْ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ لَعَلِّیْ اِنْ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آخری وہ شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ شخص وہ ہوگا جو کبھی چلے گا اور کبھی گرے گا اور کبھی اسے آگ جھلسادے گی[١] پھر جب اس سے نکل جائے گا تو اس کی طرف دیکھے گا کہے گا مبارک ہے وہ جس نے مجھے تجھ سے نجات دی، اللہ نے مجھے وہ شے دی ہے[٢] جو اگلوں پچھلوں میں سے کسی کو نہیں دی، پھر اس کے سامنے ایک درخت پیش کیا جائے گا وہ کہے گا اے میرے رب! مجھے اس درخت سے قریب کر دے، میں اس کا سایہ لوں گا اور اس کا پانی[٣] پیوں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ابن آدم! ممکن ہے کہ اگر میں تجھے یہ دے دوں تو تو مجھ سے اس کے سوا بھی مانگے گا، عرض کرے گا نہیں اے رب اور وہ معاہدہ کرے گا کہ اس کے سوا اور نہ مانگے گا اس کا رب اسے معذور جانے گا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھ رہا ہوگا جس پر صبر نہیں ہو سکتا، تو اسے اس درخت سے قریب کر دے گا وہ اس کا سایہ لے گا اور اس کا پانی پیے گا پھر دوسرا درخت اس کے سامنے کیا جائے گا جو پہلے سے اچھا ہوگا، تو کہے گا اے میرے رب! مجھے اس درخت سے قریب کر دے تاکہ میں اس کا پانی پیوں اور اس کا سایہ لوں میں تجھ سے اس کے علاوہ نہ مانگوں گا تو رب فرمائے گا

أَدْنَيْتُكَ مِنْهَا تَسْأَلُنِيْ غَيْرَهَا فَيُعَاهِدُهٗ أَنْ لَّا يَسْأَلَهٗ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِأَنَّهٗ يَرٰى مَا لَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّآئِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ هِيَ أَحْسَنُ مِنَ الْأُوْلَيَيْنِ فَيَقُوْلُ أَيْ رَبِّ أَدْنِنِيْ مِنْ هٰذِهٖ فَلِأَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَأَشْرَبَ مِنْ مَّآئِهَا لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ أَلَمْ تُعَاهِدْنِيْ أَنْ لَّا تَسْأَلَنِيْ غَيْرَهَا قَالَ بَلٰى يَا رَبِّ هٰذِهٖ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِأَنَّهٗ يَرٰى مَا لَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَإِذَا أَدْنَاهُ مِنْهَا سَمِعَ أَصْوَاتَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ أَيْ رَبِّ أَدْخِلْنِيْهَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا يَصْرِيْنِيْ مِنْكَ أَيُرْضِيْكَ أَنْ أُعْطِيَكَ الدُّنْيَا وَمِثْلَهَا مَعَهَا قَالَ أَيْ رَبِّ أَتَسْتَهْزِئُ مِنِّيْ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ فَضَحِكَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ أَلَا تَسْأَلُوْنِّيْ مِمَّ أَضْحَكُ فَقَالُوْا وَمَا تَضْحَكُ فَقَالَ هٰكَذَا ضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا مِمَّ تَضْحَكُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مِنْ ضِحْكِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حِيْنَ قَالَ أَتَسْتَهْزِئُ مِنِّيْ وَأَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فَيَقُوْلُ إِنِّيْ لَا أَسْتَهْزِئُ مِنْكَ وَلٰكِنِّيْ عَلٰى مَا أَشَاءُ قَدِيْرٌ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اے ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے معاہدہ نہ کیا تھا کہ تو اس کے سوا اور مجھ سے نہ مانگے گا پھر فرمائے گا ممکن ہے اگر میں تجھے اس سے قریب کر دوں تو تو مجھے اس کے علاوہ نہ مانگے گا وہ رب سے وعدہ کرے گا کہ اس کے سوا نہ مانگے گا اور اس کا رب اسے معذور جانے گا کیونکہ وہ ایسی شے دیکھے گا جس پر صبر ناممکن ہے، رب تعالیٰ اسے اس درخت سے قریب کر دے گا اور وہ اس کا سایہ لے گا اس کا پانی پئے گا پھر اس کے سامنے جنت کے دروازے کے پاس ایک درخت ظاہر ہوگا جو پہلے دو سے اچھا ہوگا تو کہے گا اے میرے رب! اب مجھے اس سے قریب کر دے تاکہ میں اس کا سایہ لوں اور اس کا پانی پیوں اس کے سوا تجھ سے کچھ نہ مانگوں گا، تو رب فرمائے گا اے ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے یہ عہد نہ کیا تھا کہ تو مجھ سے اس کے سوا نہ مانگے گا عرض کرے گا ہاں یارب یہ ہی آخری سوال ہے اس کے سوا تجھ سے اور نہ مانگوں گا اور اس کا رب اسے معذور رکھے گا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھے گا جس پر اس سے صبر نہ ہوگا تو اس کو اس سے قریب کر دے گا تو جب اس سے قریب کر دے گا وہ جنتیوں کی آواز سنے گا تو کہے گا اے رب مجھے اس میں داخل فرما رب تعالیٰ فرمائے گا، اے ابن آدم مجھے تجھ سے فراغت نہیں ہوئی کیا تجھے یہ بات راضی کرے گی کہ میں تجھے دنیا اور دنیا کی مثل اس کے ساتھ دوں۔ عرض کرے گا اے رب! تو مجھ سے مذاق کرتا ہے تو رب العالمین ہے۔ حضرت ابن مسعود اس پر ہنس پڑے پھر فرمایا تم مجھ سے پوچھتے کیوں نہیں کہ میں کس چیز سے ہنستا ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کس چیز سے ہنستے ہیں؟ فرمایا ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنسے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ آپ کس چیز سے ہنستے ہیں؟

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ نَّحْوَهٗ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا يَصْرِيْنِيْ مِنْكَ اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ وَزَادَ فِيْهِ وَيُذَكِّرُهُ اللّٰهُ سَلْ كَذَا وَكَذَا حَتّٰى اِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْاَمَانِيُّ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ قَالَ ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتَهٗ فَتَدْخُلُ عَلَيْهِ زَوْجَتَاهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ فَتَقُوْلَانِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَاكَ لَنَا وَاَحْيَانَا لَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ مَا اُعْطِيَ اَحَدٌ مِّثْلَ مَا اُعْطِيْتُ۔

فرمایا رب العالمین کے ہنسنے سے۔ جب وہ بندہ کہے گا کہ کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے، حالانکہ تو رب العالمین ہے تو فرمائے گا میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا لیکن میں اپنے ہر چاہنے پر قادر ہوں (مسلم)

مسلم ہی کی دوسری روایت میں حضرت ابو سعید سے اسی طرح ہے مگر انھوں نے یہ ذکر نہ کیا کہ اے ابنِ آدم! مجھے تجھ سے فراغت نہیں ہوتی آخر حدیث تک اس میں یہ اضافہ کیا کہ اللہ اسے یاد دلائے گا کہ فلاں فلاں چیز مانگ حتی کہ جب اس کی خواہشیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ وہ سب کچھ تیرا ہے اور اس سے دس گنا اور۔ فرمایا وہ اپنے گھر میں داخل ہوگا تو اس پر دو بیویاں بڑی آنکھ والی حوریں داخل ہوں گی، کہیں گی شکر ہے اللہ کا جس نے تجھے ہمارے لیے اور ہمیں تیرے لیے زندہ رکھا، فرماتے ہیں وہ کہے گا کہ جیسا عطیہ مجھے دیا گیا کسی کو نہ دیا گیا۔

---

[1] کبھی منہ کے بل گرے گا

[2] آگ کا اثر اس پر ظاہر ہوگا اور اس کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوگا یا اس کے بعض اعضاء کو جلا دے گی اور اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔ اصمعی کہتے ہیں کہ سفع کا معنی وہ سرخی ہے کہ جس پر سیاہی ہو۔

[3] یہ گفتگو انتہائی خوشی اور سرور کی وجہ سے صادر ہوگی حقیقۃً مراد نہیں بلکہ مراد کثرتِ عطا میں مبالغہ ہے۔

[4] انتہائی پیاس کی وجہ سے خیال کرے گا کہ شاید اس کے نیچے پانی ہوگا یا اس بناء پر کہ عادۃً درخت کے نیچے پانی ہوتا ہے یا محض احتمال کی بناء پر کہا کہ اگر وہاں پانی ہوا تو میں اسے پیوں گا۔

[5] یَصْرِیْنِیْ منک۔ یاء پر زبر، صاد ساکن، صَرِیْ بمعنی قطع سے مشتق ہے یعنی کون سی چیز مجھے تیرے سوال سے خلاصی دلائے گی جو تو ہر بار کر رہا ہے۔

[6] تو بار بار سوال کرتا ہے اور عہد توڑتا ہے، کون سی چیز تجھے مجھ سے سوال سے روکے گی یہ معنی نہایت واضح ہے اور پہلی روایت قلب پر محمول ہے یعنی اس کا معنی بھی یہی لیا جائے گا۔

[7] انتہائی سرور و خوشی کی وجہ سے۔

[8] میں جانتا ہوں کہ تو اہل اور مستحق نہیں، لیکن میں دے رہا ہوں کیونکہ میں قادرِ مطلق ہوں

[9] سفید چہرے اور سیاہ بڑی آنکھوں والیاں۔ حور جمع حوراء اور عین جمع عیناء

۵۳۴۳/۱۵ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیُصِیْبَنَّ اَقْوَامًا سَفْعٌ مِّنَ النَّارِ بِذُنُوْبٍ اَصَابُوْهَا عُقُوْبَةً ثُمَّ یُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِهٖ وَرَحْمَتِهٖ فَیُقَالُ لَهُمُ الْجَهَنَّمِیُّوْنَ ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ قوموں[1] کو ان کے کیے ہوئے گناہوں کی وجہ[2] سے آگ کی لپٹ پہنچے گی سزا کے طور پر، پھر اللہ انھیں جنت میں داخل فرمائے گا اپنے فضل[3] اور اپنی رحمت سے تو انھیں جہنمی[4] کہا جائیگا

(البخاری)

[1] مسلمانوں کے گروہ کو آگ کا اثر پہنچے گا کہ ان کا رنگ متغیر کر دے گا۔ "سَفْعٌ" کا معنی صراح میں ہے آگ کا جلانا، ایسی بادِ سموم جو چہرے کو بے رنگ کر دے ۔

[2] ان کے گناہوں کے سبب ان پر بطور جزا عذاب ہوگا ۔

[3] یہ الفاظ بعض نسخوں میں ہیں

[4] پہلے دوزخ میں جانے کی وجہ سے نہ کہ بطریق تنقیص و تحقیر بلکہ برائے تذکیہ تاکہ وہ نعمتِ الٰہی پر شکر کرتے خوشحال و مسرور رہوں ۔

۵۳۴۴/۱۶ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ فَیَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَیُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِیِّیْنَ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

وَفِیْ رِوَایَةٍ یَّخْرُجُ قَوْمٌ مِّنْ اُمَّتِیْ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَتِیْ یُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِیِّیْنَ ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ کی شفاعت سے کچھ اقوام[1] آگ سے نکالی جائیں گی جو جنت میں داخل ہوں گے اور ان کا نام جہنمی رکھا جائے گا (بخاری)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میری امت میں سے ایک قوم میری شفاعت کی بناء پر آگ سے نکالی جائے گی جو جہنمی نام دیے جائیں گے ۔

[1] بعض نسخوں میں قوم کا لفظ ہے

۵۳۴۵/۱۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِّنْهَا وَاٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا رَجُلٌ یَّخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا فَیَقُوْلُ اللّٰهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَیَاْتِیْهَا فَیُخَیَّلُ اِلَیْهِ اَنَّهَا مَلْاٰی فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ وَجَدْتُّهَا مَلْاٰی فَیَقُوْلُ اللّٰهُ اذْهَبْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں دوزخ میں سے آخری نکلنے والے کو اور جنت میں آخری داخل ہونے والے کو، ایک شخص آگ سے گھسٹتا ہوا[1] نکلے گا تو رب تعالیٰ فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا، وہ وہاں جائے گا ایسے خیال باندھے کہ جنت بھری ہوئی ہے وہ کہے گا، یا رب میں نے جنت بھری ہوئی پائی

فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَاِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ اَمْثَالِهَا فَيَقُوْلُ اَتَسْخَرُ مِنِّيْ اَوْ تَضْحَكُ مِنِّيْ وَاَنْتَ الْمَلِكُ فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ وَكَانَ يُقَالُ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تو رب فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا، کیونکہ تیری ملکیت دنیا کے برابر اور اس کا دس گنا ہے، وہ کہے گا تو مجھ سے تمسخر کرتا ہے یا مجھ سے ہنسی کرتا ہے، حالانکہ تو بادشاہ ہے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور ہنسے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں مبارک چمک گئیں اور کہا جاتا ہے[2] کہ یہ جنت والوں میں ادنیٰ[3] درجہ کا ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

---

[1] بچے کا سرین پر چلنا بھی اس کا معنی ہے یہاں پیٹ اور ہاتھ پر چلنا مراد ہے۔

[2] دنیا میں یا آخرت میں

[3] مقام یا مرتبہ میں، صراح میں ہے کہ منزلت سرائے میں اُترنے کی جگہ، مرتبہ اور عزت کے معنی بھی آتے ہیں۔

۵۳۳۶ / ۱۸ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ وَاٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنْهَا رَجُلٌ يُؤْتٰى بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُقَالُ اَعْرِضُوْا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوْبِهٖ وَارْفَعُوْا عَنْهُ كِبَارَهَا فَتُعْرَضُ عَلَيْهِ صِغَارُ ذُنُوْبِهٖ فَيُقَالُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا وَعَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّنْكِرَ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِ ذُنُوْبِهٖ اَنْ تُعْرَضَ عَلَيْهِ فَيُقَالُ لَهٗ فَاِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً فَيَقُوْلُ رَبِّ قَدْ عَمِلْتُ اَشْيَاءَ لَا اَرَاهَا هٰهُنَا وَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں جانتا ہوں اہلِ جنت میں سے آخری داخل ہونے والے کو جنت میں اور دوزخیوں میں سے وہاں سے آخری نکلنے والے کو کہ یہ شخص ہوگا جسے روزِ قیامت لایا جائے گا، کہا جائے گا کہ اس پر اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس سے اس کے بڑے گناہ مخفی رکھو، چنانچہ اس پر اس کے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے کہا جائے گا تو نے فلاں فلاں گناہ کیے اور فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کیے، وہ کہے گا ہاں انکار کی طاقت نہ رکھے گا اور وہ اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ اس پر وہ پیش کر دیے جائیں کہا جائے گا کہ تیرے لیے ہر گناہ کے عوض ایک نیکی ہے تب وہ کہے گا کہ میں نے تو اور بڑے[1] گناہ بھی کیے تھے جنھیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا سرکار ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں چمک گئیں۔ (مسلم)

---

[1] یعنی میرے بڑے گناہ یہاں نہیں ہیں۔

۵۳۴۷/۱۹ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَخْرُجُ مِنَ النَّارِ اَرْبَعَۃٌ فَیُعْرَضُوْنَ عَلَی اللّٰہِ ثُمَّ یُؤْمَرُ بِہِمْ اِلَی النَّارِ فَیَلْتَفِتُ اَحَدُھُمْ فَیَقُوْلُ اَیْ رَبِّ لَقَدْ کُنْتُ اِذْ اَخْرَجْتَنِیْ مِنْھَا اَنْ لَّا تُعِیْدَنِیْ فِیْھَا قَالَ فَیُنْجِیْہِ اللّٰہُ مِنْھَا۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا چار آدمی آگ سے نکالے جائیں گے پھر بارگاہِ الٰہی میں پیش کیے جائیں گے پھر انھیں آگ کی طرف جانے کا حکم دیا جائے گا تو ان میں سے ایک مُڑ مُڑ کر دیکھے گا، عرض کرے گا یارب! میں امید[1]وار تھا تو نے مجھے وہاں سے نکال لیا تو اب دوبارہ لوٹائے گا فرمایا۔ تو رب تعالیٰ اسے آگ[2] سے نجات دے دے گا۔ (مسلم)

[1] کہ اب تو دوبارہ دوزخ میں واپس نہیں بھیجے گا۔

[2] اب اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں نہیں بھیجے گا۔ باہر لانا، واپس بھیجنا اور نجات، اظہار امتحان و امتنان کے لیے ہے، ایک کے حال کا ذکر کیا ہے، باقی کو اس پر قیاس کر لیا جائے کہ ان کا معاملہ بھی اسی طرح ہوگا، چار کا ذکر بطورِ تمثیل ہے ورنہ مراد جماعت ہے۔

۵۳۴۸/۲۰ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْلُصُ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ فَیُحْبَسُوْنَ عَلٰی قَنْطَرَۃٍ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ فَیُقْتَصُّ لِبَعْضِھِمْ مِنْ بَعْضٍ مَظَالِمُ کَانَتْ بَیْنَھُمْ فِی الدُّنْیَا حَتّٰی اِذَا ھُذِّبُوْا وَنُقُّوْا اُذِنَ لَھُمْ فِیْ دُخُوْلِ الْجَنَّۃِ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَاَحَدُھُمْ اَھْدٰی بِمَنْزِلِہٖ فِی الْجَنَّۃِ مِنْہُ بِمَنْزِلِہٖ کَانَ لَہٗ فِی الدُّنْیَا۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان آگ سے نجات پائیں گے تو وہ جنت و دوزخ کے درمیان ایک پُل پر روکے جائیں گے تو بعض کا بعض ان ظلموں کا بدلہ لیا جائے گا جو ان کے درمیان دنیا میں تھے حتیٰ کہ جب پاک صاف کر دیے[1] جائیں گے تو انھیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی تو اس کی قسم جس کے قبضہ میں محمد مصطفیٰ کی جان ہے ان میں سے ہر ایک اپنے جنتی گھر کا اس سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوگا جو اپنے دنیاوی گھر کا ہدایت[2] یافتہ تھا۔ (بخاری)

[1] اس سے واضح ہو رہا ہے کہ اہلِ ایمان کو دوزخ میں تہذیب و تصفیہ کے لیے ڈالا جائے گا نہ کہ غضب و عداوت کی وجہ سے تاکہ ان کو ناپاک کثافت سے پاک صاف کر دیا جائے۔ اور جنت میں داخلہ ہوگا جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے جیسا کہ دنیا میں امراض و مصائب سے گناہوں کا کفارہ بن جائے۔ محققین نے کہا ہے کہ بعض گناہ امراض و مصائب سے، بعض شدتِ سکراتِ موت سے، بعض عذابِ قبر سے صاف ہو جاتے ہیں بعض گناہ ایسے ہیں کہ دوزخ کی آگ کے سوا نہیں دھلتے جس طرح سونا چاندی پگھلائے بغیر پاک اور صاف نہیں ہوتے۔

[2] اس میں تعذیب وتصفیہ کے بعد قوت نورانیت قلب وہدایت کی طرف اشارہ ہے یا اس طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں جس طرح خود توفیق سے ایمان وعمل صالح اور مقامِ قربِ الٰہی اس نے پایا اسی طرح جنت کے مقام کی طرف بھی ہدایت پائے گا۔

۵۳۴۹/۲۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا اُرِیَ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ لَوْ اَسَاءَ لِیَزْدَادَ شُكْرًا وَّلَا یَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ اِلَّا اُرِیَ مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ لَوْ اَحْسَنَ لِیَكُوْنَ عَلَیْهِ حَسْرَةً۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا مگر پہلے اسے اسی کا دوزخی ٹھکانا دکھایا جائے گا اگر وہ جرم کرتا، تاکہ وہ زیادہ شکر کرے[1] اور کوئی آگ میں نہ جلے گا مگر اسے اس کا جنتی ٹھکانا دکھایا جائے گا اگر نیکیاں کرتا، تاکہ اس پر حسرت کرے۔

(بخاری)

[1] اور اسے زیادہ لذت حاصل ہو

۵۳۵۰/۲۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَارَ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَى الْجَنَّةِ وَاَهْلُ النَّارِ اِلَى النَّارِ جِیْءَ بِالْمَوْتِ حَتّٰى یُجْعَلَ بَیْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ یُذْبَحُ ثُمَّ یُنَادِیْ مُنَادٍ یَا اَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ وَیَا اَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ فَیَزْدَادُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا اِلٰى فَرَحِهِمْ وَیَزْدَادُ اَهْلُ النَّارِ حُزْنًا اِلٰى حُزْنِهِمْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت لائی جائے گی حتیٰ کہ جنت ودوزخ کے درمیان رکھی جائے گی پھر ذبح کر دی جائے گی پھر پکارنے والا پکارے گا اے جنتیو! اب موت نہیں اور اے دوزخیو! اب موت نہیں تو جنتی لوگوں کو خوشی پر خوشی اور دوزخی لوگوں کو غم پر غم زیادہ ہو جائے گا۔ (مسلم وبخاری)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۵۳۵۱/۲۳ وَعَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَوْضِیْ مِنْ عَدَنٍ اِلٰى عَمَّانَ الْبَلْقَاءِ مَاؤُهٗ اَشَدُّ بَیَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ وَاَكْوَابُهٗ عَدَدُ نُجُوْمِ السَّمَاءِ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ شَرْبَةً لَمْ یَظْمَأْ بَعْدَهَا اَبَدًا اَوَّلُ النَّاسِ وُرُوْدًا

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا حوض عدن[1] سے لے کر عمان[2] بلقاء تک ہے[3] اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا اور اس کے کوزے آسمان کے تاروں کے برابر ہیں جو ایک گھونٹ پیئے گا اس کے بعد پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا لوگوں میں سب سے پہلے وہاں

فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرِيْنَ الشُّعْثُ رُءُوْسًا الدُّنْسُ ثِيَابًا الَّذِيْنَ لَا يَنْكِحُوْنَ الْمُتَنَعِّمَاتِ وَلَا يُفْتَحُ لَهُمُ السُّدَدُ۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

پہنچنے والا وہ مہاجر فقیر ہے جن کے بال پراگندہ[3] ہیں کپڑے میلے[4] جو امیر عورتوں[5] سے نکاح نہ کر سکیں ان پر دروازے[6] نہ کھولے جائیں۔

(مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ، امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے)۔

[1] عدن، یمن کا شہر ہے

[2] عمان، عین پر زبر، میم مشدد شام کا شہر ہے اگر عین پر ضمہ اور میم مخفف ہو تو یہ بھی یمن ہی کا شہر ہے۔ علامہ طیبی نے نہایہ کی موافقت کرتے ہوئے کہا کہ یہ بحرین کا شہر ہے لیکن یہاں چونکہ ساتھ بلقاء باء پر زبر، لام اور قاف ساکن کا ذکر ہے جو شام میں ہے یہ معنی اول کو متعین کرتا ہے۔

[3] شعث۔ شین پر پیش، عین ساکن، اشعث کی جمع ہے بمعنی پراگندہ بال

[4] الدنس۔ دال اور نون پر پیش، دنس دال پر زبر دونوں کے نیچے کسرہ

[5] یعنی اگر یہ امیر عورتوں سے نکاح چاہیں تو وہ قبول نہ کریں۔

[6] اگر وہ کسی دروازہ پر آکر داخلہ کی اجازت چاہیں تو اجازت نہ دی جائے۔

٥٣٥٢/٢٤ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَقَالَ مَا أَنْتُمْ جُزْءًا مِّنْ مِّائَةِ أَلْفِ جُزْءٍ مِّمَّنْ يَّرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ قِيْلَ كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ سَبْعَ مِائَةٍ أَوْ ثَمَانَ مِائَةٍ۔ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ)

حضرت زید بن ارقم[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک منزل پر اترے تو فرمایا کہ تم ان کا لاکھواں حصہ بھی نہیں جو میرے پاس حوض پر پہنچیں گے پوچھا[2] گیا تم اس دن کتنے تھے فرمایا سات سو یا آٹھ سو[3]۔ (ابوداؤد)

[1] مشہور صحابی ہیں

[2] حضرت زید بن ارقم سے

[3] مراد تحدید و تعیین نہیں، بلکہ محض کثرت کا بیان ہے، شاید اس سے زائد مراتب غیر محصور ہوں کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ تمام امت وارد ہو گی ہاں بعض بعض سے مخصوص ہوں گے۔

٥٣٥٣/٢٥ وَعَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا وَّإِنَّهُمْ لَيَتَبَاهَوْنَ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ وَارِدَةً وَّإِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ أَكْثَرَهُمْ وَارِدَةً۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کا حوض ہے اور وہ اس پر فخر کریں گے کہ ان میں سے کس کے پاس زیادہ آنے والے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ میرے پاس ان سب آنے والوں میں[1] سے

حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

زیادہ ہیں۔ (ترمذیؒ اور فرمایا یہ حدیث[2] غریب ہے)

[1] حضرات انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے میری امت زیادہ ہوگی اور یہ یقینی بات ہے باقی لفظ ارجو جس میں شک وتردد کا معنی ہے بطور تواضع استعمال فرمایا ہے۔

[2] واضح رہے کہ یہ حدیث ظاہر پہ ہی محمول ہے کہ روز قیامت ہر نبی کا حوض ہوگا اس کی تاویل علم یا ہدیٰ سے کرنا خلاف ظاہر ہے۔

۵۳۵۴ / ۲۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّشْفَعَ لِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ اَنَا فَاعِلٌ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَيْنَ اَطْلُبُكَ قَالَ اُطْلُبْنِيْ اَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِيْ عَلَى الصِّرَاطِ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَكَ عَلَى الصِّرَاطِ قَالَ فَاطْلُبْنِيْ عِنْدَ الْمِيْزَانِ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَكَ عِنْدَ الْمِيْزَانِ قَالَ فَاطْلُبْنِيْ عِنْدَ الْحَوْضِ فَاِنِّيْ لَا اُخْطِئُ هٰذِهِ الثَّلٰثَ الْمَوَاطِنَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ قیامت کے دن میری شفاعت فرما دیں فرمایا: میں[1] شفاعت کروں گا عرض کیا یا رسول اللہ! میں حضور کو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا پہلے مجھے پل صراط پہ تلاش کرنا میں نے کہا اگر آپ کو پل صراط پہ نہ پاؤں، فرمایا پھر مجھے میزان کے پاس ڈھونڈھنا میں نے عرض کیا اگر میں حضور کو میزان کے پاس نہ پاؤں فرمایا پھر مجھے حوض کے پاس تلاش کرنا کیونکہ میں ان تین جگہوں کے علاوہ[2] کہیں نہ ہوں گا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث[3] غریب ہے)

[1] جب میں تمام جہاں کی شفاعت کروں گا تیری شفاعت کیسے نہ کروں گا حالانکہ تو میرا خادم اور معاون ہے۔ یا معنی یہ ہے کہ میں اپنی طرف سے کروں گا اور اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ فرما رکھا ہے۔

[2] کبھی اس مقام پہ کبھی دوسرے پہ کبھی تیسرے پہ کیونکہ امت کے لیے محشر میں یہی تین مشکل ترین مقامات ہیں۔ اور میں ان کی آسانی کے لیے وہاں کھڑا ہوں گا۔

[3] اس حدیث اور حدیث عائشہ جو باب الحساب کی دوسری فصل میں گذری تطبیق کیسے ہوگی، وہاں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ السلام سے پوچھا کہ روز قیامت آپ اپنے اہل وعیال کو یاد رکھیں گے تو آپ نے فرمایا کہ ان تین مقامات پر کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا بلکہ ہر کسی کو اپنی پڑی ہوگی۔ ان میں تطبیق دیتے ہوئے شارحین نے فرمایا کہ سیدہ عائشہ چونکہ آپ کی اہلیہ ہیں ان کو یہ جواب اس لیے دیا کہ کہیں وہ شفاعت پہ تکیہ کرتے ہوئے عمل ومحنت کو ترک نہ کر دے جیسا کہ آپ نے اپنے تمام اہل بیت اور قرابت داروں کو فرمایا کہ تمھارے لیے مالک نہیں ہوں عمل کرو اور بھروسہ نہ کرو اور حضرت انس سے شفاعت کا وعدہ فرمایا تاکہ یہ ناامید نہ ہوں۔ درحقیقت روزِ قیامت کی شدت وسختی کا بیان ہے اور حضور کے لیے شفاعت کا درجہ حاصل ہے لہٰذا آپ نے ہر جواب میں مخاطب کے حال کو پیشِ نظر رکھا ہے۔

۵۳۵۵/۲۷ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ مَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ قَالَ ذٰلِكَ يَوْمٌ يَنْزِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى كُرْسِيِّهٖ يَئِطُّ كَمَا يَئِطُّ الرَّحْلُ الْجَدِيْدُ مِنْ تَضَايُقِهٖ وَهُوَ كَسَعَةِ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَيُجَآءُ بِكُمْ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا فَيَكُوْنُ اَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى اِبْرَاهِيْمُ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اكْسُوْا خَلِيْلِيْ فَيُؤْتٰى بِرَيْطَتَيْنِ بَيْضَاوَيْنِ مِنْ رِيَاطِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اُكْسٰى عَلٰى اِثْرِهٖ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَّمِيْنِ اللّٰهِ مَقَامًا يَغْبِطُنِيْ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ۔

(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ مقام محمود کیا[۵۱] ہے؟ فرمایا قیامت وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر نزول فرمائے گا تو وہ ایسی چڑ چڑائے گی جیسے نیا کجاوا[۵۲] چڑ چڑاتا ہے اپنی تنگی کی وجہ سے حالانکہ وہ آسمان و زمین کی فراخی کی طرح[۵۳] ہے اور تم کو ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ لایا جائے گا جنھیں پہلے پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم ہوں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے خلیل کو پہناؤ تو دو سفید حلّے پہنائے جائیں گے پھر ان کے بعد مجھے پہنایا جائے گا پھر میں اللہ تعالیٰ کے دائیں طرف اس طرح کھڑا ہوں کہ مجھ پر اگلے اور پچھلے رشک کریں گے۔

(دارمی)

[۵۱] اس کی کیا کیفیت ہے جس کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (آپ کا رب عنقریب آپ کو مقامِ محمود پر کھڑا فرمائے گا)۔

[۵۲] پالان اور زین جو چمڑہ سے تیار ہوتا ہے۔

[۵۳] دوسری روایت میں ہے کہ سات آسمان اور سات زمین کی نسبت اس کرسی کے یوں ہے جیسے جنگل میں حلقہ ہو، عرش کی فضیلت کرسی پر ایسے ہے جیسے جنگل کی حلقہ پر فضیلت ہوتی ہے یہاں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ آسمان و زمین کے درمیان کی وسعت کا ذکر جو حدیث میں آیا ہے وہ جیب عرف کرسی کے مقابلہ میں بطور تمثیل ہے وہاں تحدید و تعیین مقصود نہیں جیسا کہ وسعتِ جنت کے بارے میں آیا ہے کہ اس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اس سے مقصود اس کی فراخی بیان کر کے اس وہم کا ازالہ ہے جو کجاوہ کی تشبیہ اور اس کی تنگی سے چڑ چڑانے سے پیدا ہوا یہ حدیث از قبیل متشابہات ہے خلاصہ اس کا عظمت الٰہی اور اس کی کبریائی کا بیان ہے یہاں مفردات کلام کا معنی ملحوظ نہیں ہے لفظ کرسی بادشاہ کی کرسی سے ماخوذ ہے جس پر بادشاہ بیٹھتا ہے اور حکم جاری کرتا ہے یا عالم کی کرسی سے ماخوذ ہے جس پر وہ علوم و معارف کے افادہ اور افاضہ کے لیے بیٹھتا ہے۔ اثر دونوں پر فتحہ یا ہمزہ مکسور اور ثاء ساکن، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو پہلے حلہ پہنائے جانے کا سبب باب الحشر کی فصل اوّل میں گزر چکا ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ یہ سیدنا ابراہیم کی حضور پر فضیلت کی وجہ سے نہیں، بلکہ ان کی یہ تقدیم بھی حضور علیہ السلام کے والد ہونے کی وجہ سے ہے جو شارحین نے کہا کہ حضور علیہ السلام لباس میں مبعوث ہوں گے بظاہر مذکورہ قول کہ، اس کے بعد مجھے لباس پہنایا جائے گا، کے منافی ہے مگر کہا یہ گیا ہے کہ آپ اگرچہ لباس میں تشریف لائیں گے لیکن بسبب آپ کے شرف و فضل کے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ

دوبارہ لباس پہنایا جائے گا۔ باقی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو پہلے لباس پہنانا صرف فضیلت جزئی ہے فضیلت کلی وہ ہے جس کا بیان آگے آرہا ہے۔

؎۵ یہ حدیث واضح طور پر اس پر دال ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام کائنات، ملائکہ، انبیاء و مرسلین اور تمام مقربین سے افضل ہیں

۵۳۵۶/۲۸ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِعَارُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلَى الصِّرَاطِ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنین کی پل صراط پر؎۱ یہ علامت ہوگی الٰہی سلامت رکھ؎۲ سلامت رکھ؎۳ (ترمذی، اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے)

؎۱ پل پر گزرتے ہوئے یہ کلمہ ادا ہوگا

؎۲ بعض نسخوں میں ربِ سلّم، ربِ سلّم (الٰہی سلامت رکھ، الٰہی سلامت رکھ)

؎۳ شعار، شین کے نیچے زیر، جنگ اور سفر کے دوران کی علامت، اس کلمہ کے ساتھ روز قیامت پہچان ہوگی اس امت کی جو اپنے پیغمبر کی اقتداء میں رہی۔

۵۳۵۷/۲۹ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ جَابِرٍ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لیے ہے؎۱ (ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت جابر سے روایت کی)

؎۱ جب شفاعت کبیرہ گناہ والوں کو حاصل ہے تو صغیرہ والوں کو بطریق اولیٰ شفاعت حاصل ہوگی باقی اس شفاعت سے مراد عذاب سے نجات اور خلاصی ہے رہا درجات کی بلندی اور مزید انعامات کا حصول تو وہ اولیاء، اتقیاء اور صلحاء کے لیے ہوگی۔

۵۳۵۸/۳۰ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِيْ اٰتٍ مِّنْ عِنْدِ رَبِّيْ فَخَيَّرَنِيْ بَيْنَ اَنْ يُّدْخِلَ نِصْفَ اُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب کے پاس سے ایک؎۱ آنے والا آیا تو مجھے نصف امت جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کرنے میں سے ایک کو چن لینے کا اختیار دیا گیا پس میں نے شفاعت؎۲ کو پسند کیا اور یہ اس کے لیے ہے جو مر گیا اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا؎۳ (ترمذی اور ابن ماجہ)

---

[1] مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام یا کوئی اور فرشتہ ہے۔

[2] تاکہ تمام اہلِ ایمان اس میں داخل ہوں اور کوئی خارج نہ رہے جیساکہ آگے خود فرمایا

[3] یعنی تمام اہلِ ایمان

۵۳۵۹/۳۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي الْجَدْعَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِيْ اَكْثَرُ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت عبداللہ بن ابی الجدعاء[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کے ایک آدمی کی شفاعت سے قبیلہ بنوتمیم سے زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے۔ (ترمذی، دارمی، ابن ماجہ)

[1] جدعاء، جیم پہ زبر، دال ساکن تمیمی ہیں، بعض کے نزدیک کنانی ہیں اور بعد میں صحابہ میں شمار ہوتے ہیں جامع الاصول، تقریب میں ہے کہ ذال کے ساتھ ہے شارحین کہتے ہیں کہ ان میں دو احادیث مروی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے اور دوسری حدیث کُنْتُ نَبِیًّا وآدم فی الروح والجسد (میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے) محدث میر جمال الدین کے نسخہ میں ذال کے صحیح قرار دیا ہے۔

[2] قبیلہ بنوتمیم بہت زیادہ افراد پر مشتمل تھا جب ایک آدمی کی شفاعت سے اتنے لوگ جنت میں جائیں تو اس طرح کے مرد تو امت میں کثیر ہیں جب تمام شفاعت کریں گے تو ان کی شفاعت سے ساری اُمّتِ مسلمہ جنّت میں چلی جائے گی۔

۵۳۶۰/۳۲ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّشْفَعُ لِفِئَامِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّشْفَعُ لِلْقَبِيْلَةِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّشْفَعُ لِلْعُصْبَةِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتّٰى يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میری اُمّت میں سے بعض وہ ہیں جو ایک جماعت[1] کی شفاعت کریں گے، بعض وہ ہیں جو ایک قبیلہ[2] کی شفاعت کریں گے، بعض ایک[3] کنبہ کی شفاعت کریں گے، بعض صرف ایک آدمی کی شفاعت کریں گے حتیٰ کہ یہ لوگ جنت[4] میں داخل ہو جائیں گے۔ (ترمذی)

[1] فِئَام۔ فاء کے نیچے زیر، معنی کے اعتبار سے فِئَہ کی جمع ہے نہ کہ لفظ کے اعتبار سے کیونکہ لفظاً اس کا واحد نہیں اس کی اصل میں ہمزہ ہے مگر بغیر ہمزہ کے بھی آیا ہے۔

[2] ایک والد کی اولاد کو قبیلہ کہا جاتا ہے۔

[3] عُصبہ، عین پر پیش، صاد ساکن، ایک سے لے کر چالیس افراد تک کا جتھہ

[4] اس شفاعت سے

۵۳۶۱/۳۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَعَدَنِيْ اَنْ يُّدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ اَرْبَعَ مِائَةِ اَلْفٍ بِلَا حِسَابٍ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ زِدْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَهٰكَذَا فَحَثَا بِكَفَّيْهِ وَجَمَعَهُمَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ زِدْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَهٰكَذَا فَقَالَ عُمَرُ دَعْنَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَمَا عَلَيْكَ اَنْ يُّدْخِلَنَا اللّٰهُ كُلَّنَا الْجَنَّةَ فَقَالَ عُمَرُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِنْ شَآءَ اَنْ يُّدْخِلَ خَلْقَهُ الْجَنَّةَ بِكَفٍّ وَّاحِدٍ فَعَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ عُمَرُ ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا و اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت میں سے چار لاکھ کو بغیر حساب کے جنت میں داخل فرمائے گا تو جناب ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو اور۱؎ زیادہ دیجیے فرمایا اس طرح پھر آپ نے دونوں ہاتھ ملا۲؎ کے ان کا لپ بھرا حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں زیادہ دیجیے فرمایا اور ایسے تو حضرت عمر نے کہا۳؎ اے ابوبکر ہمیں چھوڑ دیجیے تو ابوبکر نے فرمایا: تمھارا اس میں کیا نقصان ہے کہ ہم سب کو اللہ جنت میں داخل فرما دے تو حضرت عمر کہنے لگے اگر اللہ چاہے تو ایک مٹھی میں ساری خلقت کو جنت میں داخل کر دے تو وہ کر سکتا ہے تب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عمر نے سچ کہا (شرح السنۃ)

۱؎ سوال کرو اللہ تعالیٰ اس میں اور اضافہ فرمائے یا خبر دینے میں اضافہ فرماؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے زیادہ کا وعدہ فرمایا جیسا کہ پیچھے گزرا کہ ستر ہزار اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور تین لپ بھی جنت میں داخل ہوں گے ۔

۲؎ جیسے دینے کے لیے آدمی ملاتا ہے، حثیہ، جیسے دونوں ہاتھوں سے ایک ہی بار دیا جاتا ہے

۳؎ تاکہ ہم عمل کریں ۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے جدوجہد کریں تاکہ کرم پر اعتماد کرتے ہوئے عمل سے غافل نہ ہو جائیں ۔

۴؎ ایک بار ہی عطا سے جنت میں داخل کر دے لہذا بار بار سوال کی کیا ضرورت؟

۵؎ شارحین کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے جو کچھ کہا وہ فقر و مسکینی اور نیازمندی کا اظہار ہے ۔ حضرت عمر نے جو کچھ کہا وہ تسلیم و رضا ہے ۔ اولاً حضور نے حضرت ابوبکر کو جواب نہ دیا یہاں تک کہ عمر بول پڑے اور ثانیاً حضرت عمر کی تصدیق کی کیونکہ توجہ اور عمل میں بشارت کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے اور کلام عمر میں بھی بشارت ہے بلکہ عظیم تر بشارت ہے لہذا دونوں کا حال ایک ہی ہے ۔

۵۳۶۲
۳۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَفُّ اَهْلُ النَّارِ فَيَمُرُّ بِهِمُ الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ يَا فُلَانُ اَمَا تَعْرِفُنِيْ اَنَا الَّذِيْ سَقَيْتُكَ شَرْبَةً وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَنَا الَّذِيْ

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخی لوگ صف بستہ ہوں گے تو اہل جنت میں سے ایک آدمی ان پر گزرے گا، تو ان میں سے ایک دوزخی کہے گا کیا تو مجھے پہچانتا نہیں میں وہ ہی ہوں جس نے تجھے ایک گھونٹ پانی پلایا تھا،

وَهَبْتُ لَكَ وَضُوْءًا فَيَشْفَعُ لَهٗ فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

ایک دوزخی کہے گا کہ میں وہ ہوں جس نے وضو کا پانی دیا تھا یہ جنتی ان کی شفاعت کرے گا پس انھیں جنت میں داخل کر دے[2] گا ۔ (ابن ماجہ)

[1] یا دوزخیوں کو کھڑا کیا گیا ہوگا، یصف معروف و مجہول دونوں طرح ہے ۔

[2] یہاں سے واضح ہو رہا ہے کہ اگر فاسق و گنہ گار نے دنیا میں کسی اہلِ تقویٰ و ورع کی خدمت کی ہوگی تو آخرت میں اس کا نتیجہ ملے گا ۔ اور ان کی شفاعت سے جنت نصیب ہوگی ۔

۵۳۶۳ / ۳۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ رَجُلَيْنِ مِمَّنْ دَخَلَ النَّارَ اِشْتَدَّ صِيَاحُهُمَا فَقَالَ الرَّبُّ تَعَالٰى اَخْرِجُوْهُمَا فَقَالَ لَهُمَا لِاَيِّ شَيْءٍ اِشْتَدَّ صِيَاحُكُمَا قَالَا فَعَلْنَا ذٰلِكَ لِتَرْحَمَنَا قَالَ فَاِنَّ رَحْمَتِيْ لَكُمَا اَنْ تَنْطَلِقَا فَتُلْقِيَا اَنْفُسَكُمَا حَيْثُ كُنْتُمَا مِنَ النَّارِ فَيُلْقِيْ اَحَدُهُمَا نَفْسَهٗ فَيَجْعَلُهَا اللّٰهُ عَلَيْهِ بَرْدًا وَّسَلَامًا وَّيَقُوْمُ الْاٰخَرُ فَلَا يُلْقِيْ نَفْسَهٗ فَيَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ تَعَالٰى مَا مَنَعَكَ اَنْ تُلْقِيَ نَفْسَكَ كَمَا اَلْقٰى صَاحِبُكَ فَيَقُوْلُ رَبِّ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ لَّا تُعِيْدَنِيْ فِيْهَا بَعْدَ مَا اَخْرَجْتَنِيْ مِنْهَا فَيَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ تَعَالٰى لَكَ رَجَاؤُكَ فَيَدْخُلَانِ جَمِيْعًا الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دوزخ میں جا چکے ہوں گے ان میں سے دو کا شور و پکار بہت زیادہ ہوگا تو رب تعالیٰ فرمائے گا کہ ان دونوں کو نکالو پھر ان سے فرمائے گا کہ کس مقصد کے لیے تمھارا شور زیادہ ہے، عرض کریں گے کہ ہم نے یہ اس لیے کیا کہ تو ہم پر رحم کرے گا ۔ فرمائے گا تم پر میری رحمت ہی ہے کہ چلو[1] اپنے کو وہاں ہی ڈال دو جہاں تم دونوں تھے چنانچہ ان میں سے ایک تو ڈال[2] دے گا تو اللہ اس پر آگ کو ٹھنڈی سلامتی[3] والی کر دے گا اور دوسرا کھڑا رہے گا وہ اپنے کو نہ ڈالے گا اس سے رب فرمائے گا کہ تجھے اپنے کو گرانے سے کس چیز نے روکا جیسا کہ تیرے ساتھی نے اپنے کو گرا دیا وہ کہے گا کہ میں امید کرتا ہوں کہ تو مجھے وہاں سے نکالنے کے بعد نہ لوٹائے گا تو اس سے رب تعالیٰ فرمائے گا کہ تیرے لیے تیری اُمید ہے پھر دونوں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل کیے جائیں گے ۔

(ترمذی)

[1] ان کی عبودیت و تسلیم کے لیے بطورِ امتحان

[2] رضاءِ مولیٰ کی خاطر اور بندگی کا اظہار کرتے ہوئے ۔

[3] یہاں سے معلوم ہو رہا ہے جب ہر بلا و مصیبت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکم کو تسلیم کرنے کا طریقہ اپنایا جائے تو اللہ تعالیٰ بلا کو آسان فرما دیتا ہے ۔

[4] اللہ تعالیٰ سے لطف و امید اور عجز و نیاز کی وجہ سے

[5] اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بندے کا امیدوار ہونا نہایت ہی مؤثر ہے اگرچہ انسان اپنے عجز و ناتوانی کی وجہ سے اس کی طاعت بجا نہ لا سکا ہو۔

٥٣٦٤/٣٦ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرِدُ النَّاسُ النَّارَ ثُمَّ يَصْدُرُوْنَ مِنْهَا بِاَعْمَالِهِمْ فَاَوَّلُهُمْ كَلَمْحِ الْبَرْقِ ثُمَّ كَالرِّيْحِ ثُمَّ كَحُضْرِ الْفَرَسِ ثُمَّ كَالرَّاكِبِ فِيْ رَحْلِهٖ ثُمَّ كَشَدِّ الرَّجُلِ ثُمَّ كَمَشْيِهٖ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ آگ پر حاضر ہوں[1] گے پھر وہاں[2] سے گزریں گے اپنے اعمال کے مطابق تو ان میں سے اگلے لوگ بجلی کی کوند کی طرح پھر ہوا کی طرح، پھر گھوڑے کی دوڑ[3] کی طرح، پھر اس کی طرح جو اپنے کجاوے[4] میں سوار ہو، پھر مرد کی دوڑ کی طرح پھر اس کے چلنے کی طرح[5] (ترمذی، دارمی)

[1] پُل صراط سے گزرنے کے لیے جو دوزخ پر بچھایا گیا ہوگا۔

[2] اپنے اپنے اعمال کے مطابق نجات و خلاصی پائیں گے۔

[3] حضر، صراح میں ہے کہ حضر، حاء پر پیش، ضاد ساکن، دوڑنا اور احضار گھوڑے کا دوڑنا۔

[4] رحل کا معنی گھوڑے کا پالان ہے مراد سوار ہے، کجاوے پر سوار ہونے والا ہے کجاوہ سواری پر سوار ہونے والے سے اقوی ہوتا ہے۔

[5] عادت کے مطابق

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

٥٣٦٥/٣٧ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَمَامَكُمْ حَوْضِيْ مَا بَيْنَ جَنْبَيْهِ كَمَا بَيْنَ جَرْبَاءَ وَاَذْرُحَ قَالَ بَعْضُ الرُّوَاةِ هُمَا قَرْيَتَانِ بِالشَّامِ بَيْنَهُمَا مَسِيْرَةُ ثَلٰثِ لَيَالٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِيْهِ اَبَارِيْقُ كَنُجُوْمِ السَّمَاءِ مَنْ وَرَدَهٗ فَشَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَاْ بَعْدَهَا اَبَدًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے آگے میرا حوض ہے اور اس کے دونوں کناروں[1] کے درمیان جربا[2] اور اذرح[3] کے مطابق فاصلہ ہے بعض راویوں نے کہا کہ دونوں شام کی بستیاں ہیں جن کے درمیان تین دن کی مسافت[4] ہے دوسری روایت میں ہے کہ اس کے گلاس آسمان کے تاروں کے برابر ہیں جو اس پر وارد ہوا اور اس سے پیئے تو اس کے بعد اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ (بخاری و مسلم)

٥٣٦٦ / ٣٨ وَعَنْ حُذَيْفَةَ وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی النَّاسَ فَيَقُوْمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا اَبَانَا اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ وَهَلْ اَخْرَجَكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اِلَّا خَطِيْئَةُ اَبِيْكُمْ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِذْهَبُوْا اِلٰی ابْنِیْ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِنَّمَا كُنْتُ خَلِيْلًا مِّنْ وَّرَآءَ وَرَآءَ اِعْمَدُوْا اِلٰی مُوْسٰی الَّذِیْ كَلَّمَهُ اللّٰهُ تَكْلِيْمًا فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰی فَيَقُوْلُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِذْهَبُوْا اِلٰی عِيْسٰی كَلِمَةِ اللّٰهِ وَرُوْحِهٖ فَيَقُوْلُ عِيْسٰی لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ فَيَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا فَيَقُوْمُ فَيُؤْذَنُ لَهٗ وَتُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَتَقُوْمَانِ جَنْبَتَیِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَيَمُرُّ اَوَّلُكُمْ كَالْبَرْقِ قَالَ قُلْتُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَیُّ شَیْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ قَالَ اَلَمْ تَرَوْا اِلَی الْبَرْقِ كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِیْ طَرْفَةِ عَيْنٍ ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيْحِ ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ وَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِیْ بِهِمْ اَعْمَالُهُمْ وَنَبِيُّكُمْ قَآئِمٌ عَلَی الصِّرَاطِ يَقُوْلُ يَا رَبِّ

حضرت حذیفہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع فرمائے گا مسلمان کھڑے ہوں گے تو جنت ان کے قریب کر دی جائے گی پس وہ حضرت آدم کی بارگاہ میں عرض گذار ہوں گے، اے والدِ گرامی ہمارے لیے جنت کھلوایئے ۔ فرمائیں گے کہ تمہیں جنت سے تمہارے باپ کی لغزش نے ہی نکلوایا[١] ہے لہٰذا میں اس لائق نہیں ہوں[٢] تم میرے بیٹے ابراہیم خلیل اللہ کی بارگاہ میں جاؤ حضرت ابراہیم فرمائیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں، کیونکہ میں تو دور کا دوست[٣] ہوں تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن سے خوب باتیں[٤] کیں تو وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں گے میں اس کام والا نہیں تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کا کلمہ اور روح ہیں تو حضرت عیسیٰ فرمائیں گے میں اس کام کے لائق نہیں ہوں تب سب حضرت[٥] محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں گے آپ اٹھیں گے تو آپ کو اجازت دی جائے گی اور امانت اور رحم بھیجے جائیں گے وہ پُل صراط کے دو طرفہ کھڑے ہو جائیں گے ۔ دائیں[٦] بائیں ان کی پہلی جماعت بجلی[٧] کی طرح گذرے گی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان بجلی کے گذرنے کی طرح کون چیز ہے ؟ فرمایا کیا تم بجلی کو نہیں دیکھتے کہ وہ پلک جھپکنے میں کیسے گذرتی ہے اور جاتی ہے پھر ہوا کی گذر کی طرح پھر پرندے کی طرح

---

[١] جنب ، نون ساکن ، جانب یاء پر زبر انسان کی ایک طرف وغیرہ ۔ القاموس ۔

[٢] جرباء جیم پر زبر بالمد و بالقصر

[٣] اذرح ، ہمزہ پر زبر ، ذال ساکن ، راء پر پیش اور حاء

[٤] شارح حدیث نے یہی بات کہی ہے لیکن اس بارے میں تحقیقی بات صاحبِ قاموس نے ذکر کی ہے اور میں نے اسے شرح میں ذکر کیا ہے ۔

سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰى تَعْجَزَ اَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتّٰى يَجِيْئَ الرَّجُلُ فَلَا يَسْتَطِيْعُ السَّيْرَ اِلَّا زَحْفًا قَالَ وَفِيْ حَافَتَيِ الصِّرَاطِ كَلَالِيْبُ مُعَلَّقَةٌ مَّامُوْرَةٌ تَاْخُذُ مَنْ اُمِرَتْ بِهٖ فَمَخْدُوْشٌ نَّاجٍ وَّمُكَرْدَسٌ فِي النَّارِ وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ اِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور تیز مردوں کی دوڑ کی طرح ان کے اعمال انھیں لے جائیں گے اور تمھارے نبی پل صراط پر کھڑے ہوئے فرماتے ہوں گے الٰہی سلامتی[8] سلامتی عطا فرما حتیٰ کہ بندوں کے اعمال عاجز رہ جائیں[9] گے یہاں تک کہ ایک شخص آئے گا جو چل نہ سکے گا سوا گھسٹنے کے، فرمایا کہ صراط کے دونوں کناروں پر کنڈے نکلے ہوئے ہیں جو تابع حکم ہیں جسے پکڑنے کا حکم دیئے جائیں گے اسے پکڑ لیں گے تو بعض دوزخی ہو کر نجات پا[10] جائیں گے، بعض آگ میں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے[11] اس کی قسم جس کے قبضہ میں ابوہریرہ کی جان ہے کہ دوزخ کی گہرائی ستر[12] سال کی ہے (المسلم)

[1] جب تمھارے والد کی لغزش سے ایسے ہوا ہے تو اب انھی سے جنت کا داخلہ کیوں ڈھونڈھتے ہو۔

[2] اس حدیث میں حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ نہیں حالانکہ دیگر احادیث میں ہے۔

[3] یعنی مقام ادب وہیبت کی وجہ سے حد تسلیم وعبودیت پر ہوں لہٰذا میں تمھارا وکیل وواسطہ نہیں بن سکتا۔

[4] اللہ نے بے واسطہ جبریئل سے کلام فرمایا

[5] وہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آئیں گے جو اللہ رب العالمین کی بارگاہِ اقدس میں سب سے زیادہ مقامِ عزت و قرب پر فائز ہوں گے۔ آپ کی ذات اقدس انبیاء و مرسلین میں ممتاز ہے آپ نے یہ نہیں فرمایا تم میرے پاس آؤ گے بلکہ اپنا اسم مبارک ذکر کیا جو حمد سے مشتق ہے اور مقام محمود کے قیام پر دال ہے جو مقام شفاعت ہے۔

[6] ایک دائیں اور ایک بائیں تاکہ طلبِ حق اور حصولِ انصاف ہو

[7] ان کے اعمال کی نورانیت و روحانیت کا غلبہ و زور اور اس کی قوت مراد ہے، دراصل یہ تمام قوت و حالت حضور علیہ السلام کی امداد، توجہ اور تصرف کی وجہ سے ہوگی جو ان کے سروں پر کھڑے ہو کر مدد فرما رہے ہوں گے جیسا کہ آگے خود فرمایا۔

[8] انھیں استقامت بخشش اور نجات وخلاصی عطا فرما۔

[9] ان میں اتنی صلاحیت نہ ہوگی کہ وہاں سے گزر جائیں۔

[10] باوجود اس کے وہ نجات وخلاصی پا جائیں گے۔

[11] مُکَرْدَس۔ صراح میں ہے کہ رجل مُکَرْدَسٌ وہ شخص ہوتا ہے جس کے ہاتھ پاؤں آپس میں اکٹھے ہوں، کلادس بھی آیا ہے جس کا معنی ساقط اور افتادہ ہے۔

[12] مقصود، کثرت و تصویر تمثیل ہے، نہ کہ تحدید و تعیین بعض میں سبعون ہے جو نحو کے قاعدہ کے موافق ہے جیسا کہ

شرح میں بتفصیلا بیان ہوا ہے۔

٥٣٦٧/٣٩ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْرِجُ مِنَ النَّارِ قَوْمٌ بِالشَّفَاعَةِ كَاَنَّهُمُ الثَّعَارِيْرُ قُلْنَا مَا الثَّعَارِيْرُ قَالَ اِنَّهُ الضَّغَابِيْسُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک قوم شفاعت کے ذریعہ دوزخ سے ایسے نکل جائے گی جیسے کہ وہ ثعاریر[1] ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ ثعاریر کیا چیز ہیں؟ فرمایا کہ وہ ضغابیس[2] (متوسط جسم والے اونٹ) ہیں۔

(بخاری و مسلم)

---

[1] ثعاریر، ثاء پر زبر اور عین

[2] ضغابیس، پہلے دونوں حروف پر زبر، باء کے نیچے زیر یاء ساکن، ضغبوس کی جمع ہے ضاد پر پیش غین، باء۔

بعض نے کہا وہ سفید گھاس جو روئی کی طرح ہوتی ہے اور ریت میں اگتی ہے۔

٥٣٦٨/٤٠ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثَلٰثَةٌ الْاَنْبِيَآءُ ثُمَّ الْعُلَمَآءُ ثُمَّ الشُّهَدَآءُ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا روزِ قیامت تین جماعتیں[1] شفاعت کریں گی۔ انبیاء پھر علماء، پھر شہداء۔

(ابن ماجہ)

---

[1] ان تین کو مخصوص کرنے کی وجہ ان کی فضیلت و کرامت ہے ورنہ تمام اہلِ خیر مسلمانوں کے لیے شفاعت کا ثبوت ہے اور اس سلسلہ میں احادیث مشہورہ وارد ہیں خواہ وہ شفاعت گناہوں کی صفائی کے لیے ہو یا بلندیِ درجات کے لیے ہو۔ شفاعت کا انکار بدعت و گمراہی ہے جیسا کہ خوارج اور بعض معتزلہ نے ایسا کیا ہے۔

شرح صحیح مسلم (۷ جلد)
تصنیف:
علامہ غلام رسُول سعیدی شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی
اس صدی کی بہترین شرح جس میں عصر حاضر کے
جدید مسائل کا محققانہ حل پیش کیا گیا ہے۔
● —— یہ شرح قارئین کو دوسری شرحوں سے
بے نیاز کرے گی۔

اشعۃ اللمعات (۷ جلد)
شرح مشکوٰۃ
تصنیف منیف
عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولینا شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
اردو ترجمہ و حواشی
حضرت علامہ مولینا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی
علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی

بخاری شریف مترجم (۳ جلد)
امام المحدثین ابُو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ
مترجم: مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہجہانپوری

سُنن نسائی مترجم (۳ جلد)
امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر نسائی رحمۃ اللہ
ترجمہ مولینا دوست محمد شاکر و مولینا حافظ محمد عبد الستار قادری

جامع ترمذی مترجم مع شمائل ترمذی (۲ جلد)
محدث جلیل امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ
مترجم: مولینا علامہ محمد صدیق سعیدی ہزاروی

مشکوٰۃ شریف مترجم (۳ جلد)
امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب رحمۃ اللہ تعالیٰ
مترجم: الفاضل شہیر مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہجہانپوری

سُنن ابن ماجہ مترجم (۲ جلد)
امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربعی القزوینی رحمۃ اللہ
مترجم: مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہجہان پوری

طحاوی شریف مترجم (مع خلاصہ مضامین) (مکمل چار جلد پر مشتمل)
محدث جلیل امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مترجم: علامہ محمد صدیق ہزاروی مترجم ترمذی شریف و ریاض الصالحین
تقدیم: علامہ غلام رسول سعیدی شارح مسلم شریف

سُنن ابُو داؤد شریف مترجم (۳ جلد)
امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ
مترجم: مولینا عبد الحکیم خاں اختر شاہجہانپوری

ریاض الصالحین مترجم (۲ جلد)
شیخ الاسلام ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی
مترجم: مولانا محمد صدیق ہزاروی مدظلہ
تقدیم: محمد عبد الحکیم شرف قادری

فرید بُک سٹال ◎ ۳۸۔ اُردو بازار ◎ لاہور ۲ فون ۷۳۱۲۱۷۳ / ۷۲۲۴۸۹۹